

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by: Rana Jabir Abbas



۷۸۶
۹۲۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

<http://fb.com/ranajabirabbas>

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

هَذَا كِتَابُنَا يُطَرِّقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

٥١

تَهْدِيَةُ الْمَتِينِ فِي
تَارِيخِ أُمَمِ الْمُؤْمِنِينَ

من تصنيف جناب مولانا سيد مظهر حسن صاحب قلمه العتيق

١٣٢٩ هـ

تہذیب المتین فی تارتخ امیرالمومنینؑ (جلد اول)

تالیف

مولانا مولوی سید مظہر حسن صاحب موسوی (سہارن پوری)

ناشر

خورشید اکبر زیدی

84/D، نیو مسلم ٹاؤن، وحدت روڈ۔ لاہور

جملہ حقوق اشاعت محفوظ

ناشر

خورشید اکبر زیدی

84/D، نیو مسلم ٹاؤن، وحدت روڈ۔ لاہور

اشاعت اول : 1316ھ (دہلی۔ انڈیا) تعداد : 500

اشاعت دوم : دسمبر 2008ء مطابق 1429ھ تعداد : 1000

قیمت : -/350 روپے

طابع

سید محمد عمران رضوی

مطبع

اظہر سنز پرنٹرز

۱۰۸۔ لٹن روڈ، لاہور فون: 722 0387 (92-42) فیکس : 735 1459 (92-42)

موبائل : 3776 461 0300 ای میل : azharsonsprinters@yahoo.com

انتساب

برادرِ عزیز جناب ڈاکٹر سید محمد انور کاظمی صاحب

نبیرہ مولانا سید مظہر حسن صاحب مرحوم

مولف کتاب ہذا

کے نام



نسب نامہ مولف کتاب ہذا

امیر المومنین جناب علی المرتضیٰ	سید طاہر مخاطب بہ خطاب اشرف العلماء جن کوہایوں بادشاہ
سید الشہد امام حسین	دہلی نے طلب کیا۔ چند دیہات جاگیر میں پا کر تھانہ بھون
امام زین العابدین	ضلع مظفر نگر میں سکونت اختیار کی۔
امام محمد باقر	جناب حضرت جعفر سرخ
امام جعفر صادق	سید محمد باقر المعروف بہ عارف باللہ
امام موسیٰ کاظم	سید عبدالرحیم
حضرت عبداللہ	سید ابراہیم
حضرت محمد اسماعیل	سید یعقوب
حضرت سعید	سید عبدالفتاح
حضرت علی شاہ	سید محمد سعید
حضرت سید ابراہیم	سید سعد اکبر
حضرت عبدالباری معروف بہ شاہ چین چراغ جن کا	سید عبدالرحمان
مزار اور اولپنڈی میں مرجع خلافت ہے۔ سلطان محمود غزنوی	سید حکیم سید علی
کے ساتھ ایران کے شہر کاشان سے وارد ہندوستان ہوئے	سید صفدر علی
رہتاس گڑھ اور راولپنڈی کے نواح کی املاک جاگیر میں	سید شہامت علی
عطا ہوئی	سید صادق حسین
عبداللہ صف شکن	سید مولانا مظہر حسن مولف کتاب ہذا
محمد رضا	تہذیب التین فی تاریخ امیر المومنین
سید حسین	ڈاکٹر سید علی اختر کاظمی مرحوم
ابوالقاسم	ڈاکٹر سید محمد انور کاظمی (حال مقیم کراچی)
ابوالمظفر	سید محمد اظہر کاظمی (حال مقیم کینیڈا)
نصیر الدین	

فہرست مضامین

- | | | | |
|-----|---|----|---|
| ۶۵ | ♦ بطحی سے یثرب کی طرف جناب رسول خداؐ و علی المرتضیٰؑ کی ہجرت | ۹ | ♦ گذارشِ احوال از ناشر |
| ۶۹ | ♦ خداوند تعالیٰ کا امیر المومنین پر، ملائکہ مقررین کے سامنے فخر کرنا | ۱۴ | ♦ ابتدائی خلقت نورانی امیر المومنین علیہ السلام |
| ۷۱ | ♦ غار ثور سے حضرت رسول خدا کی مدینہ منورہ کی طرف روانگی | ۱۷ | ♦ توشیح میر سید علی ہمدانی صاحب کتاب مودۃ القرنیٰ |
| ۷۴ | ♦ ہجرت امیر المومنین مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف | ۱۷ | ♦ اجدادِ طاہرین امیر المومنین علیہ السلام |
| ۷۶ | ♦ مدینہ منورہ میں پہلی مسجد کی تعمیر | ۱۹ | ♦ حالی خیر مآل والدین شریفین آں حضرت صلوات اللہ علیہ |
| ۷۸ | ♦ صحیح مسجد نبویؐ میں کھانے والے صحابہ کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم | ۲۶ | ♦ معجزہ حضرت رسول اللہ در ایام طفلی |
| ۸۱ | ♦ عقد نکاح امیر المومنین اور سیدۃ النساء فاطمہؑ زہراؑ سلام اللہ علیہا | ۲۸ | ♦ آثار ولادت با سعادت امیر المومنین |
| ۸۴ | ♦ نکاح آسمانی بحکم حضرت جل و علا سحانی (روایت شیخ صدوق) علیہ الرحمہ | ۲۹ | ♦ حکایت مشرم بن عیوب (عابد) در بار ولادت با سعادت |
| ۸۷ | ♦ مہر جناب فاطمہؑ ہر ا صلوات اللہ علیہا | ۳۲ | ♦ کیفیت ولادت آنحضرت |
| ۸۸ | ♦ سامانِ ہنر جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا | ۳۹ | ♦ بعد ولادت امیر المومنین جناب ابوطالب کا روانہ ہونا مشرم عابد کی طرف |
| ۹۱ | ♦ عرقِ مبارک رسول خداؐ گلاب سے زیادہ خوشبودار تھا | ۴۰ | ♦ چند اسماء و کنیت ہا و القاب حضرت امیر المومنین |
| ۹۱ | ♦ امیر المومنین اور جناب سیدہ کی شادی کا ولیمہ | ۴۸ | ♦ امیر المومنین کے چند حالاتِ طفلی |
| ۹۲ | ♦ جناب سیدہ کی رخصتی کی شان | ۵۲ | ♦ سابقہ اسلام آنحضرت علیہ السلام |
| ۹۵ | ♦ کیفیت معاشرت امیر المومنین و سیدۃ النساء العالمین | ۵۳ | ♦ روایتِ عقیقہ کنزی |
| ۹۹ | ♦ قصہ مشکمہ نقرآن (جناب فضہ کنیز جناب فاطمہؑ) | ۵۸ | ♦ تمکین امیر المومنین بہ رؤساء اور وزارت و خلافت سید المرسلینؐ |
| ۱۰۱ | ♦ مجاہدات امیر المومنین | ۵۹ | ♦ دعوتِ ذوالشیرہ |
| ۱۰۲ | ♦ جنگ بدر | ۶۱ | ♦ معراج |
| | | ۶۴ | ♦ وفات ابوطالب علیہ السلام |

۱۹۲	عطا یا سے رسول الثقلین بوقت تقسیم غنائم تین	۱۰۴	عاتکہ رسول خدا کی پھوپھی کا خواب
۱۹۷	جنگ و جہاد کے علاوہ حضرت علی کی زندگی کے اہم واقعات	۱۰۵	سرداران قریش کے نام
۱۹۸	وفات جناب فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین	۱۱۲	قتل ابو جہل
۱۹۹	سورج کا پلٹ آنا امیر المومنین کے لیے	۱۱۳	قتل نوفل بن خویلد
۲۰۲	امیر المومنین کی جو دو سخا کا کچھ بیان اور حضرت کی شان میں سورہ ہل اتی کا نزول	۱۱۵	انجام کار ابو لہب بن عبد المطلب
۲۰۵	حکایت جبرئیل سے اونٹ خریدنے کی	۱۱۶	قتل عقبہ بن ابی معیط
۲۰۷	قصہ آیہ نجوی	۱۱۷	غزوہ أحد
۲۰۸	نزول آیہ انما یلکم اللہ	۱۲۲	ذوالفقار کا حال
۲۰۹	نزول ہل اتی در شان امیر المومنین و دیگر اہلبیت اطہار	۱۲۵	شہادت امیر حمزہ سید الشہد ارضی اللہ عنہ
۲۱۲	نعمات بہشت کا نزول	۱۲۹	غزوہ بنی نضیر
۲۱۵	غزوہ تبوک سے متعلق بعض حالات	۱۲۹	حال عبد اللہ بن ابی
۲۱۸	منافقین کی امیر المومنین کو جان سے مار ڈالنے کی سازش	۱۳۰	قتل غزوہ و راہ ہودی
۲۲۳	احکامات وحی کے مطابق سورہ ہرات کا ابوبکرؓ سے واپس لے کر حضرت علیؓ کو تفویض ہونا	۱۳۱	غزوہ بنی المصطلق
۲۲۸	قوم نصاریٰ سے مباہلہ، آل عبا اور امیر المومنین کیلئے ظہور فضیلت خاص	۱۳۲	غزوہ خندق
۲۳۸	امیر المومنین کا حکم رسول خدا ملک یمن کی طرف متوجہ ہونا	۱۳۹	جنگ عمرو بن عبد ود اور اس کا قتل ہونا
۲۴۰	قضیہ عمرو بن معدی کرب زبیدی	۱۴۲	حدیث خدیجہ بن ایمان رضی اللہ عنہ
۲۴۲	کعب الاحبار یہودی کا قبول اسلام	۱۴۵	انجام کار بنی قریظہ و شہادت سعد بن معاذ
۲۴۸	غدر یحکم کے مقام پر حضرت علیؓ کے جملہ مسلمین کا مولیٰ قرار دینے کا اعلان	۱۴۸	فضیلت سورہ قل ہو اللہ
۲۵۷	حضرت عمرؓ و ابوبکرؓ کا اس منصب عظیم پر امیر المومنین کو مبارک باد دینا	۱۴۸	غزوہ حدیبیہ اور بعض صحابہ کا آنحضرت کی نبوت کے بارے میں شک کرنا
۲۶۰	حارث بن نعمان فہری کی دعا پر آسمان سے پتھر کا گرنا اور اس کا ہلاک ہونا	۱۵۰	کتابت صلح نافہ حدیبیہ
۲۶۲	عقبہ ہرشی سے گزرتے ہوئے رسول مقبولؐ کی ہلاکت کی سازش	۱۵۱	اس واقعے سے متعلق امیر المومنین کے بعض فضائل
		۱۵۵	غزوہ خیبر
		۱۶۳	فتح فذک
		۱۶۳	آمد جناب جعفر طیار برادر امیر المومنین از حبشہ اور انکی شہادت
		۱۶۴	جنگ ذات السلاسل
		۱۶۹	فتح مکہ مشرفہ
		۱۷۷	رسول خدا اور علی مرتضیٰ کا کعبہ کے بچوں کو ٹوڑنا
		۱۸۱	خالد بن ولید کا مسلمان بن جزیہ کو قتل کرنا
		۱۸۳	غزوہ تین رسول خدا کا آخری غزوہ

- ۳۶۷ امام محمد تقیؑ کا سوال یحییٰ بن اکثم سے
- ۳۶۹ احتجاجِ امیر المومنین علیہ السلام باب ابو بکرؓ
- ۳۷۳ ذکر نزاعِ امیر المومنینؑ و عباسؓ بن عبدالمطلب در میراثِ پیغمبر
- ۳۷۵ اُسامہ بن زید و ابوقافہ پدر ابو بکرؓ کا احتجاجِ ابو بکرؓ پر
- ۳۷۷ قضیہٴ فدک
- ۳۹۱ خطبہٴ جنابِ سیدہ
- ۴۰۰ کتبِ اہل سنت سے جنابِ سیدہ کے بعض فضائل
- ۴۰۶ خالد بن ولید کی طرفہٴ بیباکیاں
- ۴۱۰ قصہٴ گرز آہنی کو موذکر خالد بن ولید کی گردن میں لپیٹ دینے کا
- ۴۱۰ وفاتِ جنابِ سیدہ صلوات اللہ علیہا
- ۴۱۴ وصایا جنابِ سیدہ
- ۴۱۸ یہود و نصاریٰ کے بعض مسائل کے جوابات جو امیر المومنینؑ نے بہ عہدِ خلیفہٴ اول ارشاد فرمائے
- ۴۲۱ حضرت امیر المومنینؑ سے مُضَییر کے سوالات
- ۴۲۴ خلیفہٴ ثانی اور اولیٰؓ قرنِی کے سوال و جواب
- ۴۲۷ حکایتِ ابوالضہام عیسیٰؑ و ادائے دینِ رسولِ خدا
- ۴۲۹ برائے معاملہٴ ختمی مرتبت یونانی حکیم کی آمد اور حضرت علیؑ کی ملاقات
- ۴۳۲ خلافتِ خلیفہٴ اول کے بعض حالات اور خالد بن ولید کا کردارِ ناصواب
- ۴۳۷ خالد بن ولید کے ہاتھوں مالک بن نویرہؓ پر بوعی کا قتل
- ۴۴۰ خالد بن ولید نے مالک بن نویرہؓ کو اس کی حسین و جمیل بیوی کیلئے قتل کیا
- ۴۴۲ مالک بن نویرہؓ کے مقدمہٴ قتل میں شیخین کی آرا کا اختلاف
- ۴۴۵ مالک بن نویرہؓ کے شرف و جود و سخا کا کچھ احوال
- ۴۴۶ قصہٴ خولہ بنت جعفرؓ (مادرِ محمدؐ بن حنفیہ)
- ۲۶۴ مضمون صحیفہٴ مشورہ اور اس کے تحریر کرنے کی سازش
- ۲۶۸ رسولِ اکرمؐ کے ترتیب دیئے ہوئے لشکرِ اُسامہ سے
- ۲۷۲ کیفیتِ پیش نمازی حضرت ابو بکرؓ
- ۲۷۶ رسولِ خداؐ کے کاغذ و قلم طلب کرنے کو ہدیان سے تعبیر کرنے کا واقعہ
- ۲۸۵ ذکرِ علامتِ خیر الانام اور اُن ایامِ مصیبتِ انجام کا کچھ احوال
- ۲۹۱ رسولِ اکرمؐ کا حضرت علیؑ کو علم کے ہزار باب تعلیم فرمانا
- ۲۹۲ رسولِ خداؐ کا اہلبیتِ اطہارؑ کو الوداع کہنا
- ۳۰۲ حضرت رسولِ خداؐ کے انتقال کے بعد فتنوں اور شر کا ظہور
- ۳۰۵ سقیفہ بن ساعدہ میں اجتماع
- ۳۱۲ قضیہٴ سعد بن عبادہ انصاری
- ۳۱۵ بیعتِ سقیفہ کی ابتدا و خلافتِ خلیفہٴ کا تہ
- ۳۲۵ ذکرِ ظلم و ستم جو حضراتِ اہلبیتؑ پر حصولِ بیعت کیلئے روا رکھا گیا
- ۳۳۷ روایاتِ اہل سنت در بارہٴ بیعتِ امیر المومنینؑ
- ۳۳۳ بعض روایات جو امیر المومنینؑ کی خلافتِ بلا فصل پر دلیل ہیں
- ۳۳۶ خطبہٴ سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ
- ۳۳۷ امیر المومنینؑ نے دشمنوں کی ایذا رسانی پر کیوں صبرِ جمیل اختیار کیا
- ۳۵۱ جواباتِ شیخِ مفید علیہ الرحمۃ
- ۳۵۲ بعض مہاجرین و انصار کا غاصبینِ خلافت کے خلاف احتجاج
- ۳۵۳ ذکرِ ان اسباب کا جن کی وجہ سے عامہٴ خلافتِ امیر المومنینؑ سے کنارہ کش رہے
- ۳۶۶ امام محمد تقیؑ سے کم عمری میں فضل و کرامات کا ظہور

۵۴۹	حضرت عمرؓ کی وصیت کا نفاذ یکمال فراست و فطانت	۴۵۵	ذکر وفات حسرت آیات ابوبکرؓ
۵۵۰	فریب بازی عمر و عاص	۴۵۷	حالی اشعت بن قیس
۵۵۷	ابوسفیان بن حرب کا دین	۴۶۲	خلافت خلیفہ ثانی کے بعض حالات
۵۵۹	خطبہ خلیفہ ثالث	۴۶۵	تجسس خلیفہ ثانی
۵۶۰	قضیہ قتل ہرمزان	۴۶۹	حضرت عمرؓ کا وزرہ
۵۶۳	قصہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور سزائے جلا وطنی	۴۷۲	مسلمانوں کے بیت المال میں حضرت عمرؓ کے تصرفات
۵۶۷	وداع ابوذر کے وقت کلمات امیر المومنین	۴۸۰	بعض مشکل فیصلے جن کو حل کرنے کیلئے حضرت عمرؓ نے امیر المومنین سے درخواست کی
۵۷۰	جناب عثمانؓ کا نسخہ ہائے قرآن کو جلوانا۔ عبداللہ بن مسعود کی ناراضگی	۴۸۴	حضرت عمرؓ کی بعض غلطیوں پر امیر المومنین کا تنبیہ کرنا
۵۷۵	قتل عثمانؓ بن عفان اور حضرت امیرؓ کا اس بارے میں ردیہ	۴۸۷	تاریخ ہجری کی ابتدا
۵۷۸	نانیکل زوجہ عثمانؓ اور مروان کے درمیان گفتگو	۴۸۸	امیر المومنینؓ کی زبان مبارک سے خراسان کے اوصاف
۵۹۵	امیر المومنینؓ کا خطبہ ششقیہ	۴۹۳	وہ مقامات جہاں خلیفہ ثانیؓ نے "الحق مع علی" کو جاننے کے باوجود ارشادات امیر المومنینؓ کی مخالفت کی
۶۰۶	ارشاد امیر المومنینؓ قضا و قدر کے بیان میں	۴۹۹	حضرت عمرؓ کا کتب خانہ مصر کو جلا دیے کا حکم
۶۰۸	کلام امیر المومنینؓ در فضیلت اہل بیت	۵۰۰	مغیرہ بن شعبہ کو حد زنا سے بچانا
۶۰۹	عالم کی صفت اور علم حاصل کرنے والے کے آداب	۵۰۳	مسائل جو یہود و نصاریٰ نے عہد خلیفہ ثانیؓ میں پوچھے اور ان کے جوابات امیر المومنینؓ کے سوا کسی سے ممکن نہ ہوئے
۶۱۱	صفت شیطان خالص	۵۱۱	خلیفہ ثانیؓ نے اپنے فرائض خلافت و دستوں پر تقسیم کر دیے
۶۱۵	ان وصیتوں میں سے کچھ جو امیر المومنینؓ نے اپنے فرزند سعید کے لیے تحریر فرمائیں	۵۱۴	علم و معرفت امیر المومنینؓ کا شمع بھر بیان
۶۱۶	ترغیب و عار و قبولیت دعائیں تاخیر کی وجوہات	۵۱۹	صحیح قرأت سورۃ الحمد اور اس کے معنی جاننے والے کا ثواب
۶۱۸	یاران باصفا اور دشمنان پُر خفا سے کیسا عمل کیا جائے	۵۲۱	حقیقت نکاح ام کلثوم با خلیفہ ثانیؓ
۶۱۹	اندرون خانہ پردہ دار مستورات اور خادموں کے ساتھ طرز معاشرت	۵۲۴	قتل خلیفہ ثانیؓ
۶۲۰	دنیا کی ناپائیداری کا ذکر اور غرآخرت کی تیاری کی ترغیب	۵۳۰	قاتل خلیفہ ثانیؓ کا انجام
۶۳۱	عذاب دوزخ کے بارے میں ذرا سببیاں	۵۳۰	ذکر شوریٰ جو حضرت عمرؓ نے اپنے بعد انتخاب خلیفہ کیلئے بنائی
۶۳۱	امیر المومنینؓ کے بعض فضائل، خصائل، لطافت و محاسن		
۶۳۷	قصہ امیر ابو دلف علیؓ		
۶۴۰	معجزہ تجنیہ و تکفین سلمان فارسیؓ		
۶۴۳	کچھ امیر المومنینؓ کی شجاعت کے بارے میں		
۶۴۸	مناقب اہلبیت اطہار و تعظیم سادات کی تاکید		
۶۵۹	اقرباء و ازواج و خدام امیر المومنینؓ		

گزارشِ احوال

ہر صاحبِ فکر و شعور کو اپنے دین و ایمان، وطن اور والدین سے قدرتی، فطرتی محبت ہوتی ہے۔ میں بھی اس گلے سے مستغنی نہیں۔

ہر مسلمان کیلئے خدا کے بعد نبی اکرم کی ذاتِ گرامی کائنات میں افضل ہے۔ اسی مناسبت سے جس نے اللہ کے پاک نبی کو اور اللہ کے پاک نبی نے جس کو ٹوٹ کر چاہا۔ وہ وصی رسول حضرت علی ابن ابی طالب کی ذات والا صفات ہے۔

میں نے اپنے زادِ آخرت اور اپنے مرحوم والدین کے ایصالِ ثواب کی خاطر امامِ عالی مقام کی حیاتِ طیبہ کے مفصل حالات پر مشتمل کتاب طبع کرانے کا خیال کیا تو کتب فروشوں سے جائزہ لینے پر معلوم ہوا کہ امیر المومنین کی کوئی مبسوط سوانح حیات اس وقت دستیاب نہیں ہے۔

میرے مولد سہارنپور (انڈیا) میں اوائلِ بیسویں صدی میں مرحوم فاضل نبیل مولانا مولوی سید مظہر حسن صاحب موسوی مرحوم و مغفور نے بڑی کدوکاوش اور دقتِ نظر سے دو جلدوں میں جناب امیر المومنین کے حالاتِ زندگی اکٹھا کیے اور طبع کرائے تھے۔ کتاب کا نام ”تہذیبِ امتین فی تاریخِ امیر المومنین“ رکھا گیا۔ جس کو مکتبہ یوسفی دہلی نے (طبع اول ۱۳۱۶ھ تعداد ۵۰۰) برقی پریس سے طبع کرایا تھا جو اب بعض مخصوص کتب خانوں کے علاوہ نایاب ہے۔ میں نے اسی نسخے کو بنیاد بنا کر کام شروع کیا تو معلوم ہوا کہ تغیراتِ زمانہ نے اظہارِ خیال اور اندازِ بیان کے طریقے یکسر بدل دیئے ہیں۔

کتاب کی قدیم زبان جو، اب نامانوس لگتی ہے اس کو عام فہم بنانے کی سعی کی۔ متروک الفاظ اور جملوں کی ترکیب کسی قدر ترمیم کی محتاج نظر آئی مثلاً ”اے بچو میرے“ کو ”اے میرے بچو“ بنانا پڑا۔

فارسی اشعار سے بھی صرف نظر کیا، تاہم ذرا سے غور کے بعد اندازہ ہوا کہ قدیم اردو تحریر میں اصلاح کے قطرے چکانا عملاً ناممکن ہے۔ لفظوں کے رد و بدل سے کتاب کی معنوی فضالازم متاثر ہوتی نظر آئی۔

کہتے ہیں کہ انگریز کے ”دورِ غلامی“ میں جب یہ کتاب طبع ہوئی شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ مذہبی اختلافی نظریات کی کتب پر یہ تحذیر کہ یہ کتاب فلاں مخصوص مکتبہ فکر کے آفادے کیلئے طبع کی جا رہی ہے۔ اختلافی عقائد رکھنے والے اس کو نہ خریدیں اور نہ پڑھیں، کافی سمجھی جاتی تھی نہ کہ موجودہ دور، پناہ بخدا جب عبادت گاہوں میں گھس گھس کر صف بستہ نمازیوں پر گولیاں برسائی جاتی ہیں اور سمجھا جاتا ہے کہ اللہ ان قاتلوں سے راضی ہوا۔

کہاں ہیں حکیم الامت علامہ اقبال جن کو مذہب آپس میں بیرکھنا نہیں سکھاتا تھا۔ مذہب کا کام تو ایک انسان کو دوسرے انسان سے قریب تر لانا ہے اور من و تو کے باطل امتیازات کو مٹا کر نسل آدم کو ایک شیرازے اور اتحاد میں منسلک کرنا اور اس طرح خدا شناسی کی راہ دکھانا اُس کے فرائض عالیہ میں داخل ہے۔ بہت سے الفاظ کا اطلاق بدل گیا ہے مثلاً کاسہ بہ معنی پیالہ لغت میں موجود ہے لیکن اصل نسخہ کتاب میں متعدد جگہ کاسہ لکھا گیا ہے۔ اسی طرح لفظ ”یعنی“ کی جگہ اس زمانے میں ”یعنی“ مستعمل تھا علیٰ ہذا القیاس۔

مولانا مظہر حسن صاحب مرحوم کی ایک بہو صفیہ خاتون میری حقیقی پھوپھی تھیں اور مجھے اپنے بچپن میں مصنف کو دیکھنے اور محلہ ”شاہِ ولایت“ سہارنپور میں متعدد بار اس مکان میں جانے کا شرف بھی حاصل ہے جہاں یہ وقیع کتاب تصنیف ہوئی۔

بجملہ مصنف کے ایک پوتے (میرے پھوپھی زاد بھائی) ڈاکٹر سید محمد انور کاظمی صاحب کراچی میں اور پوتی راضیہ خاتون صاحبہ (مسز سید محمد متقی زیدی صاحب مرحوم) اسلام آباد میں موجود ہیں۔

اب سے سو برس پہلے کتاب ”تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین“ کی طباعت و اشاعت کا دور نمود و نمائش، تشہیر و خود ستائی کے موجودہ دور سے یکسر مختلف تھا۔ مؤلف کو موجودہ وقت کی سہولتیں اور آسانیاں کہاں میسر تھیں، اور انتھک محنت ہی صاحبانِ علم و نظر میں بار پاتی تھی پھر وہ کشادہ دلی سے اس علمی کام کو سہرا دیتے اور داد دیتے تھے۔

تعریف و ستائش کا ایک بہت مفید انداز یہ بھی تھا کہ منظوم قطعات تاریخ کہے جاتے اور تالیفِ لطیف کے ہمراہ شائع ہوتے چنانچہ ”تہذیبِ امتین“ کیلئے بھی مؤلف کے ابن عم جناب سید زاہد حسین صاحب شاگرد رشید جناب امیر مینائی نے ایک بہاریہ قطع تاریخ جو ۳۲ فارسی اشعار پر مشتمل ہے نذر گزارانہ (کتاب کا حجم کم رکھنے کے لیے شامل نہیں کیا گیا)۔ زاہد صاحب نے اِنّ ہذا الكتاب ”مفید“ (۱۳۱۵ھ) تاریخ نکالی۔

مؤلف کے ہم وطن و ہم عصر دوسری قد آور شخصیت جناب سید جمیعت علی صاحب مرحوم و مغفور ڈپٹی مجسٹریٹ انہار وریس سہارنپور کی تھی ان کے تبحر علمی کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ موصوف نے سنہ ہجری، عیسوی، بکرمی و فصلی چار طریق پر تاریخ تصنیف نکالی۔ وھذا قطعہ تاریخ تصنیف

خوشا سید جید ابن رسول	گل بوستانِ علی و بتول
زہے عالم و فاضل مستند	خجے حاجی و ناجی و معتمد
بود نامِ نامیش مظہر حسن	فرید الزمن، چشمہ علم و فن

نوشته بفضلِ خدائے قدیر	کتا بے بحال جناب امیر
کہ علم التواریخ را آبروست	محیط التواریخ، تاریخ اوست

دگر احترام التواریخ، نیز	بود عیسوی سال اے باتمیز
--------------------------	-------------------------

بہ ہندی سنین اربجوتی نشان	بہشت التواریخ سمت بداں
---------------------------	------------------------

مجید التواریخ ہم گفتہ شد	در سال فصلی چنیں سفتہ شد
الہی بحق نبی و علی	مصنف بیاید مراد دلی
بود عمر و دولت چو علمش زیاد	بہ دنیا و دیں خورم و شاد باد

میں اپنی چھوٹی ہمیشہ سیدہ اقبال زہرا زیدی صاحبہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے نہ صرف اس کتاب کی طباعت و اشاعت پر آنے والے جملہ مصارف برداشت کیے بلکہ قارئین کیلئے اس کو غیر تجارتی

بنیاد پر (صرف اصل لاگت اور ڈاک خرچ کے بالعوض) فراہم کرنے کے عزم کا اظہار بھی کیا۔ ربِ قدیر و قادر ان کے جذبہٴ ایثار کا اجرِ عظیم ان کو عطا فرمائے۔ آمین!

کتاب میں جاہِ جا کلامِ پاک اور احادیثِ نبویؐ کے حوالہ جات عربی رسم الخط میں درج ہیں اپنی علامت کے سبب میں کسی فاضلِ عربی کی خدمات حاصل نہ کر سکا کہ ان کی تصحیح ہو سکتی۔ پروف پڑھنے میں ملک محمد طفیل صاحب نے میری اعانت کی ہے۔ مسجدِ خدیجہ سلام اللہ علیہا (اقبال ٹاؤن، لاہور) کے خطیب اور پیش نماز جناب مولانا عبدالعلی صاحب عالم پوری نے میری علمی بے بضاعتی کے سبب ہر قدم پر میری رہنمائی فرمائی، اسی طرح اظہر سنز پرنٹرز کے عزیزان گرامی سید عمران رضوی اور کمپوزر سید عدنان حیدر رضوی صاحب بھی میرے شکریے کے مستحق ہیں جن کی اعانت و امداد کے بغیر یقیناً میں طباعت کی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہو سکتا۔ میں ان سب حضرات کا شکر گزار ہوں اور رب کائنات سے ان کے لیے نیک دعاؤں کا طالب۔

اتھرز من

خورشید اکبر زیدی (ناشر)

۸۴۔ ڈی نیو مسلم ٹاؤن لاہور

تحریر: لاہور

۳۰۔ جون ۲۰۰۸ء



اَمَّا بَعْدُ یہ پہلی جلد ہے کتابِ مستطاب التہذیبِ الامتین فی تاریخِ امیر المومنینؑ کی جس میں فقیرِ حقیر مظہر حسن بن سید صادق حسن الموسوی الاشاعری نے سوانحِ عمری و واقعاتِ تاریخی جنابِ امامِ الائمہ و اموی الکل ہادی الورع الی خیر السبل افضل الاوصیاء المرضین و اکمل الاصفیاء المختبین ابوالائمۃ الطہیین الطاہرین مولانا علی امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کو اردو زبان میں تحریر کیا آخری جلد اس کی کہ اس میں حالاتِ خلافتِ ظاہری جنابِ مستطاب مرتضوی بنائے بیعتِ اللہ سے لے کر واقعہ ہائلہ شہادت تک، جملہ محاربات و منازعات، اس عہد کے مفصل و مسلسل مندرج ہیں اس سے پہلے لکھی تھی اور ہوجہ سید علی حسین صاحب مالک مطبع یوسفی دہلی چھپ کر شائع ہو گئی تھی۔ تو اس احقر نے جلد اول کو ولادتِ کثیر السعادت سے لکھنا شروع کیا چونکہ اس کا حجم ذرا بڑھ چلا تھا اس لیے اس کے دو حصے کر دیئے۔ پہلے حصہ میں ابتدائے ولادت آنحضرتؐ سے وفاتِ سرور کائنات تک کے حالات یعنی حالاتِ طفلی و جوانی حضرت علیؑ، عمرانی اور آپ کے جنگ و جہاد کے معرکے اور حکایتِ شادی شیر خدا با جنابِ بتول عذرا سیدۃ النساء فاطمہ زہراؑ اس خصوص میں درج ہوئے اور دوسرے حصہ میں کسی قدر رنج و مصیبت و کوفت و کلفت کہ جو اس امت کے ہاتھ سے اہل بیت عصمت و طہارت کو پہنچیں و حکایات متعلقہ غصبِ حقوق خاندانِ رسالت و دیگر کوائفِ زمانِ خلافتِ خلفاء ثلاثہ مع بعض احتجاج و مناظرات کے کہ حضرت امیرِ کبیرؑ نے یہ نظر اتمامِ حجت ان صاحبوں کے ساتھ کیے تا واقعہ قتل حضرت عثمان بن عفان لکھے گئے۔ عنایتِ الہی سے تمام ہوئی ہر چند کہ اس کے جمع و ترتیب و تدوین میں حتی المقدور کوشش کی گئی پھر بھی اپنے عجز و قصور کا اعتراف بہر کیف لازم ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ حضرت امامِ انام کی تاریخ جیسی کہ چاہیے لکھنا کوئی سہل و آسان کام نہیں اس کے لیے لکھنے والے کی قابلیت اور سامانِ کثیر درکار ہے۔ ہر زمانہ میں علماء شیعہ کی توجہ زیادہ تر تشریفِ فضائل و مناقبِ حضرتِ مظہرِ العجائب و الغرائب کی طرف مصروف رہی ہے اور نیز آپ کے معجزات و خرقِ عادات کو لکھا اور شائع کیا گیا ہے لیکن سلسلہ و ارتاریخی حالات آنحضرتؐ کے بہت کم مدون ہوئے اس لیے یہ امور خاص کر ابتدائی حالات مجھ کو مختلف مقامات سے تلاش کر کے جمع کرنے اور ترتیب دینے پڑے۔ بنا بریں اگر میری ناقابلیت کی وجہ سے اس میں کوئی نقص و قصور رہ گیا ہو تو معذور ہوں۔ دیگر گزارش یہ ہے کہ اصل موضوع اس مجموعہ کا جیسا کہ ظاہر ہے۔ حضرت امیرؑ کے واقعات و حالات کا تحریر کرنا ہے۔ کسی کے ساتھ بحث و مناظرہ و جنگ و جدل مقصود نہیں لیکن چونکہ یہ واقعات آنحضرتؐ کے ہیں جن کے بارے میں سنی و شیعہ کا اختلاف ہے شیعہ بموجب آیات و احادیث متفقہ فریقین آپ کو حضرت خیر الانام کے بعد جملہ انبیاء و اوصیاء سے اعلیٰ و افضل جانتے ہیں اور امامِ برحق و خلیفہ بے فصل منصوص من اللہ نصب کردہ خدا اور رسول سمجھتے ہیں بخلاف اہل سنت کے کہ ترجیحِ خلافت تجویز کر کے خلفاء

غلطہ کو فضل و شرف میں بھی اس جناب پر ترجیح دیتے ہیں پس اس صورت میں ممکن نہ تھا کہ آپ کی سوانح عمری ایسی سرسری طور سے لکھی جائے کہ خاص خاص مقامات میں بھی جہاں آپ کی بزرگی دوست دشمن پر مثل روز روشن کے ثابت ہے فریق ثانی کے اقوال کا حوالہ نہ دیا جائے جہاں کہیں سنی بھائیوں سے خطاب کیا ہے بہ نرمی و ملائمت کیا ہے چنانچہ جابجا ان کو بہ لفظ حضرات اہل سنت و جماعت اور ان کے مدوحین کو جناب و حضرت سے تعبیر کیا ہے۔ ابتدائی خلقت نورانی امیر المومنین علیہ السلام سنی شیعہ نے بطریق متعدد روایت کی ہے کہ وہ نور جس سے حضرت رسول خدا علی مرتضیٰ ظہور میں آئے ہزار ہا سال پہلے خلق آدم علیہ السلام سے پیدا ہو کر مصروف عبادت پروردگار تھا جس وقت حق تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو حضرت آدم کی پشت مبارک میں جگہ دی بعد ازاں وہ پشت ہائے پاکیزہ سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل ہوتا رہا تا ایکہ پشت عبدالمطلب میں پہنچ کر اس کے دو حصے ہو گئے ایک پشت عبد اللہ میں گیا اور اس سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ ظہور میں آئے دوسرا پشت ابوطالب میں در آیا اور اس سے مولائے مومنین و یعسوب المسلمین پیدا ہوئے۔ ابو عبد اللہ احمد بن حنبل امام اہل سنت نے کتاب مسند اور کتاب فضائل میں اور ابن شیر دیہ نے فردوس الاخبار میں اور میر سید علی ہمدانی نے مودۃ القریہ میں روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا خلقت انا و علی من نور واحد قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ الف عام فلما خلق اللہ آدم ركب فی صلبہ فلم یزل فی شی واحد حتیٰ انہ افتقر قافی صلب عبد المطلب ففی النبوة و فی علی الخلافۃ یعنی میں اور علی ایک نور سے پیدا ہوئے چار ہزار سال پیشتر اس کے کہ حق تعالیٰ آدم کو پیدا کرے۔ پس جب جل شانہ نے آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو پشت آدم میں رکھا پس وہ نور برابر ایک جگہ ساتھ رہا تا ایکہ پشت عبدالمطلب میں پہنچ کر علیحدہ علیحدہ ہو گیا۔ پس میرے لیے نبوت ہوئی اور علی کے لیے خلافت اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو یہی ایک حدیث جس کو ان علماء معتبر نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے فضائل و مناقب امیر المومنین میں کافی ہے اس سے افضلیت اس جناب کی سوائے حضرت خاتم المرسلین کے جملہ سابقین و لاحقین بلکہ تمام انبیاء مرسلین پر ظاہر ہے اور کمال درجہ کی یگانگت و نزدیکی آپ کی حضرت رسول خدا کے ساتھ ظاہر و عیاں ہے کہ بالتحقیق برادر و صی و نفس رسول خدا آپ ہی تھے اور اسی روایت کو اخطب خطبائی خوارزم موفقی بن احمد کی نے کہ علماء مشہور اہل سنت سے ہے۔ مناقب میں اور ابن مغازی شافعی نے اور نیز سید علی ہمدانی نے سلمان فارسی سے اس طرح بھی روایت کیا ہے۔ کنت انا و علی نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ یسبح اللہ ویقدسہ ان یخلق اللہ آدم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق اللہ آدم ركب ذلك النور فی صلبہ

فلم یزل فی شی واحد الخ۔ اس سے اور بھی قدامت اس نور کی ظاہر ہوتی ہے کہ بجائے چار ہزار سال قبل آدم چودہ ہزار سال اس میں درج ہیں اور نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں وہ نور بیکار نہ تھا بلکہ تسبیح و تقدیس پروردگار میں مشغول رہتا تھا۔ حیرت ہے کہ یہ حضرات سب کچھ اپنی کتابوں میں لکھتے اور رسول خدا سے نقل و روایت کرتے ہیں پھر بھی آپ کو چوتھے درجہ پر رکھتے ہیں چنانچہ انھیں وجہ سے آپ بھص قرآن نفس رسول قرار پائے۔ جب کہ دیگر حضرات کہ سالہا سال کفروبت پرستی میں مبتلا رہے چنانچہ جو لوگ نور خدا کو بجاننا چاہتے ہیں یُریدُونَ لِيُطْفَؤُا نُوْرَ اللّٰهِ مگر ایسا کب ہو سکتا ہے یَا بَی اللّٰہُ اِلَّا اَنْ یَّتِمَّ نُورُہُ حق تعالیٰ اپنے نور کو تمام اور کامل کیے بغیر نہیں رہ سکتا وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ گو اس سے کفار کراہت کریں اور علامت اس کی کہ حق تعالیٰ نے اپنے اس نور کو تمام و کامل کر دیا ایک یہی ہے کہ یہ حضرات خود ایسے اعلیٰ فضائل آنحضرت کے اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں۔

بحار الانوار میں عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم ایک روز حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر تھے کہ اتنے میں امیر المؤمنین تشریف لائے۔ جب نظر مبارک رسول خدا ان حضرت پر پڑی تو تبسم فرمایا اور کہا مرحبا ہو اس شخص پر کہ حق تعالیٰ نے چالیس ہزار سال قبل از آدم اس کو پیدا کیا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آیا ممکن ہے کہ بیٹا اپنے باپ سے پہلے مخلوق ہو فرمایا ہاں حق تعالیٰ نے میرے اور علی کے نور کو اتنے عرصہ آدم سے پہلے پیدا کیا پھر تمام اشیاء کو اس سے خلق فرمایا۔ و بروایت دیگر فرمایا حق تعالیٰ نے دو ہزار سال قبل از آدم ہمارے نور کو پیدا کیا۔ پھر پشت آدم میں اس کو جگہ دی چنانچہ آدم بہشت میں ساکن تھے تو ہم ان کی پشت میں تھے اور جب نوح کشتی میں سوار ہوئے تو ہم ان کی پشت میں تھے اور جب ابراہیم کو آگ میں ڈالا تو ہم ان کی پشت میں تھے اور ہمارے ہی سبب سے آگ نے ان کو ضرر نہ پہنچایا۔ پس وہ سبحانہ تعالیٰ ہم کو اصلا ب (۱) طاہرہ سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل کرتا رہا۔ تا انیکہ پشت عبدالمطلب میں پہنچے۔ اس وقت اس نور کے دو حصے کیے۔ مجھ کو پشت عبداللہ میں اور علی کو پشت ابوطالب میں منتقل فرمایا۔ پس ہمارے نور کو تمام اشیاء سے سابق و مقدم پیدا کیا اور سب کو اس نور سے نورانی فرمایا۔ بروایت اول پس ہم کو جانب راست عرش کے جگہ دی اور ہمارے بعد ملائکہ کو پیدا کیا ہم تسبیح و تقدیس و تکبیر حق سبحانہ تعالیٰ کرتے تھے اور ملائکہ تسبیح و تقدیس و تکبیر کو ہم سے سیکھتے تھے۔ پس جس شے نے تسبیح و تقدیس

وکیبر خدا کی سیکھی میری اور علیؑ کی تعلیم سے سیکھی یعنی ہم ان کے معلم و استاد ہیں اور امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو چودہ ہزار سال قبل از خلق آدم پیدا کیا پس ان کو ایک نور گردانا کہ منتقل کرتا تھا اس نور کو پشت ہائے مردان برگزیدہ سے بطرف رحم ہائے زنان پاکیزہ کے بعد ازاں اس نور مقدس کے دو ٹکڑے کیے ایک کو پشتِ عبد اللہ بن عبد المطلب میں قرار دیا اور اس سے محمدؐ سید و سردار پیغمبران و خاتمِ مرسلان بہم پہنچے اور پیغمبری ان پر قرار پائی اور دوسرے ٹکڑے کو پشتِ عبد مناف یعنی ابوطالب بن عبد المطلب میں داخل کیا اس سے علیؑ پیدا ہوئے کہ امیر مومنان و بہترین اوصیاء پیغمبران ہیں۔ پس حضرت رسولؐ نے ان کو اپنا وصی و خلیفہ و جانشین بنایا۔ اور شوہر اپنی دختر کا قرار دیا اور ادا کرنے والا اپنے قرضوں کا اور وفا کرنے والا اپنے عہدوں کا اور یاد دہی کرنے والا اپنے دین کا اور برطرف کرنے والا اپنے غموں کا۔ اور نیز فرمایا حضرت رسولؐ خدا نے کہ جب میں پیدا ہوا تو ملائکہ نے آوازِ تسبیح و تقدیس حق سبحانہ تعالیٰ بلند کر کے عرض کی اے ہمارے پروردگار کیا وجہ ہے کہ ہم اب تیرے ولی اور تیرے نبی کے بھائی اور وصی و خلیفہ کو اس کے ساتھ نہیں لگاتے حالانکہ یہ دونوں ہمیشہ سے ساتھ ساتھ تھے۔ ارشاد جناب باری ہوا کہ میں علیؑ کا حال تم سے زیادہ جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اس پر شفیق و مہربان ہوں میں نے اس کے نور کو پشتِ ابوطالب میں ودیعت رکھا ہے اور بطریق عامہ اہل سنت انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ایک قطرہ آب کو تین ہزار ۳۰۰۰ سال قبل از آدم پیدا کیا اور اس کو مروارید سبز میں رکھا تا انیکہ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پس اس پانی کو پشتِ آدم میں جاری و رواں فرمایا۔ وہاں سے پشتِ شیت میں منتقل فرمایا۔ پس اسی طرح پشتِ ہائے انبیاء و اوصیا میں منتقل ہوتا رہا تا انیکہ پشتِ عبد المطلب میں پہنچ کر اس کے دو حصے ہو گئے ایک پشتِ عبد اللہ میں دوسرا پشتِ ابوطالب میں نقل ہوا۔ پس نصف سے میں پیدا ہوا اور نصف سے علیؑ یہی وجہ ہے کہ علیؑ میرا بھائی ہے دنیا و آخرت میں۔ پھر تلاوت فرمایا اس آیت شریفہ کو وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَهَرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا۔ یعنی وہ خدا ہے جس نے آدم کو پانی سے پیدا کیا اور گردانا اس کو صاحب نسب و داماد اور تیرا پروردگار تمام امور پر قادر و توانا ہے۔ اور نیز فرمایا آنحضرتؐ نے کہ یہی سبب ہے کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے اسکا گوشت میرے گوشت سے اور اس کا خون میرے خون سے ہے جو کوئی مجھ کو دوست رکھتا ہے میری دوستی سے علیؑ کو دوست رکھتا ہے اور جو مجھ کو دشمن رکھتا ہے میری دشمنی کی وجہ سے علیؑ کو دشمن رکھتا ہے۔ مؤلف کہتا ہے۔ مدتِ خلقت نورِ مطہر نبی و علیؑ قبل از آدم احادیث میں بہ اختلاف مذکور ہوئی ہے ہو سکتا ہے کہ مقصود اس سے اظہار کثرتِ زمانہ و قدامت اس نور مقدس کی ہو چنانچہ زبانِ عرب میں عدد سبع (سات) و سبعین (ستر) مطلق کثرت

کے مقام میں مستعمل ہوتے ہیں۔ ایسا ہی یہاں چار چودہ چالیس ہزار وغیرہ سے ممکن ہے کہ مراد کثرت و زیادتی اس مدت کی ہو اور دیگر احتمالات بھی علماء نے اس اختلاف کے ذکر کیے ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

توثیق میر سید علی ہمدانی صاحب کتاب مودۃ القربی

شیخ صدوق محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ نے مطابق روایت میر سید علی ہمدانی صاحب کتاب مودۃ القربی سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا یا علیؑ حق تعالیٰ نے آدمیوں (بروایت مودۃ القربی نبیوں) کو مختلف شجروں سے پیدا کیا اور مجھ کو اور تجھ کو ایک شجر سے پیدا کیا پس میں اصل اور بیج اس درخت کا ہوں اور تو فرع اس کی اور حسن و حسینؑ شاخیں اور شعبے ہیں اس درخت کے پس جو کوئی متمسک ہو ایک شاخ سے اس درخت کی حق تعالیٰ اس کو داخل بہشت کرتا ہے۔

سید علی ہمدانی کو لفظ میر اور سید سے کوئی صاحب شیعہ نہ سمجھیں وہ سنی بزرگان اہل سنت و مقتدایان صوفیہ سے ہیں۔ مولوی رشید الدین خان دہلوی اپنی کتاب ایضاح میں ان کو عظماء اہل سنت سے جنھوں نے مناقب اہل بیت اطہار میں کتابیں لکھیں گئے ہیں اور ان کی کتاب مودۃ القربی پر فخر و ناز کرتے ہیں اور مولا عبد الرحمن جامی نے نجات الانس میں ان کی بڑی لمبی چوڑی تعریف کی ہے اور ان کو جامع علوم ظاہری و باطنی کہا اور لکھا ہے کہ انھوں نے حسب الحکم اپنے پیرومرشد شیخ شرف الدین محمود کے ربلغ مسکون عالم کی سیر فرمائی اور چودہ سو ۱۴۰۰ اولیاء کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ اور چار سو ۴۰۰ ولی سے صرف ایک مجلس میں ملے وغیرہ وغیرہ۔ اجداد طاہرین امیر المومنین علیہ السلام اجداد امیر المومنین حضرت عبدالمطلب سے لے کر آدم صلی اللہ تک بعینہ وہی اجداد حضرت سید المرسلین صلوات اللہ علیہ ہیں اور حالات آنحضرات کے بضمن حال اس جناب کے کتب تاریخ و حدیث میں مثل کشف النعمہ و حیات القلوب وغیرہ کے تفصیل وار مذکور ہیں اور یہ بات کہ یہ حضرات حاملان نور مقدس تھے۔ سب کے سب مومن مسلمان تھے اور جدات (وادیاں) آنحضرتؐ کی بھی کم از کم اس وقت میں کہ یہ نور مطہران کے شکموں میں ہوتا تھا ضرور کفر و شرک سے پاک حلیہ ایمان و دین و صدق و یقین سے آراستہ ہوتی تھیں۔ یہ بات کتب کلامیہ امامیہ میں بدلیل و برہان ثابت کی گئی ہے اور یہ امر عقائد حقہ فرقہ اثناء عشریہ میں داخل ہے۔ اہل سنت جو اس کو نہیں مانتے اور اکثر کو ان میں سے کافر بتلاتے ہیں وہ جانیں ان کو اختیار ہے ہم سے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ حدیث نور کے بھی قائل ہوں اور پھر ان بزرگوں کو مشرک بت پرست کہیں جس نور نے ہزار سال پیش عرش ذوالجلال عبادت خدائے متعال کی ہو وہ دنیا میں کافر یا کافرہ کی پشت و رحم نخس میں ایک دم کو بھی قرار لے یہ بات ہمارے قیاس سے باہر ہے۔ سنیوں کو اجداد پیغمبر سے ایسی ہی عداوت مد نظر ہے

تو چاہیے کہ پہلے ایسی حدیثوں کو اپنی کتابوں سے نکال دیں بالجملہ یہاں زیادہ تر ان امور سے تعرض نہ کر کے فہرستِ اسماء گرامی ان حضرات کی لکھی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے، علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب (اصلی نام ان کا شیبہ (۱) یا شیبہ الحمد ہے۔ چونکہ مطلب بن ہاشم عم محترم نے ان کی ننھیال سے لا کر اپنی زیر نظر ان کو تربیت کیا تھا اس لیے عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور ایسا محاورات عرب میں شائع ہے بن ہاشم (اصلی نام ان کا عمر ہے ہاشم کے معنی توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے والے کے ہیں۔ چونکہ وہ بھی روٹی کو توڑ کر شوربے میں بھگو تے اور خلّاق کو کھلاتے تھے لہذا اس نام کے ساتھ مشہور ہوئے) بن عبدمناف (۲) بن قصیٰ (بضم قاف وفتح صاد و تشدید یا) بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی (بضم لام وفتح واؤ و تشدید یا) بن غالب بن مالک بن نصر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس (نزد بعض ایاس) بن محضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اذبن اور بن السبع بن الہمیع بن سلمان بن انس بن حمل بن قدر بن اسمعیل بن ابراہیم خلیل بن تاریخ بن ناخور بن سروع بن ارغو بن فالج بن عابر (بروایت یہ نام ہود علیہ السلام کا ہے) بن شارج بن ارمحمد بن سام بن مالک بن سولج بن احنوخ (بروایت یہ نام ادریس علیہ السلام کا ہے) بن العاد بن مہلائیل بن قہنان بن انوش بن شیت بن آدم علیہ السلام۔

(۱) شیبہ پیری بڑھاپا چونکہ بوقتِ ولادت آپ کے سر میں سفید بال تھے لہذا اس نام سے موسوم ہوئے ۱۲ سنہ۔

(۲) لفظ مناف کا مادہ نوف ہے جس کے معنی بقرع اہل لعنت شرف و بلندی کے ہیں پس عبدمناف کے معنی عبدالعالی ہوئے۔ وہ جو اہل سنت کہتے ہیں کہ مناف ایک بت کا نام تھا اور مراد اس سے اضافت اس بت کی طرف ہے اور اس سے کفر آبا و اجداد حضرت رسالت پر دلیل لاتے ہیں بالغرض مناف نام بت کا ہو تب بھی جائز ہے کہ یہ لفظ مشترک ہو درمیان نام باری تعالیٰ اور نام اس بت کے اور مقصود یہاں اول ہونہ کہ ثانی اور سلما کہ مراد یہاں بھی بت ہی ہو سکتا ہے کہ یہ نام اس کی ماں و دیگر رشتہ داروں کا رکھا ہوا ہونہ کہ باپ کا پس استدلال تمام نہ ہوگا اور واضح رہے کہ یہ آخری وجہ محض احتمالی ہی نہیں بلکہ صاحبِ عمدۃ الطالب نے کہ علما اہل سنت سے ہے علی با نقل عنہ یہ اس کی تصریح کی ہے اور کہا ہے انما عبد مناف امہ کہ عبد مناف کا یہ نام صرف ان کی ماں نے رکھا تھا۔ اور یہی وجہ تسمیہ ابو طالب میں ہے بنا براس قول کے جو ان کا نام ہی عبد مناف بتلاتے ہیں جاری ہو سکتی ہیں اور بعض علما نے افادہ کیا ہے کہ اعتقاد ایک امر قلبی متعلق۔ بدینیت و دل ہے صرف نام رکھ لینے یا کفر و ایمان کے کلمات زبان سے کہہ دینے سے اس کا ثبوت نہیں ہوتا پس اجداد غیر جو اپنی اولاد کے ایسے نام رکھ دیتے تھے ابائے زماں کی موافقت سے کہ بت پرست تھے ایسا کرتے تھے تاکہ کفار اشرار کی ضرر سے کہ ہمیشہ درپے قلع و قمع نور محمدی کے رہتے تھے ایمن رہیں تعجب ہے کہ یہ لوگ عبد مناف کو بسبب اضافت طرف مناف کے کافر کہتے ہیں اور عبد اللہ پدر رسول ﷺ کو باضافت طرف اللہ کے مسلمان نہیں کہتے ۱۲ سنہ غنی عنہ۔

پارۂ از حال خیر مآل والدین شریفین آنحضرت صلوات اللہ علیہ پدر عالی قدر امیر المومنین جیسا کہ پیشتر کہا گیا حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب ہیں کہ نام نامی ان کا بقول بعض عمران ہے اور آل عمران کو آیات قرآن میں اس پر حمل کیا ہے اور بعضے عبد مناف ہمنام ان کے جد بزرگوار کے بتلاتے ہیں بہر حال ابوطالب کنیت ہے کہ بلحاظ طالب اپنے سب سے بڑے بیٹے کی کرتے تھے مگر یہ کنیت اس قدر مشہور ہوئی کہ آخر کو نام پر غالب آ گئی۔ ابوطالب سردار عرب رئیس مکہ بہت بڑے حامی رسول اللہ کے تھے اور رشتہ میں آنحضرت کے حقیقی چچا ہوتے تھے بخلاف باقی چچاؤں عباس و حمزہ وغیرہ کے یہ حقیقی نہ تھے۔ نیز ابوطالب مومن مسلمان کامل الایمان تھے کبھی بت کے آگے سجدہ نہیں کیا اور اوصیاء ابراہیم علیہ السلام سے تھے۔ اہل بیت رسالت نے کہ ثانی قرآن ہیں اس پر اجماع کیا ہے۔ اور علماء امامیہ ہر زمانے اور ہر طبقہ میں اس پر متفق چلے آئے ہیں چنانچہ انھوں نے علیحدہ کتابیں اس مقدمے میں لکھ کر مخالفوں پر حجت تمام کی ہے۔ البتہ کثرت کفار سے مجبوراً اخفائے اسلام کرتے تھے تاکہ حفظ و حمایت رسول خدا بوجہ احسن کر سکیں حدیث میں وارد ہے کہ ابوطالب کی مثال اصحاب کہف کے ہے کہ **أَسْرُ وَالْإِيْمَانِ وَأَظْهَرُ وَالشَّرْكَ فَاتَاهُمُ اللَّهُ أَجْرَهُمْ مَوْتَيْنِ**۔ انھوں نے ایمان کو پوشیدہ رکھا اور شرک کا اظہار کیا پس حق تعالیٰ نے ان کو دو چند اجر و ثواب مرحمت فرمایا۔ پس ایسا ہی ابوطالب کو بوجہ اخفائے اسلام مبنی بر مصلحت کے دو نثار ثواب عنایت ہوا۔ روایت ہے کہ حضرت رسول خدا بعد وفات اپنے والدین کے اپنے جد بزرگوار حضرت عبدالمطلب کے دامن تربیت میں پرورش پاتے تھے جب وقت وفات عبدالمطلب کا نزدیک پہنچا تو انھوں نے آنحضرت کو اپنے سینے سے لگایا اور گریاں ہوئے۔ سن مبارک رسالت پناہ کا اس وقت آٹھ سال کا تھا اور عمر عبدالمطلب کی سو برس سے بھی گزر گئی تھی۔ پس اپنے فرزند ارجمند ابوطالب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ابوطالب حفاظت کر اس دریاگاہ کی جس نے بوئے لطف پدر نہیں سونگھی اور آغوش شفقتِ مادر سے جدا ہا چاہیے کہ تو اس کو اپنا نخت جگر و نور نظر سمجھے۔ تحقیق کہ میں نے اپنے تمام فرزندانوں سے تجھ کو اس کی خدمت کے لیے اختیار کیا ہے کیوں کہ تو اور اس کا باپ عبد اللہ ایک ماں سے ہو اے ابوطالب اگر تو ظہورِ رفعت و جلالت میرے قرۃ العین تک زندہ رہا تو تجھ کو معلوم ہوگا کہ اب میں نے اس کو پہچانا پس جہاں تک ہو سکے اس کی تفقہ اور خبر گیری میں کوتاہی نہ کرنا اور دست و زبان اور جان و مال سے اس کی اعانت کرتے رہنا قسم بخدا کہ اس کو بہت جلد وہ بزرگی و بادشاہی حاصل ہوگی جو ہمارے آباؤ اجداد سے آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ عبدالمطلب نے اپنے تمام بیٹوں کو کہ دس تھے۔ جمع کر کے کہا کہ محمد یتیم ہے اس کو پناہ دو صاحب احتیاج ہے غنی و تو نگر کرو اور میری محبت کو اس کے بارے میں یاد رکھو ابولہب نے کہا میں اس کی نگہداشت کروں

گا عبدالمطلب نے کہا کافی ہے کہ تو اپنی شرارت کو اس سے باز رکھے۔ عباسؓ بولے یہ منصب میرے سپرد ہو کہا تو مرد خشم ناک ہے مجھ کو اندیشہ ہے کہ تیرا غصہ اس کے نازک دل کو صدمہ پہنچائے ابوطالب نے کہا میں اس کی محافظت کروں گا اور شرائط پر داخست بجالاؤں گا۔ عبدالمطلب نے قبول کیا اور حضرت رسول خداؐ کو ان کے سپرد فرمایا اور کہا اَلَا اِنَّ طَابَتْ لِيَ الْمَوْتُ اس وقت مرنا میرے لیے گوارا ہوا۔ پس ابوطالب نے عبدالمطلب کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کو اپنی جان و دل سے لگا لیا رات دن صبح و شام کسی وقت اپنے سے جدا نہ ہونے دیتے تھے اپنے پہلو میں ان کو لٹاتے اور بنفسِ نفیس خدمات کے متکفل ہوتے کھانے پینے اور جملہ آسائش و آرام کے اسباب میں آنحضرتؐ کو اپنے اور اپنے اہل و عیال پر مقدم رکھتے اور کفارِ قریش و اشرارِ یہود سے کہ درپے ان کی ایذا و آزار کے رہتے تھے۔ حراست و نگاہبانی فرماتے اور اپنے مال و جاہ کو جو قریش میں وہ رکھتے تھے آپؐ کی نصرت میں کام میں لاتے غرض رسول خداؐ حفظ و حمایتِ ابوطالب میں پرورش پاتے رہے۔ تا انیکہ حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوئے کہ مشرکین کو اسلام کی طرف دعوت کریں پس قریش آنحضرتؐ کی عداوت پر ٹٹل گئے یہ وہ وقت تھا کہ جناب ابوطالبؓ کو آپؐ کی نگہبانی میں بہت جانفشانی کرنی پڑی اور انھوں نے جیسا کہ چاہیے تھا بہت سعی و سرگرمی اور کمال دانائی اور دلیری سے اس کو نباہا۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ کفارِ قریش جمع ہو کر ان کے پاس آئے اور کہا تمھارا بھتیجا ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے اور ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے یا تو اس کو منع کرو کہ اس سے باز رہے ورنہ ہم کو دے دو کہ ہم قتل کریں نہیں تو لڑائی کے لیے تیار ہو ابوطالب نے حضرتؐ کو بلا کر کفار کا کلام نقل کیا آنحضرتؐ نے خیال کیا کہ شاید ابوطالب اکتا کر میری حمایت سے دست کش ہوا چاہتے ہیں فرمایا اے چچا اگر آفتاب کو آسمان سے اتار کر میرے دستِ راست پر اور مانتاب کو میرے دستِ چپ پر رکھ دیا جائے اور کہا جائے کہ میں اس کا رسے باز آؤں تو میں باز نہ آؤں گا۔ جب تک کہ حق تعالیٰ اس دین کو ظاہر نہ کرے یا میں اس کے پیچھے نیست و نابود نہ ہو جاؤں یہ کہہ کر وہاں سے اٹھے ابوطالب پر یہ کلام سن کر رقت طاری ہوئی اور حضرتؐ کو واپس بلا کر کہا اے برادر زادے اپنے کام میں مشغول رہو، بخدا کہ جب تک میں زندہ ہوں کوئی تم پر دستِ قدرت نہیں پاسکتا اور کچھ اشعار پڑھے کہ دو شعرا ان میں سے یہ ہیں

وَاللّٰهُ لَنْ يَّصْلُوْا اِلَيْكَ يَجْمَعُهُمْ

حَتّٰى اَوْشَدَفِى التُّرَابَ دَفِنَا

فَاُصْدَعْ بِاَمْرِكَ مَا عَلَيْنَا غُصَاظَةٌ

وَاُبَشِّرْ بِذَاكَ وَقَرْمَنَكَ عُيُوْنَا

یعنی قسم بخدا وہ سب مل کر بھی تیرا کچھ نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ میں زیرِ خاک مدفون نہ ہو جاؤں۔ پس تو اپنے کام کو کرتا رہ کوئی تنگی تجھ پر نہیں اور اس سے بشارت حاصل کر اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ۔

روایت ہے کہ بعثت سے آٹھویں سال قریش نے اتفاق کیا کہ بنی ہاشم کے ساتھ ملنا جلنا لین دین شادی بیاہ سب ترک کر دیں اور مسلمانوں کو تکلیف و آزار دینے لگے۔ ابوطالبؑ ان کو مع رسول خداؐ اپنے شعب (۱) میں لے گئے۔ اور نگہبانی کرتے رہے، تین سال تک مسلمان وہاں محصور رہے۔ حضرت ابوطالبؑ رسول اللہؐ کی حفاظت میں اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ لوگوں کے سامنے حضرت کے لئے ایک مقام خواب و آرام مقرر کرتے پھر اس کو تبدیل کر دیتے اور اس جگہ خود لیٹتے یا اپنے فرزند دل بند امیر المومنینؑ کو لٹاتے منقول ہے کہ اس وقت چالیس ۴۰ اشخاص بنی ہاشم وغیرہ سے آپ کے ہمراہ تھے ان سب کو جمع کر کے کہا کہ قسم بخدا کہ اگر ایک کاٹنا بھی میرے اس فرزند کے لگا تو تم سب کو قتل کر دوں گا۔ ابوطالبؑ کی زندگی تک حضرت رسول خداؐ مکہ میں بر ملا دعوتِ اسلام کرتے رہے قریش بہت دانت پیستے تھے مگر کسی سے کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ ان کے مرتے ہی آپ کو اپنا وطن مالوف چھوڑنا پڑا۔ جبریل امین نازل ہوئے اور پیغام ربانی پہنچایا کہ مکہ سے باہر چلے جاؤ کہ یہاں اب کوئی تمہارا ناصر و مددگار نہیں رہا چنانچہ حضرت نے سالِ وفات ابوطالبؑ کا نام عام الحزن (سالِ غم) رکھا تھا مروی ہے کہ جناب ابوطالبؑ نے اپنے دو فرزند گرامی جعفرؑ و علیؑ کو امر کیا تھا کہ دعوتِ رسول خداؐ کو قبول کریں اور جو کچھ وہ حضرت کہیں بجالائیں اور ایمان لائیں آنحضرتؐ پر بایں اقرار کہ آپ بہترین خلق ہیں اور لوگوں کو راہِ راست کی طرف دعوت کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت رسول خداؐ نماز پڑھتے تھے اور امیر المومنینؑ ان کے داہنی جانب کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوطالبؑ مع جعفرؑ وہاں سے گزرے اس وقت ابوطالبؑ نے جعفرؑ کو اشارہ کیا کہ جا کر اپنے ابنِ عم کے پہلو میں کھڑا ہو پس جعفرؑ آ کر امیر المومنینؑ کے برابر کھڑے ہو گئے۔ حضرت رسول خداؐ نے اثنائے نماز میں اس کا احساس کیا تو آگے بڑھ گئے اور ان دونوں بھائیوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی چنانچہ یہ پہلی نمازِ جماعت تھی جو دو مردوں کے ساتھ اسلام میں ادا ہوئی۔ فارغ ہوئے تو دیکھا کہ آثارِ مسرت چہرہ ابوطالبؑ سے نمایاں ہیں انھوں نے چند اشعار پڑھے جن کا مضمون مدحِ جعفرؑ و علیؑ علیہ السلام ہے اور ان کو امر کیا ہے نصرتِ حضرت رسالتِ پناہ کا امام محمدؐ باقر علیہ السلام اس حدیث کی نقل کے بعد فرماتے ہیں کہ کافی ہے میرے لیے اگر انصاف کرے تو ابوطالبؑ کے مقدمے میں اس قدر کہ انھوں نے اپنے دو بیٹوں کو امر کیا اطاعت

(۱) شعب بالکسر و شاف کوہ پہاڑ کی گھاٹی شعب ابوطالبؑ مکہ میں وہ مقام ہے جہاں حضرت رسول خداؐ پیدا ہوئے تھے۔ ۱۲۔ سنہ۔

رسولِ خداؐ کا اور جہاد و جان سپاری کی آنحضرتؐ کی خدمت میں تاکیدِ مبلغِ فرمائی بغیر اس کے کوئی احتیاج مالی یا جاہی ان سے رکھتے ہوں کیوں کہ حضرت رسولِ خداؐ اس وقت مال دنیا سے کچھ اپنے پاس نہ رکھتے تھے اور خویش و اقارب ان کے دشمن تھے پس حکم دینا جنابِ ابوطالبؓ کا اپنے فرزندوں کو متابعتِ آنحضرتؐ کے لیے سوائے اس کے نہیں کہ ان کو دین اسلام کی طرف رغبتِ کامل تھی اور اس کو حق جانتے تھے بالجملہ یہ اور مثل اس کے اور احادیثِ شیعہ و سنی دلالت کرتی ہیں کہ حضرت ابوطالبؓ مومن مسلمان معتقدِ رسالت تھے مگر اہل سنت حضرات جیسا کہ والدین حضرت رسولِ خداؐ جنابِ عبد اللہ و آمنہ کو کافر جانتے ہیں ویسا ہی ابوطالبؓ کو بھی کافر کہتے ہیں یعنی ان کو پسند نہیں کہ ان کے خلفاء کے والدین بلکہ خود خلفاءِ ابتدائیں کافر ہوں اور امیر المومنینؑ کے ماں باپ مسلمان کہلائیں۔ اس لیے وہ اس مقام پر بہت سچ و تاب کھاتے ہیں اور بھجلا کر کہتے ہیں: **تَرْجَوَانِ يَدْخُلَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ الْجَنَّةَ إِلَّا أَبُو طَالِبٍ فَإِنَّهُ أَدْرَكَ الْبَعْثَ وَلَمْ يُؤْمِنْ** ہم کو امید ہے کہ شاید عبد المطلب بھی جنت میں داخل ہو جائیں **إِلَّا** ابوطالبؓ کہ انھوں نے زمانِ بعثت کو ادراک کیا یعنی رسولِ خداؐ کی پیغمبری پر مبعوث ہونے تک زندہ رہے اور ایمان نہ لائے مدعا یہ کہ حضرت ابوطالبؓ کے لیے امید و دخولِ جنت بالکل نہیں اس کے جواب میں کیا کہا جائے بجز اس کے کہ **كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ فِي أَفْوَاهِهِمْ** یہ کلمہ عظیم و شدید ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ کسی نے حضرت صادق علیہ السلام سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالبؓ کافر تھے۔ فرمایا جھوٹ کہتے ہیں کیوں کروہ کافر ہو سکتے ہیں حالانکہ انھوں نے یہ شعر کہا ہے۔

أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا

نَبِيًّا كَمُوسَى خَطَّ فِي أَوَّلِ الْكُتُبِ

آیاتم نہیں جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو نبیؐ پایا مثل موسیٰ کے کہ ان کا ذکر تپ سابق میں لکھا ہوا تھا۔ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں محمد ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ ابوطالبؓ کا یہ اشعار کہنا اور ان کا عارف بہ نبوة ہونا بہت سے اخبار سے پایا جاتا ہے۔ اسی سے شیعہ متمسک ہوئے ہیں کہ وہ مسلمان تھے۔ اور نیز یہی ابن اسحاق و صاحب مغازی اہل سنت کہتا ہے کہ علی بن حمزہ بصری نے اشعارِ ابوطالب جمع کیے ہیں اور گمان کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام پر فوت ہوئے پھر صاحب مواہب نے روایت کی ہے کہ ایک سال مکہ میں خشکی و قحط سالی تھی۔ ابوطالبؓ حضرت رسولِ خداؐ کو لے کر باہر آئے حالانکہ وہ حضرت اس وقت طفلِ صغیر سن تھے اور روئے انور مثل آفتاب روشن پس ابوطالبؓ نے آنحضرتؐ کو گود میں اٹھالیا اور اپنی پشت مبارک کو خانہ کعبہ سے لگا کر کھڑے ہوئے اور پناہ چاہی آنحضرتؐ سے اور

اشارہ کیا اپنی انگشت سے آسمان کی طرف آسمان میں اس وقت ابر کا نشان کوئی نہ تھا۔ پس بادل ہر طرف سے اکٹھے ہوئے اور ایسا زور سے مینہ برسا کہ ندی نالے پُر ہو گئے۔ چنانچہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ اپنے قصیدہ لامیہ میں

وَإِنِّيْصُّ يُسْتَسْقَى الْعَمَامَ بِوَجْهِهِ
ثُمَّالُ الْيَتَامَى عِصْمَةً لِّلْأَرَامِلِ

کہ وہ سفید و نورانی شکل ہیں کہ طلب بارش کی جاتی ہے ان کی وجہ سے۔ وہ بہار ہیں یتیموں کی اور حفاظت ہیں بیواؤں کی تاریخ ابو الفداء میں ہے کہ بوقت وفات ابوطالب، عباس بن عبدالمطلب نے دیکھا کہ لب ہائے ابوطالب حرکت کرتے ہیں نزدیک جا کر سنا تو کہتے ہیں کہ اے برادر زادے قسم بخدا کہ جو کلمہ (کلمہ شہادتیں) تم مجھ سے کہلوانا چاہتے تھے میں نے کہہ لیا ہے حضرت رسول خداؐ نے یہ سن کر فرمایا شکر ہے خدائے تعالیٰ کا کہ اے چچا تم نے ہدایت پائی۔ صاحب تاریخ نقل روایت کے بعد بقاضائے سنیت خود کہتے ہیں کہ یہ روایت حضرت عباسؓ سے منقول ہے مگر مشہور یہ ہے کہ ابوطالب کافر مرے۔ لیکن حق الامر کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتا۔ اس کے بعد ہی مورخ مذکور کہتا ہے۔ مگر اشعار ابوطالب سے دریافت ہوتا ہے کہ انھوں نے تصدیق رسالت کی ہے وہ اشعار یہ ہیں۔

وَدَعَوْتَنِي وَعَلِمْتُ أَنَّكَ صَادِقٌ
وَلَقَدْ صَدَقْتَ فَكُنْتُ قَبْلُ آمِنًا

یعنی دعوت کی اور بلایا تو نے مجھ کو اے محمدؐ (اپنی نبوت کی طرف) اور میں جانتا ہوں کہ البتہ راست کہا تو نے اور تو سب سے سچا اور امانت گزار تھا۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّ دِينَ مُحَمَّدٍ
مِنْ خَيْرِ أَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِينًا

اور تحقیق کہ مجھ کو معلوم ہے کہ دین محمدی دنیا کے تمام دینوں سے بہتر دین ہے اب کوئی اس فاضل مورخ (ابو الفداء) سے کہ فضیلت علم کے سوا کہتے ہیں کہ فوقیت سلطنت و حکمرانی بھی اس کو حاصل تھی پوچھے کہ تمہاری عقل کدھر گئی اور کون فہم و فراست کو لے گیا جب کہ خود کہتے ہو کہ بعض اشعار ابوطالب سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے تصدیق رسالت کی اور اشعار بھی وہ نقل کرتے ہو کہ ان میں فقط راستی و امانت آنحضرتؐ کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ ان کے دین کو خیر ادیان جہاں کہا ہے تو پھر ان کے اسلام میں کیا کلام باقی رہا کیا تصدیق رسالت تصدیق کل ماجاء بہ النبی نہیں جو کہ عین اسلام ہے اور کیا نظم و نثر کی تصدیق میں کوئی فرق ہوتا ہے نہیں تو کیوں کر تم ایک مرد مسلم کو جو اپنے اسلام کی اس طرح پر پکار

پکار کر منادی کر رہے ہیں۔ اور عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی ان کی شہادت دیتے ہیں کافر بتا سکتے ہو اور مسلم بھی ایسے ویسے مسلم نہیں وہ مسلمان کہ خود بانی اسلام کے مربی و سرپرست باپ سے زیادہ ان پر شفیق و مہربان جنھوں نے اپنی جان و مال زن و فرزند کنبے قبیلے کو آنحضرتؐ کی خدمت اور حفظ و حمایت کے لیے وقف کر دیا تھا اور جب تک دم میں دم رہا اس خدمت کو نہ چھوڑا سبحان اللہ ابوطالبؓ تو کتب سابقہ سے آنحضرتؐ کی نبوت کا اثبات کریں اور آپؐ کو حضرت موسیٰؑ کی مثل اولوالعزم پیغمبر قرار دیں اور اہل سنت کے نزدیک وہ ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے کبھی جنت میں جانے نہ پائیں گے۔ یہ دشمنی علی علیہ السلام نہیں تو اور کیا ہے۔

الحاصل پیشتر گزرا کہ اہل بیت رسالت حضرت ابوطالب کے اسلام پر متفق ہیں اور اہل سنت بھی اس کو جانتے اور اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں چنانچہ صاحب مقصد اقصیٰ نے اپنی کتاب میں اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں کہا ہے **وَأَهْلُ الْبَيْتِ يُزَعَمُونَ أَنَّ أَبَا طَالِبٍ مَاتَ مُسْلِمًا** کہ اہل بیت کہتے ہیں کہ ابوطالب مسلمان فوت ہوئے۔ پس اجماع ان کا حجت ہے اور نیز گھر کا حال گھر والوں کو اچھی طرح معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا ایسا نہیں جان سکتا چنانچہ اہل البیت ابصر بما فی البیت کہ گھر کے لوگ گھر کی چیزوں سے زیادہ واقف ہوتے ہیں ضرب المثل ہے۔ پس جب کہ بقول اہل سنت اہل بیت علیہم السلام اسلام ابوطالب پر متفق ہیں تو وہی ٹھیک ہے اور سنیوں کا اس سے انکار کرنا بوجہ تخلف کرنے اور سوار نہ ہونے کشتی اہل بیت کے سمجھنا چاہیے۔ **فَمَنْ رَكِبَهَا نَجَىٰ وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا فَقَدْ غَرِقَ وَهُوَ** جو اس کشتی میں سوار ہوا۔ اس نے نجات پائی جس نے اس سے تخلف کیا غرق اور ہلاک ہوا اور نیز ہم نے پیشتر کہا ہے کہ یہ حضرات جو ایسے مقدمات میں زیادہ مبالغہ کرتے ہیں تو اس کا ایک سبب اپنے خلیفوں کی ہمدردی بھی ہے کہ کسی طرح امیر المومنینؑ کو ان سے فوقیت نہ پائے **وَإِنِّي لَهُمْ ذَلِكَ** یہ بات ان کو کب حاصل ہو سکتی ہے پس اس اعتبار سے ان کا قول سرے سے پایہ اعتبار سے ساقط ہے اور ہم مکرر کہتے ہیں کہ ابوطالب و خدائیت خدا و رسالت رسول اللہؐ پر ایمان کامل رکھتے تھے اور امین تھے وصایائے انبیاء کے کہ عبدالمطلب سے ان کو پہنچی تھیں ان کو رسول خداؐ کو پہنچایا جیسا کہ احادیث شیعہ سے ظاہر ہے روایت ہے کہ جبریل امین نازل ہوئے اور کہا **يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ يَقْرَأُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ إِنِّي حَرَمْتُ النَّارَ عَلَىٰ صُلْبِ نَزْلِكَ وَبَطْنِ حَمْلِكَ وَحَجَرِ كَفْلِكَ** یعنی اے محمدؐ حق تعالیٰ تم کو سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے حرام کیا ہے آتش جنہم کو اس پشت پر جس سے آپؐ جدا ہوئے اور اس رحم پر جس نے تم کو برداشت کیا اور اٹھایا اور اس کنار پر جس نے آپؐ کی کفالت و پرورش فرمائی۔ پس پشت سے مراد پشت عبد اللہؐ ہے اور شکم سے شکم آمنہ اور

کنار سے کنار ابوطالبؑ و فاطمہ بنت اسد ہے۔ مروی ہے کہ کسی نے معصوم سے سوال کیا کہ رسول خداؐ نے جنازہ ابوطالبؑ پر نماز پڑھی یا نہیں فرمایا نماز جنازہ اس وقت کہاں تھی کہ وہ حضرت پڑھتے مگر ان کی وفات پر اندوہ گیس ہوئے۔ اور امیر المومنینؑ سے ان کی تجہیز و تکفین کرائی اور خود جنازے پر حاضر ہوئے شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب امالی میں روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ اپنے عم محترم ابوطالب کے پاس تشریف لائے در انحالیکہ مرغِ روح ان کا عالمِ اعلیٰ کو پرواز کر چکا تھا اور چادرِ جسمِ مبارک پر ڈھانپ رکھی تھی۔ اور فرمایا اے چچا تم نے میری حفاظت کی جب کہ میں یتیم تھا اور حقِ تربیت بجالائے میری کم سنی کے زمانے میں اور بعدِ بلوغ بھی میری نصرت و یاور ی میں کوتاہی نہ فرمائی پس اے عمو تم کو حق تعالیٰ جزائے خیر دے بعد ازاں امیر المومنینؑ کو حکم دیا کہ ان کو غسل دیں اور سید مختار بن معد موسوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں کہ اثباتِ اسلام ابوطالب میں لکھی ہے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول خداؐ کو وفات ابوطالبؑ کی خبر ہوئی تو کمالِ دلگیر ہوئے اور امیر المومنینؑ کو امر کیا کہ شرائطِ غسل بجالائیں اس وقت نہایت غم و اندوہ کی حالت میں وہ کلماتِ ارشاد کیے جو اوپر گزرے۔ آخر میں فرمایا قسم بخدا کہ میں اپنے چچا کے حق میں وہ شفاعت کروں گا جس سے جن و انس حیران رہ جائیں گے۔ ابن ابی الحدید مغزلی نے شرح نہج البلاغہ میں مدح حضرت ابوطالب و مدح امیر المومنین علیہ السلام میں ایک قصیدہ لکھا ہے۔ دو شعر اس کے یہاں پر نقل ہوتے ہیں کہتا ہے۔

وَلَوْلَا أَبُو طَالِبٍ وَابْنُهُ

لَمَّا مَثَلَ الدِّينُ شَخْصًا وَقَامَا

یعنی اگر ابوطالب اور ان کے فرزندِ دل بند علیؑ نہ ہوتے تو دینِ اسلام کبھی صورت پذیر نہیں ہو سکتا تھا۔

فَذَاكَ بِمَكْتَنِهِ أَوْلَىٰ وَحَامِي

وَهَذَا يَشْرَبُ خَاصَّ الْجَمَامَا (۱)

اُس نے یعنی ابوطالب نے مکہ میں اس کو پناہ دی اور حمایت کی اور اس نے یعنی امیر المومنینؑ نے مدینہ میں اپنی تین خوف ناک مہلکوں میں ڈالا۔ اسی طرح دونوں بزرگوں کی ساتھ ساتھ مدح کرتا چلا جاتا ہے اب ہم صرف ایک حدیث اس مقام میں اور نقل کرتے ہیں اور اس بحث کو ختم کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ کوفہ کے محلہ رجبہ میں تشریف رکھتے تھے اور اصحاب گرد و پیش آنحضرتؐ کے جمع تھے کہ ایک مرد اٹھا اور

عرض کی یا امیر المومنین آپ اس شرف و بزرگی پر ہیں جو حق تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔ حالانکہ آپ کے باپ آتشِ جہنم میں ہیں۔ حضرت نے فرمایا خاموش رہ **فَصَّ اللَّهُ فَآكَ** خدا تیرا منہ توڑے قسم بخداے عزوجل کہ جس نے محمد مصطفیٰ کو بحق و راستی پیغمبری پر مبعوث کیا کہ اگر میرا باپ تمام گناہگار ان روئے زمین کی شفاعت کرے تو حق تعالیٰ اس کو قبول کرے آیا ہو سکتا ہے کہ باپ تو آتشِ جہنم میں معذب ہو اور بیٹا بائٹے والا جنت و نار کا ہو بعد ازاں فرمایا کہ نورِ ابوطالب بروز قیامت تمام خلقت کے انوار کو بجھا دے گا۔ الا نور محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین و امامان اولادِ حسین کو تحقیق کہ اس کا نور ہمارے نور سے ہے جس کو حق تعالیٰ نے دو ہزار سال قبل از خلق آدم پیدا کیا لیکن والدہ ماجدہ آپ کی فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں کہ اول زین ہاشمیہ ہیں کہ مرد ہاشمی کے نکاح میں آئیں بروایت مناقب ابن شہر آشوب **اول ہاشمیۃ من ہاشمیین** یعنی پہلی زن ہاشمیہ ہیں کہ ہاشمی ماں باپ سے وجود میں آئیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ مادرِ امیر المومنین رسولِ خدا کے ساتھ معد بن عدنان تک تیس ۲۳ واسطوں سے قربت رکھتی تھیں اتنی قربتیں کسی کو رسول اللہ سے نہ تھیں جس قدر کہ امیر المومنین ماں کی طرف سے آنحضرت سے رکھتے تھے۔ نیز حدیثِ معتبر میں ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا علی چند چیزیں تم کو حاصل ہیں کہ مجھ کو نہیں ایک یہ کہ تمھاری زوجہ فاطمہ ہے کہ میری کوئی زوجہ ایسی نہیں۔ دوسرے تمھارے دو بیٹے حسن و حسین ہیں۔ کہ میرے کوئی صلیبی بیٹا ایسا نہیں۔ تیسرے خدیجہ جیسی بی بی تمھاری خوش دامن ہیں کہ میری ایسی خوش دامن نہیں۔ چوتھے مجھ سا شخص تمھارا خسر ہے حالانکہ میرا خسر مجھ سا کوئی نہیں۔ پانچویں تمھارا جعفر سا بھائی ہے میرا کوئی نسبی بھائی ویسا نہیں۔ چھٹے فاطمہ بنتِ اسد جیسی زن ہاشمیہ مہاجرہ تمھاری ماں ہے میری ایسی ماں نہیں۔ غرض حضرت فاطمہ بنتِ اسد بمنزلہ مادرِ رسول اللہ ہیں انھوں نے آنحضرت کو پرورش کیا پھر ان پر ایمان لائیں اور آپ کے ساتھ ہجرت کی اور ساقیاتِ اسلام سے ہیں بحارِ الانوار میں جناب فاطمہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد ہمارے ساتھ رہنے لگے اور مجھ کو ماں کہا کرتے تھے ہمارے یہاں چند درخت خرے کے تھے۔ جن کو تازہ پھل آتا تھا۔

معجزہ حضرت رسول اللہ در ایام طفلی: ہر روز چالیس ۴۰ اطفال خورد سال آنحضرت کے ساتھ درختوں میں داخل ہوتے اور جس قدر کھجوریں زمین پر پڑی پاتے اٹھا کر کھا لیتے بلکہ ایک دوسرے کے ہاتھ سے چھین چھپٹ لیتے میں نے کبھی آنحضرت کو نہ دیکھا کہ کسی کے ہاتھ سے دانہ خر مالیا ہو۔ معمول تھا کہ میں یا میری کنیز ایک مشٹ خرما آنحضرت کے لیے چن کر رکھ چھوڑتے تھے ایک روز بحسب اتفاق ہم دونوں اس خدمت سے غافل رہے لڑکے آئے اور تمام خرے اٹھا لے گئے آپ خوابِ راحت میں تھے بیدار ہوئے تو باغ کی طرف تشریف لے گئے کہ کوئی دانہ تناول

کریں وہاں کوئی دانہ نہ دیکھا تو واپس ہوئے۔ میں کثرتِ خجالت سے منہ پر آستین لے کر لیٹ گئی۔ لوٹڈی نے عرض کی کہ ہم آج سہواً آپ کے واسطے کھجوریں نہ چن سکے۔ لڑکے تمام لے گئے یہ سن کر حضرت پھر باغ کی طرف متوجہ ہوئے اور درخت سے خطاب کر کے کہا کہ میں بھوکا ہوں مجھ کو سیر کر قسم بخدا دیکھا میں نے کہ وہ شاخیں جن پر بڑے بڑے گچھے کھجوروں کے لگے ہوئے تھے آنحضرتؐ کے واسطے جھک گئیں اور آپؐ نے جس قدر چاہا خرے تناول کیے پھر شاخیں بلند ہو کر اپنے مقام کو چلی گئیں میں یہ دیکھ کر حیران تھی کہ اتنے میں ابو طالبؓ اندر آئے میں نے یہ قصہ ان کے روبرو بیان کیا۔ انھوں نے کہا اے فاطمہؑ محمدؐ پیغمبرِ آخر الزماں ہے تیس ۳۰ سال بعد تجھ سے اس کا وحی پیدا ہوگا فاطمہؑ کہتی ہیں کہ جیسا ابو طالبؓ نے کہا تھا۔ تیس ۳۰ سال بعد علیؑ مجھ سے پیدا ہوئے شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب الامالی میں روایت کی ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ باچشم اشک بار حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ** کہتے تھے۔ حضرت نے سب گریہ دریافت کیا تو عرض کی میری ماں فاطمہ بنت اسدؑ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ حضرت رسول خداؐ یہ خبر سن کر آبدیدہ ہوئے اور فرمایا حق تعالیٰ مغفرت کرے فاطمہؑ کی وہ میری بھی ماں تھی۔ پس دو جائے اور ایک عمامہ اپنے ملبوس خاص سے عنایت کیا کہ ان کو لے جاؤ اور فاطمہؑ کو ان میں کفن کرو اور عورات کو تاکید کرو کہ اچھی طرح ان کو غسل دیں اور جنازہ فاطمہؑ کو نہ اٹھانا تا وقتیکہ میں حاضر ہو کر متکفل ان کے امور کا ہوں عبداللہ بن عباسؓ راوی حدیث کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ حضرت رسول خداؐ تشریف لائے اس وقت جنازہ باہر لے آئے تھے۔ حضرت کھڑے ہوئے اور چالیس ۴۰ تکبیروں کے ساتھ اس پر نماز پڑھی۔ حالانکہ اس سے پہلے کبھی اس قدر تکبیروں سے کسی پر نماز نہ پڑھی تھی پھر بنفس نفیس قبر میں اترے اور اس میں لیٹ گئے اس طرح پر کہ کوئی حرکت یا صدا آپؐ سے اس وقت محسوس نہ ہوتی تھی۔ بعد ازاں امیر المومنینؑ و امام حسن علیہما السلام کو امر کیا کہ داخل قبر ہوں اور میت کو اس میں اتاریں۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت سرہانے فاطمہؑ کے تشریف لائے اور فرمایا اے فاطمہؑ میں ہوں سید و بزرگ اولادِ آدم کا۔ ازراہِ فخر نہیں کہتا۔ جب منکر و نکیر تم سے سوال کریں تو کہو اللہ میرا پروردگار ہے۔ اور محمدؐ میرا پیغمبر اور اسلام میرا دین۔ اور قرآن میری کتاب اور بیٹا میرا علی بن ابی طالب میرا امام ہے بعد ازاں دعا کی فاطمہؑ کے لیے کہ پروردگار ثابِت رکھ اس کو ان عقائدِ حق پر پس قبر سے باہر آئے اور چند مشت خاک دست مبارک سے قبر پر ڈالی اور ہاتھ کو ہاتھ پر مارا تاکہ خاک ہاتھوں کی جھڑ جائے۔ پس فرمایا قسم ہے خدا کے عز و جل کی کہ میری جان اس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ فاطمہؑ نے میرے اس ہاتھ پر ہاتھ مارنے کی آواز کو بھی سنا ہے اس وقت عمارؓ یا سراقؓ اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہؐ آج آپؐ نے ایسی نماز پڑھی کہ اس سے پیشتر کبھی ایسی نماز نہ پڑھی

تھی۔ فرمایا اے ابوالیقظان فاطمہؑ اس نماز کی سزاوار تھی۔ تحقیق کہ اس کے ابوطالب سے بہت سی اولاد تھی۔ اور مال ان کا کثیر اور ہمارا مال کمتر تھا فاطمہؑ مجھ کو سیر کرتی اور اپنے بچوں کو بھوکا رکھتی۔ مجھ کو کپڑا پہناتی اور ان کو برہنہ چھوڑتی مجھ کو روغن ملتی اور ان کو ثولیدہ مو رہنے دیتی۔ عمارؑ یا سر نے عرض کی آپ نے چالیس تکبیریں نماز میں کہیں۔ فرمایا ہاں اے عمار میں نے اپنے داہنے ہاتھ پر چالیس ۴۰ صفین ملائکہ کی دیکھیں بہ عدد ہر صف ایک تکبیر کہی۔ عمار نے کہا قبر میں لیٹنے کا سبب بھی ارشاد ہو فرمایا۔ ایک روز تنگی و فشار قبر کا مذکور تھا فاطمہؑ بہت خائف ہوئیں اس لیے میں قبر میں لیٹا تاکہ لحد ان پر وسیع ہو جائے عرض کہ ردائے خاص میں کفن کیا اس کا کیا سبب ہے فرمایا میں نے برہنگی روز قیامت کا ذکر کیا تو فاطمہؑ نے کہا **وَأَفْضِلْ حَتَّاهُ قِيَامَتٍ** میں برہنہ محشور ہوں گے۔ پس میں نے قاضی الحاجات سے سوال کیا کہ اس کو پوشیدہ و مستور مبعوث کرے۔ بروایت دیگر فرمایا اے عمار ملائکہ نے ہوائے لیے پر کھولے۔ اور فاطمہؑ کے لیے ایک دروازہ بہشت کا اس کی قبر میں کھل گیا۔ پس وہ راحت و ریحان و حبِ نعیم میں ہے اور اس کی قبر ایک باغ ہے باغ ہائے بہشت سے پھر فرمایا قسم ہے خدائے عزوجل کی کہ میں قبر فاطمہؑ سے باہر نہیں آیا۔ **إِلَّا** یہ کہ دیکھا میں نے دو چراغ نور کے، اس کے سر ہانے اور دو پائنتی اور دو پیش زد روشن ہیں ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ فاطمہؑ بعد دس شخصوں کے اسلام لائیں۔ اور رسول خداؐ ان کی تعظیم کرتے اور ماں کہہ کر ان کو پکارتے تھے۔ بوقت وفات انھوں نے آنحضرتؐ کو اپنا وصی کیا۔ اور آپؐ نے اس وصایت کو قبول و منظور فرمایا اور ان پر نماز پڑھی اور ان کی قبر میں لیٹے اور اپنے پیراہن سے ان کو کفن کیا۔ فاطمہؑ پہلی عورت ہے جس نے حضرت رسول خداؐ کے ساتھ بیعت کی آثارِ ولادتِ باسعادت شیخ سدید مفید علیہ الرحمہ کتاب روضۃ الواعظین میں نقل کرتے ہیں کہ شب ولادتِ باسعادت حضرت رسالتؐ پناہ فاطمہؑ بنت اسد۔ آمنہ بنت وہب کے پاس حاضر تھیں جو عجب و غرائب کہ آمنہ نے اس رات مشاہدہ کیے فاطمہؑ نے تمام دیکھے۔ صبح کو ابوطالب طوافِ خانہ کعبہ کر کے گھر میں تشریف لائے تو فاطمہؑ نے عرض کی کہ رات کو اس قدر عجائبات و خوارقِ عادات میں نے مشاہدہ کیے کہ زبان ان کے بیان سے قاصر ہے۔ آج آمنہ کے ایک مولود مسعود پیدا ہوا ہے جس کے وجود نے عالم کو نورانی کیا تا نیکہ ہم نے درختانِ ہجر (ایک شہر منہائے ملک یمن میں ہے) اپنی آنکھوں سے دیکھے ابوطالب یہ مژدہ فرحت افزا سن کر از بس شاد ہوئے اور کہا اے فاطمہؑ تم کو بھی یہ حالت بعتِ الہی پیش آنے والی ہے اب سے تیس ۳۰ سال بعد تمھارے بھی ایک فرزند پیدا ہوگا کہ جہان کو اپنے نور سے روشن کرے گا جو عجائبات کہ تم نے اب دیکھے ہیں اس وقت بھی مشاہدہ کرو گی۔ فاطمہؑ اس بات کو سن کر منتظر اس سعادت کی رہتی تھیں۔ ادھر ابوطالب کو عجائبات نظر آتے تھے اور جس قدر زمانہ ولادتِ باسعادت شاہ ولایت کا نزدیک آتا

تھا۔ اسی قدر نور ان کے چہرہ کا ترقی پاتا تھا۔ جس مجلس میں بیٹھتے باعث اس نور کے جدا اور ممتاز معلوم ہوتے اور اسی امتیاز سے درندے و چرندے آنحضرتؐ پر سلام کرتے ایک دفعہ کا مذکور ہے کہ ابوطالب طائف کو جاتے تھے اثناءِ راہ میں ایک شیر ان کے مقابل ہوا مگر جس وقت آپ کو پہچانا پاس آ کر منہ خاک پر رکھ دیا اور دُم کو زمین پر کھینچنے اور آثارِ تذلل و انکسار ظاہر کرنے لگا۔ ابوطالب نے سب اس تذلل و انکسار کا دریافت کیا تو شیر بقدرتِ خدا گویا ہوا کہ تم باپ ہو شیر خدا کے اور یا درودِ دگار رسولِ خدا کے ہو کہتے ہیں کہ اس روز سے محبت رسولِ خدا کی ابوطالب کے دل میں زیادہ ہو گئی اور وہ آنحضرتؐ کو بہت دوست رکھنے لگے مروی ہے کہ جب جناب باری تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے حبیب کے حبیب اور معین و ناصر و وصی و برادر کو پردہٴ خفا سے عالمِ ظہور میں لائے اور چشمِ اہل عالم کو روشنی بخشے تو صورت اس کی اس طرح پر ہوئی کہ ایک روز حضرت رسولِ خداؐ ربط بہشت تناول کر رہے تھے فاطمہ بنت اسد نے ایک دانہ اس میں سے طلب کیا آپ نے بعد لینے اقرارِ شہادتیں کے ایک دانہ ان کو مرحمت فرمایا فاطمہؓ نے اس دانہ کو کھا کر ایک دانہ اور ابوطالب کے لیے مانگا۔ حضرت نے ایک اور دانہ ان کو عطا کیا اور فرمایا کہ ان سے بھی اقرار و حدانیتِ خدا اور میری رسالت کا پہلے لے لینا۔ آنحضرتؐ ابوطالب فاطمہؓ کے پاس آئے اور خوشبو اس ربط کی ان کی مشامِ جان میں پہنچی تو انھوں نے باعث اس خوشبوئے عجیب کا دریافت کیا فاطمہؓ نے وہ دانہ نکال کر دکھلایا اور ابوطالب نے کلمہ شہادتیں پڑھ کر نوشِ جان فرمایا قدرتِ خدا سے وہ ربط مستحیل بہ نطفہ ہوا اور اسی شب فاطمہؓ بنت اسد کو حمل جنابِ امیرؑ ٹھہر گیا اور حسن و جمال ان کا بہ برکت اس ماہِ منیر کے دو بالا ہو گیا پس وہ جنابِ شکم میں اپنی والدہ ماجدہ سے باتیں کرتے اور مونس ان کی تنہائی کے ہوتے ایک روز فاطمہؓ مع جعفر طیارؓ خانہ کعبہ کو جاتی تھیں حضرت امیرؑ نے درونِ شکم سے جعفرؓ کے ساتھ کچھ کلام کیا جعفرؓ اس واقعہ عجیب کو دیکھ کر مدہوش ہو گئے۔

حکایتِ مشرم بن عویب: فاطمہ قریب کعبہ پہنچیں تو جتنے بت وہاں رکھے تھے سب منہ کے بل گر پڑے فاطمہؓ نے اپنے شکم پر ہاتھ پھیر کر کہا اے فرزندِ گرامی تو ہنوز درمیانِ شکم ہے کہ بت تجھے سجدہ کرتے ہیں جب باہر آئے گا تو نہ معلوم کہ کیا رتبہ تیرا ہوگا اور اس حال کو ابوطالبؓ سے بیان کیا انھوں نے کہا یہ دلیل ہے اس امر کی جو طائف کی راہ میں شیر نے مجھے خبر دی تھی یہ روایت ابنِ شہر آشوب کی ہے اور روضۃ الواعظین میں بروایت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ اس طرح نقل کیا ہے کہ اس زمانے میں ایک عابدِ مسکی مشرم (۱) بن عویب تھا جو زہد و عبادت میں شہرہ آفاق تھا ایک سو نوے ۱۹۰

(۱) بعض کتب میں اس کو منزم بن عیث لکھا ہے ظاہر التحقیف معلوم ہوتی ہے ۱۲۰ھ۔

برس اپنی عمر کے اس نے عبادتِ خدا میں بسر کیے تھے کمالِ اخلاص و صدقِ دل سے مصروفِ عبادت پروردگار رہتا تھا۔ اور کوئی حاجت اس مدت میں اس نے حق تعالیٰ سے طلب نہیں کی تھی۔ ایک روز اس نے دعائی کہ اسے پروردگار میرے اپنے دوستوں میں سے ایک دوست کی میرے ساتھ ملاقات کر۔ حق تعالیٰ نے ابوطالب کو اس کے پاس بھیجا مشرم نے ابوطالب کو دیکھا تو آثارِ جلالت ان کی جبینِ مبین سے عیاں تھے اٹھ کھڑا ہوا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے روبرو ان کو بٹھایا پھر پوچھا تم کون ہو ابوطالب نے کہا میں ایک مرد ہوں تہامہ سے، کہا کس شہر سے، کہا مکہ سے، کہا کس قبیلہ سے، ابوطالب نے کہا قبیلہ عبد مناف و فرزند ان ہاشم سے، راہب یہ سن کر اٹھا اور دوبارہ ان کی پیشانی کو چوما اور کہا شکریہ خدا کا کہ سوال میرا رد نہ کیا اور مجھ کو اپنے دوست کے ساتھ ملایا قبل اس کے کہ میں دنیا سے رخصت کروں پھر کہا مجھ کو حق تعالیٰ نے تمہارے بارے میں ایک بشارت الہام کی ہے ابوطالب نے پوچھا وہ کیا بشارت ہے مشرم نے کہا تیری پشت سے ایک فرزند پیدا ہوگا ولی خدا و پیشوائے اقیانوس و ناصرِ رسولِ خدا محمد مصطفیٰؐ کا پس جب تو اس فرزند کو پادے تو سلام میرا اس کو پہنچانا اور کہنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا وحدہ لا شریک ہے اور محمدؐ اس کا برگزیدہ رسولؐ اور تو اس کا وصی و خلیفہ ہے جس طرح محمدؐ پر نبوت ختم ہوئی تم پر اور تمہارے گیارہ فرزندوں پر امامت و وصایت کا خاتمہ ہے۔ ابوطالبؑ یہ سن کر اشکِ شادی آنکھوں میں بھر لائے۔ اور پوچھا اے راہب نام اس فرزند کا کیا ہوگا۔ کہا نام اس کا علیؑ ہوگا ابوطالبؑ نے کہا اے مشرم تیری ان باتوں کی حقیقت مجھ پر تب ظاہر ہو جب کہ کوئی دلیل روشن و برہان ظاہر اس پر دکھلائے مشرم نے کہا کیا چیز تم مجھ سے چاہتے ہو تا کہ میرا صدقِ تم پر ظاہر ہو جائے ابوطالب نے کہا میں اس وقت میوہ بہشت چاہتا ہوں مشرم نے دعا کی ہنوز دعا اس کی تمام نہ ہوئی تھی کہ ایک طبق پر از انگور و رطب و انار و سیب ابوطالب کے پاس حاضر ہو گیا ابوطالب نے اس میں سے ایک انار اٹھالیا اور شاد شاد گھر کو واپس آئے گھر پہنچ کر اس انار کو تناول کیا۔ حق تعالیٰ نے اس انار سے نطفہ ان کی پشت میں قرار دیا۔ اور اسی شب کو فاطمہ بنتِ اسد کو حمل جناب امیرؑ رہا پس بیت سے ان حضرت کی زمین حرکت میں آئی اور لرزا اس میں پیدا ہوا کہ تین روز تک اس کو سکون نہ ہوا اور دہشتِ عظیم قریش پر اس سبب سے طاری ہوئی اور انھوں نے باہم مشورہ کیا کہ اپنے بتوں کو کوہِ ابوقیس پر لے جا کر ان سے سوال کریں تا کہ یہ زلزلہ ساکن ہو پس جوں ہی بتوں کو پہاڑ پر لے گئے زلزلہ میں اور زیادہ شدت ہوئی اور پتھر پہاڑ سے اکھڑنے اور پہاڑ چھٹنے لگا اور بت اوندے گر پڑے قریش یہ دیکھ کر حیران تھے کہ کیوں کر اس بلا سے ہم کو نجات ہوگی کہ اتنے میں ابوطالب وہاں آئے اور کہا اے معشرِ قریش آج رات کو ایک بندہ مبارک نے رحمِ مادر میں قرار پکڑا ہے اگر تم اس کی طاعت کرو گے اور اس کی امامت و ولایت کی شہادت دو گے تو زلزلہ تم سے رفع ہوگا ورنہ ایک گھر

تہامہ (۱) میں تمھارا باقی نہ بچے گا قریش نے کہا اے ابوطالب جو تم کو ہم کریں پس ابوطالب نے ہاتھ طرف آسمان کے بلند کیے اور کہا اَللّٰهُمَّ وَسِيْدِيْ اَسْأَلُكَ بِاُمِّ مُحَمَّدٍ يَتِيْهِ الْمَحْمُوْدِيَّتِہٖ وَبِاَعْلُوِيَّتِہٖ الْعَالِيَةِ وَبِالْفَاطِمَةِ النَّبِيَّصَا وَبِہٖ لَا تَفْضَلْتَ عَلٰی تَهَامَتِہٖ بِالرَّافَتِہٖ وَالرَّحْمَتِہٖ یعنی اے خدا اے سید و سر دار میرے سوال کرتا ہوں تجھ سے بحق ملت محمد کہ پسندیدہ ہے و سنتِ علیؑ کے کہ بلند مرتبہ ہے و طریقہ فاطمہؑ کے کہ روشن و نورانی ہے کہ البتہ اپنے فضل سے اہل تہامہ پر رحم فرما دعا ابوطالب نے کرائی رسولؐ نے یاد کر لی حالاں کہ ۲۸ سال کے تھے پس حضرت رسولؐ خدا نے قسم یاد کی کہ اہل عرب نے ان کلمات کو لکھ لیا جب کوئی شدت ان کو پیش آتی تو ان کے ساتھ دعا کرتے تھے پس فوراً ان کی دعا قبول ہو جاتی تھی۔ حالانکہ وہ ان کلمات کی حقیقت سے خبر نہ رکھتے تھے مؤلف کہتا ہے کہ اس روایت سے پایا جاتا ہے کہ حمل اس جناب کا انار بہشت سے تھا اور روایت سابقہ میں گزرا کہ وہ رطب بہشت سے بہم پہنچا تھا۔ ممکن ہے کہ انار و تمر دونوں بہر دو طریق مذکورہ بالا حضرت ابوطالب کو ہاتھ آئے ہوں اور دونوں کو انعقادِ حمل مبارک میں دخل ہوا اور بعض روایات میں وارد ہے کہ یہ حمل میوہ انگور سے حاصل ہوا تھا چنانچہ حضرت رسولؐ خدا سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں شری ہوں اور علیؑ عظمیٰ یعنی انگور سے ہے اور یہ دونوں میوے لطیف ترین و پاکیزہ ترین میوہ ہائے بہشت سے ہیں اور فاطمہؑ تفاح یعنی سیب بہشت سے ہے چنانچہ جس وقت میں سیبِ جنت کا مشاق ہوتا ہوں تو بوئے خوش فاطمہؑ کو سونگھتا ہوں پس اس سے سیبِ بہشت کی خوشبو مجھ کو آتی ہے کتاب الانوار تصنیف ابوالحسن بکری استاد شیخ شہید ثانیؒ میں جس کا ترجمہ مولوی غلام حسین صاحب کشتوری نے اردو میں کیا ہے بروایت ابوحنیفہ لکھا ہے کہ فاطمہؑ بنتِ اسد کہتی ہیں کہ جب زمانہ حمل کو پورا ایک مہینہ گزر گیا میں نے ایک آواز سنی کہ ایک شخص مجھ سے کہتا ہے مبارک ہو تم کو اے فاطمہؑ کہ تمھارے شکم میں قرار پکا ہے اس بندہ صالح خدا نے جو عدلِ خدا کی ترازو ہے اس حمل سے تم کو شرفِ دنیا و آخرت نصیب ہوا۔ جب دوسرا مہینہ تمام ہوا پھر کسی نے کہا مبارک ہو تمھیں اے فاطمہؑ حمل اس مولود کا جو زاہد و عابد و راجع و ساجد ہے۔ تیسرے مہینہ میں آواز آئی مبارک اور تہنیت ہو تم کو اے فاطمہؑ یہ جوان ایسا پیدا ہو گا کہ کبھی لڑائی سے منہ نہ موڑے گا اور ہمیشہ کفار کو قتل کرے گا۔ چوتھے مہینے میں بشارت ہوئی مبارک ہو اے فاطمہؑ یہ فرزند امامِ انام و اسدِ ضرعام ہے۔ پانچویں مہینے کی صدا تھی مبارک ہو اے فاطمہؑ یہ فرزند امامِ امتین و حجتہ خدا ہے عالمین پر۔ چھٹے مہینے میں آواز آئی مبارک ہو اے فاطمہؑ یہ فرزندِ دریا جو دوسخا و علم و ہدایت کا

ہوگا۔ ساتویں مہینے میں نے سنا کہ یہ فرزند بقاء عظیم یعنی کاشفِ امر رسالت یا بیان کرنے والا احوال قیامت کا ہے اور معجزات و آثار کا مظہر ہوگا۔ آٹھویں مہینے میں صدا آئی مبارک ہو کہ یہ فرزند از جندوں کو روزہ دار رات کو عابد شب بیدار و پدر آئمہ اطہار ہوگا۔ نویں مہینے میں سنا کہ مبارک ہوائے فاطمہؑ کہ یہ پسر امام پاک و پدر آئمہ اطہار و برگزیدہ بادشاہ جبار ہے فاطمہؑ کہتی ہیں کہ میں جس پتھر اور ڈھیلے اور شجر کے پاس سے گزرتی تھی ہر ایک بزبان فصیح مجھے تہنیت اور مبارک باد دیتا تھا اس فضل و کرامت خدا پر جو مجھے بوجہ ہونے مادر نامدار اس فرزند کے ملی ہے۔ اور مشہور ہے کہ ایام حمل میں جناب امیر حضرت رسول خداؐ کے ساتھ شکمِ مادر سے باتیں کرتے تھے سلام کرتے آنحضرتؐ پر اور شرائطِ تعظیم بجالاتے چنانچہ جب حضرت رسول خداؐ دولتِ سرائے ابوطالب میں تشریف لاتے تو فاطمہؑ بیتِ اسد بے تحاشا اٹھ کھڑی ہوتیں اس سے ابوطالب کو حیرت ہوتی اور وہ کہتے کہ محمدؐ تمہارے خورد اور بمنزلہ فرزندوں کے ہیں پھر اس تعظیم کی کیا وجہ ہے فاطمہؑ نے کہا محمدؐ جس وقت آتے ہیں جنین جو میرے شکم میں ہے اس قدر ترڑپتا اور اضطراب کرتا ہے کہ مجھ کو بے اختیار اٹھنا پڑتا ہے۔ ایک روز ابوطالب نے کہا اے فاطمہؑ بھلا اگر آج رسول خداؐ آئیں تو اس وقت آپ کو ضبط کرنا پس ابوطالب نے ایک شانہ فاطمہؑ کا، امیر حمزہؑ نے دوسرا شانہ پکڑا۔ مگر جس وقت رسول خداؐ تشریف لائے تو وہ دونوں پشت کے بل پیچھے کو گر پڑے اور فاطمہؑ سر و قد اٹھ کھڑی ہوئیں اس وقت حضرت رسول خداؐ متبسم ہوئے یہاں تک کہ دندانِ مبارک نمایاں ہوئے اور کہا اے چچا اگر تمام دنیا فاطمہؑ کو روکنے کے لیے زور کرے تو یہ فرزند سب کے زور کو توڑ دے گا۔ ابوطالب یہ سن کر بہت مسرور ہوئے اور حمد و ثنائے الہی بجالائے اور نام پاک محمدؐ پر درود بھیجا۔ مناقبِ مرتضوی میں لکھا ہے کہ اس وقت حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کَرَّمَ اللہُ وَجْہَهُ یعنی گرامی کرے حق تعالیٰ اس کے چہرے یا اس کی ذات کو اور بعض کتب سے نقل کیا ہے کہ جس وقت رسول خداؐ خانہ ابوطالبؑ میں آتے تھے۔ تو امیر المؤمنینؑ شکمِ مادر سے ان پر سلام کرتے تھے اور جس طرف کو وہ حضرت متوجہ ہوتے تھے۔ جناب امیرؑ بھی رحم کے اندر ادھر ہی پھر جاتے تھے۔ اس سبب سے رسول اللہؐ نے ان کی نسبت یہ کلمہ کہا اور وجوہ بھی لکھی ہیں کہ جن سے صوفیا لوگ بجائے رضی اللہ عنہ کے آنحضرتؐ کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔

کیفیتِ ولادتِ آنحضرتؐ نقل ہے کہ شبِ ولادتِ باسعادت ایک روشنی عظیم الشان آسمان پر نمودار ہوئی اور نور ستاروں کا دوبالا ہو گیا۔ قریش اس حال کو دیکھ کر تعجب میں تھے اور جو کچھ جس کے جی میں آتا تھا اس کی نسبت رائے دیتا تھا کہ اتنے میں ابوطالب اپنے دولت سرا سے برآمد ہوئے جو بی لوگوں نے ان کو دیکھا اس طرف دوڑے اور حقیقت اس نور و ضیا کی پوچھنے لگے ابوطالب نے کہا حجت خدا تمام ہوئی اَیُّهَا النَّاسُ تم کو بشارت ہو کہ یہ رات اس

ولی ذوالجلال کی پیدائش کی ہے کہ حق تعالیٰ کامل کرے گا اس میں خصائلِ خیر و خوبی کو اور وصایتِ بلا فاصلہ پیغمبران اس پر ختم ہوگی وہ ہے پیشوائے پرہیزگاراں و یادری کنندہ دینِ رحمان و برآوردندہ شیطان و زینتِ عابدان و وصیِ پیغمبرِ آخر الزماں، اور وہ ہے امامِ ہدایت و نجمِ فلکِ امامت و کلیدِ بابِ علمِ حکمت و سرورِ اسلام و دینِ یزید بن قعنب سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ایک روز میں اور عباس بن عبدالمطلب اور کچھ لوگ بنی ہاشم و نبی عبد العزیٰ کے، سامنے کعبہ کے بیٹھے تھے کہ ناگہا فاطمہ بنت اسد مسجد الحرام میں تشریف لائیں اور ان کو نوں مہینہ حملِ جنابِ امیر سے تھا اور دروازہ عارض ہو رہا تھا۔ پس وہ جنابِ خانہ کعبہ کے برابر کھڑی ہوئیں اور رو بجانبِ آسمان کر کے عرض کی کہ خداوند میں ایمان لائی ہوں تجھ پر اور تیرے تمام پیغمبروں اور رسولوں پر جن کو تو نے بھیجا ہے اور تیری کتابوں پر جو تو نے نازل کی ہیں اور تصدیق کی ہے میں نے تمام اقوال و احکام اپنے جدا براہیم کی جنہوں نے اس خانہ معظمہ کو بنا کیا ہے پس سوال کرتی ہوں تجھ سے بحق اس شخص کے جس نے اس خانہ معظمہ کو بنا کیا اور بحق اس فرزند کے کہ میرے شکم میں ہے اور میرے ساتھ باتیں کرتا ہے اور منسبِ تنہائی میرا ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ وہ ایک آیت و نشانی ہے تیری عظمت و جلالت کی آسان کر تو مجھ پر ولادت اس کی عباس اور یزید بن قعنب کہتے ہیں کہ ہم دیکھ رہے تھے کہ جب فاطمہ اس دعا سے فارغ ہوئیں تو دفعۃً دیوار خانہ کعبہ کی شق ہوئی اور فاطمہ رخنہ دیوار سے داخل کعبہ ہو کر ہماری نظروں سے غائب ہو گئیں اور دیوار کعبہ باہم مل گئی ہم نے ارادہ کیا کہ دروازہ کعبہ کھول کر اندر جائیں ہر چند زور کیا مگر دروازہ نہ کھلا۔ جانا کہ یہ امر جانبِ خدا سے ہے۔ پس فاطمہ تین شبانہ روز خانہ کعبہ میں رہیں اور اہل مکہ بازاروں اور کوچوں میں اس قصہ کو بیان کرتے تھے اور عورات گھروں میں یہ حکایت نقل کرتی تھیں اور سب کو تعجب تھا چوتھے روز اسی مقام سے دیوار کعبہ شق ہوئی اور فاطمہ اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کو گود میں لیے اس رخنہ سے باہر آئیں اور فرمایا ایہا الناس حق تعالیٰ نے مجھے اپنی تمام مخلوقات سے برگزیدہ کیا اور سب پر فضیلت بخشی خصوصاً زنانِ برگزیدہ سابقہ پر اس لیے کہ حق تعالیٰ نے برگزیدہ کیا آسیہ زینِ فرعون کو اور اس نے خانہ فرعون میں عبادتِ خدا کی کہ سزاوارِ عبادت نہ تھا اور برگزیدہ کیا مریم بنتِ عمران کو اور ولادتِ عیسیٰ کو اس پر آسان کیا اور بیابان میں درختِ خشک سے رطبِ تازہ اس کے لیے گرائے لیکن حق تعالیٰ نے مجھ کو ان سب سے افضل کیا۔ اس واسطے کہ میں تین روز اس کے خانہ محترم میں رہی اور وہاں میرے فرزند برگزیدہ پیدا ہوا اور ہمیشہ بریں کے میوے کھائے اور جب میں نے اس کو لے کر ارادہ باہر آنے کا کیا تو ہاتھ کی آواز آئی کہ اے فاطمہ نام اس کا علی رکھ، میں علی العالی ہوں میں نے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے اور اس کو اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا کیا۔ اور اپنی عدالت سے بہرہ کامل اور اپنی عزت و جلال سے حظ وافر بخشا ہے اور علومِ نہانی

<http://fb.com/ranajabirabbas>

پس حضرت مریم نے اپنے خوشبودان سے خوشبو نکالی اور ان کو معطر کیا بعد ازاں ان کے ہاتھ سے تیسری بی بی نے لیا اور بدستور چھاتی سے لگایا۔ اور بوسہ لیتی اور خوشبو جسم نازنین کی سونگھتی تھیں۔ پس ایک پارچہ حریر بہشت میں جو ان کے پاس تھا ان کو لپیٹا۔ پھر چوتھی بی بی نے لیا اور اپنے سینہ سے لپٹایا میرے فرزند نے ان کی طرف دیکھ کر کہا السّلام علیک اے اُم البنین والے دایہ اطفال مومنین۔ انھوں نے کہا وعلیک السّلام اے امیر المومنین وصی خاتم النبیین اس کے بعد سب بیبیاں میرے فرزند کے پاس آئیں اور ان کی ناف کو دیکھا تو بریدہ و درست پایا اس وقت میں نے کہا اگر اس وقت میرے فرزند کے ختنہ ہو جائیں تو بہتر تھا۔ کیوں کہ دستور عرب تھا کہ بروز ولادت بچوں کے ختنہ کر دیتے تھے یہ سن کر ان بیبیوں نے کہا اے فاطمہ یہ فرزند مختون و مرگی پیدا ہوا ہے اور صدمہ آہن اس کو نہ پہنچے گا الا ہاتھ سے ایک مرد کے کہ خدا و رسول و ملائکہ آسمان و کوہ و دریا اس کو دشمن رکھتے ہیں اور لعنت کرتے ہیں اور جہنم اس کا مشتاق ہے۔ فاطمہ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ وہ مرد کون ہے کہ میرے لخت جگر کو بضرِ شمشیر قتل کرے گا ان معظمت نے کہا کہ نام اس ملعون کا عبد الرحمن بن ملجم مراوی ہے جو محراب عبادت میں درمیان مسجد کوفہ کے چالیس سال بعد ہجرت پیغمبرؐ کے اس کو شہید کرے گا فاطمہ کہتی ہیں کہ یہ کہہ کر وہ عورات جہاں سے آئی تھیں چلی گئیں۔ میں اپنے دل میں افسوس کرنے لگی کہ سوائے خواہد مریم کے باقی تین بیبیوں کا حال مجھ کو نہ معلوم ہوا میرے فرزند نے بالہام ربانی اس کو دریافت کر کے کہا اے مادر مہربان پہلی بی بی جس نے مجھے گود میں لیا حضرت خواہد تھیں دوسری جن کے پاس چاندی کا خوشبودان تھا مریم بنت عمران، تیسری مادر موسیٰ، چوتھی آسیہ بنت مزاحم زین فرعون، پانچویں سارہ زوجہ ابراہیم خلیل الرحمنؑ مجلسی علیہ الرحمہ بعد نقل روایت فرماتے ہیں کہ یہ بات کہ حرارت آہن آنحضرتؐ کو نہ پہنچے گی الا ہاتھ سے ابن ملجم کے ظاہر مخالف ان اخبار کی ہے جن سے حضرت امیرؑ کا بموقعہ جہاد ضربت شمشیر وغیرہ کھانا نکلتا ہے۔ مثلاً جگ خندق میں ضربتہ عمر بن عبد و دسر مبارک میں پہنچی۔ پس ہو سکتا ہے کہ مراد اس مقام پر یہ ہو کہ کوئی ضرب شمشیر وغیرہ بلا اختیار و رضائے آنحضرتؐ کے ان کو نہ پہنچے گی۔ الا ہاتھ سے ابن ملجم ملعون کے کیوں کہ ان ضربات کو وہ حضرت برائے رضا خدا با اختیار خود اپنے اوپر لیتے تھے اور اپنی خواہش سے اپنے تئیں ان کی معرض میں لاتے تھے۔ اور متحمل ہے کہ ان جراحات سے کوئی الم آنحضرتؐ کو نہ پہنچتا ہو۔ پھر فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ ان بیبیوں کے چلے جانے کے بعد میں اسی سنگ سرخ پر بیٹھی تھی کہ ناگاہ پانچ مرد باحس و جمال و ہیبت و جلال میرے پاس داخل ہوئے۔ اول ان میں آدم تھے، دوم نوح، سوم ابراہیم خلیل، چہارم موسیٰ، پنجم عیسیٰ علیہ السلام انھوں نے آن کر میرے فرزند کو میرے آگے سے اٹھالیا اور باری باری ایک ایک ان کو لیتا اور چومتا اور باتیں کرتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سب کے سب جدھر سے آئے تھے اسی طرف چلے

گئے اور مجھ کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں سے آئے تھے اور کدھر کو گئے ہیں۔ اس اثنا میں آواز ملا کہ کے پردوں کی میرے کان میں آئی اور ایک ابر سفید اوپر سے نیچے کو اترتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ ابر میرے فرزند کو لے کر آسمان کی طرف چلا گیا میں نے سنا کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ پھر لاؤ علی بن ابی طالب کو تمام مشارق و مغارب زمین میں اور سیر کر اؤ اس کو صحرا و دریا اور پہاڑ اور ہموار زمین کی اور احکام و شرائع انبیاء مرسلین و اخلاق اوصیاء و صدیقین کو اس خاتم الاوصیاء پر عرض کرو اور جو افعال و امور کہ ان کے بھائی سردار اولین و آخرین کے ساتھ کیے تھے۔ سو خصوصیات نبوت کے تمام ان کے ساتھ بجا لاؤ اور جملہ انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے سامنے ان کو لے جاؤ کہ سب ان کی زیارت سے مشرف ہوں۔ فاطمہ کہتی ہیں کہ اس وقت میرا فرزند میری نظروں سے غائب ہو گیا اور بعد ایک لمحہ کے پھر میرے سامنے آ گیا میں اس کی طرف دیکھ ہی رہی تھی کہ ناگاہ ایک اور پارہ ابر نمودار ہوا اور مثل سابق پھر میرے فرزند کو لے کر اڑا اور پھر ایک آواز آئی کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ پھر لاؤ علی بن ابی طالب کو جملہ مخلوقات خدا میں اور دے دو ان کو علم و حکم و ورع زہد و تقویٰ و شجاعت و سخاوت و صیانت از خطا و تواضع و وفا و بیعت و مروت و کرم و مودت و دیانت و قناعت و فصاحت و بلاغت و عفاف و انصاف و غیرہ عادات و اخلاق انبیاء کرام و اوصیاء ذوی الاحترام بہ تحقیق کہ علی قاتل کفار و مرتضیٰ دل پسندیدہ خداوند جبار ہیں بعد اپنے بھائی رسول خدا کے امامت خلافت پر مبعوث ہوں گے۔ اور بہترین خلائق ہیں بعد آنحضرت کے خود امام عادل ہیں اور پدر عالی مقدار اور جد نامدار ہیں۔ گیارہ اماموں کے، فاطمہ کہتی ہیں کہ میں بار دیگر اپنے فرزند کے غائب ہونے سے حیران تھی کیا دیکھتی ہوں کہ ایک ساعت کے بعد پھر میرا نور چشم میری آنکھوں کے سامنے موجود ہے غرض تین شبانہ روز میں کعبہ میں رہی میوہ ہائے بہشت کھایا کرتی تھی۔ تیسرے روز میرے فرزند نے کہا اے مادر گرامی آج کی رات گزر جانے دیجیے صبح کو جس دیوار سے آپ داخل ہوئی تھیں وہی کھل جائے گی اور آپ کو باہر جانے کا راستہ ملے گا۔ یہاں کا یہ حال تھا اور شہر میں ابو طالب ہمارے لیے دعائیں مانگ رہے تھے اور جناب رسول خدا مصروف قیام و قعود و رکوع و سجود تھے اور کہتے تھے خداوند امیری تنگی دل کو دور کر اور سرور و خوش حالی سے اس کو معمور فرما کہ اپنے ابن عم اور اس کی مادر محترم کو کہ بمنزلہ میری ماں کے ہے۔ بخیر و عافیت پاؤں۔ پس جبرئیل حضرت رسول خدا پر نازل ہوئے اور خوش خبری میرے فرزند کے صحیح و سالم پیدا ہونے کی آنحضرت کو پہنچائی اور بشارت دی کہ وہ دونوں عنقریب خانہ کعبہ سے نکل کر تمہارے پاس آتے ہیں اور مناقب مرتضوی میں لکھا ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین داخل کعبہ ہوئیں تو ان کو ایک پردہ نظر آیا اس پردہ کے پیچھے چلی گئیں اور وہاں ذات فرخندہ صفات حضرت امیر نہا نخانہ تقدیر سے عالم ظہور و شہود میں جلوہ گر ہوئے۔ اس وقت ایک مرغ سفید بال سفید

خانہ سے اتر اور اپنی منقار سے سینہ معارف گنجینہ آنحضرتؐ پر اسم مبارک علیؑ اس نے منقوش کیا حالانکہ اس سے پیشتر علیؑ کسی کا نام عالم میں نہ تھا۔ نیز مناقب میں ہے کہ معمول تھا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو ابو جہل بتوں کی پاؤں کی خاک لے کر اس کی آنکھوں میں لگا تا جب خبر ولادت شاہِ ولایت اس پیشوائے اہل غوایت نے سنی تو آیا اور خاک پائے بتاں لے کر چاہا کہ آپؐ کی آنکھوں میں ڈالے ہر چند چاہا مگر حضرت امیرؑ نے اپنی آنکھیں نہ کھولیں۔ پس ابو جہل نے اپنی انگلیاں چشمِ وحدت بین اس جنابؐ پر رکھیں اور بزورِ دست ان کو کھولنا چاہا حضرت نے بقوتِ یدِ الہی ایک طمانچہ اس گمراہ کے منہ پر مارا کہ اس کے صدمہ سے پشت کے بل گر پڑا اور گردن اس کی کج ہو گئی کہ یہ کبھی آخر عمر تک اس کی گردن میں نمایاں تھی۔ اور امیر المومنینؑ بدستور آنکھیں بند کیے تھے۔ والدہ امیرؑ نے جو یہ دیکھا تو بہت پریشان ہوئیں کہ مبادا میرا فرزند نابینا ہو۔ اس وقت الہام ملکِ علام حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچا کہ تمہارا ابن عم ووصی و برادر پیدا ہو گیا ہے۔ جلد اس طرف متوجہ ہو پس حضرت رسولِ خداؐ مع جملہ احباب وہاں تشریف فرما ہوئے اور حضرت امیرؑ کو اٹھا کر بہ احترام تمام اپنی گود میں بٹھایا۔ بوئے گیسوئے مشکبار احمد مختار مشام حیدر کرار میں پہنچی تو جمالِ جہاں آرا کے دیکھنے کو آنکھیں کھول دیں اور شرائطِ تکلیف و تسلیم بجالائے اور اپنی آنکھوں کو دیدارِ فیض آثار آنحضرتؐ سے روشنی بخشی۔

نیز مناقب ابنِ شہر آشوب میں ہے کہ تین روز آپؐ نے آنکھیں بند رکھیں۔ تیسرے دن جب حضرت رسولِ خداؐ تشریف لائے اس وقت کھولیں اور آنحضرتؐ کے روئے انور پر نظر کی حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا **اُخْصِنِي بِالْغُضُوْظِ وَخُصِّصْتَهُ بِالْعِلْمِ** اس نے مجھ کو نظر کرنے اور دیکھنے کے لیے خاص کیا میں اس کو علم و حکمت سے مخصوص کروں گا بالجملہ حضرت ابوطالبؑ کہتے ہیں کہ جب میں نے اپنے فرزند کو اور اس نے مجھ کو دیکھا تو کہنے لگا۔ **اَلْسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَسْتُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ** یعنی سلام ہو تم پر میرا اور رحمت خدا و برکات خدا اے پدرِ بزرگوار پس میں نے اپنے فرزند کے بوسے لیے اور خوشبو بدنِ نازنین کی سوگھی اور آغوش میں لیا اور سینہ سے لگایا اور حمد و ثنائے الہی و درود حضرت رسالت پناہی بجالایا پھر حضرت رسولِ خداؐ نے ان کو اپنی گود میں لیا جناب امیرؑ روئے انور ختمی مآب دیکھ کر بیٹے اور بکمالِ بشارت کہا **اَلْسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ** اور زبانِ معجز بیان سے تلاوتِ سورۃ مومنون کی شروع کی جب کہا **اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوٰتِهِمْ خٰشِعُوْنَ** تو حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا یہ تحقیق کہ رنگائی پائی مومنین نے تیرے سبب سے اور جب **اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ یَرِثُوْنَ الْفُرْدُوْسَ** ہُمْ فِیْہَا خَالِدُوْنَ پر پہنچے تو فرمایا بخدا تو امیر اور بادشاہ ان کا ہے تو ہی ان کو علم و حکمت سکھائے گا اور راہِ نمائی ان کی کرے گا۔ تجھ سے ہدایت پائیں گے پھر فاطمہ سے فرمایا کہ جاؤ

اس فرزند کے عم بزرگوار حمزہؓ کو اس کی ولادت کی خوش خبری دو تمھارے پیچھے میں اس کو سیراب کروں گا۔ جب فاطمہ گئیں تو آپؐ نے زبان معجز نشان اپنی جناب امیر کے دہن اقدس میں دی پس زبان مبارک سے بارہ چشمتے شیر کے جاری ہوئے۔ حتیٰ کہ وہ جناب خوب سیر ہو گئے فاطمہ پھر کرائیں تو دیکھا کہ ایک نوروز منور جناب امیرؐ سے جانب آسمان ساطع ہے کہ روشنی اس کی آسمان تک پہنچی ہے من بعد فاطمہ نے مثل دیگر اطفال کے جناب امیرؐ کو ایک پارچہ میں لپیٹا مگر انھوں نے اس کو پھاڑ ڈالا پھر ایک پارچہ میں لپیٹا اس کو بھی پھاڑ دیا آخر دو پھر تین پارچوں میں لپیٹا مگر اس معجز نما نے ان کو بھی پھاڑ پھینکا اور قدرت خدا سے گویا ہوئے کہ اے والدہ ماجدہ میرے ہاتھوں کو نہ باندھو میں چاہتا ہوں کہ ان کو دعا کے لیے درگاہ جناب کبریا میں بلند کھڑوں بروایت فرمایا کہ مجھ کو ان ہاتھوں سے ضرورت مصافحہ کرنے کی ملائکہ کرام کے ساتھ ہوتی ہے جب کپڑے کے اندر ان کو بستے پاتا ہوں تو شرمندہ ہوتا ہوں ناچار کپڑے کو کھاڑنا پڑتا ہے۔ ابوطالب یہ حالات دیکھ کر مسرور ہوئے اور کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ایسا فرزند مجھ کو عطا فرمایا اب موت مجھے بھل و آسان ہے جس وقت چاہے پیمانہ ہمر لبریز ہو جائے راوی کہتا ہے کہ اگلے روز پھر حضرت رسول خداؐ خانہ ابوطالبؑ میں تشریف لائے۔ علیؑ بن ابی طالبؑ نے جوں ہی آپؐ کو دیکھا تو ہمک کر ہاتھ پاؤں مارنے اور ہنسنے لگے تاکہ حضرت رسول خداؐ ان کو اپنی گود میں لے لیں اور کل کی طرح آج بھی زبان مبارک میرے منہ میں دیں پس حضرت نے ان کو اٹھالیا اور فرمایا الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے تم کو میری نصرت اور امداد کے لیے پیدا کیا تم قلعہ ہائے کفر کو اپنی طاقت سے گراؤ گے اور ارباب نفاق و عداوت کو ذلیل و خوار کر دے گے پھر اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دی کہ وہ حضرت سیر ہو گئے۔ نقل ہے کہ علیؑ بن ابی طالبؑ رسول اللہؐ کو پہچان کر اشارے کرتے اور ہنستے تھے تو فاطمہ بنت اسد اس پر متعجب ہوتیں ابوطالبؑ نے ان سے کہا اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ اس فرزند نے اپنے بھائی اور اپنے پیغمبرؐ کو اس وقت پہچان لیا تھا کہ جب تمھارے شکم میں تھے اور ہنوز متولد نہ ہوئے تھے۔ اب تو ان کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اب پہچانا تو کون سی تعجب کی بات ہے فاطمہ نے کہا سچ کہتے ہو اے ابوطالبؑ اس میں کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے۔ تیسرے روز ابوطالبؑ نے ایک ولیمہ عظیم الشان کی تیاری کی یعنی تمام اہل مکہ و نواح مکہ کی اس خوشی میں دعوت فرمائی کہتے ہیں کہ تین سو شتر ایک ہزار گائے ایک ہزار بکری انھوں نے اس کھانے کے لیے ذبح کی تھیں مکانات فروش مکلف دیا و حریر سے آراستہ و جملہ لوازم اعزاز و اکرام مہمانان عمدہ طور سے مہیا کیے گئے تھے۔ عام طور سے منادی ہو گئی تھی کہ جو شخص اس متبرک طعام کے کھانے کا ارادہ کرے۔ اول چاہیے کہ سات بار گرد خانہ کعبہ طواف بجالائے۔ پھر دسترخوان پر اکرامت ہائے اقسام و الوان کو نوش جان کرے جب مہمان طعام کھا کر رخصت ہوتے تو ابوطالبؑ ان سے

کہتے تھے۔ اے برادرانِ عرب کمالِ لطف و عنایت پروردگار ہے کہ اس نے اپنے ولی و جہ امامِ امتین کو تمہارے درمیان ظاہر کیا اب زمانہ نزولِ برکات کا نزدیک آتا جاتا ہے جلد تمہارے شبہات و جہالات دور ہوں گے۔ کھانا اس کثرت سے تھا کہ تمام اہل مکہ و نواح مکہ کھا کر سیر ہو گئے اور ہنوز بہت کچھ اس سے باقی تھا۔ پس ابوطالب نے حکم دیا کہ صحرا میں لے جا کر وحش و طیور کو کھلائیں تاکہ کوئی ذی روح آج اس تبرک سے محروم نہ رہے۔

روانگی ابوطالبؑ برائے ملاقاتِ مشرم عابد

بعد ازاں ابوطالب نے ارادہ سفر کا کیا اور وہ مشرم عابد کی ملاقات کے لیے کوہِ کام کی طرف روانہ ہوئے تاکہ اس کو مژدہ اس ولادتِ کثیر السعادت کا پہنچا دیں جب اس پہاڑ پر پہنچے اور غار میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مشرم ایک چادر میں لپٹا رو بقبلہ مرا پڑا ہے اور دو سانپ ایک سفید ایک سیاہ اس کی حفاظت کے لیے اس کے پاس بیٹھے ہیں۔ جوں ہی سانپوں نے ابوطالب کو آتے دیکھا تو غار میں چھپ گئے۔ ابوطالب مشرم کے پاس گئے اور کہا السلام علیک یا ولی اللہ و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پس خدائے تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے مشرم کو زندہ کیا وہ اٹھا اور اپنا ہاتھ منہ پر پھیر کر کہنے لگا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَاَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ وَالْاِمَامُ بَعْدَ نَبِيِّ اللّٰهِ ابوطالبؑ نے کہا بشارت ہو تجھ کو اے مشرم کہ علیؑ پیدا ہو گئے مشرم نے سنتے ہی اس مژدہ جانفزا کے خوش ہو کر علامات و عجائباتِ ولادت دریافت کیے ابوطالبؑ نے تمام سرگزشت از سرتاپا کہہ سنائی اور کہا اے مشرم مجھ کو اس مولودِ مسعود ہی نے امر کیا ہے کہ تیرے پاس آؤں اور تجھ کو بشارت اس کے تولد کی دوں۔ مشرم یہ کیفیت سن کر سجدہ میں گیا اور غلجِ حق سبحانہ تعالیٰ بجالایا پھر رو بقبلہ لیٹ گیا اور ابوطالبؑ سے کہا کہ میرے جسم پر چادر اوڑھا دو جس وقت ابوطالبؑ نے اس پر چادر ڈالی وہ عالمِ باقی کو رحلت کر گیا تین روز ابوطالبؑ وہاں ٹھہرے ہر چند مشرم کو آوازیں دیں مگر کوئی جواب نہ سنایا وہ دونوں سانپ باہر نکلے۔ اور سلام کیا ابوطالبؑ پر اور ان سے کہا کہ تم جاؤ اور ولی خدا کے ساتھ ملحق ہوتا کہ ان کی حفاظت کرو ابوطالبؑ نے پوچھا تم کون ہو کہا ہم اس کے اعمالِ شائستہ ہیں کہ قیامت تک اس کی محافظت کریں گے اور بروز قیامت ایک آگے اور ایک پیچھے ہو کر اس کو بہشت بریں میں لے جائیں گے پس ابوطالبؑ مکہ کو پھرے۔ جابر بن عبد اللہ انصاری روایتِ حدیث نے یہ باتیں حضرت رسالت پناہ سے سنیں تو کہا اللہ اکبر لوگ کہتے ہیں ابوطالبؑ کافر مرے حضرت رسول خداؐ نے فرمایا اے جابر شبِ معراج کو جب کہ میں زیرِ عرش پہنچا تو میں نے چار نور دیکھے۔ پوچھا الہی یہ نور کیسے ہیں ندا آئی اے

محمد ایک نوران میں عبدالمطلب تیرے جد کا ہے۔ دوسرا ابوطالب تیرے چچا کا، تیسرا عبد اللہ تیرے باپ کا، چوتھا طالب و بروایت جعفر بن ابی طالب تیرے بھائی کا۔ میں نے کہا اے پروردگار میرے انھوں نے کس سبب سے یہ درجہ پایا۔ ارشاد جناب باری ہوا کہ وہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے اور اپنی قوم کی ایذا و آزار پر صبر کرتے تھے یہاں تک کہ دنیا سے رحلت کی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ ولادت باسعادت امیر المومنین علی ابن ابی طالب بروز جمعہ تیرہویں ماہ رجب تیس سال بعد واقعہ فیل کے خانہ کعبہ کے اندر واقع ہوئی حالانکہ کوئی مولود اس سے پہلے اور اس کے بعد کعبہ کے اندر پیدا نہیں ہوا اور یہ قول مشہور درمیان خاص و عام کے ہے ہر چند بعض روایات سے روز یکشنبہ ساتویں اور بعض سے تیسویں شعبان بھی معلوم ہوتی ہے اور سن شریف جناب رسالت مآب کا اس وقت تیس سال کا تھا اور بادشاہ عجم ملک شہریار بن پرویز بن یزدجرد تھا۔ حضرت رسول خدا نے اپنی زبان مبارک سے گوش راست میں اذان کہی اور گوش چپ میں اقامت کہی۔ کہ یہ سنت رہی تمام بچوں کے لیے وہ حضرت مع اپنے بھائیوں کے اول ہاشمی ہیں کہ ہاشمی ماں اور باپ سے پیدا ہوئے۔ لکھا ہے کہ حضرت امیر دس سال چھوٹے تھے جعفر بن ابی طالب اپنے بھائی سے، اور جعفر دس سال چھوٹے عقیل بن ابی طالب سے تھے اور عقیل دس سال چھوٹے طالب سے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

چند اسماء و کنیت ہا والقباب حضرت امیر المومنین علیہ السلام

اسماء گرامی آپ کے بہت ہیں حتیٰ کہ منقول ہے کہ حق تعالیٰ کے ایک ہزار ایک نام ہیں اور حضرت رسول خدا کے ایک ہزار نام اور جناب امیر علیہ السلام کے نو سو نواوے نام اور صاحب کتاب الانوار نے وارد کیا ہے کہ آنحضرت کے تین سو نام فقط کتب آسمانی میں مذکور ہوئے ہیں۔ لیکن یہاں پر قلیل ان سے حسب حیثیت اس رسالہ کے نقل ہوتے ہیں از انجملہ ایک نام آپ کا علی ہے قبل اس کے کہ آپ کا نام علی رکھا جاوے کوئی مولود اس نام سے موسوم نہ ہوا تھا۔ اَلَّا گاہے برسبیل وصف مقام مدح میں اس لفظ کا استعمال کرتے تھے۔ مثلاً کہتے تھے هَذَا وَلَدِي عَلِيٌّ یہ فرزند میرا بلند مرتبہ ہے جب سے اس جناب کا یہ نام مقرر ہوا اوروں نے بھی اپنی اولاد کو اس نام سے موسوم کرنا شروع کیا۔

حدیث لوح

واضح رہے کہ اول جس نے آنحضرت کو اس نام نامی کے ساتھ مسکایا وہ جناب باری عزاسمہ ہے چنانچہ پیشتر گذرا کہ ہنوز آپ خانہ کعبہ سے باہر نہیں آئے تھے کہ اس نام سے موسوم ہو گئے تھے اور کشف الغمہ میں ہے کہ جب امیر

المومنین پیدا ہوئے تو ابوطالب نے ان کو اپنی گود میں اٹھایا اور فاطمہ بنت اسد کا ہاتھ پکڑ کر بطح (۱) کی طرف آئے اور آواز دی کہ اے پروردگار سفیدی و سیاہی اس فرزند کا نام مجھ پر روشن فرما اس وقت ایک پارہ ابر بروئے زمین نمودار ہوا اور اس نے ان سب کو گھیر لیا۔ پس از ساعۃ جب وہ ابر فرد ہوا تو ابوطالب کو ایک تختی اس جگہ سے ملی جس پر یہ شعر تحریر تھے۔

خَصَصْتُمَا بِالْوَلَدِ الذَّكَى وَالطَّاهِرِ الْمُنْتَخَبِ الرِّضَى
وَأَنَّ اسْمَهُ الْمَشَاوِخُ عَلًى عَلَى اشْتَقٍ مِنَ الْعَلَى

یعنی مخصوص کیے گئے تم دونوں اے ابوطالب و فاطمہ بنت اسد ساتھ فرزند پاک و پاکیزہ کے کہ طاہر و برگزیدہ و پسندیدہ ہے بہ تحقیق کہ اس کا نام برتر علیؑ ہے اور علی مشتق ہے اور نکلا ہے علی اعلیٰ سے۔ پس ابوطالب نے اس تختی کو اٹھالیا اور لا کر خانہ کعبہ میں لٹکا دی چنانچہ وہ اسی طرح پر آویزاں تھی۔ حتیٰ کہ ہشام بن عبد الملک مروانی نے اپنے عہد سلطنت میں اس کو اتارا اس وقت وہ لوح غائب ہو گئی اور مودۃ القربیٰ میں ہے کہ وہ تختی زمرہ سبز کی تھی آسمان سے لگتی ہوئی معلوم ہوئی تو ابوطالب نے اس کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور اس سے بہت خوش ہوئے اور دس اونٹ نحر کر کے ولیہ کیا۔ پس وہ تختی بیت الحرام میں لٹکی رہتی تھی اور بنی ہاشم اس پر فخر کیا کرتے تھے تا انکہ عبد الملک ابن مروان نے عبد اللہ بن زبیر سے لڑ کر اس کو اترا لیا۔ اور کشف الغمہ میں ہے کہ شب معراج حضرت رسول خداؐ سے ارشاد جناب باری ہوا کہ اے محمدؐ علیؑ کو میری طرف سے سلام کہہ اور کہہ کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں اور اسی دوستی کی وجہ سے میں نے اس کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے فَاَنَا الْعَلَى الْعَظِيمِ وَهُوَ عَلًى وَأَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنْتَ مُحَمَّدٌ پس میں علیؑ عظیم ہوں اور وہ علیؑ ہے اور میں محمود ہوں اور تو اے پیغمبر محمدؐ ہے اور علماء شیعہ نے وجہ میں اس تسمیہ کے چند اقوال ذکر کیے ہیں بعض نے کہا ہے کہ معرکہ جنگ میں جو شخص آپ کے مقابل ہوتا تھا آپ اس پر غالب آتے تھے اس سبب سے آپ کا نام علیؑ ہوا اور بعض نے کہا ہے کہ چونکہ بہشت میں کسی نبی اور وصی نبی کا گھر آپ کے گھر سے بلند نہیں ہے اس باعث سے آپ کا نام علیؑ رکھا گیا۔ اور بعضوں نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ از بس کہ آپ نے دوش مبارک رسول اللہؐ پر سوار ہو کر بام کعبہ سے بتوں کو گرایا بدیں سبب یہ نام پایا اور بعض کے نزدیک چونکہ عقد آپ کا جناب سیدہ سے عالم بالا و بالا علیؑ میں ہوا اس سبب سے اس نام سے مسکی ہوئے اور بعضوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے

(۱) بطح وادی مکہ کی رو کے گزرنے کی جگہ جس میں باریک سنگریزہ پھیں اور حد اس کی انتہائے شعب سے کہ درمیان وادی سخی کے ہے لے کر اس مقبرہ تک ہے جس کو اہل مکہ مقبرہ معلیٰ کے نام سے پکارتے ہیں ۱۲ مجمع البحرین۔

کہ بعد رسولِ مختار اس جناب کا مرتبہ سب سے عالی و بلند ہے بایں وجہ آپ کا نام علیؑ ہوا اور ایک نام آپ کا حیدر ہے چنانچہ بروز فتح خیبر جب کہ مرحب یہودی آنحضرتؐ کے مقابل ہوا تو آپ نے فرمایا اِنَالَّذِي سَمِيْتَنِي اُمِّي حَيْدَرٌ یعنی میں ہوں وہ جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے لفظ حیدر کے معنی شیر درندہ کے ہیں چونکہ آپ بھی جرأت و شجاعت میں مثل شیر دلاور کے تھے اس سبب سے آپ کا نام حیدر ہوا۔

اسد اللہ

جابر جعفی کہ روایت حدیث امام محمد باقرؑ سے ہے کہتا ہے کہ حیدر کے معنی حازم و ضابط و اختیار کنندہ لثاً نیک و بد و نظر کنندہ باریکی امور کے ہیں چونکہ وہ حضرت ان اوصاف سے متصف تھے اس لیے یہ نام ہوا۔ اور ایک نام آپ کا اسد اللہ ہے کہ مخالف و موالف نے آپ کو اس نام سے موسوم کیا ہے۔ مثلاً جامی سبحہ میں کہتا ہے۔

شیر خدا شاہ ولایت علیؑ
صیقلی شرک خفی و جلی

مروی ہے کہ جب اہل اسلام جنگِ طلحہ عذری سے کہ ایک مرد شجاعان عرب سے تھا بھاگے تو جنابِ مستطاب علیؑ ابن ابی طالب اس کے سامنے تشریف لائے اس نے پوچھا کہ تم کون ہو آپ نے نقابِ چہرہ مبارک سے اٹھا کر فرمایا میں ہوں شیر خدا و برہم کرنے والا صفت اعدا کا روایت ہے کہ نام آنحضرتؐ کا آسمان میں شاطیل زمین میں جمحائیل لوح پر قیوم قلم پر منصوم عرش پر معین اور رضوان خازن بہشت کے نزدیک امین ہے جو العین آپ کو اصب کہتے ہیں اور صحتِ شیش میں حمر العین صحفِ ابراہیمؑ میں حوییل توریت میں ایلیا انجیل میں بریا زبور میں اوریا قرآن (۱) میں علیؑ اور رسولِ خداؐ کے نزدیک ناصر و عرب کے نزدیک وئی ہے زبانِ اعرابی میں آپ کو بلقاطیس اور سریانی میں شر و حیل، رومی میں بطیریس ہندی میں لنکرہ۔ اہلِ ارمن کے نزدیک فریق اور اہلِ مقلاب کے نزدیک فروق عجم میں فیروز، ترکوں میں راج، حبشوں میں تمریک، جنوں میں حنین اور فلاسفہ کے نزدیک یوشع کا ہنوں کے نزدیک نوودی ہے شیاطین آپ کو مدمر اور مشرکین

(۱) قرآن میں آپ کا نام علیؑ چند جگہ موجود تھا کہ من بعد یوقت جمع و ترتیب نکالا گیا ہے علامہ محمد بن شہر آشوب مازندرانی اپنی کتاب مناقب میں لکھتے ہیں کہ مصحفِ عبداللہ بن مسعود میں آٹھ مقام پر اسم مبارک علیؑ موجود تھا اور کافی سے نقل کیا ہے کہ دس جگہ یہ نام تھا پھر وہ تمام آیات لکھی ہیں جن میں سے یہ نام نکالا گیا ہے از انجملہ یہ ہے آیہ شریفہ یا ایہا الرسول بلغ الخ کہ اس میں بھی یہ نام موجود تھا۔ اور آیہ اس طرح تھی بلغ ما اتزل الیک من ربک فی علیؑ اسی طرح دیگر آیات میں اسم گرامی تھا کہ جامعین قرآن نے اپنا فائدہ دیکھ کر نکال دیا۔ ۱۲۔

موت الاحمر کہتے ہیں اور آپ کے پدر بزرگوار کے نزدیک نام آپ کا حرب یا ظہیر اور مادر عالی مقدار کے نزدیک اسد یا حیدر ہے۔

ابوالحسنؑ ابوالحسینؑ

کئیات ایک کنیت آنحضرتؐ کی ابوالحسنؑ و ابوالحسینؑ ہے۔ بطریق اہل سنت منقول ہے کہ زمانہ رسول خداؐ میں امام حسنؑ اپنے باپ کو ابوالحسینؑ اور امام حسینؑ ابوالحسنؑ کہتے تھے اور حضرت رسول خداؐ کو باپ کہتے اور بلفظ ”یا ابا نا“ (اے باپ ہمارے) خطاب فرماتے تھے جب آنحضرتؐ نے رحلت کی تو اس وقت سے حضرت امیرؑ کو باپ کے نام سے پکارنے لگے۔ حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ حسینؑ نے مجھ کو یا ابا نا نہیں کہا جب تک کہ حضرت رسول خداؐ نے رحلت نہیں فرمائی اور حضرت رسول خداؐ نے آنحضرتؐ کو بکیت ابوالریحانین یاد کیا ہے۔ خوارزمی کہ علماء اہل سنت سے ہے لکھتا ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ نے علیؑ کو خطاب کر کے کہا اَلْسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَبَا الرَّيْحَانِیْنِ۔ یعنی سلام ہو میرا تم پر اے پدر وہ ریحانہ (امام حسنؑ و امام حسینؑ) کے عَلَیْكَ رِیْحَانَتِیْ مِنَ الدُّنْیَا۔ فَتَعْنِیْ نَهْدُم رِکْنَاكَ وَاللّٰہُ خَلِیْفَتِیْ عَلَیْكَ تجھ کو چاہیے کہ میرے ان دورِ ریحانہ سے خبردار رہے۔ پس عنقریب دورِ کن تیرے حیات کے منہدم ہوں گے۔ حق تعالیٰ میرا خلیفہ ہے تجھ پر۔ راوی کہتا ہے کہ مراد حضرت رسالتؐ پناہ کی دورِ کن سے ایک وجودِ یحیٰ و پناہ اور ایک فاطمہ زہراؑ کا چنانچہ جب حضرت رسول خداؐ نے رحلت فرمائی تو حضرت امیرؑ نے کہا کہ ایک ان دو رکنوں سے منہدم ہوا اور جب فاطمہ زہراؑ نے وفات پائی تو فرمایا کہ یہ دوسرا دن تھا کہ آنحضرتؐ نے اس کے منہدم ہونے کی خبر دی تھی ایک کنیت آپ کی ابو تراب ہے کہ دوست و دشمن آپ کو اس سے خطاب کرتے تھے لیکن دشمن اپنے زعمِ فاسد و گمانِ باطل میں اس کو آنحضرتؐ کی ایک نوع کی مذمت تصور کرتے تھے اور براہِ ثبات آپ کو اس کنیت سے یاد کرتے تھے اور متمسک ان کا اس بے ہودگی میں روایت ابو ہریرہؓ کی ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہؑ و حضرت امیرؑ کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی تھی وہ حضرت گھر سے نکل کر مسجد میں فرشِ خاک پر لیٹ رہے۔ حضرت رسول خداؐ کو یہ حال معلوم ہوا تو مسجد میں تشریف لائے اور نزدیک بیٹھ کر خاکِ بدنِ مبارک آنحضرتؐ سے جھاڑے تھے اور فرماتے تھے قُمْ یا ابا تراب قم یا ابا تراب اٹھ اے پدر خاکِ بعد از ان حضرت کو ان کے حجرہ میں لے گئے اور زوجہ و زوج کے درمیان صلح و صفائی کرائی۔ یہ دروغ و کذب ابو ہریرہؓ کا ہے کہ نبی امیہ وغیرہ دشمنانِ امیر المومنینؑ کی خوشامد میں اس کو تراشا ہے ان حضرات کے درمیان کبھی کوئی رنجش نہیں ہوئی کہ حضرت رسول خداؐ کو اس میں ضرورت

صلح و صفائی کی ہودونوں بزرگوار معصوم و مطہر تھے ایسے امور کا صدور ان سے ناممکن ہے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کتاب علل الشرائع میں بعد نقل ایک روایت کے کہ مضمون اس کا قریب بروایت موضوعہ مذکورہ بالا کے ہے فرماتے ہیں کہ حدیث میرے نزدیک معتد و معتبر نہیں۔ کیوں کہ علیؑ و فاطمہؑ کے درمیان کسی ایسے امر کا واقع ہونا امکان سے باہر ہے۔ کہ حضرت رسول خداؐ کو اس میں اصلاح کی حاجت ہو بہ تحقیق کہ وہ حضرت سید الوصین اور وہ جناب سیدہ نساء العالمین ہیں۔ دونوں بزرگوار حسن و خلق میں حضرت رسول خداؐ کے قدم بقدم تھے لیکن میرا اعتماد اس کینیت کے باب میں روایت عبداللہ بن عباسؓ پر ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت رسول خداؐ نے علیؑ علیہ السلام کی کینیت ابوتراب کس لیے مقرر کی تو انھوں نے کہا کہ چونکہ وہ حضرت صاحب و مالک ارض ہیں اور حجت خدا ہیں زمین پر بعد آنحضرتؐ کے اور سب بقا و سکون ہیں زمین کے لہذا آنحضرتؐ نے یہ کینیت ان کو عطا فرمائی۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ بروز قیامت جو شخص کہ اول قبر سے اٹھے گا اور خاک کو اپنے سر سے دور کرے گا وہ علیؑ بن ابی طالب ہوگا۔ پس فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میں جب چاہتا ہوں کہ کینیت کروں اس کو تو ابوتراب کہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ عزیز ترین کینیت حضرت امیر المومنینؑ کے نزدیک ابوتراب تھی۔ اور بہت دوست رکھتے تھے کہ ان کو بلفظ ابوتراب خطاب کریں جمع بین الصالحین میں ہے کہ ایک شخص سہل بن سعد کے پاس آیا اور کہا کہ حکام مدینہ علیؑ بن ابی طالب کو منبروں پر بدی اور برائی سے یاد کرتے ہیں سہل نے کہا کیا برائی کرتے ہیں آنحضرتؐ کی اس شخص نے کہا ان کو ابوتراب کہتے ہیں یہ سن کر سہل ہنسا اور کہا، موسوم نہیں کیا اس نام سے ان کو مگر حضرت رسول خداؐ نے اور آنحضرتؐ کے نزدیک کوئی نام اس سے زیادہ محبوب تر نہ تھا۔ اور نیز علل الشرائع میں عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک روز جناب ختمی مآب افضل الماوصیاء علیؑ بن ابی طالب کو تلاش کرتے ہوئے نخلستان مدینہ میں تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک باغ میں وہ جناب اصلاح اراضی میں مشغول ریاضت ہیں۔ اور گرد و غبار سے روئے انور و بدن مطہر آلودہ ہو رہا ہے یہ دیکھ کر سردار انبیاء نے فرمایا۔ میں کسی کو ملامت نہیں کرتا۔ جو تیرا نام ابوتراب رکھے جناب امیرؑ کو یہ نام پسند نہ آیا اور رنگ روئے مبارک سرخ ہو گیا۔ جناب رسول خداؐ نے آثار ناخوشی چہرہ اقدس سے معلوم کر کے فرمایا اے علیؑ چاہتے ہو کہ میں تم کو خوش کروں۔ عرض کی بہتر ہے اے رسول خداؐ فرمایا تو بھائی اور وزیر اور جانشین میرا ہے بعد میرے اور ادا کرنے والا میرے قرضوں کا ہے جو کوئی تجھ کو دوست رکھے میری حیات میں حق تعالیٰ اس کو داخل جنت کرے گا اور جو دوست رکھے تجھ کو بعد وفات میری کے خدائے تعالیٰ اس کو با ایمان دنیا سے اٹھائے گا اور کچھ خوف اس کو نہ ہوگا عذاب روز قیامت کا اور جو دشمن رکھے گا تجھ کو کافر مرے گا اور ہمیشہ عذاب الیم جہنم میں گرفتار رہے گا۔ اور کینیت آپ کی ابو محمد ہے۔ اس لیے کہ آپ کے ایک بیٹے

کا نام (یعنی محمد حنفیہ) محمد تھا۔ اور ایک کنیت ابوالسپین ہے اس لیے کہ دو سبط رسول محسن و حسین آپ کے بیٹے ہیں۔ اور ابوالشہد ہے اس لیے کہ شہدا آپ کی اولاد سے ہیں۔ القاب: مشہور لقب آپ کا مرتضیٰ (پسندیدہ) ہے اس واسطے کہ ہر امر میں رضائے خدا و خوشنودی رسول خدا کو منظور و ملحوظ رکھتے تھے۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ بسبب متابعتِ رضاء خدا و رسول کے آپ کا لقب مرتضیٰ ہوا اور بعض روایات میں ہے کہ ایک روز جبریل امین جانب رب العالمین سے یہ پیغام لائے کہ اے حبیب ہمارے ہم نے پسند کیا ہے علیؑ کو واسطے فاطمہ زہراؑ کے اور فاطمہؑ کو واسطے علیؑ کے اور راضی ہوئے ہیں ہم اس پر لہذا آپ اس نام سے موسوم ہوئے۔

امیر المومنین: ایک لقب آپ کا امیر المومنین ہے خوارزمی نے روایت کی ہے کہ بروز غدیر جبریل جانب حق تعالیٰ سے آئے اور آپ کو اس لقب سے مخصوص کیا پس حضرت رسول خداؐ نے فرمایا **سَلِّمُوا عَلٰی بَا مِیْرِ الْمَوْمِنِیْنَ** کہ سلام کرو علیؑ پر ساتھ لقب امیر المومنین کے چنانچہ سب سے پہلے جس نے اس لقب سے آنحضرتؐ کو سلام کیا وہ حضرت خلیفہ کانی تھے انھوں نے بلفظ **سَلِّمُوا عَلٰی** آپ کو مبارک باد دی کہ آپ مولا و امیر و امام تمام مومنین و مومنات کے ہوئے اور حق یہ ہے کہ امیر المومنین آپ کا نام خلق آدم سے پہلے کا ہے جیسا کہ مودۃ القربا میں حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ علیؑ کب سے امیر المومنین کے نام سے موسوم ہوئے تو ان کی فضیلت کا انکار نہ کرتے بہ تحقیق کہ ان کا لقب امیر المومنین ہوا حالانکہ ہنوز روح اور جسد کے درمیان تھے یعنی ابھی روح ان کے بدن میں داخل نہیں ہوئی تھی اور علامہ شیعہ نے کہا ہے کہ امیر المومنین کا اطلاق سوائے آنحضرتؐ کے آئمہ و غیر آئمہ سے کسی کے اوپر جائز نہیں کیوں کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا **اِنَّکَ اَسْمَیَ اللّٰہَ بِہِ عَلَیْنَا یُسَمَّ بِہِ اَحَدٌ قَبْلَہُ وَلَا یَتَسَمَّی بِہِ بَعْدَہُ اِلَّا کَافِرٌ** کہ امیر المومنین ایک نام ہے کہ حق تعالیٰ نے علیؑ علیہ السلام کو اس سے مخصوص کیا ہے کوئی آنحضرتؐ سے پیشتر اس نام سے موسوم نہیں ہوا اور نہ کوئی آپ کے بعد اپنا یہ نام رکھے گا سوائے کافر کے۔

یعسوب المسلمین: ایک لقب آپ کا یعسوب المسلمین ہے لغت میں یعسوب کے معنی امیر نخل و سردار قوم کے ہیں چونکہ وہ حضرت سید و سردار مسلمانان تھے لہذا اس لقب سے ملقب ہوئے جناب امام رضا تفسیر آئین شریفہ و اوحیٰ رَبُّکَ اِلَی النُّحُل میں فرماتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ امیر نخل علیؑ بن ابی طالب ہے اور وجہ اس کی بموجب بعض روایات یہ بیان ہوئی ہے کہ ایک بار رسول مختار نے کچھ لشکر قلعہ نبی نفل کی طرف بھیجا تھا جب اہل قلعہ اس سے مغلوب ہوئے تو انھوں نے شہد کی مکھوں کا بکس کھول دیا شہد کی مکھوں نے اپنے ڈنک سے لشکر کو تہ بالا کر ڈالا یہ برا

حال حضرت امیرؑ نے دیکھا تو میدان میں تشریف لائے شہد کی کھیاں جناب کو دیکھ کر فوراً ہی سب کی سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عجز و انکسار کرنے لگیں اس وقت حضرت رسول خداؐ نے فرمایا **هَذَا أَمِيرُ النَّخْلِ** یہ ہے سردار مکسہائے شہد کا دوسری روایت میں ہے کہ ایک مکان میں شہد کی مکھیوں نے چھتہ بنایا تھا کسی کو طاقت نہ تھی کہ اس کے پاس جائے۔ حضرت امیرؑ وہاں تشریف لے گئے اور اس میں سے شہد نکالا اس وقت رسول اللہؐ نے آپ کا نام یعسوب رکھا۔ اور بعض روایات میں آپ کو یعسوب آخرت کہا ہے یہ منتہائے شرف و بزرگی ہے اس جناب کے لیے ایک لقب گرامی ظہیر یعنی غالب ہے۔ منقول ہے کہ ایک روز آپ کے پدر بزرگوار ابوطالب نے اپنے بیٹوں اور بھتیجیوں کو جمع کیا اور بموجب رسم عرب ان کو امر کیا کہ باہم کشتی لڑیں اس وقت حضرت علیؑ اپنے دست ہائے مبارک کو کہہ جھیم و پر گوشت تھے اور زیادہ دراز و طولانی نہ تھے بڑھاتے تھے اور اپنے بھائیوں اور عموزادوں کو ان سے پکڑتے اور ایک ایک خورد بزرگ کو زمین پر پچھاڑتے تھے۔ ابوطالب نے یہ دیکھ کر کہا **ظَهَرَ عَلِيٌّ** کہ غالب ہوا علیؑ تب سے آپ کا لقب ظہیر ہوا۔ ایک لقب آپ کا میمون (مبارک) ہے قصہ اس کا اس طرح پر ہے۔ کہ آپ اپنی مرضعہ (دودھ پلائی) کے گھر کہ ایک عورت بنی ہلال سے تھی تشریف رکھتے تھے اور اپنے برادر رضاعی کے ساتھ کہ ایک سال آپ سے سن میں بڑا تھا کھیل رہے تھے دایہ کسی کام کو گئی ہوئی تھی اس مکان کے نزدیک ایک کنواں تھا دایہ کا لڑکا کنوئیں کی مینڈ پر گیا اور اس کا پیر پھسلا۔ حضرت یہ دیکھ کر دوڑے کہ اس کو پکڑیں راہ میں طناب خیمہ پائے مبارک میں انگی آپ اس طناب کو کھینچتے ہوئے سر چاہ پہنچے اور لڑکے کا پیر پکڑ کر سنبھالے رہے تا ایک اس کی ہاں آئی اور چلائی کہ لوگو آؤ اور تعجب کرو اس طفل مبارک و میمون نے کہ کس طرح پر میرے بچے کو گرنے سے بچایا ہے لوگ آتے تھے اور باوجود کم سن اور پیر کے طناب میں الجھنے کے بچے کو بچانے سے تعجب کرتے تھے، تب سے دایہ آپ کو میمون کہتی تھی۔ وہ لڑکا اور اس کی اولاد دراولاد اس قبیلہ میں معلق میمون کے نام سے مشہور ہے ایک لقب آپ کا **أَصْلَعُ** ہے۔ صلح کے معنی لغت میں مقدم سر میں بالوں کا نہ ہونا ہے۔ چونکہ سر مبارک پر آگے کی طرف بال نہ تھے۔ اس لیے آپ کو **أَصْلَعُ** قریش کہتے تھے اور یہ ایک علامت یمن اور اقبال مندی کی ہے چنانچہ خود ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ جس کی نسبت خیر و برکت کا ارادہ کرتا ہے اس کو اصلع کرتا ہے یعنی اس کے پیشانی کے بالوں کو گراتا ہے۔ چنانچہ میں بھی اصلع ہوں۔ اور ایک لقب آپ کا **الْأَنْزِعُ الْبَطِينُ** ہے۔ انزع کے معنی بری و علیحدہ شدہ کے ہیں چونکہ وہ حضرت کفر سے بری و شرک سے علیحدہ تھے۔ مولف اوراق کہتا ہے کہ ان کے سوا اور بہت سے القاب اس جناب کے کتب میں مرقوم ہیں جیسے نفس رسول، زوج بتول، سیف اللہ السلول، امیر البسرہ، قاتل الفجر، قسیم الجنہ والنار، کرآر غیر فرار، صاحب اللوا، سید العرب، خاضف

العل، کشف الکروب، صدیق اکبر، فاروق اعظم، باب مدینۃ العلم، مؤلی، وصی، وقاضی (۱) دین رسول، منجر و عد الرسول (۲)، کاسر اصنام الکعبہ (۳)، ہازم الاحزاب (۴)، قاصم الاصلاب (۵)، داعی، شہد، ہادی، ذی القرنین، قائد الغر المحجلین، مظہر العجاہب والغرائب، مفرق الکتاب، مذل الاعداء، معز الاولیاء، اخطب الخطباء، قدوة اہل الکساء، امام الائمة الاقویاء، حتی السنہ، ممیت البدع، اللآعب الاسنہ، الحصن الحصین، الخلیفۃ الامین، قاتل اکناکین والقاسطین والمارقین، لیث الشر، غیث الورع، اب ان کو کون پڑھے اور سمجھے گا؟ مفتاح الہدی، مصباح الدج، ہنس الضعی، شمع من ركب و مشی، اہدی من صام و صلے، مولیٰ کل من رسول اللہ مولیٰ، المعصم بالعروة الوثقی، القتی اخوالفطن، الذی انزل فیہ بل اقی، اکرم من ارتدی، اشرف من ابتداء، افضل من راح و اعترے الذی صدقہ رسول اللہ، تصدق بختامہ فی الركوع، الکوکب الازہر، الضارم المذکر، صاحب براہ و غدیر خم و ساقی کوثر، مصلی القبلتین، اعلم من فی الحرمین، الضارب بالسفین الطاعن بالرخسین، ابن عم المصطفیٰ، شقیق النبی المحجی، الہاشمی، الہمدی، الابطحی، الطالبی، الرضی المرضی القوی الجوی، اللوذعی، الارزحی، الوفی، وغیرہ وغیرہ قریب پانسوا القاب کتب میں نقل ہوئے ہیں۔ مگر یہاں اسی قدر پر اکتفا کی گئی۔

بحار الانوار میں ہے کہ ایک روز متوکل عباسی نے زید بن حارث بصری سے کہا کہ کچھ فضائل علیؑ کے بیان کر۔ اس نے کہا مجھ سے کب فضائل ان حضرت کے بیان ہو سکتے ہیں الا ترے کہنے سے بموجب حروف تجبی کے کسی قدر القاب و اوصاف آپ کے بیان کرتا ہوں۔ یعنی وہ آمر و حکم کنندہ ہیں از جانب خدا، بہ عدل و احسان، (ب) باقر یعنی شگافندہ علوم جملہ ادیان، (ت) تالی (تلاوت کنندہ) قرآن بتانی و آہستگی، (ث) ثاقب یعنی سوراخ کرنے والے حجاب ہائے شیطان کے، (ج) جامع قرآن و احکام قرآن، (ح) حاکم مابین انس و الجان، (خ) خالی تھے ہرزہ و بہتان سے، (و) دلیل و راہنما تھے تمام کے، (ف) ذکر و یاد آورندہ معبود بحق تھے ظاہر و باطن میں، (ر) راہب یعنی ترسندہ تھے حق تعالیٰ سے شب ہائے تاریک میں، (ز) زائد و راجح تھے تمام پر بلا نقصان کے، (س) ساتر و عیب پوش تھے سب کے، (ش) شاکر یعنی شکر گزار تھے خداوند رحمان کے، (ص) صابر تھے تیغ و سنان پر راہ خدا میں، (ض) ضارب ذوالفقار تھے سر ہائے کفار پر، (ط) طالب راہ خدا تھے بے آمیزش ریا، (ظ) ظاہر و غائب تھے جماعت کفار پر، (ع)

- | | |
|-----------------------------|-----------------------------------|
| (۱) ادا کنندہ قرض رسول ۱۲۔ | (۴) شکست دہندہ گرہ ۱۲۔ |
| (۲) وفا کنندہ وعدہ رسول ۱۲۔ | (۵) شکستہ پشت ۱۲۔ |
| (۳) شکستہ بتان کعبہ ۲۔ | (۶) بر چھبوں کے ساتھ کھیلنے والا۔ |

علیٰ عالی قدر تھے اہل زماں پر، (غ) غالب تھے شجاعانِ دہر پر، (ف) فارق و جدا کنندہ تھے سرہائے کفار کے ان کی گردنوں سے، (ق) قوی دل و قوی الاعضاء تھے، (ک) کامل تھے جمیع کمالات ظاہری و باطنی میں، (ل) لازم پکڑنے والے تھے امر و نہی الہی کے، (م) مزوج یعنی جفت و زوج تھے بہترین زنانِ عالم کے، (ن) نامی تھے کہ نام ان کا قرآن میں مذکور ہے، (و) ولی و امام ہیں سب مومنوں کے، (ہ) ہادی تھے راہِ راست خدا کے، (ی) ید اللہ یعنی دستِ خدا تھے۔

امیر المومنینؑ کے چند حالاتِ طفلی: پیدا ہوئے تو سنِ مبارک حضرت رسالتؐ پناہ کا تیس سال تھا۔ عہدِ طفلی ہی سے آپ کو اپنے چھوٹے چچا زاد بھائی سے کمال درجہ الفت تھی۔ بغایت آپ کو دوست رکھتے۔ اور نہایت پیار کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بنفسِ نفیس خود متوجہ ان کی تربیت اور پرورش کے ہوئے اور تمام ضروریات کی کفالت فرماتے۔ خود ان کو نہلاتے دھلاتے۔ خود شیرِ حلقِ مبارک میں ڈالتے اکثر اوقات زبانِ مبارک ان کے منہ میں دیتے۔ اور چوساتے۔ فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہو گئی اور دودھ میرے نہ رہا حضرت رسولؐ خدا میرے بیٹے علیؑ کے منہ میں زبان دیتے اور بحکمِ خدا ان کی رضاعت ہوتی۔ حکم دیا تھا کہ علیؑ کا گہوارہ میرے فرشِ خواب کے قریب رہے۔ امیر المومنینؑ سوتے اور حضرت رسولؐ خدا ان کی گہوارہ جنبانی فرماتے جاگتے تو بکمالِ شفقت ان سے باتیں کرتے سروچشم کے بوسے لیتے سینہ سے لگاتے۔ اور فرماتے یہ ہے میرا بھائی اور میرا ولی و دوست و مددگار اور برگزیدہ میرا ذخیرہ میرا اور پشت و پناہ و وصی میرا ہے اور شوہر ہے میری دستِ نیک اختر کا اور امین ہے میرے علوم و وصایا کا اور جانشین میرا ہے میری امت پر اور آنحضرتؐ کو گود میں اٹھاتے اور کوہستانِ مکہ اور اس کے درون اور وادیوں میں سیر کراتے اور علومِ نہانی و اسرارِ بانی ان کو تعلیم و تلقین فرماتے امیر المومنینؑ بھی جو سنِ تمیز کو پہنچتے تھے۔ حضرت ہی کا دم بھرتے تھے۔ دل و جان سے آپ پر قربان تھے۔ آپ ہی کو اپنا مربی و سرپرست جانتے۔ ایک دم کو خدمت سے جدائی گوارا نہ فرماتے تھے۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ طفلی میں ہمیشہ معجزات و خرقِ عادات اس مظہرِ عجائبات سے ظاہر ہوا کرتے۔ ایک روز میں آپ اس قدر بڑھتے تھے جتنا کہ اور اطفالِ ایک مہینہ میں بڑھتے ہیں۔ جب چلنے پھرنے کے دن آئے تو معمولی کھیل آپ کا یہ تھا کہ کوہِ ابوقبیس پر جا بیٹھتے اور لڑکوں کو کفارِ قریش کے سنگ و کلوخ مارتے اور دھمکاتے کہ تمھاری موت کے دن نزدیک آگئے جلد تر دیا رکھو، ویران ہوں گے اور تمھارے سراسر طرح سے کٹیں گے۔ جیسے کہ زراعت کاٹی جاتی ہے۔ کوئی بندہ و آزاد تم سے بغیر قبولِ اسلام زندہ نہ بچے گا۔ میں کیا پیدا ہوا تمھاری شامت آئی اور موت مجسم تمھارے لیے ظاہر ہوئی۔ تنہا دیرانہ کفار سے جنگ آؤ رہوں گا اور تمام کرب و سختی کو جو میرے بھائی رسول

خدا کو اشاعتِ اسلام میں پیش آئے گی دور کروں گا۔ حال افزونی قوت کا یہ تھا کہ صبح شام اس میں فرق بین محسوس ہوتا تھا حتیٰ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو طاقت کی اس مقدار معین پر پہنچا دیا جو اس جل شانہ کو آپ کے لیے منظور تھی۔

حکایتِ لواءِ الحمد: کتاب الانوار میں ہے کہ جب سن شریف امیر المومنین کا کسی قدر زیادہ ہوا تو ایک روز لڑکوں میں کھیل رہے تھے کہ ناگاہ جبریل امین آپ کو اٹھا کر روضہ ابراہیم خلیل پر کوہِ حرّیٰ میں لے گئے۔ وہاں جبریل و اسرائیل و میکائیل و دیگر ملائکہ نے لواءِ الحمد درایۃ النصر کو جسے ذوالعقاب بھی کہتے ہیں آپ کے سر مبارک پر کھولا اور مبارک باد دی۔ بعدہ جبریل و جملہ ملائکہ جانبِ آسمان پرواز کر گئے۔ اور حضرت امیر اس مقام میں تیار رہے۔ اس وقت نیند آپ پر غالب آئی اور سو رہے۔ جانورانِ صحرا نے جو بوئے دل نواز نفیس رسول کی اس دشت میں پائی جو درجہ اس طرف متوجہ ہوئے۔ حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو اپنے ولی اور اپنے نبی کے وحی کی حفاظت کے لیے مقرر کیا۔ پس وہ فرشتہ آ کر نزدیک حضرت کے بیٹھ گیا اور پنکھا جھلتا رہا تا انیکہ آپ خوابِ راحت سے بیدار ہوئے یہاں کی کیفیت یہ تھی اور اُدھر ابوطالب نے جو اپنے لختِ جگر کو نہ پایا تو اُدھر اُدھر ڈھونڈتے پھرنے لگے۔ والدہ ماجدہ جدا بے قرار تھیں۔ انھوں نے فراق میں اپنے نور دیدہ کے جیبِ قیص کو چاک کیا۔ یہ حالت دیکھ کر تمام بنی ہاشم میں تہلکہ پڑ گیا۔ حمزہ و عباس و زبیر و حارث نے ابوطالب سے کہا ہم اپنی جان و مال نثار کرنے کو موجود ہیں ابوطالب نے کہا کہ میرا فرزند کل صبح سے غائب ہے اور کچھ پتہ و نشان اس کا نہیں ملتا۔ ڈرتا ہوں ساحروں اور کائناتوں سے کہ عجائب و معجزات اس کے دیکھ کر اس کے دشمن ہو رہے ہیں کوئی گزند اس کو نہ پہنچے۔ پس ابوطالب گھوڑے پر سوار ہوئے اور حمزہ و عباس وغیرہ اولادِ عبدالمطلب و بنی ہاشم سب آپ کے ساتھ سوار ہوئے تمام شہر و نواح شہر و نواح شہر رونڈ ڈالا مگر کہیں نشانِ آنحضرت کا نہ پایا تب خانہ کعبہ کی طرف واپس آئے اور پردہ ہائے خانہ کعبہ کو پکڑ کر رونے اور گریہ و زاری کرنے لگے اور دعائیں مانگتے تھے کہ اے پروردگار میرے، بحق محمد مصطفیٰ کہ تیرے بنی و برگزیدہ ہیں اور بحق اس خانہ کعبہ کے کہ تیرا گھر ہے میرے فرزند دل بند کو مجھ سے ملا دے پس ناگاہ ایک ندا غیب سے آئی کہ اے ابوطالب! اندیشہ نہ کر تمہارے فرزند کو کچھ خوف نہیں تھوڑی دیر میں تمہارا نور عین تم سے آ ملتا ہے۔

القصة امیر المومنین جبریل امین کے ہمراہ کہ لواءِ الحمد و راہِ نصرت کو سر مبارک پر کھولے تھے محلہ بنی ہاشم میں پہنچے اور جبریل نے راہِ نصرت حضرت رسول خدا کے حوالے کر کے آپ عالم بالا کی راہ لی یہ روایت جو کسی قدر ایجاز و اختصار کے ساتھ کتاب الانوار سے نقل کی گئی جو کتب معتبرہ شیعہ سے ہے کہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں جا بجا اس سے روایات نقل کرتے ہیں۔ اور اہل سنت میں سے میر سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں حالِ لواءِ الحمد کا بروایت عبد اللہ بن سلام اس

طرح پر لکھتا ہے کہ عمود اس کا یا قوت سرخ کا اور قبضہ مردار پید سفید کا اور پھر ریز مرد سبز کا ہے۔ اور اس پر تین سطریں مرقوم ہیں ایک میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ دوسری میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور تیسری سطر میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهُ عَلَیْ وَلِیُّ اللّٰهُ لکھا ہوا ہے راوی نے پوچھا یا رسول اللہ اس لواء کو بروز قیامت کون اٹھائے گا فرمایا اس کو علی بن ابی طالب اٹھائیں گے جو دنیا میں میرے علم نصرت شیم کو اٹھاتے ہیں اور جن کا نام حق تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پیشتر لکھ رکھا ہے پوچھا آپ کے نشان کے سایہ میں کون لوگ ہیں فرمایا مومنین، اولیاء خدا اور دوست میرے اور شیعہ میرے اور دوست اور شیعہ علی کے اور انصار اس کے۔ پھر فرمایا فَطُوبٰی لَهُمْ وَالْوَيْلُ لِمَنْ كَذَّبَنِيْ فِیْ عَلٰی اَوْ كَذَّبَ عَلِیًّا وَمَنْ دَفَعَهُ عَنْ مَّقَامِهِ الَّذِیْ اَقَامَهُ اللّٰهُ فِیْهِ یعنی خوشا حال ان کا جو اس کے سایہ میں ہوں گے عذاب ہے ان لوگوں کے لیے جو علی کے بارے میں میری تکذیب کریں اور میرے باب میں علی کی تکذیب کریں اور عذاب ہے ان کے لیے جو علی کو اس کے مقام سے دفع کریں جس پر کہ حق تعالیٰ نے اس کو منصوب کیا ہے۔

بالجملہ سن مبارک امیر المومنین پانچ سال کا ہوا تو ان ایام میں قحط عظیم و شدید بوجہ خشک سالی مکہ میں پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ اس کا اثر قبائل قریش حتیٰ کہ بنی ہاشم تک پہنچا ابوطالب بھی کہ مرد کثیر العیال تھے اور مال فراوان اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ اس جہت سے اندیشہ مند تھے حضرت رسالت پناہ نے یہ دیکھ کر عباس بن عبدالمطلب اپنے چچا کو بلایا اور کہا کہ اے ابا الفضل یہ تحقیق کہ تمہارے بھائی ابوطالب کنبہ بہت رکھتے ہیں اور ان کا حال خشک سالی کی وجہ سے پُر از اختلاف ہے بہتر ہے کہ ہم ان کے پاس چلیں اور خواست گار ہوں کہ اپنے بیٹوں سے بعض کو ہم کو دے دیں تاکہ گراں باری عیال سے قدرے سبک دوشی حاصل ہو عباس نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور دونوں نے ابوطالب سے مل کر کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تم کو قحط نے زیر بار کیا ہے لہذا چاہتے ہیں کہ باری عیال سے سبک دوش کریں اپنے بیٹوں سے بعض کو ہمارے سپرد کرو ابوطالب نے کہا طالب و عقیل کو بروایت صرف عقیل کو میرے لیے رہنے دو باقیوں میں تم کو اختیار ہے جس کو چاہو لے جاؤ پس عباس نے جعفرؓ کو لیا اور حضرت رسول خداؐ نے امیر المومنین کو انتخاب فرمایا اور کہا اِخْتَارَ اللّٰهُ لِیْ عَلَیْکُمْ کہ میں نے تمہارے درمیان سے اسی کو اپنے لیے اختیار کیا ہے جس کو حق تعالیٰ نے میرے لیے چنا ہے۔ پس اس وقت سے وہ حضرت جناب رسالت مآب کے شامل اور ان کی عیال میں داخل تھے آپ کی خدمات کو بجان و دل بجالاتے تا انیکہ حضرت رسول خداؐ مبعوث بہ نبوت و بعد ازاں مامور بہ ہجرت ہوئے اور مدینہ میں آپ کا عقد جناب سیدہ کے ساتھ ہوا اس وقت ایک حجرہ علیحدہ آپ کے لیے تعین فرمایا۔ پس جیسا کہ ابوطالب اور

فاطمہ بنتِ اسد نے حضرت رسالت پناہ کو تربیت کیا تھا سی طرح رسولِ خداؐ اور خدیجہؓ نے امیر المومنینؑ کو پرورش فرمایا۔ لیکن ابوطالب اور فاطمہ کی تربیت کو رسول اللہؐ اور خدیجہؓ کی تربیت سے کیا نسبت ہو سکتی ہے یہ تربیت اس سے کہیں بڑھ کر تھی۔ حضرت امیرؑ ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں ایہا الناس تم رسولِ خداؐ کے نزدیک میرا مرتبہ و مقام جانتے ہو اور جو قرابتِ قریب اور منزلتِ خاص کہ مجھ کو آنحضرتؐ سے حاصل تھی تم کو معلوم ہے۔ بچپن میں وہ حضرت مجھ کو اپنی گود میں رکھتے تھے اور سینہٴ خلافتِ گنجینہ سے لگاتے اور اپنے بستر پر لٹاتے اور جسمِ اطہر کو میرے بدن سے لگاتے اور اپنی بوئے خوش مجھ کو سونگھاتے تھے۔ کھانے کی چیزوں کو اول اپنے منہ میں چباتے پھر میرے منہ میں لقمہ دیتے کبھی میری بات میں کذب و افترا اور میرے فعل میں غلطی و خطانہ پائی۔ بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے عہدِ شیر خوارگی سے ایک فرشتہ اپنے ملائکہ کرام سے آپ کے ساتھ مقرر کیا تھا کہ وہ رات دن مکارمِ اخلاق و محاسنِ آداب آپ کو تعلیم کرتا رہتا تھا میری یہ کیفیت تھی کہ جس طرح بچہ شتر اپنی ماں کے پیچھے پیچھے رہتا ہے اور جدا نہیں ہوتا آنحضرتؐ کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ ہر روز مجھ کو آدابِ ستودہ تعلیم کرتے اور اپنی اقتدا کی تلقین فرماتے۔ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ اسلام میں کوئی مکان نہ تھا سوائے رسول اللہؐ اور خدیجہؓ کے گھر کے، میں ان میں تیسرا تھا نور رسالت کو دیکھتا اور بوئے نبوت سونگھتا تھا نزولِ وحی کے وقت میں نوحہٴ شیطان کو سنتا تھا پس جس کی جڑیں چشمہٴ رسالت سے سیراب ہوئی ہوں اور منبعِ امامت سے اس کی شاخیں دراز ہوئی اور پھیلی ہوں اور دارِ وحی تنزیل میں اس نے نشوونما پائی ہو جو عمر بھر رسول اللہؐ کے ساتھ رہا ہو۔ اور تادمِ مرگ آنحضرتؐ سے جدا نہ ہوا ہو وہ اوروں کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اور طبری نے اپنی تاریخ میں اور محمد بن اسحاق نے مغازی میں مجاہد سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا احسان و انعام الہی تھا علیؑ بن ابی طالب پر کہ قریش قحط سالی میں مبتلا ہوئے اور حضرت رسولِ خداؐ و حمزہؓ و عباسؓ حضرت ابوطالب کو کثرتِ عیال سے سبک بار کرنے کے درپے ہوئے۔ پس رسول اللہؐ نے علیؑ کو حمزہؓ نے جعفرؓ کو اور عباسؓ نے طالب کو لیا صرف عقیل اپنے باپ ابوطالب کے پاس رہ گئے جو ان کے ساتھ شامل تھے جب تک کہ ابوطالب نے قضا کی، بعد ازاں تنہا رہتے رہے تا انیکہ جنگِ بدر میں اسیر ہوئے اور جعفرؓ جاہلیت و اسلام میں حمزہؓ کے ساتھ تھے حتیٰ کہ حمزہؓ شہید ہوئے۔ اور طالب عباسؓ کے شامل تھے تا انیکہ جنگِ بدر میں ان کے ساتھ آئے اور وہاں مفقودِ الخمر ہو گئے پھر ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئے۔ لیکن امیر المومنینؑ رسول اللہؐ کی خدمت میں داخل ہوئے تو ان کا سن شریف چہ سال کا تھا ٹھیک اسی قدر جتنا کہ رسول اللہؐ کا سن تھا جب کہ ابوطالب کی حفاظت و تربیت میں داخل ہوئے تھے۔ پس ان کو حضرت مصطفیٰؐ و خدیجہؓ نے الکریمیؑ کی تربیت کیا اور ان کی تربیت ابوطالب و فاطمہ بنتِ اسد کی تربیت سے احسن و اولیٰ تھی۔ پس وہ حضرت آخرتک رسولِ خداؐ

کے ساتھ رہے۔ مناقب ابن شہر آشوب میں لکھا ہے کہ جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی گئی زور و طاقت میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ تھوڑے عرصہ میں یہ نوبت پہنچی کہ بڑے سے بڑے پہلوان کے ساتھ بھی کشتی لڑتے تو اس کو پچھاڑ ڈالتے تھے۔ جس مرد کا ہاتھ ایک دفعہ پکڑ لیا۔ جان نکال کر ہی چھوڑا۔ پھر اسے سانس نہیں آتا تھا دوڑتے ہوئے گھوڑے کو آگے سے روکتے اور صدمہ پہنچاتے تو پیچھے لوٹا دیتے تھے۔ پہاڑ کی چوٹی سے ایک ہاتھ سے پتھر اٹھالاتے اور لوگوں کے سامنے رکھتے۔ دو تین آدمی بھی اس کو ہلانا چاہتے تو اہل نہ سکتا تھا۔ ابو جہل نے یہ زور و دست و قوت بازو دیکھا تو چند اشعار آپ کی شان میں کہے۔ جن میں اہل مکہ کو آپ کی سطوت و مردانگی سے ڈرایا ہے ایک شعر ان میں سے یہ ہے۔

ما ان له مشبها في الناس قاطبة

كانه النار بربى الخلق بالشر

اس کا مشابہہ مثل تمام آدمیوں میں دوسرا نہیں گویا کہ وہ آتشِ روشن ہیں کہ اس کے شرارے خلایق کو پہنچتے ہیں۔

سابقہ اسلام آنحضرت علیہ السلام: یہ بات کہ سب سے پہلے اسلام لائے یا دس سال کے سن میں اسلام لائے امیر المومنین علیہ السلام کی نسبت ایک رسمی و معمولی فقرات ہیں کہ نظر بظاہر شرع بولنے اور لکھنے میں آتے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں کوئی وقت کوئی زمانہ نہ تھا۔ جس میں وہ حضرت ایمان و اسلام سے عاری ہوں حکمِ مادر اور پشتِ پدر تک مسلمان تھے۔ خلقِ آدم و ابیادِ عالم سے پہلے مسلمان تھے۔ نہ صرف مسلمان بلکہ سید المسلمین و امیر المومنین جیسا کہ پیشتر اس سے اس کتاب میں گزرا۔ اور حق تو یہ ہے کہ بموجب روایات مسلمہ فریقین کہ کسی قدر ان سے شروع کتاب میں مذکور ہوئیں وہ حضرت مانند اپنے بھائی اور اپنے حبیبِ محمد مصطفیٰ کے ایک نور تھے کہ ایمان و اسلام شعاعیں اس نور کی تھیں جو کبھی اس سے جدا اور منفک نہ ہوتی تھیں۔ پس ایسی ذاتِ مقدس و مطہر کی نسبت یہ کہنا کہ وہ اول اسلام لائے یا تمام سے پیشتر مشرف باسلام ہوئے اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ تکلیفِ ظاہری شرعی اس کی مقتضی تھی کہ جوں ہی حضرت رسولؐ نے اعلانِ نبوت فرمایا اور حکم ہوا کہ خلایق کو وحدانیت اور اپنی رسالت کی طرف دعوت کرو فوراً امیر المومنینؑ نے کلمہ شہادتین زبانِ مبارک پر جاری فرمایا۔

لکھا ہے کہ حضرت رسالت پناہ پیش از نبوت کسی شرع کے پابند نہ تھے بموجب الہامِ الہی کار کرتے تھے۔ یعنی بجائے خود نبی تھے۔ چالیسویں سال اوروں پر مبعوث ہوئے اور مرتبہ رسالت کو پہنچے۔ پس اس وقت جس نے سب سے پہلے تصدیق رسالت کی وہ امیر المومنینؑ تھے۔

روایت ہے کہ ایک بار آپؐ الطبع میں لینے ہوئے تھے اور علیؑ علیہ السلام داسنے ہاتھ پر اور جعفر طیارؓ بائیں پر اور امیر حمزہؓ

آپ کے پابندی کی طرف لیٹے تھے۔ اس وقت جبریلؑ و میکائیلؑ آسمان سے نازل ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ ملائکہ کے پروں کی آواز سن کر مجھ کو کچھ دہشت سی معلوم ہوئی سنائیں نے کہ اسرافیلؑ جبریلؑ سے کہتے ہیں۔ کہ ہم ان چار شخصوں میں سے کس کی طرف بھیجے گئے ہیں جبریلؑ نے اشارہ کیا کہ ان کی طرف کہ محمد مصطفیٰؐ بہترین از پیغمبران ہیں۔ اور ان کے داہنے جانب جو شخص لیٹا ہے وہ بھائی اور وصی ان کا ہے بہتر تمام اوصیا انبیاء کا۔ اور بائیں جانب جعفرؑ بن ابی طالب ہے کہ دو رنگین پروں سے جنت میں پرواز کرے گا اور چوتھا حمزہؑ سید الشہداء ہے پس جبریلؑ آپ کے سر اور میکائیلؑ پاؤں کی طرف بیٹھ گئے اور تعظیم کی رو سے بیدار نہ کیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو جبریلؑ نے رسالت باری تعالیٰ ادا کی آپ نے پوچھا تم کون ہو کہا میں جبریلؑ ہوں۔ بروایت دیگر ابوطالب کی بکریاں چرا رہے تھے کہ ایک شخص نے سامنے آ کر کہا یا رسول اللہؐ میں جبریلؑ ہوں کہ جائب رب جلیل سے آیا ہوں تاکہ تم کو رسالتِ خلق پر مقرر کروں۔ پس پیر کو زمین پر مارا کہ چشمہ آب وہاں سے ظاہر ہوا اس سے پانی لے کر خود وضو کیا اور آنحضرتؐ کو وضو کرنا سکھایا پھر نماز کی ترکیب بتائی۔ آپ نے امیر المومنینؑ کو وضو نماز تعلیم کی اور دونوں بزرگواروں نے اول نماز ظہر اس جا پر ادا کی گھر پر آئے تو حضرت خدیجہؓ کو وہ سب باتیں تلقین فرمائیں۔ چنانچہ نماز عصر ہوئی تو خدیجہؓ بھی اس میں شریک تھیں۔

نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ اس وقت سوائے رسول خداؐ کے اور میرے اور خدیجہؓ بکبریٰ کے کسی گھر میں اسلام نہ تھا ہم نوروجی دیکھتے اور بوئے رسالت کو سونگھتے تھے جس روز اول وحی آنحضرتؐ پر نازل ہوئی تو میں نے ایک آواز آہ و نالہ و میقراہی کی سنی عرض کی میں نے یا رسول اللہؐ یہ آواز کیسی ہے فرمایا کہ نالہ و زاری شیطان ہے کہ ناامید ہوا اس سے کہ اس کی عبادت کریں۔ پس فرمایا یا علیؑ تو سنتا اور دیکھتا ہے جو کچھ کہ میں سنتا اور دیکھتا ہوں اور گو تو پیغمبر نہیں الا میرا وصی و برادر ہے اور عاقبت تیری بخیر ہے۔

روایتِ عقیف کندی: عقیف، کندی ابن عم اشعث بن قیس کندی کہتا ہے کہ میں مرد تجارت پیشہ تھا۔ اپنا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا قبل از ظہور امر نبوت کچھ مال، مٹی میں لے گیا تھا تاکہ فروخت کروں ایک دفعہ عباسؑ بن عبدالمطلب کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ آفتاب اس وقت ڈھل چکا تھا۔ دیکھا میں نے کہ ایک جوان خیمہ سے برآمد ہوا اس نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ بعد ازاں ایک لڑکا نکلا اور وہ اس کے داہنے جانب کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت باہر آئی اور وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئی یہ رکوع و سجود کرتے تھے۔ اور میں حیرت سے ٹٹکتی باندھے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عباسؑ نے کہا کیا دیکھتا ہے میں نے کہا اے ابوالفضل یہ ایک امر عظیم و

بزرگ ہے۔ انھوں نے کہا جانتا ہے کہ یہ جوان کون ہے یہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب میرا برادر زادہ اور یہ لڑکا علی بن ابی طالب میرا دوسرا بھتیجا ہے اور یہ عورت خدیجہ بنت خویلد زوجہ محمد ہے، محمد کہتا ہے کہ میرا خدا، خدائے مساوات و ارض ہے اسی نے مجھ کو اس کا امر کیا ہے۔ وہ خزانے کسریٰ اور قیصر کے میرے لیے کہو لے گا۔ قسم بخدا کہ ان تین کے سوا روئے زمین پر کوئی اور یہ دین نہیں رکھتا۔ عقیف مذکور شیوع اسلام میں اس حدیث کو نقل کرتا اور افسوس کرتا تھا کہ کیوں اس روز اسلام نہ لے آیا کہ سبقت اسلام میں ثانی امیر المومنین ہوتا۔ کتاب ارشاد میں حضرت رسول خدا سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اول شخص جو مجھ پر ایمان لایا علی ہے وہ سب سے پہلے بروز قیامت میرے ساتھ مصافحہ کرے گا وہ ہے صدیق اکبر اور فاروق درمیان حق و باطل کے اور یعسوب و امیر ہے مومنین کا اور نیز آپ نے فرمایا کہ ملائکہ سات سال تک تمہا مجھ پر اور علی پر صلوات بھیجتے رہے اس لیے کہ شہادت وحدانیت خدا اور میری رسالت کی اس مدت میں میرے اور علی کے سوا کسی سے آسمان پر نہیں گئی۔

مولف کہتا ہے کہ بعثت سے سات سال یا کچھ کم و بیش تک کسی صحابی کا سوائے امیر المومنین کے اسلام نہ لانا کتب اہل سنت سے بھی ثابت ہے۔

استیعاب میں بروایہ حبہ عرفی لکھا ہے کہ حضرت امیر نے فرمایا کہ میں نے خدائے غزوہ جل کی عبادت کی پانچ سال قبل اس کے کوئی اس امت سے اس جل شانہ کی عبادت کرے اور خاص کس نسا کی میں ہے۔ قَالَ عَلِيٌّ اَنَا عَبْدُ رَسُولِ اللَّهِ وَاَنَا الصَّدِيقُ الْاَكْبَرُ اَسْلَمْتُ قَبْلَ اَنْ اَسْلَمَ النَّاسُ بِسَبْعِ سِنِينَ لَا يَقُولُهَا غَيْرِي اِلَّا كَاذِبٌ یعنی میں ہوں بندہ خدا اور بھائی رسول خدا کا اور میں صدیق اکبر ہوں اسلام لایا ہوں سات برس پہلے اور وہ سے۔ کوئی میرے سوا اس کو نہ کہے گا اِلَّا جھوٹا۔ نیز خصائص میں ہے۔ قَالَ عَلِيٌّ لَا اَعْرِفُ اَحَدًا اَمِنَ هَذِهِ الْاُمَّةِ عَبْدَ اللَّهِ مَعَ نَبِينَا صَلَّعِمَ غَيْرِي عَبْدُ اللَّهِ قَبْلَ اَنْ يَعْبُدَهُ اَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْاُمَّةِ تِسْعَ سِنِينَ یعنی فرمایا علی مرتضیٰ نے کہ نہیں پہچانتا میں اس امت سے کسی کو کہ عبادت کی ہو اس نے ساتھ ہمارے نبی ﷺ کے سوائے میرے، عبادت کی میں نے حق تعالیٰ کی قبل ہر عبادت کرنے والے کے بقدر نو سال کے یہہ اور مثل اس کے اور روایات کثیرہ دلالت کرتی ہیں کہ وہ حضرت جناب رسالت پناہ کے ساتھ سالہا سال تک شرف اسلام و عبادت ملکِ علام میں متفرد و یکتا رہے ہیں اسی سبب سے اہل سنت کو بھی چارونا چار آنحضرتؐ کا سب سے پہلے اسلام لانا تسلیم کرنا پڑا چنانچہ یہ امر ان کے یہاں مشہورات مستفیضہ بلکہ اجماعیات سے ہے۔

تاریخ الخلفاء میں ہے قال ابن عباسؓ وزید بن ارقم و سلمان الفارسیؓ و جماعته انه اول من أسلم و نقل بعضهم الاجماع علیہ یعنی ابن عباسؓ وزید ارقم و سلمان فارسی ایک اور جماعت صحابہ کی قائل ہوئی ہے کہ وہ پہلے امیر المومنینؓ اول ہیں اسلام لانے والوں کے اور بعضوں نے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے۔ نام اس جماعت قائلین کے جن کو اس مورخ نے طول جان کر چھوڑ دیا ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب جمال الدین عطاء اللہ حسینی نے مفصل لکھے ہیں منجملہ ان کے ہیں۔ ابوذر غفاری و مقداد بن اسود کندی و جناب ابن الارث و جابر بن عبد اللہ انصاری و خزیمہ بن ثابت انصاری و ابو ایوب انصاری، و انس بن مالک، اور نیز روضۃ الاحباب میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ہاتھ علیؑ کا اپنے دست حق پرست میں پکڑ کر فرمایا ہذا اول من امن بے یعنی یہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا۔ نیز فرمایا آنحضرتؐ نے اول هذه الامة وزوداً علی الحوض اولها اسلاماً علی بن ابی طالب یعنی سب سے پہلے اس امت میں جو حوض کوثر پر وارد ہوگا وہ شخص ہوگا جو تمام سے پہلے اسلام لایا ہے اور وہ علیؑ بن ابی طالب ہے اور عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا السبق ثلاثہ السابق الی موسیٰ یوشع بن نون و السابق الی عیسیٰ صاحب یس و السابق الی محمد علیؑ بن ابی طالب۔ یعنی سبقت کرنے والے تین شخص ہیں سبقت کرنے والا طرف موسیٰؑ کے یوشع بن نون اور سبقت کرنے والا طرف عیسیٰؑ کے صاحب یس یعنی شمعون بن حنون الصفا اور سبقت کرنے والا طرف محمد مصطفیٰؐ کے علیؑ بن ابی طالب ہے۔ یہ حدیث جسے ابن حجرؒ نے بھی صواعق محرقة میں نقل کیا ہے جیسا کہ آنحضرتؐ کے سابق الاسلام ہونے پر دلالت کرتی ہے و یا ہی اس سے آپ کا خلیفہ بلا فصل رسول اللہؐ ہونا بھی ظاہر ہے۔ کیوں کہ ہر دو اشخاص امت ہائے سابقہ کے جن سے سبقت میں آپ کو تشبیہ دی گئی ہے وہ ہیں جو بعد موسیٰؑ و عیسیٰؑ علیہما السلام کے ان کے وصی و جانشین ہوئے پس امیر المومنینؓ کس لیے بعد محمد مصطفیٰؐ کے آنحضرتؐ کے وصی و جانشین نہ ہوں گے۔ نیز روضۃ الاحباب میں ہے۔ مع النبیؐ قبل الناس سبباً۔ یعنی امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ میں نے پیغمبر خدا کے ساتھ سات سال اور وہ سے پہلے نماز پڑھی ہے۔

کیفیت اسلام حضرت ابو بکرؓ: بالجملہ امیر المومنینؓ کا ہر کس و نا کس سے سالہا سال پہلے اسلام لانا ایسا نہیں کہ اسلام میں کسی فرد بشر پر مخفی ہو۔ اور نیز حضرت ابو بکرؓ حسب تحقیق و تصریح علماء اہل سنت چوالیس پینتالیس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے بخلاف امیر کبیر کے کہ روز ازل کے مسلمان بچپن میں بھی کہیں بھول کر بت کے آگے سجدہ نہیں کیا۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء میں ہے۔ قال الحسن بن زید بن الحسن و لم یعبد الاوثان قط

لصغره یعنی حسن بن زید بن حسن نے کہا کہ آنحضرتؐ نے اپنے بچپن کے زمانے میں بھی کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی دیگر یہ کہ اسلام امیر المومنینؑ صرف یہ تھا کہ حضرت رسول خداؐ نے ان کو دعوت کی آپ نے اجابت فرمائی تفصیل اس اجمال کی حسب تصریح معتبرین اہل سنت مثل صاحب روضۃ الاحباب وغیرہ یہ ہے کہ خلیفہ اول ملک یمن کو گئے تھے وہاں ایک پیر روشن ضمیر تین سو نوے سال کے بوڑھے نے ان کو ظہور اسلام کی خبر دی اور قبول اسلام و متابعت رسولِ انام کی تاکید بلیغ فرمائی چنانچہ ابوبکر مکہ میں واپس آئے تو اپنے دوست آشنائوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی امر جدید حادث ہوا ہے انھوں نے کہا ہاں یتیم ابوطالب محمد بن عبد اللہ دعویٰ نبوت کا کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر خدمت بابرکت حضرت رسالت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اے ابوبکر اسلام قبول کرو آپ سے دلیل و حجت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میری حجت وہی بوڑھا ہے کہ تو نے ملک یمن میں اس سے ملاقات کی پس تمام قصہ اس ملاقات کا من و عن بیان فرمایا۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ بوقت اسلام امیر المومنینؑ طفل صغیر السن تھے۔ پس بچپن کے اسلام کا کیا اعتبار اور کیا اس پر افتخار۔ جواب اس کا یہ ہے کہ بوقت بعثت پیغمبر خداؐ علی مرتضیٰؑ بموجب روایات صحیحہ واقعی دس سال سے زیادہ کے نہ تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

سَبَقْتُكُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ طَرَأَ

غُلَامًا مَا بَلَغْتُ وَأَنَا حُلَمِي

جس کا ترجمہ مولوی کریم الدین پانی پتی مترجم تاریخ ابوالفداء نے اردو میں اس طرح پر کیا ہے۔

مسلمان میں ہوا ہوں سب سے پہلے اور آنحالیکہ نا بالغ تھا لڑکا

مگر معترضین کو چاہیے کہ یہ اعتراض پہلے تو حق سبحانہ تعالیٰ پر کریں کہ اس نے اپنے نبیؐ کو بچوں کو اسلام کی طرف بلانے پر کس لیے مامور کیا اور پھر حضرت رسول خدا ﷺ اس اعتراض کے لیے نہایت ہی موزوں ہیں انھوں نے ایک غیر مکلف لڑکے کو تکلیف اسلام کر کے صرف قبول اسلام ہی پر اس سے اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے اس اسلام لانے پر فخر کرتے اور فخر یہ کہتے تھے۔ هَذَا أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِي یہ ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے۔ فخر کیسا آپ تو اس اسلام کدائی پر اعلیٰ درجہ کا ثواب آخرت مترتب فرماتے اور برملا کہتے تھے کہ علیؑ سب سے پہلے حوض کوثر پر وارد ہوگا اس لیے کہ وہی سب سے پہلے اسلام لایا ہے۔ اور وہ اس سبقت اسلام میں مشابہ اوصیاء انبیاء مثل حضرت یوشع و شمعون کے ہے۔ جیسا کہ ہم نے ابھی کتب اہل سنت سے نقل کیا ہے۔ پس اگر بچپن کے اسلام کا کچھ اعتبار و افتخار نہ تھا تو کس لیے وہ حضرت ایسا اور ایسا فرماتے تھے خدا اور رسولؐ پر اعتراض وارد ہونے تک بھی امر سہل تھا زیادہ دشواری حضرات معترضین

کے لیے آگے چل کر ہے۔ کیوں کہ صحابہ کبار بھی جن میں حضرت انسؓ بن مالک جیسے بزرگانِ مقبولین شامل ہیں آنحضرتؐ کے اس پیچنے کے اسلام کو معتبر رکھتے اور فضائل و مناقب اس جناب سے شمار کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت ازل سے بندہٗ خاصِ خدا۔ مقبولِ بارگاہِ کبریا خطا و عصیاں سے بری برادرِ نفسِ رسولِ عربی۔ دیگر انبیاء کے صفات کے جامع و حادی تھے۔ ان میں آدمؑ کا علم، نوحؑ کا تقویٰ، ابراہیمؑ کی خلعتِ موسیٰؑ کی ہیبت، عیسیٰؑ کی عبادت جمع تھی۔ ان کی طینت پاک، ان کی خلقت نورانی، ان کا علم علمِ لدنی و وہی، ان کے لیے آفتاب نے رجعتِ قہقری کی ان کی خاطر آسمان سے تلوار اترتی۔

خدا نے تجھ دی احمدؑ نے دختر
علیؑ کا مرتبہ اللہ اکبر

پس آپ کا اسلام و ایمان باپ کی پیٹھ میں ہو یا ماں کے پیٹ میں لڑکپن میں ہو یا جوانی و پیری میں اعلیٰ درجہ کا ایمان، کمالِ ایقان و اصلِ عرفان تھا۔

روضۃ الواعظین وغیرہ کتبِ معتبرہ میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ایک بار سلمانِ فارسیؓ و ابوذر غفاریؓ مع دیگر اجلہ صحابہ کے خدمتِ بابرکت حضرت رسالتِ پناہ میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ ہم آپ کے پسرِ عم علیؑ ابن ابی طالب کے حق میں کچھ لوگوں سے ایسی باتیں سنتے ہیں جو ہم کو ناپسندیدہ اور ناپسندیدہ لگتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ علیؑ کو سبقتِ اسلام میں کیا فخر و فوقیت ہے حالانکہ وہ لڑکپن میں اسلام لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے کتبِ سابق میں پڑھا ہے کہ ابراہیمؑ پیدا ہوئے تو اپنے منہ اور سر پر ہاتھ پھیرا اور شہادتِ دی وحدانیتِ خدا کی اور پارچہ اٹھا کر سترِ عورتیں اپنا کیا۔ پس نظر کی طرف آسمان وزمین کے اور عبرت پکڑی اس سے اور اتمامِ حجت کیا ان لوگوں پر کہ ستاروں کو پوجتے تھے اور اپنا پروردگار ان کو خیال کرتے تھے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس کی خبر دی ہے اور نیز تم جانتے ہو کہ فرعون حضرت موسیٰؑ کی جستجو میں زنانِ حاملہ کے شکم چاک کراتا تھا۔ موسیٰؑ پیدا ہوئے تو اپنی ماں سے کہا کہ مجھ کو تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دو۔ مادرِ موسیٰؑ بچے کی باتیں سن کر حیران تھی۔ اور غرق ہونے سے ڈرتی تھی۔ موسیٰؑ نے کہا اے مادرِ گرامی خوف نہ کرو کہ حق تعالیٰ سترِ روز کے عرصے میں مجھ کو تمہاری طرف پھیرا دے گا۔ لہذا انھوں نے صندوق میں رکھ کر ان کو دریا میں بہا دیا اور وہ حضرت حسب وعدہ اتنے ہی عرصہ میں اپنی ماں کے پاس واپس آ گئے۔ اور نیز تم کو معلوم ہے کہ عیسیٰؑ بن مریم نے جس طرح پر قرآن میں ہے بوقتِ ولادت اپنی ماں کے ساتھ باتیں کیں اور گہوارہ میں ان سے کہا انی عبد اللہ اتانی الكتاب وجعلنی نبیاً یعنی میں بندہٗ خدا ہوں اس نے

مجھ کو کتاب دی ہے اور نبی مقرر کیا۔ پھر تین روز بعد ولادت کے حق تعالیٰ نے ان کو کتاب و پیغمبری عطا کی اور نماز و زکوٰۃ کی وصیت فرمائی۔ علی ہذا تم سب کو معلوم ہے کہ باری تعالیٰ نے مجھ کو اور علیؑ کو ایک نور واحد سے پیدا کیا ہے۔ ہم پشتِ آدم میں تسبیح و تقدیس حق سبحانہ تعالیٰ کرتے تھے پس منتقل ہوئے پشتِ ہائے مردان سے طرفِ رحم ہائے زنان کی کہ لوگ ہمیشہ آوازِ تسبیح و تقدیس کو ہم سے سنتے تھے۔ اور ہمارے باپوں اور ماؤں کی پیشانی پر ہمارے نور کو چشمِ ظاہری معائنہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ پشتِ عبدالمطلب میں پہنچ کر اس نور کے دو حصے ہو گئے نصف میرے باپ عبد اللہ کی پیٹھ میں گیا اور نصف چچا ابوطالب کی پیٹھ میں چنانچہ ہمارا نور ان کی پیشانیوں میں چمکتا تھا۔ بعد یکہ قریش میں بیٹھے تو اس نور کی وجہ سے علیؑ جدا پہچانے جاتے۔ جانورانِ صحرا اور درندگان تک ان پر سلام کرتے تھے۔ جس وقت علیؑ متولد ہوئے تو جبریل امین مجھ پر نازل ہوئے اور پیغامِ الہی پہنچایا کہ حق تعالیٰ تم کو سلام کہتا ہے اور مبارک باد دیتا ہے۔ ولادت پر تمہارے بھائی علیؑ کی اور فرماتا ہے کہ وقت آیا ہے کہ تمہاری پیغمبری ظاہر و وحی آشکار و رسالت ہویدا ہو میں تم کو اس سے قوت دوں گا اور تمہارا نام بلند کروں گا وہ تمہارا بھائی اور وزیر و شبیہ و تمہارا جانشین ہے۔ پس جاؤ اور بدستِ راست اس کا استقبال کرو۔ بہ تحقیق کہ وہ سرگردہ اصحاب میں ہے اور اس کے شیعہ و دوست، رؤسفا و دوست و پاسفید و روشن ہوں گے۔ حضرت رسولؐ فرماتے ہیں کہ میں یہ پیغام بشارت انجام سن کر اٹھا اور ابوطالبؑ کے گھر گیا۔ علیؑ نے مجھے دیکھا تو کہا السَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ پس صُحْبَ آدَمُ وَشَيْثُ وَصُحْبَ اِبْرَاهِیْمَ وَتَوْرِیْتِ مُوسٰی وَانْجِیْلِ عِیْسٰی کو تلاوت کرنے لگے۔ اس طرح پر کہ اگر یہ حضرات زندہ ہوتے تو اقرار کرتے کہ علیؑ ان کتابوں کو ہم سے بہتر جانتا ہے پس قرآن کی تلاوت کی بغیر اس کے کہ مجھ سے اس کو سنا ہو اور میرے ساتھ باتیں کیں جس طرح کہ انبیا و اوصیا باہم باتیں کرتے ہیں بعد ازاں حالتِ طفولیت کی طرف رجوع کیا۔ پس یہی حال ہے گیارہ اماموں کا اولادِ علیؑ سے پس فرمایا حضرت رسالت نے کہ تم لوگ اہلِ شرک و نفاق کی باتوں سے آزر دہ نہ ہو چونکہ تم صاحبانِ یقین ہو تم کو ان باتوں کی پروا نہیں۔ بعد ازاں دیگر فضائل و مناقب حضرت مظہر العجائب والغرائب کے بیان فرمائے۔ سلمانؑ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا شکر ہے حق تعالیٰ کا کہ ہم رست گاروں سے ہیں حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا بے شک تم رست گاروں سے ہو اور بہشت ہمارے اور تمہارے لیے خلق ہوا ہے۔ جیسا کہ جہنم ہمارے دشمنوں کے لیے خلق ہوا ہے۔

تمکِّنِ امیر المومنینؑ بہ رؤساء اور وزارت و خلافتِ سید المرسلینؑ سنی و شیعہ نے بروایتِ کثیرہ نقل کیا ہے کہ حضرت رسالت پناہ نزولِ وحی کے بعد تین سال تک خاموش تھے۔ یعنی اعلانِ رسالت نہ فرماتے تھے بعد ازاں یہ آیه شریفہ نازل ہوئی۔ وَافْذِرْ عَشِیْرَکَ قُرَیْشَہٗ وَبَقَرَاتِ اٰہْلِ بَیْتِ عَلِیْمِ السَّلَامِ وَرَهْطَکَ مِنْہُمْ

الْمُخْلِصِينَ یعنی اے محمد اپنے رشتہ داروں کو کہ نزدیک ترین ہیں اور گروہِ مخلصین کو ڈرا اور خوفِ آخرت دلا۔ پس حضرت ہدایتِ قوم پر آمادہ و کمر بستہ ہوئے۔ حضرت امیر المومنین کو حکم دیا کہ ایک صاع گندم لے اور نان تیار کر اور ایک ران گوسفند پکا اور ایک پیالے میں دودھ مہیا کر اور تمام اولادِ عبدالمطلب کو امر کر کہ ضیافت کھانے کو خانہ ابوطالب میں جمع ہوں حضرت امیر المومنین نے سب سامان درست کر کے ان کو کہلا بھیجا کہ کل صبح تمھاری دعوت ہے یہ لوگ چالیس مرد یا قدرے کم و بیش تھے۔ ابولہب نے کہا محمد چاہتا ہے کہ طعامِ قلیل سے ہم کو سیر کرے حالانکہ ہر ایک ہم میں سے ایک بکر اسلم کھا جاتا ہے اور ایک بڑا پیالا دودھ کا پی لیتا ہے تب بھی سیر نہیں ہوتا۔ الغرض دوسرے دن سب لوگ خانہ ابوطالب میں جمع ہوئے حضرت کے چچا ابوطالب و عباس و حمزہ و ابولہب بھی وہاں آئے تو سب نے بطریق جاہلیت سلام کیا۔ حضرت نے بہ تحیہ اسلام جواب دیا یہ امر ان کو ناگوار معلوم ہوا اور خلاف اپنے رسم و قاعدہ کے سلام پسند نہ آیا۔ امیر المومنین نے شورے میں روٹی بھگو کر ٹرید بنایا۔ اور دودھ کا پیالہ سب کے آگے لا رکھا حضرت رسولِ خدا نے اپنے دست ہائے مبارک کو کھانے پر رکھا پھر فرمایا بسم اللہ کرو۔ اور بنامِ خدا نوش جان فرماؤ یہ دوسری بات تھی کہ ان لوگوں پر گراں گزری کہ بجائے بتوں کے نامِ خدا کا امر کیا۔ مگر زیادہ بھوکے تھے کھانے میں مصروف ہوئے۔ سب کے سب کھا کر سیر ہو گئے لیکن کھانا ہنوز بدستور موجود تھا۔ اور کچھ اس میں سے کم نہ ہوا تھا۔ حضرت رسولِ خدا چاہتے تھے کہ کلام شروع کریں مگر ابولہب نے سبقت کر کے کہا دیکھا تم نے کہ تمھارے صاحب نے تم پر کیا جادو کیا کہ طعامِ قلیل سے تم کو سیر کر دیا اور کھانا ہنوز باقی ہے چونکہ اس مردود نے حضرت کو چھوٹا اور جادوگر کہا تھا لہذا حضرت نے اس روز کلام نہ کیا یہ لوگ جیسے آئے تھے۔ ویسے ہی لوٹ گئے پس حضرت نے فرمایا علیؑ دیکھا تو نے کہ اس مردود نے کیسی سبقت کی میں نے اسی وجہ سے کلام نہیں کیا۔ تم کل پھر اسی قدر طعام مہیا کرو اور لوگوں کو بلاؤ تاکہ اپنی رسالت کو ان تک پہنچاؤں اور حجت تمام کروں۔ دوسرے روز پھر امیر المومنین نے طعام ترتیب دیا اور اس گروہ نے حسبِ دلخواہ سیر ہو کر کھایا۔ اس وقت حضرت رسولِ خدا نے ارشاد کیا اے اولادِ عبدالمطلب میں گمان نہیں کرتا کہ عرب سے کوئی شخص اپنے قوم و قبیلہ کے لیے ایسی شے لایا ہو جو بہتر ہو اس سے جو میں تمھارے لیے لایا ہوں۔ بہ تحقیق کہ میں بھلائی دنیا اور آخرت کی تمھارے لیے لایا ہوں دنیا میں خزانے کسری و قیصر کے حق تعالیٰ تمھارے لیے کھول دے گا اور آخرت میں جنت اللہ تمھارا مسکن و مقام ہوگا اگر وحدانیتِ خدا اور میری رسالت کا اقرار کرو ایہا الناس اگر میں تم کو خبر دوں کہ تمھارا دشمن اس پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا تاکہ لگا رہا ہے صبح و شام میں تمھارے اوپر آن پڑے تو تم اس امر میں میری تصدیق کرو گے یا جھٹلاؤ گے سب نے کہا کہ تصدیق کریں گے اس لیے کہ تم ہمارے درمیان میں راست گو ہو۔ آپ نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ کسی کا خیر خواہ

اس کے ساتھ دروغ گوئی نہیں کرتا۔ بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو پیغمبری خلائق پر بھیجا ہے اور امر کیا ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیز واقربا کو اسلام کی طرف دعوت کروں اور عذاب آخرت سے ان کو ڈراؤں تم میرے قریبی رشتہ دار ہو جو طعام کہ تم نے ابھی یہاں پر کھایا اس میں میرا معجزہ دیکھ لیا وہ ماندہ بنی اسرائیل سے کمتر نہیں جو اس کو کھا کر مجھ پر ایمان نہ لائے گا۔ حق تعالیٰ اس کو عذاب شدید میں مبتلا کرے گا اے پسران عبدالمطلب تم پر مخفی نہ رہے کہ پروردگار عالم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا۔ الا یہ کہ اس کے اہل سے ایک شخص کو اس کا بھائی دوصی و وارث مقرر نہ فرمایا ہو پس جو کوئی تم میں سے سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے گا وہی میرا بھائی و وارث دوصی و خلیفہ ہوگا اور وہ مرتبہ اس کا ہوگا جو ہارون کو موسیٰ سے تھا۔ پس کون تم میں سے پیش قدمی کرتا ہے میری بیعت پر تاکہ میرا معین و مددگار ہو میرے مخالفوں پر اور میرا بھائی اور دوصی و خلیفہ ہو اور وہی میری طرف سے تبلیغ رسالت کرے اور میرے قرضوں کو ادا اور میرے وعدوں کو وفا فرمائے۔ حضرت اس وقت یہ باتیں کرتے تھے اور حاضرین جو نقش دیوار ساکت تھے جب آپ نے کلام کو تمام کیا تو امیر المومنین اٹھے اور عرض کی میں آپ سے بیعت کرتا ہوں جس شرط پر کہ آپ چاہیں۔ جو حکم آپ کریں گے اطاعت کروں گا۔ حضرت نے فرمایا بیٹھ جا کہ شاید جو لوگ سن میں تجھ سے بڑے ہیں ان میں سے کوئی اٹھے اور دوبارہ اس کلام شریف کا اعادہ فرمایا۔ مگر سب خاموش تھے کشف الغمہ میں ہے کہ ابوطالب نے مصلحت نہ جانا کہ برملا اظہار اسلام کر کے بیعت کریں کہ مبادا لوگ ان سے منحرف ہو جائیں اور ان کی قوت و شوکت گھٹ جائے اور آپ کی حمایت و حفاظت اچھی طرح نہ کر سکیں۔ علیٰ ہذا جزۃ و جعفر و عباس وغیرہ کہ بہ دل اس طرف مائل تھے عداوت قریش کے سبب خاموش رہے۔ باقی اپنے کفر پر مصرتھے۔ پس ابوطالب نے کہا اے فرزند جو کچھ تم کہتے ہو راست و درست ہے۔ الا میں مردن رسیدہ ہوں میری عمر تمام ہو چکی میری خدمت یہ ہے کہ شر اعدا سے تمھاری حفاظت کروں تم جس بات پر حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو اس میں مشغول رہو۔ غرض امیر المومنین پھر اٹھے اور وہی کلمات عرض کیے جو پیشتر عرض کیے تھے۔ تیسری مرتبہ حضرت رسول خداؐ نے علیؑ مرتضیٰ کو اپنے قریب بلایا اور ان سے بیعت لی اور آپ دہان مبارک اپنا ان کے منہ پر ڈالا۔ اور درمیان دو بازو اور سینہ کے چھڑکا ابولہب نے کہا خوب بدلا دیا تو نے اپنے بھائی اور اپنے ابن عم کو جس نے تیری اجابت کی کہ اس کا منہ تہوک سے بھر دیا۔ حضرت نے فرمایا بلکہ میں نے اس کو علم و حلم و فہم سے مملو کیا ہے۔ بروایت ابوالفداء امیر المومنین نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں آپ کے دشمنوں کے نیزہ لگاؤں گا اور آنکھیں ان کی پھوڑوں گا اور شکم ان کے چاک کروں گا اور ٹانگیں ان کی قطع کروں گا اور آپ کا وزیر ہوں گا۔ حضرت نے علیؑ مرتضیٰ کی گردن پر دست مبارک رکھ کر ارشاد کیا کہ یہ ہے میرا بھائی اور دوصی اور میرا خلیفہ تمھارے درمیان اس کی سنو اور اطاعت

کرو یہ سن کر سب لوگ از روئے تسخر ہنس کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالبؑ سے کہنے لگے کہ اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت قبول کرو تم کو یہ حکم ہوا ہے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب ارشاد میں بعد نقل روایت ہذا فرماتے ہیں کہ یہ ایک منصب عظیم الشان ہے۔ مخصوص امیر المومنینؑ کے لیے کہ کسی مہاجر و انصار و دیگر مسلمان کو اس میں دخل و شرکت نہیں اور کوئی اس اونچے مقام میں آنحضرتؐ کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ حدیث سے نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت رسول خداؐ آنحضرتؐ کی وجہ سے تبلیغ رسالت و اجرا اسلام و اظہار دعوت پر متمکن ہوئے۔ اگر امیر المومنینؑ نہ ہوتے تو اثبات ملت و استقرار شریعت و اظہار رسالت کی کوئی صورت نہ تھی۔ پس علی علیہ السلام ناصر اسلام و وزیر داعی الی الاسلام حکم ایزد علام ہیں حضرت رسولؐ نے آپ کی ضمانت و حمایت سے امور رسالت کو تمام کیا۔ پس یہ ایک فضیلت ہے کہ پہاڑ اس کے ہم وزن نہیں ہو سکتے اور اس کی قدرو منزلت جملہ فضائل و مناقب سے بڑھ کر ہے۔ معراج: معراج جسمانی حضرت رسالت پناہ کو بنا بر مشہور قبل ہجرت مکہ معظمہ میں ہوئی جبریل امینؑ براق بہشت آپ کے واسطے لائے اور اس پر سوار کر کے پہلے بیت المقدس پھر بیت المعمور پر لے گئے۔ سات آسمان عرش و کرسی کی سیر فرمائی اور ارج انبیاء و اہل ملاء اعلیٰ سے ملاقات کی۔ بہشت و دوزخ کا معائنہ کیا۔ اعلیٰ مراتب قرب و نزدیکی حضرت باری تعالیٰ کو پہنچنے مرتبہ قاب قوسین او ادنیٰ پر فائز ہوئے۔ شرف مکالمہ و مناجات رب الارض و السموات سے مشرف ہوئے۔ پھر اسی رات کو مکہ مشرفہ کو واپس تشریف لائے۔ یہ قصہ بہت طول طویل ہے۔ اس کتاب میں چونکہ مقصود بیان حالات امیر المومنینؑ ہے۔ اس لیے یہاں پر اس سے چند روایتیں نقل ہوتی ہیں جو آنحضرتؐ سے علاقہ رکھتی ہیں۔ اور جن سے شرف و بزرگواری آپ کی ظاہر ہے۔ واضح رہے کہ شب معراج حق تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ کو خلافت و امامت امیر المومنینؑ کی تاکید بلخ فرمائی اور مراتب و مدارج آنحضرتؐ کے ضمن مراتب و مدارج حضرت خاتم المرسلینؐ پہلے سے زیادہ ظاہر و روشن ہوئے۔ مروی ہے کہ حضرت رسول خداؐ کسی آسمان سے نہیں گزرتے تھے الا یہ کہ فرشتے وہاں کے آنحضرتؐ پر سلام کرتے اور حال امیر المومنینؑ ان سے دریافت کرتے۔ اور کہتے کہ جب آپ واپس دنیا میں جائیں تو سلام و نیاز ہمارا آنحضرتؐ کو پہنچائیں حضرت رسول خداؐ نے پوچھا کیا تم علی بن ابی طالبؑ کو پہچانتے ہو فرشتوں نے کہا کیوں کر نہ پہچانیں آنحضرتؐ کو حالانکہ حق تعالیٰ نے بروز السبتؑ تمہارا اور آنحضرتؐ کا بیان ہم سے لیا ہے۔ پس ہم ہمیشہ تم پر اور آنحضرتؐ پر صلوات بھیجتے ہیں۔ محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ نے بسند معتبر روایت کیا ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب مجھ کو آسمان پر لے گئے اور سدرة المنتہی سے گزر کر حجاب ہائے نور تک پہنچا اور شرف مناجات و ہم کلامی جناب ایزدی پر فائز ہوا تو اس وقت ارشاد ہوا یا محمدؐ میں نے کہا لَبِیک اے میرے پروردگار وَ سَعْدُ لَکَ میں تیرا بندہ ہوں

اور تو بابرکت و بلند رتبہ ہے۔ پس فرمایا حق سبحانہ نے جان تو کہ علی بن ابی طالبؑ امام و پیشوا ہے میرے دوستوں کا اور نور ہے میرے اطاعت کرنے والوں کے لیے اور وہ ہے کلمہ کہ لازم کیا ہے میں نے اس کو اہل تقویٰ و پرہیزگاری پر۔ پس جس نے اطاعت علیؑ کی اس نے گویا میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ پس اس کو خوشخبری دے اس مرتبہ جلیل کی۔ حضرت رسول خداؐ زمین پر تشریف لائے تو بشارت دی علیؑ کو اور جو کچھ حق تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا تھا۔ سرسراں سے بیان کیا۔ امیر المومنینؑ نے کہا یا رسول اللہ میری قدر اس درجہ کو پہنچی ہے کہ ایسے مکانِ برتر میں مجھ کو یاد کریں حضرت نے فرمایا البتہ اے علیؑ اپنے پروردگار کا شکر بجا لاؤ۔ پس وہ حضرت سجدہ شکر جناب باری عزاسمہ کے لیے جھکے۔ پس حضرت رسول خداؐ نے فرمایا اے علیؑ سجدہ سے سر اٹھا کہ حق تعالیٰ تیرے سبب سے اپنے ملائکہ پر فخر و مباہات کرتا ہے۔ اور خاصہ و عامہ (۱) روایت کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ نے فرمایا یا علیؑ میں نے شبِ معراج تیرا نام چند مقاموں میں اپنے نام کے ساتھ مقرون پایا پس بہ نظر غور و تامل اس کو دیکھا۔ اول جب کہ میں بیت المقدس پہنچا تو وہاں صحرہ (سنگِ عظیم) پر لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اَیَّدْتُهُ بوزیرہ کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدائے عزوجل کے اور محمد رسول اس کے ہیں تائید کی ہے میں نے ان کی ساتھ ان کے وزیر کے میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ میرا وزیر کون ہے انھوں نے کہا علی بن ابی طالبؑ دوسرے جب سدرۃ المنتہی سے گزر کر عرشِ معلیٰ پر پہنچا تو لکھا دیکھا انی انا اللہ لا الہ الا انا محمد حبیبی من خلقی ایدتہ بوزیرہ و نصرتہ بوزیرہ بہ تحقیق کہ میں ہوں خدائے بزرگ و برتر اور محمد میرے حبیب ہیں میری خلاق سے نصرت و تائید کی ہے میں نے ان کی ساتھ ان کے وزیر کی۔ تیسرے جب کہ داخل جنت ہوا تو دروازہ جنت پر دیکھا کہ تحریر ہے لا الہ الا انا محمد حبیبی من خلقی ایدتہ بوزیرہ و نصرتہ بہ بروایت دیگر ساتویں آسمان پر پہنچا تو لکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالبؑ امیر المومنینؑ۔ اور جب حجابِ ہائے نور پر پہنچا تو اسی عبارت کو لکھا دیکھا۔ اور فرمایا حضرت رسول خداؐ نے کہ جب شبِ معراج میں پہلے آسمان پر پہنچا تو ایک سفید محل چاندی کا دیکھا کہ دو فرشتے اس کے دروازے پر موکل تھے جبرئیل نے میرے اشارے سے ان سے پوچھا کہ یہ قصر کس کا ہے انھوں نے کہا کہ ایک جوان کا، فرزندِ انِ ہاشم سے۔ آسمان دوم پر پہنچا تو ایک قصر طلائی سرخ کا نظر آیا وہاں بھی دو فرشتے درِ قصر پر موجود تھے۔ ان سے حال مالکِ مکان کا دریافت کیا تو وہی جواب پایا جو پہلے آسمان پر ملا تھا کہ ایک

(۱) یہ روایت کتابِ مودۃ القربی میر سید علی ہمدانی میں درمیان مودۃ تائید کے بھی مذکور ہے ۱۲۔ سنہ غنی عندہ۔

جوان ہاشمی کا ہے۔ تیسرے آسمان پر قصر یا قوت سرخ کا، چوتھے پر مردار بد سفید کا، پانچویں آسمان پر مردار بد زرد کا، چھٹے پر قصر مردار بد سبز کا تھا، دودھ فرشتے ہر ایک کے دروازے پر بدستور متعین تھے، ساتویں آسمان پر ایک محل دیکھا کہ اس کی بنیاد نور عرش الہی سے تھی دودھ فرشتے اس کے دروازے پر بھی نگہبان تھے سب جگہ جبرئیل میرے کہنے سے صاحبِ قصر کا حال ان فرشتوں سے دریافت کرتے اور وہی جواب سنتے تھے جو پہلے اور دوسرے آسمان پر سنا تھا۔ پس اس مقام سے اوپر گیا تا انیکہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا وہاں سے جبرئیل مجھ سے علیحدہ ہو گئے میں نے کہا اے جبرئیل مجھ کو ایسی جگہ تنہا چھوڑتے ہو۔ کہا بحق اس خداوند جلّ وعلا کے جس نے تم کو براستی پیغمبری پر بھیجا ہے کہ یہ مکان جہاں تم پہنچے ہو کوئی نبی مُرسل و مُلکِ مقرب یہاں تک نہیں آیا۔ مجھ کو طاقت نہیں کہ ذرا اس سے آگے بڑھوں پس تم کو سپرد بخدا کرتا ہوں پس میں دریائے نور میں داخل ہوا اور امواجِ عظمت و جلال مجھ کو نور سے ظلمت اور ظلمت سے نور کی طرف لے جاتی تھیں تا انیکہ حق تعالیٰ نے اپنے ملکوت سے اس مقام پر ایستادہ کیا جہاں کہ منظور الہی تھا وہاں آواز آئی کہ اے احمد میری خدمت میں کھڑا ہو۔ رعب سے اس آواز کے لرزہ میرے بدن میں پڑ گیا اور قالبِ آلودگی دنیا سے خالی کیا دوبارہ آواز آئی اے احمد میں نے بموجب الہام ربانی عرض کی لَئِنَّكَ وَسَخْدِيكَ نَدَا آتَىٰ خَدَاوَنَدُ جَلِيلٍ تَجْهَ كُوسَلَامٍ پہنچاتا ہے۔ میں نے کہا وہ جل شانہ سلام ہے اور اسے سلام ہے اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں سلام سب کے۔ پس شرف مکالمہ و مناجات حضرت قاضی الحاجات سے مشرف ہوا اور ارشاد ہوا کہ زمین پر تو نے کس کو اپنا وصی و جانشین مقرر کیا میں نے عرض کی اپنے پسر عم علی بن ابی طالب کو سات مرتبہ ملکوتِ اعلیٰ سے آواز آئی کہ اے احمد علی بن ابی طالب کے ساتھ بہتر سلوک کر اور اس کی حرمت کو نگاہ رکھ پس دیکھا میں نے کہ ساقی عرش پر لکھا ہے کہ کوئی معبود نہیں میرے سوا اور محمد رسول و پیغمبر میرا ہے قوت بخشی میں نے اس کو ساتھ علی بن ابی طالب کے پس ارشاد ہوا کہ اے احمد میں نے تیرا نام اپنے نام سے اشتقاق کیا ہے میں ہوں خداوند حمید محمود اور تو محمد ہے اور تیرے ابن عم کا نام اپنے نام سے نکالا ہے میں علی اعلیٰ ہوں اور وہ علی ہے، اے ابوالقاسم مراجعت کر در آنحالیکہ ہدایت یافتہ و ہدایت کنندہ ہے۔ خوشحال تیرا اور اس کا جو تجھ پر ایمان لائے۔ اور تصدیق تیری کرے حضرت رسول فرماتے ہیں کہ میں پھر دریائے نور میں غوطہ زن ہوا کہ موجیں اس کی مجھ کو نیچے لاتی تھیں حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ میں جبرئیل کے پاس پہنچا۔ اور جو جو باتیں قابل بیان تھیں ان سے بیان کیں۔ جبرئیل نے کہا تم کو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو بلفظِ ابوالقاسم کس لیے خطاب کیا میں اس کے جواب میں متاثر تھا کہ صدا آئی کہ ہم نے ابوالقاسم تجھ کو اس لیے کہا کہ تو ہماری رحمت کو بروز قیامت ہمارے بندوں میں تقسیم کرے گا۔ پس جبرئیل نے کہا گوارا ہو تم کو اے محمد کرامت اپنے پروردگار کی، قسم بخدا، اے حبیب میرے کہ جو

کرامتِ تم کو عطا ہوئی ہے، کسی کو اس سے پہلے عطا نہیں ہوئی پس جبرئیل میرے ساتھ ہوئے اور میں نے دنیا کی طرف مراجعت کی ساتویں آسمان پر اس قصرِ نورانی کے پاس گزر ہوا تو جبرئیل سے کہا کہ نام اس جوان ہاشمی، صاحبِ قصر کا اس فرشتے سے دریافت کر فرشتے نے کہا وہ ہر محمد مصطفیٰ علی مرتضیٰ ہے۔ اسی طرح ہر قصر کے پاس پہنچ کر نام دریافت کرتا تھا اور یہی جواب سنتا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ نے ندا کی اے محمدؐ تو بندہ میرا ہے اور میں پروردگار تیرا ہوں پس خضوع و خشکی کر میرے لیے اور عبادت و بندگی میری بجالا اور اعتماد کر مجھ پر اور بجز میرے کسی پر اعتماد و بھروسہ نہ کر بہ تحقیق کہ میں نے تجھ کو چنا اور پسند کیا ہے تاکہ میرا بندہ و حبیب و رسول و پیغمبر ہو۔ اور تیرے بھائی علیؑ کو چنا اور پسند کیا تاکہ خلیفہ و مقرب ہو پس وہی حجت میری ہے میرے بندوں پر اور پیشوائے خلق ہے تیرے بعد اس سے پہچانے جاتے ہیں دوست و دشمن میرے اور جدا ہوتا ہے لشکرِ شیطان کا، میرے لشکر سے برپا ہوگا اس سے دین میرا اور محفوظ ہوں گے حدود اور جاری ہوں گے احکام اور بہ سبب تیرے اور اس کے اور اماموں کے اس کے فرزندانوں سے میں اپنے بندوں اور کینروں پر رحم کروں گا اے محمدؐ جو متابعت کرے تیری پیدا کیا ہے میں نے بہشت کو اس کے واسطے جیسا کہ جہنم کو تیرے مخالفوں کے لیے پیدا کیا۔ اور واجب کیا ہے میں نے اپنی کرامت کو تیرے لیے اور ان کے دوستوں اور شیعوں کے واسطے واجب کیا میں نے ثواب اپنا۔ حضرت رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ عرض کی میں نے پروردگار میرے مجھ کو نام ان اوصیا کے تلقین فرما تاکہ ان کو پہچانوں ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ تیرے اوصیا وہ لوگ ہیں کہ نام ان کے ساقی عرش پر لکھے ہیں پس نظر کر اور دیکھ ان کو جب میں نے ساقی عرش کی طرف نگاہ کی تو بارہ نور نظر آئے ہر ایک نور میں ایک سطر سبز تھی اس میں ہر ایک وحی کا نام تحریر تھا پہلا نام ان میں علی بن ابی طالبؑ اور آخری مہدی ہادی صلوات اللہ علیہ کا تھا پس فرمایا باری تعالیٰ نے اے محمدؐ یہ ہیں دوست میرے، اور برگزیدہ میرے، اور حجت میری، میرے بندوں پر، تیرے بعد، اور اوصیا و خلفا میرے ہیں، اور بہترین خلق ہیں۔ قسم ہے مجھ کو اپنے عزت و جلال کی کہ میں اپنے دین کو ان سے ظاہر کروں گا اور اپنے کلمہ کو ان سے بلند گردانوں گا۔ اور آخر ان میں سے کہ مہدی ہے اس کے ذریعہ زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک و صاف کروں گا، مشرق و مغرب پر اس کو تسلط بخشوں گا، ہوگا اس کا مسخر کروں گا، اور ابرہائے تیز و تند کو اس کا مطیع فرماؤں گا۔ تاکہ اس پر سوار ہو اور آسمان وزمین میں جس جگہ چاہے جائے اور مدد کروں گا اس کی اپنے لشکروں سے، پس اس کی سلطنت و امامت کو جاری رکھوں گا۔

وفاتِ ابوطالب علیہ السلام: منقول ہے کہ جب وقتِ وفات حضرت ابوطالبؑ کا نزدیک آیا تو آپ نے اپنے

دو بیٹوں جعفر و عقیلؑ اور اپنے حقیقی بھائیوں اور چچا زاد بھائیوں کو اپنے پاس بلایا اور وصیت کی کہ جناب رسولِ خداؐ کا خیال رکھیں اور حق اطاعت ان کا اور علیؑ مرتضیٰ کا بجالائیں اور سب نیک کاموں کی ترغیب دلائی اور بری باتوں سے اجتناب کرنے کا حکم دیا بعد ازاں جناب سرورِ کائناتؑ اور امیر المومنینؑ کو بلایا اور اپنے سینہ سے لگا کر کہا، قسم بخدا کہ مجھ پر تمھاری جدائی نہایت شاق ہے میرے بعد کون تمھاری پرستاری کرے گا؟ پھر سب کو کہا کہ میں تم کو حمایت و حفاظتِ خدا میں سوچتا ہوں وہی تمھاری اعانت فرمائے گا اُس سے بہتر کوئی اپنے بندوں کا حافظ و نگہبان نہیں، بعد ازاں آنکھیں بند کر لیں اور پاؤں پھیلا دیئے اور حالتِ احتضار آنحضرتؐ پر طاری ہوئی، خویش و بیگانے تمام اس غمِ جان کا نگاہ پر گریاں تھے حضرت سرورِ کائناتؑ کہتے تھے اے فرشتگانِ رحمت نرمی و مدارا کرو قبضِ روح میں، میرے چچا کی، جو بجائے باپ کے میری سرپرستی کرتے تھے۔ پس روح ابوطالبؑ کی روضہ رُضوان کو پرواز کر گئی جملہ حاضرین نے تجھیر و تکفین کر کے اس جناب کو دفن کیا۔ حضرت رسولِ خداؐ بکمالِ درد و الم بادیہ و پرہم فرماتے تھے اے چچا کیا جلدی تمھاری موت آئی رحمتِ خدا ہو تم پر روزِ ولادت و بروزِ حشر جب کہ تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے۔ عمر ابوطالبؑ کی، بوقتِ وفات، بنا بر مشہور اسی سال تھی اور عمر امیر المومنینؑ کی اس وقت بیس سال تھی، اس سے تیسرے روز بروایت بعد از یک ماہ یا تین ماہ حضرت خدیجہؑ نے رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا اور عمر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اس وقت چھیا سٹھ سال کی تھی۔ یہ دوصدمے عظیم حضرت رسولِ خداؐ کو پے در پے پہنچے اور آپؐ نے اسی سبب سے اس سال کا نام عام الحزن رکھا کیوں کہ چچا و زوجہ دو ناصر و مددگارِ ہدم و غمخوار آنحضرتؐ کے اس سال میں راہی ملکِ بقاء ہوئے بعد اس کے زیادہ عرصہ آپؐ مکہ میں نہ ٹھہر سکے اور جو ٹھہرے وہ بھی بکمالِ شدت و پریشانی ٹھہرے۔

مولف کہتا ہے کہ قبرِ مبارک حضرت ابوطالبؑ و جناب خدیجہ الکبریٰ کی مکہ، میں اب تک بے گنبد تھی ہمارے اس زمانے سے کچھ پیشتر یعنی اواسط تیرہویں صدی ہجری میں جناب مغفرت مآب مرزا جعفر علی فصیح لکھنوی نے کہ آخرا یام حیات میں ہجرت کر کے مکہ معظمہ کو چلا گئے تھے بکمالِ جانفشانی مومنین خالصین کو ترغیب و تحریص کر کے ان دونوں قبروں کے گنبد تعمیر کرائے گویا تمام شیعوں پر ہذلِ احسان کیا، اب مومنین نزدیک و دور آنحضرات کی زیارت سے مستفید ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ بعوض اس کارِ خیر کے مرزا صاحب مرحوم کو جنت الخلد میں گھر عطا فرمادے واقعی بہت بڑا کام کیا ہے۔

بطحی سے یثرب کی طرف جناب رسولِ خداؐ و علیؑ المرتضیٰ کی ہجرت کا ذکر اور جرأت و جانثاری حضرت علیؑ کی : جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ حضرت ابوطالبؑ کہ ایک سردارِ صاحبِ جاہ و رفعت و بارعب

شخص تھے، رحمتِ خدا کی طرف انتقال کر گئے تو مکہ میں کوئی ناصر و مددگار رسولِ مختار کا باقی نہ رہا مگر وہ حضرت باوجود اس کے بھی اداۓ فرائض رسالت میں سرمو کو تابی روانہ رکھتے تھے۔ اعلانِ دین و اشاعتِ اسلام و ہدایتِ انام میں بدستور ساعی و سرگرم تھے۔ اہل مکہ کو بکمالِ دل سوزی، وحدانیتِ خدا اور اپنی رسالت کی طرف دعوت کرتے اور حج کے دنوں میں جو لوگ باہر سے آتے ان کو راہِ راست دکھاتے تھے۔ تاہیکہ رفتہ رفتہ حقانی نورِ دوام مکہ پر چمکنے لگا اور قریش کچھ آپ کی صدق و راستی کے قائل اور ایک ایک دودوان میں سے حلقہٴ اسلام میں داخل ہونے لگے ادھر شرفاً قبیلہٴ اوس و خزرج (۱) مکہ مدینہ نے کہ بعد کو انصار دین کہلائے مکہ آ کر اسلام قبول کر لیا۔ یہ حالات بالطبع قریش کے غیظ و غضب کے باعث ہو کر طرح طرح سے آنحضرتؐ کو اور آپ کے اصحاب کو ایذا و آزار دینے لگے۔ حتیٰ کہ مکہ کا قیام آپ پر تنگ آیا اور جو رجوعاً قریش سے افسردہ ورنجیدہ ہوئے پس حق تعالیٰ نے وحی کی کہ اے محمدؐ اس شہر سے باہر چلے جاؤ کہ باشندے یہاں کے سخت ستم گار ہیں۔ اور مدینہ کی طرف ہجرت فرماؤ کہ وہ لوگ تیری نصرت کو آمادہ و تیار ہیں۔

روایت ہے کہ قریش کو جب کوئی ہمِ عظیم درپیش ہوتی تو ایک مکان تھا جس کو دارالندوہ (کمیٹی گھر) کہتے تھے اس میں شوریٰ کے لیے جمع ہوتے، مقرر تھا کہ چالیس سال سے کمتر کا کوئی آدمی اس مجلس میں داخل نہ ہونے پاتا تھا، پس جب کہ دیکھا کہ حضرت رسولؐ کا کام دن بدن ترقی پر ہے اور اہل مدینہ بھی آپ کے حلقہٴ اطاعت میں داخل ہو گئے تو وہ طیش میں آ کر دارالندوہ میں اکٹھے ہوئے۔ ہر قبیلہ سے ایک شخص سن رسیدہ و تجربہ کار نکل کر چالیس مرد، وہاں فراہم آئے، اس وقت شیطانِ لعین بصورتِ ایک مردِ پیر کے دروازہٴ مکان پر آباد رہا، انہوں نے اس کو روکا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں ایک مرد جہاں دیدہ بخند سے ہوں میں نے سنا ہے کہ تم لوگ اس مرد (محمد مصطفیٰ) کے دفع کے لیے جمع ہوئے ہو، آیا ہوں کہ تم کو اپنی رائے صائب سے نفع پہنچاؤں۔ دربان نے اجازت دی شیطان اندر گیا جب سب لوگ اپنے اپنے مرتبہ و مقام پر بیٹھ گئے ابو جہل اٹھا۔ اور کہا اے معشرِ قریش ہم لوگ ملکِ عرب میں ایک خاص توقیر سے ممتاز ہیں ہم مجاورانِ خانہٴ خدا ہیں کہ اطرافِ عالم سے لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں سال میں دو مرتبہ حج و عمرہ کی تقریب سے خلائق کا یہاں ہجوم ہوتا ہے ہماری عزت و آبرو تمام کی نظروں میں مُسلم ہے کسی کی مجال نہیں کہ حرمِ محترم میں ہماری طرف آنکھ بھر کر دیکھ سکے جنگ و جدال کرنا تو کیسا، پس ہم اس شرف و فضیلت کے سزاوار ہیں، اور تھے، حتیٰ کہ محمد بن

(۱) اوس و خزرج انصار کے دو بڑے اور مشہور قبیلے ہیں حضرت امیرؓ ان کی مدح میں فرماتے ہیں: **الاولوس والخزرج القوم الدین ہم اؤوا فاعطو فوق ماؤہبو** یعنی اوس و خزرج وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو پناہ دی اور ان کو اس سے بڑھ کر عطا ہوا جتنا کہ انہوں نے بخشا تھا۔ ۱۲۔

عبداللہ نے ہمارے درمیان نشوونما پائی ہم بوجہ اس کی صلاح و تقویٰ و امانت و دیانت کے اس کو امین کے نام سے پکارتے تھے اور وہ ہم میں عزیز و گرامی تھا حتیٰ کہ دعویٰ کیا کہ میں رسول و فرستادہ خدا ہوں اور آسمانی خبریں میرے پاس آتی ہیں پس وہ ہم کو احمق ٹھہرانے لگا اور ہمارے نوجوانوں کو فاسد کرنے اور ہماری جماعت کو پراگندہ کرنے لگا۔ اب کہتا ہے کہ ہمارے بزرگ اسلاف تمام آتش جہنم میں ہیں ہم کو کوئی بات اس سے زیادہ ناگوار نہیں اور ہم ہر طرح اس کے دفعیہ کے خواست گار ہیں میں نے اس کے قتل کی یہ تدبیر سوچی ہے کہ ایک مرد کو اپنے درمیان سے انتخاب کریں کہ وہ خفیہ جا کر اس کو قتل کرے جب بنی ہاشم اس کے خون کا دعویٰ کریں تو ہم ان کو دس گنا خون بہا دے کر راضی کر لیں۔ شیطان لعین کہ شیخ نجدی کے لباس میں حاضر مجلس تھا یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا یہ رائے دور از صواب ہے کوئی تم میں ایسا نہیں کہ اس کام میں اپنی جان دینا گوارا کر سکے اس لیے کہ بنی ہاشم کبھی راضی نہ ہوں گے کہ محمدؐ کا قاتل زمین پر زندہ رہے وہ اپنے ہم سوگندوں بنی خزاعہ سے امداد طلب کریں گے اور جنگ عظیم تمہارے درمیان برپا ہوگی اور حرم خدا میں وہ کشت و خون ہوگا کہ اب تک کبھی نہ ہوا تھا پس عاص ابن وائل و امیہ بن خلف و ابی بن خلف نے کہا کہ ہم ایک مکان محکم بنائیں۔ اس میں سوراخ رکھیں اور محمدؐ کو اس میں داخل کر کے دروازہ مسدود کر دیں اور اس کی آب و خورش اس میں ڈال دیں وہاں اپنی موت سے مر جائے گا جیسے کہ زہیر و نابغہ و امرا القیس ہلاک ہوئے۔ شیخ نجدی نے اس کو ناپسند فرمایا پھر عتبہ و شیبہ و ابوسفیان نے کہا کہ اس کو اپنے شہر سے نکال دیں اور اپنے خداؤں کی عبادت میں مشغول ہوں۔ یہ صلاح بھی رد کر دی گئی۔ پس جملہ حاضرین حیران تھے سب نے شیطان سے کہا اے شیخ تو اپنی رائے بیان کر اس نے کہا میری صلاح یہ ہے کہ قبائل قریش کے ہر ایک قبیلہ سے اور نیز قبائل عرب سے جو تمہارے ساتھ اتفاق کریں ایک ایک آدمی لو اور ایک مرد بنی ہاشم سے بھی تمہارے ہمراہ ہو پس سب مصلح ہو کر ایک بار محمدؐ پر جا پڑو اور اس کو قتل کر ڈالو کہ اس طرح سے اس کا خون تمام قبائل میں منتشر ہو جائے گا اور بنی ہاشم کسی خاص ایک شخص سے اس کا دعویٰ نہ کر سکیں گے کیوں کہ تمام قبائل سے مقابلہ کرنا ان کی طاقت سے باہر ہے پس اس وقت اگر دیت طلب کریں گے تو ایک یا دو زیادہ سے زیادہ تین دیت ان کو دے دینا۔ اس رائے پر سب نے اتفاق کیا اور بموجب ایک روایت کے یہ صلاح ابو جہل نے پیش کی تھی اور شیطان نے اس کو پسند کیا تھا۔ بہر حال یہ تجویز پختہ ہو کر مجلس برخواست ہوئی اور ابو لہب کو بنی ہاشم میں سے اپنے ساتھ ملایا اور ارادہ کیا کہ رات کے وقت بیت الرسالت پر چڑھائی کریں پس حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے مکرو حیلہ سے آگاہ کیا اور یہ آیت شریفہ نازل ہوئی **وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ لَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ** یعنی جب کہ مکر کیا

تجھ سے کافروں نے تاکہ تجھ کو مکان میں قید کریں یا قتل کر دیں یا مکہ سے باہر نکال دیں پس رات ہوئی تو بموجب قرار داد جمع ہو کر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔

منقول ہے کہ جبریل نے حضرت رسول خدا کو مشورہ قریش سے آگاہ کیا اور جامپ حق تعالیٰ سے ہجرت پر مامور فرمایا تو آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو طلب کر کے کہا یا علی قریش نے میرے قتل پر اتفاق کیا ہے پس حق تعالیٰ نے مجھ کو ہجرت کا حکم دیا ہے میں آج شب کو غار ثور کو جاؤں گا تم کو حکم ہے کہ میری خواب گاہ میں لیٹ جاؤ تاکہ وہ لوگ نہ جانیں کہ میں چلا گیا ہوں پس تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میرے آپ کی جگہ لیٹنے سے آپ سلامت رہیں گے فرمایا البتہ امیر المومنینؑ یہ سن کر شاد و خنداں ہوئے اور آنحضرتؐ کی سلامتی اور اپنی جان ثاری پر سجدہ شکر بجالائے چنانچہ اسی وجہ سے وہ حضرت اس امت میں سب سے پہلے سجدہ شکر کرنے والے اور پیشانی کو راہِ خدا میں زمین پر رکھنے والے مشہور ہوئے پھر عرض کی آپ مع الخیر تشریف لے جاویں میں خدمت کے لیے بجان و دل حاضر ہوں۔ اور توفیق چاہتا ہوں حق تعالیٰ سے بروایت دیگر حضرت نے فرمایا یا علی آ یا راضی ہے کہ کفار مجھ کو طلب کریں اور نہ پائیں اور تجھ کو میری جگہ پر پائیں اور قتل کر دیں امیر المومنینؑ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ میں راضی ہوں کہ میری جان اور روح آپ پر فدا ہو بلکہ راضی ہوں کہ آپ کے بھائی بند عزیز قریب اور اس حیوان پر بھی جو آپ کے کار آمد ہو اپنی جان فدا کروں میں زندگی صرف اس لیے چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت کروں اور آپ کی امر و نہی بجالاؤں آپ کے دوستوں کی اعانت اور دشمنوں پر جہاد کروں ورنہ میں ایک ساعت زندگانی دنیا نہیں چاہتا پس حضرت نے فرمایا اے علی یہ باتیں جو تو نے کہیں تجھ سے پیشتر ملائکہ موکاہان لوح محفوظ نے مجھ سے نقل کیں کہ تو ان کو کہے گا اور نیز انھوں نے کہا کہ حق تعالیٰ اس سبب سے وہ ثواب تجھ کو کرامت کرے گا جو نہ کسی کان نے سنے نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی دل پر گزرے ہوں گے پھر فرمایا یا علی خدائے تعالیٰ تجھ پر میری شبابہت ڈالے گا میری چادر سبز اوڑھ کر میری جائے خواب پر لیٹ جاؤ بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کا بقدران کے درجات کے امتحان کرتا ہے اول پیغمبروں کا امتحان کیا ہے اور میرا امتحان تیرے باب میں کیا ہے جیسا کہ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا امتحان فرمایا تھا پس دشمنوں کی تلواروں کے نیچے تجھ کو لٹانا میرے نزدیک ابراہیم کے اسماعیل کو ذبح کے لیے لٹانے سے بزرگ تر ہے اور تیرا طبیب خاطر اس پر راضی ہونا اسماعیل کے اپنے پدر مہربان کی چھری کے نیچے لیٹ جانے سے عظیم تر۔ پس صبر کر اے برادر کہ رحمت خدا نیکوکاروں کے نزدیک ہے پس حضرت نے ان کو سینہ سے لگایا اور رقت اس جناب پر طاری ہوئی امیر المومنینؑ بھی آپ کی مفارقت سے بہت گریاں ہوئے۔ پس رسول خداؐ نے آپ کو سپرد بخدا کیا اور جبریل کے

ساتھ باہر آئے قریش اس وقت گھر کے گرد محاصرہ کیے کھڑے تھے آپ نے سورہ یٰسین کو تلافیٰ لایا **لَا يُبْصِرُونَ** تلاوت کیا اور ایک مشیت خاک اٹھا کر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا **شَهِتَ الْوُجُوهُ** کہ بگڑ جائیں یہ چہرے جو اپنے پیغمبر کے ساتھ ایسی بے حیائی سے پیش آئیں حق تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو بند کر دیا کہ وہ حضرت ان کے درمیان سے صاف نکل گئے اور قریش اپنے سروں سے خاک جھاڑتے رہ گئے منقول ہے کہ جن لوگوں کے سروں پر یہ مشیت خاک پہنچی وہ سب بروز جنگ بدر مارے گئے پس حضرت رسول خدا غار ثور کی طرف متوجہ ہوئے راستہ میں حضرت ابو بکرؓ نے حضرت کو جاتے دیکھا کچھ سوچ سمجھ کر آپ کے پیچھے ہو لیے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت بکمان اس کے کہ کفار قریش سے کوئی آتا ہے تیز و تند چلے اور پائے مبارک ایک پتھر پر لگا اور مجروح ہو کر خون اس سے رواں ہوا اور تسمہ جوتی کا ٹوٹ گیا حضرت ابو بکرؓ قریب حضرت کے پہنچے اور ساتھ ہو گئے ابن ابی ہالہ بھی ساتھ گیا تھا مگر اس کو کسی کام کے لیے واپس کیا اور آپ مع حضرت ابو بکرؓ داخل غار ہوئے۔

اب حضرت امیر المومنینؑ کا حال سنئے: وہ جناب رسول خداؐ کی سبز چادر اوڑھے لیٹے تھے چونکہ دیواریں مکان کی بہت بلند نہ تھیں کفار قریش باہر سے آپ کو دیکھتے اور گمان کر کے کہ حضرت رسول خداؐ ہیں پتھران کی طرف پھینکتے تھے پس آیہ شریفہ **وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْفِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ** آپ کی شان میں نازل ہوئی۔ ترجمہ آدمیوں سے وہ شخص ہے جو اپنی جان کو طلبِ رضا و خوشنودی حق تعالیٰ کے لیے فروخت کرتا ہے سنی و شیعہ نے روایت کی ہے کہ آیہ مذکورہ حضرت امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ثعلبی و احمد حنبل وغیرہ مفسران و محدثان سنیان و نیز مفسران و محدثان شیعہ نے نقل کیا ہے۔

خداوند تعالیٰ کا امیر المومنینؑ پر ملائکہ مقربین کے سامنے فخر کرنا: اس رات کو جب کہ امیر المومنینؑ خواب گاہ رسالت پناہ میں لیٹے تو حق تعالیٰ نے جبریل و میکائیل سے کہا کہ میں نے تم دونوں میں سلسلہٴ اخوت و برادری قائم کیا اور تم میں سے ایک کی عمر بہ نسبت دوسرے کے دراز مقرر کی پس کوئی تم میں سے قبول کرتا ہے کہ اس کی عمر کوتاہ اور اس کے بھائی کی عمر دراز ہو یعنی اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کرے، کسی نے بخوشی خاطر اس کو قبول نہ کیا پس حق تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ کیوں مثل علیؑ ابن ابی طالبؑ کے نہیں ہوتے کہ میں نے اس کو محمدؐ کا بھائی قرار دیا اور رابطہٴ اخوت ان کے درمیان قائم فرمایا۔ پس وہ محمدؐ کے دشمنوں میں لیٹا ہے اور اپنی جان کو اس پر فدا کرتا ہے۔ زمین پر جاؤ اور نظر کرو حال علیؑ پر اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو پس دونوں فرشتے زمین پر آئے اور جبریل آنحضرتؐ کے سر کے پاس اور میکائیل پاؤں کے پاس بیٹھے اور مبارک باد دیتے تھے اس جناب کو اور کہتے تھے اے پسر ابوطالب کون

تمہاری مانند ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ تمہارے سبب سے ملائکہ آسمان کے سامنے فخر و مباہات کرتا ہے۔ پس حق تعالیٰ نے آیہ مذکورہ حضرت علیؑ کی شان میں نازل کی اور اخطب خوارزم نے کہ محدثین اہل سنت سے ہے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا جس شب میں غار میں داخل ہوا اس کی صبح کو جبریلؑ امین خوشی خوشی میرے پاس آئے میں نے سبب اس مسرت و شادی کا دریافت کیا، تو انھوں نے کہا کیوں کر خوش نہ ہوں حالانکہ دیکھا میں نے کہ حق تعالیٰ نے تمہارے بھائی اور وصی اور تمہاری امت کے امام کی عبادت کو پسند کیا اور اس سے فرشتوں پر مباہات فرمائی کہ اے ملائکہ نظر کرو میرے ولی کی طرف جو زمین پر میرے پیغمبر کے بعد میری جت ہے کہ کس طرح اپنی جان گرامی کو اپنے پیغمبر پر فدا کرتا ہے اور شکرانہ پر اس نعمت میں منہ کو خاک پر رکھا ہے پس گواہ کرتا ہوں تم کو کہ وہ پیشوائے خلق اور مولائے جمیع مخلوقات ہے۔

القصہ قریش چاہتے تھے کہ خانہ آنحضرتؐ میں گھس جائیں مگر ابولہب نے اس سے منع کیا کہ اس میں عورات و اطفال بے خطا ہیں ممکن ہے کہ تاریکی شب میں خطا واقع ہو اور کوئی ان میں سے ہلاک ہو جائے پس بہتر ہے کہ رات کو حراست رکھیں طلوع صبح پر داخل خانہ ہوں جس وقت صبح طالع ہوئی تو کفار یکبار تلواریں کھینچ کر امیر المومنینؑ کی طرف دوڑے خالد بن ولید سب کے آگے تھا حضرت نے جو یہ دیکھا تو اٹھ کر ان کے مقابل ہوئے اور ہاتھ خالد کا مروڑ کر تلوار اس کے ہاتھ سے چھین لی وہ مثل شتر فریاد کرتا تھا اور وہی تلوار لے کر قریش پر حملہ کیا وہ بھاگے مگر جب معلوم ہوا کہ امیر المومنینؑ ہیں تو کہنے لگے کہ ہم کو تجھ سے کچھ کام نہیں محمدؐ کہاں ہے۔ اس کا نشان بتلا دے حضرت نے فرمایا کیا تم نے ان کو میرے سپرد کیا تھا کہ مجھ سے دریافت کرتے ہو۔ تم ان کو یہاں سے نکالنا چاہتے تھے۔ وہ خود نکل گئے۔ ابو جہل نے کہا اس بے چارے کو کچھ نہ کہو کہ یہ محمدؐ کے دام فریب میں پھنسا ہے وہ اس کو اپنی جگہ پر چھوڑ گیا ہے کہ خود چھوٹ جائے اور یہ ہلاک ہو۔ قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ ابن الکومی خارجی نے حضرت امیر المومنینؑ سے پوچھا کہ تم اس وقت کہاں تھے جب کہ ابو بکرؓ حضرت کے ساتھ غار میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت آنحضرتؐ کی خواب گاہ میں لیٹا اپنی جان کو ان پر فدا کرتا تھا۔ جب قریش حربہ دہتھیار لے کر اندر آئے اور حضرت کو وہاں نہ پایا۔ تو باکمال قہر و طیش مجھ کو پکڑا اور آزار کرنے لگے۔ پھر زنجیروں میں باندھ کر ایک مکان میں قید کیا اور دروازہ پر قفل لگا کر ایک عورت کو نگہبانی پر چھوڑا اور وہاں سے چلے گئے۔ پس میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے ”یا علی سننے اس آواز کے تمام درد و کلفت مجھ سے زائل ہو گئی۔ پھر دوسری آواز کان میں آئی۔ اس وقت تمام زنجیریں جو مجھ پر لپٹی تھیں ٹوٹ کر علیحدہ جا پڑیں۔ تیسری بار آواز آئی ”یا علی“ فوراً دروازہ مکان کا کھل گیا اور میں باہر نکل آیا بہر کیف جب کفار

مکہ کو معلوم ہوا کہ حضرت رسول خداؐ ان سے پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ تو ہر طرف آپؐ کی تلاش میں پھرنے لگے۔ ابو جہل نے منادی کرائی کہ جو شخص محمدؐ کو پکڑ کر لائے یا اس کا نشان ہم کو بتلائے تو سواونٹ اس کو اپنے مال سے دوں گا۔ پس ایک مرد کھوجی کو لائے اس نے نقش قدم آنحضرتؐ کے پہچانے اور غارِ ثور تک سراغ آپؐ کا پہنچایا۔ غار پر پہنچے تو کھڑی نے حکم خدا غار پر جالتن دیا تھا۔ اور کبوتر نے آشیانہ بنا کر انڈے دیے تھے۔ قریش وہاں پر پہنچے تو کبوتر اپنے آشیانے سے اڑا۔ یہ حالات دیکھ کر انھوں نے کہا کہ محمدؐ یہاں ضرور آیا ہے مگر غار میں نہیں گیا۔ اگر غار میں جاتا تو جالا کھڑی کا سلامت نہ رہتا اور پرندے اڑ جاتے۔ پس یا تو یہاں سے آسمان کو اڑ گیا ہے یا زمین میں چلا گیا ہے۔ براویہ دیگر منہ اس غار کا تنگ تھا حضرت رسول خداؐ وہاں تشریف لائے تو حکم الہی اس قدر کشادہ ہو گیا کہ حضرت مع اونٹ اس میں داخل ہوئے پھر ویسا ہی تنگ ہو گیا جیسا کہ تھا۔ اور امر خدا سے ایک درخت اس کے منہ پر آگ اور کافی بلند ہو گیا۔ پس کفار سر غار پر حیران کھڑے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کہ حضرت کی رفاقت میں غار میں تھے۔ خوف و ہراس ان پر طاری ہوا۔ جوں جوں یہ لوگ باتیں کرتے تھے۔ ان کا شدتِ اضطراب سے حال دگرگوں ہوا جاتا تھا۔ اس وقت ایک شخص کفار سے غار کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے بیٹھا۔ ابوبکرؓ نے کہا اس مرد نے ہم کو دیکھ لیا ہے۔ حضرت رسالت پناہ نے فرمایا ہرگز نہیں دیکھا۔ دیکھ لیتا تو ہمارے سامنے ستر بربند نہ کرتا۔ غرض حضرت سمجھاتے اور تسلی دیتے تھے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور ان کے غم و اضطراب میں ذرا کمی نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ حق تعالیٰ قرآن شریف میں اس کی خبر دیتا ہے۔ اِذَا خُورَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِي اَثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي النَّارِ اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْذَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ یعنی جب کہ نکالا اس کو کفار نے در آ نکالیہ وہ دوسرا تھا جو کہ کہتا تھا۔ اپنے ہمراہی کو، غمگین نہ ہو، کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پیغمبر خدا کے بار بار فہمائش کرنے کے باوجود تسلی نہ پاتے تھے اور ڈرتے اور گھبراتے تھے بخلاف امیر المومنینؑ کے کہ سینکڑوں تلواروں کے تلے لیٹے ذرا پروا نہ کرتے اور اپنی جان کو فدائے رسول الانس والجان فرماتے تھے۔ الغرض اس سے آگے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَنْذَلِ اللّٰهُ سَكِينَةً عَلَيْهِ وَاَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا یعنی اور نازل کیا حق تعالیٰ نے سکینہ اپنا پیغمبر پر اور مدد کی اس کی لشکروں کے ساتھ جن کو تم نہ دیکھتے تھے۔

حضرت رسول خداؐ کی مدینہ منورہ کی طرف روانگی: بالجملہ حضرت رسول خداؐ تین روز غارِ ثور میں رہے حضرت امیر المومنینؑ رات کے وقت حاضر خدمت ہوتے اور آب و طعام و دیگر ضروریات آپؐ کے لیے بہم پہنچاتے۔ تیسری شب کو جس کی صبح کو ارادہ روانگی مدینہ کا تھا، دو شتر، حضرت کے اور ابوبکرؓ کی سواری کے لیے روانگی مدینہ منورہ کی طرف لے گئے۔ یہ دونوں اونٹ آنحضرتؐ کی ملکیت خاص سے تھے۔ مگر مدارج النبوة سے معلوم

ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے تھے انھوں نے چار سو درہم بقولے دیگر آٹھ سو درہم کو خرید کیے تھے۔ اس وقت آگے لائے تاکہ ان میں سے ایک قبول کریں آپ نے ایک کو بشرط بیع قبول کیا حضرت ابو بکرؓ نے وہ آنحضرتؐ کے ہاتھ نو سو درہم پر فروخت کیا قصہ مکہ میں لوگ حضرت رسولؐ خدا کو بوجہ آپ کی امانت و دیانت کے ابتدا سے معتمد و معتبر سمجھتے تھے اور بنام ابوالقاسم امین موسوم کرتے تھے۔ اسی لیے بہت سال مکہ والوں کا اور دیگر لوگوں کا کہ بیر و نجات سے کہ حج کے لیے آتے تھے۔ آپ کے پاس امانت تھا بنا برائیں حضرت امیرؓ کو ہمراہ نہ لیا اور امر کیا کہ مکہ میں ٹھہر کر تمام امانات کو جو آپ کے ذمے واجب الادا تھیں ادا کریں اور شب و روز منادی کریں کہ جس کی کوئی امانت ہو حاضر ہو کر وصول کر لے اور کہہ دیا کہ جو امانتیں واپس وصول کریں علانیہ سب کے رو برو کریں کہ پھر کسی کو جائے کلام باقی نہ رہے۔ پھر فرمایا اے برادر میں تم کو اپنی دختر نیک اختر فاطمہؓ پر خلیفہ کرتا ہوں اور تم دونوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں جب ان امور سے فارغ ہو تو اپنے اور فاطمہؓ زہراؓ اور فاطمہؓ بنت اسد و دیگر مستورات کے لیے سواری خرید کر رکھو جس وقت میرا خط تمہارے پاس پہنچے بلا توقف مدینہ روانہ ہو جاؤ یہ کہہ کر دونوں بزرگوار باہم بغل گیر ہوئے۔ پس سرور کائناتؐ متوجہ مدینہؓ سکینہ ہوئے اور امیر المومنینؓ مکہ کو واپس تشریف لے گئے۔ کفار مکہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت رسولؐ خدا ان کے درمیان سے نکل گئے تو ایک تہلکہ عظیم ان میں پڑا ورتد کرے ہونے لگے کہ دیکھو مجھ نے ہم کو کیسا دھوکا دیا کہ ہزاروں کا زر و زیور جو اس کے پاس امانت تھا لے کر چل دیا یہ ہمارے کردار کی سزا ہے کہ امین جان کر مال سپرد کیا۔ اب مال کا مال گیا اور احق ہی بنے۔ از انجملہ عقبہ بن ابی معیط ملعون کہ حضرت رسالت پناہ سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ بہت برے کلمات آنحضرتؐ کی شان میں کہتا تھا۔ ایک مرتبہ امیر المومنینؓ اپنے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کے پاس بیٹھے تھے کہ اس شقی نے ایک کلمہ بے جا زبان سے نکالا۔ حیدر کرار کو غصہ آیا اور تلوار میان سے نکال کر مثل باز نہ کرے کہ کبوتر پر چھپے اس پر حملہ آور ہوئے۔ اور فرمایا اوسگ ناپاک زاوہ ناپاکاں تیرا منہ ہے کہ حق میں سید البشر طیب و طاہر کے کلمات ناہموار کہے تو اس جناب کو اپنا سا خیال کرتا ہوگا بہ تحقیق کہ وہ حضرت جملہ جس اور نجاسات سے پاک و پاکیزہ ہیں جو ہمارے ساتھ بقدم عداوت پیش آئے گا عنقریب اپنی حرکت پر نادم و پشیمان ہوگا۔ اور دوست و پیرو ہمارا ہر آفت و بلا و مصیبت و عنا سے محفوظ رہے گا۔ اگر وہ جناب حکم خدا یہاں سے تشریف لے گئے تو کیا ہوا میں خلیفہ و جانشین و پسر عم آنحضرتؐ کا موجود ہوں جس کی جو امانت ہو وہ میرے پاس آئے سب ادا کروں گا۔ پھر با واز بلند فرمایا۔ اے معشر قریش اے نبی زہرہ و نبی لوے و نبی غالب و نبی امیہ و بنی مخزوم وغیرہ اے اہل حرم محترم جس کی کوئی امانت حضرت رسولؐ خدا کے پاس ہو میں اس کا ضامن ہوں مجھ سے آکر طلب کرے بعد ازاں اس حجرے میں داخل ہوئے جس میں ودائع و امانات رکھی

تھیں۔ چند تھان چمڑے کے زمین پر بچھا دیئے اور تمام اموال و اسباب کو نکال نکال کر ان پر ڈالنا شروع کیا۔ اور صاحبانِ امانت کو بلایا ہر ایک اپنا مال لیتا اور مدح و ثنائے رسولِ خداؐ میں رطب اللسان باہر جاتا حتیٰ کہ ہر ایک کا مال پہنچ گیا۔ اور محمد مصطفیٰؐ علی مرتضیٰؑ کی صفت و ثنا کرتے اور دعائیں دیتے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ ادھر حضرت رسولِ خداؐ مدینہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ اثناءِ راہ میں ام مہدیؓ غنیہ کے خیمہ میں فروکش ہوئے ایک ضعیف دلاغر بھیڑ کہ کبھی زکے ساتھ جفت نہ ہوئی تھی۔ اور مطلق دودھ اس کے نہ تھا۔ گوشہ خیمہ میں کھڑی تھی آپ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا فراواں دودھ اس سے حاصل ہوا۔ ہاتھ منہ دھو یا کلی کی وہ پانی ایک جھاڑی کی جڑ میں گیا تو صبح کو اس جھاڑی کی جگہ ایک درخت ہرا بھرا دکھائی دیا ام مہدیؓ مذکور کی بہن کی بیٹی ہند کہتی ہے کہ اس کے پھل بڑے اور خوش ذائقہ تھے اور بوئے عنبران سے آتی تھی۔ اور شیرینی میں شہد سے زیادہ تھے۔ بھوکا ان کو کھاتا تو سیر ہو جاتا یا سیراب ہوتا اور بیمار شفا حاصل کرتا تھا۔ کوئی اونٹ کوئی بکری اس کے پتے نہیں کھاتے تھے الا یہ کہ ان کا دودھ بڑھ جاتا تھا۔

حکایتِ شجرِ مبارکہ: ہم نے کثرتِ برکات کی وجہ سے اس درخت کا نام شجرِ مبارکہ رکھا تھا۔ اہلِ بادیہ شفاء بیماران کی غرض سے دور دور سے ہمارے یہاں آتے۔ اور اس پیڑ کے پھل اور پتے لے جاتے۔ عرصہ دراز تک یہی کیفیت رہی۔ حتیٰ کہ ایک روز صبح کو اٹھے تو دیکھا کہ میوے اس کے گر گئے ہیں اور چٹوں پر خزاں آگئی، ہم یہ دیکھ کر مضطرب قرار تھے تاہم خبر آئی کہ حضرت رسالت پناہ نے دنیا سے رحلت کی پھر اس درخت پر وہ تری و تازگی نہ رہی، اور نہ ویسے کثرت سے پھل آتے تھے۔ اس واقعہ کے تیس سال بعد ایک روز دیکھا کہ اس کے تمام پھل گر گئے اور بجائے ان کے جڑ سے لے کر شاخوں تک کانٹے لکھلکھ آئے کہ ناگاہ خبر قتلِ امیر المومنینؑ علیہ السلام پہنچی پھر اس درخت پر پھل نہ آیا۔ صرف چٹوں سے منتفع ہوتے تھے۔ تاہم ایک بار دیکھا کہ اس کے تنے سے خون خالص جاری ہے اور پتے مرجھا گئے ہم کمالِ اندوہ گیس تھے کہ اتنے میں خیر شہادتِ امیر المومنینؑ حسین رضی اللہ عنہ ہم کو ملی، پس وہ درخت تمام خشک ہو کر نیست و نابود ہو گیا۔ یہ حدیث ملا عبد الرحمن جانی نے شواہد النبوة کے رکن چہارم میں رجب الارار و فشری سے نقل کی ہے اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ زمخشری کہتا ہے کہ تعجب ہے کہ قصہ اس درخت کا مثل قصہ شیرِ گوسفند کیوں نہ مشہور ہو مولفِ اوراق کہتا ہے کہ اس میں کوئی تعجب نہیں۔ قصہ گوسفند محض رسول اللہ کا معجزہ تھا۔ اس کو ہر شخص نے نقل کیا درخت کا قصہ آنحضرت کا معجزہ تھا اور امیر المومنینؑ و امام حسینؑ علیہما السلام کی فضیلت پر بھی شامل تھا وہ بھلا اس قدر مشہور کیوں ہونے لگا تھا۔ یہی غیبت ہے کہ اس کو زمخشری جیسے متعصبوں نے روایت کیا اور ملا عبد الرحمن نے اس سے نقل فرمایا اس کی شہرت دیکھنی تھی تو علامہ جلال اللہ کو کتبِ شیعہ کا مطالعہ کرنا تھا بالجمہ قصہ مذکورہ کتبِ شیعہ میں مشہورات سے

ہے۔ اور بحار الانوار و مناقب ابن شہر آشوب وغیرہ میں مذکور و مسطور ہے الحاصل حضرت رسول خداؐ وارد مدینہ ہوئے تو بیرون شہر محلہ قبا میں درمیان قبیلہ عمر بن عوف کے نزول اجلال فرمایا، پس ابو واقد لیثی کو وہاں سے مکہ بھیج کر امیر المومنین کو پیغام دیا کہ جلد اہل حرم کو لے کر اس طرف کا عزم کریں اور مکہ میں زیادہ توقف روانہ رکھیں۔ اور خود قبا میں ٹھہر کر ان کے آنے کا انتظار کھینچنے لگے ابو بکرؓ نے کہا رسول اللہؐ مدینہ میں تشریف لے چلیے کہ لوگ حضرت کے مشتاق ہیں۔ فرمایا جب تک میرا بھائی علی بن ابی طالبؓ اور میری دختر فاطمہ زہراؓ نہ آئیں شہر میں نہ جاؤں گا۔ ہر چند عتیق اصرار کرتے تھے۔ مگر کچھ فائدہ نہ تھا۔ تا انیکہ ابو بکرؓ حضرت کو قبا میں چھوڑ کر مدینہ میں چلے گئے۔

ہجرت امیر المومنینؓ مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف : امیر المومنینؓ کو فرمان واجب الاذعان رسول انسؓ و جان پہنچا تو کوچہ ہائے مکہ میں گشت کر کے مکرر منادی کی کہ جس کا کوئی مطالبہ حضرت رسول خداؐ پر ہو حاضر ہو کیوں کہ میں اب مکہ سے روانہ ہوتا ہوں کوہ و صحرا و شہر و قریہ سے زن و مرد آئے اور جس کا جو کچھ چاہیے تھا لے گیا پس حضرت امیرؓ نے ضعیفائے مسلمین کو امر کیا کہ پوشیدہ سہکبا، رات کو شہر سے نکلیں اور وادی ذی طویٰ میں جمع ہوں تا انیکہ وہ حضرت ان سے ملحق ہوں اور آپ سامانی سفر میں مصروف ہوئے شتران سواری و بار برداری جو ضروری تھی خرید کیے، محمل و کجاوے زنان اہل حرم کے لیے بہم پہنچائے ضروریات مہیا ہو گئیں تو عورات کو سوار کر کے اور ایمن پسر ام ایمن دایہ رسول خداؐ و ابو واقد لیثی کو ہمراہ لے کر علانیہ روز روشن میں شہر سے باہر ہوئے کفار بد کردار آپ کو دیکھتے تھے مگر باعجاز حضرت رسول خداؐ وہیبت شیر خدا کچھ نہ کہہ سکتے تھے راہ میں ابو واقد اونٹوں پر تشدد کرتا اور ان کو تیز ہانکتا تھا حضرت نے فرمایا نرمی کر عورات کے ساتھ اے ابو واقد اور ان کے اونٹوں کو آہستہ لے چل کہ وہ ضعیف ہیں ابو واقد نے عرض کی مجھ کو خوف ہے کہ کچھ لوگ قریش سے ہمارے پیچھے آئیں آپ نے فرمایا اس کی فکر نہ کر اور خاطر جمع رکھ کیوں کہ حضرت رسول خداؐ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ کوئی ضرر تجھ کو ان سے نہ پہنچے گا پس حضرت آہستہ آہستہ اونٹوں کو چلاتے تھے اور رجز پڑھتے جاتے تھے وادی ضحبان کے قریب پہنچے تو آٹھ سوار مسلح کہ کفار قریش نے ان کو بھیجا تھا نمودار ہوئے ایک ان میں سے حارث بن امیہ کا غلام جناح نام نہایت دلیر و دلاور مرد تھا۔ حضرت نے ان کو دیکھا تو ابو واقد اور ایمن کو امر کیا کہ خواتین کے اونٹوں کو بٹھلا دیں اور آپ ہاشمیر برہنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے کفار بھی مقابل ہوئے اور کہا 'یا علی تمہارا گمان یہ ہے کہ ان عورات کو ہمارے درمیان سے لے جاؤ، ہم ہرگز ان کو نہ جانے دیں گے اور تمہارا سرتن سے جدا کریں گے پس اونٹوں کی طرف بڑھے کہ ان کو اٹھائیں حضرت نے انھیں روکا۔ جناح بے فلاح نے ہاشمیر کا وار حضرت پر کیا۔ آپ نے اس کو رد کیا اور ایک تلوار اس زور سے اس کے شانے پر لگائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو کر ایال اسپ تک پہنچی پھر مثل شیر

گرسنہ اوروں کی طرف متوجہ ہوئے کفارِ ناجارِ صولت و سطوتِ حیدرِ کرار کی تاب نہ لا کر بھاگے اور کہتے جاتے تھے کہ اے پسر ابوطالب ہم سے ہاتھ اٹھاؤ کہ ہم تم سے کوئی سروکار نہیں رکھتے حضرتؑ نے فرمایا میں بہ اعلان اپنے بھائی رسولِ خداؐ کی طرف ہجرت کرتا ہوں اور عورات کو اپنے ہمراہ لیے جاتا ہوں جو چاہے کہ اس کا خون زمین پر رواں ہو میرے سامنے آئے اور مجھ کو اس سے روکے۔

ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ اٹح مکہ سے باہر آئے تو کفار کو حمیتِ جاہلیتِ دامن گیر ہوئی اور وہ ایک دوسرے کو لعنت و ملامت کرنے لگے کہ نامرد ایک لڑکا ۲۳ سال کی عمر کا اس جرأت و جسارت کے ساتھ عورات کو تمھارے درمیان سے لے جائے اور تم کھڑے دیکھتے رہو اس سے زیادہ کیا بے غیرتی ہوگی۔ ابوسفیانؓ و ابو جہلؓ و عقبہ بن ابی معیطؓ نے شہر میں گھوم کر لشکر جمع کیا اور عقبہ میں شیر ذوالجلال کے بہ نیتِ قتال و جدال روانہ ہوئے وادیِ ضحبان کے قریب پہنچ کر مقابلہ ہوا مگر صرف بیتِ اسد اللہ الغالب کی ان روبا ہوں پر غالب آئی اور کہا آج شب کو آرام کریں صبح کو جنگ کریں گے۔ امیر المومنینؑ مستورات کو لے کر ایک سمت دامنِ کوہ میں اترے اور لشکرِ قریش دوسری جانب فروکش ہوا رات کو صارم غلامِ عقبہ کو کھسکتے باک چلاک تھا انھوں نے مقرر کیا کہ قافلہ مہاجرین پر شبِ خون مارے امیر المومنینؑ حفاظتِ قافلہ کے لیے بیدار و ہشیار تھے صارم آگے آیا تو حضرتؑ نے بیک ضربتِ شمشیر اسے قتل کیا اور دونوں کان اس کے پکڑ کر پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے اور پتھروں کی ٹیک لگا کر سامنے کھڑا کر دیا کہ گویا پہرہ دار ہے تاکہ جانور ان صحرا اس کو دیکھ کر آگے نہ آویں صبح کو کفارِ ناجار بہ ارادہ کارزار صرف آ رہے امیر المومنینؑ نے اس گروہ پر کہ ہزار ہا پیدل و سوار تھے ایک حملہ حیدری کیا اور اس قدر تیغ زنی و سرفاشانی فرمائی کہ کشتوں کے انبار لگ گئے جو زندہ بچے انھوں نے فرار اختیار کیا اس انبوہ کثیر سے صرف پچاس ساٹھ آدمی بچے جو بھاگ کر جاں بر ہوئے ورنہ تمام وہیں کھیت رہے امیر المومنینؑ مظفر و منصور سوار یوں کو ہمراہ لیے آگے کو چلے وادیِ ضحبان میں پہنچ کر ایک روز مقام کیا یہاں پر اُم ایمن کنیزِ رسولِ خداؐ آ کر آنحضرتؐ سے مل گئیں اور بہت سے مسلمین مکہ بھی باریابِ خدمت ہوئے اس شب کو تمام قافلہ مصروفِ عبادت رہا صبح کو نماز پڑھ کر بارگاہِ مدینہ کو روانہ ہوئے۔ ہر مقام پر ذکرِ خدا کرتے چلے جاتے تھے۔

راوی کہتا ہے کہ جبریل نے نازل ہو کر حضرت رسولِ خداؐ کو آنحضرتؐ کی فتحِ یابی کی خبر پہنچائی تھی جس روز امیر المومنینؑ داخلِ مدینہ ہونے کو تھے حضرت رسالت مآبؐ نے مع جماعتِ اصحابِ شہر سے باہر آپ کا استقبال کیا اور فرمایا یا علیؑ کون تمھاری مثل ہو سکتا ہے جو عہدِ تم نے خدا سے کیا تھا اس کو پورا کیا اور میری وصیت بجالائے اور جان اپنی مجھ پر فدا کی

جس طرح ہارون وصی موسیٰؑ تھے اسی طرح تم میرے خلیفہ و وصی بلا فصل ہو اور دوست و شیعہ تمہارے تمام رست گار اس کے سوا اور بہت سے کلمات صفت و ثنائے حیدر کرار میں ارشاد فرمائے پھر سب کے سب روانہ ہو کر شادان و فرحاں داخل مدینہ مکیہ ہوئے۔

مدینہ منورہ میں پہلی مسجد کی تعمیر: تاریخ التاریخ میں بروایت اہل سنت مذکور ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ قبائیں فروکش تھے تو اہل مدینہ خواست گار ہوئے کہ ایک مسجد اس جگہ تعمیر ہو آپؐ نے فرمایا کہ ایک شخص ناکہ پر سوار ہو کر باگ اس کی چھوڑ دے جس مقام پر ناکہ توقف کرے اسی مقام پر مسجد بنائی جائے اس کے لیے خلیفہ اول ناکہ پر سوار ہوئے مگر ناکہ اپنی جگہ سے نہ ہلا، ناچار اتر آئے۔ حضرت عمرؓ ناکہ پر چڑھے تب ہی ناکہ نے ایک قدم آگے نہ رکھا اس وقت امیر المومنینؓ نے ارادہ سواری کا کیا ابھی قدم مبارک رکاب میں رکھا ہی تھا کہ ناکہ جست کرنے اور دوڑنے لگا حضرت نے فرمایا **إِوُخْ زَمَامَةَ** یعنی باگ کو ڈھیلی چھوڑ دو پس ایک زمین پر کہ اس کو مرید (۱) کہتے تھے اور کلثوم بن ہدم کی ملکیت سے، اسی کے مکان کے متصل تھی، توقف کیا۔ چنانچہ وہی مقام تعمیر مسجد کے لیے تعین ہوا تعمیر خدا نے اس کو مالک سے مول لیا اور مسجد بنائی۔ یہی مسجد، مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے اور پہلی مسجد ہے جو آپؐ نے مدینہ میں تعمیر فرمائی اور یہ آیت شریفہ اس کی شان میں نازل ہوئی۔ **لَمَسْجِدٍ أُسَسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ** ترجمہ البتہ وہ مسجد کہ روز اول سے اس کی بنیاد تقویٰ و پرہیزگاری پر ہے زیادہ حقدار ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو اس میں کچھ لوگ ہیں کہ طہارت و پاکیزہ ہونے کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ دوست رکھتا ہے پاکیزہ رہنے والوں کو مسجد نبیؐ کے نام سے مشہور ہے اور سوائے مسجد الحرام کے تمام مساجد سے افضل و اشرف ہے یہ قطعہ زمین جس کی قسمت میں روز اول سے یہ دولت لکھی تھی۔ دو یتیم انصاریوں سہل و سہیل کے ملکیت تھا اس خرابے میں چند درخت خرے کے لگے تھے بقیہ یہودیوں کا قبرستان تھا حضرت نے دس اشرفی طلائی کو اسے خرید کیا اور حکم دیا کہ کچی اینٹیں وہیں کی مٹی سے تیار کریں اور ایک مسجد کی بنیاد رکھی کہ طول و عرض اس کا برابر ایک سو ہاتھ کا مقرر کیا بوقت تعمیر مسجد اصحاب موضع حرہ سے پتھر لاتے تھے حضرت رسالت پناہ بھی ان کے شریک تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرًا
فَارْحَمِ الْإِنصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

(۱) مرید بروزن منبر زمین کا وہ قطعہ ہے کہ اذنوں کے ظہرانے یا خرمادغیرہ کے سکھانے کے لیے اس کو علیحدہ کر رکھا ہو۔ ۱۲۔

یعنی کوئی خیر و خوبی نہیں، بجز خیر و خوبی آخرت کے، خداوند ارحم کائناتوں کا رحیم ہے۔ اصحاب نے یہ دیکھا تو بہت جلد و جہد سے کام کرنے لگے اور اس رجز کو پڑھتے تھے۔

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِيُّ يَعْمَلُ
فَذَاكَ مِنَ الْعَمَلِ الْمُضَلِّ

یعنی اگر ہم بیٹھ رہیں اور پیغمبر خدا کام کریں تو ہمارا یہ فعل گمراہی کا فعل ہے۔ سید نور الدین سمہودی سنی نے تاریخ مدینہ منیٰ بوفاء الوفی میں روایت کی ہے کہ اس وقت حضرت رسول اللہ نے ردا دوش مبارک سے اتار رکھی تھی۔ اصحاب نے بھی بہ تاسی آنحضرت کے اپنی ردا نکلیں اور چادریں اتار لیں اور ہمہ تن مصروف کار ہوئے جناب عثمان بن عفان کہ مرد نطیف و صفائی پسند تھے اینٹ پتھر اٹھاتے تو اس کو کپڑوں سے چیلدہ رکھتے زمین پر ڈالتے تو آستینوں کو جھاڑتے کپڑوں سے گرد و غبار پونچھتے اور صاف کرتے علی بن ابی طالب ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

لَا يَسْتَوِي مَنْ يَغْمُرُ الْمَسَاجِدَ
يَدَأْبُ فِيهَا قَائِمًا قَاعِدًا
وَمَنْ يُرَىٰ عَنِ التُّرَابِ حَامِدًا

یعنی برابر نہیں وہ شخص کہ تعمیر مسجد کرتا ہے اور نشست و برخاستہ اس میں زحمت اٹھاتا ہے اس شخص کے کہ گرد و غبار سے بچتا اور پرہیز کرتا ہے۔ عمار یا سر بغیر اس کے کہ معلوم کریں کہ یہ کس کی طرف اشارہ ہے ان اشعار کو نقل کرنے اور دہرانے لگے عثمان نے عمار سے اس کو سنا تو بہت غصہ آیا اور کہا اے پسر سنیہ تو مجھ پر طنز کرتا ہے اور آوازہ کتا ہے اگر اس سے باز نہ آئے گا تو یہ لاشی کہ میرے ہاتھ میں ہے تیرے منہ پر ماروں گا۔ راوی حدیث (ام سلمہ) کہتی ہیں کہ پیغمبر خدا اس وقت ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھے تھے عثمان کا یہ کلام سن کر غضب آنحضرت پر طاری ہوا اور فرمایا عمار جلدۃ بین عینی و انفی کہ عمار مجھ کو اپنی آنکھ و ناک کے درمیان کی جلد کے برابر عزیز ہے جو اس کو ستائے گا مجھ کو ستائے گا۔ سب لوگ یہ سن کر خاموش رہ گئے۔ پھر عمار یا سر سے کہنے لگے کہ پیغمبر خدا تمہارے سبب سے غضب ناک ہوئے ہم کو خوف ہے کہ ہمارے بارے میں قرآن نازل ہو۔ پس یہ پہلی عداوت عثمان کی تھی عمار کے ساتھ اس کے بعد جو سلوک خلیفہ ثالث نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عمار یا سر کے ساتھ کیے معروف و مشہور ہیں اور اس کتاب میں بھی اپنے موقع پر بعض ان سے مذکور ہیں بالجلد بنیادیں مسجد کی پتھروں سے پر کر کے اوپر نشیٰ خام کی عمارت بنائی اور بقدر ایک قد آدم دیواروں کو بلند کیا اور قبلہ اس کا بیت المقدس کی طرف رکھا۔ تین دروازے اس میں رکھے ایک خاص رسول

خدا کے لیے دوسرا الرحمہ تیسرا آخر مسجد میں عام لوگوں کے واسطے چھت اس میں نہ تھی مگر کچھ دن بعد چوب خرماکو بطور ستون کے کھڑا کر کے شاخ ہائے خرما سے چھت ڈالی تاکہ نمازی تمازت آفتاب سے محفوظ رہیں اصحاب نے عرض کی کہ اوپر سے گاہ گل کر دیں کہ بارش سے بھی بچاؤ ہو قبول نہ ہوا اور فرمایا بنا مسجد موسیٰ اسی قدر تھی اس سے زیادہ اجازت نہ دوں گا گردا گرد مسجد کے حجرات و مکانات (۱) از و ارج رسول خدا و دیگر مہاجرین کے بنائے گئے کہ دروازے ان کے صحن مسجد میں کھلے تھے۔ حضرت کے مکان کے پہلو میں ایک حجرہ امیر المومنین کے لیے تعمیر ہوا اور ایک جگہ حضرت حمزہ سید الشہدائے کے لیے معین فرمائی۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد قبلہ بیت المقدس کی طرف سے تجویل ہو کر کعبہ مقدسہ کی طرف مقرر ہوا اور دروازے سب کے بند کر دیئے گئے صرف دروازہ حضرت رسول خدا کا اور ایک علی مرتضیٰ کا کھلا رہا۔

صحن مسجد نبویؐ میں کھلنے والے صحابہ کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم

مسند احمد بن حنبل و دیگر کتب اہل سنت میں بطریق متعددہ منقول ہے کہ صدر الاسلام میں اصحاب نے وضو نماز کی آسانی کے لیے دروازے مسجد رسولؐ میں کھول لیے تھے کچھ عرصہ بعد حکم الہی نازل ہوا کہ تمام دروازے بند کر دیئے جائیں صرف ایک دروازہ علیؑ کا کھلا رہے لوگ اس مقدمے میں باہم گفتگو کرتے تھے حضرت رسول خداؐ نے یہ سنا تو منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا کہ میں نے سب کے دروازے بند کرنے اور علیؑ کا دروازہ کھلا رہنے کا حکم اپنی طرف سے نہیں دیا جس طرح حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوا اس کی تعمیل بجالایا یہ تحقیق کہ اس سے پہلے حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو امر کیا کہ ایک مسجد پاک و پاکیزہ بنا کر کہہ جزیرے اور تیرے بھائی ہارون کے کوئی اس میں سکونت نہ کرنے پائے ایسا ہی مجھ کو مامور کیا ہے کہ ایک مسجد تمام آلودگیوں سے پاک تعمیر کروں کہہ جزیرے اور علیؑ کے کوئی اس میں اقامت نہ کرنے پائے۔

نیز مسند میں ہے کہ بعض مہاجرین نے مسجد کے گرد مکان بنائے اور دروازے ان کے مسجد میں کھولے تھے گاہ بہ گاہ اس راہ سے مسجد میں چلے آتے اور رات کو وہاں خواب کرتے تھے۔ پس حکم الہی نافذ ہوا کہ تمام دروازے بند کر دیئے جائیں حضرت رسول خداؐ نے معاذ بن جبل کو امر کیا کہ اس کی منادی کر دے سب نے اس حکم کی تعمیل کی الا علی بن ابی

(۱) مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ کل دس مکان آپ نے بنائے نو اپنی اولاد و ازواج کے لیے دسواں کہ ان کے درمیان تھا علی و فاطمہ کے واسطے پس اس مکان میں علیؑ اور ان کی اولاد رہتی رہی تا ایک عبد الملک بن مردان نے اس پر حسد کر کے گرا دیا اور صحن مسجد میں شامل کر لیا۔ ۱۲ منہ۔

طالب کہ حضرت رسول خداؐ نے ان کو کہا یا علیؑ تو پاک و پاکیزہ ہے بدستور ساکن رہ، امیرِ حمزہؓ کو یہ حال معلوم ہوا تو دلگیر ہوئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم کو مسجد سے نکالتے ہو اور اطفالِ بنی عبدالمطلب کو اس میں ساکن کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ امر میرے اختیار میں ہوتا تو کسی کو نہ نکالتا قسم بخدا کہ یہ ایک عطاءِ خدا ہے خاص علیؑ کے حق میں بہ تحقیق کہ اے چچا تم خیر و خوبی پر ہو اور عاقبت تمھاری بخیر ہے اور تم کو خدا اور رسولؐ کی طرف سے بشارت ہو چونکہ حضرت نے ان کو بشارت دی تھی لہذا حضرت حمزہؓ جنگِ احد میں شہید ہوئے حضرت عمرؓ نے چند بار عرض کی کہ مجھ کو ایک درپچہ رکھنے کی اجازت دی جائے آخر ایک روشن دان پر راضی ہوئے مگر رضائے الہی نہ ہوئی کہ ایک سوراخ بھی ان کے گھر سے مسجد میں کھلا رہے۔ پس صحابہ باہم بیٹھتے اور اس کا تذکرہ کرتے تھے تا انیکہ حضرت رسول خداؐ نے یہ سنا تو منبر پر گئے اور خطبہٴ تبلیغ ادا کیا کہ لوگوں کو ناگوار ہے کہ ان کے دروازے مسجد کی طرف سے بند ہو گئے اور علیؑ کا دروازہ کھلا رہا قسم بخدا کہ میں نے ان کو مسجد سے نہیں نکالا اور نہ میں نے علیؑ کو مسجد میں ساکن کیا ہے بلکہ حق تعالیٰ نے ایسا کیا ہے۔ اس جل شانہ نے جس طرح ہارونؑ اور اولاد ہارون کو مسجد موسیٰؑ میں رہنے کی اجازت دی اور اوروں کو اس سے منع کیا تھا اسی طرح علیؑ اور اس کی ذریت کو میری مسجد میں رہنے کی اجازت فرمائی اور اوروں کو اس سے منع کیا ہے بہ تحقیق کہ علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی پس جو شخص کہ حکم الہی پر راضی نہ ہو اور یہ امر اس کو ناگوار گزرے اس کو چاہیے کہ اس طرف (راہِ شام کی طرف اشارہ فرمایا) چلا جائے اور نیز مسند میں روایت کی ہے کہ عباسؓ حضرت کے چچا نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا علیؑ کے لیے چند فضیلتیں ہیں جو کسی صحابی کے لیے نہیں ایک یہ کہ بروزِ خیبر رسول خداؐ نے علمِ نصرتِ شیم ان کو دیا دوسرے تمام صحابہ کے دروازے مسجد کی طرف سے بند کر دیئے مگر علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا۔

روایت ہے کہ عباسؓ حضرت کے چچا نے ہر چند التماس کیا کہ ان کا مکان اس حکم سے مستثنیٰ رہے مگر قبول نہ ہوا پس گزارش کیا کہ ایک سوراخ ہی میرے مکان سے مسجد میں رہے کہ اس سے نگاہ کر سکوں یہ بھی نہ مانا تا انیکہ راضی ہوئے کہ ایک پرنا لہ مسجد کی طرف نصب کریں کہ بوقتِ بارش پانی ان کے مکان کا صحنِ مسجد میں گرے اور یہی باعث ان کے فخر و امتیاز کا ہو، اس کی اجازت ہوئی اور حضرت رسول خداؐ نے پیاسِ خاطر اپنے عمِ مکرم و محترم کے اپنے ہاتھ سے پرنا لہ نصب فرمایا۔ یہ پرنا لہ زمانہٴ رسول خداؐ حضرت ابوبکرؓ اور تین سال تک خلافتِ حضرت عمرؓ میں بدستور نصب تھا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اسے اکھڑا دیا امیر المومنینؑ کو یہ بات از بس ناگوار گزری اور خود کھڑے ہو کر دوبارہ پرنا لہ کو اس کی جگہ پر نصب کرایا، بالجلہ یہ ایک فضیلت ہے کہ اس سے علیؑ درجہ کا اختصاص و اتحاد حضرت امیر المومنینؑ کا حضرت سید

المسلمین کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔

صاحب جامع الاصول نے صحیح ترمذی سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ کو فرمایا کہ کسی کو حلال نہیں کہ اس مسجد میں جب ہوسوائے میرے اور تمہارے پس اگر دل حق گزریں و دیدہ راست میں کوئی رکھتا ہے تو صرف یہی ایک فضیلت اس کی ہدایت کے لیے کافی و دانی ہے۔

عقد موآخات فیما بین امیر المومنینؑ و سید و سرور کائناتؑ و خلاصہ موجودات صلوات اللہ علیہما۔ ہر چند امیر المومنینؑ نفس رسول رب العالمین ابتداء عالم سے آنحضرتؐ کے اخ و برادر ہیں اور دنیا میں بھی جو قرب قربت آپ سے آنحضرتؐ کو تھا وہ کسی دوسرے کو نہ تھا باوجود اس کے عقد موآخات میں بھی صحابہ کے درمیان ہوا، چونکہ کوئی دوسرا آنحضرتؐ کا عدیل و ہمسرنہ تھا وہی حضرتؐ، برادر و شفیق حضرت رسول خداؐ کے قرار پائے آنحضرتؐ نے ان کو اپنی اخوت و برادری خاص سے اختصاص بخشا مورخین نے لکھا ہے کہ سال اول ہجرت میں پانچ یا آٹھ مہینے ہجرت کے بعد حضرت رسول خداؐ نے صحابہ و مہاجرین و انصار کے درمیان عقد موآخات قائم کیا اور ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا تاکہ یہ لوگ باہم اتحاد و ارتباط رکھیں اور ہر ضرورت میں ایک دوسرے کے شریک حال رہیں یہ عقد مسجد میں بیٹھ کر مستحکم کیا گیا اور ایک وثیقہ اس بارے میں تحریر ہوا چنانچہ جوڑیاں صحابہ کی اس تحریر کے موافق ایک دوسرے کی بھائی کہلاتیں اور باہم دیگر میراث پاتی تھیں تاہم بعد غزوہ بدر جب کہ آئے میراث نازل ہوئی تو میراث بالمواخات کا حکم برطرف ہوا۔

بالجملہ سلمان فارسی کو ابوذرؓ، عمر بن ثعلبہ انصاری کے ساتھ ابو عبیدہؓ جراح کو، سعد معاذ کے ساتھ ابو بکرؓ بن ابی قحافہ کو، حارثہ بن زید انصاری کے ساتھ عمر بن خطاب کو، غسان بن مالک انصاری کے ساتھ عثمان بن عفان کو، اوس بن ثابت کے ساتھ زبیر بن العوام کو، سلمہ بن سلامہ کے ساتھ طلحہ بن عبید اللہ کو، کعب بن مالک کے ساتھ عمارؓ یا سرگو، ثابت بن قیس انصاری کے ساتھ علیؓ ہذا باقی مہاجرین کو بقیہ انصار کے ساتھ برادر گردانا اور رشتہ موآخات ان کے درمیان محکم کیا۔ بعد ازاں امیر المومنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میرا بھائی یہ ہے۔ اور ابن جریر عسقلانی نے شرح صحیح بخاری میں ابن عبد البر سے نقل کیا ہے کہ اس عقد کے علاوہ ایک اور عقد درمیان مہاجرین کے منعقد ہوا وہ اس طرح پر تھا کہ ابو بکرؓ کا عمرؓ کے ساتھ اور طلحہؓ کا زبیرؓ کے ساتھ اور عثمان بن عفان کا عبد الرحمن بن عوف کے ہمراہ لگ جوڑ کیا اور جعفرؓ بن ابی طالبؓ کو معاذ بن جبل کا اور حمزہؓ بن عبد المطلب کو زید بن حارثہ کا بھائی بنایا پس علیؓ مرتضیٰ نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ نے صحابہ کے درمیان اخوت و برادری قرار دی میرا بھائی کس کو مقرر فرمایا آپ نے کہا انا اخوک میں تیرا بھائی ہوں

اور بروایت دیگر فرمایا اَنْتَ اَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ یعنی تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ سید و سردار مرسلان و پیشوائے متقیان و رسولِ خدائے عالمیان تھے کوئی آنحضرتؐ کا شبیہ و نظیر نہ تھا الا علیؓ بن ابی طالبؓ کہ آنحضرتؐ کے اخ و برادر تھے یہی باعث تھا کہ وہ جناب اکثر فرماتے تھے کہ میں ہوں بندہ خدا اور بھائی رسولِ خدا کا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؐ منبر کو فہ پر فرما رہے تھے انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ میں بندہ خدا و برادر رسول اللہؐ، وارث محمد مصطفیٰؐ، و شوہر فاطمہ زہراؓ و سید و سردارِ اوصیاءؓ ایک شخص زیر منبر سے اٹھ کر بولا کس کو بھلا معلوم نہیں ہوتا کہ کہے انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ جوں ہی یہ کلمہ اس کی زبان سے نکلا جنوں اس کے دماغ میں پیدا ہوا، یہاں تک کہ اس کو پکڑ کر مسجد سے باہر لے گئے لوگوں نے اس کے رشتہ داروں سے پوچھا کہ اس کو کبھی کوئی عارضہ ہوا ہے، کہا کبھی نہیں۔

درخواست عبد الرحمن بن عوف: عقدِ نکاح امیر المومنینؑ علی مرتضیٰ اور سیدۃ النساء فاطمہ زہراؓ صلوات اللہ علیہما کی شادی خانہ آبادی کی تاریخ میں اختلاف ہے کشف الغمہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ ماہ رمضان ۲۲ ہجری میں عقدِ نکاح اور اس کے تین مہینے بعد ماہ ذی الحجہ سال مذکور میں زفاف واقع ہوا اور بعض علما نے کہا ہے کہ خطبہ یعنی مگنی ماہ مبارک رمضان میں اور عقد شوال میں بعد مراجعت از جنگ بدر، سولہ روز بعد وفاتِ رقیہؓ و دختر خدیجہ الکبریٰؓ خواہرِ مادری آنحضرتؐ کے ہوا، اور شیخ مفیدؒ و سید ابن طاووسؒ وغیرہ دیگر علما شیعہ شبِ پنجشنبہ اکیسویں ماہ محرم سال تین ہجری بتلاتے ہیں اور سنینوں کے یہاں، ماہ صفر ایک سال بعد ہجرت کے لکھا ہے لیکن مشہور درمیان علما امامیہ قول اول ہے۔ اور بنا براس کے جب کہ تاریخِ ولادت جناب سیدہ بیسویں جمادی الثانی پانچ سال بعد از بعثت پیغمبرؐ لیں، کہ وہ بھی مشہور ہے تو سن شریف آنحضرت علیہ السلام کا بوقتِ نکاح نو سال و چند ماہ کا ٹھہرتا ہے اور سن مبارک امیر المومنینؑ اس وقت علیؓ الاشہر چوبیس سال کا تھا حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ علیؓ علیہ السلام کو فاطمہ زہراؓ کے لیے پیدا نہ کرتا تو دنیا میں کوئی اس جناب کا کفود و ہمسرنہ تھا یہ مضمون باسناد معتبرہ بسیار سنی و شیعہ نے حضرت رسولِ خداؐ سے نقل کیا ہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب جناب سیدہ سن بلوغ کو پہنچیں تو رؤسا و بزرگانِ قریش و دیگر اکابر و اشرافِ مسلمین نے حضرت رسولِ خداؐ سے آپ کی خواست گاری کی مگر جو شخص اس امر کی درخواست کرتا تھا حضرت روئے مبارک کو اس کی طرف سے پھیر لیتے تھے اور اس طرح نفرت و کراہت کا اظہار کرتے کہ اس کو گمان ہوتا کہ آپ مجھ پر خشم ناک ہیں عجب نہیں کہ وحی آسمانی میرے بارہ میں نازل ہوا زانجلہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے بھی یکے بعد دیگرے اپنے اپنے لیے یہ درخواست پیش کی ان کے ساتھ بھی حضرت ویسے ہی کبیدگی و کشیدگی سے

پیش آئے اور کہا کہ فاطمہؑ کی تجویز رضائے حق سبحانہ تعالیٰ پر موقوف و منحصر ہے وہ کریمؐ جہاں چاہے گا اس کی نسبت کرے گا۔ اسی طرح عبدالرحمنؓ بن عوف صحابی، و باعقاد اہل سنت کیلئے ازادہ یا رہنمائی نے بھی اپنی دولت و ثروت کے بھروسہ پر اس کا حوصلہ کیا بلکہ اس بے باک نے صاحب لولاک سے کہا کہ اگر فاطمہؑ مجھ سے بیاہی جائے تو مہر میں مالی فراواں دوں۔ اللہ اللہ کیسے ضعیف الاعتقاد یہ لوگ تھے کہ پیغمبرؐ خدا کو بھی اپنی طرح مال کا خواہاں دنیا کا طلب گار جانتے تھے، حضرت اس کی اس بے ہودہ سرائی سے بہت برہم ہوئے اور جوش غیظ میں ہاتھ بڑھا کر کچھ نگریزے زمین سے اٹھالیے وہ کنکریاں دست حق پرست میں تسبیح کرتی تھیں، پھر ان کو زمین پر پھینک دیا، تو جواب دہ بے بہا تھے، پس فرمایا اے ابن عوف تو ہم کو مال کا لالچ دیتا ہے ہمارے نزدیک اس کی کیا حقیقت ہے۔

القصة جب سب کو قرآن سے معلوم ہوا کہ یہ دولت علیؓ ابن ابی طالبؑ کا حصہ ہے۔ حضرت خاتونِ جنت کو خدا اور رسولؐ نے صرف شیر خدا کے لیے روک رکھا ہے اور وہی اس کا استحقاق بھی رکھتے ہیں تو خاموش ہو رہے لیکن بعض ہوشیاروں کو اس وقت یہ سوچھی کہ چل کر علیؓ کو ابھاریے اور ان سے اس امر کی درخواست کرائیے اگر التماس ان کا درجہ کجا بت کو پہنچا جیسا کہ گمان غالب ہے تو دل سوزی کا اظہار ہے اور مفت کرم داشتن، ورنہ رد و انکار کی صورت میں علیؓ بھی تو اس ندامت و غالت کا ذائقہ چکھیں جو اوروں کو نصیب ہو چکی ہے یہ منصوبہ بنا کر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ صحیح عبدالرحمنؓ بن عوف و بروایت سعد معاذؓ انصاری کے ساتھ امیر المومنینؓ کے گھر پر آئے مگر وہاں حضرت کو نہ پایا آپ اس وقت ایک انصاری کے باغ میں شتر آب کش کے ذریعہ خرے کے درختوں میں پانی دے رہے تھے یہ لوگ حضرت کی خدمت میں پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے سلسلہ کلام چھیڑا کہ یا علیؓ کوئی خیر و خوبی ایسی نہیں کہ تم میں نہ ہو بلکہ تم ہر فضیلت میں اوروں پر سبقت لے گئے ہو حضرت رسولؐ خدا کے ساتھ قرابت قریبہ رکھتے ہو اور تمام سے پہلے ان پر ایمان لائے اس کے بعد سے ہمیشہ نصرت و اعانت میں سماعی رہے ہو پس کیا وجہ ہے کہ باوجود اتنے حقوق کے تم نے اب تک فاطمہؑ زہراؑ کی خواست گاری نہیں کی، تمام قریش حضرت سے یہ درخواست کر چکے مگر کسی کی بات قبول نہیں کرتے کہتے ہیں کہ یہ امر حوالہ رضائے خدا ہے میرا گمان یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ نے فاطمہؑ زہراؑ کو تمہارے واسطے رکھا ہوا ہے حضرت امیرؓ نے یہ سنا تو آب دیدہ ہو کر فرمایا اے ابوبکرؓ تو نے میرے غم کو تازہ کیا اور جو آرزو کہ میرے دل میں پوشیدہ تھی اس کو جوش میں لایا، مجھ کو اور رغبت فاطمہؑ نہ ہو بھلا یہ کب ہو سکتا ہے مگر بوجہ ناداری کے حیا دامگیر ہے کہ اس بات کو زبان پر لاؤں حضرت ابوبکرؓ نے کہا دنیا و ما فیہا رسول اللہؐ کی نظر میں ہیچ و پوچ ہے اس کا ذرا خیال دل میں نہ لاؤ اور چل کر آنحضرتؐ سے اس کی درخواست کرنے پر ترغیب دی اور بنا بر بعض جاہل انصاری سے، اور، اور لوگوں کے نام بھی مذکور

ہوئے ہیں روضۃ الاحباب میں ہے کہ یارِ انِ علیؑ و اہلِ خواصِ آنحضرتؐ نے ان کو برا بھلا کیا کہ فاطمہؑ کی درخواست کریں، ظاہر ایسی ٹھیک معلوم ہوتا ہے، بہر کیف آپ اونٹ لے کر مکان پر آئے اور اونٹ کو باندھا اور نعلین پائے مبارک میں پہنی اور متوجہ حرم سرائے نبویؐ ہوئے حضرت رسولؐ اس وقت ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے امیر المؤمنینؑ نے کنڈی دروازے کی کھٹکائی، ام سلمہؓ نے کہا کون ہے، قبل اس کے کہ حضرت کہیں کہ میں ہوں رسولؐ خدا نے فرمایا اے ام سلمہؓ دروازہ کھول کہ یہ دوست ہے خدا اور رسولؐ کا اور خدا اور رسولؐ بھی اس کو دوست رکھتے ہیں، ام سلمہؓ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہؐ یہ کون شخص ہے کہ بغیر دیکھے بہالے آپ اس کے حق میں ایسا ارشاد فرماتے ہیں، فرمایا خاموش رہ اے ام سلمہؓ یہ کوئی لغو اور بے ہودہ آدمی نہیں، بڑا مستقل مزاج میرے چچا کا بیٹا، سب سے زیادہ ہمارا دوست اور پیارا ہے، ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ یہ سن کر میں اتنی جلد اٹھی کہ قریب تھا کہ پاؤں دامن میں الجھ کر منہ کے بل گر پڑوں، بارے دوڑ کر دروازہ کھولا، قسم خدا کی جب تک میں پردے میں نہ چلی گئی، علیؑ نے مکان میں قدم نہ رکھا جس وقت میں اونٹ میں ہو گئی تو اندر آئے اور کہا السَّلامُ عَلَیْکَ یا رسولَ اللہِ وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَکاتُہُ آپ نے بکمال بشارت فرمایا وَ عَلَیْکَ السَّلامُ اور اشارہ بیٹھنے کا کیا، علیؑ علیہ السلام آپ کے سامنے سر جھکا کر اس طرح بیٹھے کہ گویا کسی کام کو آئے ہیں اور کہتے ہوئے شرم آتی ہے ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ حضرت رسولؐ ان کا مدعا دلی پا گئے تھے فرمایا اے علیؑ معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی حاجت لے کر آئے ہو اگر کوئی مطلب رکھتے ہو تو بیان کرو، عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہؐ آپ جانتے ہیں کہ بچپن سے آپ نے مجھ کو میرے باپ ابوطالبؓ اور ماں فاطمہؑ بنتِ اسد سے لیا، اور کھانے پینے میں اپنا شریک کیا، اور اپنے طور پر تعلیم و تربیت فرمائی ہمیشہ والدین سے زیادہ مجھ پر مہربان رہے، آپ کی بدولت حق تعالیٰ نے مجھ کو دولت ایمان بخشی، ہر چند آپ ہر طرح میرے کفیل کار و پشت پناہ و سرپرست ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ زوجہ و اہلیہ میرے لیے ہو، تاکہ اپنا گھر آباد کروں اسی غرض سے میں حاضر خدمت ہوا ہوں، التماس میری قبول ہو، اور میرا نکاح اپنی دختر نیک اختر فاطمہؑ زہراؑ کے ساتھ فرماویں، ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں روئے مبارک کی طرف دیکھ رہی تھی ہنوز علیؑ کا کلام تمام نہ ہوا تھا کہ دیکھا میں نے، کہ چہرہ اقدس کثرتِ خوشی سے مانند آفتاب روشن ہو گیا، و بروایت دیگر امیر المؤمنینؑ نے فرمایا میں حاضر خدمت ہوا جب نظر مبارک میرے اوپر پڑی خنداں ہوئے اور فرمایا اے ابوالحسنؑ کدھر آئے ہو جو مدعا ہو بیان کرو پس میں نے اپنی خویشی و یگانگت و سبقتِ اسلام و نصرتِ دین و غزائے جہاد راہِ خدا ایک ایک کا ذکر کیا، فرمایا علیؑ تو راست کہتا ہے اور جو تو نے ذکر کیا تو اس سے بہت بڑھ کر ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ، میری خواہش یہ ہے کہ فاطمہؑ کو میرے ساتھ تزویج

کریں، حضرت نے فرمایا تجھ سے پیشتر اوروں نے بھی یہ درخواست کی تھی مگر جب فاطمہؑ سے انکا ذکر آیا تو آثارِ کراہت اس کے بشرے سے نمایاں ہوئے تو ٹھہر کہ میں فاطمہؑ سے اس بارے میں بات کر لوں پھر جواب دوں گا پس آپ اندر تشریف لے گئے فاطمہؑ زہراؑ نے حضرت کو آتے دیکھا تو سرو قد تعظیم کو اٹھیں اور حسب دستور ردا دوش مبارک سے سنبھالی نعلین پائے اطہر سے لیں اور پانی لا کر دست و پائے اقدس کو دھویا بعد ازاں مودب خدمت میں بیٹھیں حضرت نے فرمایا اے فاطمہؑ بن ابی طالبؑ کی فضیلت و قربت کو جانتی ہو جو حقوق کہ دین خدا میں وہ رکھتے ہیں تم کو معلوم ہیں بہ تحقیق کہ میں نے حق تعالیٰ سے التجا کی تھی کہ تم کو ایسے شخص سے کہ تمام خلقت سے بہتر اور سب سے زیادہ اس کا محبوب ہو تر و توج کرے سو علیؑ بن ابی طالبؑ تمہاری خواست گاری کو آئے ہیں تمہاری اس میں کیا رائے ہے فاطمہؑ یہ سن کر چپ ہو گئیں اور کوئی علامت کراہت ان سے ظاہر نہ ہوئی۔ حضرت نے فرمایا اللہ اکبر سکو تھا اقرار اھا اس کی خاموشی بمنزلہ اس کے اقرار کے ہے بروایت اول حضرت نے متبسم ہو کر فرمایا یا علیؑ تیرے پاس کچھ ہے بھی، جس پر فاطمہؑ کے ساتھ تیرا نکاح کروں امیر المومنینؑ نے عرض کی فداک ابی وامی یا رسول اللہ میرا حال آپ سے پوشیدہ نہیں، ایک زرہ ایک تلوار ایک اونٹ رکھتا ہوں، پس یہی میری کائنات ہے حضرت نے فرمایا تلوار کی تجھ کو احتیاج ہے اُس سے راہِ خدا میں جہاد کرتا ہے۔ خیر آب کش حضرت میں پانی لانے سفر میں اسبابِ لا دنے کے لیے کار آمد ہے مگر زرہ کے بغیر کارروائی ہو سکتی ہے اس کو بیچ ڈال وہی مہر فاطمہؑ ہے اور ہم تجھ سے اس پر رضامند ہیں۔

نکاحِ آسمانی بحکم حضرت جل و علا سبجانی: پس حضرت نے فرمایا اے ابوالحسن تجھ کو بشارت ہو اور شاذرہ تو کہ قبل اس کے میں زمین پر تیرا نکاح کروں حق تعالیٰ بالائے آسمان یہ نکاح کر چکا ہے ابھی تیرے آنے سے ذرا پہلے ایک فرشتہ میرے پاس آیا، جس کے بہت سے منہ اور بے شمار بازو تھے، میں نے کبھی اس سے پیشتر ایسا فرشتہ نہ دیکھا تھا اس نے کہا یا مُحَمَّدُ ابْشِرْ بِاجْتِمَاعِ الشَّمْلِ وَ طَهَارَةِ النَّسْلِ یعنی اے محمدؐ بشارت ہو تم کو کہ افتراق و جدائی تمہاری اہل سے دور ہوئی اور نسل پاک و پاکیزہ کی بنیاد رکھی گئی، میں نے پوچھا تیرا اس عبارت سے کیا مدعا ہے، بولا میں ایک فرشتہ نسطائیل نام قوائمِ عرش سے ایک قائمہ پر تعینات ہوں میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ مژدہ تزویج علیؑ و فاطمہؑ اول میں پہنچاؤں اس لیے حاضر خدمت ہوا ہوں جبرئیل میرے عقب میں آتے ہیں وہ مفصل کیفیت اس واقعہ کی حضرتؑ سے بیان کریں گے۔

خطبہ راحیل: پس جبرئیل آئے اور سلام کے بعد ایک پارچہ بہشتی سفید رنگ کا مجھ کو دیا جس پر دو سطریں نور کی تحریر تھیں میں نے پوچھا کہ اے برادر جبرئیل یہ پارچہ کیسا ہے، اور کیا اس پر لکھا ہے، کہا اے محمدؐ حق تعالیٰ نے زمین کی طرف

ایک نگاہ کی اور تمام خلایق سے تم کو اپنی رسالت و نبوت کے لیے اختیار کیا، پس دوبارہ اس پر مطلع ہوا اور تمہارے بھائی ابن عم اور وزیر علی بن ابی طالب کو برگزیدہ فرمایا اور اس کا عقد تمہاری دختر فاطمہ کے ساتھ کیا، پس امر کیا کہ بہشت آراستہ ہوں اور درخت طوبیٰ حلقہ و زیورات سے ملمس ہوں حواریان جنت زینت کریں، اور ملائکہ سموات چرخ چہارم پر بیت العمور کے پاس جمع ہوں، پس رضوان خزانہ دار بہشت نے منبر نور جس پر آدم نے خطبہ کہا تھا، جب کہ اسما حسنی ملائکہ پر عرض کیے تھے نصب کیا، پس ایک فرشتگان جب سے جس کو راحیل کہتے ہیں اور تمام فرشتوں میں خوش آواز و شیریں زبان ہے اس منبر پر گیا اور حمد و ثنائے حضرت باری بکمال بلاغت و فصاحت ادا کی پھر کہا کہ اختیار کیا خداوند جبار نے بندہ گرامی و پسندیدہ اپنے کو بہترین زنان عالم کے لیے کہ دختر ہے افضل انبیاء و اشرف مرسلات کی، پس پیوند کیا اپنے نبیؐ کو ایک مرد کے ساتھ، کہ اس کے کنبے سے، مصاحب اس کا ہے، اور قبول کرنے والا اس کی دعوت کا ہے، اور سبقت کرنے والا اس کے دین کی طرف ہے۔ یعنی علی بن ابی طالب کا نکاح بتولیٰ عذرا فاطمہ زہرا کے ساتھ منعقد فرمایا، جبرئیل کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے حکم خدائے جل و علا علیٰ و فاطمہ کا نکاح پڑھا اور ملائکہ مقررین کو اس پر گواہ گردانا، اور ان کی گواہی کو اس پارہ حریر پر ثبت کیا، پروردگار عالم کا حکم ہے کہ اس کتبہ کو آپ کو دکھاؤں، پھر مشک کی مہر لگا کر خازن بہشت کے سپرد کر دوں، اور امر کیا حق تعالیٰ نے شجر طوبیٰ کو کہ تمام حلقے اور زیورات اپنے اس تقریب مبارک میں نثار کرے چنانچہ اس نے تمام برگ و ساز اپنا اس خوشی میں لٹا دیا ملائکہ و حواریان بہشت نے اس نچھاور کو اٹھایا اور اس پر فخر و مباہات کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو ہدیہ دیں گے تا بروز قیامت یہ نشانی نکاح آسانی کی ہے اب تم کو ارشاد جناب باری ہے کہ مجمع اصحاب کے سامنے زمین پر بھی اس نکاح کو منعقد کرو اور بشارت دو علیٰ و فاطمہ کو کہ حق تعالیٰ ان کو دو پسر پاک و پاکیزہ عطا کرے گا کہ صاحب فخر و فضیلت ہائے بے شمار ہوں گے دنیا و آخرت میں، پس حضرت نے فرمایا یا علیؑ وہ فرشتہ ہنوز آسمان پر بھی نہ پہنچا ہوگا کہ تو نے کنڈی دروازے کی ہلائی، ابن شہر آشوب نے مناقب میں روایت کی ہے کہ نکاح امیر المومنین کا فاطمہ زہرا کے ساتھ زمین پر چالیس روز بعد نکاح آسمانی کے ہوا اور وہ پہلی یا چھٹی ذی الحجہ کو ہوا تھا۔

روایت شیخ صدوق علیہ الرحمہ: شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے اس روز ایک فرشتہ دیکھا جس کے چوہیں منہ تھے حضرت نے اس کو جبرئیل جان کر کہا اے انجی جبرئیل میں نے اس سے پیشتر تم کو اس صورت میں نہ دیکھا تھا فرشتے نے کہا یا رسول اللہ میں جبرئیل نہیں ہوں میرا نام محمود ہے حق تعالیٰ نے مجھ کو امر کیا ہے کہ ایک نور کو دوسرے نور کے ساتھ ترویج کروں یعنی علیؑ کو فاطمہ کے ساتھ بیاہ دوں جب فرشتے نے پشت موڑی تو

دیکھا کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان لکھا تھا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَعَلٰی وَصِیَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ نے پوچھا اے محمود تمہارے شانوں کے درمیان یہ عبارت کب سے تحریر ہے کہا بائیس ہزار سال قبل خلقِ آدم سے، صاحبِ تاریخِ التاریخ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اہل سنت کے یہاں بھی بطریق متعددہ مردی ہے فرق اس قدر ہے کہ ان کے یہاں اس ملک کا نام بجائے محمود کے صرصائل ذکر ہوا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے بیس سر اور ہر سر میں ہزار آنکھیں تھیں اور ہاتھ اس کے اس قدر دراز تھے کہ آسمانوں اور زمینوں سے لٹکے ہوئے تھے اور شانوں کے درمیان بعد کلمہ شہادتیں لکھا تھا۔ علی بن ابی طالبؓ مقیم الجنہ بہر کیف حضرت رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علیؑ بشارت ہو تم کو کرامت پروردگار کی میں اس جل شانہ کے حکم کو تمہارے بارے میں جاری کروں گا، تم آگے چل کر مسجد میں ٹھہرو میں بھی پیچھے پیچھے آتا ہوں تاکہ فاطمہؑ کے ساتھ تمہارا نکاح کروں اور فضائل و مناقب کو سب کے سامنے بیان کروں جن سے آنکھیں تیری اور تیرے دوستوں کی روزِ قیامت تک ٹھنڈی رہیں پس حضرت امیر المومنینؑ آپ کی خدمت سے شاداں و فرحاں باہر آئے مسجد کی طرف تشریف لے جاتے تھے راہ میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کہ آپ کے واپسی کے منتظر تھے آپ سے ملے اور حال دریافت کیا حضرتؑ نے فرمایا کہ پیغمبرؐ خدا نے میرا نکاح فاطمہؑ کے ساتھ کر دیا اور مجھ کو خبر دی کہ حق تعالیٰ نے بالائے آسمان یہ نکاح منعقدہ فرمایا اور وہ حضرتؑ ابھی آتے ہیں تاکہ اس کا اعلان سب کے سامنے کریں شیخین نے یہ سن کر بظاہر اظہارِ مسرت و شادمانی کیا۔

خطبہ امیر المومنینؑ: الغرض حضرت امیرؑ مع ابوبکرؓ و عمرؓ مسجد میں آئے اور ان کے پیچھے حضرت رسولؐ خدا بھی داخل ہوئے آپ نے بلالؓ کو حکم کیا کہ مہاجر و انصار کو جمع کر پس منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا اے معشرِ مسلمین جبرئیل امیں میرے پاس آئے اور خبر دی کہ حق تعالیٰ نے ملائکہ کو بیت المعمور پر جمع کیا اور سب کے سامنے فاطمہؑ اپنی کنیز میری دختر کا نکاح اپنے بندے علی بن ابی طالبؑ کے ساتھ کر دیا اور ملائکہ کو اس پر شاہد کیا پس مجھ کو امر کیا ہے کہ تمہارے حضور میں اس کا اعادہ کروں اور تم کو اس کا شاہد گردانوں بروایت حضرتؑ نے فرمایا ایہا الناس مردانِ قریش مجھ سے بار بار فاطمہؑ کی خواست گاری کرتے تھے مگر میں اس کی تردید کو حق سبحانہ تعالیٰ پر حوالے کرتا تھا بہ تحقیق کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں علیؑ کو پیدا نہ کرتا تو فاطمہؑ تمہاری دختر کا روئے زمین پر آدم و غیر آدم سے کوئی ہمسرنہ تھا کہ جس کے ساتھ اس کا عقد ہوتا۔ پس حضرتؑ بیٹھ گئے اور امیر المومنینؑ کو فرمایا اے ابوالحسن اٹھ اور فاطمہؑ کی خواست گاری کر حضرت امیرؑ اٹھے اور ایک خطبہ مختصر بکمال بلاغت و فصاحت پڑھا وہ خطبہ یہ ہے الْحَمْدُ لِلّٰہِ شُکْرُ الْاَنْعَمِہِ وَاٰیَا دِیْہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شَہَادَۃً

تَبْلُغُهُ وَتَرْضِيهِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَوةً وَتَخْطِبُهُ وَالنِّكَاحَ مِمَّا أَمَرَ اللَّهُ
عَزَّوَجَلَّ وَرَضِيهِ وَمَجْلَسُنَا هَذَا قَضَاءُ اللَّهِ وَآذِنَ فِيهِ وَقَدْ زَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ
ابْنَةُ فَاطِمَةَ وَجَعَلَ صَدَاقَهَا رَعَى هَذَا وَقَدَرُ ضَيْتَ بِدَلِّكَ فَاسْلُوَاهُ وَاشْهَدُوا
خلاصہ مضمون خطبہ شریفہ کا یہ ہے کہ اول حمد خدا کی، پھر محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیجا، بعد ازاں فرمایا کہ نکاح ایک امر ہے
کہ حق تعالیٰ نے اس کو پسند کیا اور اس کا حکم فرمایا ہے بہ تحقیق کہ ہماری یہ مجلس بحکم و قضاء کر دگا مرتب ہوئی ہے، مقصود
اس سے یہ ہے کہ حضرت رسول خدا نے اپنی دختر مطہرہ فاطمہ زہراؑ کا نکاح میرے ساتھ کر دیا اور اس میری زرہ کو اس کا
مہر گردانا میں اس پر راضی ہوں تم بھی حضرت رسول خدا سے اس کو دریافت کر لو تا کہ گواہ رہو۔ حاضرین مجلس نے
حضرت سے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ نے فاطمہؑ کا عقد علی بن ابی طالب کے ساتھ مہر مذکور پر کر دیا ہے فرمایا ہاں کر دیا
ہے اس پر مجلس سے شور مبارک باد بلند ہوا سب نے کہا بَارَكَ لَهُمَا وَعَلَيْهِمَا وَجَمَعَ شَفْلَهُمَا یعنی خدا
دو لہا دلہن کو یہ شادی مبارک کرے۔ اور ان کے درمیان اتفاق و ملاپ رہے مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے زرہ کا مہر
مقرر ہونا پایا جاتا ہے اور ایک روایت میں پانچ سو درہم مہر کے ذکر ہوئے ہیں ممکن ہے کہ قیمت زرہ کی پانچ سو درہم ہو۔
مہر جناب فاطمہ زہراؑ: پس مآل دونوں روایتوں کا ایک ہی ہوگا اور احادیث میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ نے ربیع
یعنی چہارم دینار کو مہر فاطمہؑ قرار دیا اور بہشت و دوزخ کو اس کا مہر گردانا تا کہ روز قیامت اپنے دوستوں کو بہشت میں
اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کریں، لیکن زمین پر مشہور مہر آنحضرت کا پانچ سو درہم ہے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے
پیغمبر خدا کے پاس وحی بھیجی کہ ہم نے مہر فاطمہؑ خمس یعنی پانچواں حصہ دنیا کا، اور تہائی بہشت اور چار نہریں نہر فرات نیل
مصر و نہر و آں و نہر الخ مقرر کیا ہے مگر تم اے محمدؐ اس کو پانچ سو درہم پر بیاہ دو۔ تا کہ تمہاری امت میں یہ مقدار سنت رہے۔
فردوس الاخبار میں کہ کتب اہل سنت سے ہے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے امیر المومنین سے فرمایا یا علیؑ حق
تعالیٰ نے فاطمہؑ کو تجھ سے تزویج کیا اور زمین کو اس کا مہر مقرر کیا پس جو زمین پر راہ چلے اور تمہارا دشمن ہو وہ بہ حرام راہ
چلتا ہے۔ منقول ہے کہ رسول خدا اس کا رخیر سے فراغت پا کر مسجد سے حرم سرا میں تشریف لے گئے تو جناب فاطمہؑ کو
گیاں پایا فرمایا اے فاطمہؑ کس لیے روتی ہے قسم بخدا کہ اگر میرے اہل بیت میں علیؑ سے بہتر کوئی اور ہوتا تو میں تیرا
نکاح اس سے کرتا بہ تحقیق کہ میں نے یہ نکاح نہیں کیا حق تعالیٰ نے اس کے ساتھ تجھ کو بیاہا ہے اور خمس مال تیرا مہر مقرر
فرمایا، پس جب تک زمین و آسمان باقی ہے خمس تیرا اور تیری اولاد کا حق ہے۔ مناقب مرتضوی میں نقل کیا ہے کہ جناب
سیدہ اپنے مہر پانچ سو درہم قیمت زرہ سے مطلع ہوئیں تو حضرت رسول خدا کی خدمت میں عرض کی کہ سب کی لڑکیوں کا

مہر درہم و دینار سے ہوتا ہے۔ آپ کی دختر کا بھی یہی ہوگا تو اوروں سے کیا فرق ہوگا دعا کیجیے کہ حق تعالیٰ میرا مہر آپ کی امت کی شفاعت قرار دے حضرتؑ نے بارگاہِ باری میں دعا کی اور فی الفور درجہٴ جاہت کو پہنچی جبرئیل امین ایک قطعہ حریر لائے دو سطریں اس میں لکھی تھیں مضمون یہ تھا کہ حق تعالیٰ نے مہرِ فاطمہؑ اس کے باپ کی امت کی شفاعت مقرر کی ہے جنابِ سیدہؑ اس رقعہ کو ہمیشہ بطور تبرک اپنے پاس رکھتی تھیں بوقتِ رحلت و وصیت کی کہ اس کو میرے ساتھ قبر میں دفن کر دینا تاکہ فرداءِ قیامت اس جتہ سے اپنے باپ کی امتِ عاصی کو بخشاؤں۔

سامانِ جہیز جنابِ سیدہؑ: مروی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علیؑ اپنی زرہِ حطمیہ (۱) کو بیچ کر ہمارے پاس لے آؤ کہ سامانِ جہیز تمہاری زوجہ کا بہم پہنچے حضرت امیرؑ حسب الارشاد زرہ کو بازار میں فروخت کے لیے لے گئے سنی کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن عفان نے وہ زرہ چار سو اسی درہم پر خرید کی ورنہ ان کے ہاں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے امیر المومنینؑ سے بشکلِ اعرابی بن کر اس کو خریدا تھا اور قیمت آنحضرتؐ کو دی تھی پھر زرہ رسول اللہؐ کو دینے گئے تھے۔

اشیاءِ جہیز جنابِ سیدہؑ: بالجملہ امیر المومنینؑ کہتے ہیں کہ میں نے زرِ قیمت لا کر رسولؐ خدا کے دامن میں ڈال دیا نہ حضرتؑ نے پوچھا کہ کس قدر ہیں، نہ میں نے ہی مارے شرم کے اس کا کچھ ذکر کیا، حضرتؑ نے ویسے ہی بے گنے ایک مٹھی درہموں کی بھر کر بلالؓ کو دی کہ اس سے خوشبو و عطریات فاطمہؑ کے لیے خرید کرے۔ پھر دو مٹھیاں اور بھریں اور حضرت ابو بکرؓ و عمارؓ یا سرؓ و دیگر صحابیوں کے حوالے کیں کہ پارچہ و دیگر اسبابِ خانہ داری جو مناسب جائیں خرید لائیں ایک روایت میں ہے کہ ایک ٹلت روپیہ خوشبو کے لیے اور دو تہائی پارچہ و اثاث الیبت کے واسطے مرحمت فرمایا ظاہر امر ادیہ ہے کہ جس قدر روپیہ اس وقت عنایت کیا اس میں تہائی خوشبو اور دو تہائی دیگر سامان کے لیے تھا۔ یہ کہ تمام روپیہ اسی وقت خرچ کر دیا گیا کس لیے کہ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ روپیہ مصارفِ روزِ رخصت کے لیے حضرت ام سلمہؓ کے سپرد کیا تھا الحاصل یہ حضرات بازار میں پہنچے اور خرید اسبابِ شروع کی جو چیز لیتے پہلے بوجھ بوجھ کر حضرت ابو بکرؓ کو دکھلا لیتے جب وہ کہتے تب اس کو لیتے پس انھوں نے ایک کرتہ سات درہم کو خریدا اور ایک چادر چار درہم کو لی اور ایک قطیفہ (سرخی) سیاہ خیبری اور ایک کھٹولا کھجور کے بانوں سے بنا ہوا دو گدے نیچے بچھانے کے کہ ایک

(۱) حطمہ بن محارب ایک زرہ بنانے والے کا نام ہے زرہ حطمیہ اس کی طرف منسوب ہے یا زرہ حطمیہ اس زرہ کو کہتے ہیں کہ جس پر لگ کر تلوار ٹوٹ جائے کیوں کہ حطم کے معنی لغت میں ٹوٹنے کے ہیں یا زرہ گراں اور عریض کو کہتے ہیں اور اسی سے ہے حدیث از دواج فاطمہؑ کو آنحضرتؐ نے علی علیہ السلام سے فرمایا این زرہ ک الحطمیہ یا علیؑ تمہاری زرہ حطمیہ کہاں ہے؟ انکدانی القاموس۔

میں لیف خرمادوسرے میں بھیڑ کے بال بھرے تھے، اور چار نیکی طائف کے چمڑے کے، گیارہ اذخران میں بھرا تھا، اور ایک پردہ بالوں کا، اور ایک حصیر بھر کا، اور ایک چکی آٹا پیسنے کی، ایک بادیہ تانبے کا، ایک طرف چمڑے کا پانی پینے کے لیے، ایک کاسہ لکڑی کا دودھ پینے کا، ایک مشک پانی کے لیے، ایک لوٹا مٹی کا سیاہ روغن کیا ہوا، ایک گھڑامٹی کا سبز روغن کیا ہوا، چند کوزے مٹی کے خریدے، بروایت ایک چھلنی آٹا چھاننے کی، دو بازو بند چاندی کے بھی تھے، جب تمام اشیاء خرید ہو گئیں تو کچھ چیزیں حضرت ابو بکرؓ نے اور باقی دیگر اصحاب نے اٹھائیں اور حضرت کی خدمت میں لائے آپ ایک ایک چیز کو ہاتھ میں لیتے اور الٹ پلٹ کر دیکھتے اور فرماتے **بارک اللہ لاهل البیت** خدا گھر والوں کو اس میں برکت دے بروایت آپ نے یہ سامان دیکھا، تو اشک آنکھوں میں بھر لائے اور فرمایا **اللھم بارک لقوم جُلّٰ اٰیبتھم الخزف** یعنی پروردگار برکت دے اس قوم کو کہ تمام ظروف ان کے مٹی کے ہوں۔

درخواست و دواع جناب سیدہ: القصہ امیر المومنینؓ فرماتے تھے کہ نکاح کے بعد ایک مہینہ گزر گیا میں ہمیشہ حضرت کے ساتھ نماز پڑھتا اور گھر لوٹ آتا اصلاً فاطمہؓ کا ذکر زبان پر نہ لاتا حضرتؓ بھی کچھ اس کا ذکر نہ فرماتے الا گاہ گاہ جب کہ تنہا ہوتے تو کہتے کیا ہی خوب زوجہ تیری ہے اے ابوالحسن شادہ کہ ہم نے بہترین از زنان عالم کے ساتھ تیری شادی کی ہے ایک روز ازواج پیغمبرؐ نے مجھ سے کہا یا علیؑ اگر تم کہو تو ہم تمھاری طرف سے پیغمبرؐ سے اس کا ذکر چھیڑیں کہ وہ حضرت تمھاری زوجہ کو رخصت کر دیں میں نے کہا بہتر ہے کہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عقیل برادر امیر المومنینؓ آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کہا اے بھائی مجھ کو فاطمہؓ دختر محمدؐ کے ساتھ تمھاری شادی ہو جائے کی اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ کسی بات سے ایسی خوشی نہ ہوئی تھی اب تم کس لیے آنحضرتؐ سے درخواست نہیں کرتے کہ تمھاری زوجہ کو تمھارے گھر میں بھیج دیں، ہماری دلی آرزو ہے کہ ہماری آنکھیں تمھارے زفاف سے روشن ہوں حضرت نے فرمایا قسم بخدا کہ میری بھی یہی خواہش ہے، مگر شرم آتی ہے، کہ آنحضرتؐ کے سامنے اس کا ذکر زبان پر لاؤں عقیل نے قسمیں دے کر آپ کو درخواست کرنے پر آمادہ کیا اور اپنے ساتھ لے کر پیغمبرؐ خدا کی طرف چلے راستہ میں ام ایمن کنیز رسولؐ خدا کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے کہا تم ٹھہرو میں اس کی تحریک کرتی ہوں کیوں کہ ایسے کاموں میں عورتوں کی بات زیادہ اثر رکھتی ہے پس ام ایمن اندر گئی اور حضرت ام سلمہؓ سے صلاح کی ام سلمہؓ ازواج پیغمبرؐ کو ہمراہ لے کر حاضر خدمت ہوئیں آپ اس وقت عائشہ کے حجرے میں تشریف رکھتے تھے یہ سب ل کر سامنے بیٹھیں اور کلام اس طرح پر شروع کیا کہ اگر آج خدیجہؓ زندہ ہوتیں تو ان کی آنکھیں ان کی دختر کے دیدار سے ٹھنڈک پاتیں حضرت نے جوں ہی نام خدیجہؓ کا سنا تو گریاں ہوئے اور فرمایا **اَیْنِ مِثْلِ خَدِیجَةَ صَدَقْتَنی حَیْنِ کَذَبْنِی النَّاسُ**

وَأَزِدْنِي عَلَى دِينِ اللَّهِ وَأَعَانِي عَلَيْهِ بِمَالِهَا إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ أَمَرَنِي أَنْ أَبْشُرَ خَدِيجَةَ بَبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبِ الزَّمْرَدَةِ صَخْبٍ فِيهِ وَلَا نَضْبَ لِعَيْنِي كَوَيْ مِثْلِ خَدِيجَةَ

کے کہاں ہے اس نے میری تصدیق کی جب کہ اور آدمیوں نے جھٹلایا دین خدا میں میری مددگار رہی اور اپنے مال سے میری اعانت کی بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو امر کیا کہ اس کو بشارت دوں کہ خدا نے ایک مکان زمرد کا اس کے لیے بہشت میں بنایا ہے جس میں کوئی تعب و مشقت نہیں ام سلمہؓ بولیں ہمارے ماں باپ تم پر خدا ہوں یا رسول اللہ جس قدر آپ خدیجہؓ کی تعریف کرتے ہیں سب بجا و درست ہے اب وہ رحمت خدا میں داخل ہوئیں اور کرامت ہائے حق تعالیٰ کو پہنچیں ان کو نعمت ہائے پروردگار مبارک اور گوارا ہوں ہم کو بھی حق تعالیٰ منازل بہشت میں ان کے ساتھ جمع کرے اس وقت ہمارے یہاں جمع ہونے سے یہ غرض ہے کہ تمہارے بھائی اور ابن عم علیؓ بن ابی طالبؓ چاہتے ہیں کہ حضرت ان کی زوجہ فاطمہؓ زہراؓ کو ان کو عطا کریں آپؐ نے فرمایا اے ام سلمہؓ کس لیے علیؓ نے خود مجھ سے اس کا سوال نہیں کیا ام سلمہؓ نے کہا حیا ان کو مانع ہے۔ حضرتؐ نے ام ایمن سے کہا کہ جاعلیٰ کو بلال امیر المومنینؓ آئے تو عورتیں ایک طرف ہو گئیں آپؐ اندر آئے فرماتے ہیں کہ میں حضرتؐ کی خدمت میں بیٹھ گیا شرم سے سر جھکائے تھا پیغمبر خداؐ نے فرمایا یا علیؓ چاہتا ہے کہ تیری زوجہ کو تیرے حوالے کر دیا جائے میں نے آہستہ سے کہا ہاں یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر خدا ہوں فرمایا بہتر ہے ہم آج ہی شب کو فاطمہؓ کو وداع کر دیں گے پس میں خوشی خوشی باہر آیا اور آپؐ نے اسی وقت اپنی ازواج کو بلا کر کہہ دیا کہ فاطمہؓ کو زینت کرو اور خوشبوئیں لگاؤ اور ایک حجرے میں اس کے لیے فرش بچھاؤ کہ فاطمہؓ اپنے شوہر کے پاس داخل ہو، بروایت ام سلمہؓ سے فرمایا کہ تم اپنا حجرہ آراستہ کرو اور تمام کاروبار کا انھیں کو کفیل گردانا، ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے فاطمہؓ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ خوشبو بھی ہے کہ اپنی لیے رکھ چھوڑی ہو کہا ہاں ہے اور ایک شیشہ لے آئیں اس میں سی تھوڑی سے خوشبو میری ہتھیلی پر ڈالی ایسی بوئے خوش میں نے کبھی نہ سونگھی تھی دل و دماغ معطر ہو گیا میں نے کہا فاطمہؓ یہ خوشبو تم کو کہاں سے ہاتھ آئی انھوں نے کہا کبھی کبھی میرے باپ رسول خداؐ کی خدمت میں آتے ہیں تو حضرتؐ فرماتے ہیں اے فاطمہؓ مسدلاؤ اور اپنے چچا کے واسطے بچھاؤ میں ان کے لیے فرش بچھا دیتی ہوں وہ اس پر بیٹھتے ہیں۔

جبرئیل کے پروں سے غنبر گرتا ہے: جب اٹھتے ہیں تو ان کے کپڑوں سے ایک شے جھڑتی ہے رسول اللہؐ مجھے کہتے ہیں کہ اس کو جمع کر رکھو یہی وہ خوشبو ہے کہتے ہیں کہ غنبر خالص جبرئیل کے پروں سے جھڑتا ہے جناب سیدہؓ نے جبرئیل کو دیکھی اس لیے کہا کہ بیشتر اوقات وہ ان کی شکل میں رسول خداؐ کے پاس آتے تھے پھر ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ

اس کے سوا فاطمہؑ کسی قدر عرقِ گلاب لائیں کہ کبھی ویسا خوشبودار گلاب دیکھنے میں نہ آیا تھا میں نے کہا فاطمہؑ یہ گلاب تم کو کہاں سے ملا کہا یہ گلاب نہیں یہ عرقِ مبارک رسول خداؐ ہے جب آپ دوپہر کے وقت قیلولہ فرماتے ہیں تو سونے میں پسینہ آتا ہے میں وہ پسینہ اس شیشہ میں لے لیتی ہوں۔

عرقِ مبارک رسول خداؐ گلاب سے زیادہ خوشبودار تھا: اور منقول ہے کہ جبریلؑ ایک حلہ بہشت سے لائے جس کی قیمت کل دنیا کے برابر تھی جب حضرت فاطمہؑ نے اس کو پہنا سب زنانِ قریش اس کو دیکھ کر حیران ہو گئیں اور پوچھنے لگیں کہ فاطمہؑ یہ کپڑا تم کو کہاں سے ملا ہے آپ نے فرمایا حق تعالیٰ نے مجھ کو عنایت کیا ہے۔

امیر المومنینؑ اور جناب سیدہؑ کی شادی کا ولیمہ: القصہ حضرت سنگار کا حکم دے کر طعام ولیمہ کی تیاری میں مصروف ہوئے۔ کچھ درہم قیمت زرہ سے حضرت ام سلمہؓ کے پاس رکھے تھے وہ لے کر امیر المومنینؑ کو دیئے اور فرمایا ان کا روغنِ خرماد و روایتِ روغنِ خرماد وہی خرید لاؤ کہ خضیص (۱) تمھاری طرف سے اور روٹی گوشت ہماری طرف سے ہوگا۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں حسب ارشاد یہ اشیا خرید کر خدمت میں لے گیا آپ نے ایک دسترخوان چمڑے کا منگایا اور تمام کھجوریں اس پر ڈال دیں پھر گھی اور دہی بھی اس پر اوندھا دیا اور آستینیں چڑھائیں اور دستِ مبارک سے ان چیزوں کو باہم ملایا اور امر کیا کہ روٹیاں بہت سی تیار کی جائیں اور ایک مینڈھا فربہ ذبح کرایا جب تمام کھانا تیار ہو گیا تو مجھ کو حکم دیا کہ جاؤ اور کھانے کے لیے لوگوں کو طلب کرو میں مسجد میں گیا تو دیکھا کہ مسجد آدمیوں سے پر ہے مجھ کو شرم آئی کہ بعض کو بلاؤں اور بعض کو نہ بلاؤں ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر کہا بھائیو ولیمہ فاطمہؑ میں کھانے کو چلو یہ سن کر تمام آدمی اٹھ کھڑے ہوئے مجھ کو آدمیوں کی کثرت اور کھانے کی قلت سے تردد ہوا آگے بڑھ کر حضرتؑ کی خدمت میں عرض کی کہ آدمی بہت آگئے ہیں فرمایا کچھ اندیشہ نہ کرو اور ایک رومال کھانے پر ڈھانک دیا اور فرمایا دس دس آدمیوں کو اندر بلاؤ میں دس آدمیوں کو بلاتا جب وہ کھا کر باہر نکلتے تب اور دس کو بلاتا پہلے کھانا کھاتے پھر کھجوروں کا ملیدہ نوش جان کرتے حتیٰ کہ بہرکت حضرت رسالت پناہ سات سو افراد نے اس طرح پر کھانا کھالیا اور دوسری روایت میں ہے کہ جب امیر المومنینؑ نے آواز دی تو وہ آواز باعجاز رسالت پناہی تمام مدینہ و نواحِ مدینہ میں پہنچی لوگ اس کو سن کر اپنے گھروں باغوں اور کھیتوں سے متوجہ دولتِ سرائے نبویؐ ہوئے پس دسترخوانِ مسجد میں بچھا دیئے گئے اور دعویٰ کھانے بیٹھ گئے چار ہزار سے کچھ اوپر آدمی تھے سب کھا کر سیر ہو گئے اور کھانا ہنوز بحال خود باقی تھا پھر حضرت نے کچھ طبق منگوائے اور

(۱) خضیص بر وزن امیر ایک حلوا ہے کہ روغن و خرما سے تیار کرتے ہیں اس کو فارسی میں افروشہ کہتے ہیں ۱۲ شنبی العرب۔

بھر بھر کر امہات مومنین یعنی اپنی ازواج کو بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اپنے عزیزوں ہمسایوں کو بھی کھلائیں پھر ایک طباق بھرا اور فرمایا یہ علیؑ و فاطمہؑ کا حصہ ہے رادی کہتا ہے کہ تین روز تک لوگ آتے اور کھانا کھاتے اور کھانا کم نہ ہوتا تھا۔

ولیمہ سے فراغت پا کر حضرت اندر تشریف لے گئے اور ام سلمہؓ سے کہا کہ فاطمہؑ کو میرے پاس لے آؤ وہ گئیں اور جناب سیدہ کو اپنے ساتھ لائیں کثرت شرم و حیا سے جناب سیدہ دامن زمین پر گھسیتی آتی تھیں اور تمام بدن اطہر پسینہ میں تر ہوتے ہو گیا تھا ایک جگہ راہ میں ٹھوکر کھائی حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ دنیا اور آخرت کی لغزشوں سے تجھ کو نگاہ رکھے سامنے کھڑی ہوئیں تو آپ نے چادر چہرہ انور سے سر کاٹی اور حضرت علیؑ کو جمال بے مثال اس بدر آسمان کمال کا دکھلایا رونمائی کے بعد ہاتھ فاطمہؑ کا پکڑ کر علیؑ علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي ابْنَتِهِ رَسُولُ اللَّهِ کہ دختر رسول اللہؐ تجھ کو مبارک ہو یا سخیؑ خوب زوجہ ہے تیری فاطمہؑ اور اے فاطمہؑ خوب شوہر تیرا ہے علیؑ۔ جبریل امین ولیمہ کی تقریب سے ایک خوان آسمان سے لائے تھے اس میں کسی قدر روٹیاں، کچھ کیلے کی پھلیاں، اور کشمش اور بھی تھی آپ نے ایک دانہ بھی کا اٹھایا اور دست مبارک سے اس کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا علیؑ کو اور ایک فاطمہؑ کو عنایت کیا اور فرمایا یہ ہدیہ بہشت ہے تمہارے لیے ان کاموں کے بعد آپ نے دختران عبدالمطلب و دیگر زنان بنی ہاشم و زنان مہاجر و انصار کو امر کیا کہ فاطمہؑ کے ساتھ ساتھ چلیں اور تکبیر و ذکر خدا اور نسی خوشی کی باتیں کرتی جائیں مگر کوئی بے ہودہ کلمہ زبان سے نہ نکالیں کہ جس میں خدا ناراض ہو پس خچر اپنی سواری کا جسے شہبا کہتے تھے طلب فرمایا اور ایک چادر اس پر ڈال کر جناب سیدہؑ کو سوار کیا پیغمبرؐ خدا اس کے آگے اور جبریل وہی جانب اور میکاؑل بائیں طرف اور ستر ہزار فرشتے پیچھے تسبیح خواں رواں ہوئے اور ستر ہزار حوریں حضرت سیدہؑ کی سواری کو گھیرے ہوئے تھیں۔

جناب سیدہؑ کی رخصتی کی شان: علما اہل سنت نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ شب زفاف جبریل نے استر کی باگ تھامی اسرائیل نے رکاب لی میکاؑل نے دھچی پکڑی۔ پیغمبرؐ خدا فاطمہؑ کے کپڑوں کو سنوارتے جاتے تھے یہ فرشتے تکبیر کہتے اور ان کے ساتھ اور ملائکہ نعرہ تکبیر بلند کرتے تھے چنانچہ یہ تکبیر ان سے قیامت تک سنت رہی کہ عروسی کے موقع پر کہا کریں، ایک روایت میں ہے کہ خچر کی لگام سلمان فارسیؑ کے ہاتھ میں تھی اور حمزہؑ و عقیلؑ و جعفرؑ و دیگر اہل بیت ان کے پیچھے پیچھے جاتے تھے۔ بنی ہاشمؑ نگی تلواریں ہاتھ میں لیے تھے ازواج پیغمبرؐ ام سلمہؓ و عائشہؓ وغیرہ کچھ اشعار بطور رجز پڑھتیں اور ساتھ کی عورتیں ان کا پہلا مصرعہ کہتی تھیں غرض اس شان و شکوہ سے سواری مانند باد بہاری چلی جاتی تھی۔ عرب کا معمول تھا کہ زفاف کے موقع پر کہا کرتے تھے۔ بِالرِّفَاءِ وَالْبَيْنِینِ یعنی زوج و زوجہ میں موافقت

رہے اور وہ صاحب اولاد ہوں حضرت رسول خدا نے دستورات جاہلیت سے جان کر اس سے منع کیا اور فرمایا بجائے اس کے یہ کلمہ کہو **علی الخیر والبرکۃ** یعنی یہ شادی خیر و برکت کے ساتھ ہو۔ مکان پر پہنچے تو آپ نے جناب سیدہ کو سواری سے اتارا اور امیر المومنین کے سپرد کیا کہ اپنی خواب گاہ کو جاؤ مگر میں جب تک تمہارے پاس نہ آؤں کوئی بات نہ کرنا یہ کہہ کر واپس ہوئے اور باقی ہمراہی بھی اپنے اپنے گھروں کو لوٹے مگر ستر ہزار فرشتے جو جب احادیث رات بھر تسبیح و تقدیس الہی میں مصروف رہے امیر المومنین کہتے ہیں کہ میں فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مکان میں لے گیا وہ جا کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں اور شرم سے سر جھکائے تھیں اسی طرح میں بھی ایک سمت خاموش بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضرت رسول خدا پھر تشریف لائے اور فرمایا یہاں کون ہے ہم نے کہا آئیے یا رسول اللہ بخیر و برکت تشریف لائے پس داخل حجرہ ہوئے اور فاطمہؑ کو اپنے برابر بٹھایا پھر فرمایا تھوڑا سا پانی لاؤ فاطمہؑ اٹھیں اور کانہہ چوبی میں پانی بھر کر لائیں حضرت نے اس میں سے ایک گھونٹ لے کر اس پیالے میں کلی کی اور تھوڑا سا پانی اس میں سے جناب سیدہ کے سر پر ڈالا تھوڑا سا ان کے دونوں پستانوں کے درمیان چھڑکا قدرے پشت پر شانوں کے بیچ میں چھڑکا اور فرمایا پروردگار یہ میری بیٹی ہے اور تمام عالم سے زیادہ مجھ کو محبوب اور پیاری ہے اور جناب امیرؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خداوند ایہ میرا بھائی ہے اور جملہ خلایق سے عزیز ہے ہاں اسی اس کو اپنا دوست و اطاعت گزار و فرماں بردار بنا اور اس کی زوجہ کو اس پر مبارک گردان پھر فرمایا جا اے علیؑ اور اپنی بی بی کے پاس داخل ہو خدا تجھ پر مبارک کرے اور رحمت الہی تم پر نازل ہو یہ تحقیق کہ حق تعالیٰ حمید مجید ہے یہ کہہ کر باہر نکلے اور بازو دروازے کے پکڑ کر فرمایا **طہر کما وطہر نسلکما انا سلم لمن سالتکمما وحرب لمن حاربکمما استودعکما اللہ واستخلفہ علیکمما** یعنی خدا تم کو پاک کرے اور نسل پاک و پاکیزہ تم سے پیدا ہو میں تمہارے دوست کا دوست ہوں اور تمہارے دشمن سے دشمنی رکھتا ہوں تم کو سپرد بخدا کرتا ہوں اور اس جل شانہ کو تم پر اپنا خلیفہ کرتا ہوں پھر فرمایا کیا خوب دو دریائے علم ہیں کہ باہم ملاقات کرتے ہیں اور دو ستارے آسمان سعادت کے ایک دوسرے سے نزدیک ہوتے ہیں یہ کہہ کر وہاں سے چلے گئے اور دو لہا دھن نے آرام کیا صبح زفاف حضرت پھر تشریف لائے اور ایک کاسہ شیر اپنے ساتھ لائے۔

اسماء بنت عمیس : پس حضرت فاطمہؑ کو دیا اور فرمایا **اشرب فداک ابوہ** پی، میری پیاری کہ تیرا باپ تجھ پر فدا ہو، پھر امیر المومنینؑ کو دیا اور فرمایا **اشرب فداک ابن عمہ** پی لے تیرے چچا کا بیٹا تجھ پر نثار ہو۔ اور ایک روایت میں حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ اس کے بعد آپ تین روز تک ہمارے پاس تشریف نہ لائے چوتھی صبح کو آئے تو اسماء بنت عمیس شعمیہ کو در حجرہ پر پایا فرمایا تو یہاں کس لیے کھڑی ہے، حالانکہ حجرے میں مرد بے گانہ

ہے، اس نے کہا، قربان جاؤں، لڑکی جب اول بار اپنے شوہر کے پاس جاتی ہے تو اس کو ایک خادمہ درکار ہوتی ہے، کہ خدمت کرے اور کفیل کار ہو، میں فاطمہ کی حاجت روائی کے لیے یہاں حاضر ہوں فرمایا اے اسحق تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی حاجتیں برلاوے، نقل ہے کہ یہ نیک بی بی تین رات بروایت سات رات، جناب سیدہ کے پاس حاضر رہی اور خاص خاص خدمتیں آپ کی اس سے متعلق تھیں، اسابت عمیسؑ بڑی خوش اعتقاد عورت تھی۔ اہل بیت کی محبت پر ہمیشہ ثابت قدم رہی ابتدا میں ان کا نکاح جعفر طیارؑ سے ہوا تھا آخر میں خود مولائے مومنین کی زوجیت کا شرف حاصل کیا، درمیان میں کچھ عرصہ تک وہ خلیفہ اول کے نکاح میں رہیں، مگر جو خصوصیت کہ اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ تھی اس میں سر مو فرق نہیں آنے دیا، انھیں دنوں میں انھوں نے فدک کے مقدمے میں حضرت ابو بکرؓ کے خلاف جناب سیدہ کی گواہی دی تھی اور اس معصومہ کی وفات میں وہ اول سے آخر تک شیریک کار رہیں، چنانچہ ان امور کا ذکر آگے اپنے موقع پر آئے گا۔

القصة حضرت امیر فرماتے ہیں کہ اس صبح کو سردی زیادہ تھی میں اور فاطمہ ایک چادر میں لپیٹے تھے، جب ہم نے حضرت کی گفتگو اسما کے ساتھ سنی تو چاہا کہ اٹھ کر علیحدہ ہو جائیں، حضرت نے اپنے حق کی قسم دی کہ اپنی جگہ سے نہ ہلانا چاہ رہم اسی طرح لپیٹے رہے، تا انیکہ حضرت آ کر ہمارے سر ہانے بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں ہمارے بیچ میں پھیلا دیئے داہنا پاؤں میں نے اپنی چھاتی سے اور بائیں پاؤں نے اپنی چھاتی سے لگا لیا، کہ خشکی انکی دور ہو، حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حلال کام میں غیرت نہیں چاہیے، جب کہ رسول خدا نے علیؑ و فاطمہؑ کو شب زفاف فرمایا کہ کوئی کام نہ کرنا تا وقتیکہ میں تمہارے پاس نہ آؤں اور جب صبح کو ان کے پاس تشریف لائے تو پائے مبارک انکے درمیان دراز کیے اور وہ بچھونے پر لیٹے ہوئے تھے، بالجلہ حضرت فرماتے ہیں کہ جب پاؤں گرم ہو گئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا یا علیؑ ایک کوزہ پانی کالے آؤ، میں اٹھا اور پانی حاضر کیا، آپ نے تین مرتبہ لعاب دہن اس میں ڈالا اور آیات قرآنی اس پر دم کیے پھر فرمایا یا علیؑ اس کو پی لے مگر تھوڑا سا چھوڑ دینا۔ میں نے پیا حضرت نے باقی پانی کو میرے سر دسینہ پر چھڑکا اور فرمایا آذکب اللہ عنک الرّجس وظہرک تطہیراً یعنی خدا ہر رجس و بدی کو تجھ سے دور کرے اے ابوالحسن اور گناہوں اور عیبوں سے پاک کرے پھر فرمایا اور پانی لا میں نے لا کر حاضر کیا حضرت نے پھر وہی عمل کیا اور فاطمہؑ کو پلایا اور بقیہ کو ان کے سر و سینہ پر چھڑکا اور وہی دعا ان کے لیے کی پھر مجھ کو فرمایا ذرا باہر جاؤ میں باہر چلا گیا تو تنہائی میں فاطمہؑ سے پوچھا کہ بی بی تمہارا شوہر کیسا ہے عرض کی یا رسول اللہ جس رات علیؑ میرے پاس آئے میں نے سنا کہ زمین ان کے ساتھ باتیں کرتی ہے، خوف و ہراس اس سے مجھ پر طاری ہوا، پیغمبر خدا نے یہ سنا تو سجدہ شکر میں جھک گئے، سر

اٹھایا تو کہا، بشارت ہو تجھ کو اے فاطمہؑ کہ حق تعالیٰ نے تیرے شوہر کو تمام خلائق پر ترجیح دی، تیری نسل پاک و طیب ہوگی، زمین جو اس کے ساتھ باتیں کرتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو مامور کیا ہے کہ جو کچھ اس پر واقع ہو اس سے علی علیہ السلام کو خبر دے، بروایت دیگر فاطمہؑ نے عرض کی میرا شوہر ہر طرح سے بہتر و افضل ہے، الا یہ کہ زنانہ قریش کہتی ہیں کہ پیغمبرؐ نے اپنی بیٹی ایک مفلس فقیر کو دے دی ہے، رسول خداؐ نے فرمایا، اے میری بیٹی تیرا باپ فقیر نہیں، نہ تیرا شوہر فقیر ہے، بہ تحقیق کہ تمام خزانے روئے زمین کے میرے سامنے پیش ہوئے، میں نے صرف قرب خدائے جل و علا اختیار کیا اور دنیا نہ چاہی، اے فاطمہؑ اگر تو وہ جانے، جو کچھ میں جانتا ہوں، تو تیری نظر میں دنیا کی کچھ حقیقت نہ رہے، آگاہ رہ کہ علیؑ تیرا شوہر اسلام میں سب سے سابق ہے اور علم و بردباری میں تمام سے فائق، جناب احدیت نے تمام عالم سے دو مردوں کو چنا اور چھاننا ایک تیرا باپ ہے، دوسرا تیرا شوہر پس اچھا شوہر ہے تیرا شوہر، اس کی اطاعت کر اور کسی بات میں اس کی مخالفت روانہ رکھ بعد از آں امیر المومنینؑ کو آواز دی کہ یا علیؑ اپنے گھر میں آؤ اور اپنی زوجہ کے ساتھ نرمی اور مدارا کرو، بہ تحقیق کہ فاطمہؑ میری پارہٴ تن ہے اس کی ایذا سے مجھ کو ایذا ہوتی ہے اور اس کی خوشی بعینہ میری خوشی ہے، تم دونوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں، وہی میرا خلیفہ ہے تم پر یہ کہہ کر باہر تشریف لے گئے علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بخدا جب تک فاطمہؑ زندہ رہیں، میں نے کبھی ان کو آزرہ نہیں کیا کوئی امر مجھ سے ایسا نہیں واقع ہوا جو ان کی ناخوشی کا موجب ہو، اسی طرح فاطمہؑ نے بھی مجھ کو کسی بات میں آزرہ نہیں کیا اور کبھی میری نافرمانی ان سے نہیں ہوئی بلکہ ان کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا اور غم و الم میرے دل سے دور ہوتا تھا، حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے رسول اللہؐ کی طرف وحی کی کہ فاطمہؑ کو کہہ دو کہ علیؑ کی نافرمانی نہ کرے، اگر وہ غضب ناک ہوگا تو میں غضب ناک ہوں گا، نیز آنحضرتؐ سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے امیر المومنینؑ پر اور عورتیں حرام کی تھیں جب تک کہ فاطمہؑ زندہ رہیں، اس لیے کہ وہ حضرت طاہرہؑ تھیں حیض ان کو نہ آتا تھا۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے بعض محققین علماء سے نقل کیا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے سورہ بکراۃ میں ان کے اقسام نعمات بہشت کا ذکر کیا ہے مگر حوروں کا ذکر نہیں فرمایا شاید اس لیے کہ یہ سورہ اہل بیت کی شان میں آیا ہے حق تعالیٰ نے فاطمہؑ کی رعایت سے حوروں کا ذکر نہیں فرمایا۔

کیفیت معاشرت امیر المومنینؑ و سیدہٴ نساء العالمینؑ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے مقرر کیا کہ اندر کے کاروبار مثل کھانا پکانے، جھاڑو دینے، آٹا پیسنے کے فاطمہؑ زہراؑ کریں اور باہر کے کام پانی لانے بازار سے سودا خرید کر لانے کے علیؑ مرتضیٰ یا آپ کی مادر گرامی فاطمہؑ بنت اسد بجالائیں۔ تسبیح جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اور نیز روضۃ الاحباب میں ہے کہ علیؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ فاطمہؑ دختر رسول خداؐ کو گھر کے کاروبار یعنی آگ

کے آگے بیٹھنے، آٹا پیسنے، جھاڑو دینے سے زحمت زیادہ پہنچی اور رنگ آپ کے چہرے کا متغیر ہو گیا ایک روز میں نے ان سے کہا کہ کچھ لوٹ تمہارے باپ کے پاس بندی میں آئے ہیں اگر آنحضرتؐ سے اپنا حال جا کر کہو تو ممکن ہے کہ ایک خادم تم کو عطا کریں اور اس زحمت سے نجات ہو، فاطمہؑ پیغمبرؐ خدا کے گھر گئیں۔ مگر حضرت اس وقت تشریف نہ رکھتے تھے۔ عائشہؓ تھیں ان سے حال بیان کیا اور واپس چلی آئیں حضرت رسولؐ بخدا شام کو دولت سرا میں تشریف لائے تو عائشہؓ نے فاطمہؑ کا طلب خادم کے لیے حاضر ہونا بیان کیا۔ آپ اسی وقت خانہٴ علیؑ و زہراؑ کی طرف متوجہ ہوئے دونوں بزرگوار جامہٴ شب خوابی پہن کر اس وقت لیٹ رہے تھے حضرتؐ کو آتے دیکھ کر اٹھنا چاہا آپ نے امر کیا کہ اپنے مقام سے حرکت نہ کرو اور خود تشریف لا کر ان کے سر ہانے بیٹھ گئے اور پائے مبارک کو ان کے درمیان داخل کیا علیؑ علیہ السلام کہتے ہیں کہ اثر پائے مبارک اور راحت و خوشی ان کی ہمارے سینوں کو معلوم ہوئی پس فرمایا اے فاطمہؑ تم ہمارے گھر طلب خادم کے لیے گئی تھیں۔ علیؑ مرتضیٰ نے کہا یا رسول اللہؐ میں نے ان کو بھیجا تھا کیوں کہ کارِ خاگی سے فاطمہؑ کو بہت تکلیف ہوتی ہے حضرتؐ نے فرمایا میں تم کو ایسی بات تعلیم کرتا ہوں کہ خادم سے بہت بہتر ہے۔ جب سونے لگو تو چونٹیس مرتبہ اللہ اکبر تینتیس مرتبہ الحمد للہ بتیس مرتبہ سبحان اللہ کہہ لیا کرو کہ یہ تسبیح تمہارے لیے خادم سے کہیں بہتر ہے علیؑ مرتضیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت سے یہ تسبیح پڑھنی شروع کر دی پھر کبھی اس ورد کو نہیں چھوڑا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یا حضرتؐ کیا آپ نے شب صفین یعنی لیلۃ الہریر کو بھی اس کو ترک نہیں کیا فرمایا کہ ہاں اس رات کو بھی نہیں چھوڑا، بروایت ارشاد کیا کہ اول شب کو بھول گیا تھا آخر میں تدارک کیا۔

مؤلف کہتا ہے کہ یہ روایت روضۃ الاحباب کی مطابق و موافق ہے روایت تسبیح فاطمہؑ کے کہ بعد ہر نماز کے اس کا پڑھنا کتب شیعہ میں وارد ہے اور اس کے موافق عمل درآمد ہوتا ہے۔ مگر بحار الانوار میں جو روایت اس مقام پر وارد کی ہے اس میں یہ تسبیح اس ترتیب سے ذکر نہیں ہوئی اس میں پہلے تینتیس مرتبہ الحمد للہ پھر تینتیس مرتبہ سبحان اللہ پھر چونٹیس مرتبہ اللہ اکبر ذکر ہوا ہے ہو سکتا ہے کہ راوی کو سہوا ہوا ہو اور اس نے اس ترتیب کو الٹ کر یعنی چونٹیس مرتبہ اللہ اکبر بجائے اول کے آخر میں ذکر کر دیا ہو اور ممکن ہے کہ سوتے وقت اس طرح پڑھو اور نماز کے بعد موافق روضۃ الاحباب کے ہو، بہر حال بحار الانوار میں اس کے بعد اس قدر اور عبارت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ یہ تسبیح سو کلمہ ہیں زبان سے اور ثواب اس کا ہزار ہے میزان میں اے فاطمہؑ اگر اس تسبیح کو ہر روز صبح کے وقت پڑھو گی تو حق تعالیٰ کفایت کرے گا تمہاری دنیا و آخرت کی حاجتوں کو۔ لکھا ہے کہ ہر چند اس وقت نظر مصالح اسلام و مسلمانان حضرتؐ نے درخواست اپنی نور دیدہ کی منظور نہیں کی الا بعد میں ایک لونڈی آپ کو عنایت کی جس کا نام فضہ رکھا گیا۔ اس وقت سے معمول یہ تھا کہ

ایک روز گھر کا کام جناب سیدہ کرتی تھیں ایک روز فضلہ سے کراتی تھیں۔ سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں جو ایک روز فاطمہ کے گھر گیا، دیکھا کہ وہ جناب چکی پیس رہی ہیں اور دست مبارک زخمی ہو کر خون اس سے بہہ رہا ہے تاہم چکی کا دست لہو لہان ہو گیا ہے، امام حسینؑ مارے بھوک کے ایک طرف پڑے روز ہے ہیں لیکن فضلہ لونڈی آپ کی آرام سے بیٹھی ہے میں نے عرض کی اے دخترِ رسولؐ کس لیے آپ لونڈی سے خدمت نہیں لیتیں۔ فرمایا کہ میرے باپ نے مجھ کو نصیحت کی ہے کہ ایک روز میں کام کروں ایک روز فضلہ کرے۔

بالجملہ حضرت خاتونِ جنت باوجود لونڈی کے بھی جیسا کہ برگزیدہ گانِ خدا کا معمول ہے۔ سب کاروبارِ خانگی اپنے ہاتھوں کرتیں اور دیگر عورات کی طرح اس کو مطلق عیب و عار نہ جانتی تھیں جو وقت گھر کے کام و خدمت سے بچتا وہ طاعتِ خدا میں محرابِ عبادت میں بسر فرماتیں۔ لکھا ہے کہ ایک روز حضرت رسولؐ خدا علی علیہ السلام کے گھر میں گئے تو دیکھا دونوں میاں بیوی بیٹھے اناج پیس رہے ہیں فرمایا تم دونوں میں کون زیادہ تھکا ہوا ہے۔ حضرت امیرؑ نے کہا یا رسول اللہ فاطمہ بہت تھک گئی ہیں پس حضرتؑ نے جناب سیدہ سے کہا کہ تم اٹھو وہ انھیں تو فخر کائنات ان کے مقام پر بیٹھ گئے اور امیر المومنینؑ کے ساتھ چکی چلانے میں مشغول ہوئے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ جناب سیدہ چکی پیستے پیستے سو جاتیں فرشتے آتے اور چکی چلاتے۔ اکثر ایسا واقع ہوتا کہ جناب معصومہ چکی پیسنے میں لگی ہوتی ہیں اور ملائکہ حسین علیہا السلام کا گہوارہ ہلا رہے ہیں اور ان کو بہلا رہے ہیں۔ مناقبِ خوارزمی میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مجھ کو رسول اللہؐ نے علیؑ کے بلانے کو بھیجا۔ میں آنحضرتؐ کے گھر پر گیا تو دیکھا کہ علیؑ موجود نہیں الا چکی آٹا پیسنے کی خود بخود چل رہی ہے اور آٹا اس سے گر رہا ہے حیرت ہوئی اور حضرتؑ کی خدمت میں واپس آ کر یہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا اے سلمانؑ تعجب نہ کر بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ کی طرف سے چند فرشتے اہل بیت کی خدمت کے لیے مقرر ہیں کہ کاروبارِ خانگی میں ان کی امداد کرتے ہیں وہی اس چکی کو بھی پھراتے ہیں۔ نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت پناہ خانہ ملائکہ آشیانہ امیر المومنینؑ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ فاطمہؑ چوٹھا جھونک رہی ہیں اور امیر المومنینؑ عدس صاف کر رہے ہیں فرمایا اے ابوالحسنؑ جو کچھ میں کہتا ہوں سنو کیوں کہ جو کچھ ہوں گا حق تعالیٰ کی طرف سے اور اس جل شانہ کے حکم سے کہوں گا۔ کوئی شخص کاروبارِ خانگی میں اپنی زوجہ کو مدد نہیں دیتا الا یہ کہ بقدر ہر ایک بال کے کہ اس کے بدن پر ہے ایک سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے جس میں دن کو روزہ رکھا ہو اور رات کو نماز میں کھڑا رہا ہو۔ اور بہت سے ثواب بیان فرمائے۔ بیشتر ایسا ہوتا تھا کہ کا شانہ عرش آستانے میں تین تین روز کھانا نہیں پکاتا تھا۔ اور وہ حضرت واسطی رضائے حق سبحانہ تعالیٰ کے صبر کرتے تھے۔ گھر میں ایک کھال کے سوا فرش نہ تھا۔ کہ دن کو اس پر اونٹ

دانہ کھاتا تھا۔ رات کو دونوں بزرگوار اس پر سوتے تھے۔ ایک دن سلمان فارسیؓ نے دیکھا کہ چادر جسے جناب سیدہؓ اوڑھتی ہیں اس میں بارہ پیوند لیف خرما کے لگے ہیں کہا افسوس ہے قیصر و کسری سندس و حریر پہنیں اور دختر رسول اللہ کا یہ لباس ہو حضرت رسول خداؐ نے یہ سن کر فرمایا اے سلمان میری بیٹی گروہ سابقین سے ہے کہ سبقت کرے گی طرفِ نعماتِ جنت کے سب سے پہلے جناب فاطمہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ سلمان میری چادر کو دیکھ کر تعجب کرتا ہے حالانکہ قسم ہے اس خداؐ نے برتری جس نے آپ کو بنی برحق کیا ہے کہ پانچ سال سے میرے اور علیؓ کے پاس سوائے ایک کھال کے کپڑا نہیں دن کو اونٹ اس پر دانہ کھاتا ہے۔ رات کے وقت ہم اس کو اپنا فرش خواب بناتے ہیں اور ہمارا تکیہ چڑے کا ہے کہ اس کے اندر خرے کی چھال بھری ہوئی ہے۔ روایت ہے کہ کسی شفیق نے، اشقیائے حضرت فاطمہؓ میں سے کہہ دیا کہ تمہارے شوہر، علی بن ابی طالب ابو جہل کی بیٹی کے ساتھ عقد کیا چاہتے ہیں۔ جناب سیدہؓ نے قسم دے کر پوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے، اس مردود نے قسمیں کھالیں کہ اس میں سر مو فرق نہیں، حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ غیرتِ عظیم اس سبب سے فاطمہؓ پر طاری ہوئی، اور غم و غصہ نے دل پر ہجوم کیا، دن فکر و تردد میں کٹا، رات ہوئی تو حسینؑ و ام کلثومؑ کو لے کر حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، امیر المومنینؑ دولت سرا میں تشریف لائے تو جناب سیدہؓ کو نہ پایا، حیرت اور تعجب میں رہے اور سبب اس کا آپ کو معلوم نہ تھا اور حیا دامنگیر ہوئی کہ باپ کے گھر سے ان کو بلوائیں، بنا بریں محزون و طول مسجد میں جا کر نماز پڑھنے لگے، بہت دیر تک نماز پڑھی آخر خاکِ مسجد جمع کر کے اس پر تکیہ لگا کر لیٹ رہے، حضرت رسول خداؐ نے فاطمہؓ کو غمگین دیکھا تو غسل کیا اور لباس پہن کر مسجد میں جا کر نماز پڑھنے لگے، ہر دو رکعت کے بعد دعا مانگتے تھے کہ الہی غم و الم کو فاطمہؓ کے دور کر، کیوں کہ آپ کو آہ و زاری کرتے اور کروٹیں بدلتے چھوڑ گئے تھے، الغرض جب آنحضرتؐ نے دیکھا کہ کسی طرح فاطمہؓ کو آرام و قرار نہیں آتا، تو سب کو اپنے ساتھ مسجد میں، جہاں امیر المومنینؑ فرشِ خاک پر لیٹے تھے لائے اور کہا اٹھو اے ابوتراب، تم نے آج بہت سے سوئوں کو جگایا ہے جاؤ ذرا ابو بکرؓ و عمرؓ کو بلا لاؤ شیخین حاضر خدمت ہوئے تو ان کو سنا کر امیر المومنینؑ سے کہا یا علیؓ تجھ کو معلوم ہے کہ فاطمہؓ میری پارہٴ تن ہے، جس نے اس کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے میرے بعد اس کو ایذا دی اور ستایا ایسا ہے گویا میری زندگی میں ستایا اور جس نے میری زندگی میں ستایا گویا میرے بعد ستایا، امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ درست ہے۔ لیکن قسم ہے اس خداؐ نے برتری جس نے آپ کو بغیر میری پر بھیجا کہ مجھ کو اس امر کی جو فاطمہؓ نے سنا خبر تک بھی نہیں، میرے دل میں کبھی اس کا خیال بھی نہیں آیا۔ حضرتؑ نے کہا تو راست کہتا ہے۔ پس حضرت فاطمہؓ شاد ہو گئیں اور مسکرانے لگیں یہاں تک کہ دندان مبارک نمایاں ہوئے۔ پس حضرت رسول خداؐ نے علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور امام حسنؑ کو گود

میں لیا اور جناب امیرؑ نے امام حسینؑ کو اٹھایا اور جناب فاطمہؑ نے ام کلثوم کو لیا اور سب کے سب حجرہ امیر المومنینؑ میں آئے حضرتؑ نے سب کو لٹا کر ایک چادر ان پر ڈھانپ دی اور سپرد بخدا کر کے واپس مسجد میں تشریف لائے اور باقی رات کو عبادت پروردگار میں بسر کیا۔

مولف کہتا ہے کہ روایت خطبہ دختر ابو جہل در اصل روایات اہل سنت سے ہے، اہل حق کے نزدیک بعید ہے کہ حضرت امیرؑ وفاطمہؑ زہراؑ میں کوئی ایسا نزاع و جھگڑا واقع ہو کہ اس کے تصفیہ کے لیے جناب رسالت مآب کو حکم ہونا پڑے، اس لیے کہ وہ دونوں معصوم تھے اور رتبہ معصوم بلند ہے اس سے کہ ایسی صورتیں ان کو پیش آئیں اسی لیے شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ایسی روایات کو معتبر نہیں جانا، چنانچہ بیشتر بضمن بیان کینات امیر المومنینؑ ان کا قول نقل ہوا، پس جو روایات اس قسم کی بطریق شیعہ نقل ہوئی ہیں۔ تقیہ پر محمول ہو سکتی ہیں یعنی ممکن ہے کہ بحالت تقیہ آئمہ علیہم السلام نے ایسا فرمایا ہو یا کوئی اور ایسی ہی مصلحت ہو جس کو ہماری عقول اور اک نہ کر سکیں چنانچہ شبہ اس کا آگے ذکر ہوگا اور ممکن ہے کہ یہ خبر اسی طرف سے جناب سیدہ کودی یاد لائی گئی ہو۔ پس اس صورت میں آنحضراتؐ کے طلب کرنے کی مصلحت ظاہر ہے کہ انھیں کے سامنے اس کی تکذیب بھی ہو جائے۔

قصہ متکلمہ بقرآن: جناب فضہ کنیز فاطمہؑ زہراؑ صلوات اللہ علیہا نے آخر عمر میں سوائے قرآن کے کلام کرنا بالکل موقوف کر دیا تھا۔ جو بات کرتی تھیں بذریعہ آیات قرآنی کہتی تھیں۔ بحار الانوار میں کتاب ابوالقاسم قشیری سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص راہ حج میں قافلہ سے جدا ہو کر صحرائیں رہ گیا۔ وہاں ایک عورت اس کو ملی، پوچھا تو کون ہے۔ عورت نے بجائے اس کے کہ اپنا حال بیان کرے اس آیت شریفہ کی تلاوت کی **وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ نَعْلَمُونَ** یعنی کہ سلام بعد ازاں تم جان جاؤ گے پس اس شخص نے سلام کیا اور پوچھا اے نیک بی بی تم صحرائیں کیا کرتی ہو کہا۔ **مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ** یعنی جس کو خدا ہدایت کرتا ہے کوئی اس کو گمراہ نہیں کر سکتا، وہ شخص پوچھا کہ تم کردہ راہ ہے کہنے لگا آیات آدمی ہو یا قوم جنات سے ہو، تو نیک بخت عورت بولی **يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ** پوچھا کہاں سے آئی ہو، کہا **يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ** کہا کہاں کا ارادہ ہے، فرمایا **وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ** یعنی واسطے اللہ کے ہے لوگوں پر حج خانہ کعبہ کا معلوم کیا کہ ارادہ حج کا ہے، پوچھا قافلہ سے کب جدائی ہوئی۔ فرمایا **لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ** معلوم ہوا کہ چھ روز سے علیحدہ ہیں، عرض کی طعام حاضر ہے اگر رغبت ہو تو کھاؤ۔ کہا **وَمَا جَعَلْنَا لَهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ** یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے ان کو ایسا جسم نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھائیں، جانا کہ کھانا کھانا چاہتی ہیں، پس کھانا کھلایا اور اپنے ہمراہ لیا، کہا کہ جلد جلد

چلو زن صالحہ نے کہا لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا یعنی شتر کے ساتھ چلنا میری طاقت سے باہر ہے، مرد نے کہا تو میرے ساتھ سوار ہو جاؤ کہاؤ گَانَ فِيهَا إِلَهُهُ اللَّهُ نَفْسُنَا یعنی اگر مابین زمین و آسمان، سوائے خدا کے اور معبود ہوتے تو ان کے انتظام میں خلل آتا اور فساد پڑ جاتا۔ مرد نے جانا کہ زن و مرد کا ایک جگہ جمع ہونا، موجب فساد جانتی اور اس سے کراہت کرتی ہیں پس خود پیادہ ہو کر شتر سواری اس معظّمہ کے آگے کیا کہ سوار ہو لیجیے وہ سوار ہوئی اور کہا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا پاك ہے وہ خدا جس نے اس جانور کو ہمارا مطیع و مسخر کیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب ہم قافلہ میں پہنچے تو میں نے کہا کوئی رشتہ دار تمہارا اس قافلہ میں ہے کہا یا داؤد انا جعلنا لك خليفته في الارض۔ وما محمد الا رسول۔ يا يحيى خذ الكتاب۔ يا موسى انا انزلناك في ان چاروں ناموں سے آواز دی، دیکھا میں نے کہ چار جوان اس آواز کو سن کر قافلہ سے نکلے اور ہماری طرف متوجہ ہوئے، میں نے اس بی بی سے پوچھا کہ یہ تم سے کیا رشتہ رکھتے ہیں بولیں اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا کہ مال اور بیٹے زینت ہیں زندگی دنیا کے لیے میں نے جانا کہ ان کے بیٹے ہیں جب وہ جوان نزدیک آئے تو ان سے خطاب کر کے قَالَتْ يَا اَبَتُ اسْتَأْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنْ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِينُ وہ آیہ تلاوت کی جس میں دختر شعب نبی کا موسیٰ علیہ السلام کو اجیر کرانا اور اپنے باپ سے ان کی سفارش کا ذکر ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہا اس نے، اے باپ میرے اجیر کر اسکو، بہ تحقیق کہ یہ بہتر ہے ان لوگوں سے کہ اجیر مقرر کرے تو ان کو، یہ قوی و امانت دار ہے، وہ شخص کہتا ہے کہ یہ سن کر ان جوانوں نے مجھ کو بطور اجرت کچھ مال دیا۔ زن صالحہ نے کہا وَاللّٰهُ يَصْأَفُ لِمَنْ يَشَاءُ یعنی اللہ مضاعف و دوتا کرتا ہے۔ جس کے لیے کہ چاہے، اس پر انھوں نے کسی قدر اور مجھ کو دیا میں نے ان سے حال اس زن پاک سیرت کا پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ ہماری ماں فضہ کنیز فاطمہ زہرا ہیں بیس برس ہوئے ہیں کہ سوائے قرآن کے کلام نہیں کیا۔

حقیر مولف کہتا ہے کہ حضرت فضہ خادمہ اہل بیت بلکہ خمسہ آلِ عباسیہ انھوں نے انھیں خبر کہ حضرات پنجتن سے اکتساب فیوض کیا تھا، جو تقویٰ و طہارت و علم و فضیلت، ان سے ظاہر ہو جائے تعجب نہیں۔ ہاں مادہ قابل چاہیے کہ کس فیضان کر سکے۔ حضرت انسؓ بن مالک خادم خاص و حاجب رسول اللہ ﷺ تھے مگر عقیدہ درست نہ تھا اہل بیت اطہار کی طرف سے سینہ صاف نہ رکھتے تھے۔ خود باب مدینہ علم بنی امیر المومنین علیؓ کے لیے پیغمبرؐ کے گھر کا دروازہ کھولنا گوارا نہ تھا۔ شہادت حدیث غدیر کو بزمان خلافت جناب امیر لسیان کے حیلہ سے مائل گئے انجام یہ ہوا کہ آنحضرتؐ کی دعائے بد سے مبروص ہو کر مرے۔

مجاہدات امیر المومنینؑ در خدمت سید المرسلین

ایہا الناظرین حال عروسی جناب سیدہ و دامادی سید و سردار اولیا مولانا علی مرتضیٰ یہاں پر ختم ہوا اب راہِ خدا میں آنحضرتؐ کی سرفروشی و جانفشانی کے واقعات ہیں۔ یعنی بزم شادی کا بیان یہاں تمام ہوا، اب رزم کی داستانیں پڑھیے جس دھوم دھام سے آپؐ کا بیہ رچایا گیا کہ حق تعالیٰ بالائے آسمان اس کامیر ساماں تھا۔ رضوان خازن بہشت نے منبر بچھایا راحیل نے خلیبہ پڑھا۔ جبرئیل نکاح خواں تھے۔ ملائکہ کرام گواہ بنے طوبیٰ نے زیورات نثار کیے حوران بہشت نے اس نچھاور کو چٹا۔ پھر حضرت رسالتؐ نے زمین پر اسے دہرایا۔ دنیا میں اعلان فرمایا، اسی زور و شور کے، آپ کے جنگ و جہاد کے معرکے ہیں جنہوں نے بڑے بڑے شجاعانِ عرب کے نام صفحہ دہر سے مٹا دیئے، کفر و شرک کی کمر ٹوٹی، حق پرستی و خدا شناسی شائع ہوئی فرشتوں کی تحسین و آفرین کی آواز مابین زمین و آسمان بلند ہوئی، حضرت حق سبحانہ نے تلوار ذوالفقار بہ صلہ مرداگئی بھیجی۔ حق یہ ہے کہ تائید الہی و توجہ رسالت پناہی ہر حال میں شامل حال امیر المومنین تھی اور وہ حضرت ان باتوں میں آپؐ ہی اپنی نظیر تھے۔

واضح رہے کہ جہاد امیر المومنینؑ کفار معاندین کے ساتھ اور جدوجہد آنحضرتؐ کے تمہید قواعد ملت و ترویج شعائر اسلام و اعلاء کلمہ حق میں اور لڑائیاں آپؐ کی اشرار یہود و احزاب مشرکین دشمنانِ دین سے، مشہور و معروف ہیں تمام موافق و مخالف اس سے واقف، اور ہر دوست و دشمن اس کا معترف ہے ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ لیکن جہاد راہِ خدا، پس دوست و دشمن اس کو جانتا ہے کہ وہ جناب سید مجاہدین ہیں بلکہ جہاد مخصوص ذاتِ بابرکات سے، ان کی ہے، دوسرا اس میں شریک و سہم نہیں۔ جو آثار کہ جنگ بدر و احد و خندق وغیرہ میں شمشیر صاعقہ بار حیدر کرار سے ظاہر ہوئے، کتب تاریخ و اقدی و بلادری وغیرہ، ان سے بھری پڑی ہیں اور اس میں طول فصول ہے، کیوں کہ مجاہدات علیٰ معلومات ضروریہ سے ہیں، جیسا کہ وجود مکہ و بغداد معلومات ضروریہ سے ہے فی الواقع اسلام و مسلمانی کی بنیاد قوت بازوئے حیدری سے قائم ہوئی اور اس کی جڑوں نے زور دست ید اللہی سے مضبوطی پائی جو تیغ زنی و سرافشانی کہ حمایت اسلام و باقی اسلام میں حضرت اسد اللہ الغالب نے فرمائی اس کی رو سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر ذوالفقار علیؑ نہ ہوتی تو اسلام کبھی یہ فروغ نہ پاتا، بلکہ پردہ عدم سے عالم ظہور میں بھی نہ آتا تلوار حیدر کرار نے گردن کشوں کی گردنیں بدن سے جدا کیں اور سرکشوں کے سروں کو اسلام کے آگے جھکا دیا، چنانچہ خود فرماتے ہیں۔ وما ان ذلت اضربہم بسیقے الی ان ذلّ لایا ان ذلّ لایا سلام قومہ یعنی میں برابر راہِ خدا میں تلواریں مارتا رہا تا انیکہ میری (مغرور) قوم

اسلام کے سامنے ذلیل و خوار ہو گئی، چنانچہ ثبوت اس دعوے کا اس کتاب میں، کتب فریقین سے موقع بموقع آئے گا۔ مخفی نہ رہے کہ اہل حدیث و تاریخ نے اصطلاح مقرر کی ہے کہ جن لڑائیوں میں حضرت رسول خدا بنفس نفیس شریک ہوئے ان کو غزوہ یا غزاة کہا کرتے ہیں اور جن میں آپ نے شرکت نہیں فرمائی بلکہ اصحاب میں سے کسی کو فوج کا سردار کر کے بھیج دیا ان کو سریہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ حیوة القلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام لڑائیاں جو عہد رسول خدا میں واقع ہوئیں تعداد میں اسی (۸۰) تھیں، حدیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی نذر کرے کہ دراہم کثیرہ راہ خدا میں تصدق کروں گا تو اس کو چاہیے کہ اسی (۸۰) درہم خیرات کرے کیوں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ یعنی حق تعالیٰ نے مقامات کثیرہ میں تمہاری نصرت کی امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم نے شمار کیا کہ جو لڑائیاں حضرت رسول خدا کے عہد میں ہوئیں اور حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان میں فتح و نصرت بخشی، کل اسی (۸۰) تھیں۔ منقول ہے کہ غزوات رسول خدا چھبیس تھے اور سریہ پچاس سے کچھ، اوپر اس مقام پر بعض مشہور غزوے اور سریے ذکر ہوتے ہیں۔

اول، افضل غزوات رسول خدا میں غزوہ بدر (۱) ہے جس کو بدر کبریٰ (۲) اور بدر قتال بھی کہتے ہیں کیفیت اس کی اس طرح پر ہے کہ حضرت رسول خدا مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے اور اصحاب و اہل بیت اطہار کو ایک جا پایا۔ گویا کفار اشرار کے دست تعدی سے گونہ نجات حاصل ہوئی۔ تو ادائے فرائض رسالت میں دل جمعی سے مصروف ہوئے شہر علم نبوت کو کھولا اور امیر المومنین علی مرتضیٰ کو کہ وصی و خلیفہ آپ کے تھے، دروازہ اس شہر کا مقرر کیا، چنانچہ حدیث شریف (۳) انا مدینۃ العلم و علی بابہا اس کی شاہد ہے پس علم و حکمت کو اس دروازہ عالی کی راہ خلافت میں پھیلا نا شروع کیا۔ قوانین شرع نے تمہید پائی اور آئین دین مبین منضبط ہوئے تعلیم و تربیت مسلمین

(۱) بدر بن خالد بن نضر بن کنانہ ایک شخص کا نام ہے جس نے مابین مکہ و مدینہ ایک مقام پر چند کنوئیں لگائے تھے اس منزل اور ان کنوؤں کو اس کے نام سے منزل بدر و چاہ بدر کہتے ہیں چونکہ یہ لڑائی اسی منزل میں ان کنوؤں کے پاس ہوئی اس لیے جنگ بدر کے نام سے موسوم ہوئی یا یہ کہ بدر اس کنوئیں کو کہتے ہیں جس کے نزدیک یہ جنگ واقع ہوئی بوجہ اس کے مدور ہونے اور پانی اس کی تہ میں مثل ماہ شب چارہ کے چمکنے کے۔

(۲) اس سے پہلے کفار قریش بہ سرداری کرز بن جابر الفہری مدینہ سے تین منزل پر آ کر شتران رسول خدا مواشی دیگر مردم کو تاراج کر لے گئے تھے حضرت نے یہ سنا تو جماعت مہاجرین کو ساتھ لے کر اور علم نصرت سیم اس فوج کا امیر المومنین کے ہاتھ میں دے کر مدینہ سے برآمد ہوئے اور تلاش شرکین میں چاہ بدر تک تشریف لے گئے مگر کہیں پتہ و نشان اس گروہ بے شکوہ کا نہ ملا ناچار مدینہ کو مراجعت فرمائی پس اسی کے اعتبار سے اس جنگ کو بدر کبریٰ یعنی بڑا غزوہ اور بدر قتال یعنی وہ غزوہ بدر کہ جس میں کہ جنگ واقع ہوئی کہتے ہیں۔ منہ مخفی عند۔

میں آپ اس قدر حریص تھے کہ تکلیف اٹھاتے اور زحمت جھیلنے تھے مگر کسل و ملالت کو اصلاً اپنے میں راہ نہ دیتے تھے، معمول تھا کہ جو شخص پابندی شرع اقدس میں جس قدر زیادہ سرگرمی ظاہر کرتا اسی قدر آنحضرتؐ کے نزدیک معزز و محترم گنا جاتا اور آپ تربیت و تہذیبِ بندگانِ خدا میں اس طرح پر دل و جان سے لگے ہوئے تھے اور ادھر مشرکین قریش اپنے کفر و عناد پر ویسے ہی ٹل رہے تھے بلکہ ان کی وحشیانہ حرکتیں دن بدن بڑھتی جاتیں اور ایذا پہنچاتی تھیں متواتر خبریں آتی تھیں کہ مسلمانوں کو جو ان کے بچہ عظیم میں گرفتار ہیں شکنجہ عذاب میں کھینچ رکھا ہے کہ میں یا باہر جہاں جس کسی سے ملتے ہیں زبان کو اسلام کی مذمت دراز کر کے لوگوں کو جادہ مستقیم سے ہٹاتے اور غول بیابانی کی طرح گمراہ کرتے ہیں، انھی دنوں میں خبر آئی، کہ کاروانِ قریش کہ شام سے واپس ہو کر مکہ کو جا رہا تھا۔ اٹائے راہ میں چراگاہ سے مہاجرین کے اونٹ بھی ہکا کر مکہ کو اپنے ساتھ لیتا گیا۔ یہ وحشت ناک خبریں باعثِ ملال، بلکہ اشتعالِ طبع اقدس ہوئیں ارشاد فرمایا کہ میں نے اس قوم کے ساتھ پرلے سرے کی نرمی کی اور بعثت سے آج تک زبانی پند و نصیحت پر اکتفا کرتا رہا کہ شاید اپنے وحشیانہ طریق اور جاہلانہ و طیرہ سے باز آئیں اور راہِ ہدایت اختیار کریں مگر کچھ فائدہ نہ ہوا وہ بدستور اپنی حماقت و جہالت پر اڑے ہوئے ہیں اور آتشِ فتنہ و فساد کو روشن کر رکھا ہے، معلوم ہوا کہ اب یہ آگ بجز آبِ شمشیر اور کسی طرح نہ بجھے گی پس آیہ شریفہ (۱) اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ انْصَارِهِمْ لَقَدِيرٌ نازل ہوئی اور دوسرے سال ہجرت سے آپ نے اِنَّا لَنَبِيٍّ بِالسَّيْفِ کا اعلان فرمایا اہلِ عناد سے جہاد کے لیے کمر بستہ ہوئے۔

مروی ہے کہ ایک قافلہ قریش کا جس میں ابوسفیان بن حرب و عمرو عاص و غیرہ چالیس آدمی تھے تجارت کے واسطے مکہ سے شام کو گیا تھا۔ بہت سامان و متاع لوگوں کا اس میں تھا بلکہ کہتے ہیں کہ قریش سے کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ تھوڑا بہت مال اس کا اس قافلہ میں نہ ہو، حضرت رسولؐ خدا نے یہ سنا تو اصحاب کو جمع کر کے ترغیب دلائی کہ چل کر ان کے سدراہ ہونا چاہیے اور وعدہ فرمایا کہ اس سفر میں یا تو قافلہ کا مال تمہارے ہاتھ آئے گا، نہیں تو کفارِ نابکار پر غلبہ پاؤ گے اور فتح و نصرت تم کو ہوگی۔ مدعا یہ کہ قریش بھی لوٹ مار کا، جو انھوں نے مالِ مسلمین میں شروع کر دی تھی، ذرا مزہ چکھ لیں، اور اسلام کی شوکت ان پر عیاں ہو جائے پس حق تعالیٰ نے طمعِ مال کو ذریعہٴ خروج گردانا اور حضرت تین سو تیرہ مرد جنگی کے ساتھ بارہویں رمضان المبارک کو مدینہ سے روانہ ہوئے یہ تعداد ٹھیک اصحابِ طاہرات کی برابر ہے جب کہ جنگِ جالوت کے

(۱) یعنی مسلمانوں کو قتال کرنے کی اجازت دی گئی کیوں کہ ان پر ظلم ہوتا تھا بے شک حق تعالیٰ ان کی مدد کی طاقت رکھتا ہے۔ ۱۱۔

لیے گیا اور اس پر فتح یاب ہوا تھا۔

نیز لکھا ہے کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام فرجہ بھی اسی قدر ہمراہیوں کے ساتھ ظہور فرمادیں گے الحاصل تیرا سی (۸۳) بقولے ستانویں آدمی مہاجرین سے تھے، باقی انصار، علم رسول خدا مہاجرین امیر المومنین کے ہاتھ میں تھا اور علم انصار سعد بن عبادہ انصاری خزرجی کو عطا ہوا تھا۔ اس فتح منہ لشکر میں کل ستر اونٹ تھے اور دو یا تین گھوڑے ایک گھوڑا مقدار بن اسود کے اور ایک مرشد بن ابی مرشد کے پاس تھا تیسرا شاید زبیر بن العوام کا تھا، چونکہ آدمی زیادہ اور سواریاں کم تھیں، دو دو تین تین آدمی باری باری ہر ایک سواری پر سوار ہوتے تھے حتیٰ کہ خود حضرت رسول خدا کے شتر غضبا، میں بھی امیر المومنین اور زید بن حارثہ اسی طرح کے شریک تھے یہ دونوں بزرگ ہر چند بدل خواہاں ہوئے کہ حضرت کے بدلے بھی ہم پیادہ چلیں اور آپ سوار رہیں مگر قبول نہ ہوا۔ آلات حرب سے صرف چھ زرہ اور سات تلواریں اس لشکر میں تھیں۔ حضرت رسالت پناہ نے یہ سامان لیل لشکر خدا کا دیکھا تو دست دعا دراز کیے اور کہا یَا رَبِّ اَنْتُمْ حَفَاةٌ وَحِیَاةٌ فَاَسْبِغْهُمْ وَغُرَّاءُ، قَالَمَسْهُمْ وَحَالَةٌ وَاغْنِهِمْ پروردگار یہ لوگ برہنہ پا ہیں، ان کو سوار کر۔ بھوکے ہیں سیر فرما، لباس نہیں رکھتے کپڑے عنایت فرما، مفلس تہی دست ہیں اپنے لطف سے غنی کر، برکت اس دعا کے واپسی میں کوئی ایسا نہ تھا کہ مال اسباب لباس سے خالی ہو، اور ابوسفیان کو توجہ رسول خدا کی اطلاع ہوئی تو وہ اثنائے راہ سے شام کی طرف پلٹا اور منزل نقرہ پر پہنچ کر ایک قاصد نیز رفقار مضمض بن عمر خزاعی نام مکہ کو روانہ کیا اور بیس دینار اس کی اجرت مقرر کیے تاکہ جس قدر جلد ممکن ہو اہل مکہ کو یہ خبر پہنچا دے اور خود قافلہ سمیت راہ معروف کو چھوڑ کر دست راست کو ہولیا دریا کے کنارے کنارے چل کر پانچ روز میں جدہ اور وہاں سے تین دن میں مکہ پہنچ گیا اور کسی کو اس کے حال سے اطلاع نہ ہوئی۔ جس وقت ابوسفیان مکہ میں داخل ہوا تو اہل مکہ بہ ارادہ جنگ باہر نکل چکے تھے۔

عاتکہ رسول خدا کی پھوپھی کا خواب: القصة مضمض کے مکہ پہنچنے سے تین روز پیشتر عاتکہ بنت عبدالمطلب رسول خدا کی پھوپھی نے خواب میں دیکھا کہ ایک شتر سوار ابطح میں کھڑا پکار رہا ہے کہ اے معشر قریش جلدی کرو اور اپنی قتل گاہ کی طرف روانہ ہو پھر وہ سوار مسجد الحرام کی طرف چلا لوگ اس کے ساتھ تھے اور بام خانہ کعبہ پر چڑھ کر یہی آواز دی بعد ازاں کوہ ابوقیس پر گیا اور سنگ عظیم پہاڑ کی چوٹی سے لڑکا یا کہ راہ میں آتے آتے ریزہ ریزہ ہو گیا اور مکہ میں کوئی گھر بنی ہاشم (۱) اور بنی زہرہ کے گھروں کے سوا۔ ایسا نہ رہا جس میں ایک ٹکڑا اس پتھر کا نہ پہنچا ہو، عاتکہ نے صبح کو یہ خواب

(۱) بنی ہاشم کو جو کفار کی طرف سے لڑائی میں شریک ہوئے کوئی صدمہ نہیں پہنچا اور بنی زہرہ انہیں کے کہنے سے اشارہ سے واپس مکہ چلے گئے تھے اس لیے محفوظ رہے چنانچہ آگے اس کا ذکر آتا ہے ۱۲۷ غمی عنہ۔

اپنے بھائی عباسؓ بن عبدالمطلب سے بیان کیا عباسؓ نے عتبہ سے اس کو نقل کیا اور رفتہ رفتہ تمام شہر میں مشہور ہو گیا۔ ابو جہل نے یہ کیفیت سنی تو کہا عاتکہ جھوٹ بولتی ہے اس نے کوئی خواب ایسا نہیں دیکھا یہ اولاد عبدالمطلب میں دوسری پیغمبر پیدا ہوئی ہے لات وعزے کی قسم کہ میں تین روز انتظار کرتا ہوں اگر اس عرصہ میں اس کا صدق ظاہر ہوا تو فہماور نہ ایک کتبہ تحریر کروں گا کہ کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے زیادہ دروغ گو نہیں، ان کی عورت و مرد سب جھوٹ بولتے ہیں اور اس کو تمام قبائل عرب میں پھراؤں گا کہ کوئی ان کا اعتبار نہ کرے۔

تیسرے روز مضمضہ پہنچا اور باحال تباہ، چاک گریباں، اونٹ کے دم کی طرف منہ کیے گوش و بینی شتر سے خون رواں، وادی مکہ میں کھڑے ہو کر پکارا اے جماعت قریش اپنے قافلہ کی خبر لو، قبل اس کے کہ محمدؐ ی اس کو تاراج کریں، شاید تمہارے پہنچتے پہنچتے ان کا کام تمام ہو جائے، مکہ میں اس آواز سے تہلکہ مچ گیا اور ہر شخص چلنے کی تیاری کرنے لگا، سہیل بن عمرو صفوان بن امیہ و ابوالجہری بن ہشام و مہنہ بن جاج وغیرہ شرفاء مکہ نے کہا، اے گروہ قریش کون سی مصیبت اس سے زیادہ ہوگی کہ محمدؐ اور اس کے ساتھی تمہارے بھرپور قافلہ کو لوٹ لیں، قسم بخدا کہ کوئی عورت مرد تم میں ایسا نہیں جس کا مال اس قافلہ میں نہ ہو، اٹھو اور فوراً اس کا تذکرہ کرو، مبادا کہ کام ہاتھ سے نکل جاوے، نہیں تو آج سے تمہارے کاروبار بند اور تمہاری سوداگری مسدود ہوئی۔ پس صفوان نے ابتدا کی اور پانسوا شرفی خرچ سفر کے لیے اپنے پاس سے نکال کر رکھ دی، اس کے بعد سہیل بن عمر نے بہت سا مال حاضر کیا۔ اسی طرح اوروں نے بھی، حسب حیثیت روپیہ دیا، یہاں تک کہ کوئی قریش میں باقی نہ رہا جو اس چندہ میں شریک نہ ہوا ہو، پس بہت جلد سامان عظیم تیار ہو گیا اور ان لوگوں نے صلاح کی کہ جو کوئی اس سفر میں ساتھ جانے سے پہلو تہی کرے اس کا گھر تباہ و خراب کر دیں اس پر عباسؓ بن عبدالمطلب کو بھی ناچار ساتھ چلنا پڑا پس وہ بھی مح اپنے دو بھتیجوں نوفل بن حارث بن عبدالمطلب و عقیل بن ابی طالب و بروایت طالب بن ابی طالب کے ہمراہ ہوئے جائزہ لشکر لیا گیا تو نوسو پچاس مرد جراگتھی میں آئے، سو گھوڑے اور سات سواونٹ ہمراہ رکھتے تھے۔

سرداران قریش کے نام: بارہ شخص یعنی عباسؓ (۱) بن عبدالمطلب عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ابی بن خلف حکیم بن خرام نصر بن حارث زمعہ بن اسود ابو جہل بن ہشام، ابوالجہری بن ہشام حارث بن عامر بن نوفل منیبہ و منیبہ پسران جاج رؤسہ و بزرگان قوم سے تھے، مقرر ہوا کہ ہر روز لشکر کا کھانا، آؤر چوپایوں کا گھاس دانا، ایک سردار دے۔ چنانچہ عین معرکہ بدر کے روز حضرت عباسؓ کی باری تھی۔ ان فرض سب سامان ٹھیک ٹھاک کر کے بڑے کروفر سے باہر نکلے، گانے بجانے والی عورتیں ساتھ تھیں، شراب پیتے، راگ سنتے، دف بجاتے، اچھلتے کودتے چلے جاتے تھے، روضہ

الاحباب وغیرہ میں ہے کہ ابوسفیان نے، کسی کو اس مغرور لشکر کے پاس بھیج کر پیغام دیا، کہ تم لوگ قافلہ کی حفاظت و حمایت کے لیے جاتے تھے، اب قافلہ صحیح و سلامت اپنے مقام پر پہنچ گیا بہتر ہے کہ چلے آؤ اور محمدؐ سے تعرض نہ کرو مگر ابو جہل نے اس سے انکار کیا اور کہا قسم بخدا کہ ہم مراجعت نہ کریں گے تا انیکہ بدر پہنچ کر تین روز قیام کریں اور شتر قربانی کر کے کھانے کھلائیں اور مجلس عیش و عشرت جمائیں، رقص و سرود کریں اور شرابیں اڑائیں، اس سے ہماری عظمت و شوکت کا سکہ عرب میں بیٹھ جائے گا پھر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ ہمارے جان و مال پر طمع کرے، اغض بن شریق نے کہا اے نبی زہراؑ تمہارا مال خدا کے فضل سے سلامت آ گیا، اب اس مرد کی بات نہ سنو اور خیر و عافیت سے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، پس بنی زہراؑ سب کے سب واپس ہو گئے لیکن ابوسفیان نے کلامِ نافر جام ابو جہل کا سنا تو کہا **واقوماہ هذا فعل عمرو بن ہشام** ہائے میری قوم یہ عمر بن ہشام یعنی ابو جہل کے کروت ہیں۔ باوجود اس کے، حمیتِ جاہلیت نے نہ چھوڑا مشرکوں کے ساتھ گیا اور جنگ بدر میں شریک ہوا، اور چند زخم کھا کر نوک دم بھاگا بالجملہ حضرت منزل سفر پر ایک منزل بدر سے مدینہ کی طرف قیام پذیر تھے کہ جبریل امین نازل ہوئے اور وحی لائے کہ قافلہ قریش تمہارے ہاتھ سے نکل گیا۔ لیکن کفار قریش کہ حمایتِ قافلہ کے لیے نکلے تھے۔ اس طرف آرہے ہیں، ان کے ساتھ جنگ کرنا چاہیے حق تعالیٰ تمہاری نصرت کرے گا۔ حضرتؐ نے اصحاب کو جمع کر کے یہ حال بیان کیا، اور ان کی رائے دریافت کی۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہؐ قریش مردانِ جنگ آزمودہ اس فن میں مہارتِ کامل رکھتے ہیں اور پورے ساز و سامان کے ساتھ آئے ہیں ہم کو پیشتر سے یہ حال معلوم نہ تھا۔

کلامِ مقداد بن اسودؓ: حضرتؐ کو کلامِ ابو بکرؓ کا ناپسند ہوا فرمایا بیٹھ جا پس عمر بن خطابؓ اٹھے اور وہی باتیں کہیں جو ابو بکرؓ نے کی تھیں آپؐ نے ان کو بھی بٹھا دیا۔ اور فرمایا کہو کیا کرنا چاہیے پس مقدادؓ بن اسود اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہؐ ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں اور تصدیقِ رسالت کی ہے، شہادت دیتے ہیں کہ جو کچھ آپؐ خدا کی طرف سے لائے ہیں حق و صدق ہے، اگر آپؐ ارشاد کریں تو جلتی آگ میں گر پڑیں، کانٹوں میں گھس جائیں اور کچھ پروانہ کریں، ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ انھوں نے موسیٰؑ سے کہا تھا فاذهب انت وربک فقا تلاقا لانا لھنا قاعدون تم اور تمہارا خدا جا کر جنگ کرو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ ہم کہتے ہیں فاذهب انت وربک فقا تلاقا لانا معکم مقاتلون کہ ہم تمہارے ساتھ ہو کر لڑنے کو تیار ہیں حضرتؐ نے اس کو دعا خیر دی پھر فرمایا ایہا الناس اشيروا علی۔

کلامِ سعد بن معاذؓ انصاری: لوگو مجھ کو صلاح دو کہ کیا کروں اور عرض آپؐ کی تکرار کلام سے یہ تھی کہ انصار میں سے کوئی بولے، کیوں کہ زیادہ تعداد لشکر میں انصاریوں ہی کی تھی اور جب کہ بیعت عقبہ میں انھوں نے حفاظتِ رسولؐ

خدا کا ذمہ اٹھایا تھا، تو یہ کہا تھا کہ آپ ہماری امان میں ہیں، اگر کوئی غنیم مدینہ میں آپ پر آئے گا تو ہم حمایت کریں گے، جیسا کہ اپنے ماں باپ اور زن و فرزند کی حمایت کرتے ہیں، حضرتؑ کو خیال تھا کہ مبادا انصار کہیں کہ ہم پر اپنے عہد کے موافق، مدینہ کے اندر آپ کی حمایت لازم ہے نہ کہ بیرون شہر اس وقت سعد بن معاذ انصاری اٹھے اور عرض کی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں یا رسول اللہ شاید حضرتؑ کی عرض اس بار بار کے سوال کرنے سے ہم لوگ ہیں فرمایا ہاں، عرض کی ہم آپ کو نبی فرستادہ خدا جانتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ جو دین آپ حق تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں راست و درست ہے۔ جو چاہیے ہم کو حکم دیجیے کہ ہماری جانیں نثار کرنے کے لیے آمادہ ہیں اور مال آپ کے سامنے حاضر، جس قدر چاہیں آپ اس میں سے لے لیں اور جتنا مرضی ہو چھوڑ دیں قسم بخدا کہ جو آپ لے لیں گے وہ اس سے بہتر ہوگا جو چھوڑ دیں گے، پھر کہا ہم مدینہ میں کچھ لوگ اپنی قوم سے چھوڑ آئے ہیں جو ہماری نسبت فنون جنگ سے زیادہ ماہر ہیں اور حسن عقیدت میں کسی طرح ہم سے کمتر نہیں، اگر وہ جانتے کہ اس سفر میں آپ کو لڑائی پیش آئے گی تو کبھی خدمت سے جدا نہ ہوتے۔ اب شتران سواری آپ کے لیے مہیا ہیں اگر فتح و نصرت ہمارے شامل حال ہوئی تو زبے نصیب ورنہ در صورت ہمارے مغلوب و مقتول ہونے کے، آپ بے تامل ان اونٹوں پر سوار ہوں اور ہمارے بھائیوں کے پاس چلے جائیں کہ ہمارے بعد وہ آپ کی نصرت کریں گے، حضرت رسولؐ خدا سعدؓ کے کلام سے شاد ہو گئے بروایت فرمایا سعد جزاك الله عن بينعتك ومروتك وعهدك وعقدك خيراً پھر ارشاد کیا، کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا نہ ہوگا کیوں کہ حق تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ نصرت فرمایا ہے اور اس کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔ پس وہاں سے سوار ہوئے اور بدر پہنچ کر عدوہ (۱) شامی کے قریب منزل کی، ادھر سے مشرکین بھی عدوہ یمانی کے نزدیک اترے ہوئے تھے صرف ایک پہاڑی ٹیلہ درمیان حائل تھا، رات ہوئی تو امیر المومنینؑ مامور ہوئے کہ حال قریش سے کوئی خبر لاویں، سعد وقاص و زہیر بن العوام آپ کے ساتھ ہوئے تھوڑی دور لشکر سے باہر گئے تھے کہ چند شتر آب کش قریش کے ان کو دکھائی دیئے آدمی جو اونٹوں کے ساتھ تھے ان کو دیکھ کر بھاگے، الا دو تین نفر کہ گرفتار ہوئے، باقیوں نے ترساں ولرزائیں لشکر میں جا کر غل مچایا کہ اے آل غالب ابن ابی کبشہ (بنیغیر خدا) آن پہنچا۔ اس کے آدمی ہمارے اونٹ گرفتار کر لے گئے اس بات کے سننے سے خوف و مایوسی افواج غنیم پر چھا گیا۔ یہاں یہ قیدی حضرت رسالتؐ پناہ کے سامنے پیش ہوئے تو آپ نے پوچھا، تم کون لوگ ہو، عرض کہ سقے ہیں کہ لشکر کے لیے پانی لاتے ہیں، فرمایا کتنا لشکر ہوگا، عرض کی تعداد اس لشکر کی ٹھیک ہم کو معلوم نہیں، فرمایا کتنے اونٹ ہر روز خر ہوتے ہیں کہا کبھی دس، فرمایا ہزار سے کم

اور نو سو سے زیادہ ہیں پھر اسماء و ساقریش کے دریافت کیے۔ غلاموں نے ایک ایک سردار کا نام بتلایا حضرت اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو نکال کر تمہارے سامنے ڈال دیا ہے احادیث معتبرہ میں ہے کہ جنگ بدر کی رات کو پانی نہ رہا تو حضرت امیرِ مجسم حضرت رسالتؐ پناہ منک لے کر کنویں پر گئے ڈول موجود نہ تھا لہذا کنویں کے اندر اتر کر پانی بھرا، اور لے کر چلے تھے کہ تین جھونکے ہوا کے ایک دوسرے کے بعد ایسے تیز و تند آئے کہ آپ چل نہ سکے ہر بار جب زور کا جھونکا آگے کی طرف سے آتا تھا تو بیٹھ جاتے تھے وہ فرد ہوتا تھا تو پھر چلتے تھے حاضر درگاہ ہوئے تو حضرتؐ نے پوچھا یا علیؑ اتنی دیر کیوں لگائی، آپ نے حال بیان کیا فرمایا یہ جبریل و میکائیل و اسرافیل ایک ایک ہزار ملک کے ساتھ تھے کہ ہماری مدد کو آسمان سے آئے ہیں تمہارے سلام کو تمہارے پاس گئے تھے۔

القصة صبح سترھویں رمضان روز جمعہ کو قریش بکمال کبر و طیش میدان میں نکل کر صف آرا ہوئے ادھر سے حضرت رسولؐ خدا نے بھی لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ سب سے اول جس نے کفار سے قدم میدان کا رزار میں رکھا عتبہ پر ربیعہ تھا اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید اس کے ساتھ تھے۔

نقل ہے کہ مسلمان کثرت کفار سے خائف و ترساں ہو رہے تھے، حق تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے یہ آیہ شریفہ نازل کی **وَإِنْ جُنْحُوا إِلَيْكُمْ فَاجْزَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ** یعنی اے رسول ہمارے، اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں، تو بھی اس طرف میل کر اور خدا پر بھروسہ رکھ، بنا بریں آپ نے اہل مکہ کو پیغام بھیجا کہ اے معشر قریش، میں نہیں چاہتا کہ تم سے پہلے تم پر تلوار اٹھاؤں۔ مجھ کو اہل عرب کے ساتھ رہنے دو، اگر راست گونگلا اور قبائل پر غالب آیا، تو تمہارے لیے فخر و ناموری کا باعث ہوں گا۔ کیوں کہ تمہاری قوم و قبیلہ سے ہوں اور جو معاملہ بالعکس ہوا تو عرب میرے لیے کافی ہیں، تم کو اس تک ودد کی ضرورت نہیں۔ عتبہ مذکور نے یہ پیام سنا تو کہا قسم بخدا محمدؐ نے تمہارے ساتھ انصاف کیا، جو اس کا کلام نہ مانے گا کبھی فلاح نہ پائے گا۔ پس شتر سرخ مو پر سوار ہوا، حضرتؐ نے فرمایا ان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ یعنی اگر اس قوم میں کوئی بھلائی ہے تو اس لال اونٹ والے میں ہے اگر اس کا کہنا مانیں گے تو راست گار ہوں گے۔ پس عتبہ نے لوگوں کو جمع کر کے کہا اے گروہ قریش آج میرا کہنا مان لو چاہو پھر کبھی نہ مانو یہ تحقیق کہ محمدؐ تمہارا بھائی چچا کا بیٹا اور بہتر و مہتر ہے اس کی قربت داری کا لحاظ کرو اور اس کی بات سنو اور میرے کہنے پر عمل کرو اور یہاں سے واپس ہو جاؤ۔ ابو جہل نے یہ سنا تو مارے غصہ کے لال ہو گیا اور دل میں بیچ تاب کھانے لگا کہ اگر آج عتبہ کی چرب زبانی سے لشکر میدان سے لوٹ گیا تو فخر بزرگ اس کو ہمیشہ کے لیے حاصل ہوگا۔ بولا اے عتبہ تو نے ششیر بُرائی پران

عبدالمطلب کو دیکھا اور ترس و خوف تجھ پر غالب آ گیا، تو اب ہم کو الٹا پھرنے کو کہتا ہے۔ جب کہ قریب ہے کہ دشمن پر فتح پائیں اور یرسوں کے بخار دل سے نکالیں، عتبہ یہ سن کر اپنے اونٹ سے کود پڑا اور جھپٹ کر ابو جہل کو اس کے گھوڑے سے کھینچ لیا اور زمین پر ڈال کر چاہتا تھا کہ ہلاک کرے کہ اور لوگ درمیان میں آ گئے اور ان کو الگ کیا، عتبہ نے کہا یہ مجھ کو بزدل و ڈرپوک کہتا ہے آج معلوم ہو جائے گا کہ کون ڈرپوک ہے اور اسی جوش میں اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو آواز دی کہ باہر آؤ اور زرہ منگا کر پہنی اور خود طلب کیا، مگر اس کا سرتا بڑا تھا کہ تمام لشکر میں ایک خود اس کے برابر کا نہ ملا، ناچار دو عمامے سر پر لپیٹے اور بھائی اور بیٹے کو ساتھ لے کر ازراہ عصیت جاہلیت سب سے پہلے میدان میں نکال کر، آواز دی کہ اے محمد کسی کو بھیج کہ ہمارے ساتھ جنگ آزما ہو، تین مرد انصار سے عوز و معوذ پسران حارث و عبداللہ بن رواحہ اس طرف سے برآمد ہوئے عتبہ نے نام و نسب ان کا دریافت کیا، جب معلوم ہوا کہ انصار ہیں تو کہا تم ہمارے کفو نہیں ہو چلے جاؤ، کہ ہم اپنے مثل کے سوا کسی کے ساتھ نہ لڑیں گے۔ اور پکارا اے محمد ہمارے بنی اعمام کو قریش سے ہماری طرف بھیجو، بد اوی کہتا ہے کہ حضرت رسول خدا بھی نہیں چاہتے تھے کہ ابتدا لڑائی کی انصار کی طرف سے ہو، آپ نے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کو کہا، اے عبیدہ! عبیدہ مردانہ داراٹھے حالانکہ ستر سال ان کی عمر سے گزر چکے تھے، پھر اپنے عم محترم حمزہ بن عبدالمطلب سے فرمایا، اٹھو اے چچا بعد از ان امیر المومنین کو اشارہ کیا، آپ عمر میں سب سے چھوٹے تھے، پس تینوں بزرگوار تلواریں ہاتھ میں لے کر حضرت کے سامنے کھڑے ہوئے فرمایا جاؤ اور طلب کرو اپنا حق، جو حق تعالیٰ نے تمہارے لیے مقرر کیا ہے بہ تحقیق کہ قریش بڑے غرور و نخوت سے آئے ہیں کہ نور خدا کو بجا دیں، مگر خدا نہیں چاہتا کہ اس کا نور بجھے اور وہ اپنے دین کے نور کو پورا و کامل کیے بغیر نہ رہے گا، اے عبیدہ تو عتبہ کے ساتھ لڑائی کر اور اے حمزہ تو شیبہ کے ساتھ اور اے علیؑ تو ولید کے ساتھ نبرد آزما ہو، پس تینوں کو دعائے خیر دے کر رخصت کیا، میدان میں آئے تو چونکہ خود پہنے ہوئے تھے، عتبہ نے ان کو نہ پہچانا، کہا تم کون ہو نام و نسب اپنا ظاہر کرو، عبیدہ نے کہا میں عبیدہ پسر حارث بن عبدالمطلب ہوں، کہا اچھا کفو ہے، تو وہ دونوں کون ہیں کہا ایک حمزہ بن عبدالمطلب دوسرا علی بن ابی طالب، عتبہ نے کہا وہ بھی ہمارے اپنا جنس و چچا زاد ہیں، کم رتبہ کے آدمی نہیں لعنت خدا ہو اس پر جس نے ہم کو ایک دوسرے کا مقابل کیا، یعنی ابو جہل ملعون نے ہم کو لڑا دیا ہے، پس عبیدہ نے عتبہ پر حملہ کیا اور ایک ضربت اس کے سر پر لگائی کہ سر اس کا شگافتہ ہو گیا۔ عتبہ نے ایک وار عبیدہ کے پاؤں پر کیا، جس سے دونوں پیر عبیدہ کے کٹ کر زمین پر گر پڑے۔ امیر المومنین ولید کے مقابل ہوئے تو یہ رجز پڑھا۔

انا ابن ذی الحوزین عبدالمطلب

وهاشم المطلعم فی العام السغب

اوفیٰ بے مثاقی و احمیٰ عن حسب

یعنی میں ہوں پسر عبدالمطلب کا، جو حاجیوں کو سیراب کرتا اور بیٹا ہاشم کا، جو قحط سالی میں لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ اپنے عہد کو کہ رسول خدا کے ساتھ کیا ہے پورا کروں گا اور اپنے حسب کی حمایت کروں گا۔ یہ کہہ کر ایک تلوار ولید کے دہنے شانے پر ماری کہ اس کے بغل کے نیچے سے نکل گئی، ولید نے جھک کر دست بریدہ کو بائیں ہاتھ سے اٹھایا اور اس زور سے حضرت کے سر پر مارا کہ فرماتے ہیں، معلوم ہوا کہ گویا آسمان میرے سر پر ٹوٹ پڑا، ایک انگشت طلائی اس کے ہاتھ میں تھی کہ ہاتھ کی حرکت کے ساتھ بجلی کی طرح چمکتی تھی، پس ولید نے ایک نعرہ مارا کہ اس کی ہیبت سے دونوں لشکروں میں زلزلہ پڑ گیا اور پشت کر کے اپنے باپ کی طرف بھاگا امیر المومنین نے پیچھے سے پہنچ کر ایک تلوار اس کے اور لگائی کہ بنی ران پر بیٹھی اور اس کا کام تمام کیا۔ حمزہؓ و شیبہؓ میں تھوڑی دیر رد بدل ہوتی رہی، ایک تلوار مارتا دوسرا اس کو ڈھال پر روکتا تھا، یہاں تک کہ تلواریں کند ہو گئیں اور ڈھالوں کے کٹ کٹ کر ٹکڑے ہو گئے، پس دونوں نے تلواریں پھینک دیں اور کشتی کرنے اور زور آزمانے لگے، دونوں لشکر ان کا تماشا دیکھ رہے تھے، امیر المومنین ولید سے فارغ ہوئے تو مسلمانوں نے غل چایا علیؑ اس کتے کی خبر لو کہ تمہارے چچا کو بری طرح چٹا ہے حضرت اُس طرف متوجہ ہوئے اور امیر حمزہؓ کی پشت کی طرف آئے، چونکہ حمزہؓ کا قد شیبہؓ سے نکلتا ہوا تھا آپؐ نے فرمایا اے عموزرا اپنا سر جھکا لو، حمزہؓ نے اتنا سر نہڑوایا کہ شیبہؓ کی چھاتی میں لگا دیا، امیر المومنین نے ایک تلوار لگائی کہ شیبہؓ کی کھوپڑی صاف اڑ گئی پھر عتبہؓ کے پاس آ کر، چونکہ اس میں ہنوز جان باقی تھی، اس کو بھی فی النار کیا اس طرح پر قریش کے تینوں نامی ودلیر، زور بازوئے حیدری سے پست ہوئے اور رعب اسلام عہدہ (۱) اصنام پر چھا گیا۔ پس امیر المومنینؐ و حمزہؓ نے عبیدہؓ کو اٹھایا اور حضرت رسول خدا کی خدمت میں لائے، حالانکہ مغزان کے ساق پاسے بہ رہا تھا۔ چنانچہ عبیدہ اسی صدمہ سے جنگ بدر سے لوٹتے وقت مقام روحایا صفر پر فوت ہوئے اور اسی جگہ دفن کیے گئے **رحمۃ اللہ علیہ** عتبہ وغیرہ کے مارے جانے کے بعد حظلہ بن ابوسفیان لڑائی کے ارادہ سے باہر آیا امیر المومنینؐ نے ایک ضرب تلوار اس کے سر پر لگائی کہ دونوں آنکھیں نکل کر اس کے منہ پر آ رہیں اور وہ گرتے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ حظلہ معاویہ بن ابوسفیان کا بھائی اور ولید بن

عتبہ اس کا ماموں اور عتبہ بن ربیعہ پدر ہندہ اس کا نانا تھا اسی وجہ سے امیر المومنینؑ اپنے عہد خلافت میں اس سے کہتے تھے ۔

وَعِنْدِي السِّيفُ الَّذِي أَغْضَضْتَهُ

أَخَاكَ وَخَالَكَ وَجَدَّكَ يَوْمَ بَدْرٍ

یعنی اے معاویہ میرے پاس وہ تلوار جس سے تیرے بھائی اور تیرے ماموں اور نانا کو بروز بدر قتل کیا ہنوز موجود ہے اور نیز ان لوگوں سے جو تیغِ قبر یدِ الہی سے اس روز قتل ہوئے، ایک عاص بن سعید بن عاص ہے، یہ شخص شجاعت و دلیری میں شہرہ آفاق تھا اور قوت و جسامت کے لحاظ سے گاؤں قریش کہلاتا تھا، امیر المومنینؑ کے سامنے آیا تو حسب معمول ایک وار میں مقتول ہوا۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے کہ ایک روز عمرؓ کے زمانہ میں عاص مذکور کا بیٹا سعید بن عاص بن سعید عثمان بن عفان کے ساتھ بارگاہِ خلافت میں گیا۔ عثمانؓ تو اپنے رسوخ کی وجہ سے خلافت پناہ کے نزدیک جا بیٹھے مگر سعید ایک گوشہ میں علیحدہ بیٹھ گیا۔ عمرؓ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا ہم سے اس اعراض و کشیدگی کا کیا باعث ہے، شاید تیرا گمان یہ ہوگا کہ میں نے تیرے باپ کو قتل کیا۔ سو میں نے اس کو قتل نہیں کیا۔ ہر چند میری دلی آرزو تھی کہ بروز بدر اس پر دسترس پاؤں، مگر اس کو دیکھ کر رعب مجھ پر طاری ہوا اور جرأت نہ ہوئی، لیکن ابوالحسنؑ نے حملہ کیا اور ہنوز میں اپنے مقام پر نہ پہنچا تھا کہ ان کے ہاتھ سے اس کا قضیہ فیصل ہو چکا تھا۔ امیر المومنینؑ بھی اس مجلس میں تشریف رکھتے تھے فرمایا۔ یا عُمرَ مَا كَا لاسلام بما قبله لما ذا نَهاج القلوب اے عمر اسلام پہلی باتوں کو جو کر چکا تو کس لیے دلوں کو بھڑکاتا ہے، سعید نے کہا قسم بخدا اس کو کفو کریم نے قتل کیا ہے میں دوست نہ رکھتا تھا کہ میرا باپ اولادِ عید مناف کے سوا کسی اور کے ہاتھ سے مارا جاتا۔

القصہ حضرت علیؑ مرتضیٰ اسی طرح جہادِ اعداء میں مصروف تھے جو آگے آتا بیخبر موت اور جنگ اجل سے سلامت نہ جاتا حضرتؑ کو دیکھ کر اور مسلمانوں کی رگوں میں بھی خونِ شجاعت نے سراپت کی اور ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ اس وقت ابلیس لعین سراقہ بن مالک کی صورت میں قریش کے پاس آ کر بولا، کہ علم لشکر مجھ کو دو کہ میں تمھاری طرف سے جنگ کروں گا اور بہت سے شیطانوں کو قبیلہ سراقہ کی صورت میں مشرکوں اور مسلمانوں کو دکھلادیا، اس سے قریش کے حوصلے بڑھ گئے اور آثارِ بیدنی و ہر اس مسلمانوں کی چہروں سے ظاہر ہونے لگے، حضرت رسولؐ خدا نے یہ دیکھا تو دستِ دعا بردار گاہ کبریا بلند کیے اور عرض کی اللہم انجز ما وعدتني پروردگار اپنے وعدے کو جو فتح و نصرت کا تو نے میرے ساتھ کیا ہے وفا کر۔

پھر کہا ان تہلک هذه العابة من الاسلام لا تعبد فی الارض ابدا یعنی خداوند اگر یہ لوگ کہ تیرے دین کی نصرت کرتے ہیں، آج مارے گئے تو پھر روئے زمین پر کبھی کوئی تیری پرستش نہ کرے گا، یہ کہتے اور الحاح وزاری جناب باری میں کرتے تھے کہ ناگاہ غشی کہ علامت نزول وحی ہے، آپ پر طاری ہوئی ایک لمحہ کے بعد وحی منجلی ہوئی تو فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے دعا اپنے پیغمبر کی قبول فرمائی۔ یہ جبریل ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مسلمانوں کی امداد کو آئے ہیں اس وقت ایک کالی گھٹا جس میں بہت سی بجلیاں چمکتی تھیں مسلمانوں کے سر پر دکھائی دی اور ہتھیاروں کی آوازیں سنیں خلاصہ یہ کہ شیطان نے جبریل کو دیکھا تو علم ہاتھ سے پھینک کر بھاگا مہیہ بن حجاج نے اس کا گریبان پکڑا، کہ اے سراقہ کہاں جاتا ہے چاہتا ہے کہ ہمارا کام درہم برہم ہو جائے، ابلیس نے ایک ہاتھ اس کے سینہ پر مارا کہ دور ہو میں وہ باتیں دیکھتا ہوں جو تو نہیں دیکھ سکتا۔ یہ کہہ کر فرار ہو گیا خاتمہ جنگ کے بعد قریش نے مکہ میں شکایت کی کہ ہم کو سراقہ نے شکست دلائی سراقہ یہ سن کر ان کے پاس آیا اور بخلف کہا کہ مجھ کو تمھاری لڑائی کی خبر بھی نہیں نہ میں تمھارے ساتھ گیا تھا تم کو کس طرح شکست دلوا سکتا ہوں حیران تھے کہ یہ کیا کہتا ہے یہی تو اول بھاگا تھا۔ جب مسلمان ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا سراقہ کی صورت میں۔

الحاصل امیر المومنین ویسے ہی دلیری دلاوری کے ساتھ میدان میں لڑ رہے تھے، بڑے بڑے نامی گرامی کفار آپ کے آگے آتے اور آبِ شمشیر کے گھاٹ سیدھے دوزخ کو چلے جاتے۔ فرماتے ہیں کہ مجھ کو قریش کی جرأت و جہالت پر حیرت ہے کہ باوجودیکہ انھوں نے دیکھ لیا کہ ولید جیسا جوان مرد میرے ہاتھ سے بے جان ہوا خطلہ کے سر میں چوٹ لگی تو دونوں آنکھیں اس کی نکل پڑیں پھر بھی اپنی حماقت سے وہ باز نہیں آتے اور میرے سامنے آتے ہیں۔

قتل ابو جہل: اسی گیرودار میں ابو جہل بن ہشام کہ سرگروہ اہل عناد تھا۔ بعض انصار کے ہاتھ سے خاکِ ہلاک پر گرا اور بہ قولِ مجر صادق کہ حق تعالیٰ اس کو میرے ضعیف ترین اصحاب کے ہاتھ سے قتل کرے گا۔ راست نکلا۔ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں ابو جہل کے سر پر پہنچا، تو ہنوز اس کے بدن میں جان تھی۔ مجھ کو مکہ میں اس کے ہاتھ سے بہت ایذا نہیں پہنچی تھیں۔ جاتے ہی اس کی چھاتی پر سوار ہو گیا اور گردن پر پاؤں رکھ کر اس کی ٹھوڑی کے بال نوچنے لگا، اور کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھ کو ذلیل و خوار کیا ابو جہل نے کہا اے گڈریے بھیڑوں کے چرانے والے، تو مقامِ عالی پر سوار ہوا۔ مگر یہ تو بتلا کہ فتح کس کی ہے عبداللہ نے کہا اے دشمنِ خدا تو فرعون سے بھی بدتر ہے وہ ڈوبتے وقت تو ایمان لے آیا تھا تو مرتے وقت بھی اپنے کفر سے باز نہیں آتا آگاہ رہ کہ فتح خدا اور رسول کے لیے ہے اب میں تجھ کو تیری

بدکرداری کی سزا دیتا ہوں اور تیرے سر کو بدن سے جدا کرتا ہوں ابو جہل نے کہا لست باول عبد قتل مولاہ یعنی یہ کہ آگے بھی بہت سے غلاموں نے اپنے آقاؤں کے سر قلم کیے ہیں تو مجھ کو قتل کرے گا تو کوئی انوکھی بات نہیں ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرا سر کاٹے تو شانوں سے ملا ہوا کاٹنا کہ اور سروں میں بلند دکھائی دے عبداللہؐ نے کہا میں رنج سے ملا کر کاٹوں گا کہ نظروں میں پست و خوار معلوم ہو۔

القصة ابن مسعودؓ نے سر بے مغز ابو جہل کا جدا کیا اور حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں لا کر قدموں پر ڈال دیا آپ نے سجدہ شکر ادا کیا کہ فرعون امت مارا گیا۔

قتل نوفل بن خویلد: ایک شیطین قریش سے نوفل بن خویلد زبیر بن عوام کا چچا تھا کہ حضرت رسالت پناہ کے ساتھ کمال درجہ دشمنی و عداوت رکھتا تھا کہتے ہیں کہ ایک بار اس نے طلحہ و زبیرؓ بروایت طلحہ و ابو بکرؓ کو مسلمانوں کے جرم میں ایک شبانہ روز رسی میں باندھ کر عذاب کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قریش اس کی بہت تعظیم کرتے اور اپنا پیشوا مانتے تھے۔ حضرت رسولؐ خدا کو اس کا آنا معلوم ہوا تو دعا کی اللھم اکفنی نوفل بن خویلد بار خدا یا مجھ سے نوفل کی شرارت دفع کر۔ امیر المومنینؓ ایک حملے میں صفوف دشمن کو چیرتے پھاڑتے جا رہے تھے کہ ناگاہ نوفل مذکور حضرتؐ کو نظر آیا ایک تلوار اس کے خود پر لگائی کہ دامن تک کاٹتی چلی گئی پھر دوسری تلگوں پر ماری جس سے دونوں پیر کٹ کر گر گئے۔ پس اس کا سر کاٹ کر حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں لے گئے اس وقت پہنچے جب کہ حضرتؐ کہہ رہے تھے، کون ہے جو نوفل کی خبر ہم کو پہنچا دے پس حضرت اس کا مارا جانا معلوم کر کے مسرور ہوئے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے دعا میری قبول کی۔ یہ خوش خبری آپ کو مژدہ قتل ابو جہل سے پہلے پہنچی تھی۔

محمد بن یعقوب کلینیؒ نے حضرت جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ قریش اولاد عبدالمطلب کو بہ جبر و کراہ اپنے ساتھ لائے تھے ہنگام جنگ جب کہ رجز خوانیاں ہونے لگیں تو طالب بن ابی طالبؓ بھی ان کے ساتھ رجز پڑھتے تھے مگر وہ برخلاف سب کے اپنے لشکر کے لیے بدعا کرتے اور مسلمانوں کے واسطے فتح و نصرت کی دعا مانگتے تھے قریش کو مضمون رجز کا معلوم ہوا تو کہا یہ ہم کو شکست دلانے کا اور ان کو واپس مکہ بھیج دیا۔ حضرت صادقؑ کہتے ہیں کہ طالب دل میں مسلمان تھے۔ روایت ہے کہ عین ہنگامہ کارزار میں امیر المومنینؓ نے ایک مٹھی کنکریوں کی بھر کر حضرت سولؐ خدا کو دی اور آپؐ نے باشارہ جبریلؑ کفار کی طرف پھینک کر فرمایا شاہت الوجوہ بگڑ جائیں یہ صورتیں پس جس جس کے وہ سنگریزے لگے سب کے سب قتل ہوئے، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فلم تقتلوہم ولكن الله قتلہم ومارمیت اذ رمیت ولكن الله رمی یعنی تم نے ان کو قتل نہیں کیا، مگر خدا نے قتل کیا ہے اور تو نے

سنگریزے نہیں پھینکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکے پیشر گزار کہ اس لڑائی میں فرشتے مسلمانوں کی مدد کو آئے تھے، انھوں نے شیاطین ہی کو شکست نہیں دی، بلکہ مشرکوں کے قتل و اسیر کرنے میں بھی موقع بموقع مسلمانوں کی مدد کرتے تھے، یہ ملائکہ اہل حق گھوڑوں پر سوار، سرخ زرد عمامے نور کے سر پر باندھے تھے جن کے شملے آگے پیچھے چھوٹے تھے۔ جس کافر کے تلوار لگتی اور خون اس سے رواں نہ ہوتا، تو یہ علامت تھی کہ وہ ضرب فرشتے کے ہاتھ کی ہے، زوال آفتاب کے بعد کفار میں یارائے قرار نہ رہا، پیٹھ دکھا کر بھاگے اور فتح عظیم مسلمانوں کو حاصل ہوئی بقول صحیح، اس لڑائی میں ستر آدمی کفار کے مارے گئے، اور اسی قدر اسیر ہوئے، مقتولین میں سے چھتیس نفر بلا شرکت غیرے صرف تیج ید اللہ سے بے جان ہوئے باقیوں میں تمام مسلمان اور ملائکہ اور نیز حضرت امیر المومنین علیہ السلام شریک تھے محمد بن اسحاق کہ مورخین اہل سنت میں سے ہے، صاف کہتا ہے کہ جو لوگ کہ ہمشیر علی بن ابی طالب سے قتل ہوئے اس سے زیادہ ہیں کہ جو تمام مسلمانوں نے قتل کیے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ تفصیل اسما کشتگان امیر المومنین اس طرح زیبرقم فرماتے ہیں ولید (۱) بن عقبہ، عاص (۲) بن سعید، طیمہ (۳) بن عدی بن نوفل۔ نوفل (۴) بن خویلد، زمعہ (۵) بن اسود، حارث (۶) بن زمعہ، نصر بن (۷) حارث بن عبدالدار، عمیر (۸) بن عثمان بن کعب بن تیم چچا طلحہ کا، عثمان (۹) بن عبید اللہ، مالک (۱۰) بن عبید اللہ دو بھائی طلحہ کے، عیسیٰ (۱۱) بن عثمان، مسعود (۱۲) بن امیہ بن مغیرہ، قیس (۱۳) بن فاکہ بن مغیرہ، حذیفہ (۱۴) بن ابی حذیفہ بن مغیرہ، ابو قیس (۱۵) بن ولید بن مغیرہ، حنظلہ (۱۶) بن ابوسفیان، عمرو (۱۷) بن مخزوم، ابو المنذر (۱۸) ابن ابی رفاعہ، متبہ (۱۹) بن حجاج سہمی، عاص (۲۰) بن منبہ، علقمہ (۲۱) بن کلدہ، ابو العاص (۲۲) بن قیس بن عدی، معاویہ (۲۳) بن مغیرہ بن ابی العاص، لوزان (۲۴) بن ربیعہ، عبداللہ (۲۵) بن منذر بن ابی رفاعہ، مسعود (۲۶) بن امیہ بن مغیرہ، حاجب (۲۷) بن سائب بن عویمر، اوس (۲۸) بن مغیرہ بن لوزان، زید (۲۹) بن ملیس، عاصم (۳۰) بن ابی عوف، سعید (۳۱) بن دہب، معاویہ (۳۲) بن ابی عامر بن عبدالقیس، عبداللہ (۳۳) بن زہیر بن حارث بن اسد، سائب (۳۴) بن مالک، ابو الحکم (۳۵) بن اخض، ہشام (۳۶) بن ابی امیہ بن مغیرہ۔ مروی ہے کہ ایک روز قبل از جنگ بدر حضرت خضر امیر المومنین کو خواب میں نظر آئے اور کلمہ **يَا هُوَ يَآمَنُ لَا هُوَ اِلَّا هُوَ** کہ درحقیقت ایک اسم اعظم ہے آپ کو تلقین کیا۔ امیر المومنین کہتے ہیں کہ یہ کلمہ طیبہ لڑائی میں میری ورد زبان تھا۔ اسی کی برکت سے حق تعالیٰ مجھ کو دشمنوں پر مظفر و منصور کرتا تھا۔ منقول ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے کہہ دیا تھا کہ عباس و عقیل و حارث بن عبدالمطلب اپنی خوشی سے لڑائی میں نہیں آئے مشرکین ان کو بہ جبر و اکراہ لائے ہیں جن کو وہ ملین قتل نہ کرے بعد اختتام جنگ ابو بکر یا ابو بصیر انصاری عباس و عقیل کو گرفتار کر کے حضرت کے پاس لایا آپ نے پوچھا تو نے

ان دونوں کو اسیر کیا عرض کی ایک مرد سفید لباس نے جس کو میں پہچانتا نہیں میری مدد کی فرمایا وہ فرشتہ تھا۔ بروایت خود عباسؑ نے کہا مجھ کو ابولبیر نے نہیں پکڑا بلکہ میرے برادر زادے (علیؑ) نے پکڑا ہے، حضرتؑ نے فرمایا درست ہے وہ ایک فرشتہ تھا بصورت علیؑ کہ حق تعالیٰ نے فرشتوں کو میری مدد کے لیے علیؑ کی صورت میں بھیجا تا کہ رعب ان کا دشمنوں کے دل میں بیٹھ جائے۔

انجام کار ابولہب بن عبدالمطلب ابورافع مولائے رسول اللہؐ کہ ابتدا میں عباسؑ بن عبدالمطلب کا غلام تھا، کہتا ہے کہ اسلام ہمارے (یعنی عباسؑ کے) گھر میں داخل ہو گیا تھا ام الفضل زوجہ عباسؑ اور میں صریح مسلمان تھے، لیکن عباسؑ کا چونکہ بہت سامان قریش کے پاس پھنسا ہوا تھا، اس لیے اظہار اسلام نہ کر سکتے تھے، دشمن خدا ابولہب بیماری کے سبب خود جنگ بدر میں نہ گیا، اپنی طرف سے عاص بن ہشام کو بھیج کر فتح کا انتظار کر رہا تھا کہ قریش کی شکست کی خبر مکہ میں پہنچی، بہت نادم و خجل ہوا، لیکن ہم لوگوں میں نئے سرے سے توانائی آ گئی۔ میں ایک روز حجرہ زمزم میں بیٹھا تیر بنا رہا تھا، ام الفضل میرے پاس بیٹھی تھیں کہ ابولہب وہاں آیا اور میری طرف سے پیٹھ موڑ کر بیٹھ گیا، اتنے میں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بھی آ نکلا، ابولہب نے اسے اپنے پاس بٹھالیا اور بہت التفات سے پوچھنے لگا کہ برادر زادے تو ٹھیک ٹھیک حال اس لڑائی کا مجھ سے بیان کر ابوسفیان نے کہا، عمو کیا بیان کروں، ہم وہاں پہنچے دشمن سے مذہ بھڑ ہوئی، ہم نے شکست کھائی، بھاگے انھوں نے تعجب کیا اور قتل و قید، جو چاہا سو کیا، مگر میں اپنے لشکر کو ملامت نہیں کرتا کیوں کہ میں نے زمین و آسمان کے درمیان کچھ لوگ سفید پوش اہل گھوڑوں پر ایسے سوار دیکھے کہ کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ابورافع کہتا ہے کہ میں نے کہا وہ فرشتے تھے، ابولہب نے ایک الٹا ہاتھ میرے مارا، دوسرا مارنا چاہتا تھا کہ ام الفضل ستون خیمہ اٹھا کر اس کی طرف دوڑیں اور اس زور سے اس کے سر پر مارا کہ سر پھٹ گیا اور کہا، اس کا آقا یہاں نہیں تو اس کو ضعیف و ذلیل جانتا ہوگا۔ ابولہب اپنا سامنہ لیے اٹھ کر گھر کو چلا گیا۔ اور ایک ہفتہ کے بعد مرض عدسہ (۱) میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ چونکہ لوگ اس مرض سے بہت نفرت کرتے تھے، تین روز تک گھر میں مرا پڑا رہا کوئی اس کے پاس تک نہ جاتا تھا، آخر اس کے بیٹوں کو لوگوں نے ملامت کی کہ تمہارا باپ گھر میں سڑ رہا ہے اور تم دفن نہیں کرتے پس انھوں نے اس کی لاش کو کھینچ کر بیرون شہر ایک طرف ڈال دیا اور پتھروں میں چھپا دیا، راوی کہتا ہے کہ اب وہ مقام عمرہ کے راستے پر واقع ہے، جو اس راہ سے گذرتا ہے چند پتھر اس پر پھینک دیتا ہے، چنانچہ پتھروں کا انبار بڑھتے بڑھتے

(۱) عدسہ ایک پھنسی ہے کہ آدی کے نکلتی ہے اور بیشتر اوقات اس کو مار ڈالتی ہے غالباً یہ وہی مرض ہے جو آج کل ہندوستان خصوصاً نواح بہمنی میں بہت زور شور پر ہے اور بنام طاعون موسوم ہے ۱۲ھ۔

بجائے خود ایک پہاڑ بن گیا ہے۔

قتل عقبہ بن ابی معیط: بالجملة قریش سے جیسا کہ لکھا گیا، ستر آدمی قتل اور اسی قدر قید ہوئے اور فتح پانے والے لشکر سے چودہ گیارہ یا نو اشخاص نے باختلاف اقوال شہادت پائی کہ اول ان میں سے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب پیغمبر کے چچا زاد بھائی تھے، قریشی قیدیوں کو دست بستہ حضرت رسول خدا کے سامنے حاضر کیا گیا، تو عقبہ بن ابی معیط و نضر بن الحارث ایک رسی میں بندھے تھے، آپ نے بہ نگاہ تدان کی طرف دیکھا، نضر چلایا یا محمد بحق قرابت کہ میرے اور تمہارے درمیان ہے، میرے ساتھ وہی کرو، جو اور قریش کے ساتھ کرو گے۔ فرمایا اسلام قاطع رحم و قرابت ہے، مسلم و کافر میں کوئی قرابت نہیں رہ سکتی۔ عرض کی آپ نے فرمایا ہے کہ قریش اسیر ہوں تو ان کو قتل نہ کرو، ارشاد ہوا تو قریش سے نہیں، ایک مجوسی آتش پرست ہے، اہل صفور یہ کا، تیرا باپ جس سے تجھ کو نسبت کرتے ہیں، عمر میں تجھ سے چھوٹا ہے، روایت ہے کہ نضر مذکور سخت متعصب تھا، قریش کو شکست ہوئی تو یہ بھی فراریوں میں شامل تھا، بھاگتا تھا اور کہتا تھا، خداوند اگر دین اسلام حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر پتھر برساکہ ہم اس کے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتے، پس گرفتار ہو کر آیا اور علی علیہ السلام نے حکم خیر الانام اس کو قتل کیا۔ نضر مارا گیا تو عقبہ سامنے آیا، یہ عقبہ نہایت بذات خبیث تھا، مکہ میں امیہ بن خلف کے کہنے سے پیغمبر پر تھوکتا تھا۔ حضرت نے عہد کیا تھا کہ اگر اس پر قابو ہو تو قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں امیر المومنین سے فرمایا یا علی اس کو قتل کر اور اپنے پیغمبر کی نذر ادا کر، امیر المومنین اسے قتل کرنے لگے تو بولا، اے محمد میرے بعد میرے بچوں کا کون کفیل ہوگا، حضرت نے فرمایا مسلمان نہ ہوں گے تو آتش جہنم ان کی کفالت کرے گی، اسی وجہ سے عقبہ صبیۃ النار کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ عقبہ آخری مرد ہے قتلائے بدر سے کہ امیر المومنین کے ہاتھ سے مارے گئے، ولید بن عقبہ کا سق جس کے بعض حالات آئندہ اس کتاب میں مذکور ہیں اس عقبہ کا بیٹا ہے۔

القصة نضر و عقبہ مارے گئے تو اصحاب کو اندیشہ ہوا کہ مبادا حضرت تمام اسیروں کے مارنے کا حکم دیں اور فائدہ کہ فدیہ لینے میں ہم کو مد نظر ہے فوت ہو جائے، کہنے لگے یا رسول اللہ یہ لوگ آپ کے قوم و قبیلہ سے ہیں ان پر رحم کیجیے اور فدیہ لے کر آزاد فرمائیے، مگر حضرت خاموش تھے، سعد معاذؓ نے جانا کہ حضرت فدیہ لینے سے کراہت رکھتے ہیں، عرض کی یہ پہلی لڑائی ہے اگر ہم مشرکین کو قتل کریں تو اس سے بہتر ہوگا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیں، عمر خطابؓ نے کہا یا رسول اللہ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور وطن سے نکالا ان کا قتل ہی کرنا بہتر ہے، علیؓ کو حکم دیجیے کہ قتل کرے، میں فلاں کو قتل کرتا ہوں، مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ ثانی کی کوئی غرض اس صلاح سے نہ تھی، بجز اس کے کہ کسی طرح علیؓ کا بھائی مارا جائے ورنہ جب کہ حضرت نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ بنی ہاشم کو قتل نہ کرو کہ وہ اپنی مرضی سے نہیں آئے، تو اب

اس کلام کا کون محل تھا اور حیرت ہے کہ یہ شجاعت کہ اسیروں کے قتل میں اب ظاہر کرتے تھے، لڑائی کے وقت کیوں ظاہر نہ ہوئی کہ ایک کافر بھی آپ کے ہاتھ سے مارا نہ گیا چنانچہ تاریخ فریقین اس کی شاہد ہے۔

الحاصل قرار پایا کہ فی نفر کچھ روپیہ حسب حیثیت لے کر قیدیوں کو رہا کیا جاوے۔ قریش اپنے اپنے واسطہ داروں کے لیے مکہ سے مال بھیجتے اور ان کو چھڑاتے تھے، ابوالعاص بن ربیع شوہر زینب خدیجہ الکبریٰ بھی بندی میں تھا، زینب نے اس کے فدیہ میں ایک گلو بند بیجا کہ خدیجہ نے ان کو دیا تھا، حضرت رسول خدا نے وہ گلو بند دیکھا تو دلگیر ہوئے، اصحاب نے یہ دیکھ کر فدیہ ابوالعاص کا معاف کر دیا اور وہ گلو بند زینب کے پاس واپس بھیج دیا گیا، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اس مقام پر ایک کلام اپنے استاد نقیب ابو جعفر سے نقل کیا ہے کہ قصیہ فدک میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کیا جائے گا۔

غزوہ احد: ہجرت سے تیسرے سال ماہ شوال میں جنگ احد واقع ہوئی، یہ معرکہ تمام و کمال حضرت شیر ذوالجلال کی سعی بازو سے سر ہوا۔ کیوں کہ تمام اصحاب حضرت رسالت مآب کو نزاع اعدا میں تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس نازک وقت میں جو حیرت بخش کام حیدری جرأت و جان بازی سے نکلا۔ اس کی نظیر صفحہ تاریخ پر نہیں ملتی۔ آپ نے بزور شمشیر ایک بار نہیں بار ہا کفار اشرار کے ہجوم کو پراگندہ کیا۔ اور ہزاروں تلواروں کے نیچے اس ذات مقدس کی نگہبانی فرمائی۔ اس ہمت و جواں مردی کی ملا اعلیٰ میں دھوم مچ گئی، فرشتوں نے مابین زمین و آسمان لا فتیٰ الا علیٰ سَیْفِ اِلَّا ذُو الْفِقَار کی منادی کی جبریلؑ نے اس جانفشانی کی رسول اللہ کے سامنے داد دی اور اس پر مبارک باد کہی۔ لکھا ہے کہ شکست بدر سے آسائش و آرام قریش پر حرام ہو گیا اور جہان ان کی نظر میں تیرہ و تار یک دکھائی دیتا تھا، انھوں نے اپنی عورتوں کو رونے اور نوحہ کرنے سے روک دیا تھا کہ مبادا جوش غضب شدت گریہ سے مدہم پڑ جائے اور آنسوؤں کا پانی آتش غیظ کو بجھا دے، اگلے سال نبی کنانہ وغیرہ نے اپنے ہم سوگند قبیلوں کو مدد کے لیے بلایا اور بہت سے۔ سلاح و سامان کے ساتھ، تین ہزار سوار، دو ہزار پیادے، مردان کار لے کر کشتگان بدر کا بدلہ لینے کی نیت سے مدینہ پر چڑھ آئے اور اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لیتے آئے تاکہ دردناک الحان میں شکست بدر کا حال سنائی اور ان کے غصہ کی آگ کو بجھاتی رہیں چنانچہ ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان و عمرہ دختر علقمہ حارثہ بھی لشکر میں شامل تھیں۔ ادھر سے حضرت رسول خدا بھی سات سو مرد جنگی کے ساتھ، مخالفوں کے دفیئہ کے ارادہ سے مدینہ سے نکلے۔ بیرون شہر کوہ احد کے متصل دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا، حضرت نے دامن کوہ میں پہاڑ کی طرف اپنی طرف سے اس طرح پر کہ کوہ عنین بائیں ہاتھ پر اور مدینہ پیش زور ہے، صفیں راست کیں اس کوہ عنین میں ایک شعب (گھاٹی) تھی جہاں سے دشمن کے گھات

لگانے اور اندر گھس آنے کا اندیشہ تھا، اس لیے آپ نے عبداللہ بن جبیر کو مع پچاس کمانداروں کے سرشعب پر کھڑا کیا کہ کسی کو اس طرف سے نہ آنے دے اور تاکید کی کہ لشکر اسلام کی فتح ہو یا شکست وہاں سے جنبش نہ کرے۔

علم کبیر خاصہ رسول خدا اس روز بھی مانند جنگ بدر کے شیر خدا علی مرتضیٰ کے ہاتھ میں تھا لیکن علم صغیر کہ اصطلاح اہل جنگ میں لواء کے نام سے موسوم ہے، مصعب بن عمیر کو عنایت ہوا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ علمداری قریش زمانہ قدیم سے قسلی بن کلاب کے نام تھی، وہ ہر جنگ میں رایت و لواء دونوں کے حامل ہوتے تھے، بعد ازاں رایت کا اٹھانا، اولاد عبدالمطلب میں اور لواء بنی عبداللہ میں قرار پایا، حضرت رسول خدا مبعوث بہ نبوت و مامور بہ جہاد ہوئے تو جملہ خشک آپ کے اختیار میں آیا، آپ نے مصعب رایت بنی ہاشم پر برقرار رکھا اور امیر المومنین کو علمدار مہاجرین بنایا، چنانچہ غزوہ دواں سے کہ پہلا غزوہ ہے۔ آج تک وہی حضرت علمدار لشکر اس رہتے تھے لیکن لواء ابتدائے جنگ میں مصعب بن عمیر کو عنایت کیا تھا۔ مصعب نے شہادت پائی اور لواء اس کے ہاتھ سے گرا تو قبائل قریش بہت شوق سے اس کے آرزو مند تھے۔ مگر حضرت رسول خدا نے امیر المومنین کو سب پر ترجیح دی۔ اس روز سے امیر المومنین حامل رایت و حامل لواء ہوئے، تب سے یہ منصب جلیل بنی ہاشم میں چلا آتا ہے۔ لیکن مشرکوں کی علم برداری بدستور بنی عبدالدار میں تھی۔ اس لڑائی میں بھی طلحہ بن ابی طلحہ عبدری علم دار لشکر تھا۔ دونوں لشکر میدان میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوئے، تو ابوسفیان بن حرب نے طلحہ کے پاس آ کر کہا کہ قریش کو جنگ بدر میں علم داروں کی نامردی سے روز بددیکھنا نصیب ہوا تھا، اگر تم لوگ اس منصب کی شرائط پوری نہیں کر سکتے، تو علم ہم کو دو طلحہ کو کہ سردار قوم قریش تھا یہ کلام بہت ناگوار گزرا، کہا تو ہم کو یہ کہتا ہے، قسم بخدا کہ آج ہم ہیں اور موت یا فتح پائیں گے ورنہ ہلاک ہو جائیں گے۔ پس میدان میں آ کر پکارا اے اصحاب محمد تم کہتے ہو کہ ہمارے کشتے دوزخ میں اور تمہارے بہشت میں جاتے ہیں۔ قتل طلحہ بن ابی طلحہ: پس جس کو تم میں سے آرزوئے بہشت ہو، میرے سامنے آئے میں اس کو ابھی بہشت میں بھیجتا ہوں چونکہ کسی میں طاقت اس کے مقابلہ کی نہ تھی سب خاموش تھے اس وقت مولائے مومنان مانند شیر غراں پرے سے نکلے۔ طلحہ نے پوچھا تو کون ہے، کہا علی بن ابی طالب، طلحہ نے کہا میں جانتا تھا کہ بجز تیرے کوئی میرا مقابل نہ ہوگا۔ روایت ہے کہ کسی نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ امیر المومنین نے طلحہ کے ساتھ جنگ کی تو اس نے بہ لفظ قسم کس لیے آنحضرت کو خطاب کیا۔ حضرت نے فرمایا جس زمانے میں حضرت رسول خدا مکہ میں تھے۔ کفار مکہ ابوطالب کے خوف سے خود آنحضرت سے معترض نہ ہو سکتے تھے۔ اِلَّا اپنے لڑکوں کو سکھلا دیتے تھے کہ راہ میں چلتے پھرتے آپ کو ایذا پہنچائیں۔ پس حضرت گھر سے باہر جاتے تو لڑکے پتھر،

ڈھیلے آنحضرتؐ پر پھینکتے، کوڑا کرکٹ ڈالتے۔ امیر المومنینؑ کو یہ حال معلوم ہوا تو عرض کی یا رسول اللہؐ جس وقت آپ باہر تشریف لے جائیں تو مجھ کو ہمراہ لے چلیں اس کے بعد حضرت ملازمت اشرف میں ہوتے اور اطفال ان کی طرف متوجہ ہوتے تو حضرت ان کو پکڑتے اور ان کے چہرے کو زخمی کرتے پس لڑکے اپنے گھروں کو جاتے اور کہتے قصصنا علیٰ کہ ہم کو علیؑ نے مجروح کیا ہے، اس وقت سے آپ کو قصصیم کہنے لگے تھے۔ الغرض طلحہ نے ایک وار آنحضرتؐ پر کیا آپ نے سپر پر روکا اور ایک تلوار اس نابکار کے سر پر لگائی کہ سر کا بھیجا نکل پڑا، پھر دوسری چوٹ کی دونوں ٹانگیں کٹ کر زمین پر آ رہیں اور طلحہ مع نشان کفر زمین پر گرا۔ امیر المومنینؑ نے چاہا کہ اس کا سر قلم کریں اس نے رحم و قربت کا واسطہ دیا نیز اس کا سر کھل گیا تھا۔ آپ لوٹ گئے مسلمانوں نے کہا یا علیؑ کس لیے اس کا کام تمام نہیں کرتے۔ فرمایا اس ضربت سے جان بر نہ ہوگا۔

حضرت رسولؐ خدا نے قبل از جنگ خواب میں دیکھا تھا اس کے قتل ہونے پر آپ نے بہ آواز بلند تکبیر کہی اور مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہی اس وقت فوجوں نے دریا کی موجوں کی طرح اپنی جگہ سے حرکت کی اور صفیں ٹوٹ پھوٹ کر مسلمین و مشرکین باہم دست و گریباں ہو گئے۔ کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے ایک تلوار ابو دجانہ انصاری کو دی جس کی ایک سمت یہ شعر تحریر تھا۔

فی الجُبْنِ عاروفی الاقبال مکرمة

والمرءُ بالجُبْنِ لا ینجو من القَدَرِ

ترجمہ نامردی سے پشت کرنے میں عیب و عار ہے۔ اور مردانگی سے حملہ آوری میں قدر و عزت۔ حالانکہ آدمی نامردی سے موت کے ہاتھ سے نجات نہیں پاسکتا۔

ابو دجانہ اس تلوار کو لے کر مردانہ وار فوج اعدا میں گھس گئے، جس گروہ پر جاتے اس کو پسپا و پامال کرتے تھے، تاہم انیکہ منتہائے لشکر پر جہاں عورتیں کھڑی دف بجاتی اور رجز کے راگ گاتی تھیں جا پہنچے ہند بنت عتبہؓ سامنے تھی چاہا کہ ایک وار میں اس کا کام تمام کریں مگر اس خیال سے کہ شمشیر رسولؐ خدا کو ایک بدکار عورت کے خون میں آلودہ کرنا زیبا نہیں اس ارادہ سے باز رہے۔ القصہ طلحہ قتل ہوا تو علم قریش اس کے بھائی ابوسعید بن ابی طلحہ نے لیا وہ بھی ہاتھ سے حیدر کرار کے فی النار ہوا، پھر عثمانؓ بن ابی طلحہ نے اس کو سنبھالا، وہ بھی مارا گیا۔ پھر منافع بن ابی طلحہ پھر حارث بن ابی طلحہ نے باری باری نشان کفر برپا کیا مگر امیر المومنینؑ کی تلوار سے نہ وہ قائم رہ سکے نہ ان کا نشان۔ علیؑ ہذا جو علم لیتا مارا جاتا، تاہم انیکہ بروایت صحیح نوسر دار علم دار قبیلہ عبدالدار کے شیر خدا کے ہاتھ سے قتل ہوئے، جب کوئی شخص اس قبیلہ میں علم برداری کے

قابل نہ رہا تو ایک غلام سیاہ قام پرے سے نکلا، اس خطا کردار کا نام بمفا دغیط وغضب سے آنکھیں لال کیے، کف منہ سے جاری، علم کوزمین سے اٹھا کر چلایا، میں اپنے آقاؤں کے بدلے محمدؐ کے سوا کسی کو نہ ماروں گا، جسم پلید اس کا بزرگی میں ایک گنبد خورد کی مانند معلوم ہوتا تھا۔ اس کی لاف و گزاف سن کر سب ڈر گئے، اللہ امیر المومنینؑ کہ خوف و ہراس آپ کے واسطے خلق ہی نہ ہوا تھا، آگے بڑھے اور بہ یک ضرب شمشیر اس کا بدن سچ سے اس طرح پر کاٹ ڈالا کہ دونوں ٹانگیں زمین پر گر کر کھڑی رہ گئیں۔ مشرکین و مسلمین آپ کے ہاتھ کی صفائی پر حیران و انگشت بندناں تھے۔ بروایت ایک تنویر لگائی کہ دست راست اس کا قطع ہو گیا، غلام نے بائیں ہاتھ سے علم تھاما، دوسری ضرب میں وہ بھی نثار دہا۔ تب تو اس نے علم کو سینے سے لگا کر دونوں بازوؤں سے دبایا اور کہا، اے نبی عبدالدار میں تمہاری یاری و مدد گاری کی شرطیں بجالایا، امیر المومنینؑ نے ایک ضربت اس کے سر پر لگائی اور قضیہ پاک کیا، پس کفار ہزیمت پا کر بھاگے اور فتح مند لشکر مال و اسباب ان کا لوٹنے لگا، اس وقت ایک چشم زخم مسلمانوں کو ایسی پہنچی جس سے سارا بنانا یا کام مٹی ہو گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ، کوہ عنین میں جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ایک گھاٹی تھی۔ جہاں سے غنیم کے پس پشت سے حملہ آور ہونے کا کھٹکا تھا۔ حضرت رسالت پناہ نے عبد اللہ ابن جبیر کو اس پر مقرر کیا اور یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ہم قریش کو مارتے مارتے مکہ تک پہنچا دیں یا وہ ہم کو شکست دے کر مدینہ میں داخل کر دیں مگر تم اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا، قریش بھی اس کار آمد موقع سے ناواقف نہ تھے، خالد بن ولید ابوسفیان کے کہنے سے چند بار اثنا جنگ میں اس طرف آیا۔ مگر ابن جبیر کے اصحاب نے مارے تیروں کے اس کا منہ پھیر دیا، اس وقت جو قریش شکست کھا رہے تھے اور مسلمان لوٹ میں مصروف ہوئے تو درے والوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ ابن جبیر نے ہر چند فصاحت کی، سمجھایا، کہ خدا سے ڈرو رسول اللہؐ نے ہم کو کیا تاکید کی ہے۔ مگر انھوں نے ایک نہ سنا اور وہاں سے کھسک گئے۔ خالد فوج لیے گھات میں کھڑا ہی تھا فوراً اندر آدھکا، عبد اللہ چند آدمیوں سے جو اس کے ساتھ رہ گئے تھے۔ حرام ہوا، مگر کیا پیش جاسکتی تھی، سب کے سب وہیں شہید ہوئے۔ ادھر عمرہ بنت حارث نے علم لشکر، کہ سرنگوں پڑا تھا اٹھا کر سیدھا کھڑا کر دیا۔ قریش نے بھاگتے میں مڑ کر نشان لشکر کو کھڑا دیکھا تو واپس آئے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ پس جو حالت کہ ایک لمحہ پہلے قریش کی تھی، وہی اس وقت مسلمانوں کی ہو گئی، کھل بلی پڑ گئی اور جس کو جدھر راستہ ملا بھاگ نکلا۔ حضرت رسولؐ خدا نے خود سر مبارک سے اٹھا کر باواز بلند فرمایا لوگو ادھر آؤ، میں رسول خدا ہوں، خدا اور رسولؐ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے، مگر کچھ اثر نہ تھا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے بروز بد صبر و ثابت قدمی پر ہم سے بیعت لی تھی اور کہہ دیا تھا معرکے سے بھاگنا ضلالت و گمراہی ہے اور جہاد میں مارا جانا، شہادت پانا اور شہیدوں کے لیے جنت خالد کے

ضامن ہوئے تھے، ہم میدان میں کھڑے تھے کہ ناگاہ سومر و بزرگان اور سردارانِ قریش بہت سی سپاہ کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے، ہم سے صبر نہ ہوسکا، بھاگے، اس وقت علیؑ مثل شیرِ نر کے بے دھڑک مشرکین میں گھس گئے، مگر جب ہم کو دیکھا کہ بھاگے جا رہے ہیں۔ پکارے زشت ہوں اور بگڑ جائیں یہ صورتیں، کہاں جاتے ہو، کیا جہنم ہی کا ارادہ کر لیا ہے، جب دیکھا کہ نہیں لوٹتے تو ہم پر حملہ کیا، ایک عریض تلوار اس وقت ان کے ہاتھ میں تھی، کہ موت اس سے چپکتی تھی، کہا تم نے عہد کیا اور اس کو توڑ ڈالا، تم ان لوگوں سے زیادہ قتل کے لائق ہو۔ اس وقت دیکھا میں نے کہ، دو آنکھیں ان کی مانند دو مشعلوں کے یا دو پیالے خون سے بھرے لال تھیں خوف ہوا، کہ کہیں ایک حملے میں ہم سب کو نیست و نابود نہ کر ڈالیں، میں نے آگے بڑھ کر کہا اے ابوالحسن تم کو خدا کی قسم ہے کہ ہم سے ہاتھ اٹھاؤ عرب کا دستور ہے کبھی بھاگتے، کبھی حملہ کرتے ہیں، جب حملہ کرتے ہیں تو بھاگنے کی کسر نکال دیتے ہیں۔ گویا میرا لحاظ کیا اور منہ پھیر کر کافروں کی طرف پلٹ گئے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں اب بھی جب مجھ کو ان کی مہیب شکل یاد آ جاتی ہے تو بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔

القصة خالد نے حضرت رسولؐ خدا کو تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ دیکھا تو اپنے اصحاب پر چلایا، کہ یہ ہے جس کو تم طلب کرتے تھے، اب اسے جیتا نہ چھوڑو، ان بے حیاءوں نے تیر تلوار برچھیوں اور پتھروں کا مینہ برسا دیا۔ اصحاب کہ رکابِ سعادت میں تھے خوب جی کھول کر لڑے۔ بہتوں نے گلگولہ شہادت سے سرخ روئی حاصل کی۔ ناہقی بھاگ گئے، لیکن کفار برابر اٹھ چلے آ رہے تھے، پس حضرتؓ پر حالتِ غشی طاری ہوئی، شیطان نے آپ کے قتل کی خبر احد و مدینہ میں اڑادی اس سے رہے سہے ہوش بھی مسلمانوں کے اڑ گئے۔

یاد رہے کہ یہ وہی خالد بن ولید ہے، جو بعدہ مسلمان ہو کر خلیفہ اول کے زمانہ میں، ان کے پیش گاہ سے بہ لقب سیف اللہ ممتاز ہوا۔ یہ اس کے کفر کے دنوں کے کارنامے ہیں، آئندہ عہدِ مسلمانی کے حالات بھی کسی قدر اس کتاب میں ہم بیان کریں گے۔ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی کہ اپنے عقیدے کے موافق خالدِ خام کار کو پکا مسلمان سمجھے ہوئے ہیں۔ اس کے حال پر بہت تعجب کرتے ہیں کہ اس کی آنکھوں پر کیسا پردہ پڑا ہوا تھا۔ مگر ہمارے نزدیک اس کے مسلمانی کے حالات کفر کی حالت سے کچھ مختلف نہیں تھے، بلکہ زیادہ تر ان کے ساتھ ملتے جلتے ہوئے تھے۔ شیخ صاحب عبدالحق دہلوی خود کہتے ہیں کہ اس کا باپ ولید بن مغیرہ اشد کفار سے تھا۔ پس بیٹے کے ساتھ بھی کفر باقی رہے تو تعجب نہیں۔ الغرض حضرتؓ نے غش سے آنکھیں کھولیں تو امیر المومنین کے سوا مسلمانوں میں سے کسی کو اپنے پاس نہ پایا، پوچھا یا علیؑ یہ لوگ کہاں گئے، عرض کی عہد کو توڑ کر بھاگ گئے، فرمایا تو کفار کو مجھ سے دفع کر۔ موزنین نے لکھا ہے کہ آٹھ شخصوں نے باہم عہد کیا تھا کہ مرجائیں گے، مگر خدمتِ بابرکت سے جدا نہ ہوں گے، نام نامی ان کے یہ ہیں۔ امیر المومنین، طلحہ، زبیرؓ، ابو دجانہ

انصاریؓ کہ نام ان کا سماک بن خرشہ تھا۔ حارث بن صمہ، حباب بن المہر، عاصم بن ثابت، سہل بن حلیف۔ سب نے حضرت کے سامنے جہاد کر کے دادِ مردی و شجاعت دی مگر آخر کار کثرتِ کفار سے فرار کیا، اِلّا علیؓ بن ابی طالب کہ بدستور اسی جگہ پر قائم تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا تو کس لیے اوروں کے ساتھ نہ بھاگا، آپ نے عرض کی یا رسول اللہ! اَنْکَفَرُوْا بَعْدَ الْاِيْمَانِ اِنَّ لِيْ بِكَ اُسُوۃٌ اے رسولؐ خدا کیا میں ایمان کے بعد کفر اختیار کرتا، بہ تحقیق کہ مجھ کو آپ سے اقتداء پیروی ہے بقول صاحبِ مدارج یعنی مجھ کو صرف آپ سے کام ہے ان یارِ دوستوں سے جو مال کے پیچھے بھاگ گئے کچھ غرض نہیں رکھتا۔ یہ بنا بر مشہور ہے۔ لیکن بعض روایاتِ امامیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا کلام آنحضرتؐ نے ابودجانہ سے فرمایا تھا، نہ امیر المومنینؑ سے اور یہ اقرب بصواب ہے۔

ذوالفقار کا حال: روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا، کہ جب کافر مسلمانوں پر غالب آئے، تو ایک بار پیغمبرؐ خدا میری نظر سے غائب ہو گئے میں نے ادھر ادھر حضرتؐ کو ڈھونڈا، لاشہائے مقتولین کے درمیان تلاش کیا، کہیں نہ پایا تو دل میں کہنے لگا کہ پیغمبرؐ ایسے نہیں کہ معرکہ جنگ سے گریزاں ہوں اور قتل بھی نہیں ہوئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید حق تعالیٰ نے ہماری حرکت سے غضب ناک ہو کر اپنے پیغمبرؐ کو آسمان پر اپنے پاس بلا لیا ہے۔ پس اس سے بہتر کچھ نہیں کہ ان ملائین کے مقابلہ میں دادِ جہاد دوں تا انیکہ مارا جاؤں پس نیام تلوار کا توڑ کر پھینک دیا اور باقی برہنہ اس انبوه میں گھس گیا یہاں تک کہ ان کو متفرق و پراگندہ کر ڈالا اس وقت دیکھا میں نے کہ حضرتؐ ان کے درمیان صحیح و سالم موجود ہیں جانا کہ حق تعالیٰ نے ملائکہ کرام سے ان کی نگہبانی کرائی ہے۔ القصہ حضرت امیرؑ کمر جانفشانی کو کسے ہوئے قلع و قمع اعدا میں مصروف تھے، غنیم بار بار حضرت رسالتؐ پر چڑھ کر آتے۔ خیر خدا یکہ و تنہا ان کا مقابلہ کر کے منہ پھیر دیتے تھے، حتیٰ کہ لڑتے لڑتے تلوار آنحضرتؐ کی پارہ پارہ ہو گئی وہ تیغ شکستہ حضرت رسولؐ خدا کے پاس لائے اور ثابت تلوار کی درخواست کی حضرتؐ نے ذوالفقارِ مرحمت کی۔ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ذوالفقار جبرئیلؑ آسمان سے حضرتؐ کے لیے لائے تھے، اس کا قبضہ چاندی کا تھا اور وہ ہنوز ہمارے پاس موجود ہے۔ ابن ابی الحدید اپنے قصیدہٴ راسیہ میں اس کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے۔

حَيْثُ الرَّمِيضُ الشَّعْشَعَانِي فَائِضُ

مِنَ الْمَصْدَرِ الْاَعْلٰی تَبَارَكَ مَصْدَرُ

فَلَيْسَ سَوَاعٍ بَعْدَ ذَا بِمَعْظَمِ

وَلَا اِلٰتِ مَسْجُودًا لَهَا وَمُعْفَرَا

یعنی جب سے برقِ درخشندہ (ذوالفقار) مبارک اعلیٰ جائے صدور (آسمان) سے نازل ہوئی ہے۔ سوارِ ولات (نام دو بتوں کا) کی اس وقت سے کچھ عزت نہیں رہی، کوئی ان کو سجدہ نہیں کرتا اور جبین کو ان کے آگے خاک پر نہیں رگڑتا۔ بقولے یہ تلوار منبہ بن حجاج کی تھی حضرت امیرؑ نے بروزِ بدر، اس کو قتل کر کے رسولِ خدا کی خدمت میں پیش گزرائی۔ اس وقت آنحضرتؐ نے آپ کو عنایت کی۔

بہر کیف حضرت امیر المومنینؑ ذوالفقار لے کر پھر مصروفِ جہاد ہوئے۔ رسولِ خداؐ را پیچھے سرک کر پہاڑ سے مل گئے تھے تاکہ لڑائی ایک سمت سے واقع ہو۔ کفارِ نابکار بار بار آپؐ پر حملے کرتے، امیر المومنینؑ تنہا ان کو پریشان کرتے، ایک مرتبہ ایک گروہ آیا آپؐ نے ہشام بن امیہ مخزومی کو ان کے درمیان سے ہلاک کیا۔ باقی فرار ہوئے۔ دوسرا دستہ متوجہ ہوا عمر بن عبداللہؓ انہی بدستِ حیدر کرار فی النار ہوا باقیوں نے پیچھے دکھائی۔ اور گروہ آیا بشر بن مالک عامری آپؐ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ پس مسلمان کچھ کچھ واپس آنے لگے۔ سب سے پہلے ابو دجانہ و سہل بن حنیف انصاری نے مراجعت کی وہ حضرتؐ کے پاس کھڑے ہوئے آپؐ کی نگاہ بانی کرتے تھے اور امیر المومنینؑ بزورِ شمشیر دہنے بائیں سے دشمنوں کو ہٹاتے اور دور کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بقول صاحبِ کشف الغمۃ دس مرتبہ دس گروہوں نے آنحضرتؐ پر حملہ کیا اور دسوں دفعہ آپؐ نے ان کا وارِ دفرمایا مثل شیرِ غضب ناک جہادِ اعدا میں مصروف تھے تا انیکہ نوے زخمِ سر و سینہ و شکم و دست و پا میں لگے۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ سولہ ضربات حضرتؐ کے لگے ہر ضربت میں زمین پر گرے اور ہر مرتبہ ایک مرد خوش رو آتا اور بازو پکڑ کر آپؐ کو اٹھاتا اور کہتا حملہ کران اشرار پر، بہ تحقیق کہ تو طاعتِ خدا اور رسولؐ میں ہے اور دونوں تجھ سے راضی و خوش ہیں بعد ختمِ جنگ یہ ماجرا رسولؐ خدا سے بیان کیا، تو آپؐ نے فرمایا یا علیؑ اس مرد کو پہچانتا ہے۔ عرض کی نہیں الا کلبی سے مشابہ تھا فرمایا تیری آنکھیں روشن ہوں کہ وہ جبرئیل تھا۔ الغرض امیر المومنینؑ سیدِ المجاہدین نے اس قدر جنگ و جہاد کیا کہ کفار باوجود کثرت و شوکت کے آخر کار پسا ہوئے اس وقت مابین زمین و آسمان ایک آواز سنائی دی کہ کوئی کہتا ہے۔

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

کہ کوئی مرد نہیں بجز علیؑ کے، اور کوئی تلوار نہیں سوائے ذوالفقار کے، حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا یا علیؑ تو اپنی مدح سنتا ہے کہ رضوانِ فرشتہ تیرے اور تیری تلوار کے حق میں کیا کہہ رہا ہے حضرت امیر المومنینؑ فرطِ نشاط سے رونے لگے اور شکر حق تعالیٰ بجالائے۔ بعض روایات میں ہے کہ جبرئیل امین کرسی زریں پر درمیانِ آسمان و زمین لا فتیٰ الا علی لا

سيف الا ذوالفقار کہتے ہوئے دکھائی دیے ممکن ہے کہ رضوان و جبریل دونوں نے یہ منادی کی ہو، پس جبریل رسول خدا پر نازل ہوئے اور کہا علیؑ نے آج حق و فاداری و جاں نثاری ادا کیا حضرت نے فرمایا کیوں کرنے کرتا اِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَاَنَا مِنْهُ بے شبہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے جبریلؑ نے کہا انا منکما یعنی میں تم دونوں سے ہوں۔

صاحبِ روضۃ الاحباب نقل کے بعد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بڑے بڑے محدثوں اور مورخوں نے اس طریق سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ ندائی لافقی سنی و شیعہ کے یہاں متواترات سے ہے ابن ابی الحدید وغیرہ مشاہیر علماء اہل سنت نے کہا ہے کہ یہ حدیث احادیثِ مشہورہ سے ہے اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔

عبداللہ بن مسعود صحابی، زید بن وہب سے حال جنگِ احد بیان کر رہے تھے، زید نے پوچھا کیا واقعی علیؑ ابن ابی طالبؑ و ہل بن حنیف و ابودجانہؓ کے سوا تمام صحابہؓ رسول خدا کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، انھوں نے کہا سوائے علیؑ کے کوئی بھی آنحضرتؐ کے پاس نہ رہا تھا، عاصمؓ بن ثابت و ابودجانہؓ و ہل بن حنیف وہ لوگ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے آنحضرتؐ کی طرف مراجعت کی پھر طلحہؓ بن عبید اللہ آ کر شامل ہوئے۔ زید کہتا ہے میں نے کہا حضرت ابو بکرؓ اس وقت کہاں گئے تھے، کہا بھاگ گئے تھے پوچھا عثمانؓ کا کیا حال تھا، کہا وہ بھاگ کر اتنی دور نکل گئے تھے کہ تیسرے روز مدینہ میں واپس آئے رسول اللہؐ نے ان کو دیکھا تو کہا ذٰھَبَتْ فِیْہَا عَرِیْضَةٌ کہ تو اس موقع پر لہبا بھاگنا بھاگا تھا۔ کہا اے عبداللہ تم اس وقت کہاں تھے، کہا میں بھی بھگوڑوں میں شامل تھا۔ کہا تو یہ حالات تم کو کیسے معلوم ہوئے، ابن مسعودؓ نے کہا عاصمؓ بن ثابت، و ہل بن حنیف کی زبانی سنے کہا حیرت ہے کہ علیؑ بن ابی طالبؑ ایسے دشوار موقع پر کس طرح ثابت قدم رہے کہا تجھ کو کیا فرشتوں کو بھی اس سے حیرت تھی کیا تو نے نہیں سنا کہ جبریلؑ زمین آسمان کے درمیان پکارتے پھرتے تھے۔ لاسیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علیؑ زید نے کہا کیوں کر معلوم ہوا کہ یہ آواز جبریلؑ ہی کی ہے، عبداللہ مسعودؓ نے کہا مسلمانوں نے اس کو سنا، رسول خداؐ سے پوچھا کہ کس کی آواز ہے، آپ نے بتایا کہ جبریلؑ کی ہے۔

حقیر مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے جسے شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بطریق اہل سنت روایت کیا ہے دریافت ہوتا ہے کہ گو بھاگنے میں ابو بکر و عمر و عثمان تینوں صاحبِ مساوی الاقدام تھے۔ الا تیسرے روز واپس آنے کی فضیلت مخصوص حضرت عثمانؓ کے لیے ہے۔ لیکن روضۃ الصفا میں کہ روایت مذکور وہاں بطور اختصار نقل ہوئی ہے اس میں شک نہیں کہ آنحضرتؐ سے مطلق پایداری نہیں ہو سکی اور برخلاف امر حق تعالیٰ جاہد و افی سبیل اللہ حق جہاد جہاد کرو راہِ خدا میں جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔ معرکہ سے روگرداں ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کا بھاگنا اور تیسرے روز مدینہ

میں لوٹ کر آنا تو اہل سنت کے یہاں متواترات سے ہے اور شاید قریب باجماع پہنچا ہو، خلیفہ ثانی کے فرار ہونے میں بھی واقعی وغیرہ ان کے مورخین معتبرین شیعوں کے ساتھ متفق اللفظ ہیں اور نقل کرتے ہیں کہ ضرار بن خطاب نے نیزے کا سر حضرت عمرؓ کے لگا کر کہا کہ تجھ کو اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ آج میرے ہاتھ سے رہا ہو گیا۔ مگر حضرت ابو بکرؓ کے گریز کا صاف صاف اقرار کرتے ذرا ہچکچاتے ہیں۔ اور اس سے گریز کرتے ہیں حالانکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ انھوں نے تمام جنگ میں کسی کافر کے ایک زخم نہیں لگایا نہ آپ کوئی زخم کھایا۔ یہ نہایت عجیب بات ہے کہ ایک شخص ایسے معرکہ ہوش ربا میں جس میں تمام صحابہ رسولؐ خدا کو چھوڑ کر بھاگ جائیں اول سے آخر تک موجود رہے۔ اس پر نہ وہ کسی کا بال بیکا کرے نہ اس کا بال ذرا بیکا ہو، حالانکہ خود رسولؐ خدا بھی اس ہنگامے میں چوٹ پھینٹ سے سلامت نہیں رہے یہاں پر مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ نسیہ (۱) جراحت ایک عورت تک بھی اس بلوہ عام میں زخم کھائے بغیر نہ بچ سکی۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ سنیوں کے طریق پر عبد اللہ بن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا علی بن ابی طالبؓ کے لیے چار فضیلتیں ہیں کہ ان کے سوا کسی میں نہیں، اول وہ تمام عرب و عجم سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لائے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی دوم ہر لڑائی میں آپ کے علمدار ہوتے تھے۔ تیسرے بروز احد تمام صحابہ رسولؐ خدا کو چھوڑ کر بھاگ نکلے مگر وہ ثابت قدم رہے اسی طرح دندنا یا کیے۔ چوتھے انھوں نے رسولؐ خدا کو قبر میں اتارا یعنی وہ آخر العہد ہیں آنحضرتؐ سے۔ فائدہ مولانا مجلسی علیہ الرحمہ حیات القلوب میں جنگ احد کے حالات میں فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ نادر علیؓ جنگ احد میں نہیں بلکہ جنگ خیبر میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوة میں لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ نادر علیؓ اسی معاملہ و معرکہ میں اتری ہے۔ واللہ اعلم!

شہادت امیر حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ: وحشی قاتل حمزہؓ جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ جبیر کا چچا طیمہ بن عدی بن الحیار جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ قریش جنگ احد کے لیے چلے تو جبیر نے وحشی سے کہا اگر

(۱) نسیہ بنت کعب مازینہ ایک بہادر عورت تھی حضرت رسولؐ خدا اس کو غازیوں کی خدمت اور زخموں کی مرہم پٹی کے لیے لڑائیوں میں ساتھ لے جایا کرتے تھے جنگ احد میں وہ اپنے شوہر اور عمارہ و عبد اللہ و بیٹوں کے ساتھ آئی تھی بوقت جنگ مشکیں بھر بھر کر مسلمانوں کو پانی پلاتی تھی۔ جب لشکر اسلام کو ہزیمت ہوئی اور اصحاب حضرت رسولؐ خدا کو چھوڑ کر بھاگنے لگے تو اس شیر دل عورت نے سقائی چھوڑ کر حضرت رسولؐ خدا کی حفاظت و حمایت پر کمر باندھی حضرتؐ نے اس کو ایک ڈھال دلوادی تھی اس ڈھال کو اور اپنے بدن کو آنحضرتؐ پر سپر کرتی۔ اور کافروں کے حملوں کو روکتی اور جنگ کرتی تھی تاہیکہ ۱۳ زخم اس کے لگے کہ ایک زخم ان میں کا ایک سال میں اچھا ہوا تھا، حضرت رسولؐ خدا نے اس کے حق میں فرمایا تھا لتمام ام عمارہ خیر من مقام فلاں و فلاں ۱۲ خلاصہ روضۃ الصفا۔

میرے چچا کے قاتل (حمزہ) کو قتل کرے تو اس کے بدلے میں تجھ کو آزاد کر دوں گا ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت درپے ہوئی راہ میں جہاں وحشی اس کو ملتا طبع دیتی اور سمجھاتی کہ حمزہ ہی نے میرے باپ عتبہ کو بھی قتل کیا ہے، جس طرح ہو اس کو قتل کر، اگر یہ کام تیرے ہاتھوں بن پڑا تو آزادی کے سوا تیرے تئیں بہت سانس نفع ہوگا تجھے نہال کر دوں گی۔ بروایت ہند نے کہا اگر محمدؐ و حمزہؓ علیؑ سے ایک کو بھی تو نے قتل کیا تو اس کے عوض ہم اس قدر مال تجھ کو بخشیں گے کہ راضی ہو جائے گا۔ وحشی نے کہا مجھ کو محمدؐ تک رسائی نہیں۔ حمزہؓ کو اگر سوتا پاؤں تو جگا نہیں سکتا ہاں اگر ممکن ہوا تو علیؑ پر حربہ چلاؤں گا کہتے ہیں کہ یہ وحشی حربہ چلانے میں بہت چالاک تھا۔ جس کی طرف ہتھیار پھینکتا خطا نہ ہوتا۔ لڑائی کے دن جب کہ ہنگامہ کارزار گرم ہوا تو امیر المومنینؑ کو دیکھا کہ فنون جنگ میں ماہر اور چار طرف سے باخبر ہیں ان سے قطع امید کی ناگاہ اس کی نظر حمزہؓ پر پڑی کہ مثل میل و ماں و شیر زیاں لشکر میں گھس کر صفوں کو روندتے چلے آ رہے ہیں۔ سباع بن عبدالعزیٰ خزاعی حضرت کے مقابل ہوا اس کی ماں مکہ میں عورتوں کے ختنہ کیا کرتی تھی امیر حمزہ نے اس کے اس پیشہ پر سباع کو ملامت کی کہا اے پسر مقطعہ بظور (۱) تیرا یہ مقدر کہ خدا اور رسولؐ سے لڑنے آئے یہ کہتے ہی اس کو قتل کیا وحشی گھات میں تاک لگائے بیٹھا تھا۔ حمزہ اس طرف کو مزے تو اس نے حربہ ان کی طرف پھینکا جو ٹھیک ناف کے نیچے بیٹھا اور دوسری طرف کو نکل گیا وحشی بھاگا اور حمزہ اس کے پیچھے چلے مگر زخم کاری لگا تھا طاقت نہ رہی زمین پر گرے کچھ لوگ ان کے پاس آئے اور پکارا اے ابوعمارہ جواب نہ ملا جانا کہ کام تمام ہوا وحشی تھوڑی دور کھڑا یہ ماجرا دیکھ رہا تھا جب سب لوگ ادھر ادھر ہو گئے تو قریب آیا اور اپنا حربہ کھینچ کر اسی سے حکم سید الشہد اچاک کیا اور جگر نکال کر ہند کے پاس لے گیا کہ لے یہ تیرے باپ کے قاتل کا جگر ہے، اس ملعونہ نے جگر عم پیغمبرؐ لے کر منہ میں رکھا اور دانتوں سے چبایا حضرت صادقؑ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے نہ چاہا کہ کوئی جزو آنحضرتؐ کے بدن کا جہنم میں جاوے پس وہ جگر مثل سنگ سخت ہو گیا چنانہ سکی زمین پر ڈال دیا۔ ہوا مامور ہوئی اور اس جزو مقدس کو اس کے مقام پر پہنچا دیا پس ہند ملعونہ اس روز سے اکلۃ الاکباد (جگر خوارہ) کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر وحشی کے ساتھ جہاں حمزہ پڑے تھے آئی۔ اور ان کے کان، ناک، ہاتھ، خصیہ، عضو تناسل کاٹ کر ایک رسی میں پروئے اور شدت عداوت سے اس کو ہار کی طرح گلے میں پہنایا حضرت معاویہ کی ماں کی کیفیت تھی، وہ گھوڑے پر سوار لاشہ حمزہ پر تشریف لائے اور پاس کھڑے ہو کر نیزہ جو ہاتھ

(۱) بظور سفر بظریہ یا بے موحده و ظار معجمہ گوشت آدینتہ بالا نے فرخ زن کاس کو کاٹ کر عورت کے ختنہ کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

میں تھا اس جناب کے منہ پر مارتے اور کہتے تھے۔ اے عاق اپنے کیے کا ذائقہ چکھ، جلیس بن علقمہ کو حسیتِ عرب دامگیر ہوئی، بولا اے نبی کنانہ، اس مرد کو کہ بزرگ قریش ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، دیکھو کہ اپنے مردہ چچا زاد بھائی کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے، بارے اس کے کہنے سے کچھ غیرت سی آئی، کہا سچ کہتا ہے، مجھ سے غلطی ہوئی، کہیں اور اس کا ذکر نہ کرنا۔ مولف کہتا ہے کہ یہ قصہ ہو بہو مشابہ ہے، ساتھ قصہ سراقہ بن حنین علیہ السلام کے، جب کہ یزید کے سامنے لایا اور پشت زریں میں زیرِ تخت رکھا گیا تھا۔ یزید ابوسفیان کا پوتا تھا۔ تو امام عالی مقام بھی حمزہ سے قریباً وہی نسبت رکھتے تھے اگر حمزہ سید الشہدائے احد ہیں تو خاص آلِ عباسید و سردار شہدائے عالم۔ وہاں ابوسفیان گھوڑے پر سوار کھڑا نوکِ سناں حمزہ کے لب و دندان پر مار رہا تھا۔ یہاں یزید ملعون تختِ سلطنت پر بیٹھا چوبِ خیزران (بید) اس مقدس مقام پر لگاتا تھا جس طرح ابوسفیان اپنی پاجیانہ حرکت کے درمیان ذوقِ ایُّہا العاق کہہ کر اپنے دل کا بخار نکالتا تھا۔ اسی طرح یزید بد بخت بھی نغمہِ غرور میں چوراہے بڑوں، بدر کے کشتوں کو بلاتا تھا کہ آکر دیکھو میں نے کس طرح تمہارے دشمنوں کی اولاد سے تمہارے بدلے لیے۔ اگر ابوسفیان کو جلیس بن علقمہ نے ملامت کی تو یہاں بھی ابو برزہؓ اسلمی صحابی سے یہ حال دیکھنا نہ گیا۔ پکارا، وائے ہو تجھ پر اے یزید، حسینؑ کے دانتوں پر چھڑی لگاتا ہے۔ قسم بخدا کہ میں نے حضرت رسالت مآب کو بارہا اس لب و دندان کے بو سے لیتے دیکھا اور ان کو سید و سردارِ جوانانِ بہشت کہہ کر پکارتے سنا ہے۔ پس فی الحقیقۃ یہ دونوں قصے ایک دوسرے سے بہت سی مشابہت رکھتے ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ ابوسفیان ابنِ علقمہ کی سرزنش پر کچھ شرمایا، مگر یزید پلید بے حیائی و بد ذاتی میں، اپنے دادا کا بھی دادا نکلا۔ اس نے بجائے اس کے کہ اس خفیقِ ناصح یعنی ابو برزہؓ اسلمی کی نصیحت ماننا اس کو کبمالِ ذلت و خواری مجلس سے نکلوا دیا۔

القصہ بعد اختتامِ جنگ حضرت رسولؐ خدا کو حمزہؓ کی فکر ہوئی امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علیؑ جا کر اپنے چچا کو تلاش کرو۔ حضرت امیرؑ ڈھونڈتے ڈھونڈتے لاشِ حمزہؓ پر پہنچے ان کو اس حال میں دیکھ کر نہ چاہا کہ یہ منہوس خبر حضرتؑ کے پاس لے جائیں تاہم حضرت رسولؐ خدا خود وہاں تشریف فرما ہوئے، جب اپنے عم محترم کو اس حالت میں غلطاں بخاک و خون پایا، تو رقت اس جناب پر طاری ہوئی، فرمایا مجھ کو کبھی اس قدر غم و الم نہیں ہوا تھا جیسا کہ آج اس موقع پر ہوا۔ پس بردبینی دوشِ مبارک سے اتار کر حمزہؓ پر ڈالی۔ چادر چھوٹی تھی، پیر کھلے رہے، ان کو اذخر گھاس سے ڈھانپا اور نماز پڑھ کر اس جناب کو زیرِ زمین دفن کیا۔ اور فرمایا اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ زنانِ بنی عبدالمطلب گریہ و بکا کریں گی اور غمگین ہوں گی، تو امر کرتا کہ لاشِ حمزہؓ کو اسی طرح رہنے دیں تاکہ جانورانِ صحرا و مرغانِ ہوا ان کا گوشت کھائیں اور وہ قیامت کے دن ان کے شکم

سے محشور ہوں، بہ تحقیق کہ مصیبت جس قدر عظیم ہو اس کا ثواب بھی ویسا ہی عظیم ہوتا ہے۔ پھر حکم دیا کہ لاش ہائے شہدا کو جمع کریں کل ستر شخص اس لڑائی میں شہید ہوئے تھے بقدر اسیرانِ جنگ بدر کے جن کو پہلے سال فدیہ لے کر رہا کیا تھا، ارشادِ جناب باری تھا کہ جتنے اشخاص سے فدیہ لو گے، اتنے ہی تم سے آئندہ جنگ میں مقتول ہوں گے، مسلمان اس شرط پر راضی ہو گئے تھے کہ اس وقت مال دنیا سے متمتع ہوں، ثانی الحال عزتِ شہادت پر پہنچ کر درجاتِ آخرت پائیں، پس سب پر نماز پڑھی اور دو دو تین تین کو ایک ایک قبر میں مدفون کیا، الاحزہؓ کہ علیحدہ قبر میں دفن ہوئے، بروایتِ حمزہؓ کو بھی ان کے بھانجے عبداللہ بن حبش کے ساتھ کہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے لطن سے تھے ایک قبر میں رکھا۔ جناب سیدہ خمر قتل جناب رسالت مآبؐ سن کر مدینہ سے گریہ کنال احد میں چلی آئی تھیں۔ ان کے ساتھ ایک ظرف پر آب تھا، حضرت رسولؐ خدا نے اس پانی سے روئے مبارک کو دھویا، پس امیر المومنینؑ تشریف لائے۔ حالانکہ دست ہائے مبارک شانوں تک خون میں رنگین تھے اور ذوالفقار سے لہو ٹپک رہا تھا۔ جناب سیدہ کو دی کہ اس کو لو۔ بہ تحقیق کہ آج اس نے مجھ سے بے وفائی نہیں کی، پھر چند اشعار اپنی شجاعت اور بہادری کے بطور جز پڑھے جن میں کا آخری شعر یہ ہے:

أَمِطِي دِمَاءَ الْقَوْمِ عَنْهُ فَانْه

سَقِيْ اَلْ عُنْدَ الدَّارِ كَاسَ حَمِيْمٍ

یعنی اے فاطمہ ان لوگوں کا خون اس تلوار سے دور کرو بہ تحقیق کہ اس نے اولادِ عبدالدار کو حیم جہنم سے سیراب کیا ہے۔ بنا بر مشہور مقتولانِ قریش اس لڑائی میں اٹھائیس نفر ہیں، مورخین اہل سنت نے اعتراف کیا ہے کہ ان میں سے بیش تر حضرت امیرؓ کے ہاتھ سے مارے گئے، محمد بن اسحاق کہ اس سے بڑھ کر کوئی معتبر مورخ ان کے یہاں نہیں، کہتا ہے کہ علم دارِ قریش طلحہ بن ابی طلحہ کو انھوں نے قتل کیا، نیز اس کے بیٹے ابوسعید بن طلحہ اور اس کے بھائی خالد بن ابی طلحہ و عبداللہ جعفی بن حمید و ابوالحکیم بن احنس و سعد بن ابی حذیفہ و امیہ بن حذیفہ و اراطا بن شرجیل و ہشام بن امیہ و عمرو بن عبداللہ جعفی و بشیر بن مالک و صواب غلام بنی عبدالدار ان سب کو آنحضرتؐ نے واصلِ جہنم فرمایا۔ اور فتح آپ کے دستِ حق پرست پر واقع ہوئی۔ حق تعالیٰ نے تمام صحابہ کو بھاگنے پر رجز و عتاب کیا جب کہ امیر المومنینؑ کی مدح آسمان سے نازل ہوئی۔

ابن طاووس علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ جنگِ اُحد سے واپس آئے تو اسی زخمِ جسم شریف میں ایسے تھے کہ ان میں فقیہ رکھا گیا حضرت رسولؐ خدا ان کی مزاج پر سی کو آئے تو دیکھا کہ ایک چمڑے کے فرش پر لیٹے ہیں۔ آپ یہ حال دیکھ کر گریاں ہوئے اور فرمایا جو کوئی راہِ خدا میں ایسی ایذاں اٹھائے۔ اس کریم پر لازم ہے کہ جزائے جمیل و

اجرِ جزیل اس کو کرامت کرے امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ خدا کا شکر ہے کہ میں حضرت سے روگرداں نہیں ہوا اور عارفِ فرار سے سلامت رہا۔ اِلا افسوس ہے کہ کیوں سعادت شہادت پر فائز نہ ہوا حضرت نے فرمایا یا علیؑ تو اس سعادت پر فائز ہوگا۔ غزوہٴ بنی نضیر بنی نضیر و بنی قریظہ دو قبیلے یہودیوں کے کہ اپنا سلسلہ نسب ہارون برادر موسیٰ علیہما السلام تک پہنچاتے تھے۔ نواحِ مدینہ میں ساکن تھے۔ بنی نضیر میں قریباً ایک ہزار اور قریظہ میں سات سو مرد جنگی ہوں گے۔ یہ لوگ حضرت رسولؐ خدا کی امان میں تھے۔ معاہدہ ہو گیا تھا کہ صلح و سلوک سے رہیں گے اور دشمنانِ اسلام کو کسی طرح کی امداد نہ دیں گے لیکن ان کے درمیان قضیے جھگڑے چلے جاتے تھے۔ نضیر چوں کہ تعداد میں زیادہ اور عبد اللہ بن ابیؑ کے ساتھ ہم عہد و موگند نہ ہونے کا فخر رکھتے تھے قریظہ کو خیال میں نہ لاتے اور ہر بات میں ان پر فضیلت و فوقیت چاہتے تھے اتفاق سے ان دنوں ایک تنازعہ ان میں پیدا ہوا۔ فریقین نے حضرت رسولؐ خدا کو اس میں حکم ٹھہرایا آپ نے انصاف کے مطابق بلا رو رعایت فیصلہ کر دیا یہ فیصلہ بنی نضیر کے خلاف پڑا یعنی اس سے ان کی فوقیت کا دعویٰ جاتا رہا انھوں نے چاہا کہ اس حکم سے سرتابی کریں عبد اللہ بن ابیؑ نے بہت زور لگایا مگر اسلام بھی اب زور پکڑ گیا تھا ایک پیش نہ چلی اور طرفین کو چارونا چار پیغمبرؐ خدا کا حکم ماننا پڑا۔ لیکن بنی نضیر و لمیس حضرت کے دشمن ہو گئے۔ حال عبد اللہ بن ابیؑ: اور حال اس عبد اللہ بن ابیؑ کا یہ ہے کہ یہ شخص قبیلہ خزرج (انصار) میں ایک مقتدر شخص تھا یہاں تک کہ اسلام سے پہلے اہل مدینہ اس کے بادشاہ بنانے کی تجویزیں کر رہے تھے۔ چنانچہ ایک تاج بھی انھوں نے اس کے لیے بنوایا تھا کہ اتنے میں حضرت رسولؐ خدا وہاں تشریف لے آئے پس وہ تمام دفتر گاؤں خورد ہو گیا اور زمانے نے دوسرا پلٹا کھایا خود عبد اللہ کو خواہی نحو ابی اسلام قبول کرنا پڑا مگر باطن اس کا صاف نہ تھا۔ انھی دنوں میں حضرت رسولؐ خدا کسی ضرورت میں بنی نضیر گئے تھے امیر المومنینؑ اور چند دیگر اصحاب ہمراہ تھے۔ یہودیوں نے صلاح کی کہ ایک آدمی چپکے سے دیوار پر جس کے نیچے آپ بیٹھے تھے چڑھ جائے اور ایک بھاری پتھر حضرت پر گرا کر آپ کو قتل کرے عین موقع پر وحی ہوئی اور یہودیوں کی مکاری آپ پر کھل گئی لہذا حضرت بغیر اس کے کہ کچھ زبان سے کہیں وہاں سے اٹھ کر سیدھے مدینہ کو چلے آئے نیز اصحاب بھی یکے بعد دیگرے آپ سے راہ میں آئے یہ بنا ہے غزوہ بنی نضیر کی۔ مدینہ پہنچ کر حضرت نے ان کو کہلا بھیجا کہ تم نے عہد شکنی کی اور غرور و بیوفائی تم سے ظاہر ہوئی اب کوئی حق تمھارا باقی نہ رہا فوراً ہمارے ملک سے اٹھ جاؤ اگر کوئی تنفس تمھارا اُس دن کے بعد یہاں نظر آیا تو قتل کیا جائے گا یہودیوں نے تعمیل حکم کے سوا چارہ نہ دیکھا مجبور سفر کی تیاری کرنے لگے۔ جہاں جہاں اونٹ چرائی پر بھیج رکھے تھے اُلٹے منگائے کچھ اونٹ کرایہ پر لیے کہ اسباب و

سامان ان پر بار کر کے کوچ کریں اتنے میں عبد اللہ بن ابی منافق نے ان کو پیغام دیا کہ تم لوگ میرے ہم سوگند ہونا حق اپنا وطن چھوڑتے ہو میں دو ہزار مرد سے تمھاری مدد کروں گا اور بنی قریظہ اور ان کے ہم سوگند نبی عطفان بھی ایسے وقت کمک سے دریغ نہیں کریں گے۔ پس اپنے قلعوں کو مضبوط کر کے جھے رہو۔ عبد اللہ کے اتنے سہارے سے یہودیوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور انھوں نے پیغمبر خدا کو کہلا بھیجا کہ ہم اپنے گھروں کو نہ چھوڑیں گے جو کچھ تم سے ہو سکے کرو یہ پیام ان کا حضرت خیر الانام کو پہنچا تو بآواز بلند تکبیر کہی اصحاب نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہی اور اسی وقت علم جنگ امیر المومنین کے ہاتھ میں دے کر آگے روانہ کیا پیچھے سے آپ بھی عبد اللہ بن مکتوم کو مدینہ کی نگہبانی سونپ کر سوار ہوئے اور ایسے جلدی گئے کہ نماز عصر قبیلہ بنی نضیر میں جا کر پڑھی۔ نضیریوں نے دروازے قلعوں کے بند کر کے مدافعت اور لڑائی کے لیے پاؤں جمائے بنی کاخیمہ بنی حطمہ کے پرلے سرے پر لگایا گیا۔ اور مسلمانوں نے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا کئی روز گزر گئے نہ ابن ابی ہی ان کی مدد کو آیا نہ بنی قریظہ و بنی عطفان سے کوئی نکلا۔ قتل غرور ایہودی آخر ایک شب غرور انام ایک یہودی نے ایک تیر مسلمانوں کی طرف چلایا جو خیمہ رسالت کی چوٹی پر آ کر لگا آپ نے حکم کیا کہ خیمہ میدان سے اکھاڑ کر پہاڑ کی آڑ میں برپا کیا جائے۔ مہاجرین و انصار خیمہ کی حفاظت کے لیے کھڑے ہو گئے رات زیادہ گئی اور امیر المومنین علیہ السلام نظر نہ آئے تو مسلمانوں میں چرچا ہوا حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ تمھارے ہی کار کی اصلاح و درستی کے لیے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آپ تشریف لائے اور غرور کا سر پر غرور ہاتھ میں لیے تھے لا کر رسول اللہ کے پاؤں میں ڈال دیا اور عرض کی یہ ہے جس نے آپ کے خیمہ پر تیر پھینکا تھا حضرت نے پوچھا یا علی کس طرح تم نے اس کو قتل کیا۔ عرض کی یہ شخص از روئے جرأت و جسارت تمام قوم میں ممتاز تھا جب اس نے تیر پھینکا میں نے گمان کیا کہ اپنی شجاعت کے گھمنڈ میں باہر بھی نکلے گا پس میں نے گھات لگائی کہ ناگاہ نو آدمیوں کے ساتھ شمشیر برہنہ لے کر قلعہ سے نکلا یہ جماعت میرے نزدیک پہنچی تو میں نے ان پر حملہ کیا اور اس کا سر کاٹ لیا ساتھی نکل گئے مگر ابھی دور نہیں گئے اگر کچھ آدمی میرے ساتھ چلیں تو ان کو بھی ابھی پکڑے لاتا ہوں رسول خدا نے دس نفر آپ کے ساتھ کیے کہ ہبل بن حنیف و ابو دجانہ انصاری ان کے درمیان تھے۔ امیر المومنین نے قلعہ تک پہنچتے پہنچتے یہودیوں کو جالیا اور ایک حملہ میں سب کو گھیر کر قتل کیا اور سران کے کاٹ کر حضرت کی خدمت میں لائے آپ نے امر کیا کہ ان سروں کو دروازہ ہائے بنی حطمہ پر آویزاں کریں اس واقعہ سے رعب اسلام یہودیوں پر چھا گیا اور وہ جلا وطن ہونے پر دوبارہ راضی ہو گئے حضرت رسول خدا نے فرمایا پیشتر انھوں نے انکار کیا اب جس قدر مال و اسباب ان کے اپنے اونٹ اٹھا سکیں لے جائیں باقی

کی اجازت نہ دی بروایت ہر سہ کس کو ایک شتر اور ایک مٹک دے کر نکال دیا یہ لوگ کچھ ذرا عات (۱) شام کچھ خیر میں جا کر آباد ہوئے اور ان کی جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ مع پچاس خود، پچاس ذرہ، تین سو چالیس تلواریں حضرت رسالتؐ پناہ کے ہاتھ آئیں۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں فرماتے ہیں کہ یہ اول فے ہے جو آنحضرتؐ نے مہاجرین اولین کے درمیان تقسیم کیا۔ اس میں سے جو حضرت رسولؐ خدا کے پاس رہا سب امیر المومنینؑ کو بخش دیا۔ اس طرح پر کہ تادم حیات حضرت کے تصرف میں تھا بعد ازاں حضرت امیرؑ کے ہاتھ میں اور پھر آج تک اولادِ فاطمہؑ کے قبضہ میں ہے۔ غزوہٴ بنی المصطلق سال پنجم ہجری میں غزوہٴ بنی المصطلق (۲) کہ اسی کو غزوہٴ مرسیع (۳) بھی کہتے ہیں واقع ہوا صورت اس کی یہ ہوئی کہ حضرت رسولؐ خدا ﷺ نے سنا کہ رئیس بنی المصطلق حارث بنی ابی ضرار نے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے لشکر جمع کیا ہے اور ارادہ مدینہ پر فوج کشی کا رکھتا ہے۔ پس حضرت نے سپاہ نصرت پناہ کو تیاری کا حکم دیا اور علم مہاجرین امیر المومنینؑ اور علم انصار سعد بن عبادہ کو دے کر اس طرف روانہ ہوئے اشارہ میں ایک وادی کے قریب مقام تھا کہ ناگاہ جبریل امینؑ نے نازل ہو کر عرض کیا کہ اے حبیب اللہ العالمین اس صحرا میں ایک گروہ کفارِ اِجْتَد کا تمھارے ہلاک کرنے کے لیے پنہاں ہوا ہے یہ سن کر حضرت نے جناب امیرؑ کو بلایا اور فرمایا اس صحرا میں جاؤ اور جنات کو کہ دشمنانِ خدا اور رسولؐ ہیں اپنی قوتِ خدا داد سے دفع کرو اور اسماء الہی کو کہ تم ان کے علم سے مخصوص ہو اپنا حصہ حصین بناؤ اور سومرد اصحاب سے آپ کے ہمراہ کیے جب وہ جناب قریب اس وادی کے پہنچے تو اصحاب کو وہاں چھوڑ کر آپ یک دہنہا کنار وادی تک تشریف لے گئے پس معوذتین اور اسماء الہی کو پڑھا۔ اور ان کو آگے بلایا۔ اصحاب آگے آئے۔ حتیٰ کہ ایک تیر کے فاصلہ پر حضرت سے رہ گئے اس وقت ایک اندہیاؤ اس زور سے چلا کہ قریب تھا کہ یہ لوگ منہ کے بل گر پڑیں حضرت اسد اللہ الغالب نے باواز بلند پکارا کہ میں ہوں علی بن ابی طالب وصی رسولؐ خدا و پسر عم محمد مصطفیٰؐ اگر مرد میدان ہو تو ٹھہر کر میرے ساتھ مقابلہ کرو ناگاہ کچھ لوگ زنگی سیاہ رنگ کے کہ شعلہ ہائے آتش ان کے ہاتھوں سے جھڑتے تھے نمودار ہوئے اور رفتہ رفتہ تمام صحرا ان سے بھر گیا۔ حضرت امیرؑ آیاتِ قرآنی پڑھتے ہوئے ان

(۱) اذرعات بکسر رائے مہملہ ایک شہر ہے شام میں ۱۲۔

(۲) مصطلق جذیمہ بن سعد بن عمرو بن عیسر بن ربیعہ بن حارث کا لقب ہے اور وہ قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ ۱۲۔

(۳) مرسیع تعغیر مرع بنی خزاعہ کے ایک کوئیں کا نام ہے جس پر بنی المصطلق منزل گزریں تھے اور وہ مکہ و مدینہ کے درمیان نواحِ قدیر میں واقع تھا۔ ۱۲۔

کے درمیان داخل ہوئے اور تلوار کھینچ کر چپ و راست سے ان پر وار کرتے تھے تھوڑی دیر میں وہ قوم جثات مثل دو دسیاہ خستہ و تباہ ہو گئی حضرت نے تلوار میان کی اور جس راہ سے اندر گئے تھے باہر نکل آئے اصحاب نے پوچھا اے ابوالحسن آپ نے کیا کیا اور کیا دیکھا بہ تحقیق کہ ہم مارے خوف کے قریب تھا کہ ہلاک ہو جائیں حضرت نے فرمایا جب وہ قوم مجھ پر ظاہر ہوئی تو میں نے اسماعیلی کو ان پر پڑھا وہ سب پست و حقیر ہو گئے پس میں بے دھڑک ان میں گھس گیا اور بہت سوں کو قتل کیا اگر بحال خود باقی رہتے تو تمام کو نیست و نابود کرتا شکر ہے کہ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس بلا سے نجات دی۔ اب جو ان سے باقی رہے وہ ہم سے پہلے حضرت رسول خدا کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ پس حضرت امیر اصحاب کو ساتھ لے کر حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ان کو دیکھ کر شاد و مژم ہوئے اور دعائیں مانگنے لگے۔ پس لشکر اسلام مقام حریص میں پہنچا ادھر سے حارث بن ابی ضرار اپنے لشکر کے ساتھ مقابلے کے لیے صف آرا ہوا اور لڑائی شروع ہو گئی اثنا جنگ میں صفوان علم دار لشکر کفار ابو قتادہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور مالک اور اس کا بیٹا امیر المومنین کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ کفار کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے تعاقب کر کے دس شخص اور ان میں سے فی النار کیے باقیوں کو گرفتار کر لیا اس کے علاوہ دو ہزار شتر پانچ ہزار بھیڑ بکری دو سو عورتیں غنیمت میں ہاتھ آئیں منجملہ قیدیوں کے برہنہ حارث ابن ابی ضرار کو امیر المومنین اسیر کر کے حضرت رسول خدا کی خدمت میں لائے وہ مسلمان ہوئی اور اس کا قبیلہ بھی اسلام لایا۔ روایت ہے کہ برہ کے باپ حارث نے حضرت کی خدمت میں عرض کی برہ زن کریمہ ہے آپ اس کو اسیر نہ بنائیں حضرت نے فرمایا اس کو اختیار ہے یہاں رہے یا گھر کو لوٹ جائے۔ حارث نے بیٹی کو سمجھایا کہ مجھ کو قوم میں فضیحت در سوانہ کرا اور اپنے گھر کو واپس چل مگر اس نے خدا اور رسول کو اختیار کیا حضرت رسول اللہ نے اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیا اور جویریہ نام رکھ کر داخل ازواج فرمایا۔ مسلمانوں نے یہ دیکھا تو مناسب نہ جانا کہ زوجہ پیغمبر کے عزیز و اقارب اسیری میں رہیں۔ سب نے اپنے اپنے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اس لیے جویریہ بی بی اپنی قوم و قبیلہ کے حق میں بہت مبارک و فرخندہ شمار ہوئی ہے۔ غزوہ خندق اسی سال ۵ ہجری میں رسول خدا کو بہت بڑا مشہور غزوہ خندق کا پیش آیا اس غزوہ میں امیر المومنین امام المستقین کے مبارک ہاتھوں سے وہ عظیم کام نکلا کہ جس سے بڑھ کر شاید اسلام میں دوسرا کام نہ ہوگا۔ اسی لیے اس کا ثواب بھی قیامت تک کے جن و بشر کی عبادت کے ثواب سے زیادہ قرار پایا تفصیل اس اجمال کی اس طرح پر ہے جیسا کہ پیشتر گزرا کہ یہود بنی نضیر جب مدینہ سے نکالے گئے تو بعض ان سے خیبر میں اور بعض شام چلے گئے مگر جلا وطن ہونے سے جو اشتعال طبع ان میں پیدا ہو گیا تھا اس نے کہیں بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ لہذا حی بن اخطب۔ سلام بن ابی الحقیق۔ کنانہ بن ربیع وغیرہ

قریب ہیں اشخاص منتخب مکہ گئے اور ابوسفیان سے مل کر اپنا رونا اس کے روبرو درو یا اور خواستگار ہوئے کہ قریش پیغمبر خدا کی لڑائی میں ان کو مدد دیں قریش تو خدا سے ایسا چاہتے تھے۔ بہت آؤ بھگت سے پیش آئے اور وعدہ کیا کہ سب کام تمہارے حسب دلخواہ ہوگا۔ یہودیوں نے کہا پچاس شخص شرفاء قریش میں سے خانہ کعبہ کے اندر استوار عہد کریں تب ہم کو اطمینان ہوگا ابوسفیان نے ان کی مرضی کے موافق مرد و سدا اشراف قریش سے جمع کیے دونوں فریق نے دیوار کعبہ سے سینہ لگا کر قسمیں کھائیں کہ تادم زیت محمد کے ساتھ لڑنے سے ہاتھ نہ اٹھائیں گے۔ معاہدہ سے فراغت ہوئی تو قریش نے ان سے پوچھا اے معشر یہود تم اہل کتاب سب سے مقدم ہو اسی سبب سے تمہارا علم بھی تمام کے علم سے سابق ہے۔ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ ہمارا دین کہ ”خانہ کعبہ کی خدمت و مرمت کرتے ہیں جو لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں ان کے ساتھ خاطر تواضع سے پیش آتے ہیں اپنے باپ دادا کے دین کی روش پر بتوں کو بھی پوچھتے ہیں“ بہتر ہے۔ یا محمد کا دین کہ چند بدعتیں ایجاد کر کے نیا مذہب پھیلا نا چاہتا ہے۔ بہتر ہے۔ یہودی مسلمانوں سے ایسے بے زار اور مشرکوں کے اس قدر گردیدہ ہو رہے تھے کہ انھوں نے باوجود اہل کتاب ہونے کے شرک و بت پرستی کو تو حید پر ترجیح دی اور کہا تمہارا دین محمد کے دین سے بہتر ہے قریش اس سے نہایت ہی خوش ہوئے اور پھول گئے۔ مکہ سے نبٹ کر دیگر قبائل عرب میں چکر لگایا۔ جا بجا لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے پھرتے تھے انھوں نے نبی عطفان بن قیس بن غیلان کو نخلستان خیبر کی ایک سال کی تمام یا نصف پیداوار دینی کر کے گانٹھا کہ وہ اس لڑائی میں ان کا ساتھ دیں عطفان کے ساتھ بنی اسدان کے ہم سوگند بھی چلنے پر تیار ہوئے اور نیز حارث بن عوف مزنی بنی مرہ کے ساتھ اور نویریہ بن طریف بنی اشجع سے اور عامر بن طفیل قبیلہ ہوازن سے لڑائی کو آمادہ ہوئے۔ علی ہذا قریش نے بنی سلیم اپنے حلفاء و ہم عہدوں کو طلب معاونت میں نامہ لکھا۔ انھوں نے ابولاعور سلمیٰ کو سپاہ دے کر اس طرف روانہ کیا۔ المختصر قریش چار ہزار مردان کار کے ساتھ ابوسفیان بن حرب کی سرداری میں مکہ سے نکل کر یثرب کو روانہ ہوئے۔ ایک ہزار بقولے پندرہ سو شتر اور تین سو گھوڑے ان میں تھے راہ میں دیگر قبائل مشرکین و یہود، ان میں شامل ہوتے گئے یہاں تک کہ دس ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ چوں کہ اکثر قبائل و احزاب عرب اس لڑائی میں رسول اللہ کے برخلاف جمع ہو گئے تھے اس سے اس جنگ کو جنگ احزاب بھی کہتے ہیں۔ ادھر رسول مختار کو کفار کی اس جتھ بندی کی خبریں پہنچیں تو اصحاب کو جمع کر کے مشورہ کیا مسلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے ملک میں دستور ہے کہ جب کبھی ایسا لشکر کسی شہر پر چڑھ آتا ہے کہ شہر والے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو ایک خندق اس کے گرد کھود لیتے ہیں تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہیں خدا اور رسول کو یہ رائے پسند آئی اور رسول خدا نے تین ہزار مجاہد و انصار کے ساتھ مدینہ سے نکل کر کوہ سلع کے نزدیک خیمرہ

لگایا۔ کچھ حصہ شہر کا عمارات اور دیوار احاطہ سے محفوظ تھا باقی مشرق کی طرف کا کشادہ میدان خندق کے لیے معین ہوا۔ حضرتؑ نے خود خط لگا کر مہاجر و انصار کے علیحدہ علیحدہ حصے بانٹ دیے چنانچہ ہر دس نفر پر چالیس گز و بروایت دس گز کھدائی کا پڑتہ پڑا۔ حضرت رسولؐ خدا و امیر المومنینؑ مہاجرین کی طرف کام کرتے تھے بڑے قوی کارکن اور خندق کھودنے کے فن میں مہارت رکھنے والے حضرت سلمان فارسی تھے کہ تن تہا دس آدمیوں کی برابر کام کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ پانچ گز لمبی اور اسی قدر گہری خندق ایک دن میں کھود لیتے تھے۔ اس لیے ان کے بارے میں تکرار ہوا مہاجرین کہتے تھے کہ سلمان ہم میں داخل ہیں۔ انصار ان کو اپنی طرف کھینچتے تھے رسولؐ خدا نے فرمایا **سَلَمَانَ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ** نہ مہاجرین سے اور نہ انصار سے ہے سلمان ہم اہلیت سے ہے۔ القصہ مسلمان خندق کھودنے میں لگے ہوئے تھے اور رسولؐ خدا بھی ترغیب و تحریص کی نظر سے بنفس نفیس ان کے شریک ہوتے تھے چھ روز کا کل کھدائی ہوتی رہی اس عرصہ میں کئی معجزے آنحضرتؐ سے ظاہر ہوئے مثلاً مشہور معجزہ جابر کے ایک صاع طعام سے حضرتؐ کو دعوت کرنے اور بہرکت آپ کے ایک ہزار آدمی کے اس سے سیر ہو جانے کے کہ تفصیل ان کی کتب مبسوط میں مذکور ہے۔ عمار یا سر عثمانؓ بن عفان کے درمیان اس موقع پر بھی مثل موقع تعمیر مسجد نبی کے ایک جھڑپ ہو گئی یہ کام خاک مٹی کا تھا وہ گرد و غبار سے کوسوں بھاگتے تھے عمار یا سر خندق کھود رہے تھے اور غبار بلند تھا کہ عثمانؓ وہاں سے گزرے اور انھوں نے چہرہ کو گرد سے بچانے کو آستین سے ڈھانپ لیا۔ عمارؓ نے یہ تن پروری دیکھی تو اعتراض کیا عثمانؓ کو اس مرتبہ نہایت ہی غصہ آیا بولے اے پسر زنی سیاہ تو مجھ کو یہ کہتا ہے اور اس پر بھی بس نہ کر کے حضرت رسولؐ خدا کے خدمت میں جا کر عرض کیا کہ ہم اس لیے مسلمان نہیں ہوئے کہ لوگ ہم کو گالیاں دے لیا کریں۔ اس پر آیہ شریفہ نازل ہوئی **يَمُنُونَ عَلَيْكَ** **أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ إِلَّا مَلَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنْ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ** **لِلْإِيمَانِ** **أَنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ** **إِنِ اللَّهُ يَعْلَمُ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ** **بِمَا تَعْمَلُونَ**۔ یعنی منت و احسان رکھتے ہیں تجھ پر اپنے اسلام لانے سے کہہ دے اے محمدؐ ان سے کہ منت مت رکھو مجھ پر اپنے اسلام لانے سے بلکہ اللہ کا احسان ہے تم پر کہ تم کو ایمان کی طرف ہدایت کی۔ اگر تم راست گو ہو بہ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی غیب کی باتوں کو جانتا ہے اور وہ تمھارے افعال و اعمال کا داننا و بینا ہے۔ عہد شکنی بنی قریظہ بالجملہ کفار کے مدینہ پہنچنے میں تین روز باقی تھے کہ مسلمان خندق کھود کر فارغ ہو گئے آٹھ دروازے اس کے رکھے اور ہر دروازے پر ایک ایک مرد مہاجر و انصار سے مع چند اشخاص کے مقرر ہوا کہ نگہبانی کریں اور کسی کو اندر نہ آنے دیں۔ بنی قریظہ نے حضرت رسولؐ خدا سے عہد کر رکھا تھا کہ آپ کے دشمنوں کا ساتھ نہ دیں گے وہ اپنے اقرار پر

نہیں سر تسلیم خم ہے جو چاہے سو کیجیے آپ نے فرمایا وحی اس بارے میں نہیں آئی اللہ میں نے دیکھا کہ تمام عرب تمہاری عداوت پر متفق ہو گیا ہے چاہتا ہوں کہ بطمع مال ان کی جمعیت کو متفرق کروں۔ سعد معاذ نے کہا جب ہم مشرک تھے خدا کو نہ پہچانتے تھے تو وہ ہمارے مال میں طمع نہ کر سکتے تھے اب کہ مشرف باسلام ہوئے اور آپ کی خدمت کا امتیاز حاصل کیا تو کیوں کر اپنی پیداوار ان کو دیں اور یہ عار گوارا کریں۔ خدا کی قسم کہ ہمارے پاس بجز شمشیر ان کے لیے دوسری شے نہیں حتیٰ نَحْكُمُ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَهُوَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ ترجمہ جب تک کہ حکم کرے خدا ہمارے درمیان اور وہ ہے زیادہ حکم کرنے والا حاکموں کا رسول خدا نے فرمایا میرا بھی دلی منشا یہی ہے اپنے عزم پر ثابت قدم رہو ہرگز حق تعالیٰ اپنے پیغمبر کو تنہا چھوڑے گا اور ضرور اس دین کو بموجب اپنے وعدہ کے جملہ ادیان پر غالب کرے گا پس حضرت بقدم جد و جہد استادہ ہوئے اور اصحاب کو جہاد اہل عناد کی طرف دعوت کی اور وعدہ نصرت دیا رومی جناب باری ان کو پہنچایا۔ کفار اشرار سے عمرو بن عبدود و عمرہ بن ابی جہل و ہبیرہ بن ابی وہب و ضرار بن خطاب و مرداس فہری ہتھیار لگائے عربی گھوڑوں پر سوار لشکر سے نکلے بنی کنانہ کی منزل گاہ پر پہنچے تو ان کو بھی لڑائی کے لیے برا بھیجتے کیا خندق کے قریب پہنچے تو کہا یہ ایک کمر ہے کہ عرب اس سے واقف نہ تھے یہ اس فارسی کا کام ہے جو اس کے (پیغمبر) کے ساتھ ہے۔ پس ایک مقام تک دیکھ کر گھوڑوں کو ایڑ لگا کی اور خندق کو پھلانگ گئے۔ عمرو بن عبدود شجاعت و مردانگی میں شہرہ آفاق اکیلا ہزار مرد کے برابر شمار ہوتا تھا۔ اس کو فارس لیل (۱) کہتے تھے اس سبب سے کہ ایک مرتبہ قافلہ قریش کا کہ عمرو ان میں شامل تھا۔ تجارت کے لیے شام کو جا رہا تھا۔ راہ میں لیل کے مقام پر ناگاہ ایک ہزار قزاق ان کے مقابل ہوئے اہل قافلہ تو ان کو دیکھتے ہی بھاگ گئے مگر عمرو بدستور اپنے مقام پر کھڑا رہا ہزن نزدیک آئے تو اس نے ایک شتر بچہ اٹھالیا اور بطور سپر اس کو اپنے منہ کے سامنے کر کے باشمشیر برہنہ ان پر حملہ کیا اور اس قدر جنگ کی کہ قزاق ہزیمت پا کر بھاگے اور قافلہ صحیح سلامت نکل گیا تب سے اسے فارس لیل کہتے تھے۔ پس اس نے میدان میں گھوڑے کو جولان دے کر مبارز طلب کیا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ اہل اسلام عمرو کی جرأت و بہادری سے پہلے سے آگاہ تھے شدت خوف سے خون ان کے بدن کا خشک ہو گیا اور وہ خاموش بے حس و حرکت کھڑے تھے کان علیٰ روسہم الطیور گویا ان کے سروں پر پرندہ بیٹھا ہے۔ یہ ایک ضرب الشل ہے عرب میں اونٹ کے سر میں جو کس پڑ جاتی ہیں جب بڑی ہوتی اور ایذا دینے لگتی ہیں تو وہ سر جھکا کر بیٹھ جاتا ہے کو آتا ہے اور اس کے سر پر بیٹھ کر جو کس اپنی چونچ سے چتا ہے اونٹ اس خوف سے کہ مبادا کو اڑ نہ جائے اور جو کس سر میں رہ نہ جائیں سر نیوڑ ہائے چپ چاپ بیٹھا رہتا ہے اور ذرا حرکت

(۱) لیل بدویائے تھانی دو نقطوں والی مثل یلین ایک مقام کا نام ہے شام میں ۱۲۔

نہیں کرتا۔ اسی سے یہ مثل مشہور ہو گئی کہ جب کوئی خاموش بیٹھتا ہے تو کہتے ہیں کہ گویا اس کے سر پر پرندہ ہے نیز روضۃ الصفا میں ہے کہ رسولِ خداؐ نے تامل و تساہل اصحاب کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد کیا کیا سبب ہے کس لیے اس کا مقابلہ نہیں کرتے حضرت عمرؓ بن خطاب نے سب کی طرف سے عذر خواہی کی اور قصہ عمرو کے ہزار نفر راہزن کے ساتھ تھا جنگ کرنے اور ان کو شکست دینے کا جیسا اوپر ذکر ہوا مفصل بیان کیا یعنی جو خوف کہ خود حضرت عمرؓ کے دل میں راسخ تھا اوروں میں القا فرمایا۔ بالجملہ عمرو نے نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور اسپ کو جولاں کرتا اور مبارز چاہتا تھا رسولِ خداؐ نے بے ہودہ سرائی اس مردود کی سماعت کی تو فرمایا کوئی ایسا دوست نہیں جو شر اس دشمن کا ہم سے دفع کرے امیر المومنینؓ سید الاستیعین اٹھے اور عرض کی انا ابارزہ یا رسول اللہ میں اس سے لڑوں گا اور اس کی شرارت کو بحکم خدا آپ سے دفع کروں گا۔ حضرت خاموش تھے دوبارہ عمرو نے آواز دی کہ کون ہے تم سے جو میرے ساتھ نہر دآرما ہوا یہاں الناس تم کہتے ہو کہ تمہارے کشتے جنت میں اور ہمارے دوزخ میں جاتے ہیں۔ فَمَا يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْدُمُ عَلَى الْجَنَّةِ أَوْ يُقَدِّمَ مَعْدُوَّهُ إِلَى النَّارِ پس کوئی نہیں چاہتا کہ جنت میں داخل ہو یا اپنے دشمن کو جہنم کو بھیجے یہ کہتا اور دائیں بائیں گھوڑا کوداتا کبھی نیزہ کبھی شمشیر کو ہلاتا پھرتا تھا اور رجز پڑھتا جاتا تھا جب کسی کو اس کے مقابلے کی جرأت نہ ہوئی تو امیرؓ کبیر دوبارہ اٹھے اور اجازت پیکار طلب کی پیغمبرؐ خدا نے فرمایا بیٹھ جا شاید کوئی دوسرا اٹھے یا علیؑ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ امیر المومنینؓ نے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی علیؑ بن ابی طالب ہوں۔ اس دفعہ عمرو نے آگے بڑھ کر بآواز بلند کہا کہ میں مبارز طلب کرتے کرتے تھک گیا اور آواز میری کند ہو گئی مگر کوئی تم سے میرے سامنے نہ آیا امیر المومنینؓ یہ سن کر بے تاب ہو گئے اور باصرار و الحاح اجازت چاہی پس حضرت رسولؐ خدا نے آپ کو قریب بلایا اور عمامہ مبارک اپنا سحاب نام ان کے سر پر باندھا اور رزہ ذات الفصول بدنِ اقدس میں پنہائی اور تلوار ذوالفقار کو آپ کی کمر سے لٹکایا اور رخصت کیا اور فرمایا السَّلَامُ عَنْهُ عَلَيْهِ پروردگار انصرت کر علیؑ کی اس پر دست دعا بلند کیے اور عرض کی پروردگار اتو نے عبیدہ و بروز بدر مجھ سے لیا حمزہ کو بروز احد ماخوذ فرمایا یہ علیؑ میرا بھائی اور پرعم ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَحْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ وَمِنْ فَوْقِ رَأْسِهِ وَمِنْ تَحْتِ قَدَمَيْهِ فَلَا تَرُزْنِيْ فَرْدًا وَاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ ط یعنی خداوند آگے پیچھے داہنے بائیں بالائے سر و زیر ہر دوپا سے اس کی حفاظت کر اور مجھ کو تنہا و اکیلا مت چھوڑ اور تو خیر وارثین ہے۔ پس شاہِ مرداں شیر یزداں مثل ہیل و ماں و شیر ژیاں کے میدانِ جنگ میں تشریف لائے۔ ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ اس وقت حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ذہب الایمان کُلُّهُ الی الکفر کُلُّهُ کہ تمام ایمان کل شرک کے سامنے گیا ہے۔ پس

صدائے گریہ و بکا زنانہ مدینہ سے بلند ہوئی کیوں کہ عمرو کے برابر کسی کو نہ جانتے تھے اندیشہ تھا کہ امیر المومنین کہیں اس کافر کے ہاتھ سے مارے نہ جائیں۔ القمصہ حضرت اُس کے مقابل ہوئے تو اس نے نام و نشان آپ کا دریافت کیا فرمایا میں ہوں علی بن ابی طالب پھر عمر رسول خدا و داماد آنحضرت کا عمرو نے کہا ابوطالب ہمارا دوست و ندیم تھا میں نہیں چاہتا کہ اس کا بیٹا میرے ہاتھ سے مارا جائے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے اپنے شیخ اور استاد کے سامنے یہ حدیث پڑھی تو اس نے کہا اس ملعون نے جھوٹ کہا۔ اصل یہ تھی کہ اس نے حضرت امیر کبیر کو دیکھا اور آپ کے کارنامے جنگ بدر واحد کے یاد آئے تو خوف اس پر طاری ہوا چاہتا تھا کہ حیلہ کر کے شیر خدا کے پنجے سے نجات پائے اس لیے باپ کی دوستی کا بہانہ کیا امیر المومنین نے کہا لیکن میں چاہتا ہوں کہ تجھے قتل کروں کیوں کہ تو کفر و عناد پر مصر ہے یہ سن کر عمرو کو غیرت آئی اور حمیت و جاہلیت اس کی دامن گیر ہوئی۔ بروایے امیر المومنین نے کہا اے عمرو میں نے سنا ہے کہ تو پردہ ہائے خانہ کعبہ سے لپٹا ہوا کہہ رہا تھا کہ جو کوئی معرکہ جنگ میں تین امر مجھ پر عرض کرے البتہ میں ایک امر اس سے قبول کروں گا اب میں تین باتیں تیری رو برو پیش کرتا ہوں ایک ان سے قبول کرادلو یہ کہ خدا اور رسول پر ایمان لا اور کثافت کفر و نجاست شرک سے باہر نکل کہا یہ امید مجھ سے نہ رکھ ممکن نہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ فرمایا دوسرا امر یہ ہے کہ تو یہاں سے لوٹ جا اور لشکر کو بھی اپنے ساتھ لیتا جا جو کچھ حضرت رسول خدا کہتے ہیں اگر وہ راست نکلا اور ان کا دعویٰ ثبوت کو پہنچ گیا تو تمہارے لیے فخر و شرف کا باعث ہے۔ اس لیے کہ تم آنحضرت کے قوم و قبیلہ سے ہو ورنہ دروغ گوئی کی صورت میں درندگان عرب ان کو کفایت کریں گے۔ اس بد بخت نے کہا یہ بھی نہیں ہو سکتا اگر ایسا کروں تو زنانہ قریش گھروں میں تذکرہ کریں اور مرد اس مضمون کے شعر کہیں کہ میں لڑائی میں جی چرا گیا اور جن لوگوں نے مجھ کو اپنا رئیس و مقدم مانا تھا ان کی ذرا مدد نہ کر سکا۔ کہتے ہیں کہ عمرو مذکور کے جگہ بدر میں سخت ضربت آئی تھی۔ جنگ عمرو بن عبدود اسی وجہ سے وہ جنگ احد میں شامل نہ ہو سکا وہ اب لڑائی کے لیے تمللارہا تھا کہ مبادا جو نام مردانگی میں عرب میں اس کا نکلا ہوا ہے کہیں پست نہ ہو جائے الغرض اس نے دوسری بات بھی نہ مانی امیر المومنین نے فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی بات تجھ کو منظور نہیں تو تیسرا امر یہ ہے کہ گھوڑے سے اتر کر میرے ساتھ جنگ کر اس لیے کہ میں بھی پیادہ ہوں عمرو یہ سنتے ہی گھوڑے سے کود پڑا اور اس کے پاؤں کاٹ ڈالے اور کہنے لگا کہ میرا گمان نہ تھا کہ عرب سے کوئی بھی میرے ساتھ لڑنے کی جرأت کر سکے یہ کہہ کر ایک ضرب شمشیر حضرت پر لگائی آپ نے سپر پر روکی سپر کو کاٹ کر سراقہ تک پہنچی اور خون اس سے رواں ہوا یہی مقام تھا کہ جہاں پینتیس سال بعد ابن ملجم ملعون نے زہر میں بھیجی تلوار ماری اور حضرت نے اس کے صدے سے شہادت پائی الغرض امیر المومنین نے اللہ اکبر کہہ کر ایک ضرب عمرو ملعون پر لگائی

جس سے سرخس اس کا مثل گیندا لگ جا پڑا صدائے تکبیر سے مسلمانوں کو آگئی ہوئی کہ حضرت اس خبیث پر غالب آئے
بروایت دیگر چوں کہ خدمہ و فریب جنگ میں روا ہے امیر المومنین نے اس سے فرمایا کہ تو اپنے تئیں فارس عرب کہتا ہے
بس نہیں کرتا کہ میں تنہا تیرا مقابلہ کروں تو اپنے ہمراہ دوسرے شخص کو لایا ہے کہ تیری مدد کرے عمرو بن کرمڑ کر پیچھے
دیکھنے لگا حضرت نے ایک وار اس پر کیا کہ دونوں پاؤں اس کے کٹ گئے اور وہ زمین پر گرا ایک گرد بلند ہوئی کہ دیکھنے
والوں کو نہ معلوم ہوا کہ کس نے کس کو قتل کیا منافقوں نے غل چایا علیؑ مارے گئے تھوڑی دیر میں غبار فرد ہوا تو دیکھا کہ
حضرت اس کے سینہ پر سوار اس کی ڈاڑھی ہاتھ میں پکڑے ہوئے سر قلم کر رہے ہیں۔ قتل عمرو بن عبدود: پس سر پر غرور
اس کا کاٹ کر حضرت رسول خدا کی خدمت میں لائے حضرت نے امیر المومنین کو آتے دیکھا تو استقبال کے لیے آگے
بڑھے اور غبار چہرہ مبارک سے صاف کرتے تھے اور فرماتے تھے شاد رہے علیؑ کہ اگر تیرے اس عمل کو تمام امت کے
اعمال کے ساتھ وزن کریں تو البتہ تیرا پلہ بھاری نکلے اس لیے کہ کوئی گھر مشرکوں کا ایسا نہیں کہ اس کے مارے جانے
سے ضعف اس میں داخل نہ ہوا ہو اور کوئی گھر مسلمانوں کا نہیں جس نے اس سے قوت و عزت نہ پائی ہو اور نیز آنحضرتؐ
نے فرمایا۔ ضَرْبَتُهُ عَلٰی يَوْمِ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِي اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ
اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ۔ یعنی ضرب علیؑ کی بروز خندق افضل ہے میری امت کی قیامت تک کی عبادت
سے یا افضل ہے جن و انس کی عبادت سے۔ عبد اللہ بن مسعود صحابی حاضر تھے انھوں نے کہا کَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ
الْقِتَالَ بِعَلِيٍّ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا قَوِيًّا کہ کفایت کیا اللہ تعالیٰ نے جنگ کو مسلمانوں سے ساتھ علیؑ علیہ السلام
کے اور ہے اللہ عزت والا قوی۔ حضرت عمرؓ و ابو بکرؓ نے اٹھ کر آنحضرتؐ کے سر و چشم کو بوسے دیے حضرت عمرؓ نے کہا یا علیؑ
عمرو کی زرہ کیوں چھوڑ دی ایسی زرہ تو تمام عرب میں نہیں مل سکتی۔ حضرت نے فرمایا مجھ کو شرم آئی کہ اپنے سرِ عمر کو بعد قتل
عریاں کروں۔ ابو بکر بن عباس سے منقول ہے کہ کہتا تھا کہ علیؑ نے ایک ضربت لگائی کہ اسلام میں کوئی ضربت اس سے
عزیر نہ تھی یعنی عمرو بن عبدود کے اور ایک ضربت خود کھائی کہ کوئی اس سے زیادہ منحوس نہیں یعنی ضربت ابن ملجم مرادی
کی۔ مؤلف کہتا ہے کہ حدیث ضربتہ علیؑ یوم الخندق الخ احادیث مشہورہ مستفیضہ سے ہے کہ سنی و
شیعہ نے اپنی اپنی معتبر کتابوں میں اس کو روایت کیا ہے تعجب ہے کہ یا وجود ایسی احادیث کے بھی عامۃ الناس ذرا نہیں
سوچتے کہ جب ایک ضرب آپ کی اس امت کی قیامت تک کی تمام عبادات سے بہتر ہے تو اور ضربات و دیگر مجاہدات
و باقی عبادات امیر المومنین کے ثواب کہاں تک ہوں گے طرہ یہ کہ خود آنحضرتؐ پر تہمت لگائی گئی ہے کہ آپ نے
فرمایا مَنْ فَضَّلَنِي عَلٰی اَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ جَلَدْتُهُ حَدُّ الْمَفْتَرِي کہ جو کوئی مجھ کو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ پر

ترجیح دے گا اس کو مفتی کی حد لگاؤں گا۔ یعنی وہ سزا دوں گا جو شرع میں جھوٹے افترا پرواز کے لیے مقرر ہے کیا خوب یہاں صرف ہم اس قدر کافی سمجھتے ہیں کہ جناب عبد اللہ مسعود کی روایت نذر قارئین کرنے پر اکتفا کریں۔ خود اہل سنت نے بروایت عبد اللہ بن مسعود روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عَلٰی خَیْرِ الْبَشَرِ فَمَنْ ابٰی فَقَدْ کَفَرَ کہ علیؑ بہترین بشر ہیں جو اس سے انکار کرے کافر ہے بعد ازاں خود خلیفہ اول بھی اپنے عہد خلافت میں سر منبر فرماتے رہے اُقْبِلُونِیْ اُقْبِلُونِیْ لَسْتُ بِخَیْرِ کُمْ وَ عَلٰی فیکم کہ مجھ کو خلافت سے نکالو میں تم سے بہتر نہیں جب کہ علیؑ تم میں داخل ہیں پس شبہ نہیں کہ یہ حدیث اور بہت سی احادیث مثل اس کے جن کا کہیں سر اور پیر نہیں ملتا۔ حکام وقت کے خوش کرنے کو خلفا بنی امیہ کے زمانہ میں گھڑی گئی ہیں کتاب مودۃ القربٰی میں جس پر مولوی رشید الدین جیسے فاضل فخر کرتے ہیں عبد اللہ بن عمرؓ خطاب سے نقل کیا ہے کہ وہ جب اصحاب پیغمبرؐ کا ذکر کرتے تو ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کا نام لیتے پھر خاموش ہو جاتے ایک شخص نے کہا اے ابو عبد الرحمن علیؑ بھی تو اصحاب سے ہیں تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا علیؑ اہل بیت سے ہیں وہ کسی کے برابر قیاس نہیں کیے جاسکتے کیوں کہ وہ رسول اللہ کے ساتھ اور ان کے درجہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِیَّتُهُمْ بِاَیْمَانٍ نِّهَمُ الْخَفٰنَا بِهِمْ ذُرِیَّا تِهِمْ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت ان کے ساتھ ایمان لائی تو ملحق و شامل کیا ہم نے ان کے ساتھ ان کی ذریت کو پس حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ فاطمہؓ رسول اللہ کے ساتھ ان کے درجہ میں ہیں اور علیؑ فاطمہ کے ساتھ ہیں۔ اور نیز انھوں نے نقل کیا ہے کہ ربیعہ اسدی حدیفہ بن الیمانؓ کے پاس گیا اور کہا ہم جب مناقب علیؑ نقل کرتے ہیں تو اہل بصرہ کہتے ہیں کہ تم علیؑ کے حق میں غلو کرتے ہو آیا کوئی حدیث تمھارے پاس اس بارے میں ہے تاکہ ان کی زبان بند کی جائے۔ حدیفہؓ نے کہا اے ربیعہ علیؑ کا کیا حال بیان ہو قسم بخداے عز و جل کہ اگر امت محمدؐ کے اعمال روزِ بعثت آنحضرتؐ سے لے کر قیامت تک کے ایک پہلے میں رکھے جائیں اور علیؑ کا عمل دوسرے پہلے میں تو البتہ آپ کا پہلہ بھاری نکلے گا۔ ربیعہ نے کہا اس کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ حدیفہؓ کو غصہ آیا اور کہا کیوں کر تحمل نہیں ہو سکتا اے احمق کہاں تھے اصحاب رسول اللہ اس روز جب کہ عمرو بن عبدود مبارز طلب کرتا تھا۔ اور سب اس کے مقابلے سے جی چراتے تھے اِلَّا عَلٰی بن ابی طالب کہ میدان میں گئے اور حق تعالیٰ نے اس کو ان کے ہاتھ پر قتل کیا قسم ہے خداے بزرگ و برتر کی کہ حدیفہؓ کی جان اس کے قبضہ میں ہے کہ اجر و ثواب اس کا عظیم تر ہے اعمال امت محمدؐ سے تا بروز قیامت بالجملہ عمرو کی بہن اس کی لاش پر آئی تو دیکھا کہ لباس و سلاح اس کے بدن کے اتارے نہیں گئے سمجھی اس کا قاتل مردِ کریم تھا جس نے ان چیزوں کی پرواہ نہیں کی پوچھا کس نے اسے قتل کیا ہے کہا علیؑ بن ابی طالب نے تو اس نے یہ دو شعر پڑھے۔

لَوْ كَانَ قَاتِلُ عَمْرِ وَغَيْرِ قَاتِلِهِ
لَكُنْتُ ابْكِي عَلَيْهِ اِخْرَ الْاَبَدِ
لَكِنَّ قَاتِلَهُ مَنْ لَا يُعَابُ بِهِ
مَنْ كَانَ يُدْعَى ابُوهُ بِيضْتَهُ الْبَلَدُ

یعنی اگر قاتل عمرو کوئی اور شخص ہوتا تو میں ابد الابد اس پر رونا کرتی۔ مگر اس کو ایسے شخص نے قتل کیا ہے جو کسی عیب سے منسوب نہیں ہو سکتا۔ اور اس کا باپ بیضۃ البلد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ بیضۃ البلد کے معنی بہتر و سردارِ شہر کے ہیں جس پر اہل شہر مجتمع ہوں اور اس کا حکم مانیں چوں کہ حضرت ابوطالب رئیس قریش و سردارِ مکہ تھے لہذا اس نام سے موسوم تھے قصہ کوتاہ عمرو کے ساتھ ضرار بن خطاب و ہبیرہ بن ابی وہب و نوفل بن عبد اللہ و عکرمہ بن ابوجہل بھی خندق کو عبور کر آئے تھے۔ عمرو مارا گیا تو ضرار و ہبیرہ بہ قصد پیکار حضرت حیدر کرار کی طرف بڑھے آپ ضرار کی طرف متوجہ ہوئے۔ مگر ضرار کی نظر جوں ہی آنحضرت پر پڑی تو بے تحاشا بھاگا۔ اس سے سب اس فرارِ فوری کا دریافت کیا گیا تو کہا میں نے موتِ مجسم کا علی کے چہرے میں نظارہ کیا اس لیے قرار نہ ہو سکا۔ ضرار کو بھاگتا دیکھ کر حضرت عمرؓ اس کی طرف بڑھے ضرار نے آپ کو دیکھا تو پلٹا بارے ضرار نے سر نیزہ کو ان کے سر سے چھو کر کہہ دیا کہ اے عمرؓ یہ ایک نعمت مشکورہ ہے جو تم پر ثابت کرتا ہوں میرا یہ احسان کبھی فراموش نہ کرنا کہ تم کو زندہ چھوڑ دیا اگر عہد نہ کیا ہوتا کہ قریش سے کسی کو قتل نہ کروں گا تو تم کبھی میرے ہاتھ سے زندہ و سلامت نہ جاتے۔ ابن ابی الحدید معتزلی کہتا ہے کہ جنگِ احد میں بھی حضرت عمرؓ کو ضرار سے ایسی ہی ایذا پہنچی تھی۔ جنگِ خندق میں یہ دوسری باری تھی۔ واقعہ یہ کہ دونوں حکایتوں کو اپنی کتاب مغازی میں نقل کیا ہے۔ ہبیرہ تھوڑی دیر حضرت امیرؓ کے مقابلہ میں کھڑا ہا یہ ہبیرہ شوہرام ہانی خواہر امیر المومنینؓ تھا آخر تاب ضربِ بید اللہی نہ لاکر پیٹھ دکھائی اور بھاگتے میں زرہ اپنے بدن سے اتار کر حضرت کے آگے پھینکتا گیا۔ ضرار و ہبیرہ بھاگے تو ان کے باقی رفیقوں عکرمہ وغیرہ کے بھی پاؤں اکھڑ گئے یہ سب اپنے اپنے مقام پر واپس پہنچ گئے الانوفل بن عبد اللہ کہ خندق کو پھلانگنے میں پشت زین سے جدا ہو کر خندق میں گرا مسلمان اوپر سے پتھر مارنے لگے تو اس نے کہا اس ترسانے سے تو بہتر ہے کہ ایک مرتبہ قتل ہی کر دو۔ اس لیے امیر المومنینؓ نے خندق میں اتر کر اسے قتل کیا۔ ابوسفیان و خالد ولید کہ خندق کے باہر صفِ لشکر جمائے کھڑے تھے جب انھیں عمرو و نوفل کے مارے جانے اور باقی سرداروں کے خوف زدہ ہو کر پھر آنے کا حال معلوم ہوا تو خوف ان پر چھا گیا اور مع لشکر وہاں سے باگ موڑی بنی غطفان نے بھی ان کے ساتھ فرار کیا اور منزلِ عقیق تک ان سب نے کہیں دم نہیں لیا اور کسی آدمی کو روانہ کیا کہ عمرو و نوفل کی لاشوں کو خرید

لے آپ نے فرمایا کہ ہم کو ان کے پلید جسموں سے کوئی سروکار نہیں لانا کُلُّ ثَمَنِ الْمَوْتِیٰ ہم مردوں کی قیمت نہیں کھاتے جہاں چاہیں ان کو لے جائیں۔ مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ بعض اہل سنت نے نقل کیا ہے کہ لشکر قریش عمر کے قتل کے بعد بے توقف مکہ کو لوٹ گیا لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ پندرہ روز یا کچھ زیادہ میدان جنگ میں ٹھہر کر مسلمانوں کا محاصرہ کیے رہا اس عرصہ میں کثرتِ سرا و رراشن کی کمی سے طرح طرح کے مصائب مسلمانوں کو اٹھانے پڑے اور بہت سے معجزات بھی حضرت رسالت پناہ سے ظاہر ہوئے لیکن منافقوں کی زبانیں بند نہ ہوتی تھیں کہ لوٹ کا مال ہاتھ نہ آیا اور رسولؐ نے ہم کو دھوکا دیا وہ فتح کہاں گئی جس کا وعدہ تھا۔ بعض مسلمان اس بہانے سے کہ ہمارے گھر کنارہ شہر پر واقع ہیں مبادا یہودی ان پر چڑھ آئیں آہستہ آہستہ لشکر گاہ سے کھٹکے لگے۔ مسجد امیر المومنینؑ: کچھ لوگ کہتے تھے کہ بادیہ کی طرف چلنا اور اہل بادیہ (بدوؤں) سے امداد طلب کرنا چاہیے رسولؐ خدا نے ایک جماعت کو اصحاب سے مقرر کیا کہ راتوں کو مدینہ کے گرد پھر کر پاسبانی کریں۔ امیر المومنینؑ تمام شب لشکر کے گرد گشت کرتے اور نگہبانی کی شرطیں بجالاتے۔ قریش سے کوئی شخص ذرا بھی اپنی جگہ سے حرکت کرتا تو حضرت خندق کے پار جاتے اور اس کا مقابلہ کرتے اور ان کے لشکر میں پھرتے اور وہ آپؐ کو دیکھتے آپؐ مطلق اس کی پروا نہ کرتے۔ اور راتوں کو تنہا مشغول عبادت بھی رہتے صبح ہوتی تو اپنے لشکر میں واپس آتے۔ جس مقام پر آپؐ ان ایام میں نماز پڑھتے۔ وہاں بعد کو مسجد بن گئی چنانچہ یہ مسجد امیر المومنینؑ کے نام سے مشہور ہے جو وہاں جاتا ہے اس میں نماز پڑھتا ہے۔ مسجد فتح سے بقدر ایک تیر پر بجایب عقیق واقع ہے جب حضرت رسولؐ خدا نے دیکھا کہ اصحاب طولِ محاصرہ سے تنگ آ گئے اور گھبرا اٹھے ہیں تو مقام مسجد فتح پر تشریف لے گئے وہ ایک پہاڑ ہے جہاں بعد میں مسجد فتح بنا ہوئی اور دستِ دعا بگریہ و زاری حضرت باری میں دراز کیے اور ایفاء وعدہ ایزدی کی اس طرح پر درخواست کی **يَا صَرِيحَ الْمَكْرُوبِينَ وَيَا مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ** اے کاشفِ کربِ عظیم تو ہمارا اور ہمارے آباء اولین کا ولی ہے ہمارے اس غم و الم کو دور کر اور اپنی قدرت کاملہ سے اس قوم کی شدت و عنا کو ہمارے سروں سے اٹھالے پس جبریل امین نازل ہوئے اور مژدہ قبول دعا حضرت کو پہنچایا اور ساتھ ہی طوفانِ عظیم با و صرصر کا آیا لشکر کفار میں کھل بلی پڑ گئی خیموں کی میخیں اکھڑ کر الگ جا پڑیں دیکھیں جو چوڑھوں پر بار تھیں ہوا کے تھپڑوں سے سرنگوں گریں زحمت بے حد جماعتِ مشرکین کے عابدِ حال ہو کر خائب و خاسر اپنے وطنوں کو انھوں نے فرار کیا اور مسلمانوں کو ضیقِ محاصرہ سے رہائی ملی۔ حدیثِ حدیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ روضۃ الصفا میں بروایت محمد بن اسحاق نقل کیا ہے کہ ایک جوان مسجد کوفہ میں حدیفہ یمانی سے کہتا تھا خوشحال تھا رالے ابو عبد اللہ کہ تم حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچے اور آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اگر ہم کو شرفِ ملاقات

آنحضرتؐ کا حاصل ہوتا تو اپنے تئیں خاکِ راہ بناتے کہ وہ قدم مبارک اپنے ہم پر رکھتے۔ حذیفہؓ کو سن کر غصہ آیا اور کہا تو جھوٹ کہتا ہے تجھ سے بہتر اصحابِ آنحضرتؐ کی خدمت میں تھے انھوں نے ایسا نہیں کیا پس حدیثِ شبِ احزاب بیان کرنے لگے کہ قسم بخدا اس رات کو بھوک اور سردی نے ایسا ستایا تھا کہ خدا ہی جانتا ہے۔ کسی قدر رات گزرے حضرت رسولؐ خدا خواب سے بیدار ہوئے اور چند رکعت نماز پڑھ کر فرمایا کہ کوئی مرد ہے کہ ہم کو اس قوم (کفار) کی خبر پہنچا دے۔ حق تعالیٰ اس عمل کی عوض اس کو بہشت میں میرا رفیق کرے گا۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ بخدا مارے بھوک اور سردی کے کسی نے جواب تک آنحضرتؐ کو نہ دیا آپ پھر مشغول نماز ہوئے فارغ ہوئے تھوڑی دیر میں پھر فرمایا کہ جو اس وقت ان لوگوں کی خبر ہم کو لا کر دے فردا قیامت بہشت میں ہمارا رفیق ہوگا اس مرتبہ بھی کوئی نہ بولا تا انیکہ تین چار بزرگانِ صحابہ کا نام لے کر خطاب کیا مگر کسی نے جانا قبول نہ کیا اور ان کا جواب یہ تھا کہ پناہ لے جاتے ہیں ہم طرفِ خدا اور رسولؐ کے اس آفت سے کہ ایسے وقت اپنی جگہ سے جنبش کریں آخر مجھ کو آواز دی اے حذیفہؓ میں نے عرض کی لَبَّيْكَ فرمایا کیا باعث ہے کہ میں نے تین چار مرتبہ آواز دی اور تو سنتا تھا اور نہ بولا عرض کی یا رسول اللہ بھوک اور سردی مجھ کو اس سے مانع آئی حضرت متبسم ہوئے اور فرمایا میرے نزدیک آ۔ میں نزدیک گیا تو دست مبارک میرے سینہ پر پھیر کر فرمایا اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ وَمِنْ فَوْقِهِ وَتَحْتِهِ خداوند آگے پیچھے دہنے بائیں زبر و بالا سے حذیفہؓ کی حفاظت کرتے ہیں بخدا کہ بھوک اور سرما کی زحمت مجھ سے زائل ہوگئی۔ مترجم کہتا ہے کہ واقعی صحابہ غیر معصوم جائز الخطا انسان تھے کبھی اطاعت و موافقت ان سے ظاہر ہوتی تھی کبھی عصیان و مخالفت عامۃ الناس کے عموماً ان کی مدح و ستائش میں بلند پروازیاں کرتے ہیں یہ ان کا افراط و غلو ہے۔ دیکھو حذیفہؓ جیسے بزرگوار رازدار رسولؐ نے کیسے صاف صاف حال بیان کر دیا اور جو ان نادان کو کہ زیادہ گوئی کرتا تھا کس طرح ڈانٹا بزرگانِ صحابہ سے بھی جن کا نام لے کر خطاب کیا گیا اور انھوں نے قبول نہ کیا نہ کہ سلمانؓ و ابوذرؓ و عمارؓ وغیرہ۔ امیر المومنینؑ تو خود بقول حضرت عبداللہ بن عمر جماعۃ صحابہ سے ارفع داخلِ اہل بیت رسالت تھے۔ ان سے کیوں کر ممکن ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کسی کام کو کہیں اور سردی یا فاقہ ان کو تعمیل ارشادِ نبویؐ سے مانع آئے۔ علاوہ بریں نہ معلوم اس وقت وہ لشکر کے کس کنارے پر حفاظت میں مشغول ہوں گے اگر شدتِ سرما و فاقہ کشی آنحضرتؐ میں بھی اثر کرتی تو پھر کارروائی کیوں کر ہوتی اور کشتیِ اسلام کس طرح کنارے پر پہنچتی۔ القصہ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے مجھے حکم دیا کہ لشکرِ کفار میں جا کر خبر لا کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور تاکید فرمائی کہ کوئی حرکت وہاں تجھ سے صادر نہ ہو پس میں نے ہتھیار لگائے اور خندق سے عبور کیا برکت سے دعا آنحضرتؐ کی بھوک اور جاڑے کی شدت بالکل مجھ سے زائل

ہوگئی۔ اور ایسا گرم ہو گیا کہ گویا حمام میں جا رہا ہوں قریب پہنچا تو ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو کر ان کو تاکنے لگا اندھیاؤ نے طوفان برپا کر رکھا تھا۔ ابوسفیان کے تاپنے کے لیے بہ ہزار وقت تھوڑی سے آگ روشن کی تھی وہ کبھی اس پہلو کو اس سے گرم کرتا تھا کبھی اس کو میں نے چاہا کہ اس موقع پر اس کے ایک تیر لگاؤں مگر قول رسول اللہ کا یاد آیا اور باز رہا۔ علقمہ بن سلاقہ پکار رہا تھا کہ اے آلِ عاص ہوا اور سردی مجھ کو مارے ڈالتی ہے۔ اس وقت لشکرِ خدا آ پہنچا اور بڑے بڑے پتھر آسمان سے ان پر برسنے لگے جن کو وہ ڈھالوں پر روکتے تھے ہوا کے جھوکوں سے ان کے چراغ امید گل ہو گئے اور دلوں پر افسردگی کا ابر چھایا۔ ابوسفیان نے کہا ہمارے قیام کو یہاں طول ہوا۔ اور دواب و مویشی ہلاک ہوئے۔ بنی قریظہ نے مخالفت کا رویہ اختیار کیا سلاح و ہتھیار کند و بیکار ہو گئے۔ یہ باد تندرہا سہاستیا ناس کئے دیتی ہے۔ میں تو اب نہ ٹھہروں گا۔ یہ کہہ کر اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا۔ جلدی میں اس کے پاؤں کی رن بھی نہ کھولی۔ عکرمہ بن ابی جہل یہ دیکھ کر چلایا اے ابوسفیان تو پیشوائے قوم ہے ان کو بلا میں چھوڑ کر کہاں بھاگا جا رہا ہے بارے اس کے کہنے سے کچھ شرم آئی اونٹ سے اتر کر اس کا پاؤں کھولا اور مہار ہاتھ میں لیے چلا اور کہتا جاتا تھا کہ جلد بار کر واس کے کہنے سے تمام قریش و غطفان و کنانہ و فرارہ ایک بار روانہ ہوئے اور ایک مرد اُن سے باقی نہ رہا راوی کہتا ہے کہ وہ بار کرنے میں مصروف ہوئے تو میں واپس ہوا۔ راستہ میں مجھ کو میں سوار سفید عمامے سر پر باندھے ملے دو نے ان سے کہا کہ اپنے صاحب (پیغمبر خدا) سے کہہ کر اللہ نے شرم دشمن کو ان سے دفع کیا اپنے مقام پر آیا تو پھر اسی طرح جاڑا معلوم ہونے لگا حضرت رسول خدا اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ دست مبارک سے اشارہ کیا کہ نزدیک آ۔ آپ کے پاس ایک چادر طویل و عریض تھی اس کا ایک گوشہ مجھ پر ڈھانپ دیا میں اس کو اوڑھ کر گرم ہوا اور سو گیا صبح کو آپ نے نماز سے فارغ ہو کر مجھ کو پکارا کہ **فَہُمْ یَا نَفُومَان** اے بہت سونے والے اٹھ صدائے روح افزا آنحضرت سے بیدار ہو کر ماجرائے شب من و عن آپ کے روبرو بیان کیا۔ روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اب وہ ہم سے لڑنے نہ آئیں گے۔ ہم ان سے جنگ کو جائیں گے ایسا ہی ہوا کہ پھر کفار کو فرصت نہ ہوئی کہ لشکر مسلمانوں پر لائیں حتیٰ کہ حضرت ان پر گئے اور مکہ معظمہ کو فتح کیا۔ اس لڑائی میں چھ شخص مسلمانوں سے شہید ہوئے۔ ایک ان میں حضرت سعد معاذ انصاریؓ تھے۔ ایک تیر آپ کے ہاتھ پر لگا اور رگ اکھل جس کو ہفت اندام و میزاب (پرنا لہ) بدن کہتے ہیں قطع ہو کر خون رواں ہوا جب ضعف بڑھنے اور قوت گھٹنے لگی تو انھوں نے انگشت موضع زخم پر رکھ کر دعا کی پروردگار اگر مسلمانوں کو قریش کے ساتھ ابھی لڑنا باقی ہے تو مجھ کو زخم سے نجات دے۔ کیوں کہ کوئی عمل خیر میرے نزدیک اس گروہ کی جنگ سے بہتر نہیں۔ نہیں تو مجھ کو زندگی درکار نہیں تہ دل سے شہادت کا خواست گار ہوں صرف اس قدر مہلت دے کہ بنی قریظہ کا خاتمہ اپنی آنکھوں سے

دیکھ لوں۔ ان کی دعا مستجاب ہوئی اور خون بند ہو کر مقامِ زخمِ ورم کر آیا اور غزوہ بنی قریظہ کے بعد خود بخود کھل کر باعثِ شہادت ہوا چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے اور کفار سے تین شخص مارے گئے۔ عمرو بن عبدود عامری و نوفل بن عبد اللہ مخزومی یہ تیغِ شرر بار حیدر کرار سے فی النار ہوئے۔ ایک عثمان بن مینہ بنی عبدالدار سے اس کے ایک تیر لگا اور مکہ پہنچ کر اسی صدمہ سے مر گیا۔ انجام کار بنی قریظہ و شہادتِ سعد معاذ رضی اللہ پہلے گذرا کہ بنی قریظہ و بنی نضیر حضرت بشیر و نذیر کے ہم عہد اور آپ کے حفظ و حمایت میں داخل تھے۔ نضیر اپنی عہد شکنی کے سبب کفر کردار کو پہنچے۔ یعنی بلائے جلا وطنی میں مبتلا ہو کر وطن آوارہ ہوئے۔ قریظہ کو چاہیے تھا کہ اپنے بھائیوں کے حال سے عبرت پکڑتے اور جگِ خندق میں مسلمانوں کے ساتھ ہو کر دل و جان سے ان کی امداد کرتے، وہ برخلاف اس کے کفار قریش اور مفسدانِ بنی نضیر کے ساتھ شامل ہو گئے کہ اس سے کافروں کی قوت و شوکت بڑھ گئی اور مسلمانوں پر خوف و ہراس نے غلبہ کیا چنانچہ بعض تواریخ میں ہے کہ امیر المومنین نے عمرو بن عبدود وغیرہ کو قتل کیا اور کفارِ نابکار کو ہزیت کر کے مقامِ حقیق تک پہنچایا اور وہ دوسرے روز با آہنگ جنگ پلٹے۔ تو بڑے سرگرمِ عداوت، اس وقت یہی بنی قریظہ تھے انھوں نے طلوعِ شمس سے غروبِ آفتاب تک لشکرِ اسلام کے ساتھ میدانِ کارزار گرم رکھا پس ایسی فتنہ جو مفسدہ پرواز قوم کا پہلو میں ہر دم لگا رہنا دشمنِ خانگی سے کم نہ تھا اور ان کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دینا اہل اسلام پر لازم آیا رسولِ خدا جنگِ خندق سے فارغ ہو کر داخلِ دولتِ سرا ہوئے اور جنابِ سیدہ نے پانی مہیا کیا کہ گرد و غبار سے بدنِ اقدس کو شست و شویں ہتھیار اتار دیے تھے۔ مگر کپڑے ہنوز اتارنے نہ پائے تھے نہ علمِ نصرتِ شیم اب تک کھولا گیا تھا کہ جبریل امین آئے اور کہا اے محمد رحمتِ خدا ہو تم پر تم نے ہتھیار کھول دیے حالانکہ ملائکہ آسمان پر بدستور کمر بستہ ہیں۔ میں کفر و قریش کو مقامِ روح یا حمر الاسد (باختلاف روایات) تک نکال کر واپس چلا آ رہا ہوں حکمِ خالقِ ذوالعین یہ ہے کہ آپ نمازِ عصر قبیلہ بنی قریظہ میں جا کر پڑھیں میں آگے چل کر بام و در کو اہل شر پر متزلزل کرتا ہوں جبریل تو یہ کہہ کر چل دیے اور رسولِ خدا نے امیر المومنین کو بلا کر حکم دیا کہ منادی کر دیں کہ کوئی نمازِ عصر نہ پڑھے۔ الا بنی قریظہ میں، پس اصحاب نے اپنے اپنے مقام سے جنبش کی اور شیرِ خدا علمِ کبیر لے کر آگے بڑھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس روز راہتِ سیاہ امیر المومنین کے پاس تھا جس کو عقاب کہتے تھے اور نیز لوائے سفید وہ حضرت رکھتے تھے۔ حضرت رسولِ خدا ان کے بعد سوار ہوئے جس گروہ سے گذرتے وہ کہتا کہ ایک سوارِ وحیہ کلبی کی صورت کا تحریصِ جنگ کرتا آگے جا رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا وہ جبریل ہے۔ الغرض امیر المومنین نے وہاں پہنچ کر علمِ عین دیوارِ قلعہ کے نیچے گاڑ دیا۔ حضرت کو دیکھ کر قلعہ میں کھل بلی پڑ گئی اور چلائے قَدْ اَجَاءَ کُمْ قَاتِلَ عَمْرُو قَدْ اَقْبَلَ اِلَیْکُمْ قَاتِلَ عَمْرُو قَاتِلَ عَمْرُو کہ قاتلِ عمرو بن

عبدود تم پر چڑھ آیا۔ اور رب عظیم ان کے دلوں پر چھا گیا آپ نے سنا کہ ایک شخص بطور رجز کے پڑھتا ہے۔

قَتَلَ عَلَى عَمْرٍوَا

صَادَ عَلَى صَقْرًا

قَضَمَ عَلَى ظَهْرًا

اَبْرَمَ عَلَى اَمْرًا

هَكَكَ عَلَى سِتْرًا

یعنی قتل کیا علی نے عمرو کو اور صید کیا شہباز نر کو۔ شکستہ کیا کمر کفر کو۔ اور مضبوط کیا امرا اسلام کو اور ہتک ناموس شرک فرمایا۔ حضرت امیرؑ نے یہ سنا تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَظْهَرَ الْاِسْلَامَ وَ قَمَعَ الشِّرْکَ کہ شکر خدائے تعالیٰ کا کہ اس نے اسلام کی نصرت کی اور کفر کا قلع و قمع فرمایا۔ بروایت دیگر امیر المومنینؑ وہاں پہنچے تو یہودی مسلمانوں کو گالیاں دینے اور حضرت رسولؐ خدا کی نسبت ناسزا بکنے لگے۔ اتنے میں حضرت رسولؐ خدا خنجر پر سوار وہاں تشریف لائے۔ امیر المومنینؑ نے آگے بڑھ کر عرض کی بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُقْبٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قلعہ کے پاس نہ آئیے حضرت سمجھ گئے کہ یہود نے گستاخانہ رویہ اختیار کیا ہے فرمایا علیؑ مجھ کو دیکھیں گے تو حق تعالیٰ ان کو ذلیل و خوار کرے گا۔ کوئی ناشائستہ کلمہ زبان سے نہ نکال سکیں گے اور جس طرح حق تعالیٰ نے تجھ کو عمرو کے قتل پر قادر کیا ان کو بھی تو ہی قتل کرے گا۔ پھر نزدیک جا کر کہا اے برادرانِ میمون و خوک و اے پرستندگانِ طاغوت تم مجھ کو دشنام دیتے تھے۔ اِنَّا اِذَا اَحْلٰنَا بِسَاخَتِهِ قَوْمٌ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذِرِیْنَ بہ تحقیق جب کہ ہم کسی قوم کی ساحت میں بہ ارادۂ انتقام نزول کرتے ہیں۔ پس روز بد ہے ان کے لیے۔ کعب بن اشرف نے بالائے قلعہ سے کہا یَا اَبَا الْقَاسِمِ مَا کُنْتَ جَہُوْلًا وَلَا سَبَّابًا قَطُّ اے ابوالقاسم تم ہرگز جاہل و دشنام دہندہ نہ تھے۔ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے یہ کلمہ سنا تو شدتِ حیا سے عصا ہاتھ سے اور ردا دوش مبارک سے گر گئی اور آپ چند قدم پیچھے کو ہٹ گئے پس لشکرِ اسلام قلعہ ہائے یہود کے نزدیک خیمہ زن ہوا اور پندرہ بقولے پچیس روز ان کا محاصرہ کر کے سنگ و تیر ان پر برساتے تھے۔ روایت ہے کہ ایک روز امیر کبیرؑ سوار ہوئے اور یہ کہہ کر کہ آج قلعہ ہائے کفر کو فتح کروں گا ورنہ حمزہ سید الشہدہ کی طرح شہید ہو جاؤں گا۔ ایک حملہ حیدری کیا۔ کفار کے آپ کی ہیبت و دہشت سے دل ٹھکانے نہ رہے۔ قاصد حضرت رسولؐ خدا کے پاس بھیج کر خواست گار ہوئے کہ سعد معاذؑ انصاریؑ جو کچھ ہمارے درمیان حکم کر دیں ہم کو قبول و منظور ہے۔ سعدؑ کے جب سے جنگِ خندق میں تیر لگا تھا بکمالِ ضعف مدینہ میں صاحبِ فراش تھے اسی سبب سے

اس غزوہ میں بھی حاضر نہ تھے۔ حسبِ الایما حضرت رسالت پناہ ان کو محافہ میں سوار کر کے لشکر گاہ میں لائے۔ بنی اوس خویش و اقارب سعد نے محافہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا کہ اے ابو عمر اپنے قدیمی ہم عہدوں اور مددگاروں پر رحم کرو ان کی جانیں بچاؤ۔ اس سعادت مند نے کہا کہ سعد راہِ خدا میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے خوف نہ کرے گا اور کہا اے معشر یہود تم میرے فیصلے پر راضی ہو؟ کہا راضی ہیں اور امیدِ نیکی و احسان تم سے رکھتے ہیں پھر رسولِ خدا کی طرف مڑے اور بکمال ادب آپ سے اذن چاہا حضرت نے بھی اپنی رضامندی ظاہر کی تو سعد نے کہا حکم یہ ہے کہ مردانِ یہود قتل کیے جائیں اور زنان و بچگان بردہ و اسیر اور مال و جائیداد ان کی مسلمانوں میں تقسیم ہو۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا اے سعد تم نے وہ حکم کیا جو حق تعالیٰ بالائے ہفت آسمان کر چکا تھا۔ قتلِ حَتّٰی بنِ اخطب پس یہودیوں کی مشکلیں باندھ کر مدینہ میں لائے۔ حَتّٰی بنِ اخطب ملعون بھی ان کے درمیان تھا ان کو مسلمانوں پر تقسیم کیا کہ جنت البقیع میں لے جا کر قتل کریں۔ حَتّٰی کو حضرت امیر نے اپنے دستِ مبارک سے قتل کیا لکھا ہے کہ جب اس کو دست بستہ حضرت کے سامنے کھڑا کیا تو بولا ایک شریف آدمی دوسرے شریف کے ہاتھ سے قتل ہوتا ہے آپ نے فرمایا بہت سے نیک بدوں کے ہاتھ سے اور بد نیکوں کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہیں وائے بر حال اس کے کہ نیکو کا شر فاس کو قتل کریں اور خوشا حال اس کا کہ کفار اشرار کے ہاتھ سے مارا جائے نیز روایت ہے کہ نظرِ مبارک رسول خدا حَتّٰی کو پڑی تو فرمایا اے فاسق صنح خدا کو اپنے حق میں کیوں کر پاتا ہے کہا بخدا سو گندائے محمدؐ میں تمھاری عداوت میں اپنے تئیں ملامت نہیں کرتا جو کچھ مجھ سے ہو سکا کیا اور جس قدر جدوجہد امکان میں تھی بجالایا الا جس کی خدا مدد نہ کرے تنہا ذلیل و رسوا ہے۔ پھر اپنی قوم سے خطاب کیا کہ ایہا الناس جو کچھ خدا نے چاہا ہے ضرور ہوگا یہ ایک قتل تھا کہ بنی اسرائیل پر لکھا جا چکا تھا۔ اپنے دین و یقین پر ثابت رہو۔ قتلِ کعب بنِ اسد: کعب بنِ اسد رئیسِ قبیلہ سامنے آیا تو حضرت نے فرمایا اے کعب تجھ کو ابنِ حواش شامی اپنے عالمِ بزرگ کی پسند و مندد نہ ہوئی جو کہتا تھا کہ نعماتِ شام کو چھوڑ کر فقر و فاقہ کی طرف آیا ہوں کہ پیغمبرِ مرسل کا دیدار کروں جس کا وطن مکہ اور ہجرت گاہ مدینہ ہے نان خشک و چند دانہ خرمایہ پر قناعت کرنے والا فخر کی برہنہ پشت پر سوار ہونے والا ہے۔ اس کی آنکھوں میں سرخی اور اس کی پشت پر مہرِ نبوت لگی ہوئی ہے۔ تلوار ہاتھ میں لے گا اور جو سامنے آئے گا اس پر جہاد کرے گا۔ اس کی بادشاہی منہجائے زمین تک پہنچے گی کعب نے کہا یہ درست ہے اے محمدؐ اگر یہود نہ کہتے کہ بہ خوفِ جان ایمان لایا ہوں تو میں البتہ تم پر ایمان لے آتا مگر اب دینِ یہود پر مرتا ہوں۔ پس حضرت نے حکم دیا کہ اس کو بھی قتل کریں۔ مروی ہے کہ رحلتِ سعد بنِ معاذ انصاری: سعد کا زخم کہ حکمِ خدا اب تک بستہ تھا پھوٹ نکلا اور یہی باعثِ ان کی وفات کا ہوا۔ حضرت صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ سعد کی وفات کی

خبر حضرت رسول خدا کو پہنچی تو مجمع جماعت اصحاب ان کے گھر پر تشریف لے گئے اور حاضر رہے جب تک کہ ان کے غسل و کفن و حنوط سے فارغ ہوئے پس جنازہ سعد کے پیچھے برہنہ پالاردا بصورت مصیبت زدوں کے روانہ ہوئے راہ میں کبھی دھنی جانب جنازہ کو پکڑتے تھے کبھی بائیں جانب کو۔ قبر پر پہنچے تو خود بنفس نفیس قبر میں اترے اور اپنے دست مبارک سے ان کو لحد میں رکھا۔ بعد فراغت سب ان امور کا دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ نعلین نہ پہنے کا باعث یہ تھا کہ ملائکہ پا برہنہ جنازہ کے ہمراہ تھے۔ میں نے ان کی تاسی کی اور بار بار کندھا بدلتا تھا۔ کیوں کہ جبرئیل ان کی جانب چپ و راست کو اٹھاتے تھے میں بھی اسی طرف کو اٹھاتا تھا جس کو جبرئیل اٹھاتے تھے نیز منقول ہے کہ ستر ہزار ملائکہ نے جنازہ سعد پر نماز پڑھی کہ جبرئیل ان کے درمیان تھے۔ فضیلت سورہ قتل ہو اللہ: حضرت رسول خدا نے پوچھا یا انی جبرئیل کیا باعث تھا کہ تم نے اس قدر فرشتوں کے ساتھ اس کے جنازہ کی نماز پڑھی کہا کہ وہ سورہ قتل ہو اللہ کا ورد رکھتے تھے کھڑے بیٹھے سوار پیادہ جاتے آتے اس کو پڑھتے رہتے تھے۔ نیز منقول ہے کہ سعد نے وفات پائی تو حضرت رسالت پناہ نے فرمایا رحمت خدا ہو تم پر اے سعد تم مثل ایک استخوان کے تھے گلوئے کافران میں اٹکے ہوئے اگر میرے بعد زندہ رہتے تو مدینہ میں گوسالہ پرستی نہ ہونے دیتے یعنی حق بھدار پہنچتا ذکر غزوہ حدیبیہ اور بعض صحابہ کا آنحضرت کی نبوت کے بارے میں شک کرنا: صورت اس غزوہ کی یہ ہوئی کہ حضرت رسول خدا نے خواب میں دیکھا کہ گویا مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور طواف خانہ خدا اور باقی شرائط عمرہ بجالائے بنا بریں اصحاب کو حکم دیا کہ آمادہ سفر ہوں اور ماہ ذیقعد ۶ھ میں چودہ پندرہ سو آدمی ساتھ لے کر مدینہ سے نکلے قربانی کے اونٹ آپ کے ہمراہ تھے مقام ذی الحلیفہ (۱) سے احرام عمرہ باندھا اور لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے رہ گزائے منزل مقصود ہوئے۔ بعض اصحاب نے اس مقام سے اور بعض نے مسجد شجرہ سے احرام باندھے قربانی کے جانور سب کے ساتھ تھے مکہ میں قریش کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے مشورہ کیا۔ رائے ان کی اس بات پر متفق ہوئی کہ جس طرح ہو حضرت کو زیارت خانہ کعبہ سے روکنا چاہیے پس خالد ولید کو دو سو سوار دے کر آگے بھیجا کہ موقع پا کر لشکر اسلام پر چھا پامارے لیکن فضل الہی شامل حال تھا۔ اس سے کسی کا بال تک بھی بیکانہ ہوا تا انیکہ آپ چلتے چلتے مقام حدیبیہ پر کہ قریب حرم واقعہ ہے پہنچ کر فروکش ہوئے۔ قریش بکمال قہر و طیش شہر سے نکل کر وادی ذی طوی میں خیمہ زن ہوئے۔ حضرت نے ان کو پیغام بھیجا کہ میرا ارادہ لڑائی کا نہیں اس لیے یہاں آیا ہوں کہ طواف خانہ معظمہ بجالاؤں اور جانور ان قربانی کو ذبح کر کے ان کا

(۱) ذوالحلیفہ بضم حا و حلی و فتح لام وہ مقام ہے جس کو رسول خدا نے اہل مدینہ کا میقات یعنی احرام باندھنے کی جگہ مقرر فرمایا وہ مدینہ سے چھ میل بجانب مکہ واقع ہے ۱۲ منہ۔

گوشت تمھارے لیے چھوڑ جاؤں مگر مشرک راضی نہ ہوتے تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا کس لیے مجھ کو بحال خود نہیں رہنے دیتے کہ اگر اپنے دعوے میں راست گو ہوں گا تو بادشاہی دنیا مع فخر نبوت تمھارے لیے ہے کیوں کہ تمھاری قوم اور خاندان سے ہوں ورنہ عرب کے لئیرے مجھ کو کفایت کرتے ہیں تم کو حاجت زحمت اٹھانے کی نہیں پس اپنے تمام اصحاب کو جمع کر کے ایک درخت بول کے تلے بیٹھ کر بیعت لی یہ بڑی مشہور بیعت موسوم بہ بیعت رضوان و بیعت تحت الشجرہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ بارے ان باتوں سے وہ سنگین دل کچھ نرم ہوئے اور کہا کہ اب تو تمھارا ادھر آنا اور ہمارا سید راہ ہونا عرب میں مشہور ہو گیا ہے اگر اس وقت داخل مکہ ہوئے تو ہماری اس میں سبکی ہوگی اور وہ کو حوصلہ ہو جائے گا جس کا جی چاہے گا زبردستی چلا آیا کرے گا۔ ہاں سال آئندہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تین دن صرف تمھارے واسطے خانہ معظمہ کو خالی کر دیں گے تم آ کر بغراغت عمرہ بجالائیو کسی قسم کی مزاحمت نہ ہوگی۔ حضرت رسولؐ خدا اس پر راضی ہو گئے اور ٹھہر گیا کہ دس سال کے لیے فریقین میں مصالحو ہو جائے کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرنے پائے۔ راہیں آمد رفت کی کھل جائیں اور کاروبار تجارت جاری ہو جنگ و جدال یک قلم برطرف مسلمان مکہ میں آسودہ حال فارغ البال زیست کریں کفر و شرک پر ان کو مجبور نہ کیا جائے۔ قریش نے کہا اس قدر اور بھی درخواست ہے کہ جو کوئی ہماری قوم و قبیلہ کا بھاگ کر تمھارے پاس چلا آئے آپ اس کو واپس بھیج دیں اور جو وہاں سے علیحدہ ہو کر اپنی قوم میں شامل ہونا چاہے اس کے درپے نہ ہوں حضرتؑ نے فرمایا جو اسلام سے مرتد ہو کر کفر و شرک اختیار کرے ہم تہ دل سے اس سے بے زار ہیں اور ہر گز اس کی حاجت نہیں رکھتے۔ اس پر بعض کوتاہ اندیش ضعیف الایمان مسلمان معترض ہوئے کہ ہمارے آدمی وہ واپس نہ دیں اور ہم ان کے لوٹا دیں یہ ٹھیک نہیں اور مصلحت رسولؐ کو انھوں نے نہ سمجھا زیادہ سرگرم اس بارے میں حضرت عمرؓ تھے انھوں نے کہا کہ اگر پیغمبرؐ برحق ہوتے تو ہر گز اس صلح پر راضی نہ ہوتے اور بر ملا حضرت رسولؐ خدا پر اعتراض کیا کہ کیا ہم حق پر اور قریش باطل پر نہیں فرمایا بلاشبہ وہ باطل پر اور تم حق پر ہو کہا پھر کس لیے اس خواری سے صلح کی جاوے آپ نے فرمایا اے عمرؓ حق تعالیٰ میرے ساتھ فتح و نصرت کا وعدہ کر چکا ہے وعدہ ایزدی میں کبھی خلاف نہ ہوگا۔ بروایت علیؓ ابن ابراہیم قمی عمرؓ نے کہا اگر اس وقت چالیس مرد بھی میرے ساتھ ہوتے تو میں البتہ محمدؐ سے مخالفت کرتا۔ اور جب قاصدان قریش مجلس سے اٹھ گئے تو انھوں نے پھر کہا یا رسول اللہؐ آپ نے نہیں کہا کہ ہم مسجد الحرام میں داخل ہوں گے اور طواف خانہ کعبہ کریں گے اور سرمنڈائیں گے۔ فرمایا میں نے یہ کب کہا ہے کہ یہ ساری باتیں اسی سال میں ہوں گی۔ میں اب بھی کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ مجھ سے فتح مکہ کا وعدہ کر چکا ہے ہم ضرور مکہ میں جائیں گے اور طواف کریں گے اور حجامت کرائیں گے مگر حضرت عمرؓ کی اس سے تسلی نہ ہوئی اور وہ کہا کیے۔ مَا شَكَكْتُ فِي لَبْوَةِ مُحَمَّدٍ

كَشَكَيْ يَوْمَ الْحَدِيثِ يَعْنِي نُبُوْتِ مُحَمَّدٍ مِیں مجھ کو شک تو بارہا ہوئے ہیں۔ اِلَّا حَدِیْبِیَّہ کے دن کا شک ان سب سے بڑا ہوا ہے۔ القصہ جب اس قسم کے حضرات نے شور و شغب زیادہ کیا تو حضرتؑ نے فرمایا اگر صلح قبول نہیں کرتے تو تم کو اختیار ہے جاؤ اور ان کے ساتھ جنگ کرو مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب میں نقل کیا ہے کہ یہ لوگ گئے۔ قریش آمادہ جنگ و پیکار تھے ان پر حملہ آور ہوئے اور یہ تاب ان کے حملہ کی نہ لا کر باحالی پریشان بھاگے کفار نے ان کا تعاقب کیا اس وقت آپؐ نے فرمایا یا علیؑ اٹھو اور بزرگ و شیر کفار کو پس پا کر حضرت امیرؑ تلوار کھینچ کر مقابل ہوئے تو انھوں نے کہا یا علیؑ کیا محمدؐ اس صلح سے پشیمان ہیں حضرتؑ نے فرمایا نہیں وہ اپنے عہد پر قائم ہیں پس اصحابِ نادم و شرمندہ سامنے آئے۔ رسولؐ خدا نے ان سے فرمایا میں تم کو خوب جانتا ہوں کہ بدر کی لڑائی میں ڈر گئے اور جنگِ احد میں بھاگ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے نیز اور بہت سے مواقع ان کو یاد دلائے۔ کتابتِ صلح نامہ حدیبیہ: قریش حاضر ہوئے کہ صلح نامہ تحریر ہوا امیر المومنینؑ وثیقہ لکھنے بیٹھے۔ اور لکھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سہیل بن عمرؓ نے کہا ہم رحمان و رحیم کو نہیں جانتے۔ جیسا ہمیشہ سے لکھتے آئے ہیں۔ بِسْمِکَ اَللّٰهُمَّ۔ اس کے بعد لکھا ہذا مَا قَضٰی عَلَیْہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہ یہ وہ ہے جو رسولؐ خدا نے فیصلہ کیا ہے۔ سہیل بولا اگر ہم آپؐ کو رسولؐ اللہ جانتے تو زیارتِ کعبہ سے کاہے کو مانع آتے لفظ رسولؐ اللہ کو محو کر کے بجائے اس کے ابن عبد اللہ لکھ دو امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ مجھ سے تو نہیں ہو سکتا کہ وصفِ رسالت آپؐ کے نام نامی سے محو کروں بروایت معارج سہیل نے کہا اے علیؑ لفظ رسولؐ اللہ کو محو کرو ورنہ ہم اس صلح سے بے زار ہیں امیر المومنینؑ نے یہ سنا تو کاغذ ہاتھ سے رکھ دیا اور قبضہ شمشیر دستِ حق پرست میں لیا اس وقت رسولؐ خدا نے کاغذ اٹھا کر اپنے دستِ مبارک سے خود لفظ رسولؐ اللہ محو کیا، بعد ازاں امیر المومنینؑ نے بقولے، ابن عبد اللہ لکھا غرض صلح نامہ لکھا گیا اور فریقین کی مہر و گواہی اس پر ہو گئی تو حضرت رسولؐ خدا نے علیؑ مرتضیٰ سے کہا یا علیؑ تم نے وصفِ رسالت کو میرے نام سے محو کرنا نہ چاہا قسم بخدا کہ تم کو بھی ایک زمانے میں ان کفارِ فجار کی اولاد سے ایسا ہی معاملہ پیش آئے گا کہ یہ لوگ وصفِ امیر المومنینؑ کو تمھارے نام سے مٹانا چاہیں گے تم کو مجبوراً مٹانا پڑے گا۔ صَدَقَ اللّٰهُ فِی الْحَقِیْقَتِ امیر المومنینؑ کو بعد جب صفین بوقتِ تحکیم حکمین یہ قضیہ پیش آیا اور معاویہ و عمر و عاص نے صلح نامہ میں لفظ امیر المومنینؑ نہ لکھنے دیا بالجملة امرِ مصالحت اتمام کو پہنچا تو حضرت رسالت پناہ نے اصحاب کو حکم دیا کہ شترانِ قربانی کو نحر کریں اور اپنے سروں کو منڈاویں مگر رسولؐ کے بعض ساتھیوں نے قبولِ حکمِ نبوی سے انکار کیا حضرت لول و حزین خیمہ حرمِ محترم میں آ کر لیٹ گئے حضرت ام سلمہؓ ام المومنین کو حال آپ کے ملال کا معلوم ہوا تو عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ اپنے اونٹوں کو نحر کریں اور موئے سر منڈائیں لوگ آپ کو

دیکھیں گے تو طوعاً و کرہاً پیروی کریں گے آپ نے اس نیک صلاح پر عمل کیا اور اصحاب نے چارونا چار اتباع کیا، کہتے ہیں کہ اس مصالحہ پر جس سے یہ حضرات اس قدر برہم تھے فوائدِ عظیم مترتب ہوئے۔ مسلمان کہ مکہ میں بحالتِ پریشاں خائف و ترساں رہتے تھے اس کی بدولت ظاہر و آشکار ہو گئے۔ قرآن پڑھتے نماز روزہ وغیرہ ارکانِ دین بجالاتے کسی کو چون و چرا کی مجال نہ تھی نیز آیاتِ قرآنی کفار پر تلاوت کرتے وہ ان پر رد و انکار کرتے اور بہ بحث و مناظرہ پیش آتے تھے اس سے بہت سے مکہ والے کفر و بت پرستی کو چھوڑ کر راہِ راست پر آنے لگے اور دینِ اسلام مکہ میں پھیل چلا چنانچہ دو ہی برس کے عرصے میں اتنے آدمی ان میں سے مسلمان ہو گئے کہ ابتدائے اسلام سے آج تک نہ ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین کے نزدیک مراد فتحِ مبین سے آیہ شریفہ **اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا** میں یہی صلح حدیبیہ ہے کہ بہت سی فتوحاتِ اسلامیہ کا پیش خیمہ ہے۔ غرض مصلحتِ عظیم جو رسول خدا ﷺ کو اس صلح سے ملحوظ و منظور تھی اس کے بعد بخوبی ظاہر و ہویدا ہو گئی۔ اس واقعے سے متعلق امیر المومنینؑ کے بعض فضائل: طبری و راوندی و شیخ مفید علیہ الرحمہ نے علمائے شیعہ سے اور صاحبِ جامع الاصول وغیرہ اہل سنت نے روایت کی ہے کہ صلح حدیبیہ میں سہیل بن عمرو نے مع چند مشرکین کے حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہمارے بھائی بیٹوں اور غلاموں سے کچھ اشخاص کا روزگار زراعت و خدمت سے روگرداں ہو کر تمہارے پاس چلے آئے ہیں وہ دینِ ایمان سے کچھ بہرہ نہیں رکھتے۔ ہم کو واپس دلواد دیجیے حضرت نے فرمایا اے معشر قریش ان باتوں سے باز آؤ ورنہ ایسے شخص کو تم پر بھیجوں گا جس کے دل کا حق تعالیٰ امتحان کر چکا ہے وہ راہِ خدا میں تم کو قتل کرے گا صحابہ نے پوچھا وہ شخص کون ہے آیا ابوبکرؓ ہے فرمایا نہیں کہا عمرؓ ہے فرمایا نہیں وہ ہے جو اس وقت میری جوتی درست کرتا ہے لوگ دوڑے کہ دیکھیں کون ہے دیکھا تو امیر المومنینؑ سید الوصین اس کام میں مشغول تھے نعلین مبارک رسول خدا کا تسمہ ٹوٹ گیا تھا اس کو سی رہے تھے۔ بروایت صاحبِ جامع الاصول خود شیخینؑ نے یہ سوال کر کے جواب مذکورہ بالا پایا تھا۔ صاحبِ تاریخ لکھتے ہیں کہ شاید سہیل وہ لوگ حضرت سے طلب کرتا ہو جو قبل وقوع صلح حضرت کی خدمت میں آ گئے تھے ورنہ ایسا جواب تلخ نہ پاتا اور شیخ مفید علیہ الرحمہ نے امام محمدؒ باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ کا جوتا ٹوٹ گیا تھا۔ حضرت امیرؓ کو دیا کہ اصلاح کریں پس اصحاب کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم میں ایک شخص ہے کہ تاویلِ قرآن پر جنگ کرے گا۔ جیسا کہ میں نے تنزیلِ قرآن پر جنگ کی ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا وہ شخص میں ہوں یا رسول اللہ کہا نہیں حضرت عمرؓ نے کہا اے رسول خدا میں ہوں فرمایا نہیں۔ پس سب خاموش ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے۔ اس وقت

حضرتؑ نے فرمایا وہ خاصف النعل (۱) ہے اور دست مبارک سے اشارہ کر کے امیر المومنینؑ کو بتایا کہ یہ ہے کہ تاویل قرآن پر جہاد کرے گا۔ مولف کہتا ہے کہ حدیث **إِنَّ مِنْكُمْ مَنْ يُقَاتِلُ عَلَى تَأْوِيلِ الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلَى تَنْزِيلِهِ** کہ تم سے ایک شخص ہے جو تاویل قرآن پر جنگ کرے گا جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل پر جنگ کی ہے پھر بوصف خاصف النعل اس کو ذات بابرکات امیر المومنینؑ میں منحصر فرمانا کتب معتبرہ اہل سنت میں مثل مسند احمد حنبل و مستدرک حاکم وغیرہ کے مروی ہے۔ بلکہ ابن حجر جیسے متعصب نے اپنے صواعق محرقة میں اس کو بے چون و چرا نقل کیا ہے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پر کل دو طرح کی جنگ ہوئی ایک اس کی تنزیل پر کہ کفار اس کے منکر تھے اور کہتے تھے۔ **مَا أُنْزِلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ عَلَى بَشَرٍ** کہ خدا نے کوئی شے انسان پر نازل نہیں کی پس رسولؐ خدا نے ان پر جہاد کیا تا اینکه وہ تنزیل پر ایمان لائے۔ دوسری لڑائی آنحضرتؐ کے بعد اس کی تاویل پر ہوئی کہ باغی و خارجی معنی قرآن میں تصرف کرتے تھے اور اس کے بنا پر دعویٰ دار خلافت تھے اس کو امیر المومنینؑ نے انجام دیا پس وہ حضرتؑ شامل و مشابہ رسولؐ اللہ کے ہوئے۔ انھوں نے ظاہر قرآن پر جہاد کیا تو انھوں نے اس کے باطن پر جنگ کیا یعنی دولڑائیاں راہ دین میں ہوئیں پہلی حضرت خاتم النبیینؐ نے کی دوسری ان کے نائب و جانشین نے۔ اس سے زیادہ دلیل خلافت امیر المومنینؑ پر اور کیا ہوگی۔ ملا عبد الرحمن جامی کتاب شواہد النبوة کے چھٹے رکن میں عبد اللہ بن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ جب رسولؐ خدا غزوہ حدیبیہ کو جا رہے تھے تو اثنائے راہ میں مقام جحفہ میں پانی ختم ہو گیا اور تنگی نے لشکر پر غلبہ پایا کہیں نشان پانی کا نہ تھا۔ قصہٴ پیر العلم: حضرتؑ نے فرمایا کہ فلاں مقام پر کنواں ہے کچھ مسلمان مشکیں لے جائیں اور وہاں سے پانی بھر لائیں اور ضامن ہوئے اس کے لیے بہشت کے، ایک شخص اٹھا اور عرض کی میں جاتا ہوں حضرتؑ نے اس کے ساتھ چند آدمی اور کچھ سقے کر دیے سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب اس کنویں کے نزدیک پہنچے تو وہاں کچھ درخت تھے ہم نے درختوں کے درمیان سے آوازیں سنیں اور بہت سی حرکتیں دیکھیں اور آگ بکثرت نظر آئی کہ بغیر ایندھن جل رہی ہے خوف ہم پر چھا گیا اور قدم آگے نہ اٹھ سکا اور واپس آ کر رسولؐ کی خدمت میں حال بیان کیا آپؐ نے فرمایا کہ وہ جنات تھے کہ تم کو ڈراتے تھے اگر چلے جاتے تو کچھ اندیشہ نہ تھا پس ایک اور شخص اٹھا اور عرض کی یا رسولؐ اللہ میں وہاں جاتا ہوں اور ان سقوں کو لے کر وہاں گیا ان کو بھی وہی صورت پیش آئی اور وہاں سے پلٹ آئے حضرتؑ نے ان کو بھی فرمایا کہ اگر جس طرح میں نے تم کو کہا تھا چلے

(۱) نصف النعل خف سا جو تے کو سینا خاصف سینے والا نعل جو ۱۲۰۔

جاتے تو کوئی گزند تم کو نہ تھا۔ اس دوران رات ہو گئی اور پیاس اصحاب کی بڑھتی جاتی تھی۔ پس حضرت رسولؐ خدا نے علیؑ کو بلایا اور کہا ان سقوں کو لے جاؤ اور اس کنوئیں سے پانی لے آؤ۔ سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ ہم مشکیں کندھوں پر اور تلواریں ہاتھوں میں لیے باہر آئے امیر المومنینؑ علیؑ ہمارے آگے آگے تھے اور رجز پڑھتے جاتے تھے حتیٰ کہ اس مقام پر پہنچے جہاں کہ وہ آوازیں اور حرکتیں پیدا ہوئیں اور دہشت ہم پر چھا گئی میں دل میں کہتا تھا کہ علیؑ بھی دیگر افراد کی طرح لوٹ آئیں گے مگر انھوں نے ہماری طرف نگاہ کر کے کہا کہ میرے قدم بہ قدم چلے آؤ اور ذرا نہ ڈرو کہ ان چیزوں سے کوئی نقصان تم کو نہ پہنچے گا درختوں کے درمیان پہنچے تو بہت سی آگ بغیر لکڑی ایندھن کے وہاں جلتی معلوم ہوئی۔ اور کئے ہوئے سر نظر پڑے کہ ہولناک آوازیں ان سے نکلتی تھیں۔ امیر المومنینؑ علیؑ ان سروں پر پاؤں رکھتے تھے کہ میرے پیچھے چلے آؤ چپ و راست کو نہ دیکھو اصلاً خوف نہیں ہم بھی ان کے پیچھے چلے جاتے تھے تاہم اس کنوئیں پر پہنچے ایک ڈول ہمارے پاس تھا براہن مالکؓ نے کنوئیں میں ڈالا ایک دمرتہ پہنچنے پایا تھا کہ رسی ٹوٹ کر ڈول اندر جا پڑا اور کنوئیں کے اندر سے ہنسی اور قہقہہ کی آوازیں آنے لگیں امیر المومنینؑ نے کہا کہ کوئی ایسا ہے کہ جا کر لشکر سے ڈول لے آئے اصحاب نے کہا کس کو طاقت ہے کہ ان درختوں سے گزرے امیر المومنینؑ نے مصری لنگی کسر پر باندھی اور کنوئیں میں اترے قہقہہ کی آوازیں جو آ رہی تھیں اور زیادہ ہو گئیں جب کنوئیں کے درمیان پہنچے پاؤں پھسلا اور گرے بہت شور و غل ہوا اور ایک آواز آئی جیسے کوئی گلابا تا ہوا اور خناق کی کیفیت طاری ہو۔ ناگاہ امیر المومنینؑ کی آواز سنی کہ **اللہ اکبر اللہ اکبر** انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ خدائے تعالیٰ بزرگ ہے اور میں بندہ خدا و برادر رسول اللہ ہوں پھر مشکیں طلب کیں اور سب کو پانی سے پر کیا اور ایک ایک کو باہر لائے پس آنحضرتؐ نے دو مشکیں اٹھائیں اور ہم سب نے ایک ایک جب ان درختوں میں پہنچے تو جو کچھ پہلے دیکھا اور سنا تھا کچھ واقع نہ ہوا۔ ابھی درختوں سے نکلنے نہ پائے تھے کہ ایک خوف ناک آواز آئی ایک ہاتف غیب نے نعت رسول اللہ و منقبت امیر المومنینؑ پڑھنی شروع کی۔ رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے تو حضرت امیرؑ نے تمام قصہ آنحضرتؐ کے خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا وہ ہاتف عبد اللہ جن تھا۔ جس نے شیطان بتان مشرک کو کوہ صفا پر قتل کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کا قوم جنات پر جہاد کرنا مشہور بات سے ہے اور اس مختصر میں بھی چند مقام پر اس کا ذکر آیا ہے از انجملہ ایک یہی قصہ بے العلم ہے جس کو ملا عبد الرحمن جامی جیسے مستند و معتبر شخص نے اور نیز مناقب میں فتوحات القدس سے نقل کیا ہے کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک روز حضرت رسولؐ خدا نے صحرا کا ارادہ کیا مجھ سے فرمایا کہ میرے بھائی علیؑ ابن ابی طالب آئیں تو ان سے کہو کہ ایک مشک پانی کی بھر کر درمیان دو پہاڑوں کے میرے پاس لے آئیں امیر المومنینؑ تشریف لائے تو میں نے یہ

پیغام پیغمبر کا ان کو پہنچایا آپ نے مشک کو چک پانی سے بھری اور ذوالفقار ہاتھ میں لی اور روانہ ہوئے آگے امیر المومنینؑ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ میں درمیان دو کوہ پہنچا تو ایک بوڑھے سے کہ بکریاں چرا رہا تھا پوچھا کہ رسول اللہ کدھر سے تشریف لے گئے ہیں اس نے کہا میں رسول اللہ کو نہیں جانتا مجھے یہ سن کر غصہ آیا اور ایک پتھر اٹھا کر زور سے اس کے سر میں مارا کہ پھٹ گیا۔ بوڑھے نے پتھر کھا کر فریاد کی نتیجے میں اس فریاد کے تمام صحرا سوار و پیادوں سے بھر گیا اور سب مجھ پر حملہ آور ہوئے۔ میں نے تلوار کھینچ لی اور بید ہڑک ان میں گھس گیا اور داہنے بائیں تلواریں مارتا تھا تاہم ان کو منتشر کیا آگے بڑھا تو ایک عورت سیاہ فام نظر آئی جس کی دونوں آنکھوں سے آگ کے شعلے اور ناک سے دھواں نکلتا تھا اس نے مجھ کو دیکھ کر زمین پر ہاتھ مارا اور زمین اس جگہ کی شق ہوئی اور سات عفریت مست وہاں سے نکلے اور مجھ پر حملہ کیا میں نے ایک کو ان میں سے تلوار سے دو ٹکڑے کیا۔ اس وقت عورت نے کمر پکڑ کر ایک آہ کی کہ کمر ٹوٹ گئی میں نے دوسرے کو قتل کیا باقی بھاگے پس عورت میرے مقابل ہوئی اس کو بھی فہل خدا سے فی النار کیا۔ اس وقت ایک غبار صحرا میں چھا گیا اور تاریکی ہو گئی میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا رفتہ رفتہ وہ سیاہی دفع ہوئی تو میں نے مشک آب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر کی آپ پیاسے تھے پانی پیا اور میری دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پھر پوچھا یا انخی تم کو اتنی دیر کہاں ہوئی میں نے تمام قصہ اس بوڑھے گڈریے کا بیان کیا فرمایا وہ اٹلیس ملعون تھا کہ اپنے خیل و ختم کو جمع کیا اور زن سیاہ فام یغوث بت تھا کہ اہل جاہلیت اس کی پرستش کرتے تھے اے علی تمہارے اس کو قتل کرنے سے ملائکہ آسمان تعجب میں رہے اور اہل بہشت نے شکر ادا کیا کہ یہ عورت ولی خدا کے ہاتھ سے ماری گئی بہشت فخر کرتا ہے کہ میں علی ابن ابی طالب شیر خدا کا مسکن ہوں۔ پس حضرت رسول خدا نے دست مبارک دوش اطہر امیر المومنینؑ پر مار کر کہا اے علی اگر مجھ کو خوف نہ ہوتا کہ میری امت مثل امت عیسیٰ کے تمہارے حق میں زیادتی کرے گی تو میں وہ باتیں تمہارے لیے کہتا کہ خاک راہ تمہاری اٹھاتے اور تو تیاے چشم بناتے۔ منافقوں نے یہ حدیث سنی تو کہا کہ جس قدر فضائل اپنے ابن عم کے ہمیشہ کہتے ہیں وہ کافی نہ تھے کہ اب ان کو عیسیٰ سے تشبیہ دیتے ہیں پس حق تعالیٰ نے ان کی تکذیب میں یہ آیت شریفہ نازل کی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ یعنی جب کہ ہر مریم کی مثال لائی گئی تو اس وقت تیری قوم اس سے انکار کرتی ہے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ اس قسم کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد ارشاد میں فرماتے ہیں کہ یہ اخبار سنی و شیعہ نے برابر نقل کیے ہیں کسی کو ان سے انکار نہیں عناد رکھنے والے ہی امیر المومنینؑ کے جنوں سے ملاقات کرنے اور ان کا شر مسلمانوں اور رسول اللہ سے دفع کرنے کو بعید جانتے ہیں اور شیعوں کی بنائی ہوئی باتیں کہہ کر ان پر مضحکہ کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ یہی اعتراض بعیدہ زندیق و دشمنان اسلام، قرآن و حدیث پر کر سکتے

ہیں۔ جن میں جنوں کے موجود ہونے اور رسول اللہ پر ایمان لانے کی خبر دی گئی ہے چنانچہ یہ قصہ سورہ جن میں موجود ہے اور عبد اللہ بن مسعود صحابی سے صحیح وثابت ہے کہ انہوں نے لیلۃ الجن میں جنات کو زطون (۱) کی شکل میں دیکھا پس ایسے ہی اعتراض کفار سورہ جن اور حدیث ابن مسعود پر بلکہ دیگر معجزات و خوارقِ عادات رسول خدا پر مثل چاند کے دو ٹکڑے کرنے اور انگشتان مبارک سے پانی جاری ہونے اور سنگریزوں کے آنحضرتؐ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے وغیرہ وغیرہ پر کر سکتے ہیں پس دشمنانِ امیر المومنینؑ کہ آنحضرتؐ کی اس فضیلت کا انکار کرتے ہیں درحقیقت اسلام کی بنیاد کھوکھلی کرتے ہیں گویا آنحضرتؐ کی مخالفت کے پردے میں ان کو اسلام کی دشمنی منظور ہے کہ طہدین اور دہریوں کو اس پر اعتراض کی راہ بتاتے ہیں۔ حضرت رسول خدا صلح حدیبیہ سے واپس آ کر کوئی بیس روز ہی مدینہ میں ٹھہرے ہوں گے کہ شروع محرم ۶ھ میں آپ کو خیبر پر چڑھائی کرنی پڑی۔ غزوہ خیبر: یہ لڑائی یہودیوں کے ساتھ تھی۔ اس کو غزوہ بنی نصیر و بنی قریظہ کا نتیجہ و ثمر سمجھنا چاہیے۔ مقام خیبر مسکن یہود مدینہ سے چار منزل کے فاصلہ پر تھا۔ اس میں سات قلعے محکم و استوار موسوم بہ ناعم (۱)، قنوص (۲)، کمیہ (۳)، شق (۴)، لظاظ (۵)، نطیح (۶)۔ سلام (۷)۔ دس ہزار مردان کار زار و اسباب و سامان بے شمار سے بھرے ہوئے تھے۔ علاوہ برائیں بنی عطفان اہل خیبر کے ہم عہد و سوگند، ان سے دو فرسخ یعنی چھ کوس کے فاصلہ پر رہتے تھے۔ ان میں بھی چار ہزار مرد جنگ جو سے کم نہ ہوں گے۔ حضرت رسول خدا کل چودہ سو آدمیوں کے ساتھ اس انبوہ کثیر کے مقابلے کو چلے۔ مدینہ کے یہود مسلمانوں پر طنز کرتے تھے کہ محمدؐ نے خیبر کو بھی بنی نصیر و قریظہ سمجھا ہے وہاں جا کر دیکھیں گے کہ فتح خیبر کوئی آسان کام نہیں عبد اللہ بن ابی، منافق نے یہودیوں کو کہلا بھیجا کہ تمہارے پاس سپاہ و اسباب وافر ہے خوب جی کھول کر لڑو محمدؐ ہرگز تمہارے جوڑ کے نہیں۔ یہودی پہلے ہی سے اپنے ساز و سامان پر نازاں تھے اس پیغام سے اور بھی پھول گئے اور انھوں نے قاصد بھیج کر غطفانیوں کو بھی اپنی مدد پر طلب کیا۔ مگر حق تعالیٰ کو اسلام کا بول بالا کرنا منظور تھا اور یہ فتح اس جل شانہ نے روز ازل سے حضرت امیر خیبر گیر کے نام پر لکھ دی تھی۔ ان کا مال و رجاں کچھ بھی کام نہ آئے اور جو خدا نے چاہا ہو کر رہا۔ چنانچہ روایت ہے کہ علم شکر اس روز بھی حسب دستور امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت رسول خدا کو بہت خیال اس بات کا تھا کہ کسی طرح ایسی راہ سے جائیں کہ بنی عطفان اور خیبر کے بیچ میں حائل ہوں اور ان کو باہم ملنے نہ دیں لیکن بنی عطفان اپنے منزل و مکان سے نکلے تو ان کو پیچھے سے ایک آہٹ محسوس ہوئی گمان کیا کہ مسلمان ان کے گھروں کو تاخت و تاراج کرنے آئے ہیں

(۱) زط کا لے رنگ کا آدمی زنجیار وغیرہ کا رہنے والا چوں کہ جن سیاہ بھوتوں کی شکل میں نظر آتے تھے اس لئے ان سے تشبیہ دی گئی اور قاموس میں ہے کہ لفظ زط معرب و مبہل جت یا جات کا ہے کہ ہندوستان کی ایک قوم کا نام ہے ۱۲ء۔

پس وہ ویسے ہی اُلٹے پھر گئے۔ بروایت منادی غیب نے ان کے درمیان آواز دی کہ اے بنی غطفان اپنے مسکن کو واپس جاؤ بہ تحقیق کہ غنیم تمھارے اہل و عیال پر چڑھ آیا ہے وہاں جا کر دیکھا تو کسی کو نہ پایا جانا کہ یہ آواز خدا کی طرف سے تھی ادھر رسول خدا قریب پہنچ کر ایک مقام پر درمیان درختان خرما تر کر خیمہ زن ہوئے اگلے روز بوقت ظہر حضرت کے منادی نے آواز دی۔ لوگ جمع ہوئے تو دیکھا کہ ایک مرد آپ کے پاس بیٹھا ہے فرمایا کہ میں اس درخت کے نیچے سو رہا تھا کہ یہ آ کر میری تلوار میان سے لے کر میرے سر ہانے کھڑا ہوا میں بیدار ہوا تو بولا اے محمد اُس وقت کون تم کو میرے ہاتھ سے نجات دے سکتا ہے میں نے کہا میرا خدا پس تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور اسی طرح خاموش بے حس و حرکت بیٹھا ہے غرض حضرت نے اس کا قصور معاف کیا اور بیس روز تک یہودیوں کا محاصرہ کیے رہے اس عرصہ میں امیر المومنین کو درد چشم شدید عارض ہوا۔ مسلمان قلعہ کے پاس جاتے اور سنگ و تیر سے ان کے ساتھ جنگ کرتے یہودی اندر سے جواب دیتے۔ معجزہ حضرت رسالت پناہ بروز خیبر: روایت ہے کہ سب سے محکم و مضبوط قلعہ ان کا قوص تھا۔ اس کے گرد ایک خندق کھودی ہوئی تھی۔ مرحب یہودی کہ شجاعت و جوان مردی میں رستم وقت شمار ہوتا تھا۔ اور کثرت طاقت و ثروت کی وجہ سے یہودیوں کا سردار گنا جاتا تھا ہر روز مع فوج قلعہ قوص سے باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتا حضرت رسول خدا ابو جہر درمیان دنوں بنفس نفیس معرکہ جہاد میں حاضر نہ ہوتے ایک سردار کو مہاجر و انصار سے فوج و علم دے کر اس کے مقابلے کو بھیجتے چنانچہ پہلے دن سعد بن عبادہ انصاری کو بھیجا سعد نے میدان میں جا کر خوب داؤد لاوری دی تا انیکہ زخمی ہوئے مگر قلعہ فتح نہ کر سکے ناچار واپس آئے دوسرے روز حضرت ابو بکر گئے ناکام پھر تیسرے دن عمر خطاب آگے بڑھے لیکن تاب مقابلہ نہ لا کر خائف و ترساں روگرداں ہوئے۔ بروایت دیگر اول روز عمر پھر ابو بکر تیسرے روز پھر عمر تشریف لے گئے مگر کوئی کار نہ کر سکے۔ ابن ابی الحدید کہ علماء معتزلہ اہل سنت سے ہے چند اشعار میں اس واقع کا ذکر کرتا ہے۔ دو شعر ان سے یہ ہیں۔

وَإِنْ أَنَسَ لَا أَنَسَ الَّذِينَ قَدَّمَا

وَفَرَّهَمَا وَالْفَرَقْدَ عَلِمَا حُوبُ

وَلِلرَّايَةِ الْعُظْمَى وَقَدْ ذَهَبَا

مَلَا بِسُّ ذُلٍ فَوْقَهَا وَحِلَا يَنْبُ

کہتا ہے کہ، اگر میں تمام باتیں بھلا دوں تو ان دو شخصوں کے بھاگنے کو تو نہ بھولوں گا جنھوں نے سبقت کی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ الحاصل تیسرے روز جب کہ حضرت عمر خطاب میدان جنگ سے واپس

آئے تو حضرت رسالت پناہ نے باواز بلند فرمایا۔ لا عطين الراية غداً رجلاً کو ارا غیر فرار
 يحب الله ورسوله ويحب الله ورسوله يفتح الله على يديه۔ یعنی کل میں علم لشکر اس
 مرد کو دوں گا کہ لڑنے والا ہے بھاگنے والا نہیں خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں حق
 تعالیٰ اس لڑائی کو اس کے ہاتھ پر فتح کرے گا۔ یہ حدیث جہاں تک دیکھا جاتا ہے کتب اہل سنت میں متواترات سے
 ہے تمام محدثوں اور جملہ مورخوں نے اس کو نقل و روایت کیا ہے ہاں بعض معصوبوں نے فقرات حدیث میں کاٹ چھانٹ
 کی ہے، سو وہ جانیں، ہمارے نزدیک تو مفت کا وبال گردن پر لیا ہے۔ امیر المومنین کا خدا اور رسول کو اور خدا اور رسول کا ان
 کو دوست رکھنا اس کو انھوں نے بالاتفاق روایت کیا ہے اور کیوں کر نہ کرتے ایسی باتیں روایت نہ کرتے تو حجت خدا
 کیوں کر تمام ہوتی **وَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ** القصہ حدیث مذکور زبان مبارک حضرت رسالت سے سن کر ہر ایک کو
 اس کی آرزو ہوئی کہ علم لشکر مجھ کو ملے۔ چونکہ امیر المومنین بوجہ آشوب چشم جہاد پر جانے کے قابل نہ تھے اس لیے بہت
 سوں کو امید کرنے کا موقع ملا بریدہ بن الحصیب کہتا ہے جو کوئی آنحضرت سے ادنیٰ تقرب رکھتا تھا وہ بھی اس رات
 امیدوار تھا کہ علم مجھ کو ملے اور فتح میرے ہاتھ پر ہو۔ حضرت عمرؓ بآد جود یکہ اپنے تئیں جانتے اور دوبار آ زما چکے تھے مگر وہ
 بھی اس تمنا سے خالی نہ تھے چنانچہ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو آرزوئے امارت نہیں ہوئی الا اس رات امیر المومنین کو
 یہ حال معلوم ہوا تو کہا **اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ** خداوند اجو چیز تو دینا چاہے
 اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس کو تو منع کرے کوئی اس کے دیئے پر قادر نہیں۔ غرض صبح ہوئی تو آفتاب نبوت نے افق
 خیمہ سے طلوع کیا اور علم سفید سامنے درخیمہ کے نصب ہوا۔ اس وقت ہر ایک اپنے آپ کو دکھلاتا اور آنحضرت کی نظر
 میں لاتا تھا تا کہ آپ اس کی طرف التفات کریں۔ سعد و قاص کہتے ہیں کہ میں چند بار آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھا
 اور پھر اٹھا، تا کہ علم لشکر مجھ کو ملے۔ مگر حضرت نے فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہے۔ صدائیں چار طرف سے بلند ہوئیں
 کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ اور شدتِ درد سے اپنی پشت پائیک نظر نہیں کر سکتے۔ فرمایا ان کو یہاں لاؤ حسبِ الحکم لوگ
 ہاتھ پکڑ کر سامنے لائے رسول خدا نے پوچھا یا علی کیا حال ہے عرض کی یا رسول اللہ آنکھیں نہیں کھلتی ہیں اور سر میں درد
 شدید ہے۔ آپ نے بکمال شفقت بزرگانہ سر مبارک امیر المومنین کو اپنے زانو پر رکھا اور آپ دہن اپنا ان کی آنکھوں
 پر ملائی الفور آنکھیں کھل گئیں بلکہ پہلے سے زیادہ روشن ہو گئیں اور درد سر جاتا رہا پس حضرت نے فرمایا۔ **اَللّٰهُمَّ**
اِذْهَبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبُؤْسَ بار الہا حاضر سر ماوگر ماسے علی کو نگاہ رکھ۔ مدارج النبوة میں ہے چونکہ غزوہ خیبر سخت
 گرمی کے موسم میں تھا اس لیے حدتِ حرارت سے بچنے کے لیے دعا کی بہر کیف اس کے بعد برکت دعا خاتم المرسلین

شیر خدا نے سردی و گرمی سے کبھی ایذا نہ پائی سخت سے سخت گرمی میں جامہ پنہ دار پہن لیتے اور پروانہ کرتے کڑکتے جاڑے میں باریک کپڑے زیب تن فرماتے اور خبر تک نہ ہوتی۔ نیز لکھا ہے کہ بعد ازاں مدت العمر آنحضرت کو دردِ سر و درِ چشم عارض نہ ہوا۔ القصہ علم لشکر حضرت فاتح خیبر کو عنایت ہو کر اذنِ جہاد ملا۔ محمد ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں روایت کی ہے کہ رسول خدا نے اس روز اپنا ملبوس امیر المومنین کو مرحمت کیا اور عمامہ مبارک ان کے سر پر باندھا اور اپنے فخر پر سوار کر کے کہا یا علیؑ جاؤ جبریل تمہارے داہنے، میکائیل بائیں، عزرائیل آگے اور اسرافیل پیچھے چلیں گے اور میری دعا تمہارے ساتھ ساتھ ہوگی اور نیز فرمایا اے علیؑ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایلیا نام ایک شخص ان کو ہلاک کرے گا۔ پس تم اپنا نام علیؑ ان کو بتلانا کہ علیؑ و ایلیا ایک ہی لفظ ہے۔ اس کو سن کر انشاء اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا ہوں گے۔ امیر المومنین نے عرض کی یا رسول اللہ علیؑ مَاذَا قَاتِلُ کہ کس بات پر ان سے جنگ کروں فرمایا جنگ کر جب تک کہ شہادتِ دین و وحدانیتِ خدا اور میری رسالت کی۔ جب یہ شہادت دیں تو ان کا خون و مال ہم پر حرام ہے۔ بروایتِ فرمایا یا علیؑ پہلے ان پر اسلام کو عرض کرو قسم بخدا کہ اگر ایک نفس بھی تیرے ہاتھ پر ہدایت پائے تو بہتر ہے شترانِ سرخ سے کہ راہِ خدا میں ان کو خیرات کرے۔ الغرض امیر المومنین علم لے کر روانہ ہوئے تا انیکہ زیرِ قلعہ قوص جا کر ایک بلند جگہ پر اس کو نصب کیا۔ معارج النبوۃ وغیرہ میں ہے کہ اس وقت ایک عالم نے علماء یہود سے بالائے قلعہ سے پکار کر کہا کہ تو کون ہے حضرت نے فرمایا۔

أَنَا عَلِيٌّ وَابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

مُهَذَّبٌ دُوسَطَوَةٌ وَدُؤُوعَصَبٍ

قتلِ حارث: یعنی میں علیؑ پر عبد المطلب کا تہذیب یافتہ صاحبِ قہر و غضب ہوں یہودی نے نام علیؑ سنا تو چلا یا غلبتکم وَمَا أُنْزِلَ عَلَيَّ مُوسَىٰ۔ مغلوب ہوئے تم قسم ہے تو ریت کی جو موسیٰ پر نازل ہوئی۔ اور رعب آنحضرت کا یہودیوں پر چھا گیا۔ پس اول جس نے میدانِ جنگ میں قدم رکھا وہ حارث برادرِ مرحب تھا فوجِ یہود کے ساتھ قلعہ سے نکل کر لشکرِ اسلام پر حملہ آور ہوا۔ اس حملہ میں مسلمانوں سے دو مرد شہید ہوئے امیر المومنینؑ یہ دیکھ کر مثلِ شہباز اس کافر کے سر پر آئے۔ جنگِ مرحب: اور بیک ذوالفقار کھیرے گھڑی کی طرح اس کو دو ٹکڑے کیا مرحب بھائی کے مارے جانے پر شیرِ غضب ناک کی طرح قلعہ سے نکلا یہ مرحب قومِ یہود میں بے مثل دیکھائی دیتا تھا اس وقت دوزرہ بدن میں اور دو عمامے سر پر رکھتا تھا کہ ان کے اوپر خود اور خود پر ایک سنگ کلاں سوراخ کر کے رکھا تھا صرف بھالا اس کے نیزے کا تین من وزن کا بیان کیا گیا ہے۔ غرض مرحب حیدر کرار کو دیکھ کر جوش و خروش کرنے اور یہ رجز پڑھنے لگا۔

قَدْ عَلِمْتَ خَيْبَرَ اَنْتِ مَرْحَبُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطْلَ مَجْرَبُ

یعنی یہود ان خیر جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں سلاح سے غرق آہن و پہلوان جنگ آزمودہ ہوں۔ امیر المومنین نے اس کے جواب میں ایک رجز پڑھا اول شعر اس کا یہ ہے۔

اَنَا الَّذِي سَمَّيْتَنِي اُمِّي حَيْدَرَهُ
ضُرْعَامِ اجَامٍ وَلَيْتَ قُسُورَهُ

یعنی میں ہوں وہ شخص کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے، شیر آجام یعنی بنوں کا رہنے والا، اور شیر بہر ہوں۔ لکھا ہے کہ مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شیر اس کو ہلاک کرتا ہے امیر المومنین نے رجز میں اپنا نام، باعجاز، حیدر یعنی شیر بتلایا تو اس کو اپنے خواب کی تعبیر معلوم ہوئی۔ بروایت شیخ ابو جعفر طوسی اس کی ایک دایہ کا ہنہ تھی کہ بوجہ جسامت و شجاعت کے مرحب کو بہت چاہتی تھی۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ جس کے ساتھ چاہے جنگ کرنا کہ تو سب پر غالب آئے گا۔ الا جس کا نام حیدر ہو اس کے پاس نہ جانا کہ مارا جائے گا۔ اس وقت، نام حیدر کا امیر المومنین سے سنا تو بہت گھبرایا اور بے تحاشا بھاگا راہ میں شیطان بصورت ایک عالم یہود کے اس کو ملا پوچھا کہاں جاتا ہے مرحب نے قصہ دایہ کا اس کے رو برو بیان کیا شیطان نے کہا قَبَّحَ اللَّهُ وَجْهَكَ زُشْتِ ہو تیری رو، تو ایک عورت کے کہنے سے معرکہ جنگ سے روگرداں ہوتا ہے۔ حالانکہ عورات کی باتیں اکثر غلط و خطا ہوتی ہیں بالفرض اگر صحیح بھی ہو تو دنیا میں حیدر نام بہت سے اشخاص ہیں کیا ضرور ہے کہ یہ وہی حیدر ہو جس کے ہاتھ پر تجھے قتل ہونا ہو لوٹ جا کہ میں مردان یہود کو تخریص جنگ کر کے تیرے پیچھے بھیجتا ہوں نتیجتاً مرحب اپنی قتل گاہ کو پھرا، اور آتے ہی چاہا کہ حضرت امیرؑ پر وار کرے مگر آپ نے پیش دستی کر کے ذوالفقار اس پر چلائی کہ سنگ و خود اور دستار کو، مع اس کے سر کے کاٹ کر زین تک پہنچی اور اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ کتاب مشارق الانوار میں روایت کی ہے کہ امیر خیر گیر نے مرحب کو قتل کیا، تو جبریل تعجب کنان، حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے باعثِ استعجاب دریافت کیا تو انھوں نے کہا اے محمدؐ ملائکہ مقام ملکوت میں اس وقت لَا فَتَى إِلَّا عَلَيَّ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ۔ کا تکرار کر رہے ہیں۔ میرے تعجب کا یہ باعث ہے کہ مجھ کو حکم تھا کہ قوم لوط کو ہلاک کر دوں پس ان کے سات شہروں کو طبقہ ہفتم زمین سے اکھاڑا اور اپنے بازوؤں پر اٹھایا اور اس قدر بلند کیا کہ اہل آسمان آوازِ مرغان و صدائے گریہ اطفال سنتے تھے، صبح تک بازوؤں پر لیے منتظر حکم ربانی کھڑا رہا ان کی سنگینی مجھ کو محسوس نہ ہوئی۔ الا آج کہ علیؑ نے اللہ اکبر کہہ کر اذروئے غضب ضربت

حیدری مرحب پر لگائی تو مجھ کو حکم ہوا کہ زیادتی طاقت آنحضرتؐ کو اپنے بازوؤں پر روکوں کہ مبادا گاؤز میں تک اس کا صدمہ پہنچے اس ضربت کی سنگینی ان شہروں کی سنگینی سے اپنے پروں پر زیادہ پاتا ہوں۔ حالانکہ میکائیل و اسرافیل بحکم رب جلیل پیچھے سے آنحضرت کے بازو کو تھامے ہوئے تھے۔ روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ اس روز سات مرد بہادران و شجاعان یہود سے امیر المومنینؑ نے اپنے ہاتھ سے قتل کیے بقیۃ السیف قلعہ کی طرف بھاگے حضرت نے ان کا تعاقب کیا اس وقت ایک یہودی نے مڑ کر ایک ضربت آپ کے ہاتھ پر لگائی کہ سپرد دست حق پرست سے گر گئی دوسرے نے جرأت کی ڈھال اٹھا کر بھاگا۔ حضرت کو غیظ آیا اور ان پر ایک حملہ حیدری کیا یہود قلعہ میں گھس گئے اور پل خندق سے اٹھا کر، دروازہ کہ آہنی تھا بند کر لیا حضرت بیک جست در قلعہ پر پہنچے اور بزور ید اللہی اس در آہنی کو اکھاڑ کر بجائے سپر ہاتھ میں لے لیا اور جہاد کرتے تھے۔ حتیٰ کہ صدائے الامان یہود سے بلند ہوئی اس وقت آپ نے کواڑ کو اپنی پشت کی طرف پھینکا چالیس ہاتھ پر جا کر گرا، سات جوانوں نے مسلمانوں میں سے چاہا کہ اس کو حرکت دیں ذرا نہ ہلا سکے۔ چالیس آدمی مل کر اس کو پلٹنا چاہتے تھے قادر نہ ہوئے۔ بروایت روضۃ الصفا ستر اشخاص نے اٹھانا چاہا نہ اٹھا سکے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ اصحاب رسولؐ سے ستر آدمی گئے اور اس در کو جگہ سے نہ ہلا سکے۔ علیؑ ہذا اس کے وزن میں بھی اختلاف کیا ہے۔ صاحب معارج النبوۃ آٹھ سو من پختہ کا لکھتے ہیں۔ روضۃ الصفا میں تین ہزار من تک کی روایت نقل کی ہے۔ معارج النبوۃ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس وقت امیر المومنینؑ نے درخبر کو اکھاڑنے کے لیے جنبش دی تو تمام قلعہ میں زلزلہ پڑ گیا حتیٰ کہ صفیہ بنت جحیٰ اخطب کہ اپنے تخت پر بیٹھی تھی سرگوں زمین پر گری اور اس کے منہ میں چوٹ آئی کہ نشان اس کا باقی رہا۔ جابر انصاری کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے درخبر کو ہاتھ میں لے کر خندق کا پل بنا دیا کہ مسلمان اس پر سے گزر کر داخل قلعہ ہوئے۔ ابو عبد اللہ جدلی کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ نے مجھ سے نقل کیا کہ میں نے درخبر کو اکھاڑ کر ہاتھ میں لیا اور یہودیوں سے جنگ کرتا تھا تا انیکہ بفضل خدا ان کو شکست دی پھر اس کو خندق کے اوپر مثل پل کے ہاتھ میں لیے رہا حتیٰ کہ مسلمان اس پر سے گزر گئے۔ پس اس کو دور پھینک دیا کسی نے کہا یا امیر المومنینؑ بڑا بھاری بوجھ آپ نے اٹھایا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ مجھ کو اس ڈھال سے کہ میرے ہاتھ میں تھی زیادہ بھاری معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور نیز حضرت فرماتے تھے کہ میں نے درخبر کو اکھاڑ کر دور پھینکا تو یہ امر قوت بدنی اور حرکت غذائی سے نہ تھا بلکہ میں موید تھا ساتھ قوت ملکوتی اور نفس نورانی کے کہ نور پروردگار سے منور تھا اور میں رسول خدا ﷺ سے بمنزلہ ایک چراغ کے ہوں کہ دوسرے چراغ سے روشن کریں۔ بخدا اگر تمام عرب میرے مقابلے پر تل جائے تو ذرا منہ نہ موڑوں اور موقع ملے تو تمام منافقوں کی گردنیں کاٹ ڈالوں بہ تحقیق کہ جو شخص مرنے سے نہیں ڈرتا

اور ہمیشہ آرزوئے مرگ میں رہتا ہے وہ لڑائی سے کیوں کر بھاگے گا۔ مجلسی علیہ الرحمہ بعد نقل قصہ حیات القلوب کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کا لڑائی سے فرار کرنا اور حضرت رسولؐ خدا کا اس کے بعد یہ فرمانا کہ میں علم اس شخص کو دوں گا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھے اور خدا اور رسولؐ اس کو دوست رکھیں۔ متواترات سے ہے بخاری و مسلم وغیرہ محدثین اہل سنت نے اس کو اپنی اپنی کتابوں سے روایت کیا ہے اور نیز اکثر مناقب و مفاخر آنحضرتؐ کے کہ یہاں نقل ہوئے۔ ان کی معتبرہ کتب میں مذکور ہیں پس جس کو تھوڑی سی تمیز بھی ہو تو اس کے نزدیک یہی ایک واقعہ آنحضرتؐ کے استحقاق خلافت کے لیے کافی ہے اس لیے کہ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ جب حضرتؐ ان کے بھاگنے کے بعد فرمائیں کہ کل میں علم اس شخص کو دوں گا جس میں یہ صفات ہوں گے تو اس سے ظاہر ہے کہ مراد آنحضرتؐ کی یہ ہے کہ فرار ہونے والے ان صفات سے عاری ہیں پس جو شخص کہ خدا اور رسولؐ کو دوست نہ رکھے اور خدا اور رسولؐ اس کو دوست نہ رکھیں تو وہ کیوں کر خلیفہ خدا و پیشوائے دین و دنیا ہو سکتا ہے۔ القصہ اہل قوص و دیگر اہل خیبر نے یہ امر غریب حضرت مظہر العجائب والغرائب سے مشاہدہ کیا تو بالاحاج و زاری طالب امان ہوئے شاہ ولایت پناہ نے باجائز حضرت رسالت ان کو امان دی بدیں شرط کہ کوئی شخص بجز اس و چچی اپنے ساتھ دوسری چیز نہ لے جائے باقی تمام مال و اسباب جملہ سلاح مسلمانوں کے لیے ہے اور فرمایا زہار کہ کوئی شے اپنے پاس پوشیدہ نہ رکھیں کہ اگر بعد کو ظاہر ہوگی تو مالی مسروق تصور ہو کر امان باطل ہو جائے گی اس فتح سے غنیمت عظیم مسلمانوں کے ہاتھ آئی کہ اس سے پہلے کبھی ہاتھ نہ آئی تھی صاحب مدارج کہتے ہیں کہ سوزرہ چار سو تلواریں ہزار نیزے پانچ سو کمانیں صرف قلعہ قوص سے کہ کنانہ ابن ابی الحقیق اس کا سردار تھا ملے دیگر مال و اسباب کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے پھر باقی قلعوں کے غنائم کو دیکھنا چاہیے۔ حضرت رسولؐ خدا کو فتح خیبر کی خبر پہنچی تو خوشی خوشی خیمہ سے نکل کر متوجہ قلعہ ہوئے امیر المومنینؑ نے بیرون در تک آپؐ کا استقبال کیا نزدیک پہنچے تو حضرتؐ نے آنغوش شفقت میں لیا اور پیشانی نورانی آنحضرتؐ پر بوسے دیے پھر فرمایا قَدْ بَلَّغْنِي بِنَاءِ لَكَ الْمَشْكُورُ وَصَنِيعَكَ اَلذِّكُورُ قَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ وَرَضِينَا اَنَا عَنْكَ یعنی میں نے تیری سعی مشکور اور شجاعت مشہور کا حال سنا ہے تحقیق کہ اے علیؑ خدا تجھ سے خوشنود، اور میں راضی ہوں امیر المومنینؑ نے یہ کلمات زبان حقائق ترجمان آنحضرتؐ سے سنے تو رقت آپؐ پر طاری ہوئی رسولؐ خدا ﷺ نے فرمایا یا علیؑ تیرے اس وقت رونے کا کیا باعث ہے، عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ گریہ شادی ہے کیوں کر شاد نہ ہوں میں، جب کہ آپؐ مجھ سے رضا مند ہوں، رسولؐ خدا نے مکرر فرمایا یا علیؑ نہ تنہا میں تجھ سے راضی ہوں بلکہ حق تعالیٰ و جبریل و میکائیل و دیگر ملائکہ جلیل تجھ سے راضی ہیں۔ لیکن بس ہے تیرے لیے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰؑ سے الا یہ کہ میرے بعد کوئی بنی نہیں یا علیؑ تو میرے فرضوں کو ادا کرے گا اور میری

سنت پر جنگ کرے گا۔ آخرت میں سب سے زیادہ مجھ سے نزدیک ہوگا اور فردائے قیامت میں میرا خلیفہ ہوگا، حوض کوثر پر اور تو ہی سب سے پیشتر کوثر پر وارد ہوگا، اور تمام امت سے پہلے بہشت میں جائے گا۔ تیرے شیعہ بہشت میں منبر ہائے نور پر چمکتے ہوں گے۔ حقیر مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کا جس کو سوائے اخطب خوارزم موفق بن احمد کی کے دیگر مشاہیر علمائے اہل جماعت و احدی و نیشاپوری وغیرہ نے روایت کیا ہے ایک شیعہ بھی متضمن ہر فضائل عالیہ امیر المومنین موجود ہے جس کو ہم نے بظہر اختصار اس مقام پر نقل نہیں کیا۔ لیکن امام احمد بن حنبل نے مقدار مذکورہ بالا میں بھی قطع برید کی ہے انھوں نے جس قدر اپنی مسند میں روایت کی ہے وہ یہ ہے والذی نفسی بیدہ لولا ان يقول طوائف من امتی فیک ما قالت النصار فی ابن مریم لقلت الیوم فیک مقالة لا تمر بملاء من المسلمین الاخذ التراب من تحت قدمیک للبرکت مگر طالب حق کے لیے جو کچھ امام صاحب لکھ گئے ہیں وہ بھی کافی و وافی ہے۔ کہتے ہیں کہ کنانہ بن ابی الحقیق رئیس خیبر کو جڑاؤ سنہری زیورات اپنے باپ سے میراث میں پہنچے تھے جو ایک بکری کی کھال میں سماتے تھے بعد ازاں بڑھتے بڑھتے پوست گاؤ کی مقدار کو پہنچ گئے اس پر بھی ترقی ہوئی تو جلد شتر میں رکھے جانے لگے۔ چوں کہ اہل مکہ گاہ شادی بیاہ کے موقعوں پر ان زیورات کو کنانہ سے کرایہ پر منگایا کرتے تھے اس لیے حضرت رسول خدا ان سے واقف تھے خیبر فتح ہوا تو آپ نے اس زر و جواہر کا حال دریافت کیا یہودی لگے حیلے حوالے بتانے اور ٹالنے حضرت نے فرمایا اگر مجھ کو معلوم ہوا کہ تم نے یہ مال مجھ سے چھپایا ہے تو امان تم سے اٹھ جائے گی یہ قول و قرار ہو گیا آخر وحی آسمانی نے یہودیوں کا کید کھول دیا اور وہ مال بکنہ ایک خرابے سے زمین میں گڑا ہوا ملا۔ اب حسب قرار و امان ان سے برطرف ہوئی۔ خود کنانہ ایک مسلمان کے قصاص میں مارا گیا اور اس کی بیوی صفیہ بنت جحی اخطب مع دیگر زنان یہود بندی میں آئی صفیہ چوں کہ زن صاحب جمال سترہ سالہ امیر کی بیوی، امیر کی بیٹی تھی اور سلسلہ نسب اس کا حضرت ہارون بنی تک پہنچتا تھا اس لیے مسلمانوں کی یہ صلاح ہوئی کہ وہ حضرت رسالت پناہ کے لیے مخصوص ہو پس صفیہ خاتون داخل زوجات عالیات ہوئیں اور ان کا مہران کی آزادی قرار پایا یہ صفیہ وہی بی بی ہیں کہ امیر المومنینؑ کی باب خیبر کو جنبش دینے کے وقت دہشت کھا کر اوندھے منہ زمین پر گر گئیں اور ان کے چہرے پر خراش آئی بروز زفاف حضرت رسول خدا نے اس خراش کا سبب ان سے پوچھا تو انھوں نے تمام قصہ تخت سے گرنے اور چوٹ کھانے کا آپ کے رو برو بیان کیا حضرت نے سن کر فرمایا اے صفیہ علیٰ کا مرتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک عظیم ہے۔ جب انھوں نے درخیبر کو پکڑ کر ہلایا تو زمین اور آسمان عرش اعلیٰ تک ان کے غصہ سے لرز گئے۔ القصہ حضرت نے یہودیوں کی دوبارہ جان بخشی کی نہ صرف جان بخشی بلکہ تمام باغ اور کھیت اس

ملک کے ان کودے دیے کہ نصف محاصل اس کا حضرتؑ کو دیا کریں باقی نصف بونے جوتنے کی اجرت میں وہ کھالیں اس طرح غزوہ خیبر کا خاتمہ ہوا۔ فتحِ فذک: فذک کا علاقہ گوآبادی میں خیبر کے برابر نہ تھا مگر حاصل خیزی میں اس سے کم تر نہ تھا، خیبر کی یہ صورت ہوئی تو اہل فذک خوف کھا کر خود طالبِ صلح ہوئے۔ امیر المومنینؑ بنفس نفیس وہاں تشریف لے گئے اور ان کو امان بخشی، چون کہ فذک بغیر فوج کشی اور جنگ و جدل کے ہاتھ آیا تھا۔ اس لیے بموجبِ نصِ قرآن، رسول اللہ کا خالص مال ہوا پس جبریل امین نازل ہوئے۔ اور آیہ شریفہ **وَإِلَىٰ ذَٰلِكَ قُرْبَىٰ حَقُّهُ** لائے حضرت رسول خداؐ نے پوچھا یا انی جبریل میرے ذوالقربیٰ یعنی قرابت دار کون ہیں اور حق ان کا کیا ہے کہا کہ ذوالقربیٰ فاطمہ زہراءؑ اور حق ان کا فذک ہے، وہ ان کو عطا کرو، بنا بریں حضرتؑ نے فذک فاطمہؑ کو مرحمت فرمایا۔ اور اس ضمن میں ایک وثیقہ لکھ دیا اس وقت سے وہ معصومہ فذک پر قابض و متصرف تھیں حتیٰ کہ بعد وفات حضرت رسالت پناہ خلیفہ اولؑ نے اس معصومہ سے واپس لے لیا، معارج النبوة میں کتاب مقصد اقصیٰ سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فاطمہ کو فذک کا وثیقہ لکھ دیا تھا۔ فاطمہ اس کا غزوہ بعد رحلت رسول خدا ابو بکرؓ کے پاس لائیں اور کہا یہ کتبہ حضرت رسول خدا کا ہے کہ میرے اور حسین کے نام لکھا ہے یہ قصہ آگے اس کتاب میں اپنے مقام پر مفصل لکھا جائے گا۔ آمد جنابِ جعفر طیار برادرِ عالی وقار جنابِ حیدر کرار از حبشہ اور ان کی شہادت: قبل از ہجرت مدینہ، چند اصحاب حضرت رسالت مآب، قریش مکہ کی زیادتیوں سے تنگ آ کر جعفر طیارؑ امیر المومنینؑ کے بڑے بھائی کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ اب کہ مدینہ منورہ ہجرت گاہِ خیر الانام قرار پایا اور اندھیرا کفر کا فروغ اسلام کے سامنے دن بدن کا فور ہونے لگا تو حضرت رسول خداؐ کو مہاجرین حبشہ کا فکر ہوا چنانچہ قبل روانگی غزوہ خیبر ایک خط نجاشی بادشاہ حبشہ کو لکھ کر اس کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ اور اپنے اصحاب کو اس سے واپس مانگا نجاشی کو نامہ معبر شامہ حضرت کا ملا تو صدق دل سے ایمان لایا۔ اور اصحاب کو خلعت ہائے فاخرہ اور بہت سے تحائف دے کر روانہ درگاہ کیا، یہ قافلہ فتح خیبر کے روز خدمتِ بابرکت میں پہنچا اپنے بچازاد بھائی جعفر طیارؑ کی آمد کی خبر سن کر حضرت رسول خداؐ شاد ہو گئے اور جوشِ سرور میں فرمایا۔ **لَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا أَسْرُ بِفَتْحِ خَيْبَرٍ أَمْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ** میں نہیں جانتا کہ ان دونوں باتوں میں کس سے زیادہ خوش ہوں خیبر کے فتح ہونے سے یا جعفرؑ کے آنے سے اور چند قدم آگے بڑھ کر جعفرؑ کا استقبال کیا اور ان کو گلے لگایا پھر تمام مہاجرین حبشہ کو خیبر کے مالِ غنیمت سے حصہ دیا اور جعفر طیارؑ کو اس کے علاوہ نماز تسبیحات تعلیم فرمائی کہ دنیوی انعام و اکرام سے کہیں زیادہ تھی۔ یہ نماز شیعوں میں رائج و مسلّمہ ہے۔ اور کتبِ شیعہ میں مذکور و مشہور، غرض جعفرؑ مدینہ میں حاضر خدمت رسول اللہ تھے تا اینکه اگلے سال جنگِ موتہ میں امیر لشکر ہو کر گئے اور وہیں اس جناب نے شہادت پائی۔ فضائلِ جعفر

طیار برادر امیر المومنین: بروایت صاحب استیعاب عمر جعفرؓ کی اکتالیس سال کی ہوئی۔ ابن ابی الحدید نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ آدمی مختلف شجروں سے پیدا ہوئے ہیں الا میں اور جعفرؓ کہ ہماری خلقت شجرہ واحد سے ہے اور جعفرؓ کی طرف دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ **أَنْتَ أَشْبَهُ النَّاسِ بِخَلْقِي وَخَلْقِي** کہ اے جعفرؓ تم از روئے خلقت و خلق سب سے زیادہ مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔ لکھا ہے کہ خمر شہادت جعفر طیارؓ مدینہ میں آئی تو حضرت رسول خدا ان کے گھر پر تشریف لے گئے اور عبد اللہ وعون و محمدؓ پسران جعفرؓ کو پاس بلا کر پیار کیا اور ان کی سر پر ہاتھ پھیرتے تھے اسماء بنت عمیس زوجہ جعفرؓ نے کہا، یا رسول اللہ آپ اس طرح ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں گویا یہ یتیم ہو گئے، فرمایا واقعی اے اسماء میرے بھائی جعفرؓ نے وفات پائی۔ چوں کہ جہاد میں ان کے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے تھے تو حق تعالیٰ نے ان کو پر، زمر و بنز کے عنایت کئے ہیں جن سے وہ بہشت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے وحی کی رسول اللہ کی طرف کہ ہم کو چار خصلتیں جعفر رضی اللہ عنہ کی پسند ہیں حضرت نے پوچھا اے انھی جعفرؓ وہ چار خصلتیں تم میں کیا کیا ہیں جو حق تعالیٰ کو پسندیدہ ہیں عرض کی یا رسول اللہ ایک یہ کہ میں نے جاہلیت و اسلام میں کبھی شراب نہیں پی کیوں کہ جانتا تھا کہ وہ عقل کو زائل کر دیتی ہے۔ دوسرے کبھی جھوٹ نہیں بولا اس لیے کہ مروت آدمی کی اس سے جاتی رہتی ہے۔ سوم کسی کی عورت کے ساتھ زنا نہیں کیا کہ مبادا کوئی میری عورت کے ساتھ اس کا ارادہ کرے۔ چوتھے بت پرستی نہیں کی کیوں کہ جانتا تھا کہ کوئی نفع و ضرر ان سے متصور نہیں۔ پس حضرت رسول خدا نے دست مبارک اپنا ان کے شانے پر رکھ کر فرمایا سزاوار ہے کہ حق تعالیٰ تم کو دو پر عطا کرے کہ ان سے فرشتوں کے ساتھ پرواز کرو۔ مولف کہتا ہے کہ حدیث، جعفرؓ کے دو پر عطا ہونے کی، جن سے وہ بہشت میں پرواز کرتے ہیں کتب سنی و شیعہ میں معروف و مشہور ہے اس میں حاجت طول کی نہیں چنانچہ اسی وجہ سے وہ جناب بلقب طیار و ذوالجناہین مشہور ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت رسول خدا جب پسر جعفرؓ کو سلام کرتے تو فرماتے **السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحِينَ** ترجمہ (سلام ہو تجھ پر اے دو پروں والے کے بیٹے) امیر المومنین علیہ السلام کا شعر ہے۔

وَجَعَفَرَهُ الَّذِي يَصْبَحِي وَيُمْسِي

يَطِيرُ مَعَ الْمَلَائِكَةِ ابْنِ أُمِّي

یعنی جعفر طیارؓ کہ صبح و شام ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں میرے بھائی ہیں۔ جنگ ذات السلاسل: غزوہ خیبر سے لے کر فتح مکہ تک کوئی پونے دو سال کی مدت میں بہت سے چھوٹے چھوٹے غزوے و سریے واقع ہوئے۔ جن میں

حضرت امیر المومنین امام الاشعین کو قولا وفعلا بہت کچھ دخل تھا۔ مگر چوں کہ ہماری نظر اختصار پر ہے لہذا ان تمام سے یہاں صرف ایک سریہ ذات السلاسل نقل کرتے ہیں اور چوں کہ اکثر مورخین اہل تسنن نے اس جنگ کو پورا نقل نہیں کیا اور بزع خود ایک فضیلت کو فضائل آنحضرت سے کم کرنا چاہا ہے۔ اس لیے ضرور ہوا کہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ یہ قصہ لکھا جائے۔ واضح رہے کہ عمرو عاص جیسے لوگوں نے جب دیکھا کہ اسلام نہ صرف قریش میں پھیل رہا ہے بلکہ اس کا سکہ دن بدن تمام ملک عرب میں بیٹھتا چلا جاتا ہے ادھر نجاشی بادشاہ حبشہ کو دیکھا کہ مسلمان ہو گیا تو ان کی کمر ہمت کہ بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی مخالفت پر کسی تھی ٹوٹ گئی اب ان کو اپنا فائدہ اس میں دکھائی دیا کہ جس طرح ہومدینہ چل کر مسلمانی اختیار کیجیے۔ ناگوار تو بہت تھا کہ کیا منہ لے کر جائیں مگر مرتا کیا نہ کرتا لاچار مدینہ کا ارادہ کر کے نکلے راہ میں خالد ولید بھی آکر ان کے شامل ہو گئے۔ غرض دونوں نے بالاتفاق حضرت متمم مکارم اخلاق کی خدمت میں جا کر کلمہ پڑھ لیا واقدی کہتا ہے کہ عمرو نے کہا یا رسول اللہ میں نے بناء اسلام کے گرانے میں بہت سی کوششیں کیں میں چاہتا ہوں کہ اس کی تائید میں بھی ویسے ہی آثار مجھ سے ظاہر ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم تجھ کو انشاء اللہ تعالیٰ کسی مہم پر بھیجیں گے۔ انھیں دنوں حضرت کو خبر ملی کہ کچھ لوگ قبیلہ قضاۃ وغیرہ کے وادی الرمل میں جمع ہوئے ہیں کہ ناگاہ مدینہ پر شب خون ماریں۔ حضرت نے عمرو عاص کو بلا کر کہا کہ اپنا ساز و سامان درست کر کہ ہم ایک لشکر کے ساتھ تجھے بھیجنے والے ہیں تاکہ مال غنیمت تیرے ہاتھ آئے۔ عمرو نے کہا یا رسول اللہ میں مال کی خاطر تو مسلمان نہیں ہوا فرمایا کیا مضائقہ ہے مال اگر حلال طریقہ سے ہاتھ آئے تو کیا برا ہے۔ پس ایک علم سفید ترتیب دیا اور تین سو بقولے سات سو مرد کے ساتھ اس کو روانہ کیا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ و ابو عبیدہؓ جراح وغیرہ بزرگان مہاجرین و انصار اس مہم میں اس کے ہمراہ تھے۔ یہ روایت واقدی کی ہے۔ لیکن علما شیعہ نے اہل بیت علیہم السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے پہلے اس فوج کا سردار ابوبکرؓ کو کیا اور ان سے کہہ دیا کہ قبیلہ بنی سلیم پر جائیں مشرکوں نے پہاڑوں پر نگاہ بان بٹھا رکھے تھے جوں ہی فوج کے آنے سے مطلع ہوئے تو اپنے گھروں میں کہ پہاڑوں میں درختوں کے درمیان مخفی تھے گھس گئے مسلمان درے میں داخل ہوئے تو بے خبران کے سر پر آ پڑے۔ چنانچہ بہت سوں نے ان میں سے شربت شہادت نوش کیا۔ باقیوں کو حضرت ابوبکرؓ واپس لے آئے۔ ابوبکرؓ واپس آئے تو رسول خداؐ نے عمرؓ بن خطاب کو امیر لشکر کر کے اس طرف روانہ کیا مگر وہ بھی اسی معمولی راستہ سے گئے اور ویسے ہی نقصان اٹھا کر اٹے پھرے اس وقت عمرو عاص نے کہا یا رسول اللہ مدار جنگ کرو فریب پر ہے حضرت مجھ کو اس مہم پر مقرر کریں شاید حیلہ کر کے کوئی کام نکال سکیں۔ غرض عمرو عاص مامور ہوا مگر وہ بھی راہ متعارف مشہور سے گیا اور اس قوم جنگ جو پر دست قدرت نہ پاسکا۔ بروایت سابق عمرو عاص وہاں پہنچا تو کسی کو وادی میں نہ پایا

کچھ مویشی ادھر ادھر چرتے دکھائی دیے ان کو اس کے آدمیوں نے پکڑ لیا اور ذبح کر کے طعام طیار کیا۔ بس فقط یہی غنیمت اس غزوہ میں ہاتھ آئی مدینہ میں آئے تو لشکر نے رسول اللہ سے امیر کی شکایت کی کہ اس نے ہم کو آگ روشن کرنے اور گرم ہونے سے روکا۔ اور نیز دشمن کے پیچھے نہ جانے دیا۔ عمرو نے کہا یا رسول اللہ ہم آگ روشن کرتے تو وہ ہماری قلت سے واقف ہو کر ہم پر دلیر ہو جاتے اور جو تعاقب کرتے تو ممکن تھا کہ مدد ان کو ملے اور لوٹ کر ہم کو قتل کریں۔ بس یہی غنیمت ہے کہ ہم زندہ واپس آئے۔ یعنی جان بچی لاکھوں پائے۔ یہاں تک پہنچ کر عامہ (۱) مورخین خاموش ہو گئے ہیں کچھ نہیں بتاتے کہ آگے کیا ہوا۔ حضرت رسالت پناہ نے آیا اس ہم کو ناقص و ادھورا چھوڑ دیا یا کسی اور ذریعہ سے اس شری قوم کی بچ کئی کی تدبیر ہوئی لہذا ہم اپنے ناظرین کو بتلاتے ہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ اس کے بعد بھی وہی ہوا جو اس سے پہلے ہوا کرتا تھا۔ اور جو ابھی عنقریب جنگ خیبر میں ہو چکا تھا۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول خدا یہ کیفیت دیکھ کر بغایت ملول و حزین ہوئے اور نفرین کی ان لوگوں کو جو اسلام کا نام ڈبوتے پھرتے تھے۔ بعد ازاں امیر خیبر گیر کو طلب کیا اور علم لشکر ان کو دے کر درگاہ باری میں عرض کی۔ پروردگار میں اس شخص کو اس کام پر بھیجتا ہوں جو کرار غیر فرار ہے خداوند احرمت اپنے نبی کو اس کے بارے میں رعایت کر اور اس کو دشمن پر یادوری و مددگاری بخش۔ روایت ہے کہ امیر المومنین کے پاس ایک عصابہ یعنی سرچ تھا جب کسی اہم کام پر مامور ہوئے تو اس کو زیپ سرفرماتے۔ پس حضرت نے جناب فاطمہ سے وہ عصابہ طلب کیا۔ جناب معصومہ گھبرا گئیں کہ خیر ہے کہاں کا عزم کیا، آپ نے فرمایا کہ مجھ کو رسول اللہ نے وادی الرمل پر مقرر فرمایا ہے فاطمہ یہ سن کر رونے لگیں اتنے میں حضرت رسول خدا وہاں تشریف لائے اور کہا اے فاطمہ کیوں روتی ہو تمہارا شوہر اس سفر سے انشاء اللہ تعالیٰ صحیح و سالم واپس آئے گا کوئی گزند اسے نہ پہنچے گا۔ امیر المومنین نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نہیں چاہتے کہ میں سعادت شہادت پر فائز ہوں۔ غرض حضرت روانہ ہوئے اور رسول خدا ﷺ نے مسجد احزاب تک آنحضرت کی مشایعت فرمائی اس وقت حیدر کرار ایک اسپ راہوار کیمت رنگ پر سوار تھے اور بردیمنی بدن اقدس میں اور نیزہ خطی دست مبارک میں رکھتے تھے پس حضرت رسول خدا نے دعائے خیر کے ساتھ رخصت کیا۔ ابو بکرؓ و عمرؓ و عاصؓ بھی حضرت کے لشکر میں تھے، راہ راست سے منحرف ہو کر آپ نے راہ عراق کی اختیار کی تو اصحاب نے خیال کیا کہ کہیں اور جانے کا ارادہ ہے۔ مگر آپ راہ غیر متعارف سے جارہے تھے۔ رات کو چلتے اور دن کو گھاٹیوں اور شکاف کوہ میں پنہاں رہتے عمر و عاص نے دیکھا کہ

(۱) صرف معارج النبوة و روضۃ الصفا میں یضمن و قائل ۹ بعض ان حالات سے جو ہم نے بروایت شیعہ آگے لکھی ہیں کشف الغمہ سے نقل کئے ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ۔

جس طریق سے وہ حضرتؓ جار ہے ہیں ضرور کامیاب مراد ہوں گے۔ حسد اس پر غالب آیا اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ علیؓ ناواقف ہیں ان راہوں کو نہیں جانتے۔ ہم ان سے زیادہ آگاہ ہیں تم ان کو منع کرو۔ اس راستہ میں موذی جانور اور درندے بکثرت ہیں ان کا ضرر مسلمانوں کو دشمنوں کے ضرر سے زیادہ ہوگا انھوں نے حضرتؓ کی خدمت میں جا کر عرض کیا آپ نے فرمایا جس کو اطاعتِ خدا اور رسولؐ منظور ہے میرے ساتھ چلا آئے ورنہ اختیار ہے جدھر کو چاہے چلا جائے۔ پس شیر خدا چلے جاتے تھے۔ جانور ان صحرا اور درندوں سے آپ کے لشکر کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا۔ نزدیک مقصد پہنچے تو حکم دیا کہ منہ چوپاؤں کے باندھ لیں کہ کوئی آواز ان سے نہ نکلنے پائے۔ پس صبح ہوتے ہوتے ان کو جالیا اور تیغ تیز قوم فتنہ انگیز میں رکھی بہت سے ان میں سے بروایت ایک سو بیس آدمی مارے گئے باقی مع زن و فرزند بگیر ہوئے چوں کہ ان کو زنجیروں اور رسیوں میں باندھا تھا اس لیے اس غزوے کو ذات السلاسل کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک سلاسل اس مقام کا نام تھا جہاں یہ فوج کشی ہوئی تھی اور قول بھی اس بارے میں اہل تاریخ و سیر کے ہیں مگر حقیر مولف کہتا ہے کہ چوں کہ سلسلے افواجِ مسلمین کے یکے بعد دیگرے اس مہم پر چڑھ کر گئے تھے۔ شاید اس وجہ سے اس کا نام ذات السلاسل رکھا گیا ہو واللہ اعلم۔ مروی ہے کہ یہ مقام مدینہ سے پانچ منزل کے فاصلہ پر تھا جس صبح کو یہ لڑائی واقع ہوئی۔ حضرت رسولؐ خدا دولت سرا سے برآمد ہوئے تو سورۃ العادیات کو تلاوت فرماتے تھے یہ سورۃ اس روز نازل ہوئی اور حق تعالیٰ نے اس جنگ کی کیفیت اس میں بیان کی ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ **وَلَعَادِيَاتٌ ضَبْحًا** یعنی قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی جن کو دوڑتے دوڑتے دم چڑھ گیا۔ اور ہاپنے لگے **فَالْمُؤَرِّيَاتُ قَدْحًا**۔ اور ان کی جو اپنی سموں سے پتھروں سے آگ نکالیں چوں کہ وہ زمین سنگ لاخ تھی۔ اس لیے گھوڑوں کے نعل اس میں لگ کر شرار ہائے آتش نکلتے تھے۔ **فَالْمُغِيرَاتُ صُبْحًا** اور ان کی قسم جو غارت لانے والے ہیں بوقت صبح **فَأَكُونُ بِهِ نَقْعًا**۔ پس انھوں نے غبار اس جگہ پر براہیختہ کیا۔ **فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا**۔ اور جماعت کفار کے درمیان داخل ہو گئے حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اس سورہ میں حق تعالیٰ نے عمرو عاص کے علیؓ پر حسد کرنے کو اپنے پر حسد کرنا کہا ہے۔ کیوں کہ مراد کنود سے حاسد ہے اور حبِ خیر یعنی محبتِ زندگانی دنیا کو ان کی سخت و شدید بتلایا ہے کہ وہ خوفِ جان کرتے اور درندوں سے ڈرتے تھے بروایت دیگر امیر اس جماعت کا حارث بن مکید جس کو پانچ سو سوار کے برابر گنتے تھے حضرت امیرؓ پر حملہ آور ہوا آپ نے اسے قتل کیا۔ پھر اس کا پچازاد بھائی عمر بن فاک رجز پڑھتا ہوا آگے آیا صاحبِ ذوالفقار نے اسے بھی واصلِ جہنم کیا پھر ہر چند مبارز طلب کیا مگر کوئی اس قوم سے باہر نہ نکلا۔ شیر بیشہ شجاعت نے ان پر حملہ کیا کہ بہت سے دلیران کے خاکِ ہلاک پر پڑے، باقی زن و مرد گرفتار ہو کر آئے۔ مجاہدین مال اسباب پر

متصرف ہو کر مدینہ کو پہلے۔ بموجب اس روایت کے **اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ** میں کنود یعنی ناپاس سے مراد حارث بن مکید ہے۔ القصد امیر المومنین مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت سید المرسلین مع جماعت انصار و مہاجرین ان کے استقبال کے لیے نکلے صحابہ دو طرف راہ کے قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جس وقت نظر امیر المومنین کی جمال باکمال حضرت رسول خدا پر پڑی گھوڑے سے اترے اور دوڑ کر کاب سعادت انتساب کو بوسہ دیا فرمایا یا علی سوار ہو کہ خدا اور رسول تجھ سے راضی و خوشنود ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرا بازو تجھ سے محکم کیا اور میری پیٹھ کو تجھ سے قوت بخشی یا علی موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دعا کی کہ میرا بازو میرے بھائی ہارون سے قوی کر اور امر رسالت میں ان کو میرا شریک گردان میں نے بھی تیرے حق میں یہی سوال کیا اس جل شانہ نے اس کو قبول فرمایا۔ پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا مجھ کو علی کی محبت میں ملامت نہ کرو کیوں کہ میں محکم خدا اس کو دوست رکھتا ہوں بعد ازاں سب خوشی خوشی شہر میں آئے اور مال غنیمت لشکر پر تقسیم فرمایا۔ حضرت رسول خدا نے امیر المومنین کا حال لشکریوں سے پوچھا تو انھوں نے آپ کی مدح و ثناء کی اللہ یہ کہا کہ ہر نماز میں جو ہم نے ان کے ساتھ پڑھی سورہ قل ہو اللہ احد پڑھتے رہے۔ **فضیلت سورہ قل ہو اللہ**: رسول اللہ نے اس کا سبب حضرت سے دریافت کیا آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سورہ کو بہت دوست رکھتا ہوں فرمایا یا علی خدا تجھ کو دوست رکھتا ہے جیسا تو سورہ قل ہو اللہ کو دوست رکھتا ہے پھر فرمایا کہ اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ ایک گروہ اس امت کا تیرے پیچھے گمراہ ہو جائے گا جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کے پیچھے گمراہ ہو گئے تو میں چند اوصاف تیرے بیان کرتا کہ جہاں کو گزرتا لوگ خاک تیرے قدموں کی برکت کے لیے اٹھا رکھتے۔ روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس غزوہ سلاسل میں کھلبلی تھی جہاں بیٹھتے اس کا فرش کرتے اٹھتے تو تیرے اپنے ساتھ لے لیتے اہل یمن نے ان کو اس کھلبلی سے پہچان رکھا تھا۔ جب بعد وفات سرور کائنات خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بیعت نہ کی اور کہا **فَسَحْنُ فُبَاثِئُ ذَالْعَبَايَةِ** ہم اس کھلبلی والے سے بیعت کریں۔ نیز اس جنگ میں رافع بن رافع حضرت شیخ صاحب کے ساتھ تھا اشارہ میں آپ نے اس کو چند نصیحتیں کیں پھر فرمایا اے رافع ہر گز دو مسلمانوں پر امیر نہ ہونا اور حکومت مسلمانان کی کبھی طمع نہ کرنا رافع کہتا ہے میں نے کہا سب باتیں تو میں نے تمھاری مانیں مگر یہ کہ طالب حکومت نہ ہوں یہ دشوار کام ہے میں دیکھتا ہوں کہ آج کل رسول اللہ کی خدمت میں لوگ جاہ و رفعت کے طلب گار ہیں منصب و حکومت پاتے ہیں کوئی بھی اسے نہیں چھوڑتا۔ **صحیح حضرت ابو بکرؓ**: میں کیوں مسلمانوں کی حکومت سے پرہیز کروں۔ ابو بکرؓ نے کہا ہاں حق تعالیٰ نے پیغمبر کو مبعوث کیا ہے کہ جس طرح پر ہوا اسلام کو دنیا میں پھیلائیں پس وہ حضرت ہر ایک کو طوعاً و کرہاً مسلمان کرتے ہیں۔ پس جو شخص مسلمان ہوا خدا کی پناہ میں داخل ہوا اور اس کا ہمسایہ ہوا۔ پس اگر کوئی خدا کے ہمسائے

پر حاکم ہو کر کسی قسم کا تشدد کرے تو حق سبحانہ تعالیٰ ضرور اس پر غضب ناک ہوگا، جیسا کہ کسی کا ہمسایہ شفیق و مہربان ہو اور دوسرا اس پر ستم کرنا چاہے تو وہ شفیق ہمسایہ ضرور اس کی حمایت کرے گا۔ پس خبردار حکومتِ مسلمانان کی کبھی خواہش نہ کرنا۔ رافع کہتا ہے کہ اس جنگ کے بعد میں حضرت رسول خدا سے اجازت لے کر اپنے وطن کو چلا گیا پھر جو واپس مدینہ میں آیا تو وہاں اور ہی زمانہ تھا۔ حضرت رحلت کر گئے تھے اور ابوبکرؓ ان کی جگہ پر بیٹھ گئے تھے۔ مسلمانوں پر حکمرانی کر رہے تھے۔ ایک مرتبہ تنہائی میں میں نے ان سے کہا کہ اے ابوبکرؓ تم مجھ کو تو مسلمانوں کی حکومت سے منع کرتے تھے آج خود تمام مسلمانوں پر خلیفہ بنے بیٹھے ہو، یہ کیا ماجرا ہے۔ ابوبکرؓ نے جواب میں کہا کہ یہ کام میری گردن پر رکھ دیا گیا ہے اب اگر اس کو اتار کر پھینکتا ہوں تو مسلمانوں میں تفرقہ و اختلاف پڑ جانے کا خوف ہے۔ فتح مکہ مشرفہ: فتح مکہ اسلام کے اعظم فتوحات سے ہے۔ اور آیہ شریفہ **اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا** میں اس کو فتح مبین کہا ہے۔ عرصہ دراز سے مسلمانوں کے ساتھ خدا کا وعدہ تھا کہ تم مسجد الحرام میں داخل ہو گے سرمنڈاؤ گے بال کتراؤ گے اور ذرا خوف و خطر نہ ہوگا چنانچہ آیہ شریفہ **لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اٰمِنِيْنَ مُخْلِطِيْنَ دُوسُكُمُ وَّمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ** اس کی خبر دیتی ہے۔ پس بموجب وعدہ ایزدی سب کی آنکھیں اس طرف لگی ہوئی تھیں اور سینوں میں دل بیقرار تھے کہ یہ وعدہ کب پورے طور سے وفا ہوگا گو سال گذشتہ ایک مرتبہ بہ تقریب عمرۃ القنزا زیارت خانہ کعبہ سے مشرف ہو بھی چکے تھے مگر اس سے جیسی تسلی چاہتے تھی نہیں ہوئی تھی، اور دلوں کے ولولے جوں کے توں باقی تھے۔ ظاہری اسباب میں اس کا سامان یہ ہوا کہ قبیلہ بکر بن کنانہ و قبیلہ خزاعہ کے درمیان مکہ میں قدیم سے عداوت چلی آتی تھی صلح حدیبیہ کے بعد خزاعہ رسول خدا کی امان میں داخل ہوئے اور بنی بکر قریش کی امان میں اور قرار پایا کہ طرفین سے کوئی ان کے باہمی تنازعات میں دخل نہ دے اور کسی قسم کی امداد ان کی نہ کرے اگر ایسا ہوا تو صلح دہ سالہ ٹوٹ جائے گی مگر قریش اس عہد پر قائم نہ رہے جلد ہی اس کو توڑ ڈالا۔ بات یہ ہوئی کہ ایک شخص قبیلہ بکر کا کچھ اشعار حضرت رسول خدا کی مذمت میں پڑھ رہا تھا ایک غلام خزاعی نے وہ ہدیائات سن کر اسے روکا مگر وہ مردود باز نہ آیا غلام کو غصہ آیا اور ایک طمانچہ اس مرد بکری کے کھینچ مارا پس مرد بکری نے اپنے قبیلہ سے امداد چاہی خزاعہ اپنے غلام کی مدد پر اٹھ کھڑے ہوئے اور باہم جنگ شروع ہو گئی۔ خزاعہ تعداد میں زیادہ تھے انھوں نے مارتے مارتے دشمن کو حرم تک پہنچا دیا۔ مگر قریش برخلاف معاہدہ بنی بکر کی امداد کو آمادہ ہو گئے انھوں نے نہ صرف چوپاؤں اور ہتھیاروں سے اپنے ہم سوگندوں کی مدد کی بلکہ چند آدمی ان کے شرفا سے مثل صفوان بن امیہ و عکرمہ بن ابوجہل و سہیل بن عمرو وغیرہ منہ چھپا کر لڑائی میں جان کے شریک ہوئے منہ اس لیے چھپایا تاکہ کسی کو ان کا شامل جنگ ہونا معلوم نہ ہونے پائے اور صلح حدیبیہ میں خلل نہ آئے۔ مگر یہ راز فوراً

طشت از بام ہو گیا اور مغلوب خزاہیوں سے ایک شخص مسمی عمر بن سالم نے مدینہ جا کر حضرت رسول خدا کے سامنے ایسی درد انگیز نظم میں یہ حال سنایا کہ طبع مبارک پریشان ہو گئی۔ فرمایا **يَا عَصْرُ** بس کراے عمر پس حضرت وہاں سے اٹھے اور شدتِ غضب سے دامنِ ردا زمین پر ٹکلتا جاتا تھا۔ اور فرماتے تھے۔ **لَا نُصْرُكَ اَنْ لَمْ اَنْصُرْ بَنِي خُزَاعَةَ فَيَمَّا اَنْصُرْ بِهِ نَفْسِي** میں کبھی منصور نہ ہوں اگر اس موقع پر بنی خزاعہ کی اسی طرح نصرت نہ کروں جس طرح پر کہ اپنے نفس کی نصرت کرتا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ حضرت نے عزم بالجزم مکہ کے فتح کرنے کا کر لیا اور دعا کی پروردگار اس خبر کو قریش سے پنہاں رکھ کہ ہم ناگاہ ان کے سر پر پہنچ جائیں اور قریش اپنی حرکت پر سخت پشیمان ہوتے جانتے تھے کہ کام ہاتھ سے نکل گیا اب معاہدہ قائم رہنے والا نہیں پس انھوں نے ابوسفیان بن حرب کو مدینہ بھیجا کہ کچھ اصلاح کرے۔ ابوسفیان نے حضرت رسول خدا کی خدمت میں پہنچ کر بدیں گمان کہ شاید اس وقت تک حضرت کو اس قصہ کی خبر نہیں پہنچی صلح حدیبیہ کے دوبارہ تازہ کرنے کی درخواست کی اور کچھ زبانی زور اس میں لگایا مگر کچھ جواب نہ پایا، ناچار اہل بیت و اصحاب سے ملتی ہوا۔ مزاح امیر المومنین: وہاں بھی کشود کار نہ ہوا۔ مگر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر الحاح کی تو حضرت نے فرمایا اے ابوسفیان تو بزرگ قریش ہے در مسجد رسول اللہ پر کھڑا ہو کر کہہ دے کہ میں نے قریش کو امان دی اور اپنے گھر کو چلا جا۔ ابوسفیان نے کہا یا علیؑ اس سے کچھ فائدہ بھی ہوگا فرمایا یہ میں نہیں جانتا کہ کچھ فائدہ ہوگا یا نہ لا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں دکھائی دیتا یہ امیر المومنین کی طبعی کشادہ دلی و ظرافت کا نتیجہ تھا جس میں کہ آپ اوروں سے ممتاز تھے۔ دشمنوں نے اس نصلتِ ستودہ کو عیب تصور کیا حاشا کہ اس میں کوئی عیب کی بات ہو رسول اللہ خود مزاح کرتے تھے چنانچہ ارشاد ہے **اَمْ اَزَحٌ وَلَا اَكْذُوبٌ** میں خوش طبعی کرتا ہوں مگر جھوٹ نہیں بولتا۔ علی ہذا امیر المومنین کی عادت میں خوش طبعی و لطیفہ گوئی تھی دروغ و باطل سے دونوں صاحبوں کو احتراز تھا۔ اسی قصہ کو دیکھ لو کہ بحر اس کے کہ ابوسفیان جیسے خزانہ کو ایک لطافت کے ساتھ احمق بنا دیا۔ اور اس میں کیا عیب ہوا۔ آئندہ کسی اور مقام پر بھی کچھ لکھیں گے۔ غرض احمق ابوسفیان دروازہ مسجد پر کھڑا ہو کر پکارا کہ میں نے قریش کو امان دی اور ان کا بیان تازہ کیا۔ امید نہیں کہ محمدؐ میرے کیے کو رد کریں۔ لوگ یہ سن کر ہنسنے لگے وہ مکہ کو چلے یا وہاں پہنچا تو قریش نے پوچھا کیا کر آیا ابوسفیان نے تمام ماجرا بیان کیا سب نے کہا علیؑ نے تیرے ساتھ مزاح کیا۔ تو امان طلب کرنے گیا تھا نہ کہ امان دینے ہندہ اس کی زوجہ کو اس کی حماقت پر غصہ آیا اور دو تین لاتیں اس کے سرو سینہ میں رسید کیں کہ برا سفیر تھا تو، قوم کی طرف سے، ان کے واسطے منحوس خبر لایا۔ نیز طولی قیام مدینہ سے لوگوں کو خیال ہو گیا تھا کہ کہیں ابوسفیان نے دین اسلام تو قبول نہیں کر لیا۔ اس تہمت کے دفع کرنے کے لیے کہ ایک بکر اذبح کر کے اس کا خون بتوں کے سر کو ملا اور

بکمال ادب دست بستہ ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ جب تک زندہ ہوں تمہارا بندہ رہوں گا تمہاری پرستش کو مرتے دم تک نہ چھوڑوں گا۔ درحقیقت ایسا ہی ہوا۔ القصہ حضرت رسول خدا بہت سرگرم تھے کہ ہماری خبریں قریش پر پوشیدہ رہیں مگر خطاب ابن ابی سلیمہ صحابی بدری نے کہ مہاجرین مکہ سے تھا اپنا فائدہ اس میں دیکھا کہ قریش کو حضرت کے ارادے سے مطلع کر دے۔ پس اس نے ایک خط اس مضمون کا لکھ کر زن سیاہ فام کو جس پر شبہ نہ ہو سکے دیا، لونڈی نے اس کو اپنی چوٹی کے بالوں میں گوندہ لیا اور روانہ ہوئی حضرت رسول خدا کو وحی سے حال معلوم ہوا آپ نے امیر المومنین وزبیر بن العوام کو بھیجا کہ جا کر راہ میں اس عورت سے خط لے لیں یہ حضرات روضہ شاخ میں اس کے پاس پہنچے زبیر نے آگے بڑھ کر خط کی تفتیش کی عورت گریہ و بکا کرنے اور قسمیں کھانے لگی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں زبیر نے کہا یا علی اس کے پاس خط نہیں قسمیں کھاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں کر خط اس کے پاس نہیں رسول اللہ نے فرمایا ہے اور روح الامین خبر لائے ہیں نہ حضرت دروغ کہتے ہیں نہ جبریل جھوٹی خبر دے سکتے ہیں۔ پس تلوار میان سے نکال کر عورت پر آئے کہ جلد خط نکال ورنہ ابھی تیرا سر قلم کرتا ہوں تلوار کی چمک دیکھ کر زن حیلہ جو سیدھی ہو گئی اور جلد اوڑھنی سر سے سرکا گیسوؤں کو کھول کھال خط نکال دیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ ایک منقبت ہے مع دیگر مناقب و مفاخر امیر المومنین کی کہ اس سے حضرت رسول خدا کی حکمت عملی خبر کی پوشیدہ رہنے اور ناگہاں قریش پر جا پہنچنے کی کامل و تمام ہوئی۔ چوں کہ یہ نازک مقام رازداری کا تھا اور اغیار پر اس میں اعتماد و اعتبار نہ ہو سکتا تھا اس واسطے امیر المومنین کو اس کام کے لیے انتخاب فرمایا۔ اور زبیر کو چوں کہ اپنی ماں صفیہ کی طرف سے بنی ہاشم میں داخل اور شجاعت میں یگانہ و ممتاز تھا ان کا شریک گردانا، لیکن اس نے، اگر امیر المومنین تدارک نہ فرماویں تو کام ہی خراب کر دیا تھا۔ پس زبیر کے لیے اس خصوص میں کوئی فخر و فضیلت نہیں الغرض حضرت رسول خدا کو خطاب کا خط ملا تو منبر پر گئے اور کہا ایہا الناس میں نے خدا سے چاہا تھا کہ ہماری خبریں مشرکین پر مخفی رہیں۔ ایک شخص نے تم میں سے یہ خط مکہ کو لکھا پس چاہیے کہ کامپ نامہ اٹھ کھڑا ہو قبل اس کے کہ وحی اس کو رسوا کرے پس خطاب بید کی طرح تھر تھر کانپتا اٹھا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے یہ خط لکھا ہے لیکن میں منافق نہیں ہوں نہ آپ کی رسالت میں مجھ کو شک عارض ہوا ہے، فرمایا پھر کس لیے تو نے ایسی حرکت کی، عرض کی یا رسول اللہ میرے اہل و عیال مکہ میں ہیں کوئی یار و مددگار ان کا نہیں۔ میں نے چاہا کہ قریش پر احسان کروں تاکہ ان کو ضرر نہ پہنچائیں ورنہ مجھ کو اپنے دین و یقین میں اصلاً شک نہیں ہوا۔ پس عمر خطاب اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ مجھ کو اجازت دیجیے کہ اس منافق کی گردن اتار لوں۔ فرمایا کہ اہل بدر سے ہے، جانے دے شاید توبہ کرے اور حق تعالیٰ گناہ بخش دے۔ مگر اس کو مسجد سے نکال دو پس لوگ اٹھے اور اس کو پشت کی طرف سے دھکیلتے تھے وہ

پیچھے مڑ کر رسول اللہ کی طرف دیکھتا جاتا تھا۔ آخر حضرت رحمۃ اللعالمین کو رحم آیا اور اسے واپس بلوا کر اس کی توبہ قبول فرمائی اور دعائے مغفرت اس کے لیے کی۔ القصہ دوم رمضان بروز جمعہ حضرت مدینہ سے برآمد ہوئے، دس ہزار مرد پر خاش جو کہ چار سوان میں سے اسپ سوار تھے، ہمراہ رکاب فیض انتساب ہوئے موضع کراع العمیم پر پہنچ کر ارشاد کیا کہ بوجہ سفر سب روزہ افطار کر لیں اور خود بھی افطار فرمایا مگر بعض اصحاب نے تعمیل ارشاد سے پہلو تھکی کی۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ منزل غسغان پر آپ نے ایک جام آب طلب کیا اور ہاتھ میں لے کر اس کو بلند کیا کہ وہ سب دیکھ لیں پھر نوش فرمایا من بعد علم میں آیا کہ بعض اصحاب افطار نہیں کرتے۔ دوسرے فرمایا اُولَئِكَ الْغَصَاةُ یعنی وہ نافرمان ہیں۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جنھوں نے افطار روزہ سے انکار کیا وہ بلاشبہ عاصی و نافرمان تھے ان کی اولاد، روز قیامت تک نافرمان رہے گی۔ اور نیز حضرتؑ نے فرمایا کہ ہم ان کو پہنچاتے ہیں۔ آمدن عباس بخمدت رسالت پناہ: القصہ جب لشکر شیبۃ العقاب پر پہنچا تو عباسؓ بن عبدالمطلب مع ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب و عبد اللہ بن امیہ مخزومی مکہ سے حضرتؑ کی خیمہ گاہ میں آئے عباسؓ تو بے روک ٹوک خیمہ رسالت میں داخل ہو گئے مگر ان دونوں کو حاجب نے منع کیا عباسؓ نے خدمت میں پہنچ کر غرض کی جَعَلْتُ فِدَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تمھارے چچا کا بیٹا ابوسفیان و پسر عمہ دروازے پر کھڑے ہیں۔ فرمایا مجھ کو ان کی حاجت نہیں یہ چچا کا بیٹا وہی نہیں کہ میری ہتک حرمت کرتا تھا اور پسر عمہ مکہ میں کہتا تھا کہ میں جب ایمان لاؤں کہ ان پہاڑوں میں پانی کے چشمے جاری کر دو۔ راوی کہتا ہے کہ ابوسفیان بن حارث حضرتؑ کی مذمت میں اشعار لکھتا تھا اور آپ کو سخت آزر دہ کرتا تھا۔ پس ام سلمہ ام المومنینؓ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ ابوسفیان آپ کے چچا کا بیٹا تابع ہو کر آیا ہے اس کو اپنے لطف و احسان سے محروم نہ رکھیے اور عبد اللہ حضرتؑ کا پھوپھی زاد بھائی میرا برادر حقیقی آپ سے قرابت رکھتا ہے بہر حال مستحق اکرام و افضال ہے ادھر ابوسفیان نے بیرون در سے پکار کر کہا یا رسول اللہ ہمارے حق میں آپ ایسے ہو جیسے جیسے کہ یوسفؑ اپنے بھائیوں کے حق میں تھے پس حضرتؑ نے دونوں کا قصور معاف کیا اور دونوں مسلمان ہوئے۔ وہاں سے کوچ کر کے لشکر اسلام مقام مرالظہر ان میں مکہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر فروکش ہوا، رات ہوئی تو حکم ہوا کہ سرداران لشکر اپنے اپنے خیموں کے آگے آگ روشن کریں۔ اس وقت عباسؓ عم خیر الناس کو فکر ہوا کہ مبادا رسول خدا اس لشکر جرار کے ساتھ بلا امان داخل مکہ ہوں اور شہر تاخت و تاراج ہو۔ پس وہ اس تلاش میں ہوئے کہ کوئی آدمی اس نواح کا نلے تو اس کی زبانی رؤساء قریش کو کہلا بھیجیں کہ کل یہاں آ کر ہمنست و سماجت جس طرح ہو حضرتؑ سے امان حاصل

کریں اسی تلاش میں رفتہ رفتہ لشکر سے دور نکل گئے۔ ادھر ابوسفیان بن حرب پدر معاویہ و حکیم بن خرام و بدیل ورقاشہر سے نکل کر پشتہ مراظہر ان پر کھڑے دیکھ رہے تھے کہ یہ آگ کیسی ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ قبیلہ خزاعہ کی تو یہ آتش معلوم نہیں ہوتی ان میں یہ شکوہ و کثرت کہاں ہاں بنی تمیم یا قبیلہ ربیعہ ہوں تو ہوں اتنے میں عباسؓ نے آواز پہچان کر کہا ابوسفیان ہے۔ ابوسفیان نے بھی عباسؓ کو پہچان لیا بولا اے ابوالفضل یہ آگ کیسی اس صحرا میں روشن ہے عباسؓ نے کہا ارے بے وقوف حضرت رسولؐ خدا دس ہزار لشکر کے ساتھ آئے ہیں، ابوسفیان نے گھبرا کر کہا یا ابوالفضلؓ اب کیا کرنا چاہیے۔ عباسؓ بولے کہ جلد میرے پیچھے سوار ہو لے کہ چل کر آنحضرتؐ سے تجھ کو امان دلوا دوں۔ ابوسفیان فوراً عم رسولؐ خدا کے پیچھے سوار ہو گیا اور عباسؓ اس کو لے کر لشکر گاہ میں تشریف لائے۔ عمرؓ خطاب نے ابوسفیان کو دیکھ کر پہچانا، کہا اے دشمن خدا کا احسان ہے کہ ہم نے تجھ کو بے عہد و پیمان پایا یہ کہہ کر دوڑے ہوئے حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں جا کر کہا یا رسول اللہ ابوسفیان بے امان و ایمان لشکر میں ہے مجھ کو اجازت دیجیے کہ اس کو قتل کروں اتنے میں عباسؓ پہنچ کر شفاعت خواہ ہوئے کہ میں نے اس کو امان دی ہے حضرتؐ بھی منظور کریں۔ مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ شیخ دوم کی یہ عادت تھی کہ جب کسی گرفتار یا ایسے ہی بہتے لاچار کو دیکھتے تھے تو ان کی رگ شجاعت حرکت کرتی تھی اس کے مارنے پر بہت دلاوری ظاہر کرتے تھے لیکن معرکہ جہاد میں کہ اظہار شجاعت کا اصلی موقع ہے وہاں کبھی کسی نے نہ سنا ہوگا کہ ایک کافر بھی لڑائی میں آپ کے ہاتھ سے مارا گیا ہو۔ الغرض ابوسفیان کی منت و سماجت و عباسؓ کی شفاعت سے اس کی جان بخشی ہوئی اور ابوسفیان نے بخوف جان نہ کہ بر غبت ایمان کلمہ شہادتیں پڑھا۔ اگلے روز عباسؓ نے کہہ کر اتنی رعایت اور اس کے ساتھ کرا دی کہ قریش سے جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا، امان میں ہے۔ صبح کو جب قریب ہوا کہ لشکر نصرت اپنے مقام سے جنبش کرے تو عباسؓ نے بدیں خیال کہ ابوسفیان نے مسلمانوں کو پراگندہ و متفرق دیکھا ہے اور شوکت اسلام کا حقہ ابھی اس کے ذہن نشین نہیں ہوئی ایسا نہ ہو کہ مکہ جا کر کچھ اور رنگ لائے اس کو لے جا کر ایک بلندی پر جس کے نیچے سے فوجیں گزرنے والی تھیں بٹھلا دیا۔ ابوسفیان فوج کے تزک و احتشام و کثرت و اژدہام کو دیکھ کر مدہوش ہو گیا اور بکمال حیرت عباسؓ سے کہنے لگا اے ابوالفضلؓ تمہارے بھتیجے نے بڑی بادشاہی پائی ہے۔ عباسؓ نے کہا ارے احمق یہ بادشاہی نہیں نبوت و پیغمبری ہے یہی باتیں تھیں کہ غول بزرگ لشکر کا جس میں مجمع مہاجر و انصار اور خود رسولؐ مختار تھے دیکھائی دیا۔ آگے آگے سعد عبادہ انصاری علم لیے تھے انھوں نے جوں ہی ابوسفیان کو دیکھا کہنے لگے۔

اَلْیَوْمَ یَوْمَ الْمَلْحَةِ اَلْیَوْمَ یَسْتَجِلُّ اَلْخَرَمَةُ وَ اَذَلَّ اللّٰهُ قُرَیْشًا

یعنی آج اے ابوسفیان روزِ کشت و خون ہے۔ آج حرمتِ اہلِ حرم کی حلال ہوگی اور قریش کی نخوت خاک میں ملے گی یہ سن کر ابوسفیان کے رہے سہے ہوش بھی اڑ گئے۔ حضرت رسول خدا کی سواری برابر آئی تو چلایا جُعِلْتُ فِدَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قربان ہوں آپ پر آپ نے سنا کہ سعد کیا کہتا ہے پھر سعد کا قول نقل کیا حضرت نے فرمایا ایسا نہیں ہوگا پس اس نظر سے کہ مبادا سعد سے کوئی حرکت خلافِ مصلحت سرزد نہ ہو جائے۔ امیر المومنین علیہ السلام کو حکم دیا کہ علم لشکر سعد سے لے لیں۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ چون کہ حضرت جانتے تھے کہ سعد کا معزول ہونا انصار کو ناگوار ہوگا اور کبھی راضی نہ ہوں گے کہ سوائے رسول خدا یا نفسِ رسول کوئی ان سے علم لے اس لیے امیر المومنین کو اس کار کے لیے اختیار کیا اور یہ فضیلت آپ کی ذات سے مخصوص فرمائی چنانچہ آنحضرت نے آگے بڑھ کر علم سعد سے لے لیا اور بہت احتیاط سے سپاہ کو لے گئے کہ کوئی امر خلافِ مصلحت ظہور میں نہ آیا۔ مولف کہتا ہے کہ حضرت رسول خدا کو اس قدر احتیاط ملحوظ تھی مگر خالد ولید کہ کچھ فوج کے ساتھ دوسری راہ سے داخل شہر ہوا جوانی کے نشہ اور سرداری کی ترنگ میں ایسا چور تھا کہ اس نے باوجودِ ممانعتِ رسول خدا تلوار کھینچ کر خدا جانے کب کب کے بدلے سکے والوں سے لئے کہ ایک دم کے دم میں ستر اشخاص ان کے مار ڈالے حضرت رسالت پناہ یہ سن کر سخت برہم ہوئے مگر اب کیا ہو سکتا تھا جو ہونا تھا سو ہو لیا علما اہل سنت نے خالد کے اس ظلم و ستم کی تاویل میں بہت کچھ باتیں بنائی ہیں مگر بے فائدہ اس میں ذرا شبہ نہیں کہ یہ فعل اس کا خلافِ حکم خدا اور رسول کبارِ معاصی سے تھا۔ شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوة میں کہتے ہیں کہ ہم کو یاد رہے کہ جب مکہ میں قاضی علی بن جار اللہ سے کہ خالد ولید کی اولاد سے تھا ملاقات ہوئی اور خالد کے بے حکم رسول اللہ اہل مکہ پر دست درازی کر بیٹھنے کا ذکر آیا تو قاضی مذکور شرمندہ ہوا اور رفعِ خجالت کے لیے کہنے لگا واللہ کان فیہ رضی اللہ عنہ شوبا من الاستعجال والمباردة الى القتال قسم بخدا کہ خالد میں ایک گونہ جلد بازی اور مبادرت جنگ تھی انتہی الحاصل عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا کہ مکہ میں جا کر قریش سے کہہ کر اسلام قبول کریں تاکہ قتل و قید سے امان پائیں۔ ابوسفیان اُفتان و خیزاں لشکر سے پیشتر داخل شہر ہوا اس کے پیچھے غبارِ لشکر آسمان تک بلند تھا لوگ اس کی طرف دوڑے کہ پوچھیں کیا حال ہے ابوسفیان نے کہا اَسْلِمُوا وَاَسْلِمُوا اسلام لاؤ تاکہ

نجات پاؤں قسم بخدا کہ ایسا لشکرِ عظیم آ رہا ہے کہ بادشاہوں کو بھی اس سے مقابلے کی تاب نہیں قریش نے برہم ہو کر کہا کہ یہ کیا منحوس خبر تو ہمارے لیے لایا۔ ہندہ زوجہ ابوسفیان نے کہا اے آلِ غالب اس پیرِ احمق کو قتل کرو تا کہ پھر ایسی بیہودہ باتیں نہ کرے اور خود لپک کر اس کی ڈاڑھی پکڑ لی اور خوب زد و کوب کیا جیسا کہ اس سے پہلے مدینہ سے واپس آنے پر بھی ہوا تھا اور انھی دو موقعہ پر موقوف نہیں مادرِ امیر معاویہ اپنے شوہر کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح پیش آتی تھی اور ہمیشہ اس کو اپنی جوتی کے تلے رکھتی تھی۔ غرض افواجِ ظفرِ امواج مکہ میں داخل ہوئیں اور خیمہ رسالت کو جوں پر لگایا گیا منادی نے پکار دیا کہ کوئی اہل شہر لشکریوں سے معترض نہ ہو۔ **إِلَّا مَنِ الْفَى السَّلَاحُ فَهُوَ أَمِنٌ وَمَنْ أَعْلَقَ بَابَ دَارِهِ فَهُوَ أَمِنٌ** یعنی جو ہتھیار ڈال دے یا گھر کا دروازہ بند کر لے وہ امن میں ہے۔ الا چند اشخاص زن و مرد جنہوں نے ہنگامِ قیام مکہ آنحضرت ﷺ کو طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دی تھیں ان کا خون ہدر (۱) فرمایا نقل ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے سنا کہ چند اشخاص بنی مخزوم سے کہ قیس بن سائب و حارث بن ہشام ان میں داخل ہیں خانہ اُم ہانی خواہرِ آنحضرتؐ میں پناہ گیر ہوئے ہیں پس حضرتؐ ویسے ہی ہتھیار لگائے اُم ہانی کے گھر پر آئے اور دروازہ پر آواز دی کہ باہر نکلا لو ان لوگوں کو جن کو تم نے پناہ دی ہے۔ نعرۂ حیدری سن کر اندر والے کانپ گئے اُم ہانی خود دروازہ پر آئیں اور چوں کہ خود میں سرور وے حضرتؐ پوشیدہ تھے اس لیے آپ کو نہ پہچان سکی اور کہا اے بندہ خدا میں اُم ہانی خواہرِ علی مرتضیٰ بنتِ عم محمد مصطفیٰ ہوں یہاں سے چلا جا، حضرتؐ نے فرمایا جو لوگ تمہارے گھر میں پناہ گزین ہیں انہیں نکالو اُم ہانی نے کہا قسم بخدا اے جوان میں تیری شکایت رسول خدا سے کروں گی۔ اس وقت آپ نے خود سہر مبارک سے اٹھا دیا۔ اُم ہانی نے اپنے برادرِ محترم کو پہچانا تو دوڑ کر ان سے لپٹ گئیں۔ حضرتؐ نے ان کو چھاتی سے لگایا اور فرمایا اے بہن حضرت رسول خدا نے ان لوگوں کا خون ہدر کیا ہے۔ مجھ کو انہیں قتل کیے بغیر چارہ نہیں، اُم ہانی نے کہا تم پر قربان ہوں میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہاری شکایت رسول اللہ سے کروں گی فرمایا وہ حضرتؐ بالائے وادی پر خیمہ زن ہیں جاؤ اور اپنی قسم پوری کرو۔ پس اُم ہانی متوجہ خدمتِ رسول اللہ ہوئیں۔ آپ اس وقت خیمہ میں مشغول غسل تھے۔ جناب سیدہ چادر پر پردہ پکڑے حاضر خدمت اقدس تھیں ام ہانی کی آواز سن کر آپ نے پہچانا فرمایا مرحبا ہوا اے اُم ہانی اُم ہانی نے ماجرا بیان کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہم نے امان دی جن کو کہ تم نے امان دی۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے کہا اے ام ہانی اپنے بھائی کی شکایت کرنے آئی ہو جنہوں نے دشمنانِ خدا اور رسولؐ کو دھمکایا۔ عرض کی تم پر خدا ہوں میری

(۱) ہدر فتح اول و ثانی حق خون کا باطل و ضائع ہونا ۱۲ منہ۔

نجات پاؤں قسم بخدا کہ ایسا لشکرِ عظیم آرہا ہے کہ بادشاہوں کو بھی اس سے مقابلے کی تاب نہیں قریش نے برہم ہو کر کہا کہ یہ کیا منحوس خبر تو ہمارے لیے لایا۔ ہندہ زوجہ ابوسفیان نے کہا اے آلِ غالب اس پیرِ حق کو قتل کر دتا کہ پھر ایسی بیہودہ باتیں نہ کرے اور خود لپک کر اس کی ڈاڑھی پکڑ لی اور خوب زد و کوب کیا جیسا کہ اس سے پہلے مدینہ سے واپس آنے پر بھی ہوا تھا اور انھی دو موقع پر موقوف نہیں مادرِ امیر معاویہ اپنے شوہر کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح پیش آتی تھی اور ہمیشہ اس کو اپنی جوتی کے تلے رکھتی تھی۔ غرض افواجِ ظفرِ امواج مکہ میں داخل ہوئیں اور خیمہ رسالت کوہِ جحون پر لگایا گیا منادی نے پکار دیا کہ کوئی اہل شہر لشکریوں سے معترض نہ ہو۔ اَلَا مَنْ اَلَقَى السَّلَاحَ فَهُوَ اَمِنٌ وَمَنْ اَغْلَقَ بَابَ دَارِهِ فَهُوَ اَمِنٌ یعنی جو ہتھیار ڈال دے یا گھر کا دروازہ بند کر لے وہ امن میں ہے۔ الا چند اشخاص زن و مرد جنھوں نے ہنگامِ قیام مکہ آنحضرت ﷺ کو طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دی تھیں ان کا خون بدر (۱) فرمایا نقل ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے سنا کہ چند اشخاص بنی مخزوم سے کہ قیس بن سائب و حارث بن ہشام ان میں داخل ہیں خانہ اُم ہانی خواہرِ آنحضرتؐ میں پناہ گیر ہوئے ہیں پس حضرتؐ ویسے ہی ہتھیار لگائے اُم ہانی کے گھر پر آئے اور دروازہ پر آواز دی کہ باہر نکلا لو ان لوگوں کو جن کو تم نے پناہ دی ہے۔ نعرہ حیدری سن کر اندر والے کانپ گئے اُم ہانی خود دروازہ پر آئیں اور چوں کہ خود میں سرورئے حضرتؐ پوشیدہ تھے اس لیے آپ کو نہ پہچان سکی اور کہا اے بندہ خدا میں اُم ہانی خواہرِ علی مرتضیٰ بنتِ عم محمد مصطفیٰ ہوں یہاں سے چلا جا، حضرتؐ نے فرمایا جو لوگ تمہارے گھر میں پناہ گزیں ہیں انھیں نکالو اُم ہانی نے کہا قسم بخدا اے جوان میں تیری شکایت رسول خدا سے کروں گی۔ اس وقت آپ نے خود میر مبارک سے اٹھا دیا۔ اُم ہانی نے اپنے برادرِ محترم کو پہچانا تو دوڑ کر ان سے پٹ گئیں۔ حضرتؐ نے ان کو چھاتی سے لگالیا اور فرمایا اے بہن حضرت رسول خدا نے ان لوگوں کا خون ہدر کیا ہے۔ مجھ کو انھیں قتل کیے بغیر چارہ نہیں، اُم ہانی نے کہا تم پر قربان ہوں میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہاری شکایت رسول اللہ سے کروں گی فرمایا وہ حضرتؐ بالائے وادی پر خیمہ زن ہیں جاؤ اور اپنی قسم پوری کرو۔ پس اُم ہانی متوجہ خدمتِ رسول اللہ ہوئیں۔ آپ اس وقت خیمہ میں مشغول غسل تھے۔ جناب سیدہ چادر پردہ پکڑے حاضر خدمتِ اقدس تھیں ام ہانی کی آواز سن کر آپ نے پہچان فرمایا میر جا ہوا اُم ہانی نے ماجرا بیان کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہم نے امان دی جن کو کہ تم نے امان دی۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے کہا اے ام ہانی اپنے بھائی کی شکایت کرنے آئی ہو جنھوں نے دشمنانِ خدا اور رسول کو دھمکایا۔ عرض کی تم پر خدا ہوں میری

(۱) بدر فتح اول و ثانی حق خون کا باطل و ضائع ہونا ۱۲ منہ۔

درید بن الصمہ نصری نام اس لشکر میں تھا جس کی عمر بقولے ایک سو ساٹھ سال کو پہنچی تھی اور ضعف پیری سے اس کی بصارت جاتی رہی تھی اس کو یمن و برکت کی غرض سے نہ کہ جنگ و جرأت کے لیے ساتھ لیا تھا۔ جب اس کو زنان و اطفال و اسباب و اموال کے ساتھ لانے کا حال معلوم ہوا تو مالک کو نصیحت کی کہ ان کو لڑائی میں ساتھ لے جانا مناسب نہیں اور کہا کہ جس قوم کا ستارہ اقبال عروج پر ہوتا ہے اس کا کوئی لڑنے والا جد و جہد میں اپنی طرف سے کوتاہی نہیں کرتا۔ برعکس اس کے بخت برگشتہ کو کوئی چیز فرار سے نہیں روک سکتی پھر پوچھا کہ قبیلہ بنی کعب و بنی کلاب بھی ساتھ ہیں یا نہیں کہا نہیں درید نے کہا اگر تمہارا نصیب یا اور ہوتا تو یہ دونوں قبیلے کبھی تخلف نہ کرتے میں دیکھتا ہوں کہ گویا تم نے میدان جنگ سے فرار کیا ہے اور تمہارا مال و اسباب، مواشی، عورات و اطفال تمام غنیم کے ہاتھ آئے مالک کو درید کی اس دریدہ دہنی پر بہت غصہ آیا۔ کہا اپنی زبان بند کر تو پھر فروت ہو گیا ہے اور ہوش و حواس تیرے بجا نہیں رہے بے سوچے سمجھے جو دل میں آتا ہے کہہ دیتا ہے غرض مالک نے درید کی نصیحت نہ سنی اور لشکر ضلالت نے وہاں سے کوچ کر کے مقام حنین میں نزول کیا۔ اُدھر رسول خدا ﷺ کو اس جھڑپ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اصحاب کو جہاد کی ترغیب دی اور حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ فتح و نصرت ان کو سنایا کہ غلبہ پاؤ گے اور ان کے اموال و اولاد غنیمت میں تمہارے ہاتھ آئیں گے پس لوگ جنگ کو آمادہ ہوئے علاوہ ان دس ہزار مرد کے کہ پہلے سے آپ کے ساتھ تھے دو ہزار بروایت چھ ہزار طلقاء مکہ سے مستعد ہو گئے۔ آپ نے سوز رہیں مع دیگر ساز و سامان کے صفوان بن امیہ سے عاریت لیں اور علم بزرگ حب معمول امیر المومنین کو عنایت کر کے کہا یا علی اس کو لو کہ حق تعالیٰ نے یہ فتح بھی تمہارے نام پر لکھی ہے پس آپ آخر ماہ رمضان یا شروع شوال میں روانہ ہوئے امیر المومنینؑ لوائے نصرت لیے آگے آگے جاتے تھے۔ عبد اللہ بن ابی حذرہ اسلمی جس کو ہمیر خدا نے مشرکوں کا حال دریافت کرنے کے لیے مکہ سے اس طرف کو بھیجا تھا واپس ہو کر راہ میں حاضر خدمت ہوا اور مفصل کیفیت سپاہ و سامان کی اور بال بچوں اور چوپاؤں کے ساتھ لانے کی معروض رائے کی حضرت یٰسینؑ کر متبسم ہوئے اور فرمایا بفضل خدا سے امید ہے کہ یہ تمام اشیاء غنیمت مسلمانان ہوں حضرت عتیق نے ایسا شان دار لشکر کبھی پہلے کا ہے کو دیکھتا تھا کہنے لگے لَنْ نَغْلِبَ الْيَوْمَ مِنْ قِلَّةٍ کہ آج ہم کی لشکر کے سبب سے شکست نہ پائیں گے بقول صاحب روضۃ الاحباب یہ کلمہ انھوں نے خود رسول اللہ سے کہا چوں کہ اس میں شائبہ عجب و غرور تھا کہ فتح و نصرت میں کثرت سپاہ پر بھروسہ کیا تھا خدا اور رسول کو ناپسند ٹھہرا پس اول مرتبہ حنین میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تاکہ آئندہ کوئی کثرت سپاہ پر اعتماد نہ کرے اور فتح و نصرت کو صرف اس جل شانہ کی طرف سے جانے چنانچہ ارشاد ہے وَیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذَا عَجَبْتُمْ کَثْرَتَکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شِیْئًا وَضَا

قَتَّ عَلَیْكُمْ الْاَرْضُ بِمَا رَحَبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُذَبِّرَیْن ط یعنی حق تعالیٰ نے مقامات کثیرہ میں تمھاری نصرت کی اور بروز جنین نصرت کی جب کہ تم کثرت لشکر پر مغرور تھے مگر کچھ فائدہ اس کثرت نے نہ بخشا اور زمین بایں فراخی تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے تعجب ہے صاحب مدارج النبوة پر، باوجودیکہ اس کتاب کی بنا روضۃ الاحباب پر رکھی اور زیادہ تر مضامین کو اس سے نقل کرتے ہیں مگر یہاں پر اس قول کو ذرا دھیان میں نہیں لاتے اور اس کے اور جملہ کتب تفسیر و حدیث کے خلاف اس کلمہ کا قائل بجائے ابو بکرؓ کے کسی اور شخص مجھول الاسم والجسم کو قرار دیتے ہیں اور خلیفہ اول کو اس الزام سے بچاتے ہیں۔ القصہ ادھر سے ہوا زن اور ادھر سے مسلمان چلتے چلتے وادی جنین کے نزدیک پہنچے۔ اس وادی کے ایک جانب میدان ہوا اور دوسری طرف درے اور پہاڑ تھے مالک بن عوف نے پہلے پہنچ کر میدان میں ڈیرے لگا دیے اور فوج کو تعین کیا کہ دروں اور گھاٹیوں کے سروں پر مسلمانوں کی گھات میں رہیں رسول اللہ نے بعد نماز صبح لشکر کو ترتیب دے کر منہ اندھیرے آگے بڑھنے کا حکم دیا راستہ تنگ تھا تمام فوج ایک جگہ سے نہ گزر سکی لہذا دستہ دستہ متفرق ہو کر مختلف گھاٹیوں سے داخل ہوئے، کفار کہ گھات میں ان کے منتظر تھے حملہ آور ہوئے، مقدمہ لشکر پر خالد ولید مع قبیلہ نبی سلیم تھا ان کے صدمہ کی تاب نہ لا کر اٹنے پاؤں پیچھے پھرا، کیا سیف خدا کا یہی کام ہے کہ معرکہ زحف سے فرار کرے اور اوروں کے بھی فرار کا باعث ہو، روضۃ الاحباب میں ہے کہ سب سے پہلے خالد نے فرار کیا، اس کے پیچھے کفار قریش نے، کہ قریب العہد بجا بلیت تھے بعد ازاں باقی اصحاب مہاجر و انصار بھاگے، رسول خدا اس روز فخر سفید رنگ پر جس کو فردہ جزائی نے حضرت کو ہدیہ میں بھیجا تھا سوار تھے اصحاب کو پکارتے تھے کہ اے انصار خدا اور رسول میں بندہ خدا اور اس کا رسول ہوں کبھی کہتے تھے اِلٰی اَیْنِ الْاِنْسَانِ لَوْ كُنْهَآ بَہَاگے جاتے ہو، مگر اصحاب اس طرح بھاگے جارہے تھے کہ ذرا پیچھے مڑ کر نہ دیکھتے تھے۔ قریش کہ تازہ مسلمان اور حسد و کینہ سے بھرے ہوئے تھے، ہنستے اور ان پر طعن کرتے تھے، کوئی کہتا تھا کہ اصحاب محمدؐ ایسے بھاگے جاتے ہیں کہ سمندر کے کنارہ سے اس طرف کہیں دم نہ لیں گے، دوسرا کہتا تھا کہ آج محمدؐ کا سحر باطل ہوا، ایک نے صفوان بن امیہ سے کہا تجھ کو بشارت ہو کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب بھاگ گئے، اس نے کہا یہ کیا خاک بشارت ہے قریش سے ایک شخص ہمارا بادشاہ ہو، وہ اچھا ہے یا ہوا زن سے ہو وہ اچھا ہے، منقول ہے کہ نسیم بنت کعب بھگوڑوں کے منہ پر خاک ڈالتی اور کہتی کہ خدا اور رسولؐ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے، مگر مطلق اثر نہ تھا۔ یہ نسیم وہی شیر دل عورت ہے جس کا حال پیشتر جنگ احد سے کسی قدر ناظرین کو معلوم ہے، اس وقت حضرت عمرؓ خطاب نسیم کے سامنے سے گزرے تو اس نے لکڑا، اے عمرؓ یہ کیا کام ہے، جو تم کرتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا خدا کا حکم یہی ہے۔ کیا خوب خدا کا حکم ہے کہ اس کے پیغمبر کو تیس ہزار تلوار کے

تلے چھوڑ کر معرکہ جہاد سے بھاگ جاؤ، حضرت ابو بکرؓ جن کو کثرتِ سپاہ پر بہت گھمنڈ تھا پہلے ہی چل دیے تھے ابن ابی الحدید ان کی نسبت اپنے قصیدہ رائیہ میں کہتا ہے۔

وَلَيْسَ بِنُكْرٍ فِي حَيْنٍ فَرَارَةٍ
فَفِي أَحَدٍ قَدْ فَرَّ خَوْفًا وَخَيْرًا

یعنی ابو بکرؓ کا جنگِ حنین میں فرار کرنا کوئی انوکھی بات نہیں، وہ اس سے پیشتر جنگِ احد و جنگِ خیبر میں بھی ڈر کر بھاگ چکے ہیں۔ علاوہ برائیں بقول اہل سنت رسول خداؐ خود فرما گئے تھے کہ ہمارے بعد حق تعالیٰ اس کے فاسقوں فاجروں سے دین کی نصرت کرائے گا چنانچہ حدیث ان اللہ یؤید هذا الدین بالرجل الفاجر صحیح بخاری میں موجود ہے اس حدیث کے موافق ان حضرات کی مدح و ستائش کی ذرا بھی گنجائش نہیں رہتی، بلکہ اور الرجل الفاجر کی مصداق ٹھہر جائیں تو تعجب نہیں، بالجلہ وعدہ الہی تھا کہ کسریٰ و قیصر کے ملکوں پر اسلام کا قبضہ ہو جائے گا اور مدائن و قسطنطنیہ کی دیواروں پر اسکا پھریرا لہرائے گا، سو اس کے آثار حضرت رسالت پناہیؐ کے زمانہ میں بزورِ بازوئے یدِ الہی دکھائی دینے لگے تھے کہ اکثر عرب مشرکوں کافروں سے پاک ہو گیا تھا۔ القصہ سولہ ہزار افراد میں سے اس بھاگ دوڑ میں صرف چار شخص حضرتؐ کی خدمت میں رہ گئے باقی تمام بھاگ نکلے۔ اول و افضل ان میں امیر المومنینؓ تھے کہ پیش روئے سید المرسلین تبعِ زنی و سرافشانی کفارِ نابکار میں مشغول تھے اور حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی ٹھہرا آپؐ ہی کے ٹھہرنے سے ٹھہرا دوم عباسؓ بن عبد المطلب عمِ محترم رسول خداؐ کہ آنحضرتؐ کے اونٹ کے آگے آگے تھے۔ سوم ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب آپؐ کے دوسرے چچا زاد بھائی کہ وہی رکابِ خچر کی تھا بے ہوئے تھے۔ چہارم عبد اللہ بن مسعودؓ صحابی کہ آپؐ کے بائیں طرف تھے۔ بروایت دس اشخاص ثابت قدم رہے نوبی ہاشم سے یعنی امیر المومنینؓ و عباسؓ و فضلؓ و قسمؓ پسرانِ عباس و ابوسفیان و رابعیہ پسرانِ حارث بن عبد المطلب و عبد اللہ بن زبیر بن عبد المطلب و عتبہؓ و معتبہؓ پسرانِ ابولہب، دسویں ایمنؓ پسرِ ام ایمن انصاری، روایت ہے کہ مالک بن عوف سر لشکر کفار نے میدان خالی پا کر چاہا کہ آگے بڑھ کر حضرت رسول خداؐ پر حملہ کرے تو اس وقت ایمن انصاری اُس کے سدا راہ ہوئے مالک نے ایک ضربت تلوار کی ان کے لگائی جس سے اس سعادت مند نے شہادت پائی ایمن کے قتل کے بعد مالک نے اور آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کا گھوڑا باعجازِ رسالت پناہ رک گیا اور آگے نہ بڑھا پس حضرت رسول خداؐ نے تلوار میان سے کھینچ لی اور استرذل ل کوجس پر آپؐ سوار تھے مہینز کیا اور بنفس نفیس کفار پر حملہ آور ہوئے اور اس عبارت کو بطورِ رجز پڑھتے تھے۔

اننا النبی لا کذب اننا ابن عبدالمطلب

ایسی پر آشوب حالت میں آپ کا زور زور سے رجز کو پڑھنا گویا جہنم اعدا کو اپنی طرف بلانا تھا حالانکہ اس وقت گھوڑے پر بھی نہیں آپ خچر پر سوار تھے جو اصلاً کودنے پھاندنے دوڑنے بھاگنے کی صلاحیت نہیں رکھتا یہ امر آنحضرتؐ کے کمال شجاعت و دلاوری و اطمینان قلب و وثوق بہ وعدہ ایزدی پر دلالت کرتا ہے کہتے ہیں کہ اس لڑائی کے سوار رسولؐ اللہ کو کہیں بذات خود ڈرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مروی ہے کہ اس گیر و دار میں عباسؓ نے امیر المومنینؑ کو نزدیک نہ دیکھا تو حیران ہوئے کہ ایسے نازک وقت میں کزار غیر فزا کہاں گئے ان کے بیٹے فضلؓ نے دُور سے برقی شمشیر ان کو دکھا کر کہا کہ وہ ہیں کہ خرمن ہستی کو دشمنوں کے جلاتے اور مایہ حیات کو ان کی خاک میں ملاتے ہیں عباسؓ نے غور سے دیکھ کر ضربت حیدری کو پہچانا تو کہا نیکو کار ہے پس نیکو کار کا عم و خال، اس کے فدا ہوں اس پر، پھر فضلؓ کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے چالیس کا فراس روز اپنے ہاتھ سے قتل کیے جس پر تلوار لگاتے دو برابر حصے ہو جاتے تھے حتیٰ کہ بنی و ذکریک بھی برابر تقسیم ہوتے اور ضربت اس جناب کی ہمیشہ بکر ہوتی تھی یعنی پہلی ہی چوٹ میں دشمن کا کام تمام کر دیتے تھے دوسرے کی حاجت نہ رہتی تھی۔ نقل ہے کہ عباسؓ مرد دراز قد بلند آواز تھے انھوں نے باشارہ ختمی مآب ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر پکارا اے اصحاب سورہ بقرہ و اے صاحبان بیعت شجرہ کہاں بھاگے جاتے ہو رسولؐ خدا یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ پس حضرتؑ نے دست دعا بلند کیے اور عرض کی اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَالْيَنِّكَ الْمُشْتَكٰی وَأَنْتَ الْمُسْتَعَان جبریل امین نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ اس وقت تم نے وہ دعا کی جس سے موسیٰؑ کے لیے دریا شگافہ ہوا، اور نبی اسرائیلؑ نے غرق سے نجات پائی۔ غرض انصار نصرت شعار نے صدائے عباسؓ سنی تو پلٹے اور لبیک لبیک کہتے ہوئے بکمال خجالت حضرت رسالتؐ پناہ کے پاس سے گزر کر علم امیر المومنینؑ کی طرف متوجہ ہوئے حتیٰ کہ قریب ایک سو نفر کے زیر علم نصرت شیم جمع ہو گئے اور حضرتؑ نے ان کو ساتھ لے کر کفار پر حملہ کیا اس وقت رسولؐ اللہ نے فرمایا اَلَا نَحْمٰی الْوَطِیْسَ یعنی اب تو ریزا رازا گرم ہوا۔ اتنے میں ابو جردل علم و الشکر ہوا زن علم ہاتھ میں لیے شتر سرخ پر سوار حضرت امیرؑ کے سامنے نمودار ہوا۔ لکھا ہے کہ وہ مردود جس مسلمان کو قتل کرتا اس کی لاش کو اوپر اچھالتا تھا تاکہ اس کی قوم دیکھے اور اس کی جواں مردی کی داد دے۔ آپ کے نزدیک آیا تو یہ رجز پڑھا قتل ابو جردل۔

اننا بوجرول لا براح
حتى نیبح القوم او بناح

یعنی میں ابو جردل ہوں بلا شک و شبہ جنگ کروں گا جب تک کہ ہم دشمنوں کو قتل کریں یا خود قتل ہو جائیں حضرت امیرؑ نے بڑھ کر اول اس کے شتر کی پشت پر پھر اس کے سر پر ایسی ضربت لگائی کہ دونوں گر کر سر دھو گئے اور اس شعر کو پڑھا۔

قَدْ عَلِمَ الْقَوْمَ لَدَى الصَّبَاحِ

أَنِّي لَدَى الْهَيْجَاءِ ذُو نَصَاحِ

یعنی قوم بوقت صبح یہ معلوم کر چکی ہے کہ میں بوقت جنگ صاحبِ نصاح (۱) ہوں۔ ابو جردل کے مارے جانے پر مشرکین میں تاب و تواں نہ رہی حضرت رسولؐ خدا نے دعا کی خداوند اتونے ابتدا میں مسلمانوں کو تلخی عذاب چکھائی انہما میں حلاوت عطا و بخشش سے ان کا منہ میٹھا کر اور ایک مشت سگریزے اٹھا کر مشرکوں کے منہ پر مارے اور فرمایا شاہت الوجوہ جابر انصاری کہتے ہیں کہ ایسی آواز ان سگریزوں کی ہوئی کہ گویا کسی نے ایک طشت ان کا الٹ دیا ہے۔ بروایت مشیت خاک تھی جس سے سب کے منہ خاک سے بھر گئے ممکن ہے کہ دو بار مٹی بھر کر پھینکی ہو ایک دفعہ ننگریوں کی، دوسری دفعہ مٹی کی، غرض نسیم فتح و ظفر لطف خداوند اکبر سے چلی ملائکہ آسمان، نصرت پیغمبرؐ آ خرازمیں کے لیے نازل ہوئے۔ یہاں تک کہ لوگ ان کی آوازیں سنتے تھے مگر دیکھ نہ سکتے تھے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ

أَنْزَلَ (۲) اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ حُنُودًا لَهُمْ تَرَوْهَا وَ عَذَابَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ ذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ترجمہ پس نازل کیا اللہ نے سکینے و وقار اپنے کو اور پر رسولؐ کے اور اوپر مومنوں کے اور نازل کیا ایسے لشکروں کو جن کو تم دیکھتے نہ تھے اور عذاب کیا کافروں کو اور یہی ہے بدلا کافروں کا۔ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سکینہ ایک ہوائے خوش گوار خوشبودار ہے جو بہشت سے چلتی ہے اور اس کی صورت بشکل آدمی ہوتی ہے وہ ہمیشہ پیغمبروں کے ساتھ رہتی ہے۔ غرض کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ خوار و زار میدانِ جنگ سے بھاگ گئے اور بال بچے مال و چوپائے سب مسلمانوں کے لیے چھوڑ گئے۔ شجرہ بن ربیعہ نضری نے اسیر ہو کر کہا کہ اب وہ اہلِ سوار سفید لباس تم میں نظر نہیں آتے جنہوں نے ہم کو مغلوب کیا معلوم ہوا کہ وہ ملائکہ تھے۔ شبیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ عبدری (۳) نے کہا۔ میرے عزیزوں اور رشتہ داروں سے آٹھ مرد جنہوں نے یکے بعد دیگرے علم قریش لیا جنگِ احد میں مارے گئے تھے لہذا محمدؐ کی طرف سے کینہِ عظیم میرے دل میں تھا ہمیشہ اسی گھات میں

(۱) نصاح وہ رے یارسن کہ شکاری کے پاس بوقت شکار ہوتے ہیں ۱۲۔

(۲) دیکھو یہاں جیسے پیغمبر خداؐ سکینہ نازل کیا ویسے ہی مومنین پر کیا ہے بخلاف آیتِ غار کے کہ وہاں انزال سکینہ صرف رسول اللہؐ پر ہوا ہے۔

(۳) عبدری منسوب بہ قبیلہ عبدالدار ہے اس کا باپ اور کئی چچا بروز احد امیر المومنین کے ہاتھ سے قتل ہوئے چنانچہ جنگِ احد میں اس کا بیان

گزارا ۱۲۱ منہ۔

رہتا کہ قابو ملے تو ان سے اپنے کنبہ کا بدلہ لوں اور دل میں کہتا تھا کہ اگر تمام جہان بھی مسلمان ہو جائے گا تو میں تب بھی نہ ہوں گا فتح مکہ کے بعد میری کچھ ہمت ٹوٹ گئی اور میں اپنی کامیابی سے مایوس ہونے کو تھا کہ اتنے میں غزوہ حنین پیش آیا پس اسی خیال سے ساتھ ہولیا کہ شاید اس میں کوئی موقع کینہ کشی کا ملے جس وقت مسلمان پسپا ہو کر بھاگے اور میدان خالی ہوا تو میں نے دیکھا کہ آگے کی طرف سے عباسؓ آنحضرتؐ کے چچا ان کی حفاظت کرتے ہیں اور دُھنی بائیں جانب بھی خالی نہیں تو میں پشت کی جانب سے بڑھا اور تلوار میان سے نکال لی قریب پہنچا تو ایک آگ میرے اور آنحضرتؐ کے درمیان حائل ہو گئی کہ اگر ذرا وہاں ٹھہروں تو جلا کر مجھ کو خاستر کر دے پس دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ کر پیچھے کو دوڑا حضرتؐ نے آواز دی کہ اے شیبہ نزدیک آ، پاس گیا تو دست مبارک میرے سینہ پر لگا کر فرمایا اَللّٰهُمَّ اَذْهَبْ عَنْهُ الشَّيْطَانَ خداوند اس سے دوسوہ شیطان کو دور کر یا تو میری وہ حالت تھی یا بعد اس کے وہ حضرتؐ میرے نزدیک میرے دو گوش اور دونوں آنکھوں سے زیادہ عزیز ہو گئے فرمایا اے شیبہ جا اور کفار سے جنگ کر پس میں ان پر حملہ آور ہوا اور یہ جوش مجھ میں تھا کہ اگر اس وقت میرا باپ بھی میرے مقابل ہوتا تو اس کو بھی قتل کیے بغیر نہ چھوڑتا۔ اختتام جنگ کے بعد رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا اے شیبہ جو کچھ حق تعالیٰ نے تیرے لیے چاہا وہ اس سے بہتر ہے جو تو نے اپنے واسطے چاہا تھا پھر تمام باتیں جو میرے دل میں گزری تھی ایک ایک بیان کیں پس میں نے کلمہ پڑھا اور اسلام لایا اور عرض کی حضرتؐ میرے لیے دعائے مغفرت کریں آپ نے فرمایا غُفِرَ اللّٰهُ لَكَ۔ حیات القلوب میں ہے کہ جب آفتاب بلند ہوا تو حضرتؐ نے امر کیا کہ کشت و خون سے ہاتھ اٹھائیں۔ جس کے پاس کوئی بردہ ہو اس کو رہنے دے مارے نہیں ابن اکوع نام ایک شخص فتح مکہ کے روز بنی ہذیل کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی کے لیے آیا تھا اس جنگ میں اسیر ہو گیا حضرت عمرؓ خطاب نے اس کو گرفتار پا کر ایک مرد انصاری کو اشارہ کیا کہ یہ دشمن خدا کفار کا جاسوس بنا تھا اسے زندہ نہ رکھنا چاہیے۔ غرض انصاری نے حضرت عمرؓ کے کہنے سے دھوکا کھا کر ابن اکوع کو مار ڈالا بغیر خدا نے یہ سنا تو ناراض ہوئے کہ ہم نے منع کیا تھا کہ قیدیوں کو نہ مارو بعد ازاں ایک اور شخص حبل بن معمر نام اسی طرح مارا گیا اس پر آپؐ نے غضب ناک ہو کر انصاریوں سے جواب طلب کیا کہ باوجود ممانعت کے تم کس لیے قیدیوں کو قتل کیے جاتے ہو انھوں نے کہا ہم نے عمرؓ کے کہنے سے قتل کیا۔ پس آپؐ نے حضرت عمرؓ کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اعراض فرمایا تا انیکہ چند روز بعد عمر بن وہب نے عذر خواہی کر کے خطا معاف کرائی۔ روایت ہے کہ جنگ حنین میں چار ہزار اسیر اور بارہ ہزار شتر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ بروایت چھ ہزار بردے چوبیس ہزار اونٹ چالیس

ہزار سے زیادہ بھیڑ بکری اور بقدر چالیس ہزار اوقیہ (۱) کے چاندی غنیمت میں ملی حضرتؑ نے تمام غنائم بدل بن ورتقا خزاعی کے سپرد کیں کہ مقام حمرانہ میں لے جا کر نگہبانی کرے تاکہ بوقت فرصت مسلمانوں میں تقسیم کی جائیں اور خود تعاقب کفار کا عزم کیا نقل ہے کہ ایک سو کا فر اس جنگ میں مارے گئے اور مسلمانوں سے کل چار شخصوں نے شہادت پائی۔ غزوہ طائف وغیرہ منقول ہے جب حنین میں مشرکوں کو شکست ہوئی اور ان کی جماعت تفرقہ سے بدل گئی تو ان کے دو گروہ ہو گئے۔ بڑا گروہ ثقیف وغیرہ کا کہ مالک بن عوف ان میں شامل تھا طائف کو گیا جہاں ان کے احوال و انشال محفوظ تھے اور کہتے ہیں کہ ایک سال کا ذخیرہ مہیا کر کے اس کی فصیلوں کو مضبوط کیا تھا کہ ضرورت کے وقت اس میں پناہ گزریں ہوں۔ باقی اعراب بادیہ نشین نے مع اپنے تابعین کے اوطاس کی راہ لی حضرت رسولؐ خدا نے ابو عامر اشعری کو کچھ فوج دے کر ان کے پیچھے بھیجا۔ سلمہ بن اکوع و ذبیحہ عوام و ابو موسیٰ اشعری اس کے لشکر میں تھے یہ لوگ اوطاس میں پہنچے تو مخالف جنگ و جدل پیش آئے اثنا جنگ میں درید بن الصمہ پیر کہن سال جس کا کچھ حال پہلے مذکور ہوا اور اس وقت وہ اس گروہ کا سردار تھا مارا گیا شہادت ابو عامر ادھر ابو عامر سردار مسلمانوں نے بھی اس کشش و کوشش میں جام شہادت نوش کیا مگر فتح و نصرت مسلمانوں کے شامل حامل ہوئی۔ اور مظفر و فاتح حاضر خدمت ہوئے رسولؐ خدا نے ابو عامر کے لیے دعا خیر فرمائی بعد ازاں حضرتؑ خود بدولت و اقبال عازم تسخیر طائف ہو کر اس طرف کو روانہ ہوئے۔ علمدار امیر لشکر اس غزوے میں بھی بدستور امیر المومنینؑ سے متعلق تھی۔ کفار حصار طائف میں متحصن ہو کر مدافعہ و مقابلے کے لیے تیار تھے رسولؐ خدا نے حکم دیا کہ قلعہ کا محاصرہ کر لیں مشرکین دیوار قلعہ سے تیر مارتے تھے جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہوئے تاہم ایک ماہ محاصرہ کئے رہے اس عرصہ میں حبیب خدا نے شیر خدا علی مرتضیٰ کو کچھ سپاہ کے ساتھ تعین کیا کہ اطراف طائف میں گشت کر کے جہاں بت خانہ پائیں خاک میں ملائیں جو جنگ پیش آئے اس کو قتل فرمائیں امیر خیبر گیر حسب الایما متوجہ خدمت ہوئے راہ میں ایک لشکر عظیم قبیلہ حثیم سے آپ کا سامنا ہوا ایک پہلوان شہاب نام ان کا پیش رو تھا ہنگام سحر کہ ہنوز تاریکی شب دور نہ ہوئی تھی دونوں لشکروں کی باہم ملاقات ہوئی شہاب نے میدان میں آ کر مبارز طلب کیا امیر المومنینؑ نے چاہا کہ کوئی مسلمان اس کے مقابلے کو نکلے مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی جب معلوم ہوا کہ کوئی اس سے لڑنے کی جرأت نہ کرے گا تو بالضرور خود مہیائے پیکار ہوئے اس وقت ابو العاص بن ربیع شوہر زینب خاتون نے عرض کی یا امیر المومنینؑ آپ تکلیف نہ کریں میں اس کی شرارت کو آپ سے دفع کرتا ہوں چوں کہ تیار ہو گئے تھے قبول نہ کیا اور فرمایا اگر میں یہاں کام آیا تو امیر اس لشکر کا تو ہے الغرض یہ شہاب اللہ ثاقب اس شہاب

(۱) اوقیہ کی مقدار چالیس درہم شرعی ہے کہ ہر درہم چھ دانگ ہر دانگ دو قیراط ہر قیراط دو طسوج ہر طسوج دو جویمانہ کا ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

خاسر و خائب کے مقابل ہوا اور بیک ضرب ذوالفقار اس کو واصل جہنم فرمایا۔ سردار کے مارے جانے سے لشکر میں تاب قرار نہ رہی بھاگ گئے حضرتؑ نے گرد و نواح میں پھر کر جہاں کوئی بت یا بت خانہ پایا نیست و نابود کر دیا اور فائز المرام مراجعت فرمائی رسولؐ خدا بھی محاصرہ طائف ہی میں تھے کہ آپ حاضر خدمت ہو گئے۔ حضرتؑ نے امیر المومنینؑ کو دیکھا تو تکبیر کہی اور دست مبارک اس جناب کا پکڑ کر گوشہ خلوت میں لے گئے اور عرصہ دراز تک آپ کے ساتھ تنہائی میں راز کہتے رہے کوئی پاس نہ تھا۔ راز گوئی رسول اللہؐ با شہیر خدا: کیا معلوم کہ نبی و وحی میں کیا باتیں ہوں مگر حاسد کی آنکھ میں یہ مجلس خار گزری اور بر ملا رسول اللہؐ پر اعتراض کیا۔ چنانچہ سنی و شیعہ نے بطریق بسیار جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جب سید انبیا اشرف اوصیا کے ساتھ خلوت میں راز کہہ رہے تھے تو حضرت عمرؓ خطاب نے آگے جا کر کہا ان کے ساتھ تنہائی میں باتیں کرتے ہو اور ہم کو پاس نہیں آنے دیتے۔ حضرتؑ نے فرمایا **ما انت جیتہ** **ولکن اللہ انت جاء** میں نے ان سے راز نہیں کہا بلکہ حق تعالیٰ نے راز کہا۔ مسند احمد بن حنبل وغیرہ میں بجائے حضرت عمرؓ کے لفظ قائل ”لکھا ہے یعنی ایک کہنے والے نے کہا مگر اوروں نے یہ ستر پوشی روا نہیں رکھی صاف صاف حضرت عمرؓ کا نام لے دیا۔ معارج النبوۃ میں ابن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا کے اس جواب با صواب سے بجائے اس کے کہ خلیفہ ثانی اپنی جرأت پر پشیمان ہوتے یہ کہنے لگے کہ یہ بھی وہی بات ہوئی کہ بروز حدیبیہ ہم کو کہہ دیا تھا کہ مسجد الحرام میں داخل ہوں گے حالانکہ نہ داخل ہوئے۔ یعنی جیسے اس روز وہ (معاذ اللہ) جھوٹ بول دیا تھا۔ ایسے ہی آج یہ جھوٹ کہتے ہیں کہ خدا ان سے مناجات کرتا ہے ہم نہیں کرتے حضرتؑ نے یہ سن کر فرمایا میں نے کب کہا تھا کہ تم اسی سال داخل ہو گے پھر آخر داخل ہوئے یا نہیں۔ روایت ہے کہ ایام محاصرہ میں ایک روز نافع بن غیلان قبیلہ ثقیف کے کچھ آدمی ساتھ لے کر قلعہ سے نکلا رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا وادی وج میں تلافی کفر و ایمان واقع ہوئی اور نافع امیر المومنینؑ کی تیغ صاعقہ بار سے مارا گیا اور اس کے اصحاب بھاگ گئے اس سے رعب عظیم اہل قلعہ پر چھا گیا بعض ان میں سے قلعہ سے نکل کر فوراً مسلمان ہو گئے مابقی نے کہلا بھیجا کہ آپ محاصرہ اٹھالیں تو ہمارے قاصد آن کر کچھ شرائط پیش کریں چنانچہ رسولؐ مکہ میں آئے تو ان لوگوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم مسلمان ہوتے ہیں بشرطیکہ نماز روزہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ رہیں حضرتؑ نے فرمایا **لَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَا رَكُوعَ فِيهِ وَلَا سُجُودَ**۔ یعنی جس دین میں رکوع و سجدہ نہیں کوئی بھلائی اس میں نہیں ہو سکتی پھر فرمایا قسم بخدا عز و جل کہ میری جان اس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ تم نماز پڑھو زکوٰۃ نکالو نہیں تو تم پر ایسے شخص کو بھیجوں گا جو بمنزلہ میرے نفس و جان کے ہے وہ تم کو قتل اور تمہارے زن و فرزند کو اسیر کرے گا پھر امیر المومنینؑ کا ہاتھ

پکڑ کر بلند کیا کہ یہ ہے وہ شخص قاصدوں نے واپس جا کر جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اس قوم سے بیان کیا تمام اہل طائف بلا چون و چرا مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو کوئی اس امت سے میری نافرمانی کرے گا میں سہم اللہ (۱) یعنی شیر خدا کو اس پر بھیجوں گا اصحاب نے پوچھا سہم اللہ کون ہے فرمایا علی بن ابی طالب ہیں کہ جہاں ان کو بھیجتا ہوں جبریل و میکائیل ان کے راست و چپ ہوتے ہیں اور ایک اور فرشتہ آگے اور ابر رحمت ان پر سایہ اُلگن واپس نہیں ہوتے جب تک کہ حق تعالیٰ اس مہم کو ان کے دستِ حق پرست پر فتح نہیں کرتا۔ ابن اثیر نے کامل میں روایت کی ہے کہ جب محاصرہ طائف کو طول ہو گیا تو حضرت رسول خدا نے نوفل بن معاویہ دہلی سے اس بارے میں مشورہ کیا اس نے کہا یا رسول اللہ یہ لوگ مثل ایک روباہ کے سوراخ میں گھسے ہوئے ہیں اگر آپ نے یہاں قیام کیا تو ضرور ہے کہ نکلیں اور گرفتار ہوں اور جو ان کو چھوڑ دیں گے تو کچھ ضرر آپ کو نہیں پہنچا سکتے پس حضرت نے اذن کوچ دیا۔ عطا یا رسول اللہ بوقت تقسیم غنائم حنین روضۃ الصفا میں ہے کہ رسول خدا محاصرہ طائف سے اٹھ کر جہرانہ (۲) میں جہاں کہ حنین کی غنیمتیں محفوظ تھیں تشریف لائے اور دستِ سخا و کرم دراز کر کے قریش کو کہ تازہ مسلمان مولفۃ القلوب تھے انعام و بخشش سے مالا مال کر دیا کہتے ہیں کہ جس وقت اموالِ غنیمت نقد و جنس آپ کے سامنے انبار تھے۔ ابوسفیان بن حرب کہ حنٹ و امساک میں شہرہ آفاق تھا خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ آج آپ تمام قریش سے زیادہ مال دار ہیں آپ متبسم ہوئے تو ابوسفیان نے سلسلہ طمع کھول کر کہا مجھ کو بھی اس مال سے کچھ عنایت کیجیے آپ نے فرمایا کہ بقدر چالیس اوقیہ سیم اور سو شتر اس کو دے دیں لالچی ابوسفیان نے گردن طمع دراز کر لی اور اپنے بیٹوں یزید و معاویہ کا حصہ مانگا حضرت نے اتنا ہی اتنا ان کو بھی مرحمت کیا ابوسفیان یہ جو دو سخا اس کا ن عطا کی دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں قسم بخدا کہ تم بوقتِ جنگ و صلح دونوں کر یم ہو انتہائے کرم و بخشش ہے جو اس وقت آپ نے بذل کیا حق تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے پس حکیم بن خرام کو سواونٹ عنایت کیے اس نے زیادہ کی خواہش کی تو اسی قدر اور بخشے علیٰ ہذا سہیل بن عمرو صفوان بن امیہ و خویطب بن عبد العزیٰ و اسید بن حارثہ ثقفی و حارث بن ہشام برادر ابوجہل و قیس بن عدی و اقرع بن حابس تمیمی و عقیہ بن حصن فزازی و غیر ہم کو سواونٹ دئے ان کے سوا ہشام بن عمر عامری و مخرمہ بن نوفل و سعید بن ربیع و غیرہ کو کہ دوسرے درجے کے لوگ تھے پچاس پچاس شتر مرحمت فرمائے۔ مولف روضۃ الصفا کہتے ہیں کہ اختلاف ہے اس بارے میں کہ آیا یہ عطیات خاص فہم سے تھیں یا مجموع غنائم سے بعض علما نے قول اول اختیار کیا

(۱) سہم اللہ و سیف اللہ دراصل امیر المومنین کے لقب ہیں۔

(۲) ۱۲ منہ جہرانہ بکسریم و سکون عین ہملہ ۱۲ منہ۔

ہے بعض نے دوسرا بہر حال کل اصحاب قریب بارہ ہزار کے تھے جماعت مولفتہ القلوب کے سوا تمام کو چار چار شتر ملے سواروں کا حصہ اس سے زیادہ تھا حالاں کہ زیادہ سے زیادہ روایت اونٹوں کی چوبیس ہزار تک کی ہے یہ بھی معجزات حضرت ختمی مآب سے ہے کہ مثنوی چوبیس ہزار اونٹ بارہ ہزار پر تقسیم ہوں اور چار چار سے کم کسی کو نہ ملے اور بعض سو سو تک بھی پا جائیں لکھا ہے کہ عباس بن مرداس شاعر کو رؤساء قریش سے تھا اس کو چار شتر ملے تو بہت غصہ ہوا اور چند اشعار اس میں لکھے کہ دو شعر ان سے یہ ہیں۔

اَتَجْعَلُ نَهْبِي الْعِيْدَ
بَيْنَ عُيَيْنَةَ وَالْاَقْرَعِ
فَمَا كَانَ حِصْنٌ وَلَا حَابِسُ
يَفُوْقَانِ مَرْدَاسَ فِي الْمَجْمَعِ

یعنی میرے اور عبید کے درمیان تقسیم کرتے ہو۔ حالاں کہ حصن عیینہ کا باپ اور حابس اقرع کا باپ میرے باپ مرداس سے فائق نہ تھے۔ حضرت نے یہ اشعار سنے تو غضب ناک ہو کر امیر المومنین سے فرمایا اَقْطَعُ لِسَانَهُ کہ اس کی زبان کاٹ لو حضرت اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر لائے عباس کہتا ہے کہ سخت تشویش و اضطراب مجھ کو لاحق ہوا میں نے کہا یا علی واقعی تم میری زبان کاٹو گے فرمایا جو کچھ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ اس کی تعمیل کروں گا تھوڑی دور جا کر پھر میں نے کہا یا علی ضرور ہی میری زبان قطع کر دو گے۔ حضرت نے پھر وہی جواب دیا تا انیکہ مجھ کو ایک احاطہ میں جہاں شتر بکثرت تھے لے گئے اور فرمایا چار سے لے کر سو شتر تک جتنے چاہے اپنے لیے اختیار کر میں نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں تم پر کس قدر تم کریم حلیم اور صاحب علم و حلم و کرم ہو کہ بجائے سزا کے سوا اونٹ بخشے اور علم یہ کہ کس طرح امیر المومنین رسول خدا کی مراد کو پا گئے حالاں کہ اس شاعر کو اس کا شعور نہ ہوا۔ امیر المومنین نے کہا اے عباس رسول اللہ نے تجھ کو چار شتر دیے تاکہ مولفتہ القلوب سے ممتاز اور مہاجر و انصار میں شامل ہو مگر حرص تجھ پر غالب ہے عباس نے کہا یا ابوالحسن میں تم سے صلاح پوچھتا ہوں کہ کیا کرنا چاہیے آپ نے فرمایا کہ تقسیم خدا اور رسول پر راضی ہو پس عباس نے بطوع رغبت چار اونٹ لیے اور زیادہ کی خواہش نہ کی نیز اس تقسیم پر بعض انصار بھی برہم ہوئے کہ لڑنے بھڑنے کے وقت تو ہم جب تقسیم اموال کا وقت آیا تو قریش کا گھر بھرا گیا بعض نے کہا آج اپنے رشتہ داروں اور عموزاد بھائیوں کو دیکھ کر ہم کو بھول گئے۔ غرض حضرت نے ان کو کندر پایا تو امر کیا کہ سب ایک خیمہ میں جمع ہوں اور سوائے انصار کے کوئی وہاں نہ جائے پس امیر المومنین کا ہاتھ پکڑ کر اس خیمہ میں داخل ہوئے اور ان کے درمیان بیٹھ کر فرمایا اے معشر انصار یہ کیا باتیں ہیں کہ

تقصیر معاف کرو رسول خداؐ نے فرمایا خدا جزائے خیر دے علیؑ کو کہ راہ خدا میں کسی کی رعایت نہیں کرتے اور مکرر فرمایا کہ میں نے امان دی جس کو امان ہانی نے امان دی بوجہ قرابت علیؑ کے القصہ غسل سے فارغ ہو کر حضرت فرج کائناتؑ نے زرہ پہنی خود سر پر رکھا اور سوار ہو کر طواف کے ارادے سے بیت اللہ روانہ ہوئے اس وقت سورہ انفحات آپ تلاوت کرتے جاتے تھے۔ پس بلا احرام مسجد الحرام میں داخل ہو کر نیزہ سے استلام (۱) حجر اسود فرمایا اور تکبیر کہی اصحاب باؤفانے بھی آپ کے ہمراہ تکبیر کہی صدائے تکبیر سے مکہ کو ہستان مکہ گونج اٹھے۔ مشرکین کہ پہاڑوں پر کھڑے اس شان کبریائی کو بہ نگاہ عبرت دیکھ رہے تھے غلغلہ تکبیر سن کر کانپنے لگے۔ حضرت رسالت پناہ سوارہ طواف بیت الحرام کا بجلائے اصحاب پیادہ پا آپ کے ہمراہ تھے۔ بعد ازاں بتوں کے توڑنے کی طرف متوجہ ہوئے۔

مسجد الحرام میں کعبہ کے گرد اگر دین سوساٹھ بت رکھے ہوئے تھے کہ ان کے پیر لوہے سیسے اور چونے گچ سے زمین میں محکم تھے۔ حضرت خاتم المرسلینؐ شان نیزہ ان کی آنکھوں میں مارتے اور فرماتے جَاءَ الْحَقُّ وَذَهَبَ الْبَاطِلُ مطابق اس کے بت بقدرت خدا و اعجاز رسول خدا اپنی جگہ سے اکھڑ کر اوندھے منہ زمین پر گر جاتے تھے۔ کفار یہ صورت دیکھ کر کہتے کہ محمدؐ بڑا جادوگر ہے۔ حتیٰ کہ تمام بتوں کو اسی طرح اکھاڑ پھینکا الا چند بت ان میں ہے کہ دیواروں پر اونچی جگہ رکھے ہوئے تھے بنا بریں امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ میرے شانوں پر چڑھ کر ان کو گرایئے۔ فرمایا یا علیؑ تم کو طاقت باریبوت اٹھانے کی نہیں اس لیے تم میرے کاندھے پر سوار ہوتا کہ یہ کارِ عظیم تمہارے ہاتھ سے انجام پائے بروایت فرمایا اے علیؑ تم نے ابتدا سے تائید اسلام میں مشقتیں جھیلیں مصائب اٹھائے تاہیکہ نشان دین و ایمان تمہارے زور بازو سے قائم ہوا پس سزاوار ہے کہ آج تمہارا رتبہ عالی و شان رفیع دوست و دشمن پر ظاہر ہو پس تم میرے شانے پر سوار ہو کر ان بتوں کو گراؤ۔ پس سید المرسلینؐ ختم ہوئے۔ اور امیر المومنینؑ نے دوش نبی پر چڑھ کر رتبہ معراج حاصل کیا کتاب و قطب شامیہ میں کہ ۵۸ھ ہجری میں سلطان ابوالمظفر عبداللہ قطب شاہ والی دکن کے نام پر لکھی گئی اور الحق ایک نفیس و لطیف کتاب ہے بعض محققین عرفا سے نقل کیا ہے کہ شب معراج جب کہ محبت و محبوب میں ملاقات معنوی ہوئی اور خلوت خانہ خاص یعنی منزل قاب تو سین اوادنیٰ میں ہم کلامی و راز و نیاز کی خصوصیت حاصل کی۔ اشرف انبیاءؑ کو باعث کمال ہیبت و دہشت ایک حرارت بدن اقدس میں محسوس ہونے لگی کہ اگر الطاف الہی اس کا تدارک نہ کرے تو طاقت بشری اس تپ محرق کی تاب لانے میں عاجز تھی مگر رحمت کاملہ خداوندی فوراً شامل حال ہو کر ید قدرت

(۱) استلام حجر اسود کا چھونا یا بوسہ لینا بتوں سے یا ہاتھوں سے یا کسی اور شے سے ۱۲ منہ۔

تمہارے درمیان سنی جاتی ہیں آیاتم نے ایسا اور ایسا کہا ہے انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ مشائخ و بزرگان انصار کے منہ سے کوئی کلمہ خلاف نہیں نکلا ہاں جوان نوعمروں نے ایسا کہا ہے فرمایا تم جانتے ہو کہ میں تمہارے درمیان آیا تو تم غار ہائے آتش کے کنارے تھے حق تعالیٰ نے میری بدولت تم کو دوزخ سے نجات دی انھوں نے کہا بلی و للہ و لرسولہ الممن و الطول یعنی ہاں درست ہے اور خدا اور رسول کے لیے ہے فضل و احسان پھر فرمایا اور تم با یک دیگر دشمنی اور پھوٹ رکھتے تھے میری وجہ سے الفت و محبت پیدا ہوئی۔ نیز قلیل و ذلیل تھے کثرت و آبرو حاصل کی۔ اسی طرح آپ اپنے احسانات شمار فرماتے اور انصار حضرت کی تصدیق کرتے جاتے تھے تاہم فرمایا کہ جواب دو مجھ کو کس لیے جواب نہیں دیتے انصار نے کہا ہمارے ماں باپ تم پر فدا ہوں کیا جواب دیں آپ کے احسان ہم پر اور تمام عالم پر بکثرت ہیں فرمایا نہیں تم کہہ سکتے ہو کہ تو ہمارے پاس آیا حالاں کہ تیری قوم نے تجھ کو جھٹلایا تھا ہم نے تصدیق کی انھوں نے گھر سے نکالا تھا ہم نے پناہ دی۔ کوئی ناصر و مددگار نہ رکھتا تھا ہم نے نصرت و یاور کی خائف و ترساں تھا ہم نے ایمنی بخشی اس وقت صدائے گریہ انصار سے بلند ہوئی۔ اور بزرگان و شرفاء قبیلہ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر پائے مبارک پر گر پڑے اور دست و پائے اقدس کو چومتے تھے اور کہتے تھے یا رسول اللہ ہمارے اپنے مال حاضر ہیں آپ چاہیں تو ان کو بھی ان لوگوں پر تقسیم فرما دیں آپ نے فرمایا اے گروہ انصار تم اتنی سی بات پر خفا ہو گئے کہ میں نے کچھ مال دُنیا تازہ مسلمانوں کو دیا تا کہ ان کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کروں اور تم کو تمہارے اعتقاد و اثن و ایمان کامل پر چھوڑ دیا آیاتم راضی نہیں کہ اور لوگ شتر و گوسفند لے کر گھر کو جائیں اور تم اپنے حصہ میں رسول اللہ کو لے جاؤ سب نے کہا ہم راضی ہیں ہم راضی ہیں اور جس کی زبان سے کوئی کلمہ نکلا وہ براہِ عدوت و رنج نہ تھا بلکہ اس گمان سے کہ شاید آپ ان سے ناراض ہیں یا وہ آپ کے نزدیک قصور وار ہیں حضرت ان کے لیے دعاء مغفرت کریں آپ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَانْصَارٍ وَلَا بَنَاءَ الْاَنْصَارِ وَلَا بَنَاءَ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ حَقَّ تَعَالٰی تَوَا انْصَارٍ اور ان کے بیٹے پوتوں تک کے گناہ معاف کر۔ پھر فرمایا اَلَا انْصَارَ کَرَشٰی و عِیْبَتٰی کہ انصار میرے مخصوصان و صندوق رازدان ہیں اگر تمام آدمی ایک راستہ کو جائیں اور انصار دوسرے کو تو میں انصار کے ساتھ جاؤں گا اَللّٰهُمَّ اَغْفِرْ لَانْصَارٍ نیز اس تقسیم میں ذوالنویصرہ تمیمی معروف بہ ذی اللہ یہ ماحون نے حضرت رسول اللہ پر اعتراض کیا جیسا کہ مشہور ہے مگر تاریخِ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے حدیث ذوالنویصرہ تمیمی: کہ یہ اعتراض اس مردود نے اس وقت کیا تھا جب کہ امیر المومنین نے یمن سے مال بھیجا تھا اور رسول خدا اس کو تقسیم فرما رہے تھے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دو مرتبہ ایسا اتفاق ہوا ہے یہاں کا قصہ اس جگہ لکھا جاتا ہے دوسرا اپنے موقع پر آگے آئے گا۔ شیخ طبری علیہ الرحمہ نے

ابوسعید حذری سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا غنائمِ حنین بابت رہے تھے تو ایک مرد قبیلہ بنی تمیم کا جس کو ذوالجوبصرہ کہتے تھے حضرتؐ کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہؐ تقسیمِ اموال میں عدل و انصاف کیجیے حضرتؐ نے غضب ناک ہو کر فرمایا **يَا وَيْلَكَ اِذَا لَمْ يَكُنِ الْعَدْلُ عِنْدِي فَعِنْدَ مَنْ يَكُونُ** وائے ہو تجھ پر میں ہی عدل نہ کروں گا تو پھر اور کون عدل کرے گا کیا تیری نگاہ میں اور کوئی ہے۔ حضرت عمرؓ خطاب حاضر تھے بولے یا حضرتؐ مجھ کو حکم دیجیے کہ اس کو قتل کروں فرمایا جانے دو کہ اس کے کچھ اصحاب ہوں گے کہ تمہارے نماز روزے ان کے نماز روزوں کے سامنے کم اور حقیر ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے الاقرآن ان کی حلقوم سے نہ گزرے گا یعنی مطلب و معانی سے سروکار نہ ہوگا دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کہ تیرکمان سے ان کی علامت ایک مرد سیاہ ہوگا جس کے ایک بازو پر گوشت کا ٹکڑا مثل پستانِ عورت کے لٹکتا ہوگا پس وہ بہترین گروہ پر خروج کریں گے ابوسعید کہتے ہیں کہ شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یہ کلام رسولؐ انام کی زبان مبارک سے سنا نیز گواہی دیتا ہوں کہ جنگِ خوارج میں امیر المومنینؑ بن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ تھا جب کہ بموجب حکم اس جناب کے کشندگان میں اس مرد کی تلاش کی اور انھیں علامات سے کہ رسول اللہؐ نے بیان کی تھیں اس کو پایا مولف کہتا ہے کہ قصہ ذوالجوبصرہ ملعون کے قتل ہونے کا اس کتاب میں اپنے موقع پر مفصل مذکور ہے۔ نیز شیخ طبریؒ نے روایت کی ہے کہ غنائمِ حنین تقسیم ہو چکے تو حضرتؐ سوار ہوئے لوگ آپ کے پیچھے دوڑتے تھے کہ یا رسول اللہؐ ہم کو بھی کچھ دیجیے تا ایک ایک مقام پر آپ کو گھیر لیا اور ردادوش مبارک سے کھینچ لی آپ نے فرمایا لوگو میری ردا مجھ کو دو قسم بخدا کہ اگر میرے پاس بہ عدد گایہ زمین بھی شتر و گاؤں و گوسفند ہوں تو سب کو تم پر بانٹ دوں اور اصلاً بخل کمروں و ہر اس فلاکتِ دل میں نہ لاؤں پس حضرتؐ نے چند بال کو ہان شتر سے اکھاڑ کر دکھائے کہ بخدا سو گندہ میں نے تمہارے غنیمت سے اس قدر بھی نہیں لیا۔ الا فحس اور وہ بھی تم کو دے دیا۔ القصہ بارہویں ذیقعد کو حضرتؐ نے جمرانہ سے احرامِ عمرہ باندھا اور مناسکِ عمرہ ادا کیے پھر عناب اسید کو حکومت مکہ دے کر اور معاذ بن جبل کو تعلیم مسائل کے لیے اس کا مددگار مقرر کر کے مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔ یہ ہیں مشہور غزوات و مجاہداتِ امیر المومنینؑ کے، حضرت سید المرسلینؐ کی خدمت میں کہ سنی و شیعہ کی معتبر کتابوں سے بہت اختصار کے ساتھ یہاں نقل ہوئے چون کہ مقصود اصلی اس کتاب سے امیر المومنینؑ کے حالات کا تحریر کرنا ہے اس لئے تاریخِ اسلام سے بہت سی باتیں عمداً قلم انداز کی گئیں بلکہ کمتر کوئی بات لکھی ہے جس کو کسی نہ کسی طرح کا علاقہ آنحضرتؐ سے نہ ہو۔ طالبِ حق منصف مزاج اس کو دیکھ کر جان سکتا ہے کہ اصحاب جناب رسالت مآب میں سے کیوں کر کوئی آنحضرتؐ کا ہمسر ہو سکتا ہے چہ جائے کہ کسی کی برتری کا سودائے خام پکایا جائے اور جب کہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ تمام

کدو کاوش و سعی و کوشش آجانب نے اعلیٰ الکلمۃ اللہ محض رضائے خدا اور رسول خدا کے لیے کی ہیں اغراضِ نفسانی اور بشری خواہشوں کو ان میں مطلقاً دخل نہیں تو ان کارناموں کی قیمت ہزار گنا بڑھ جاتی ہے اس لیے کہ اگر اوروں سے شمع بھی اس جرات کا کہیں ظاہر ہوا ہے تو بہت سی ذاتی، قومی، ملکی غرضیں اس میں شامل پائی گئی ہیں۔ مثلاً خالد ولید کے کشت و خون پیشتر اسی قسم کے نکلے ہیں۔ ابن اثیر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ ہم نبیؐ جذیمہ کے بعد ایک روز عبدالرحمن بن عوف و خالد ولید میں تکرار ہوئی عبدالرحمن نے کہا تو نے براہِ حیثیت جاہلیت ناحق مسلمانوں کا خون کیا خالد نے کہا تو یہ کہتا ہے حالاں کہ میں نے جو کچھ کیا تیری خاطر سے کیا تیرے باپ عوف کا بدلہ لیا عبدالرحمن نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے میں اپنے باپ کا عوض آپ لے چکا تھا تو نے اپنے چچا فاکہ بن المغیرہ کی عوض ان کو قتل کیا ہے پس ان حضرات کے جہادِ راہِ خدا کی یہ کیفیت تھی اسی طرح اس خالد نے خلیفہ اول کے زمانے میں جو مسلمانوں کو بہت اذیت دے کر قتل کیا اس کا زیادہ تر تعلق ایک عورت صاحبِ جمال کے عشق سے تھا نہ کہ دردِ دین سے جس میں وہ ایسا از خود رفتہ ہو رہا تھا کہ اس عورت کے شوہر کو قتل کر کے اسی رات اس کے ساتھ ہم بستر ہوا اور ظاہری رعایت بھی شرع مقدس کی عدہ وغیرہ کے بارے میں نہ کی پہلا قصہ اس کتاب میں گذر گیا دوسرا آگے خلافتِ خلیفہ اول کے بیان میں بیان کیا جائے گا۔ پس ان نجس و ناپاک حرکات کو حملاتِ جنابِ مرتضوی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے وہ نفسانی خواہشوں اور شہوانی آلودگیوں سے بالکل پاک و صاف خالص خدا اور رسول کے لیے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ معرکہ جنگ میں آپ ایک کافر پر حملہ آور ہوئے اور تلوار کھینچ کر چاہتے تھے کہ اسے قتل کریں کہ اس نے حضرت کے منہ پر تھوک دیا آپ نے ایسا ہونے پر اپنی تلوار ہاتھ سے ڈال دی اور اس کو رہا کیا مبادا شاہِ غرض شامل ہو کر اخلاصِ عمل میں فرق آئے چنانچہ مولوی روم نے اس قصہ کو اپنی مثنوی میں نظم کیا ہے

از علی آموز اخلاصِ عمل	شیر حق را داں منزہ از دغل
درغزا بر پہلوانی دست یافت	زود شمشیرے بر آورد و شتافت
تا جدا گرداندش سر از بدن	او ز غصہ زد برو آب و ہن
چوں خواند اخت بر روئے علی	افتخار ہر بنی و ہر ولی
ذوالفقار انداخت از دست و نشست	ترکِ قتلش کرد و شد از ذوق مست
گشت حیراں آں مبارز زین عمل	از سمو دن عفو و رحمت بے محل
گفت برمن تیغ تیز افراشتی	از چہ افگندی چرا تلذشتی

گفت من تیغ از پے حق می زخم بندہ قہم نہ مامور تنم
شیر قہم نیستم شیر ہوا فعلی من بردین من باشد گوا

جنگ و جہاد کے علاوہ حضرت علیؑ کی زندگی سے اہم واقعات: مشہور غزوات امیر المومنینؑ لکھنے کے بعد ہم دوبارہ اس جناب کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں اور جو ضروری باتیں درمیان میں لکھنے سے رہ گئی ہیں ان کو یہاں پر درج کرتے ہیں پس واضح رہے کہ پیشتر معلوم ہوا کہ زفاف شیر خدا کا سیدۃ النسا کے ساتھ موافق مشہور شروع ماہ ذی الحجہ ۲ھ میں واقع ہوا۔ اس مواصلت سراپائین و برکت کو ابھی پورے نو مہینے نہ گزرنے پائے تھے کہ نہال آرزو بارور ہوا اور نخل تننا میں پھل لگا یعنی پندرہ رمضان ۲ھ کو سر و بوستان امامت و غنچہ بہمن رسالت حکم اطہر جناب سیدہ سے متولد ہوئے رسول خدا نے اس مولود مسعود کا نام ہارون بن یغمبر کے بیٹے کے نام پر حسن رکھا یعنی کہ ان کا نام شہر بزابن عبرانی تھا آپ نے اس کا عربی ترجمہ حسن مقرر کیا یعنی تشبیہ انت مئی بمنزلہ ہارون من موسیٰ کی تکمیل فرمائی اور ساتویں روز اس تولد کے اس جناب کا عقیقہ کیا۔ زیادہ حالات اس ولادت کثیر السعادت کے آنحضرت کی تاریخ میں دیکھنے چاہیں اس کے دوسرے سال یعنی ۳ رمضان ۳ ہجری کو شاہ گلوں قبا خاص آل عباسیٹ اصغر حضرت سید الشہداء وجود میں آئے ان کا نام شبیر پسر دوم ہارون کے نام کا ترجمہ حسینؑ حسب وحی خدا رکھا گیا مدارج النبوة میں ہے کہ جناب سیدہ امام حسنؑ کے پیدا ہونے کے بچاس روز بعد امام حسینؑ سے حاملہ ہوئیں حالاں کہ ان کو اور عورتوں کی طرح حیض و نفاس نہ آتا تھا چنانچہ اسی لئے آپ کا نام حور جنت رکھا گیا مروی ہے کہ امام حسینؑ کل چھ مہینے حکم مادر گرامی میں رہے یہ آپ کے خصائص سے ہے ابتدائے عالم سے آج تک کوئی بچہ سوائے آنحضرت کے اور بچی بن زکریا کے اتنی تھوڑی مدت حمل میں رہ کر زندہ نہیں رہا معارج النبوة میں ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے ایک روز نماز صبح سے فارغ ہو کر امیر المومنینؑ کو مژدہ غیبی سے افتخار بخشا پس ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے حجرہ جناب سیدہ کی طرف آئے اور آپ کو در حجرہ پر بٹھلا کر فرمایا کہ کسی کو اندر نہ آنے دیں مراد یہ کہ امام حسینؑ پیدا ہوئے ہیں اور ملائکہ کرام آپ کے پاس اس خوشی کی مبارک باد کو آئے ہیں کوئی اور اندر نہ آنے پائے یہ کہہ کر خود حجرہ مقدسہ میں داخل ہوئے اور امیر المومنینؑ نے در حجرہ پر قیام کیا تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکرؓ وہاں تشریف لائے اور حضرت امیرؑ سے حال رسول خدا کا پوچھنے لگے آپ نے فرمایا فرزند ارجمند پیدا ہوا ہے فرشتے آپ کی زیارت کرنے اور مبارک باد دینے کے لیے آ رہے ہیں اس لیے فرصت نہیں چنانچہ اس وقت تک چار لاکھ چوبیس ہزار فرشتے آپ کے پاس آئے اور بھی آئیں گے۔ ابوبکرؓ یہ تعداد سن کر حیران رہ گئے اتنے میں حضرت عمرؓ خطاب و عثمانؓ بن عفان و دیگر صحابہ اکرام بھی وہاں آ گئے اور منتظر تھے کہ کب رسول اللہؐ اس شغل

سے فارغ ہوں تھوڑی دیر بعد آپ باہر تشریف لائے اور دوستوں کو اپنے ساتھ اندر لے گئے اس وقت ابو بکرؓ نے قول امیر المومنینؓ کا آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا، فرمایا یا علیؓ تم کو تعداد فرشتگان پر کس طرح اطلاع ہوئی عرض کی میں فرشتوں کے آنے سے مطلع ہوتا تھا جو گروہ ان کا یہاں سے گزرتا تھا اپنی تعداد ایک خاص زبان میں تقریر کرتا تھا میں نے اس کو سمجھا اور یاد رکھا اور باہم جوڑ لیا یہاں تک کہ اس کا مجموعہ اس قدر ہوا آپ نے فرمایا اِنَّكَ اللَّهُ عَلَّمَا وَ عَقَلًا يَا عَلِيُّ اے علیؓ حق تعالیٰ تمہارے علم و عقل کو زیادہ کرے۔ وفات جناب فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنینؓ نیز ۴۳ ہجری میں جناب فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنینؓ نے دنیا سے رحلت کی اس موقع پر حضرت رسولؐ خدا کا اپنے لباس خاص سے ان کو کفن دینا اور چالیس تکبیروں کے ساتھ ان پر نماز پڑھنا اور قبل دفن ان کی قبر میں لیٹنا اور عقائد حقہ کا ان کو تلقین فرمانا مع دیگر مناقب و مراتب اس جناب کے پیشتر نقل ہو چکا، اب حاجت اعادہ نہیں، یہاں پر مزید حالات کتب معتبرہ اہل سنت سے نقل ہوئے ہیں کتاب نور الابصار فی مناقب اہل بیت النبی المختار تصنیف شیخ موسیٰ شبلنجی مصری مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے اسامہ بن زیدؓ و ابو ایوبؓ انصاری و عمرؓ خطاب اور ایک غلام سیاہ، ان چار شخصوں کو حکم دیا کہ اس معظّمہ کی قبر کھودیں، انھوں نے جنت البقیع میں قبر کھودنی شروع کی جب حد تک پہنچے تو حضرت رسولؐ خدا نے خود اس کو کھودا اور مٹی بنفس نفیس اس کی نکالتے تھے۔ قبر کھد کر تیار ہو گئی تو حضرت اس قبر میں لیٹے اور دعا کی پروردگار میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور حجت اس کو تلقین فرما اور قبر کو وسیع کر اس کے لیے بحق اپنے نبی محمدؐ اور دیگر انبیاء سابقین کے بہ تحقیق کہ تو ارحم الراحمین ہے مدارج میں ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ فشا قبر سے سوائے فاطمہ بنت اسد کے کوئی بے خوف نہیں ہو سکتا اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہؐ کیا آپ کے فرزند قاسم کو بھی یہ عذاب ہوگا فرمایا بلکہ ابراہیمؑ کو بھی کہ جس نے اس سے بھی چھوٹے سن میں انتقال کیا۔ ظاہر قبر منور اس جناب کی جنت البقیع میں متصل بامرہ اربعہ علیہم السلام ہے جہاں پردہ پڑا رہتا ہے اور لوگ غلطی سے اسے قبر فاطمہ زہراؑ صلوات اللہ علیہا سمجھ کر اس معصومہ کی زیارت بجالاتے ہیں چنانچہ مولوی محمد علی بن محمد باقر اصفہانی رسالہ فارسیہ انتخاب الزاد میں بضمن تحقیق مرقدہ مطہر جناب سیدہ ایک عبارت لکھتے ہیں کہ خلاصہ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ایک جماعت قائل ہے کہ جنت البقیع میں ہے برائیں تقدیر ظاہر ہے کہ بیت الاحزان میں ہوگی جیسا بعض محققین اہل سنت نے تصریح کی ہے اور قول سنیوں کا موضوعات احکام میں بالاتفاق مقبول ہے مگر جب کہ معارض اقوے رکھتا ہو اور ظاہر اقدارہ بقیع میں جہاں کہ پردہ پڑا رہتا ہے اور عوام اس کو قبر فاطمہؑ کہتے ہیں وہ قبر فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنینؓ علیہ السلام کی ہے جیسا کہ ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ اور جو قبہ اس زمانے میں مادر امیر المومنینؓ سے منسوب ہے ظاہر اے اصل ہے کہ

برعایت قبر عثمان بنیانایا گیا ہے۔ چنانچہ بعض کتب اہل سنت میں الفاظ مشعر اس کے پائے جاتے ہیں حقیر مترجم کہتا ہے کہ میں نے بھی اس قبہ منسوبہ بفاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو ۱۲۹۸ ہجری میں جب کہ زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوا دیکھا کہ منتہائے بقیع پر قبر عثمان سے بھی دور جانب شمال واقع ہے۔ اس کو دیکھ کر ایک صاحب عقل جان سکتا ہے کہ یہ چالاکی صرف حضرت قتیل دار کی پردہ پوشی اور ان کی قبر کو زبردستی مسلمانوں کی قبروں میں شامل کرنے کی غرض سے کی گئی ہے۔ کیوں کہ جب مسلمانوں نے اتفاق کر کے حضرت باحیا کو قتل کیا تو مقابر مسلمین میں ان کے دفن سے بھی مانع آئے اس سبب سے مجبوراً ان کو قبرستان یہود بیرون بقیع میں دفن کرنا پڑا امیر معاویہ نے اپنے عہد حکومت میں دیوار بقیع کو توڑ کر اس کو داخل بقیع کیا اور مسلمانوں کو مجبور کیا کہ اپنے اپنے مردے اس کے گرد و پیش دفن کریں چنانچہ اس کا تذکرہ آگے قتل عثمان کے ذکر میں آئے گا پس اسی وقت بڑی ہوشیاری کے ساتھ حضرت فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا کی فرضی قبر بھی عثمان کی قبر سے کچھ آگے بڑھ کر بنادی گئی ہے نہیں تو باوجود اس محبت و فرط رافت کے جو حضرت رسالت پناہ اس معظمہ کی نسبت رکھتے تھے کیا ضرورت تھی کہ شروع ہجرت و صدر اسلام میں ان کے جنازہ کو اتنی دور لے جاتے اور قبرستان مسلمین قریب تر کو چھوڑ کر یہودیوں کے مقبرے کے بھی پرلے سرے پر جا کر ان کو دفن کرتے یہی وجہ ہے کہ محققین اہل سنت نے بھی اس چالاکی کو قبول نہیں کیا۔ چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی جذب القلوب میں سید سمودی سے نقل کرتے ہیں ”پس انچہ آلا ان اعتقاد مردم است وقبہ مشہورہ قبہ فاطمہ بنت اسد کہ شالی قبہ امیر المومنین عثمان ست صحیح بنا شد اگرچہ بعض مورخین نیز موافق آں ذکر کردہ اند“۔ پھر وجہ اس کے صحیح نہ ہونے کی ان ہی سید مذکور سے اس طرح نقل کی ہے میگوید چگونہ روا باشد کہ سرور انبیاء و جود آں ہمہ محبت و عنایت کہ در بارہ وے داشته اور در موضع بعید از بقیع دفن کند بائیکہ در وقت وفات عثمان بن مظعون فرمود **ادفن الیہ من مات من اہلی** (ترجمہ جو کوئی میری اہل سے مرے گا میں اس کو ابن مظعون کے پاس دفن کروں گا) وچوں مشہد عثمان رضی اللہ عنہ بہ حقیقت داخل بقیع نیست و ایں قبہ منسوب بفاطمہ بنت اسد خود دور ترست از وے پس دفن دے رضی اللہ عنہا در آں نہایت بعید است انتہی۔

سورج کا پلٹ آنا برائے امیر المومنین علیہ السلام حدیث میں وارد ہے کہ جو جو باتیں پہلی امتوں میں واقع ہوئیں وہ سب اس امت میں بھی واقع ہوں گی **طابق السَّعْلُ بِالسَّعْلِ** پس ردش کہ علامت کہ بزرگ و رفیع الشان خرق عادت ہے برگزیدگان سابق کے لیے مثل یوشع بن نون وغیرہ کے ظاہر ہو چکا ہے لہذا اس امت میں بھی اس کا واقع ہونا ضروریات سے تھا، چوں کہ سوائے امیر المومنین نفیس رسول رب العالمین کے دوسرا محل مناسب اس آیۃ الکبریٰ کا نہ تھا یہ دولت بھی آپ ہی کے حصہ میں آئی اور وہی حضرت اس فضیلت کے ساتھ مخصوص ہوئے **ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ**

يُؤْتِيهِ مِنْ يَشَاءُ واضح رہے کہ رجوع آفتاب امیر المومنینؑ کے لیے دو مرتبہ ہوا، ایک دفعہ جناب رسالت مآب کی زندگی میں دوسری بار آپ کی وفات کے بعد، عہد خلافت ظاہری امیر المومنینؑ میں، عہد خلافت کا واقعہ اپنی جگہ مذکور ہے یہاں پیغمبر خدا کے زمانے کا واقعہ بیان ہوتا ہے خاصہ و عامہ نے ام سلمہؓ و اسماء بنت عمیسؓ و ابوسعید خدریؓ و جابر بن عبد اللہ انصاریؓ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ جب رسول خدا ﷺ جنگ خیبر سے فارغ ہو کر وادی القریٰ کی طرف متوجہ تھے تو ایک روز منزل صہبا میں سر مبارک اس جناب کا امیر المومنینؑ کی گود میں تھا کہ ناگاہ اثر نزول وحی آپ پر ظاہر ہوا، اور زمان وحی نے طول کھینچا حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا جب وحی اختتام پذیر ہوئی تو آپ نے پوچھا یا علی تم نے نماز عصر پڑھ لی تھی عرض کی نہیں یا رسول اللہ شواہد النبوة وغیرہ میں ہے کہ جب وقت ننگ ہونے لگا تو آنحضرتؐ نے نماز عصر باشارہ ادا کی اور بعد اتمام وحی آنحضرتؐ کو اس کی خبر دی بہر حال جب رسول خدا کو معلوم ہوا کہ امیر المومنینؑ کی نماز فوت ہو گئی یا نماز کامل بارکوع و سجود نہیں ہو سکی تو دست دعا بجانب آسمان بلند کیے اور عرض کی پروردگار اگر غلطی تیری اور تیرے نبی کی طاعت میں تھا تو آفتاب کو اس کے لیے واپس لا، تاکہ نماز عصر کو فضیلت کے وقت میں بجالائے۔ بروایت شواہد حضرت نے خود دعا نہیں فرمائی امیر المومنینؑ سے کہا یا انبی دعا کرو کہ حق تعالیٰ تمہاری دعا کی برکت سے آفتاب کو پھیر لائے تاکہ نماز کو بوقت فضیلت ادا کرو پس امیر المومنینؑ اٹھے اور دعا کی پس آفتاب غروب شدہ جانب مغرب سے بلند ہوا، تا انیکہ اس مقام پر آ گیا جہاں کہ نماز عصر کے وقت ہوتا ہے اور آپ نے نماز عصر بہ نیت ادا پڑھی۔ پھر جلد غروب ہو گیا۔ اسما کہتی ہیں کہ بوقت غروب اس میں سے ایک آواز سنائی دی۔ جیسے کہ آ رہے سے بوقت گزرنے لکڑی کے سنائی دیتی ہے۔ احمد بن صالح کہ اکابر اہل سنت سے ہے کہتا ہے کہ ارباب علم کوشایاں نہیں کہ اس حدیث کی حفظ میں تغافل کریں کیوں کہ یہ علامات نبوت سے ہے۔ شیخ ابن حجر کی صواعق محرقہ میں کہتا ہے کہ حدیث روئس کو طحاوی حنفی نے اپنی کتاب شرح آثار میں اور قاضی عیاض مالکی نے شفا میں تصحیح کیا ہے یعنی اس کے راوی ان کے نزدیک سب ثقہ ہیں اور شیخ الاسلام ابو زرعہ رازی اور ایک اور جماعت نے اس کی تحسین کی ہے اور ان لوگوں کی رد کی ہے جو اس کو موضوع کہتے ہیں اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ شیخ سعید گارزونی شافعی نے بھی اپنی کتاب منتهی میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کوئی اعتراض اس پر نہیں کیا الا ذہبی میزان الاعتدال میں اس کو ضعیف کہتا ہے اس لیے کہ بعض محدثوں نے عمار بن مطر رہاوی کو کہ اس کے راویوں میں سے ایک شخص ہے ضعیف جانا ہے اور نیز اس لئے کہ ابو ہریرہ نے رسول خدا سے روایت کی

(۱) شواہد النبوة میں حدیث روئس کو دو طریق سے دو مقام پر نقل کیا ہے ایک رکن چہارم میں در بیان شواہد و دلائل کے کہ رسول خدا کے عہد میں واقع ہوئیں دوم رکن ششم میں بضمن بیان خرق عادات امیر المومنینؑ ۱۲ منہ۔

ہے لَمْ تَرِدِ الشَّمْسُ إِلَّا لِيُوشِعَ بَنُ نُونٍ یعنی آفتاب کبھی رو نہیں ہوا الا یوشع علیہ السلام کے لیے مصنف روضۃ الاحباب کہتا ہے کہ اس عمار بن مطر کو بعض اہل حدیث نے ثقہ کہا ہے اور بعضوں نے بوصف حفظ یاد کیا ہے چنانچہ یہ بات کلام ذہبی سے بھی معلوم ہوتی ہے پس عمار کی حدیث مطلقاً رد نہیں ہو سکتی۔ حالاں کہ حدیث رد شمس کو ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے رہی حدیث ابو ہریرہ سے محتمل ہے کہ مراد آنحضرتؐ کی یہ ہو کہ انبیاء سابقین سے کسی کے لیے سوائے یوشع کے رجعت آفتاب نہیں ہوئی یا یہ حدیث آنحضرتؐ سے قبل وقوع رو شمس برائے امیر المؤمنینؑ صادر ہوئی ہو۔ مواہب اوراق کہتا ہے کہ بعض کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ رجعت آفتاب سلیمان بن داؤد علیہا السلام کے لیے بھی ہوئی ہے۔ پس حدیث ابو ہریرہ سے وضعی و باطل ہوگی، مخفی نہ رہے کہ جو مہارت حدیث بنانے میں ابو ہریرہ کو تھی سنی بھی اس سے ناواقف نہیں ہیں رسول اللہؐ پر اس کی افترا پر دازی اس درجہ کو پہنچی تھی کہ خود خلیفہ ثانی کو بھی تنگ آ کر یہ کہنا پڑا التَّارِكُ الْحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَالَا لَا لِحَقْنِكَ بَارِضُ دَوْسٍ یعنی کنز الاعمال وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو کثرت روایت ابو ہریرہ کی خبر ہوئی تو انھوں نے اس کو کہا تو حدیث رسول خدا کو ترک کر ورنہ تجھ کو تیرے مسکن زمین دوس کی طرف نکلوا دوں گا۔ مگر ذہبی کو عداوت امیر المؤمنینؑ نے ایسا مضطرب و مجبور کیا کہ اس نے ایسے جھوٹے کذاب کی حدیث کو تو بے چون و چرا سر پر رکھا اور اصلاً اس کی تاویل کی طرف بھی مثل صاحب روضۃ الاحباب کے متوجہ نہ ہوا اور ابن مطر کی جسے محدثوں نے ثقہ کہا اور بصفہ حفظ یاد کیا ہے اور خود ذہبی کے کلام سے بھی بقول صاحب روضہ یہ اوصاف اس میں پائے جاتے ہیں حرج فرمائی اور اس بنا فاسد پر حدیث رد شمس کو ضعیف کہہ دیا۔ الغرض پھر شیخ ابن حجر کہتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ جب آفتاب غروب ہو گیا تو اس کے ساتھ ہی وقت نماز جاتا رہا اس کے دوبارہ لوٹ کر آنے سے کیا فائدہ ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ جیسا رجعت آفتاب آپ کی خصوصیات و کرامات سے ہے ویسا ہی نماز کا اس وقت بہت ادا پڑھنا دوسری خصوصیت و کرامت ہوگی۔ سوائے اس کے اگر آفتاب دوبارہ آسمان پر لوٹ آئے تو وقت نماز بھی اس کے ساتھ لوٹ آئے گا یا نہیں یہ مسئلہ خود محل نظر ہے۔ ہم نے اس کا بیان اور اس میں قول راجح و برہان اپنی کتاب شرح عباب شروع کتاب الصلوٰۃ میں لکھ دیا ہے بعد ازاں ابن حجر حکایت مشہورہ اعظم مداح اہل بیت کی جس کے لیے بھی آفتاب چھپ کر نکل آیا تھا سبط بن الجوزی سے نقل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ابو المنصور مظفر بن اردشیر ایک روز بعد عصر منبر پر مدح و ثنائے اہل بیت اطہار میں مشغول تھا اور حدیث رد شمس درمیان تھی کہ ناگاہ آفتاب پر ابر آ گیا بعد یکہ اہل مجلس نے جانا کہ دن چھپ کر رات ہو گئی ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اہل سنت نے اس حکایت کو اسی طرح روایت کیا ہے جیسا کہ ابن حجر کہتا ہے چنانچہ سید علی خاں

مدنی نے بھی ربیع الا برار میں مثل صواعق محرقة کے یہی لکھا ہے لیکن علامہ علی علیہ الرحمہ نے کشف الیقین میں نقل کیا ہے کہ ایک واعظ زاہد ذکر فضائل جناب امیر علیہ السلام کرتا تھا کہ آفتاب قریب بغروب پہنچا اور افق میں تیرگی چھا گئی بہر کیف واعظ مذکور منبر پر کھڑا ہو گیا اور آفتاب کی طرف خطاب کر کے یہ اشعار پڑھنے لگا

لَا تَغْرِبْ بِي يَا شَمْسُ حَتَّى تَنْقُضَ مَدْحِي لَصْنِو المصطفیٰ وَلِنَجْلِه
وَإِثْنِي عَنَّا نَكَ اِذْ عَزَمْتَ ثَنَائُوهُ اَنْسِيتْ يَوْمَكَ اِذْ رَدَرْتَ لَاجِلِه
الْكَانَ لِلْمَوْلَى وَقُوفَكَ فَلَیْكَ هَذَا الْوُقُوفَ لَخَيْلِه وَلِرَجْلِه

یعنی اے آفتاب مت غروب ہو جب تک کہ مدح ابن عم رسول و زو ج بتول تمام نہ ہو جائے چوں کہ میں نے آنحضرت کی مدح کا عزم کیا ہے تو اپنی باگ موڑ لے کیا تو اس دن کو بھول گیا ہے جب کہ ان کی خاطر پلٹ کر آیا تھا اگر تیرا توقف مولیٰ اور آقا کے لیے تھا تو اب ان کے نوکروں چاکروں کے لیے بھی توقف چاہیے پس آفتاب اس وقت نکل آیا اور افق روشن ہو گئی تا انیکہ مدح جناب امیر تمام ہوئی علامہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں چوں کہ مجلس سامعین سے پر تھی لہذا خاص و عام نے اس قصہ کو نقل کیا تا انیکہ متواترات سے ہو گیا۔ لیکن سید علی مدنی نے لکھا ہے فطَلَعَتِ الشَّمْسُ مِنْ تَحْتِ الْغَيْمِ عِنْدَ انْفِتَاحِ الْاَبْوَابِ وَلَا يَدْرِي مَا رَمَى عَلَيْهِ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالثِّيَابِ يَوْمَئِذٍ یعنی جوں ہی یہ اشعار تمام ہوئے آفتاب بادل کے نیچے سے نکل آیا اس وقت نہ معلوم کہ کس قدر روپیہ پیسہ اور پارچے اس واعظ پر ڈالے گئے۔

امیر المومنین علی المرتضیٰ کے جو دو سخا کا کچھ بیان اور سورہ آل اقی کا حضرت کی شان میں نازل ہونا: کسی نے حضرت امیر کے سامنے حال سخاوت حاتم طائی بیان کیا کہ اس نے ایک مکان چالیس دروازوں کا بنایا تھا ہر دروازے سے سائل کو دیتا تھا حتیٰ کہ اگر کوئی چالیسوں دروازہ سے بھی آکر مانگتا تو ہر دفعہ اس کو عطا کرتا حضرت نے فرمایا پہلے ہی دروازہ پر اس قدر کیوں نہیں دے دیتا تھا کہ پھر حاجت مانگنے کی نہ رہتی۔ الحق آپ کی سخاوت ایسی ہی تھی۔ بھوکے نے روٹی مانگی آپ نے قطاراؤں کی اس کو بخش دی عین موقعہ جنگ میں ایک مشرک نے تلوار کا سوال کیا رد نہ فرمایا شمشیر دیے ڈالی پس شاعر کا کیا مقدور ہے کہ آپ کی سخاوت کا بیان کما حقہ کر سکے لیکن یہاں حسب حیثیت اس رسالہ کے تھوڑا سا لازمہ و قائل نگاری جان کر لکھا جاتا ہے۔ حدیث قطیفہ مطلقاً: حیات القلوب میں ہے کہ جب جعفر طیار حبشہ سے لوٹ کر آئے تو رسول خدا خیبر میں تشریف رکھتے تھے جعفر بہت سے تحف و ہدایا از قسم پارچہ و خوشبو وغیرہ کے آپ کے واسطے اپنے ساتھ لائے تھے۔ جب یہ تحفہ نظر انور سے گزرے تو آپ نے ایک قطیفہ بیش قیمت ان میں سے اٹھالیا اور

فرمایا یہ اس کو دوں گا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھے اور خدا اور رسولؐ اسے دوست رکھیں پس صحابہ نے گردنیں طمع کی بلند کیں آپؐ نے فرمایا علیؑ کہاں ہیں عمار دوڑے گئے اور امیر المومنینؑ کو بلا کر لائے حضرتؑ نے وہ قطیفہ ان کو مرحمت کیا جناب امیرؑ نے وہ قطیفہ لے لیا مدینہ میں آئے تو اس کو لے کر بقیع کی طرف کہ ان دنوں بازار مدینہ ادھر لگتا تھا تشریف لے گئے اور اس قطیفہ کو کہ طلا باف تھا سنا رکھ دیا کہ سونا اس کا جدا کرے بقدر ایک ہزار دینار سونا اس میں سے برآمد ہوا حضرتؑ نے تمام فقرا مہاجرین و انصار پر قسم کر دیا ایک حبہ تک اپنے لئے نہ رکھا اور خالی ہاتھ گھر واپس آئے اگلے روز حضرتؑ رسولؐ خدام عمارؓ یا سرحذیفہؓ بن الیمان وغیرہ آپؐ سے ملے اور فرمایا یا علیؑ کل ایک ہزار دینار تمہارے ہاتھ آئے ہیں آج ہم مع ان صحابیوں کے دن کا کھانا تمہارے گھر کھائیں گے حضرتؑ کے یہاں اس روز قلیل و کثیر کچھ موجود نہ تھا کہ مہمانی کریں انکار کرتے بھی شرم آئی مجبوراً عرض کی چلے یا رسولؐ اللہ اور جس کو چاہے اپنے ساتھ لے چلیے پس رسولؐ خدام رفقا داخل خانہ حضرتؑ امیرؑ ہوئے حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں اور عمار و سلمان و ابوذر و مقداد کل پانچ شخص آپؐ کے ہمراہ تھے۔ حضرتؑ امیرؑ سبقت کر کے حضرتؑ فاطمہؑ کی طرف چلے تاکہ ان کے پاس کچھ ہو تو لے کر مہمانوں کو کھلائیں گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ صحن خانہ میں ایک کاسہ بزرگ پُر از شیدہ گرم رکھا ہے جس کے اوپر بہت سا گوشت ہے اور بوئے مشک اس سے آرہی ہے پس وہ کاسہ اٹھا کر حضرتؑ رسولؐ خدا کے روبرو رکھ دیا ہم سب نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے مگر کھانا بدستور تھا کچھ اس میں سے کم نہ ہوا تھا۔ حضرتؑ رسولؐ خدا اٹھ کر فاطمہؑ کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا اے فاطمہؑ یہ طعام تمہارے پاس کہاں سے آیا فاطمہؑ نے اس طرح پر کہ ہم نے بھی سنا فرمایا خدا کے پاس سے بہ تحقیق کہ وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے، پس حضرتؑ اشک بار باہر تشریف لائے اور فرماتے تھے خدا کا شکر ہے کہ میں نے رحلت نہ کی تانیکہ اپنی دختر میں وہ امر دیکھ لیا جو ذکر یا نے مریم بنت عمران میں دیکھا تھا جب ذکر یا محراب میں ان کے پاس جاتے تو پوچھتے اے مریم تمہارے پاس یہ رزق کہاں سے آیا وہ کہتی خدا کے پاس سے اِنَّهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ اور آیہ شریفہ ویوثر و علیٰ انفسہم و لو کان بہم خصاصہ یعنی اختیار کرتے ہیں اپنے اوپر اورں کو اگرچہ خود بھی محتاج ہیں یعنی گو آپؐ بھوکے ہوں مگر اپنا کھانا اورں کو کھلا دیتے ہیں امیر المومنینؑ کی شان میں اتری چنانچہ کنز میں شیخ شرف الدین نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرتؑ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر بھوک سے شکایت کی حضرتؑ نے ازواج کو کھلا بھیجا کہ ایک شخص بھوکا ہے اگر کسی کے پاس کچھ ہو تو اس کو دے دے سب نے جواب دیا کہ ہمارے پاس سوائے پانی اور کچھ نہیں ہے حضرتؑ نے یہ جواب سن کر فرمایا آج کی شب کون اس کا کفیل ہوتا ہے امیر المومنین علیہ السلام نے عرض کی میں

ناتناہی شانہ حضرت رسالت پناہی سے مس ہوا کہ وہ حرارت اسی دم مبدل بہ برودت ہو گئی۔ رسول خدا اور علی مرتضیٰ کا کعبہ کے بتوں کو توڑنا: بروز فتح مکہ بتوں کے توڑنے کے وقت امیر المومنین نے جو پائے مبارک شانہ اطہر پیغمبر پر رکھا اتفاق سے اسی مقام پر پہنچا جہاں کہ دستِ رحمتِ ایزدی مس ہوا تھا اور فضیلت بالائے فضیلت حضرت مرتضوی کو حاصل ہوئی۔ الغرض رسول خدا نے فرمایا یا علی تم پہنچے جہاں کہ چاہتے تھے، عرض کی ہاں۔ یا رسول اللہ قسم بخدا کہ اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ اگر چاہوں تو آسمان کو ہاتھ لگا دوں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پوچھا یا علی تم اپنے تئیں کیسا پاتے ہو عرض کی یا حضرت میں دیکھتا ہوں کہ تمام پردے میری آنکھوں کے سامنے سے اٹھ گئے ہیں اور گویا سر میرا ساقی عرش تک پہنچا ہے جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھاؤں میرے ہاتھ میں آجائے آپ نے فرمایا کہ خوشحال تمہارا کہ کا ر حق کرتے ہو اور خوشحال میرا کہ کا ر حق اٹھائے ہوں خلاصہ یہ کہ امیر المومنین نے تمام بت جو اوپر رکھے تھے نیچے گرا دیے اور بت کلاں بنی خزاعہ کا جس کا نام ہبل تھا اسے اس زور سے زمین پر پٹکا کہ کر گر کر چکنا چور ہو گیا۔ پھر وہ جناب میزاب کے قریب سے کود پڑے اور کود کر ہنسنے لگے رسول خدا نے پوچھا، یا علی تم کیوں ہنسے، عرض کی اس لیے ہنسا کہ اتنے اونچے سے گرا اور کسی طرح کا الم مجھے نہ پہنچا۔ فرمایا کیوں کرتے کو الم پہنچتا کہ محمدؐ نے تمہیں اٹھایا اور جبریل نے اتارا۔ روایت ہے کہ بت ہبل ٹوٹ گیا تو بیر بن العوام نے ابوسفیان بن حرب سے کہا دیکھا تو نے یہ بت جس پر بروز احد تو ناز کرتا تھا اور کہتا تھا اعلیٰ اہبل آج ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل گیا۔ ابوسفیان نے کہا اے زبیر مجھ کو ملامت نہ کر بہ تحقیق کہ اگر خدائے محمدؐ کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو صورت دگرگوں ہوتی اور رسول خدا علی مرتضیٰ کی طرف اشارہ کر کے کہا بجز ان دو کے کہ انھوں نے تو بتوں کی پرستش نہیں کی اور ہم تم سب ان کے آگے سجدہ کرتے اور معبود جانتے تھے صرف آگے پیچھے کا فرق ہے کوئی چار دن پہلے اسلام لے آیا کوئی بعد میں۔ عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ علی کے لیے چار فضیلتیں ایسی ہیں کہ اگر تمام عالم کے لوگوں میں تقسیم کی جائیں تو سب کے لیے وسعت رکھ سکتی ہیں۔ اول یہ کہ وہ سب سے پہلے اسلام لائے کبھی بت کی عبادت نہیں کی اور کبھی بھی شراب نہیں پی۔ دوسری فضیلت یہ کہ جبریل حق تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر نازل ہوتے تھے تو وہ ان کے پروں کی آواز محسوس کرتے تھے۔ ہم میں کسی اور کو محسوس نہ ہوتی تھی۔ تیسری جب حق تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ فاطمہ صلوٰات علیہا کو ان کے ساتھ تزویج کرے تو حور العین کو حکم کیا کہ زینت کر کے ایک جگہ جمع ہوں اور طوبیٰ کو حکم کیا کہ دُرِ یاقوتِ ثار کرے پس اس نے اس قدر جواہرات تصدق کیے کہ پہاڑوں اور ٹیلوں کے برابر انبار لگ گئے ان جواہرات کو حوروں نے اٹھایا اور باہم ہدیہ بھیجتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ ہدیہ ہے علیؑ و فاطمہؑ کا۔ چوتھی فضیلت یہ کہ جب رسول خدا نے مکہ فتح کیا تو علیؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار فرمایا اور بتوں کو

اس کو مہمان کروں گا۔ پس حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لے گئے اور اس ماجرے سے ان کو آگاہ کیا جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ میرے پاس بجز قوتِ اطفال اور کچھ موجود نہیں مگر مہمان کو اپنے فرزندوں پر فوقیت دیتی ہوں۔ حضرت نے فرمایا بچوں کو بھوکا سلا دو اور اس مرد کا پیٹ بھر دو جناب سیدہؑ نے ایسا ہی کیا صبح کو جب جناب امیر حاضر خدمتِ رسولؐ خدا ہوئے تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی **وَيُؤْتِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ** یعنی باوجود اپنی محتاجگی کے اوروں کو اپنے اوپر اختیار کرتے ہیں اور بطریقِ شیعہ امامِ حق ناطقِ جعفر بن محمد صادق علیہما السلام سے نقل ہے کہ ایک روز کا شانہ ملائک آشیانہ جناب امیرؑ میں کچھ کھانے کو نہ تھا حضرت رسالتؐ پناہ نے ایک دینار دیا اور فرمایا اے علیؑ جاؤ اور اپنے عیال کے لیے کچھ شے خریدو۔ پس وہ جناب دینار لے کر رخصت ہوئے راہ میں مقداد بن اسود کندی ان سے ملے اور حاجتِ مندی آنحضرتؐ سے بیان کی آپ نے وہ دینار مقداد کو دے دیا اور خود مسجد میں آ کر سو رہے رسولؐ خدا نے آپ کا بہت انتظار کیا جب دیر ہوئی تو آپ بھی مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ علیؑ خوابِ استراحت میں ہیں ان کو بیدار کر کے پوچھا یا علیؑ تم نے آج کیا کارِ خیر کیا عرض کی جب میں آپ سے رخصت ہوا تو مجھے مقداد راستے میں ملے اور اپنی احتیاج ظاہر کی میں نے وہ دینار ان کو دے دیا حضرتؐ نے ارشاد کیا کہ مجھے جبریل نے اس کی خبر دی ہے اور آیت **وَيُؤْتِرُونَ** تمہاری شان میں لائے ہیں ارشاد القلوب و مناقب وغیرہ کتبِ شیعہ و سنی میں لکھا ہے کہ ایک بار حیدر کرار مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے ایک اعرابی کو دیکھا کہ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے خداوندِ عالم سے چار ہزار درہم طلب کرتا ہے حضرتؐ نے اس اعرابی سے پوچھا کہ تو اس قدر درہم لے کر کیا کرے گا اس نے کہا تم کون ہو اور کیوں پوچھتے ہو آپ نے فرمایا کہ میں علیؑ بن ابی طالب ہوں یہ سن کر اس نے کہا **أَنْتَ وَاللّٰهِ حَاجَتِي** قسم بخدا کہ تم ہی میری حاجت ہو یا حضرت مہر میری زوجہ کا میرے ذمہ ہے، ایک ہزار درہم تو اس کو دوں گا، ایک ہزار مجھ پر قرض کے ہیں وہ ادا کروں گا، ایک ہزار میں اپنے رہنے کا مکان بناؤں گا، باقی ایک ہزار میں اپنی باقی زندگی بسر کروں گا حضرتؐ نے یہ سن کر فرمایا **أَنْصَفْتُ يَا اِعْرَابِي** یعنی انصاف کیا تو نے اے اعرابی اور زیادہ طلبی نہیں کی جب تو مکہ سے مراجعت کرے تو مدینہ رسولؐ میں آ کر میرا گھر پوچھ لینا الحاصل اعرابی ایک ہفتہ مکہ میں ٹھہرا پھر مدینہ میں آیا اور بازار میں کھڑا ہو کر پکارا کہ کوئی شخص ایسا ہے کہ مجھے علیؑ بن ابی طالب کا گھر بتا دے اتفاق سے حسین علیہما السلام اس راہ سے تشریف لاتے تھے اعرابی کی آوازن کر ارشاد کیا کہ ہمارے ساتھ آ کہ ہم تجھے اس جناب کے گھر پہنچا دیں اعرابی نے پوچھا تم کون ہو کہا ہم نواسے رسولؐ اللہ کے فرزند ہیں اس امیرؑ کے جن کا تو گھر پوچھتا ہے۔ غرض حسینؑ اعرابی کو گھر پر لائے اور حضرتؐ کی خدمت میں حاضر کیا آپ نے سلمانِ فارسی سے ارشاد کیا کہ یا غ جے

رسول خدا نے میرے لیے لگایا ہے بیچ ڈالوسلمان نے حسب فرمان شہر میں پھر کروہ باغ بارہ ہزار درہم پر فروخت کیا، اور روپیہ نقد حضرت کی خدمت میں لائے آپ نے چار ہزار درہم اعرابی کو وعدہ کے، اور چالیس درہم اپنی طرف سے زائد راہ کے عنایت کیے باقی فقرا و مساکین مدینہ پر کہ باغ کی فروخت کی خبر سن کر آنحضرتؐ کے گرد جمع ہو گئے تھے تقسیم کر دیے اور کچھ اپنے لیے باقی نہ رکھا، بعد تقسیم جب دولت سرا میں تشریف لائے تو جناب سیدہؓ نے پوچھا یا ابن عم میں نے سنا ہے کہ تم نے اپنے باغ کو بیچا ہے فرمایا ہاں بیچا ہے، پوچھا قیمت کہاں ہے فرمایا محتاجین و مستحقین پر تقسیم کر دی جناب معصومہؓ نے کہا میں اور دونوں فرزند میرے بھوکے ہیں اور شک نہیں کہ تمہارا بھی یہی حال ہے یہ سن کر وہ جناب گھر سے باہر تشریف لائے تاکہ کسی سے کچھ قرض لے کر سب کی فاقہ شکنی کرائیں اس اثنا میں جناب رسالت مآب داخل خانہ ہوئے اور جناب سیدہؓ سے پوچھا کہ میرے ابن عم کہاں ہیں، عرض کی باہر تشریف لے گئے ہیں، آپ نے سات درہم اس جناب کو دیے کہ میرے ابن عم کو دو کہ وہ تمہارے واسطے طعام خرید کریں یہ کہہ کر واپس تشریف لے گئے امیر المومنینؓ گھر میں تشریف لائے تو کہاشاید میرے ابن عم رسول خدا ﷺ یہاں تشریف لائے تھے کہ بوئے خوش میرے مشام میں آتی ہے جناب معصومہؓ نے کہا ہاں اور وہ سات درہم ان کو دیے اور پیغام رسول خدا پہنچایا جناب امیر علیہ السلام امام حسنؑ کو ساتھ لے کر بازار میں تشریف لائے وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ کہتا ہے **مَنْ يَقْرُضُ الْوَفَى الْمَلَى** یعنی کون شخص ہے کہ قرض دے وفا کنندہ کو جس کا خزانہ مال و نعمت سے پُر ہے۔ یعنی جو مجھے قرض دے گا بمنزلہ قرض دینے خدا کے ہے وہ سبحانہ تعالیٰ اس کا عوض اس کو دے گا جناب امیرؑ نے یہ سن کر امام حسن علیہ السلام سے پوچھا یا بُنَّیَّ **فُعِيْطَةُ الدَّادَاهُمْ** اے فرزند یہ درہم اس کو دے دیں، امام حسنؑ نے عرض کی بہتر ہے اے پدر بزرگوار۔ پس حضرتؑ نے وہ درہم اس کو دے دیے اور ارادہ کیا کہ ایک شخص کے پاس جا کر کچھ قرض لیں حکایت جبریل سے اونٹ خریدنے کی راہ میں ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی اس کے پاس ایک ناقہ تھا کہایا حضرت آپ اس ناقہ کو خرید کرتے ہیں فرمایا ایسے معنی ثمنہا یعنی میرے پاس اس کی قیمت نہیں اس نے کہا آپ قرض لے لیں جب آپ کے پاس ہو دے دیجیے گا۔ حضرتؑ نے فرمایا کتنے کو دے گا عرض کی سو درہم کو فرمایا اے حسنؑ اس ناقہ کو لے لو۔ جب آگے بڑھے تو ایک اور اعرابی ملا اس نے عرض کی یا علیؑ اس کو بیچتے ہو فرمایا ہاں مگر تو اس کو لے کر کیا کرے گا۔ عرض کی اس پر سوار ہو کر تمہارے بھائی رسول خدا کے ساتھ کفار سے جہاد کروں گا۔ فرمایا تو قبول کرے تو میں تجھے مفت ہی دے دوں عرض کی ایک سو ستر درہم اس کی قیمت کے دیتا ہوں فرمایا اے حسنؑ درہم اس سے لے کر ناقہ دے دو اور چلو کہ اس اعرابی کو ڈھونڈ کر اس کی قیمت دیویں پس اس کی تلاش میں چلے جناب رسول خدا کو ایک جگہ کھڑے دیکھا کہ پیشتر اس سے اس جگہ نہ

دیکھا تھا۔ حضرت آپ کو دیکھ کر متبسم ہوئے اور کہا اے ابوالحسن اس اعرابی کو ڈھونڈتے ہو کہ جس نے تمہارے ہاتھ ناقہ بیچا تھا۔ عرض کی ہاں یا رسول اللہ حضرت نے فرمایا اے ابوالحسن وہ آدمی نہ تھا بلکہ جبریل تھا جس نے تمہارے ہاتھ ناقہ فروخت کیا اور میکائیل نے تم سے خریدا اور وہ ناقہ ناقہائے بہشت سے تھا اور وہ درہم خداوند عالم کی طرف سے تھے کہ وہ ملتی وئی ہے یہ اشارہ ہے ان الفاظ کی طرف جو سائل نے کہے تھے یعنی **من یقرض الی مملی مصنف** مناقب مرتضوی بعد نقل اس قصہ کے کہتا ہے کہ روایت بیع و شرائط کتب سلف میں کئی طریق سے وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ زہرہ الریاض میں ہے کہ ایک بار امیر المومنین کے گھر میں تین روز کا فاقہ تھا جناب سیدہ نے اپنی چادر دی کہ فروخت کر کے اس سے کھانا خریدیں امیر المومنین نے وہ چادر چھ درہم کو بیچ کر درہم خیرات کر دیے پس ایک شخص مہارِ ناقہ ہاتھ میں لیے حضرت کے پاس آیا اور آپ کو وہ ناقہ سودرہم کو ادھار دے گیا اس کو لیے جاتے تھے کہ دوسرا شخص ملا اور ایک سو ساٹھ درہم نقد دے کر اس نے آپ سے ناقہ خریدا پس حضرت نے سودرہم اس سے بائع کو دیے اور باقی ساٹھ گھر میں لا کر جناب سیدہ کے حوالے کیے اور قصہ ان کے روبرو بیان کیا رسول خدا نے یہ حال سنا تو فرمایا اونٹ بیچنے والا جبریل تھا اور خریدا میکائیل اور وہ ناقہ ناقہائے بہشت سے تھا جس پر فاطمہؓ بروز قیامت سوار ہوں گی۔ اور اربعین جاؤ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جناب سیدہ نے چھ درہم جناب امیر کو دیئے کہ اس سے خوردنی عیال کے لیے خرید کریں حضرت طعام خریدنے کے لیے بازار میں جا رہے تھے کہ راہ میں ایک شخص نے کہا **من یقرض الی مملی الوفی** آپ نے وہ درہم اس کو دے دیئے اور گھر آ کر حضرت فاطمہؓ سے قصہ بیان کیا معصومہؓ پاک نے کہا وہ وئی ہے البتہ وفا کرے گا پس امیر المومنین خدمت ختم المرسلین کو روانہ ہوئے راہ میں ایک اعرابی ناقہ لیے سامنے آیا اور عرض کی اے ابوالحسن ناقہ خریدتے ہو آپ نے کہا میرے پاس دام نہیں کہا کیا مضائقہ ہے قیمت قرض رہی جب تمہارے پاس ہوگی دے دینا۔ غرض حضرت نے سودرہم کو خریدا تھوڑی دیر بعد ایک اور اعرابی ملا اور اس نے وہ ناقہ تین سودرہم پر آپ سے لے لیا۔ امیر المومنین نے گھر آ کر پہلے حضرت فاطمہؓ سے پھر حضرت رسول خدا کی خدمت میں یہ کیفیت عرض کی آپ نے فرمایا **بخ یا ابا الحسن اعطیت نسیئة درہم عطاك الله ثلث مائة درہم** یعنی مبارک ہو تم کو اے حسن کے باپ کہ تم نے چھ درہم راہ خدا میں دیئے تھے حق تعالیٰ نے تم کو تین سودرہم عطا فرمائے بائع ناقہ جبریل تھا اور مشتری میکائیل و بروایت اسرافیل تھے مسلمان غور کر کے بتلائیں کہ دیگر اصحاب کے ساتھ بھی جبریل و میکائیل نے کبھی بہشتی ناقہ کی خرید و فروخت کا معاملہ کیا ہے، نہیں کیا، تو جان لیں کہ اصحاب رسولؐ میں سب برابر درجہ نہیں رکھتے اور نفس رسولؐ کے لیے جو درجہ خدا اور رسولؐ کی طرف سے مقرر ہے بس وہ اسی کا ہے جیسے اعمالِ حسنہ امیر

المومنین کے مبنی بر کمال حسن نیت و اخلاص ہوتے تھے ویسے ہی خدا اور رسولؐ کی طرف سے ان کی قدر دانی بھی اعلیٰ درجہ کی ہوتی تھی ایک اسی مقام کو دیکھ لو کہ آپؐ نے چھ درہم دیئے جبرئیل و میکائیل ناقہ بہشت لائے اور تین سو درہم دے گئے۔ ایک مرتبہ چار درہم آپؐ نے راہِ خدا میں خیرات کیے۔ آیہ شریفہ **الذین یسفقون اموالہم بالیل والنہار سراً وعلانیۃ** الخ قرآن میں نازل ہوئی جس کو اہل دنیا قیامت تک تلاوت کرتے رہیں گے۔ صواعقِ محرقة وغیرہ میں ہے کہ آنحضرتؐ کے پاس چار درہم تھے ایک کو دن میں دیا ایک رات کو ایک پوشیدہ خیرات کیا ایک ظاہر و علانیہ حق تعالیٰ نے یہ آیہ شریفہ آپؐ کی شان میں نازل کی معنی آیہ کے یہ ہیں کہ جو لوگ اپنے اموال کو رات اور دن ظاہر و پوشیدہ راہِ خدا میں صرف کرتے ہیں ان کا اجر و ثواب خدا کے نزدیک ہے اور خوف اور غم ان کے لیے نہیں پس یہ فضیلت بھی مخصوص حضرت علیؑ کے لیے ہے جیسا کہ آیہ نجوی پر عمل کرنا خاص آپؐ کا حصہ تھا کوئی دوسرا اس میں آپؐ کا شریک نہیں قصہ آیہ نجوی: **مفسرین معتبرین** فریقین نے لکھا ہے کہ اغنیاء و مال دار لوگ دیر تک حضرت رسولؐ اللہ کی خدمت میں بیٹھتے اور بہت باتیں کرتے حتیٰ کہ فقر کو جگہ نہ ملتی اور وہ بات تک نہ کرنے پاتے تھے یہ بات حضرت کو بہت ناگوار ہوئی پس آیہ شریفہ **یَاٰیہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَا جِئْنٰمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَاتٍ** الخ نازل ہوئی یعنی اے ایمان لانے والو جب تم رسولؐ اللہ سے باتیں کرنی چاہو تو اپنی راز داری سے پیشتر صدقہ اور خیرات کیا کرو کہ یہ تمہارے لیے بہتر اور پاکیزہ تر ہے جب یہ آیہ نازل ہوئی تو فقر ابوجہ جہید سنی اور امرئ بخل و خست کی وجہ سے حضرتؐ کی ہم کلامی سے باز رہے لیکن امیر المومنینؑ کے پاس ایک دینار تھا اس کو دس درم کو فروخت کیا اور دس مرتبہ خیرات دے کر دس ہی دفعہ آپؐ سے گفتگو فرمائی تفسیرِ ثعلبی و جمع بین الصحاح السہ وغیرہ سے منقول ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ کتابِ خدا میں ایک آیہ ہے کہ کسی نے اس پر مجھ سے پہلے عمل نہیں کیا اور نہ کوئی میرے بعد عمل کرے گا وہ آیہ نجوی ہے جب نازل ہوئی تو ایک دینار میرے پاس تھا اس کو دس درم کو بیچ دیا جب ایک بات رسولؐ سے کرنا چاہتا تو ایک درم تصدیق کرتا تا انیکہ دراہم تمام ہوئے بعد ازاں وہ آیہ منسوخ ہو گئی اور میری وجہ سے امت نے اس آیہ پر عمل کرنے سے رہائی پائی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ کے پاس بیٹھنے والوں کی نسبت جو کہا جاتا ہے کہ وہ حضرات راہِ خدا میں بہت سامال صرف کرتے تھے یہ قول ان کا کس قدر صحیح ہے جو لوگ ایک درم کے لالچ سے رسولؐ خدا کے ساتھ بات کرنا چھوڑ دیں اور آپؐ کی ہم کلامی ان کے نزدیک ایک درہم کے برابر بھی قدر و قیمت نہ رکھے تو ظاہر ہے کہ وہ راہِ خدا میں کیا مال صرف کرتے ہوں گے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وقت تنگ تھا یعنی آیہ نازل ہوئی پھر جلدی ہی منسوخ ہو گئی عمل کس وقت کر لیتے یہ قول ان کا درست نہیں اس لیے آیہ مذکور بنا بر تصریح

بعض مفسرین دس دن کے بعد منسوخ ہوئی ہے امیر المومنین نے بھی تو اس پر عمل کیا ان کو تنگی وقت نے عمل کرنے سے نہ روکا۔ نیز جناب امیر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کی انگوٹھی نماز پڑھتے میں سائل کو عطا کی حق تعالیٰ نے اس کے لیے یہ آیہ شریفہ اَنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ الخ نازل فرمائی جس میں نہ صرف آپ کی اس خیرات پر مدح سرائی کی ہے بلکہ اس جناب کی خلافت بلا فصل پر بھی نص صریح فرمائی ہے تفصیل اس اجمال کی بموجب مفسرین و محدثین اہل سنت مثل زحشری و نیشاپوری و ثعلبی و حافظ ابو نعیم و مسند احمد بن حنبل و مناقب ابن مغازلی و صحیح نسائی وغیرہ کے یہ ہے کہ ایک روز رسول خدا مع جماعت اصحاب نماز ظہر پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے بہ بیت فخر مسجد میں آکر سوال کیا صفوں کے گرد پھرتا تھا اور طلب کرتا تھا جب کسی نے اس کی حاجت روائی نہ کی تو اس نے حق سبحانہ کی طرف خطاب کر کے کہا خداوند اتو جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی کی مسجد میں سوال کیا اور کسی نے مجھ کو نہ دیا جب امیر المومنین نے یہ کلام سنا تو حالاں کہ آپ اس وقت رکوع میں تھے انگشت مبارک کو جس میں انگوٹھی پہنے ہوئے تھے اس کی طرف کر کے حرکت دی گدا آپ کا مقصود پا گیا اور جلد انگلی سے انگشتی نکال لی اور شکر کرتا ہوا وہاں سے روانہ ہوا نزول آیہ انما ولیکم اللہ رسول خدا ﷺ اثنائے نماز میں اس سے واقف ہوئے بعد فراغت نماز سر مبارک اپنا طرف آسمان بلند کیا اور عرض کی پروردگار اُموی پیغمبر نے تجھ سے سوال کیا کہ کار نبوت میں میری اعانت فرما، تاکہ یہ کام حسب مرام انجام کو پہنچے اور میرے بھائی ہارون کو کہ میری اہل سے ہے میرا وزیر مقرر کر تاکہ میرا دین اس سے قوت پکڑے اور اسے اس کام میں میرا شریک کر پس خداوند اتو نے دعا موسیٰ کی قبول کی اور ارشاد کیا سَنَشُدُّ عَضُدَكَ وَنَجْعَلُ لَكَمَّا سُلْطٰنًا کہ ہم عنقریب تیرے بازو کو اس سے قوی کریں گے۔ اور تم دونوں کو سلطنت عنایت کریں گے پروردگار! میں بھی تیرا نبی اور تیرا برگزیدہ ہوں اَللّٰهُمَّ فَاشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاجْعَلْ لِيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ عَلِيَّانِ اَشْدُّ بِهِ ظَهْرِيْ خداوند! امیرے سینہ کو کشادہ کر اور میرے کام کو آسان فرما اور میرے اہل سے علی کو میرا وزیر بنا کہ میری پشت اس سے مضبوط ہو راوی کہتا ہے کہ یہ دعا ہنوز تمام نہ ہوئی تھی کہ جبریل امیں نازل ہوئے اور یہ آیہ شریفہ لائے۔ اَنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الَّذِيْنَ يَّقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاٰكِعُوْنَ یعنی تمہارا ولی کوئی نہیں بجز اللہ کے اور اس کے رسول کے اور ان لوگوں کے جو ایمان لائے نماز کو برپا رکھتے ہیں اور زکوٰۃ کو ادا کرتے ہیں در انحالیکہ رکوع میں ہوتے ہیں مراد یہ کہ تمہارے دین کا نگہبان اور حامی اور تمہارے کاروبار کا ولی بتصرف خدا ہے اور رسول اور وہ مومن جو ان صفات سے موصوف ہیں چونکہ یہ آیہ باتفاق مفسرین امیر المومنین کی شان میں نازل ہوئی اس لیے کاروبار خلافت میں تصرف کرنے والے اور اس

میں دخل دینے والے یعنی ولی صرف تین شخص ہوئے خدا اور رسولؐ و امیر المومنینؑ اور یہی معنی امام کے ہیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ امالی میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خطاب نے کہا میں نے چالیس انگوٹھیاں حالتِ رکوع میں خیرات کیں کہ کاش میرے حق میں بھی کوئی آیہ نازل ہووے جیسے کہ علیؑ کے حق میں نازل ہوئی۔ مگر کچھ نہ ہوا، اختلاف کیا ہے اس میں کہ شخص واحد یعنی امیر المومنینؑ کے لیے صیغہ جمع کیوں استعمال کیا گیا اس کی کیا وجہ تھی بعضوں نے کہا ہے کہ اس میں اس جناب کی تعظیم مقصود ہے چنانچہ اکثر عظمت و بزرگی کے مقام پر واحد کی جگہ جمع کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور صاحبِ کشف نے لکھا ہے کہ جمع کا صیغہ یہاں اس لیے استعمال ہوا تا کہ اور لوگ بھی اس نیک کام کی طرف رغبت کریں اور فقر و مساکین پر انفاق کرنے میں کوتاہی روا نہ رکھیں کہ ان کو بھی ایسا ہی ثواب اور مرتبہ جلیل ملے جیسا کہ آنحضرتؐ کو مرحمت ہوا اور بعض علما امامیہ نے کہا ہے کہ حضراتِ ائمہ معصومین یعنی امیر المومنینؑ سے لے کر حضرت صاحب الامرؑ تک سب نے حالتِ رکوع میں نماز کے وقت صدقہ دیا ہے۔ پس اس صیغہ جمع سے ان تمام حضرات کی طرف اشارہ ہے۔ بہر کیف امام غزالی حجت الاسلام اہل سنت نے اپنی کتاب سر العالمین میں روایت کی ہے کہ وہ انگشتی جو امیر المومنینؑ نے حالتِ نماز میں سائل کو دی انگشتی سلیمان علیہ السلام تھی کہ بعد آنحضرتؐ کے قوم جنات کو کہ مقرب آنحضرتؐ کے تھے ہاتھ آئی تھی اور انہوں نے بطور پیش کش رسول اللہؐ کی خدمت میں ہدیہ کی آپ نے شاہِ ولایت کو مرحمت فرمائی چنانچہ جن و انس نے اس عطیہ خیر الوری کا مشاہدہ کیا جب وقت نمازِ ظہر کا آیا اور صفوفِ جماعت آراستہ ہو کر سب لوگ متوجہ نماز ہوئے تو حق تعالیٰ نے جبریل کو بصورتِ درویش مسجدِ رسولؐ میں بھیجا کہ اصحاب سے سوال کرے جب کسی نے کچھ نہ دیا تو امیر المومنینؑ نے اس کو اس عطیہ سے خوشنود فرمایا۔

انگوٹھی دی جو سائل کو علیؑ نے غل ہوا ہر سو

گدا کو مرتبہ حیدر نے بخشا ہے سلیمان کا

نزولِ اہلِ اُتی در شانِ امیر المومنینؑ و دیگر اہل بیت اطہار جب کہ ان حضرات نے تین روز متواتر روزے پر روزہ رکھا اور اپنا کھانا مسکین و یتیم و اسیر کو بخش دیا۔ فرید الدین عطار کہتا ہے۔

بہ مسکین نانے از بہر خداداد
خداوند چہانش اہل اُتی داد

دیگر

آں شنیدی کہ حیدر کرار
کافراں کشت و قلعبا پکشاد
تا نہ داد دسہ قرص نان جویں
ہفدہ آیت خداش نفر ستاد

مفسرین شیعہ و سنی نے تفسیر آیہ یُؤْفُونَ بِالْأَنْدَرِ آخ میں روایت کی ہے کہ ایک بار حسین علیہا السلام زمانہ طفولیت میں بیمار ہوئے حضرت رسول خدا نے جناب امیر سے کہا یا ابوالحسن کوئی شے نذر کرو کہ خداوند عالم ان کو جلد شفا عنایت کرے بنا بریں جناب امیر اور جناب سیدہ حتیٰ کہ حنین اور فضہ خادمہ آنحضرات نے بھی تین تین روزے نذر کیے۔ جب حسین شفا یاب ہوئے اور ان بزرگواروں نے ادائے نذر شروع کیا تو اس وقت بیت الرسالت میں کچھ کھانے کو موجود نہ تھا مجبوراً حضرت امیر المومنین شمعون یہودی کے گھر تشریف لے گئے اور کسی قدر صوف طلب کیا کہ دختر رسول خدا فخر مریم و حوا فاطمہ زہرا اس کو کاتے، اور تین صاع جو اجرت کے اس سے لیے، اور جناب معصومہ کو لا کر دیئے۔ آپ نے ایک حصہ صوف کا کاتا اور ایک صاع جو پیس کر پانچ قرص نان پکائے بعد افطار جس وقت سب صاحب کھانا کھانے بیٹھے تو ایک مسکین نے دروازے پر آ کر آواز دی کہ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ يَا أَهْلَ بَيْتِ مُحَمَّدٍ ا میں مسکین ہوں مجھ کو کھانا دو خدائے تعالیٰ تم کو نعمات بہشت عطا کرے گا جناب امیر نے یہ سن کر لقمہ ہاتھ سے رکھ دیا آپ کے اتباع میں جناب فاطمہ اور حسین و فضہ نے بھی کھانے سے ہاتھ ہینچ لیا۔ اور سب نے اپنی اپنی روٹی فقیر کو اٹھادی۔ اور تنہا پانی پر قناعت کر کے سب کے سب بھوکے سو رہے دوسرے دن پھر روزہ تھا جناب معصومہ نے پھر ایک صاع جو پیس کر پانچ روٹیاں تیار کیں افطار کے بعد اپنی اپنی روٹی لے کر کھانے بیٹھے تھے کہ ایک اور آواز دروازے سے آئی کہ میں یتیم و یتیم ہوں کچھ کھانے کو اپنے پاس نہیں رکھتا امیر المومنین نے اپنا حصہ اس کو اٹھا کر دیا اور آپ کے ساتھ گھر بھرنے اپنا اپنا حصہ اس کو عطا کیا اور خود بھوکے صبر کر کے سو رہے۔ تیسرے دن پھر صبح معمول روٹیاں پکیں اور بعد افطار پانچوں بزرگوار کھانے کو بیٹھے کہ ایک اسیر نے آ کر پکارا، سلام ہو میرا تم پر اے اہل بیت رسالت ہم کو قید کرتے ہو اور کھانے کو نہیں دیتے بروایت تینوں دن حق تعالیٰ نے جبرئیل یا کسی اور ایسے ہی فرشتے کو بھیجا تھا اس نے بنام مسکین و یتیم و اسیر سوال کیا۔ غرض جناب امیر نے جو آواز اس اسیر کی سنی تو لقمہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا اے فاطمہ اے دختر رسول آخر الزماں یہ اسیر تمہارے پاس آیا ہے کہ کہیں نہیں جاسکتا اور شکایت کرتا ہے بھوک اور فاقہ کی، ذرا

<http://fb.com/ranajabirabbas>

چاہتے تھے کہ بدلاؤ شکر اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا یَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِیْرًا بہ تحقیق کہ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے جس دن کہ ہوگا ترش رو و سخت۔ معصوم فرماتے ہیں کہ یہ بات انھوں نے زبان سے نہیں کہی تھی اور دل میں رکھتے تھے خدائے تعالیٰ نے ان کے دل کی بات کی خبر دی کہ یہ اس ارادے سے دیتے ہیں۔ فَوْقَهُمُ اللّٰهُ شَرُّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَلَقَّہُمْ نَصْرًا وَّسُرُورًا پس نگاہ رکھا حق تعالیٰ نے ان کو اس دن کے شر سے اور عنایت کی ان کو تازگی و سرور۔ اور جزادی بسبب ان کے صبر کے کہ بہشت میں رہیں اور حریر بہشت کو لباس بنائیں اور بیٹھیں اس میں تکیہ لگا کر اوپر تختوں کے اور نہ دیکھیں اس میں حرارت آفتاب، نہ برودت زمہریر ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ بہشت میں ایک روشنی مثل روشنی آفتاب کے دکھائی دے گی بہشتی کہیں گے خداوند اتونے فرمایا تھا لَا یَرَوْنَ فِیْہَا شَمْسًا کہ نہیں دیکھیں گے اس میں آفتاب کو پس یہ روشنی کیسی ہے اس وقت جبریل ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ یہ نور آفتاب کا نہیں بلکہ فاطمہ زہراؑ علی مرتضیٰ کے تبسم کرنے کا نور ہے کہ یہ حضرات اس وقت باہم تبسم ہوتے ہیں۔ نعمات بہشت کا نزول ہر چند کہ خوان پُراز نعمات بہشت حضرات اہل بیت اطہار کے لیے بارہا نازل ہوا ہے چنانچہ ایک قصہ اس کے نازل ہونے کا بھی اس کتاب میں گذرا الاطعام مسکین و یتیم و اسیر کے بعد نزول خوان بہشت از بس مشہورات سے ہے علامہ فریقین نے اس کو اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے یہاں چند روایتیں متعلق اس قصہ کے نقل ہوتی ہیں۔ از الجملہ سید ابن طاووس علیہ الرحمہ نے ثعلبی سے کہ مفسرین اہل سنت سے ہے اور اس نے محمد بن علی معاذی سنی سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنی کتاب موسوم بہ بلغہ میں لکھتا ہے کہ اہل بیت رسالت کی اس سخاوت کے بعد اور نیز سورہ ہل اتی کے نازل ہونے کے بعد خداوند نے ایک خوان پُراز نعمت ہائے جنتی ان کے لیے بھیجا کہ ایک ہفتہ تک شب و روز اس میں سے کھاتے تھے بعد ازاں وہ خوان غائب ہو گیا اور محمد بن یوسف شافعی نے کفایت الطالب میں قصہ نزول ہل اتی کے ضمن میں اس طرح لکھا ہے کہ چوتھے روز امیر المومنینؑ حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ کی خدمت میں لائے حضرت نے ان کو دیکھا اور ان کے بھوکے رہنے کا حال آپ کو معلوم ہوا تو ایک کو گود میں دوسرے کو شانے پر لے لیا اور حضرت فاطمہ کے پاس آئے فاطمہ اپنے باپ کو دیکھ کر بے اختیار رونے لگیں اور عرض کی بطور حکایت کہتی ہوں نہ بطور شکایت کہ آج چار روز سے میں نے اور علیؑ اور حسینؑ نے طعام دنیا سے ذرا سنا نہیں چکھا اور آپ سے حال چھپاتی رہی حضرت رسول خدا نے دست مبارک اپنے دعا کے لیے بلند کیے اور عرض کی اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ عَلٰی اَلِ مُحَمَّدٍ مَّائِدَةً کَمَا اَنْزَلْتَ عَلٰی مَرْیَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ خدا آں محمدؐ کے لیے بھی مائدہ بہشت بھیج جیسا کہ تو نے اس سے پہلے مریم بنت عمران کے لیے بھیجا تھا پس حضرت فاطمہؑ و امیر المومنینؑ و حسنؑ و حسینؑ کو حجرہ کے اندر لے گئے وہاں ایک

پیالہ دیکھا صبح بجواہر کہ خوشبو مشک اس سے آتی تھی شہید سے بھرا ہوا یعنی شور بے میں نکلے روٹی کے تریے ہوئے اور بوٹیاں اس کے اوپر رکھی ہوئیں سب نے اس میں سے کھایا اور سات دن اس سے کھاتے رہے مگر کھانا کم نہ ہوتا تھا۔ آٹھویں دن صبح کو ایک یہودیہ ہمسائی نے ایک ہڈی امام حسینؑ کے ہاتھ میں دیکھ کر پوچھا یا ابن رسول اللہ یہ ہڈی تمہارے پاس کہاں سے آئی امام علیہ السلام نے کہا یہ عالم غیب سے ہے یہودیہ نے چاہا کہ آنحضرتؐ کے ہاتھ سے لے لے وہ ہڈی فوراً غائب ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی خوان بھی اپنے مقام کو واپس چلا گیا۔ حضرت رسالت پناہ نے یہ حال سن کر فرمایا کہ اگر اس کا اظہار نہ ہوتا تو یہ خوان روز قیامت تک خانہ ہائے اہل بیت میں موجود رہتا اور فرات بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے قصہ نزول ہل اتی نقل کیا ہے اس میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام تین دن کے بعد ابو جہلہ انصاری کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے ایک دینار قرض لیا اور بازار کو خرید طعام کے لیے متوجہ ہوئے اثرا راہ میں مقداد بن اسود کندی سے ملاقات ہوئی وہ غمگین و حزن ایک مقام پر بیٹھے تھے۔ امیر المومنینؑ نے باعث ان کے حزن و ملال کا دریافت کیا انہوں نے کہا میں کہتا ہوں جو کچھ بندہ صالح موسے بن عمران نے کہا تھا رَبِّ اِنِّیْ لَمَّا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرِ فَقِیْرٌ یعنی اے پروردگار میرے میں اس خیرات و نیکی کا جو تو نے میری طرف نازل کی محتاج ہوں جناب امیرؑ نے پوچھا تم کو کے روز کا فاقہ ہے عرض کی چار دن کا حضرتؑ نے فرمایا اللہ اکبر آل محمدؑ تو تین روز سے فاقہ سے ہیں اور تو چار روز سے ہے پس تو ہم سے زیادہ اس دینار کا سزاوار ہے یہ کہہ کر آپؑ نے وہ دینار مقداد کو دے دیا اور خود رسول اللہؐ کی خدمت میں تشریف لائے۔ آپ مسجد میں مشغول عبادت تھے بعد فراغت دست مبارک اپنا شانہ آنحضرتؐ پر رکھ کر ارشاد کیا کہ یا علیؑ میں تمہارے گھر چلتا ہوں تاکہ کچھ کھانا کھاؤں اس واسطے کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے ابو جہلہ سے ایک دینار قرض لیا ہے پس حضرتؑ رواں ہوئے اور امیر المومنینؑ دل میں کہتے تھے کہ دینار تو مقداد کو دے دیا اور آپؑ یہ فرماتے ہیں اور رسول اللہؐ نے بھوک کی شدت سے پتھر شکم مبارک پر باندھ رکھا تھا حضرت فاطمہؑ نے جو آثار گرنگی اپنے باپ کے چہرہ پر نمایاں دیکھے بولیں **وَاسْوَاہُ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ** اے ابوالحسن تم جانتے ہو کہ تین روز سے ہم نے خود کھانا نہیں کھایا پھر حجرہ طاہرہ میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی اے رب العباد محمدؐ پیغمبر و برگزیدہ تیرا ہے اور فاطمہؑ اس کی دختر تیری لوٹدی اور علیؑ اس کا ابن عم اور داماد اور حسینؑ اس کے نواسے ہیں بار الہی تو نے بنی اسرائیل پر ماندہ نازل کیا انہوں نے کفرانِ نعمت کیا خداوند آل محمدؑ کفرانِ نعمت نہ کریں گے انکے لیے ماندہ نازل کر پس سلام پھیرا تو دیکھا ایک طبق پر از طعام

آنحضرتؐ کے ہاتھ سے تروایا بعض علما شیعہ نے آفادہ فرمایا ہے کہ دشمنانِ جناب امیرؑ چاہتے ہیں کہ اتنی بڑی فضیلت کو آنحضرتؐ کی مٹادیں چنانچہ اس کی تاویل میں کہتے ہیں کہ اگر رسولؐ خدا نے آنحضرتؐ کو اپنے دوش مبارک پر چڑھایا تو کیا ہوا، ہر شخص اپنے بچوں کو کاندھے پر چڑھاتا ہے۔ فضیلت تو ابوبکرؓ کے لیے ہے۔ جنھوں نے بروز غار رسولؐ اللہ کو اپنی پشت پر سوار کیا۔ مگر یہ قول ان کا، براہِ عداوت و عناد ہے، اگر یہ امر باعثِ فضیلتِ جنابِ ولایت مآب نہ ہوتا تو بزرگانِ محدثین و مفسرینِ اہل سنت مثل احمد بن حنبل و ابوالعلیٰ الموصلی و خطیب خوارزم و غیرہ اس کو مقامِ فضیلت میں نہ لکھتے حالانکہ انھوں نے اس سے آپ کی فضیلت ثابت کی ہے اور شعرا نے اس بارے میں شعر کہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ دوش مبارک رسولؐ پر سوار ہونا ایک منزلتِ شریف و مرتبہ عظیم ہے۔ جس کا مثل نہیں اس لیے کہ دوش نبی اشرف ہے عرش و کرسی سے جیسے کہ نبی اشرف ہیں عالمِ علوی و سفلی سے۔ پس سوار ہونے والا ایسی شریف جگہ پر کیوں کرا فضل نہ ہوگا۔ اس کے سوا یہ قصہ اور چند فضیلتوں پر مشتمل ہے۔ پہلی شرکتِ جناب امیرؑ کی رسولؐ خدا کے ساتھ بتوں کے توڑنے میں ظاہر ہے کہ تمام افعالِ رسولؐ خدا نیک ہیں خاص کر بت شکنی کہ افضلِ اعمال ہے۔ پس شرکتِ رسولؐ اللہ کی افضلِ اعمال میں کس قدر فضیلت رکھتی ہے دوسرے معین و مددگار رہنا اس جناب کا پس کیوں کر وہ حضرت ان سے افضل نہ ہوں گے جو رسولؐ اللہ کو رخصتِ اعدا میں چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں۔ تیسرے وہ جناب باذن و اجازتِ رسولؐ اللہ سطحِ کعبہ پر کہ افضل اماکن ہے پر چڑھے واسطے توڑنے بتوں کے، غرض جیسے معراج باعثِ فضیلتِ رسولؐ خدا ہے ویسے ہی یہ امر باعثِ فضیلتِ علی مرتضیٰ ہے۔ تعجب ہے کہ یہ حضرات صرف اتنی بات سے کہ حضرت ابوبکرؓ رسولؐ خدا کے ساتھ غار میں رہے بڑی بھاری فضیلت حضرت ابوبکرؓ کی ثابت کرتے ہیں اور ایسی بڑی فضیلت جناب امیرؑ کا اقرار نہیں کرتے۔ چوتھی فضیلت یہ ہے کہ بتوں کو توڑا، یہ امر صریح باعثِ اعزازِ دین، و ذلت و نکبتِ مشرکین ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی بت توڑے تھے۔ مگر چھپ کر، نہ کہ علانیہ اور کہا تھا کہ تمھارے بڑے بت نے یہ کام کیا ہے، پوچھو اس سے، اگر بولتا ہو مگر رسولؐ خدا و شیر الہ نے علانیہ کفار کے سامنے بتوں کو توڑا تو یہ فعل ان کا افضل ہے۔ فعلِ خلیل اللہ سے اور یہ کہنا ہمارے بھائیوں کا، کہ لڑکوں کو سب اپنے کاندھے پر چڑھاتے ہیں سراسر تعصب و عناد سے ہے۔ اس لیے کہ سب کو معلوم ہے امیر المومنین اس وقت طفلِ صغیر نہ تھے بلکہ سن مبارک اس جناب کا فتح مکہ میں تیس اکتیس سال کا تھا اتنی عمر کا آدمی ہرگز لڑکا نہیں ہوتا۔ القصہ مسجد الحرام کو بتوں کی نجاست سے پاک و صاف کر کے اندر داخل ہوئے اور نماز نافلہ وہاں بجالائے۔ پھر در کعبہ کے بازوؤں کو ہاتھ سے پکڑ کر کھڑے ہوئے اور حضرت عمرؓ بن الخطاب کو بلا کر کہا تم مجھ کو جھٹلاتے اور میرے خواب کو دروغ بتلاتے تھے اور وعدہ ایزدی پر ایمان نہ لاتے تھے۔ میرے خواب کی یہ تعبیر ہے جو آج دیکھتے

آگے رکھا ہے اس کو اٹھا کر رسول اللہ کی خدمت میں لائیں پس بچپن نے بیٹھ کر کھانا تناول کیا پیغمبر خدا کھاتے تھے اور رخ انور امیر المومنین پر نگاہ کرتے اور مسکراتے جاتے تھے اور جناب امیر جناب فاطمہؑ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا یا علیؑ کھانا کھاؤ اور فاطمہؑ سے کچھ نہ پوچھو شکر کرتا ہوں باری تعالیٰ کا کہ تم اور فاطمہؑ زکریا و مریمؑ کی مثل ہو گئے کہ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْعَرْابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكَ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ترجمہ جب زکریا عرابِ عبادت میں مریمؑ کے پاس آتے ان کے پاس اچھی روزی مہیا پاتے پوچھتے اے مریمؑ تمہارے پاس یہ رزق کہاں سے آیا وہ کہتی۔ یہ خدا کے پاس سے آیا بہ تحقیق کو وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب بخشتا ہے۔ پس حضرت رسول خدا نے فرمایا اے علیؑ یہ منزلت تمہاری بیاعت اس دینار کے ہے کہ تم نے مقدار دو یا تھامبیہ اس مقام پر بعض کوتاہ بینوں نے کہا ہے کیا یہ جائز ہے کسی کے لیے کہ خیرات میں اس قدر مبالغہ کرے کہ اپنے نفس کو اور اپنی اہل کو قریب بہ ہلاکت پہنچائے حالاں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْغَفْوُ لَيْسَ سَوَالُ كَرْتِ هِي تَجْهَ سَ اے پیغمبر کہ کس طور پر صدقہ دیں پس کہہ دے ان سے کہ جو کچھ نفقہ بحال سے باقی رہے وہ صدقہ کرو اور حدیث میں بھی ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے کہ نفقہ بحال کے بعد دیا جائے جواب اس کلام کا بعض اعلام نے یہ دیا ہے کہ لفظ غفو جیسا کہ بمعنی مذکورہ بالا آیا ہے ویسا ہی بمعنی افضل و اطمینان بھی آیا ہے۔ پس معنی آئی یہ ہوں گے کہ جو کچھ کہ بہتر و خوب تر ہو خیرات کرو اور موید اس کی ہے آئیہ شریفہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ یعنی ہرگز خیر و خوبی کو نہ پہنچو گے جب تک کہ صدقہ دو اور خیرات کرو اس شے کو جس کو تم دوست رکھتے ہو اور حدیث میں آیا ہے کہ عمدہ خیرات وہ ہے کہ سائل کو غنی کر دے کہ اس کے بعد محتاج سوال نہ رہے۔ اور حضرت امیر المومنین ان ایام میں اپنا حصہ سائل کو دیتے تھے اوروں پر جبر نہ کرتے جناب فاطمہؑ و حسنینؑ و وفصہؑ ثواب آخرت کے لیے بخوشی خاطر حضرت کی تاسی فرماتے تھے۔ مولف کہتا ہے کہ اگر امیر المومنین نے اپنے نفس اور اپنے کنبے پر جبر کیا ہوتا اور یہ جبر ناپسند جناب کہریا ہوتا تو قرآن میں آپ کی مدح ہرگز نہ آتی بلکہ (العیاذ باللہ) اگر مذمت نازل ہوتی تعجب نہ تھا اب جب کہ سورہ کا سورہ اس جناب کی مدح اور اس کا خیر کی خوبی میں نازل ہو گیا تو کسی معاند کا اس میں چون و چرا کرنا فضول ہے جو فعل کہ مقبول درگاہ الہی ہو چکا حتیٰ کہ اس کی صفت و ثنائیں آیات قرآنی نے نزول اجال پایا تو اس پر اعتراض کرنے والا ہرگز مومن مسلمان نہیں ہو سکتا چنانچہ شاعر عربی کہتا ہے۔

قوم اتی فی مدحہم ہل اتی ماشک فی ذلک الاملحد

یعنی جن لوگوں کی مدح میں ہل اتی نازل ہوا ان کے بارے میں سوائے طحید بے دین کے کوئی شک نہ کرے گا تعجب ہے کہ حضرات معترضین امیر المومنین پر اعتراض کرنے میں تو اس قدر دلیر ہیں اور اپنے پیروں، مرشدوں، صوفیوں کی لغو حرکات کو کہ عقل بھی ان کو قبول نہیں کرتی سر پر رکھ لیتے ہیں مثل اس کے کہ کہتے ہیں کہ بائزید بسطامی نے ایک سال تک پانی نہیں پیا فلاں صوفی نے چند چلے کھینچے ہر ایک چلے میں ایک دن میں ایک گھونٹ دودھ یا ایک دانہ بادام پر بسر کرتا تھا حالانکہ یہ ریاضات نفس کے لیے ضرور رساں ہیں اور دوسرے کو کچھ نفع نہیں پہنچاتے بخلاف اس جناب کے تین روز کی فاقہ کشی کے کہ اس میں ہر چند مشقت تھی الا مسکین و یتیم و اسیر کا شکم سیر کیا گیا اور باعث اس کا ہوا کہ اتنی آیتیں آنحضرات کی شان میں نازل ہوئیں لیکن وہ ناہنجار باتیں چوں کہ صوفیوں سے ہیں مدح و قابل اقتداء ہیں اور یہ امر امیر المومنین و اہل بیت طاہرین سے واقع ہوا اس لیے معیوب ہے غزوہ جہوک سے متعلق بعض حالات غزوہ جہوک حضرت رسالت پناہ کا آخری غزوہ ہے اس کے بعد آنحضرت کو بنفس نفیس کسی لڑائی میں شریک ہونے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس غزوے کے سبب میں مورخوں کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ایک قافلہ سوداگروں کا شام سے آیا اور یہ خبر لایا کہ بادشاہ روم بہت سے لشکر کے ساتھ مدینہ پر آ رہا ہے۔ قبیلہ لخم و جذام و عاملہ و غسان اس کے ساتھ مل گئے ہیں بروایت خبر آئی کہ ہرقل والی روم نے قباد نامی ایک سردار کو چالیس ہزار سوار دے کر اس طرف بھیجا ہے۔ بقولے یہود مدینہ نے کہا اے ابوالقاسم اگر تم پیہر ہو تو زمین شام کو کہ گل حشر و ملک انبیاء ہے کیوں تصرف میں نہیں لاتے لیکن بعض روایات معتبرہ میں ہے کہ اکیدر بادشاہ دومۃ الجندل نے جس کا علاقہ شام تک پھیلا تھا بہت سا لشکر جمع کیا تھا اور کہتا تھا کہ محمدؐ پر چڑھائی کر کے ان کو اور ان کے اصحاب کو قتل کروں گا اور ان کا ملک تا تخت و تاراج کر ڈالوں گا بنا بریں خوف عظیم اصحاب پر چھایا تھا، بحدیکہ کوئی آواز سنتے تو یہ ہی کہتے کہ مقدمہ لشکر اکیدر ہے کہ مدینہ پر آیا ہے۔ بہر کیف حضرتؐ نے عزم بالجزم جہاد کیا چوں کہ بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تھا کہ اس دفعہ ضرورت جدال و قتال نہ پڑے گی اور تمام کاروبار بفضل کردگار یوں ہی درست ہو جائیں گے۔ لہذا امیر المومنینؑ کا ساتھ لے جانا مناسب نہ جانا، دیگر یہ کہ کفار و منافقین چاہتے تھے کہ حضرت رسولؐ کے اس طولانی سفر سے فائدہ اٹھائیں، آپ کے پیچھے مدینہ میں لوٹ مار مچائیں۔ پس کوئی شخص کہ آپ کے غیبت میں اس کی نگہبانی کما حقہ کر سکے نہ تھا، الا امیر المومنینؑ اس لیے بھی آپ کا یہاں رہنا ضروری معلوم ہوا اور حق یہ ہے کہ قرب زمان رحلت میں امیر المومنینؑ کا آپ کی طرف سے دار ہجرت اور

بیضہ اسلام میں حاکم خلق و نائب رسول ہو کر رہنا اشد ضروریات سے تھا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ بعد حضرت رسالت مسند و امارت آپ کے لیے ہے اور حجت خدا و رسول خلائق پر تمام ہو پس ان وجوہ سے مصلحت الہی یہ ہوئی کہ رسول خدا سفر کریں اور حضرت علیؑ مدینہ میں رہیں۔ چنانچہ فرمایا یا علیؑ حکمِ خدا یہ ہے کہ تم میرے پیچھے نگہبانِ مدینہ رہو حضرت امیرؑ نے عرض کی کہ حکمِ خدا اور رسول بجان و دل قبول ہے ہر چند آپ کی خدمت سے جدائی مجھ پر نہایت شاق ہے۔ فرمایا یا علیؑ راضی نہیں کہ تیری نسبت میرے سے تمام امور میں سوائے نبوت کے ہارون کی نسبت ہو موسیٰؑ سے بہ تحقیق کہ تیرے یہاں رہنے کا ثواب ساتھ چلنے کے ثواب سے زیادہ ہوگا اور یا علیؑ چوں کہ تو چاہتا ہے کہ تمام طور و اطوار نشست، برخاست میرے اور میرے اصحابِ نیک کردار کے معائنہ کرتا رہے۔ پس حق تعالیٰ تیری خاطر سے زمین کو جس پر کہ تو ہے اور جس پر کہ ہم ہوں گے بلند کرے گا اور تیری بینائی کو قوت دے گا کہ تو تمام کیفیت ہماری مشاہدہ کرے گا۔ اور وہ موانست کہ تجھ کو ہمارے ساتھ ہے تجھ سے فوت نہ ہونے پائے گی۔ امام زین العابدین علیہ السلام یہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ ایک شخص اہل مجلس سے اٹھا اور کہا کیوں کر ہو سکتا ہے کہ علیؑ کے لیے وہ امر واقع ہو جو سوائے انبیاء کے کسی کو میسر نہیں ہو سکتا امام عالی مقام نے فرمایا کہ یہ بھی معجزہ رسول اللہ تھا کہ حق تعالیٰ نے ان کی دعا سے درمیان کی زمین کو پست کیا اور دیدہ حق بین امیر المومنینؑ کو طاقت بخشی کہ آپ نے وہ کیفیت مشاہدہ کی امام محمد باقرؑ نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا کہ کس قدر نا انصافی کرتے ہیں یہ لوگ علیؑ کے بارے میں کہ جو باتیں دیگر صحابہ کی نسبت قبول کرتے ہیں آنحضرتؐ کی نسبت ان سے انکار کرتے ہیں حالاں کہ زبان سے کہتے ہیں کہ وہ حضرت افضل صحابہ ہیں۔ بعض حاضرین نے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ کیوں کر فرمایا تم لوگ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ کے دوستوں کو دوست رکھتے ہو اور ان کے دشمنوں سے دشمنی کرتے اور بیزاری ڈھونڈتے ہو۔ مگر جب علیؑ تک پہنچے ہو تو کہتے ہو کہ ان کے دوستوں کے دوست ہیں الا ان کے دشمنوں سے بیزاری نہیں کرتے حالاں کہ چاہتے ہو اور قائل ہو کہ رسول خدا نے فرمایا اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَاٰهُ وَعَاذَ مَنْ عَاذَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَاہُ وَخُذْ مَنْ خَذَلَاہُ یعنی خداوند دوست رکھ علیؑ کے دوست کو اور دشمن جان اس کے دشمن کو اور نصرت کر اس کی جو علیؑ کی نصرت کرے اور ترک نصرت و یاری کر جو اس کی ترک نصرت و یاری کرے۔ دیگر یہ کہ جب کسی کرامت کا بہ دعائے رسول اللہ آنحضرتؐ کے لیے واقع ہونے کا ذکر ہوتا ہے تو انکار کرتے ہو حالاں کہ وہی ہی کرامت ان لوگوں کے لیے روایت کرتے ہو اور بجان و دل اس کو قبول کرتے اور اس پر ایمان لاتے ہو مثلاً کہتے ہو کہ عمر خطابؓ مدینہ میں خطبہ کہہ رہے تھے اٹھا خطبہ میں کہنے لگے کہ دور ہواے پہاڑ جب حاضرین نے اس بے جوڑ کلام کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا میں نے سعد

وقاص کے ساتھ نہادند پر لشکر بھیجا ہے اور اس وقت کفار کے ساتھ مشغول جہاد تھے۔ بعض کفار چاہتے تھے کہ پشت کوہ سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوں میں نے اس کلام سے پہاڑ کو تنبیہ کی کہ ان کو نہ آنے دے چنانچہ وہ نہ آ سکے۔ اور مسلمانوں نے فتح پائی، لوگوں نے یہ قصہ بقید وقت و تاریخ یاد رکھا، جب لشکر وہاں سے واپس آیا تو اس کی تصدیق ہوئی۔ حالاں کہ نہادند مدینہ سے پچاس منزل کے فاصلہ پر تھا پس حضرتؑ نے فرمایا کہ ان امور کا مکمل ابن خطابؓ سے سرزد ہونا بلا چون و چرا مان لیتے ہو اور امیر المومنینؑ سے کہ مخزن اسرار آسمان و زمین و مظہر عجائب و غرائب میں باور نہیں کرتے۔ القصہ حضرت رسالت پناہؐ امیر المومنینؑ کو حکومت مدینہ پر تعین کر کے اور محمد بن مسلمہؓ بقولے سباع بن عرفطہ کو آپ کی خدمت میں چھوڑ کر پچیس ہزار بروایت تیس ہزار مرد جرار کے ساتھ جن میں دس ہزار گھوڑے و بارہ ہزار اونٹ تھے روانہ طرف منزل مقصود ہوئے اس وقت پہلی شرارت جو کفار و منافقین نے مدینہ میں کی یہ تھی کہ شہرت دے دی کہ رسول اللہ علیہ السلام کی طرف سے سیدہ صاف نہ تھے اور ان کی ہمراہی آپ پر گراں تھی اس لیے ان کو ساتھ نہ لے گئے۔ امیر المومنینؑ کو یہ باتیں سن کر کمال قلق ہوا اور ہتھیار زیب تن کر کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مقام جرف میں حضرتؑ کی خدمت میں پہنچ کر ماجرایان کیا۔ آپ نے فرمایا ارجع یا اخی فان المدینة لا تصلح الابی اوبک یعنی اے بھائی لوٹ جاؤ کہ سزاوار نہیں کہ مدینہ بے میرے یا تمہارے رہے فان خلیفتی فی اہل بیتی و دار ہجرتی و قومی اما ترضی ان تکون منی بمنزلة ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی بہ تحقیق کہ تو میرا خلیفہ ہے میرے اہل بیت پر اور میری دار ہجرت پر اور میری قوم پر آیا راضی نہیں ہے تو کہ مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو۔ موسیٰ سے اﷲ یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں یہ حدیث نص صریح ہے خلافت بلا فصل امیر المومنینؑ پر اس لیے کہ اس میں آنحضرتؐ نے تمام مدارج ہارونی سوائے نبوت کے آپ کے لیے ثابت فرمائے اور شک نہیں کہ منجملہ ان مدارج کے خلافت و وصایت موسیٰؑ بھی ہارون کے لیے تھی۔ پس امیر المومنینؑ کے لئے بھی خلافت و وصایت رسول اللہ ثابت ہوئی حیرت ہے کہ اہل سنت اس حدیث متواتر کے بھی قائل ہیں اور پھر اوروں کو امیر المومنینؑ سے مقدم جانتے ہیں۔ حدیث معارج النبوۃ میں ہے کہ جب موسیٰؑ مع بنی اسرائیل دریائے نیل سے گزرے تو آگے موسیٰؑ تھے اور پیچھے ہارون اور ان کے درمیان تمام قوم بنی اسرائیل پس اول و آخر کی برکت سے دریا کو مجال نہ ہوئی کہ ایک بال کسی کے بدن کا تر کر سکے اسی طرح اس حدیث میں اشارہ ہے کہ بروز قیامت حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوگا کہ اے محمدؐ تم نے کہا تھا یا علیؑ انت منی بمنزلة ہارون من موسیٰؑ رسول خدا عرض کریں گے، ہاں اے پروردگار میرے، ارشاد ہوگا کہ چوں کہ

اب تمہاری امت کو دریائے آتش سے گزرنا ہوگا لہذا تم کو چاہیے کہ تم اور علیؑ دونوں میں سے ایک آگے ہو اور ایک پیچھے اور بیچ میں اپنی امت کو رکھو کہ آگ کو جمال نہ ہو کہ ایک بال تمہاری امت کا جلا سکے۔ اس وقت یہ تشبیہ پوری ہوگی۔ منافقین کی امیر المومنینؑ کو جان سے مار ڈالنے کی سازش: دوسری حرکت قوم نفاق پیشہ نے یہ کی کہ جب امیر المومنینؑ رسول خدا کے پاس ان کی شکایت کو گئے تو انہوں نے راہ میں ایک گڑھا کھود کر اس کو خس پوش کیا تاکہ جب حضرت واپس تشریف لائیں تو اس میں گر پڑیں اور اوپر سے یہ ملائین پتھر بار کر آپ کا کام تمام کریں روایت ہے کہ گڑھا جو انہوں نے کھودا تھا پچاس ہاتھ لمبا تھا۔ اور بہت گہرا تھا جب امیر المومنینؑ مراجعت کر کے قریب اس گڑھے کے آئے تو اس سواری آنحضرتؐ نے باعجاز آپ کے سر بلند کر کے عرض کی یا امیر المومنینؑ میری اور آپ کی ہلاکت کی تدبیر کی گئی ہے اور حال رو پوش گڑھے کا بیان کیا آپ نے اس کو دعائے خیر دے کر امر کیا کہ چلا چلے پس گھوڑا حسب حکم رواں ہوا حق تعالیٰ نے گھوڑے کو کھینچ کر گڑھے پر بچھا کر تھوڑی تھوڑی خاک اس پر ڈال دی تھی محکم فرمایا گھوڑا بے تکلف اس پر سے گزر گیا دوسری سمت پہنچ کر حضرتؐ نے حکم کیا کہ گھاس کو سر غار سے ہٹائیں اور کید منافقین کا کھل گیا اور وہ بھرے مجمع میں خوار و ذلیل ہوئے بعض علما نے کہا ہے کہ آیہ شریفہ کَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهُمْ قَوْمٌ بِمَالِهِمْ يَنَالُونَ یعنی اسلام کے بعد انہوں نے کفر اختیار کیا اور اس چیز کا ارادہ کیا جس کو نہ پاسکے اس واقع میں نازل ہوئی۔ اس وقت گھوڑے نے پھر کلام کیا کہ یا امیر المومنینؑ جو میں اشخاص ہیں جنہوں نے آپ کے اور آپ کے بھائی رسول اللہ کے قتل کی صلاح کی ہے بارہ ان میں سے یہاں ہیں اور بارہ ہمراہ رکاب اس جناب کے گئے ہیں وہ راستے میں آنحضرت کے ساتھ کچھ کر کریں گے۔ مومنین کہ حاضر تھے یہ سن کر کہنے لگے یا امیر المومنینؑ یہ تمام ماجرا لکھ کر کسی تیز رو قاصد کو دیجیے کہ آنحضرت کے پاس لے جائے تاکہ رسول خدا کید منافقین سے محفوظ رہیں آپ نے فرمایا کہ پیکر خدا سب سے زیادہ تیز رو ہے وہ سبحانہ تعالیٰ خود آپ کو خبر کر دے گا۔ فی الحقیقت جیسا کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ حضرت رسول خدا کو وحی ہوئی اور تمام حال یہاں کا آپ پر کھل گیا۔ پس آپ نے اصحاب کو جمع کیا اور کہا روح الامین مجھ کو خبر دیتے ہیں کہ جماعت منافقین نے حوالیہ مدینہ میں علی بن ابی طالب کے قتل کی تدبیر کی تھی حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے اُن کو اُن کے شر سے محفوظ رکھا۔ مومنین اس خبر کو سن کر خوش ہوئے مگر منافقوں کو یقین نہ آیا اور باہم کہنے لگے کہ اصل حال اس لیے چھپاتے ہیں کہ لوگ ان کے قتل پر دلیر نہ ہو جائیں ورنہ ممکن نہیں کہ علیؑ اس تدبیر سے جان بڑھوئے ہوں۔ ہم کو چاہیے کہ ان کی باتوں پر نہ جائیں اور اپنے کام میں سعی کریں تاکہ ان دونوں بھائیوں کے ہاتھ سے نجات ملے پس کوشش کرو کہ محمدؐ اس سفر سے سلامت نہ جائیں۔ راوی کہتا ہے کہ راہِ تبوک میں

ایک عقبہ مسکی بہ عقبہ ذی فتن تھا۔ منافقوں نے مشورہ کیا کہ ہنگام مراجعت اس پر جمع ہوں اور آپ کی سواری کے شتر کو بھڑکائیں۔ تاکہ آپ اس کی پشت سے شگاف کوہ میں گریں۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ بوقت مراجعت ایک رات عقبہ پیش آیا حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ منادی ندا کرے کہ کوئی شخص اس عقبہ پر نہ جائے جب تک کہ رسول خدا نہ گزر جائیں۔ پس حضرت شتر سوار اس پر تشریف لے گئے حذیفہ بن یمان مہار شتر کی پکڑے ہوئے تھے اور عمار یا سر پیچھے سے اس کو ہنکاتے تھے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ دیکھا میں نے کہ بارہ یا چودہ سوار حضرت کی طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے آپ کو آگاہ کیا آپ نے ان کو ڈانٹا وہ بھاگے بزواتی عمار نے آگے بڑھ کر ان کے اونٹوں کے منہ پر مارا حضرت نے پوچھا تم نے پہچانا کہ یہ کون تھے کہا نہیں یا رسول اللہ ان کے منہ پوشیدہ تھے فرمایا یہ لوگ ہیں کہ قیامت تک منافق رہیں گے جانتے ہو کہ ان کا کیا ارادہ تھا چاہتے تھے کہ میرے اونٹ کو بھڑکائیں اور مجھ کو گرا کر ہلاک کریں۔ حذیفہ نے کہا یا رسول اللہ کیوں آپ حکم نہیں دیتے کہ ان کا سر کاٹ لیں فرمایا میں نہیں چاہتا کہ عرب کہیں کہ محمدؐ نے کچھ لوگوں کی مدد سے اپنے دشمنوں سے جنگ کی۔ غالب ہوئے تو اب ان کو قتل کرتے ہیں۔ خداوند اتواں کو دیلہ میں گرفتار کر، عرض کی دیلہ کیا، فرمایا ایک شعلہ آتش ہے کہ ان کے دل میں پیدا ہو کر باعث ہلاکت ہوگا بعد ازاں ان کے اور ان کے باپوں کے نام حذیفہ و عمار کو بتلائے اور فرمایا پوشیدہ رکھو اور ان کو رسوا نہ کرو۔ نیز روضۃ الاحباب میں ہے کہ مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے اصحاب سے بارہ شخص منافق ہیں کہ روئے بہشت نہ دیکھیں گے اور اس کی بو کو نہ سونگھیں گے **حَتَّى يَلْبِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخَيْاطِ** جب تک کہ شتر سوئی کے ناکے سے نہ نکل جائے۔ یعنی ان کا بہشت میں جانا ناممکن ہے۔ اور آٹھ شخص ان سے زحمت دیلہ میں گرفتار ہوں گے کہ ایک شعلہ آتش ان کے شانوں سے اٹھ کر سینوں سے نکل جائے گا۔ اسی وجہ سے حذیفہ صاحب السر الذی لا یعلمہ وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں یعنی وہ ایسے اسرار جانتے ہیں کہ ان کے سوا کوئی دوسرا ان کو نہیں جانتا۔ اور محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ نے بسند معتبر حذیفہ سے روایت کی ہے کہ اصحاب عقبہ چودہ نفر تھے بدیں تفصیل ابو بکر، عمر، معاویہ، ابوسفیان، پدر معاویہ، طلحہ، سعد وقاص، ابو عبیدہ جراح، ابوالاعور، مغیرہ بن شعبہ، سالم مولائے ابو حذیفہ، خالد ولید، عمرو عاص، ابو موسیٰ اشعری، عبدالرحمن بن عوف حق تعالیٰ اپنی رحمت کو ان سے دور رکھے ان کے حق میں آ یہ شریفہ **هَمُّوْا بَسَالَمٍ تَنَالُوْا** نازل ہوئی نیز منقول ہے کہ رسول اللہ نے سات موقعہ پر ابوسفیان کو لعنت کی از انجملہ ایک موقعہ عقبہ ہے کل بارہ اشخاص وہاں تھے۔ سات بنی امیہ سے باقی دیگر اقوام سے پس حضرت نے لعنت کی تمام حاضرین عقبہ پر سوائے اپنے اور اپنے شتر کے اور اس کے کھینچنے والے اور ہنکانے والے کے۔ معارج النبوة میں ہے کہ امیر المومنین عمرؓ کچھ

عرصہ تک حدیفہ کے پاس جاتے اور قسمیں دے دے کر اس سے پوچھتے رہے کہ مجھ کو تو رسول اللہ نے گروہ منافقین میں شامل نہیں کیا۔ حدیفہ کہتے تھے نہیں نہیں انتہی۔ اس روایت کا پچھلا حصہ یعنی یہ کہ حدیفہ کہتے تھے نہیں نہیں وضعی یعنی راوی کا اپنے دل کا بنایا ہوا ہے۔ حدیفہ ایسا کیوں کر سکتے تھے۔ کتاب سواد و بیاض سے کہ کتب اہل سنت سے طبقات مشائخ کے بیان میں لکھی گئی ہے نقل ہوا ہے کہ چونکہ رسول اللہ نے فرمایا تھا۔ اَعْرِفْكُمْ بِشَانِ الْمُنَافِقِينَ حَدِيفَةُ کہ سب سے زیادہ منافقوں کے حال سے خبردار حدیفہ ہے۔ اس لیے امیر المومنین عمرؓ نے دو مرتبہ ان کے پاس جا کر اور دو مرتبہ ان کو اپنے نزدیک بلا کر کہا کہ تو منافقوں کو پہچانتا ہے بتلا کہ میں بھی ان میں شامل ہوں یا نہ حدیفہ ہر بار یہی کہتے تھے فَشَوَّا سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ کہ میں رسول اللہ کا راز ظاہر نہ کروں گا۔ یعنی اگر میں کہہ دوں کہ تم بھی ان میں شامل ہو تو اس میں خوف افشائے راز رسول اللہ ہے یہاں حدیفہ نے ہر چند صاف تو نہ کہا مگر اس عبارت میں وہ کنا یہ حضرت عمرؓ کو منافقوں میں شامل کر گئے اس لیے کہ اگر بہ تقدیر عدم شمول حضرت عمرؓ یہ کہتے کہ تم ان میں داخل نہیں ہو تو اس میں ہرگز کوئی افشائے راز نہ تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ مبلغ طریقہ سے انہوں نے وفات عمرؓ کے بعد اس کی تصریح کی ہے چنانچہ صحیح (۱) بخاری میں تفسیر آ یہ شریفہ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کے ذیل میں سورہ ناس سے اسود سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں ایک روز مسجد مدینہ میں حلقہ درس عبد اللہ بن عمرؓ میں بیٹھا تھا کہ ناگاہ حدیفہ داخل ہوئے اور عبد اللہ کے نزدیک پہنچ کر سلام کیا مگر اس نے حدیفہ کی کچھ تعظیم نہ کی اس لیے حدیفہ نے عبد اللہ کی طرف خطاب کر کے کہا قَدْ أَكْثَرَ النِّفَاقَ فِي قَوْمٍ كَانُوا خَيْرًا مِنْكُمْ یعنی نفاق ان لوگوں میں بکثرت تھا جو کہ تم سے بہتر تھے اگر تم میں ہو تو محل تعجب نہیں اسود کہتا ہے کہ میں نے اس وقت آ یہ شریفہ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کو تلاوت کیا (ترجمہ) بے شک منافق طبقہ زیرین جہنم میں ہیں اس وقت ابن عمرؓ ہنسنے لگے حدیفہ ان سے اعراض کر کے مسجد کے اور جانب میں بیٹھ گئے۔ جب ابن عمرؓ وہاں سے اٹھ گئے اور ان کا مجمع متفرق ہو گیا تو حدیفہ نے سنگریزہ میری طرف پھینک کر مجھ کو اپنے پاس بلایا اور کہا مجھے عبد اللہ کے اس موقع پر ہنسنے سے تعجب آتا ہے باوجودیکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ میرا اس کلام سے کیا مدعا تھا۔ ظاہر ہے کہ حدیفہ کا مدعا اس کلام سے یہ تھا کہ عبد اللہ اور ان کے باپ پر خطاب اور ویسے ہی اور اشخاص جنہیں لوگ عبد اللہ سے بہتر جانتے تھے ان میں نفاق بکثرت پھیلا ہوا تھا۔ اس پر عبد اللہ کو رونا چاہیے تھا نہ کہ ہنسنا۔ قاضی نور اللہ ششتری مجالس المومنین میں فرماتے ہیں، کہ اگر حدیفہ عبد اللہ کی طرف نفاق کی نسبت کرنے میں راست گو تھے، تو کفر عبد اللہ وغیرہ کا

(۱) اس حدیث کو عبد الرحیم ملتانی نے بھی رسالہ ارشاد الحفّا میں صحیح بخاری سے نقل کیا ہے ۱۲- منہ۔

لازم آتا ہے، اور جو دروغ زن تھے تو فسق حدیفہ کا بہر تقدیر اہل سنت کہ دعویٰ تمام صحابہ کی عدالت کا کرتے ہیں صحیح نہ ہوگا۔ مفصل بن عمرؓ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ منافقین عقبہ تبوک میں کامیاب مراد نہ ہوئے تو نادم ہو کر عمارؓ و حدیفہؓ سے دلی دشمنی رکھنے لگے۔ حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے تو عمرؓ نے حدیفہؓ سے مواخذہ کر کے چاہا کہ حمایت رسول اللہ کا اس سے بدلا لے۔ لیکن حضرت ابو بکر نے ان کو اس سے منع کیا کہ اس کے بارے میں سکوت ہی مناسب ہے خود حضرت عمر خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے پھر اس کا ارادہ کیا کہ جس طرح ہو اس سے انتقام لیجیے چنانچہ اس کو طلب کر کے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو ایک جماعت کو اصحاب پیغمبرؐ سے منافق بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ جہنم کے دربان ہوں گے یہ کہہ کر اپنا درہ بلند کیا کہ حدیفہؓ کے مارے حدیفہؓ نے کہا اے عمرؓ ساکن ہو کہ تو بھی جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے کہ منافقوں کو اس میں داخل ہونے سے منع کرے گا حضرت عمرؓ نے اس وقت سختی کرنے میں مصلحت نہ دیکھی اور متبسم ہو کر حدیفہؓ کی خوشامد کرنے اور حاضرین کے سامنے اس کی مدح و ستائش کرنے لگے مگر آخر کار عثمانؓ نے سب کے بدلے لیے اور روح منافقین کو اپنے سے شاد کیا۔ اہل نفاق کے قضیے میں کلام کو طول ہو گیا اب ہم پھر اصل کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ناظرین کو کسی قدر حال غزوہ تبوک کا سناتے ہیں غرض حضرت رسول خدا چلتے چلتے مقام تبوک میں پہنچے وہ ایک موضع تھا نواحی شام میں مگر بعض مورخ ایک قلعہ کا نام بتلاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ایک چشمہ اس نام کا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اول چشمہ ہو پھر اس پر آبادی ہو کر اس آبادی کے گرد دیوار بطور فصیل بنادی گئی ہو اور آبادی اور حصار کا نام چشمہ ہی کے نام پر تبوک مشہور ہو گیا ہو بہر کیف حضرت کو وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ شاہ روم کی اس طرف متوجہ ہونے کی خبر غلط تھی رسول اللہؐ نے قریب دو مہینے کے وہاں قیام کیا کوئی مقابلہ نہ آیا بلکہ آپؐ نے سرداروں کو اطراف و جوانب میں بھیج کر بہت سا ملک تسخیر کر لیا بخبریکہ رعب اسلام نواح شام میں قائم ہو گیا۔ روایت ہے کہ رسول خداؐ نے زبیر عوام و سہاک بن خراشہ کو بیس سواروں کے ساتھ تعین کیا کہ اکیدر نصرانی والی دومتہ الجندل کو پکڑ لائیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ اس کے پاس ساز و سامان بسیار اور لشکر بہت ہے اور قلعہ استوار و حصین میں جاگزین ہے ہم ہیں بائیس آدمی کیوں کر اس کو گرفتار کر سکتے ہیں فرمایا حیلہ و تدبیر سے دنگیر کرو عرض کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے یہاں سے اس کے قلعہ تک میدان مسطح و ہموار ہے اور چاندنی راتیں ہیں وہ ہم کو دور سے دیکھ اور پہچان سکتے ہیں فرمایا اگر چاہتے ہو کہ ان کی نظر سے پوشیدہ رہو اور نور تمہارا مثل نور ماہتاب کے درخشاں ہو کہ وہ تمیز نہ کر سکیں تو درود بھیجو محمدؐ و آل محمدؐ پر اور اعتقاد کرو کہ بہترین آل محمدؐ علیؓ ابن ابی طالبؓ ہیں علیؓ مخصوص تو اسے زبیر اعتقاد کر کہ علیؓ جس گروہ میں ہوں ان میں سزاوار حکومت دریاست وہ ہیں ان کے ہوتے دوسرے کو برتری نہیں پہنچتی

پس جب ایسا کرو گے تو ان کی نظر سے پنہاں ہو جاؤ گے حتیٰ کہ ان کے قصر کے نیچے پہنچ جاؤ پس اس وقت حق تعالیٰ چند گاؤں صحرائی کو بھیجے گا کہ اپنے سیلگوں کو دیوار قلعہ پر ماریں گی اکیدر یہ آوازن کر شکار کے شوق میں نیچے اتر آئے گا اس وقت اس کو پکڑ لینا پس یہ لوگ حسب ارشاد روانہ ہوئے اور بہ برکت اس عمل کے زیر قلعہ جا پہنچے وہاں جس طرح حضرتؑ نے خبر دی تھی جنگی گائیں آئیں۔ اور سیلگوں سے دیوار قلعہ کو ٹھکرانے لگیں۔ اکیدر کہ شیفۃ شکار تھا ان کی آوازن کر بہ قرار ہو گیا اس کی عورت نے کہا زہنہا تو اس وقت نیچے اترنے کا ارادہ نہ کیجیو کہ محمدؐ مع اصحاب یہاں سے نزدیک پڑے ہوئے ہیں مبادا کہ ان کے آدمی تجھ کو پکڑ لے جائیں اس نے کہا کس کو طاقت ہے کہ اس شب روشن میں لشکر سے جدا ہووے اور یہاں آئے حالاں کہ ان کو معلوم ہے کہ ہمارے جاسوس و نگہبان گھات میں لگے ہوئے ہیں اور اگر اس وقت کوئی ہمارے قصر کے پاس ہوتا تو یہ وحشی جانور کس طرح یہاں آتے غرض اکیدر نے عورت کا کہنا نہ مانا اور قصر سے اتر کر سوار ہوا جنگی گائیں اس کو دیکھ کر بھاگیں اور اس نے ان کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ جب قلعہ سے دور نکل گیا تو اصحاب رسولؐ اللہ نے اس کو گرفتار کر لیا اکیدر نے التجا کی کہ میرے بیش قیمت کپڑے اتار لو صرف ایک پیرا ہن رہنے دو اور نیز پٹکا اور شمشیر کمر سے کھول لو کہ شاید محمدؐ اس حال میں دیکھ کر مجھ پر رحم کریں اور میری جان بخشی ہو جائے اصحاب نے اس کی درخواست قبول کی اور اس کو حاضر خدمت رسولؐ اللہ کیا۔ فقراء مسکین نے جو اس کے گراں بہا لباس کو دیکھا اور اس کے زیورات پر نظر کی، تو کہنے لگے کہ کیا یہ چیزیں بہشت سے آئی ہیں، حضرتؑ نے فرمایا یہ اکیدر کا لباس ہے بہشت کا ایک رومال کہ زیر و سماک کو ملے گا اس تمام لباس و زیورات سے بہتر ہوگا بشرطیکہ (۱) وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں جب تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں۔ القصد اکیدر کو رسولؐ خدا کے حضور میں پیش کیا تو وہ رونے اور گریہ و بکا کرنے لگا کہ یا حضرتؑ مجھ کو چھوڑ دیجیے کہ میں اپنے ملک کے آگے سے آپ کے دشمنوں کو دفع کروں گا۔ حضرتؑ نے فرمایا اگر تو عہد کو وفا نہ کرے کہا اگر عہد پورا نہ کروں تو اگر تم نبی برگزیدہ خدا ہو تو پھر خدا تم کو مجھ پر مظفر کرے گا۔ یعنی جس نے تمہارے اصحاب کا سایہ زمین پر نہ گرنے دیا اور جانواران صحرائی کو بھیجا کہ مجھ کو اپنی جائے پناہ سے نکالا، اور تمہارے ہاتھ میں قید کیا۔ اگر میں عہد شکنی کروں گا تو پھر وہی قادر مطلق تم کو مجھ پر فتح یاب کرے گا۔ پس حضرتؑ نے اس کے ساتھ صلح کی کہ وہ رہا ہوا بشرطیکہ ہر سال دو مرتبہ ایک ماہ رجب میں دوسرے صفر میں ایک ایک ہزار اوقیہ طلا اور دو سو حلے مدینہ میں بھیجے، اور جو لشکر مسلمانوں کا اس کے ملک سے گزرے اس کو تین روز تک مہمان رکھے، اور اگلی منزل کے واسطے زاد راہ اس کے ہمراہ کرے اگر ان باتوں کے خلاف کرے گا تو امان خدا اور رسولؐ اس سے اٹھے

(۱) یہ شرط ناظرین کو ملحوظ خاطر رہے کہ جنگ جمل کے بیان میں کام آئے گی ۱۲۷۔

جائے گی۔ احکامات وحی کے مطابق سورہ برات کا حضرت ابوبکر سے واپس لے کر حضرت علیؑ کو تفویض ہونا: چون کہ بسم اللہ آئیہ و علامت رحمت خدا ہے اور سورہ برات مشرکوں کی سرکوبی و تہدید کے لیے نازل ہوئی۔ لہذا اس کے ساتھ بسم اللہ نہیں آئی۔ اس سورہ کے شروع کی چند آیتیں جن کا مضمون یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ کفار کے عہد و پیمان کے ذمہ دار نہیں جس سے مدت معین کا معاہدہ ہے اس مدت کو پورا کرے ورنہ چار مہینے کی مہلت ہے اگر اس عرصہ میں ایمان لائے تو بہتر ورنہ جہاں پاؤ، ان کو قتل کرو اور خانہ خدا کو جس و نجاست کفر و شرک سے پاک کرو۔ نازل ہوئیں تو رسولؐ اللہ نے حضرت ابوبکرؓ کو دیں کہ موسم حج میں مکہ جا کر مشرکوں کو سنائیں۔ روایت ہے کہ کفار کا قاعدہ تھا کہ جن کپڑوں میں طواف خانہ کعبہ بجاتے ان کو خیرات کر دیتے اور اگر وہ کپڑے مانگے کے یا کرایہ کے ہوتے تو ان کے مالکوں کو واپس دے دیتے۔ غرض جن کپڑوں میں طواف کرتے ان کو پھر اپنے استعمال میں لانا ان کی شرع میں مذموم تھا پس جس کو یہ کرایہ یا بغاریت لباس میسر نہ آتا اور اپنے لباس کے دے ڈالنے کا بھی مقدور نہ رکھتا تو ننگا مادر زاد ہو کر طواف بجاتا اور نیز ننگ دھڑنگ طواف کرنے کو وہ بہت اچھا سمجھتے تھے اور کہتے تھے جس نے برہنہ طواف کیا وہ طفل معصوم کی طرح ننگا ہوں سے نکل گیا جس قوم کی عبادات کا یہ حال ہو اس کی دیگر عادات کا کیا ٹھکانا ہے۔ اتفاقاً ان ایام میں ایک زن صاحب جمال باہر سے مکہ میں طواف کو آئی تھی چوں کہ اس کے پاس بدن کے کپڑوں کے سوا دوسرا جامہ پہننے کو نہ تھا اس لیے طواف کے واسطے کرایہ پر بابغاریت لباس لینا چاہا، دستیاب نہ ہوا، تو ناچار اس تن نازنین غیرت ماہ کامل کو عریاں کیا دونوں ہاتھ آگے پیچھے عورتیں پر رکھ کر مشغول طواف ہوئی وہ طواف کرتی تھی اور اہل مکہ چار طرف کھڑے اس کے حسن و جمال کو بے پردہ دیکھ دیکھ کر غش ہو رہے تھے۔ فارغ ہوئی تو بہت سوں نے اس کو شادی کا پیغام دیا عورت نے کہا یہ خیال دل سے دور رکھو، کیوں کہ میں آزاد نہیں پائے بند یعنی شوہر دار ہوں حضرت رسولؐ خدا غزوہ تبوک سے مراجعت کر کے آخر ذی القعدہ میں ارادہ حج بیت اللہ کا رکھتے تھے کہ یہ اخبار گوش زد ہوئے طبیعت نے کراہت کی اور نہ چاہا کہ کفار کے ساتھ ان پلید رسموں میں شریک ہوں۔ پس حضرت ابوبکرؓ کو آیات مذکورہ دے کر پہلی ذی الحجہ ۹ ہجری کو اس طرف بھیجا وہ مسجد ذی الحلیفہ سے احرام باندھ کر آگے بڑھے ہی تھے کہ حضرت کو وحی ہوئی اور جبریلؑ نے آ کر بعد سلام یہ پیغام پہنچایا لَا يَرِدُ وَنَهَا عَنْكَ إِلَّا أَنْتَ أَوْ رَجُلٌ مِّنْكَ یعنی ان آیات کو یا تم خود پہنچاؤ یا وہ شخص جو تم سے ہو کہ قرب و قرابت اور شرف و فضیلت میں مثل تمہارے ہو، بروایت جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا يُبَلِّغُ عَنْكَ إِلَّا عَلِيٌّ کہ کوئی بجز علیؑ علیہ السلام کے ان کو نہ پہنچائے۔ پس حضرت نے جناب امیرؓ کو بلایا اور جابر بن عبد اللہ انصاری وغیرہ چند اشخاص آپ کے ہمراہ کیے اور ناقہ اعضباء خاص اپنی سواری کا شتر آ نحضرت کو دیا کہ جا کر

ان آیات کو ابو بکرؓ سے لے لو اور حج کے دنوں میں خود لوگوں کے سامنے ان کو قرأت کرو حضرت ابو بکرؓ کو اختیار ہے خواہ تمہارے ساتھ حج کرے یا واپس مدینہ آ جائے اور یہ چار کلمے ارشاد کیے کہ مشرکوں کو پہنچائیں اول یہ کہ کوئی خانہ خدا میں داخل نہ ہو جب تک کہ ایمان نہ لائے۔ دوم کوئی برہنہ طواف خانہ کعبہ نہ کرے۔ تیسرے اس سال کے بعد کسی کو اجازت نہیں کہ حج خانہ کعبہ بجالائے چوتھے جو خدا اور رسولؐ کی طرف سے عہد معین رکھتے ہیں اس پر قائم رہیں جن کے پاس عہد نہیں یا عہد موقت نہیں رکھتے تو چار ماہ یعنی دہم ذی الحجہ سے دہم ربیع الثانی تک امان میں ہیں اس کے بعد اگر مسلمان نہ ہوں گے تو ان کا خون و مال حلال ہوگا پس امیر المومنینؓ سوار ہوئے اور منزل روحا یا جحفہ پر حضرت ابو بکرؓ کو جالیا۔ حضرت شیخ صاحب نے اس آنے کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو رسول اللہؐ نے بحکم خدا بھیجا ہے کہ آیات تم سے لے لوں اور خود ان کو قرأت کروں تم چاہو میرے ساتھ مکہ چلو حج بجالاؤ ورنہ مدینہ پلٹ جاؤ حضرت ابو بکرؓ آیات کو حوالہ امیر المومنینؓ کر کے آپ مدینہ آئے اور حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ اہلنتی لامر طالت الا عناقی الی فلما صرث ببعض الطريق عزلتنی عنہ آپ نے مجھ کو ایک کام کے لائق جانا، جس کے سبب سے بہت سی گردنیں میری طرف دراز ہوئیں، پس ابھی تھوڑی دور گیا تھا کہ معزول فرمایا، حضرتؓ نے فرمایا تجھ کو خدائے تعالیٰ نے معزول کیا ہے، حضرت ابو بکرؓ کو زیادہ اندیشہ ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میرے حق میں کچھ نازل ہوا ہے فرمایا نہیں مگر جبرئیلؑ میرے پاس آئے۔ اور کہا تم خود ان کو پہنچاؤ یا کوئی اور جو تم سے ہو پہنچائے اس لیے میں نے علیؑ ابن ابی طالب کو بھیجا۔ مولف کہتا ہے کہ یہ ہے قصہ ابو بکرؓ کی رسالت برأت سے معزول ہونے اور امیر المومنینؓ کے اس پر مقرر فرمائے جانے کا اس کو جس طور سے علمائے شیعہ نے نقل کیا ہے ویسے ہی اکابر مدین و مفسرین اہل سنت نے کیا ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی درمنثور میں و ابو عبد الرحمن نسائی، خصائص میں گارزونے اپنی تاریخ میں، یعنی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں، کواشی اپنی تفسیر مسمی بہ تلخیص میں، مرزا محمد بدخشانی نزل الابرار میں، ثعلبی تفسیر میں، سبط بن جوزی تذکرہ خواص الامہ میں محبت الدین طبری ریاض النظرۃ میں، اور دیگر اشخاص اپنی اپنی کتابوں میں اس کو اسی طرح نقل و روایت کرتے ہیں جیسا کہ مذکور ہوا یعنی تمام نے حضرت ابو بکرؓ کا آیات کو حوالہ امیر المومنینؓ کر کے اشارہ سے لوٹا اور حضرت رسولؐ خدا کے آگے اپنی آزرہ دلی اور ملامت کا اظہار کرنا بتصریح لکھا ہے کہ صریح ان کے معزول ہونے پر دال ہے۔ مگر شاہ عبدالعزیز دہلوی تحفہ میں باوجود اس کے کہتے ہیں کہ اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ امارت حج پر مامور ہوئے تھے نہ کہ رسالت سورہ برات پر سورہ برات ان کے جانے کے بعد نازل ہوئی اور علیؑ علیہ السلام کو دی گئی پس معزول ہونا متحقق نہ ہوگا صاحب تحفید المطاعن اس کے

جواب میں کہتے ہیں کہ اس عزل و نصب کو نوصحابیوں نے یعنی خود امیر المومنین نے حضرت ابوبکر نے، عبداللہ بن عباس، ابوسعید خدری عبداللہ عمر، ابو ہریرہ، سعد وقاص، ابورافع اور انس بن مالک نے روایت کیا ہے۔ پس شاہ صاحب کو لازم تھا کہ ثابت کرتے کہ ان سب نے اس کو دیے ہی روایت کیا ہے جیسے شاہ صاحب کہتے ہیں ورنہ ان بے سرو پا باتوں سے کچھ فائدہ نہیں اور جب کہ یہ معزولیت نوصحابیوں کے روایت سے ثابت و تحقیق ہے تو وہ متواترات سے کبھی جائے گی کیوں کہ ابن حجر نے صواعق مخرقہ میں پشتمازی حضرت ابوبکر کو آٹھ صحابیوں کی روایت کے دعوے سے متواتر کہا ہے چنانچہ لکھتے ہیں **ان هذا الحديث متواتر لانه ورد من حديث عائشة و ابن مسعود و ابن عباس و ابن عمر و عبد الله بن زمعه و ابی سعید و علی بن ابی طالب و حفصہ انتھی۔** یعنی جان تو کہ یہ حدیث متواتر ہے کیوں کہ اس کو عائشہ عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر عبداللہ بن زبیرہ و ابوسعید خدری و علی بن ابی طالب و حفصہ نے روایت کیا ہے پس جب آٹھ صحابیوں کی روایت متواتر ہے تو نو کی بطریق اولیٰ متواتر ہوگی۔ اگر شاہ صاحب اپنے یہاں کی کسی روایت ضعیف میں اپنا فائدہ دیکھ کر شیعوں کے مقابلے میں اس کو ترجیح دیں اور روایت متواتر مشہور کو چھوڑ دیں تو ان کا قول کیوں کر مقبول و مسوع ہو سکتا ہے ایسا ہو تو باب احتجاج و استدلال طرفین سے بند ہو جائے بالجملہ حضرت عتیق کا ادائے سورہ برات سے بحکم رب العزت معزول ہونا اور اثنائے راہ سے مراجعت کر کے رسول خدا کی خدمت میں جزع و فزع بلکہ گریہ و بکا کرنا کتب معتبرہ اہل سنت میں جیسا ہم اوپر لکھ آئے مشہورات مستفیضہ سے ہے ان کے بڑے بڑے محدثوں اور مفسروں نے اس کو روایت کیا ہے شاہ صاحب اور مریدان شاہ صاحب کی قدرت سے باہر ہے کہ اس واقعہ کو تمام کتابوں سے نکال ڈالیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ خدا اور رسول کا ان کو اس کام پر مقرر کرنا پھر بلا چہچہ منزل مقصود کے ادھر سے واپس بلوالینا۔ یعنی یہ کس لیے ایسا کیا گیا اس سے تو بہتر تھا کہ پہلے ہی سے امیر المومنین کو آیات حوالے کر دیتے اور ان سے معترض ہی نہ ہوتے تاکہ ایک بیچارے بوڑھے آدمی کی یوں مٹی خراب نہ ہوتی جن سے کہ وہ زار و قطار روتے تھے۔ چوں کہ افعال ایزدی میں شائبہ جہالت اور عبث ہونے کا نہیں ہو سکتا وہ ہمیشہ مبنی بر مصلحت و حکمت ہوا کرتے ہیں اس لیے ضرور ہے کہ اس میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ہو پس واضح رہے کہ مصلحت و حکمت اس عزل و نصب کی یہ تھی کہ تمام خلقت کو اور خود شیخ صاحب کو معلوم ہو جائے کہ وہ خدا اور رسول کے نزدیک ایک سورہ قرآنیہ کے پہنچانے کی قابلیت نہیں رکھتے چہ جائیکہ خلافت عامہ مسلمانان کی پس ثانی الحال جب کہ وہ خلافت کا ارادہ کریں تو سب کو یہ واقعہ یاد رہے اور تمام پر حجت خدا تمام ہو اگر اول ہی امیر المومنین کو اس مہم پر مقرر فرما دیتے تو یہ نکتہ صاف طور سے سمجھ میں نہ

آتا اور خیال رہتا کہ سوائے آنحضرت کے اور اشخاص بھی اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر کا اس معزولیت پر گریہ و بکا کرنا ہر چند روایات کثیرہ اہل سنت میں وارد ہے مگر یہاں بہ نظر اختصار صرف ایک روایت نقل ہوتی ہے۔ کتاب کنز العمال میں تفسیر سورہ توبہ کے ذیل میں ابوبکرؓ سے روایت کی ہے ان النبی بعثہ ببراءۃ الی اہل مکہ فسار بہا ثلثا ثم قال لعلی الحقہ فرد علی ابا بکر ففعل فلما قدم ابوبکر بکی فقال یا رسول اللہ حدث فی شی ف قال ما حدث فیک الاخیر الکن امرت ان لا یبلغہ الا انا ورجل منی حم، وابن حزیمہ و ابو عوانہ۔ یعنی رسول اللہ نے ابوبکرؓ کو سورہ برات دے کر مکہ بھیجا تین دن کے بعد علیؓ کو کہا کہ تم جا کر ابوبکرؓ کو واپس بھیج دو اور تم اس کو پہنچاؤ پس وہ گئے اور ابوبکرؓ رسول اللہ کی خدمت میں آئے تو رونے لگے اور کہا یا رسول اللہ کیا مجھ میں کوئی نئی بات حادث ہوئی فرمایا بجز خیر و خوبی کے کچھ تجھ میں حادث نہیں ہوا الا مجھ کو حکم ہوا کہ اس کو یا میں خود پہنچاؤں یا کوئی اور جو میری اہل سے ہو۔ روایت کیا ہے اس کو احمد حنبل نے اپنی مسند میں اور ابن خزیمہ ابو عوانہ اور دارقطنی نے۔ القصہ حضرت ابوبکرؓ تو روتے دھوتے مدینہ تشریف لے آئے اور امیر المومنینؓ طے منازل کر کے داخل مکہ ہوئے اور روز عرفہ عرفات میں اور شب عید مشعر الحرام میں اور دہم ذی الحجہ روز عید کو حرات کے نزدیک اور ایام تشریق میں منی میں با واز بلند اس سورہ کو مشرکوں کے سامنے قرأت کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ لا یدخل البیت کافر و ولا یحج مشرکہ ولا یطوف بال بیت عربان بروایت روز عید کو کہو کہ شعبہ پر تشریف لے گئے اور شمشیر میان سے نکال لی اور با واز بلند ان کلمات کو کہتے ہیں۔ اس وقت حراش و شعبہ پسران عبود برادران عمر بن عبدود نے جس کو امیر المومنینؓ نے بروز احتزاب قتل کیا تھا کہا کہ تو ہم کو چار مہینے کی مہلت دیتا ہے بہ تحقیق کہ ہم تجھ سے اور تیرے ابن عم سے بے زار ہیں اور تم دونوں کے لیے ہمارے پاس بجز نیزہ و شمشیر دوسری چیز نہیں حضرت نے فرمایا اگر چاہو تو میری شمشیر کو دوبارہ آزمالو بروایت کسی نے کہا اگر معاہدہ جو ہمارے اور تمہارے ابن عم کے درمیان ہے اس کے ٹوٹ جانے کا خوف نہ ہوتا تو ہم ابتدا تم سے کرتے یعنی پہلے تم ہی کو قتل کرتے حضرت نے فرمایا اگر رسول اللہ نے منع نہ کیا ہوتا کہ کوئی امر اپنی طرف سے حادث نہ کروں تو میں تجھ کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑتا۔ نیز جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے مجھ کو مکہ بھیجا میں قریش کی عداوت کا حال بخوبی جانتا تھا کہ اگر ان سے ہو سکے تو میرا ہر عضو کاٹ کر ایک ایک پہاڑ پر رکھ آئیں اور راضی تھے کہ اگر میرے قتل میں ان کا جان و مال وزن فرزند کام آئیں تو اس سے بھی دریغ نہ کریں میں نے رسول خدا کا پیغام ان کو پہنچایا تو ان کے چہرے دفعۃ غیظ و غضب سے اندوختہ ہو گئے اور لگا ہر ایک اظہار کراہت و

عداوت کرنے حتیٰ کہ زن و مرد کے چہروں سے بغض و عناد کے آثار عیاں تھے مگر میں نے کچھ پروا نہ کی اور تعمیل ارشادِ نبوی میں سرگرم رہا تا انیکہ سب کو آپ کا حکم سنا دیا۔ مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ تاریخ طبری میں کہ سب اہل سنت سے ہے لکھا ہے کہ سال ششم ہجرت عمرہ حدیبیہ میں حضرت رسول خدا نے عمر بن الخطاب کو مکہ بھیجنا چاہا تو وہ ڈر گئے اور بدیں عذر کہ مجھ کو ان سے خوف ہے تعمیل حکم سے پہلو تہی کی۔ علی ہذا سال نہم ہجرت میں فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ نے پھر عمرؓ کو کہا کہ اشراف قریش کے پاس پیغام لے جائیں انہوں نے اس وقت بھی خوف کا اظہار کیا باوجودیکہ کسی کا بال تک بھی ان کے ہاتھ سے بیکانہ ہوا تھا بلکہ باطن میں ہمیشہ ان کے موافق رہتے تھے امیر المومنینؑ حال آنکہ کوئی شخص مکہ میں نہ تھا کہ جس کو ان کے ہاتھ سے صدمہ نہ پہنچا ہو ان کے نوک سناں و شمشیر جان ستان ہر ایک کے جگر میں گھسی تھی اس پر بھی آنحضرتؐ نے کچھ پروا نہ کی اور تنہا ایک لاکھ مشرکین کے مجمع میں چلے گئے اور ان کے پیمان و امان کو توڑ ڈالا اور ان کے دین و آئین کو باطل فرمایا:

ہیں تفاوت رہ از کجاست تا کیجا

الغرض حضرت اس مہم سے فارغ ہو کر حسب المرام مدینہ سکینہ کی طرف واپس ہوئے آرام و آہستگی طے مسافت کرتے تھے ادھر حضرت رسول خدا کے پاس کوئی خبر آسمانی اس مقدمہ میں نہ پہنچی تو آپ دلیکیر ہوئے اور تشویش و نگرانی دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ آثار حزن و ملال چہرہ اقدس سے نمایاں ہونے لگے شدت غم سے اپنی ازواج کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ صحابہ صورت دیکھتے تھے مگر کسی کی جرأت نہ تھی کہ باعث اس تغیر کا دریافت کر سکے آخرا بوذرغفاریؓ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے غم و اندوہ کو دیکھ کر اصحاب گمان کرتے ہیں کہ آپ کی وفات کی خبر آپ کو دی گئی ہے یا کوئی خیر بد امت کے حق میں ملی ہے یا کوئی مرض آپ کے دشمنوں کو عارض ہوا ہے فرمایا ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں لیکن یہ رنج و الم علی ابن ابی طالب کی طرف سے ہے مجھ کو کچھ معلوم نہیں ہوا کہ کیا صورت ان کو پیش آئی نہ کوئی وحی اس بارے میں پہنچی بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے علیؑ کے مقدمے میں مجھ کو نو خصلتیں عطا کیں تین دنیا میں تین آخرت میں دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان سے بے خوف ہوں اور ایک جس سے ڈرتا ہوں لیکن تین خصلتیں دنیا کی پس وہ میرے ستر کو چھپائیں گے اور میرے امور کو انجام دیں گے اور وحی ہوں گے میری امت پر اور تین آخرت کی ایک یہ کہ لوائے حمد مجھ کو دیں گے تو میں ان کے حوالہ کروں گا کہ میرے لیے اس کو برپا رکھیں دوم شفاعت کے مقام میں ان پر اعتماد کروں گا سوم وہ میرے معین و مددگار ہوں گے بہشت کی کنجیاں اٹھانے میں۔ اور دو باتیں کہ ان سے اپنے بعد مطمئن ہوں یہ ہیں کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوں گے اور اسلام پر کفر کو اختیار نہ کریں گے۔ ایک جس سے ڈرتا ہوں وہ مکر قریش ہے ان کے ساتھ۔ القصہ رسولؐ

خدا کا معمول تھا کہ صبح کو نماز پڑھ کر طلوع آفتاب تک قبلہ رو مشغول تعقیب و ذکر الہی رہتے تھے امیر المومنین حاضرین کی طرف منہ پھیرتے اور لوگ آنحضرتؐ سے اجازت لے کر اپنے کاروبار کو جاتے پیٹھ پر خزانے ان کو اس کام پر مقرر کیا تھا جب آپ مکہ گئے تو حضرتؐ نے کسی کو اس خدمت پر مامور نہ کیا خود روئے مبارک صحابہ کی طرف کرتے اور اجازت فرماتے ایک روز ابوذرؓ نے اجازت باہر جانے کی چاہی حضرتؐ نے اجازت دی تو وہ شہر سے نکل کر شوقی لقائے امیر المومنینؑ میں مدینہ کی راہ ہوئے۔ آخر جذبِ محبت نے اثر دکھلایا اور کشش دلی اپنا رنگ لائی امیر المومنینؑ کو دیکھا کہ ناقہ پر سوار اس طرف کو آ رہے ہیں دوڑ کر آنحضرتؐ سے لپٹ گئے اور چھاتی سے لگا لیا اور روئے انور پر بوسے دیتے تھے پھر عرض کی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تم آہستہ آہستہ آؤ میں آگے چل کر تمہارے آنے کی خوش خبری رسول اللہؐ کو پہنچاتا ہوں کیوں کہ وہ حضرتؐ تمہاری مفارقت میں نہایت بے چین ہیں پھر جلد آ کر یہ مژدہ فرحت افزا رسول خداؐ کو پہنچایا آپ نے فرمایا اے اباذرؓ میں اس کی عوض تم کو بشارت بہشت دیتا ہوں پس سوار ہوئے اور صحابہ بھی آپ کے ساتھ سوار ہوئے بیرون شہر، قرآنِ سعدین واقع ہوا بھائی نے بھائی کو دیکھا آنکھوں میں ٹھنڈک تن میں توانائی آئی امیر المومنینؑ کی نظر روئے انور خاتم المرسلینؑ پر پڑی تو ناقہ سے اتر لئے حضرتؐ بھی پیادہ پا ہو گئے اور دونوں ہاتھ حضرتؐ امیرؑ کے گلے میں ڈال دیئے اور روئے منور دوشِ اطہر امیرؑ پر رکھ کر جوشِ مسرت میں خوب گریہ کیا امیر المومنینؑ بھی بہت روئے پھر فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں بیان کر کہ کیا کر آیا بہ تحقیق کہ مجھ کو ترے مقدمے میں وحی بہ دیر پہنچی۔ امیر المومنینؑ نے تمام قصہ مفصل عرض کیا یہ سن کر فرمایا کہ حق تعالیٰ زیادہ دانا ہے اس جل شانہ نے تجھ کو اس کار کے لیے اختیار کیا تھا۔ قوم نصاریٰ سے مباہلہ، آلِ عبا علیہم التحیۃ والثناء اور امیر المومنینؑ علی المرتضیٰ کے لیے ظہورِ فضیلتِ خاص: منقول ہے کہ رسول خدا ﷺ نے مکہ کو فتح کیا اور تمام عرب آپ کا مطیع ہو گیا تو امراء، رؤساء، و سلاطین روئے زمین کو خطوط لکھ کر اسلام کی طرف دعوت دی ازاںجملہ ایک خط نصاریٰ نجران کو لکھا کہ اسلام قبول کرو اور شہادت دو، وحدانیتِ خدا اور سالتِ محمد مصطفیٰؐ کی، ورنہ جزیہ دینا ہوگا۔ اس طرح پر کہ بذلت و خواری اس کو اپنے ہاتھ سے ادا کرو گے، اگر اس سے بھی انکار ہے تو جنگ کے لیے آمادہ رہو، یہ خط نصاریوں کو پہنچا تو ان کے عظماء، علماء، زہاد، و رہبان ایک کنیہ بزرگ میں جمع ہوئے اور چند روز ان کے درمیان اس امر میں مباحثہ و مناظرہ ہوتا رہا کہ آیا یہ محمدؐ وہی ہیں، جن کی مسیح علیہ السلام و دیگر انبیائے کرام نے خبر دی ہے یا کوئی اور، بعض متعصب کہتے تھے کہ عیسیٰؑ کے بعد قیامت تک دو پیغمبر ہوں گے، ایک کا نام محمدؐ دوسرے کا احمدؑ ہے۔ موسیٰؑ کو اول کی خبر دی گئی ہے، اور عیسیٰؑ کو دوسرے کی، یہ قریشی صرف اپنی قوم پر مبعوث ہوا ہے وہ پیغمبر جس کی بادشاہی روئے زمین پر پھیل جائے گی، اور دینِ کامل کا خاتمہ

اس پر ہوگا، اس کے بعد آئے گا، دلیل اس کی یہ ہے کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اس کے فرزند نہیں، بخلاف اس پیغمبر موعود کے کہ اس کی نسل جاری و رواں ہوگی، اور ایک فرزند اس کا ہوگا کہ تمام عالم پر حکومت کرے گا، ساتھ دینِ حنیف کے، دوسرا فریق کہتا تھا کہ محمدؐ و احمدؑ ایک ہی شخص کے نام ہیں، اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ دونوں کو اسی ایک شخص کی بشارت دی گئی ہے۔ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ایک قوم پر مبعوث ہوں اور دعویٰ کریں بعثت کا تمام پر، ایسا کذاب و دروغ زن قابلِ نبوت نہیں ہو سکتا۔ آگاہ رہو کہ اس کی نسل دختر پاکیزہ و مطہرہ سے ہے اور وہ بادشاہِ صالح کہ مالکِ شرق و غربِ زمین ہوگا اس کی ذریت سے ہوگا، وہ ہے خاتم النبیین و خیر المرسلین، غرض اس سوال و جواب میں طول ہو گیا اور ہر چند منکرینِ نبوت پر آنحضرتؐ کی حقانیت کھل گئی اور ان کے دل اس کو مان گئے تھے الا بظاہر اقرار کرنے میں ڈرتے تھے کہ وہ جاہ و منزلت کہ ان کو قوم میں حاصل ہے اور مال و دولت کہ وہ اس ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں ان سے جاتی رہے۔ لہذا باطل جتیں نکالتے تھے آخر یہ صلاحِ ٹھہری کہ کتاب جامع بزرگ کہ جامع کتب و صحائف انبیاء ہے مجمع میں لائی جائے اور اس کی عبارتیں سب کے سامنے پڑھی جائیں تاکہ ہر ایک اس میں غور و خوض کر سکے اہل انکار کہ ذی اقتدار لوگ تھے اس کے بھی خلاف ہوئے کہ ایسا نہ ہو کہ حق الامر ظاہر ہو جائے مگر حاضرین کے اصرار سے چارناچار اس کتاب کو لانا پڑا ایک شخص اس کو اپنے سر پر اٹھا کر لایا۔ کتاب اس قدر گراں تھی کہ حامل بمشکل چل سکتا تھا اس کو لا کر مجمع میں رکھا اور صحیفِ آدمؑ و شیثؑ و ابراہیمؑ و توریت موسیٰؑ و انجیل عیسیٰؑ سے مقامات نکال کر پڑھے اور سنائے گئے حق مثل نور صبح ظاہر و آشکار تھا۔ اول صحیفہ آدمؑ و شیثؑ کی عبارات پڑھیں پس رفتہ رفتہ صندوقِ ابراہیم علیہ السلام پر آئے اس میں لکھا تھا کہ حق تعالیٰ نے فضیلت و بزرگی دی ابراہیمؑ کو اور برگزیدہ کیا اس کو اپنی خلقت کے ساتھ اور صلوات و برکات بھیجی اس پر اور نبوت و امامت کو اس کی پشت میں قرار دیا اور تابوتِ آدمؑ کہ علم و حکمت سے پر ہے اس کو عنایت کیا پس نظر کی ابراہیمؑ نے طرف اس تابوت کے اور دیکھا کہ اس میں بعد انبیاء اولوا العزم، ان کے اوصیا کے خانے بنے ہیں۔ پس حضرت ہر خانے کو دیکھتے اور معائنہ کرتے تھے تا انیکہ خانہ محمدؐ خراڑاں تک پہنچے اس کے دہنے جانب خانہ علیؑ بن ابی طالب کو دیکھا اس میں لکھا تھا کہ یہ شیبہ و نظیرِ وصی آنحضرتؐ کا ہے کہ موبد بہ نصرتِ الہی ہوگا، عرض کی ابراہیمؑ نے خداوند ایہ دو مخلوق بزرگوار کون ہیں وحی ہوئی کہ اے ابراہیمؑ یہ بندہ و برگزیدہ میرا محمدؐ خاتم پیغمبر اس ہے اور دوسرا اس کا وصی و وارث علیؑ بن ابی طالب ہے بہ تحقیق کہ محمدؐ فاتح و خاتم ہے کہ تمام خلائق سے پیشتر جب کہ آدمؑ پانی اور مٹی ہی کے درمیان تھا ہم نے اس کو نبوت دی ہے اور آخر زمانے میں مبعوث ہوگا اس کا دین کامل اور نبوت اس پر تمام ہوگی اور علیؑ اس کا بھائی صدیق اکبر ہے صلوات و برکات ہواں دونوں برگزیدہ و معصوم و مطہر پر پس حضرت ابراہیمؑ نے بارہ نور درخشاں دیکھے

چاہا کہ ان کے اسماء گرامی سے مطلع ہوں ارشاد ہوا کہ ایک نور میری کنیر فاطمہ زہرا دختر محمد مصطفیٰ کا ہے اور باقی حسن و حسین و ائمہ اولاد حسین کے حضرت قائم آل محمدؑ تک پس حضرت ابراہیمؑ نے درود و صلوات بھیجے ان انوار برگزیدہ پر اور کہا رَبِّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ پس وحی کی حق تعالیٰ نے ان کی طرف کہ گوارا ہو تجھ کو اے ابراہیمؑ فضیلت و کرامت اپنے پروردگار کی بہ تحقیق کہ محمدؑ اور اس کی آل معصوم و مطہر تیری نسل اور تیرے فرزند اسمعیلؑ کی پشت سے ہوں گے اور منسلک کروں گا تیری صلوات و برکات کے ساتھ جو کہ ان پر بھیجوں گا۔ بعد ازاں توریت و انجیل کی بشارتیں پڑھیں اور مجلس ختم ہوئی اہم جس کا لقب سید تھا مع عبدالمسیح عاقب کے کہ بزرگان ملت و منکر نبوت تھے ملزم و مبہوت ہو کر اپنے معابد کو چلے گئے۔ مترجم کہتا ہے کہ نصرانیوں کے باہر گر مباحثے کی روایت بہت طولانی ہے۔ مجلس علیہ الرحمہ نے سید بن طاووسؒ سے اور انہوں نے کتاب مفصل شیبانی سے اس کو نقل کیا ہے اس میں باہمی سوال و جواب بہت بست و تفصیل سے مذکور ہیں اور بشارات کتب و صحف انبیاء کو مفصل نقل کیا ہے۔ یہاں پر ہم نے تھوڑا سا اس سے اختصار کے ساتھ لکھا ہے جس کو تمام حال دیکھنا منظور ہو بخارا الانوار ناخ التاریخ وغیرہ میں دیکھے۔ القصہ سید و عاقب و ابوالخارثہ مع قیس بن حصین و یزید بن عبد مدان قیس حضرت موت کے اور کرز بن علقمہ برادر ابوالخارثہ کہ اسی وقت سفر سے آیا تھا و دیگر اہل علم و معرفت شرف فضیلت کے آمادہ سفر ہوئے کہ مدینہ جا کر حضرت رسول خدا سے ملاقات کریں اور آپ کے اوضاع اور اطوار کو دیکھیں سید و عاقب نے اپنے اپنے بیٹے کہ ایک کا نام صبغۃ الحسن دوسرے کا عبدالمعتم تھا اور اپنی ازواج سارہ و مریم کو ساتھ لیا۔ راوی کہتا ہے کہ راہ میں ایک مقام پر کرز کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا اس نے غصہ ہو کر کہا قعس الابد یعنی ہلاک ہو وہ شخص کہ جس کے پاس ہم جاتے ہیں اس سے اشارہ اس کا رسول اللہ کی طرف تھا ابوالخارثہ نے یہ سن کر کہا بَلْ تَعَسْتَ اَنْتَ کہ تو ہلاک ہو، اور سر کے بل گرے کرز نے کہا اے برادر یہ کیا بات تو کہتا ہے اس نے کہا قسم بخدا کہ محمدؑ رسول و فرستادہ خدا وہ پیغمبر آخر الزماں ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے کرز بولا اگر ایسا ہے تو پھر کس لیے اس پر ایمان نہیں لاتا، کہا تمام قوم کے خلاف کام کرنا آسان نہیں، ایسا کریں تو جو کچھ انہوں نے ہم کو دے رکھا ہے سب چھین لیں۔ بروایت یہ گفتگو کرز اور عاقب کے درمیان ہوئی اور عاقب نے اس کو مصباح چہارم انجیل سے بشارت بعثت محمد مصطفیٰؑ اور دیگر آثار و علامات آنحضرتؑ کے سنائے کرز نے کہا اگر یہ شخص وہی ہے تو کس لئے ہم کو اس کے معارضے کے لئے لے جاتا ہے۔ کہا ہم اس لئے جاتے ہیں کہ اُن کی باتیں سنیں اور ان کے طور و اطوار مشاہدہ کریں۔ اگر وہی ہیں جن کے اوصاف کتابوں میں پڑھے تو اس کے ساتھ صلح کر لیں تاکہ ضرر سے بچے رہیں اور دروغ گو ہے تو خلقت سے اس کی شرارت کو دفع کریں کرز نے کہا اگر اس کی حقیقت ہم کو ثابت ہو جائے تو پھر صلح کیسی

کس لئے ان پر ایمان نہ لے آئیں کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ نصاریٰ نے عزت و حرمت و مال و دولت ہم کو دیا ہے ہماری اطاعت کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ ہو کر دشمن سے جہاد کرتے ہیں بڑے بڑے گرجے ہمارے لئے تعمیر کرائے ہیں یہ باتیں مسلمانی میں کہاں وہاں وضع و شریف ادنیٰ اعلیٰ سب برابر ہیں۔ کرز کے دل میں ان باتوں سے محبت اسلام پیدا ہو گئی اور یہی باتیں انجام کار اس کے اسلام کا سبب ہوئیں غرض قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا تو ایک مقام پر اتر کر سب نے غسل کیا اور لباس ہائے فاخرہ و زیورات سے اپنے تئیں زینت کیا اور بکمالی ترک و احتشام داخل شہر ہوئے صحابہ ان کو دیکھ کر کہتے تھے کہ وفودِ عرب سے کوئی اس شان کا اب تک مدینہ میں نہیں آیا پس یہ لوگ دامن کشاں داخل مسجد ہوئے اور سلام کیا آنحضرتؐ پر آپ نے جواب سلام کا نہ دیا اور روئے مبارک ان کی طرف سے پھیر لیا۔ اتنے میں ان کی نماز کا وقت آیا تو ربِ مشرق ہو کر نماز پڑھنے لگے بعض صحابہ نے چاہا کہ ان کو منع کریں حضرتؐ نے فرمایا جو چاہیں کریں ان سے تعرض نہ کرو نماز سے فارغ ہو کر پھر حاضر خدمت ہوئے ہر چند گفتگو کرنا چاہتے تھے مگر جواب نہ ملا ناچار مسجد سے نکل کر عثمانؓ بن عفان و عبدالرحمنؓ بن عوف سے کہ سابقہ آشنائی ان سے رکھتے تھے ملاقات کی اور کہا تمہارے پیغمبرؐ نے ہم کو خط لکھ کر اسلام کی طرف دعوت دی یہاں آئے تو ہمارے سلام کا جواب نہیں دیتے اور ہمارے ساتھ بات نہیں کرتے انہوں نے کہا یہ عقدہ علی بن ابی طالب سے حل ہو گا پس ان کو امیر المومنین کی خدمت میں لائے اور کیفیت بیان کی آپ نے فرمایا یہ لباس و زیورات اتار دیں اور سفر کے میلے کچیلے کپڑے یا پارچہ بھوف پہنیں نصاریٰ حسب الایمان بالوں کے کپڑے پہن کر حاضر خدمت ہوئے اور سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا اور فرمایا قسم بخدا کہ پہلی مرتبہ جو میرے پاس آئے تو شیطان ان کے ساتھ تھا۔ اس لئے میں نے ان کو جواب نہ دیا۔ پس کئی دن حضرتؐ سے سوال پوچھتے اور آپ کے ساتھ مناظرہ کرتے رہے پھر کہا اے ابوالقاسم ہم نے تمہاری صفات کتبِ انبیاء میں مطالعہ کیں سب تم پر مطابق ہیں الا ایک امر کہ انجیل میں لکھا ہے کہ جو پیغمبر مسیح کے بعد آئے گا مسیح کی تصدیق کرے گا حالاں کہ تم اس کی تکذیب کرتے ہو وہ خداوند ہے تم بندہ بتلاتے ہو آپ نے فرمایا میں ان کی پیغمبری کی تصدیق کرتا ہوں مگر ان کو بندہ جانتا ہوں، کہا بندہ کیوں کر ایسے کام کر سکتا ہے۔ جیسے مسیح نے کئے۔ وہ مردوں کو زندہ کرتا، کور مادرزاد کو بینا فرماتا، مبروص کو شفا دیتا، دلوں کے پوشیدہ راز بتلاتا تھا سوائے خدا کے کوئی بشر ان امور پر قدرت نہیں رکھتا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ یہ ساری باتیں جو عیسیٰؑ کے ہاتھ پر ہوتی تھیں حکم خدا ہوتی تھیں وہ بندہ برگزیدہ خدا تھے بندگی سے عار نہ رکھتے تھے، کیا تم نہیں جانتے کہ وہ گوشت، پوست، خون، مؤرگ، وپے رکھتے تھے کھاتے پیتے اور بیت الخلا جاتے تھے۔ سب یہ صفات مخلوق کی ہیں خداوند عالم ان سے پاک و منزہ ہے، کہا کوئی ان کے سوا ایسا ہے کہ بدون باپ کے پیدا ہوا ہو، حضرتؐ نے فرمایا حق

تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اس کے نزدیک کسی کو بغیر باپ کے پیدا کرنا کچھ مشکل کام نہیں حضرت عیسیٰؑ بے باپ کے پیدا ہوئے آدم علیہ السلام بدون ماں اور باپ دونوں کے پیدا ہوئے پس اس آیت شریفہ کو ان پر تلاوت کیا اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ کُنْ فِیْکُنْ بے شک مثل عیسیٰ علیہ السلام کی مثل آدمؑ کے ہے کہ اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو کہا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا۔ نصرانی یہ جھٹ واضح و دلیل روشن سن کر بھی قائل نہ ہوئے اور ہٹ دھرمی سے یہی کہے گئے کہ عیسیٰؑ خداوند پر خدا ہے پس حق تعالیٰ نے آیت مباہلہ بھیجی وہ یہ ہے فَمَنْ حَاجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَ اَبْنَاءَکُمْ وَ نِسَاءَنَا وَ نِسَاءَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَنْتَبِهَلْ فَنَجْعَلْ لِّعَنْتِ اللّٰهِ عَلٰی الْکَاذِبِیْنَ یعنی جو کوئی مجاہدہ کرے تجھ سے اے محمدؐ بعد اس کے کہ آیا تیری طرف جو کچھ کہ حق علم ہے پس کہہ تو ان سے کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی کو اور ہم اپنے ان لوگوں کو کہ بمنزلہ ہمارے نفس کے ہیں اور تم انہوں کو پس نفرین کریں اور گردائیں لعنت خدا دروغ گو یوں پر پس حضرت نے یہ آیت ان کے سامنے پڑھی اور کہا میں تمہارے ساتھ مباہلہ کروں گا کہ تم حق کو قبول نہیں کرتے پس وہ مباہلہ پر راضی ہو گئے اور قرار پایا کہ کل فلاں مقام پر مباہلہ کریں یہ کہہ کر اپنی قیام گاہ کو چلے گئے اور ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ محمدؐ نے تم پر جنت تمام کی اور امر اس کا ظاہر ہو گیا اب دیکھنا چاہیے کہ کن لوگوں کے ساتھ تم سے مباہلہ کرتے ہیں۔ اگر دنیوی احتشام کے ساتھ لاؤ لشکر لے کر آئے تو جاننا کہ یہ روش بادشاہوں اور جنابوں کی ہے کچھ خوف کا مقام نہیں اور جو چند فقراء صلحا عزیز ترین خلق اللہ کے ساتھ آئے تو یہ طریقہ پیغمبروں اور سچے لوگوں کا ہے اس وقت ان کے ساتھ مباہلہ و ملاعنہ سے پرہیز کرنا چاہئے پس حضرت رسولؐ خدا نے امر کیا کہ زمین زیر درخت کو جا رو ب کریں اور اگلے روز حسب الحکم ایک عباۓ سیاہ رنگ، لا کر اس درخت پر پھیلا دی اور سید و عاقب اپنے کنبے والوں کے ساتھ نکلے اور نصارائے بخران و سواران بنی حارث بن کعب ان کے ساتھ بڑے کروفر کے ساتھ برآمد ہوئے ادھر سے مہاجر و انصار و دیگر اہل مدینہ اپنے اپنے نشان لئے تخیل و شان سے شہر سے باہر آئے کہ دیکھیں کیا انجام ہوتا ہے حضرت رسولؐ خدا ہنوز حجرہ مبارک میں تشریف رکھتے تھے جب دن چڑھا اور آفتاب بلند ہوا تو آپ بھی برآمد ہوئے۔ اس طرح پر امیر المومنینؑ کا کہ بمنزلہ آپ کے نفس کے تھے، ہاتھ آپ کے ہاتھ میں اور حسینؑ آگے آگے اور جناب سیدہ آپ کے پیچھے تھیں بروایت روضۃ الاحباب امام حسینؑ کو گود میں لئے تھے اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور علیؑ اور فاطمہؑ دونوں آپ کے پیچھے آرہے تھے اور حضرت ان سے کہتے جاتے تھے کہ جس وقت میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ بخرانیوں نے بختن پاک کو اس طرح آتے دیکھا اور دعا

وآمین کی گفتگو سنی تو خوف ان پر غالب ہوا ابو الحارثہ کہ ان کا دانش مند شخص تھا بولا یا رو میں چند صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائے تو حق تعالیٰ ان کی خاطر سے پہاڑ کو جگہ سے سرکا دے گا خبردار ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرنا نہیں تو روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔ بروایت اول حضرت رسالت مع اہل بیت عصمت و طہارت خراماں خراماں زیر درخت جس کے اوپر عبا ڈال رکھی تھی تشریف لائے اور عبا کے سایہ میں دوزانو مثل نشست انبیاء بیٹھ گئے۔ پس سید و عاقب کو بلوا کر کہا کہ میرے ساتھ مباہلہ کرو انہوں نے کہا اے ابو القاسم اس جو ان اور دواڑوں اور ایک عورت کے ساتھ مباہلہ کرتے ہو اور بڑے بڑے شان دار آدمی جو تم پر ایمان لائے ہیں ان کو حاضر نہیں کرتے فرمایا کہ میں حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں کہ ان کو لے کر مباہلہ کروں بہ تحقیق کہ یہ لوگ اس جل شانہ کے نزدیک بہترین اہل ارض ہیں اور نزدیک ترین ہیں مجھ سے، از روئے قرابت کے، یہ سن کر ان کے چہروں کے رنگ زرد ہو گئے اور مشورے کے لئے اپنے اصحاب کی طرف پلٹے اس وقت ایک شخص ان کے علا سے بروایت کرز بن علقمہ اٹھا اور کہا وائے ہو تم پر ہرگز محمدؐ کے ساتھ مباہلہ نہ کرو یاد کرو ان اوصاف کو کہ تم نے کتاب جامعہ میں پڑھے ہیں قسم بخدا کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ راست گو ہیں اگر تم نے ان کے ساتھ مباہلہ کیا تو دیر نہ ہوگی کہ تم بندر دوسر کی شکل میں مسخ ہو جاؤ گے، پس خدا سے ڈرو اور ناحق دنیا کو نہ وبالانہ کرو بہ تحقیق کہ جس قوم نے اپنے پیغمبرؐ کے ساتھ مباہلہ کیا وہ ایک چشم زدن میں نیست و نابود ہو گئی ذرا آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ آفتاب کس طرح زرد پڑ گیا ہے اور درختوں نے سر نہبوڑا لے اور طیور آشیانوں سے گر پڑے اور پروں کو زمین پر بچھا دیا ہے اور جو کچھ انکے معدے میں تھا خوف عذاب سے گداختہ ہو گیا ہے۔ حالاں کہ کوئی گناہ ان کا نہیں لیکن وہ آثار نزول عذاب دیکھ رہے اور خوف کھا رہے ہیں اور پہاڑوں کو دیکھو کہ لرز رہے ہیں اور عالم دھواں دھار ہو گیا ہے اور پارہ ہائے ابر سیاہ باوجود یکہ موسم گرما بارش کا نہیں کیوں کر آسمان پر جمع ہوتے جاتے ہیں۔ اور نظر کرو محمدؐ اور ان کے اہل بیت کی طرف کہ ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے منتظر اس کے ہیں کہ تم نفرین قبول کرو پس آگاہ رہو کہ اگر ایک کلمہ لعن کا ان کے منہ سے نکلا تو ہم سب تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ایک تنفس ہم میں سے سلامت نہ جائے گا۔ پس سید و عاقب نے آثار غضب الہی کو دیکھا تو جانا کہ اگر ہم نے مباہلہ کیا تو ضرور قبر خدا ہم پر نازل ہوگا اور ان کا بدن دہشت سے کانپنے لگا اور نزدیک تھا کہ ہوش و حواس باطل ہو جائیں کرز نے کہا اگر اسلام لاؤ تو عذاب دنیا و عقبی سے نجات ملے اور جو دینی اعتبارات سے دست بردار نہیں ہوتے تو جلد جاؤ اور محمدؐ سے صلح کرو انہوں نے کہا اے کرز تو ہماری طرف سے ان کے پاس جا جس طرح تو صلح کرے گا ہم اس پر راضی ہیں بہتر ہے کہ ان کے ابن عم علیؑ بن ابی طالب کے واسطے سے امر مصالحتہ کو انجام دے پس کرز روانہ ہوا

کے رتبہ کو گھٹانا اور شان کو کم کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ صرف روٹی کپڑا بند ہو جانے کے خوف سے معاویہ جیسے بڑے کٹے جوان آدمی کا جو ہر طرح محنت و مزدوری کر کے پیٹ پال سکتا تھا دو سال، غایت سال بھر تک بتوں کے آگے سر رکھتے رہنا اور اظہار اسلام سے جی چرانا ثبوتِ تقیہ کی ایسی روشن مثال ہے کہ اس کی نظیر شیعوں کے ہاں بھی نہ ملے گی تعجب ہے کہ یہ حضرات ان لوگوں کی حمایت میں ایسے از خود رفتہ ہو جاتے ہیں کہ ان کو اپنے مسائلِ مسلمہ کی بھی خبر نہیں رہتی۔ معاویہ کو طلاق و مولفۃ القلوب سے نکالنے میں یہ اہتمام کہ دنیا بھر کے مورخوں کے خلاف فتح مکہ سے سال بھر پہلے اس کا اسلام فرض کر کے صندوقِ تفتیہ میں بند کیا جائے۔ اور حضرت ابوطالب حامی و سرپرستِ رسول اللہ کا اسلام کہ صرف اسلام و صاحبِ اسلام کے فائدہ کی نظر سے اس کا اعلان نہ ہوا سرے ہی سے قبول نہ ہو گو ان کے اشعار آبدار بصدائے بلند اس کی گواہی دیں اور گواہِ جماعِ اہل بیت اس پر منعقد ہو اور ہر چند عباس بن عبدالمطلب مرتے وقت ان کی زبان سے کلمہ شہادتیں سماعت فرمائیں چنانچہ یہ امور پیشتر تاریخ ابوالفدا وغیرہ سے نقل ہوئے الحاصل معاویہ کا طلاق ہونا مثل روزِ روشن ہے۔ امیر المومنین ایک خط میں اس کو لکھتے ہیں۔ **و اما قولک ان ابنو عبد مناف فکذا لک نحن و لکن لیس اُمیۃ کھاشم ولا حرب لعبدالمطلب ولا ابوسفیان کابی طالب ولا المهاجر کا تطلیق ولا الصریح کا للصلیق ولا المحق کا المبتطل ولا المومن کا المذغل** یعنی تیرا یہ کہنا کہ ہم اولادِ عبد مناف ہیں درست (۱) ہے مگر امیہ ہاشم کی مثل نہیں نہ حرب عبدالمطلب کے برابر نہ ابوسفیان ابوطالب کے مقابل علی ہذا راہِ خدا میں ہجرت کرنے والا، غلام آزاد کردہ کی مانند نہیں ہے اور نہ صریح النسب الحاقی و الصاقی کی مثل ہو سکتا ہے ایسا ہی اہل حق و باطل میں فرق ہے، اور مومن و دعا باز میں امتیاز، اس کلام میں آنحضرتؐ نے اپنے تئیں مہاجر صریح حق و مومن سے تعبیر فرمایا اور معاویہ کو اس کے خلاف طلاقِ نصیقِ مبطل و مدغل کہا۔ بس یہی ایک ارشاد شیعوں کے لیے کافی ہے اور قول ابن حجر مثل گوز شتران کے نزدیک ذرا وقعت نہیں رکھتا۔ القصہ حضرت رسولؐ خدا نے مواعظِ شافیہ و احکامِ دین مسلمانوں کو تلقین کیے پھر فرمایا ایہا الناس مکہ ابتدائے خلقتِ عالم سے حرمِ محترم خدا ہے اور روزِ قیامت تک حرم رہے گا اس میں انسان کا قتل کرنا جانور کا شکار کھیلنا بلکہ درخت و گیاه حرم تک کا ٹٹا کسی کو جائز نہیں ہمارے لیے صرف ایک ساعت کو خوریزی جائز ہوئی پھر حرمت بحال خود عود کر آئی، لکھا ہے کہ چند اشخاص اراذل و اوباش مکہ سے باشارۃ اشرف آپ کے اصحاب سے جنگ پیش آئے تھے مجبوراً آپ نے بھی اجازتِ جنگ دی مگر تھوڑی ہی دیر میں جب کہ معروضہ رائے ہوا کہ قریش ہلاک ہوئے

(۱) یہ بنا پر مشہور کہا ورنہ بروایت شیعہ امیہ عبد مناف کا بیٹا نہ تھا غلام تھا۔ ۱۲۷۔

اور حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ شہادت دیتا ہوں کہ خدا واحد و یکتا ہے اور آپ اور عیسیٰؑ دونوں بندہ خدا اور رسولؑ و فرستادہ اس کے ہیں یہ کہہ کر ان کا پیغام پہنچایا رسولؑ خدا نے ان کی درخواست قبول کی اور امیر المومنینؑ کو امر کیا کہ جا کر امر صلح طے کریں پس حضرت تشریف لے گئے اور دو ہزار حملہ نفس اور ایک ہزار مشقال طلا سالانہ پر کہ نصف اس کا محرم میں اور نصف رجب میں ادا کریں صلح کی اور سید و عاقب دونوں کو خدمت میں حاضر کیا کہ انہوں نے بخواری و زاری حضرتؑ کے سامنے اس قرارداد کا اقرار کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی قبول کیا قسم بخدا کہ اگر آج تم میرے اور ان لوگوں کے ساتھ جو زیرِ عبا ہیں مباہلہ کرتے تو حق تعالیٰ اس وادی کو تم پر آتش روشن کر دیتا کہ یہ آگ ایک ساعت میں تم کو اور تمہارے تمام اہل ملت کو جہاں جہاں ہوتے جلا کر خاک سیاہ کر دیتی بعد ازاں وہاں سے اٹھے اور مظفر و منصور شہر میں تشریف لائے مسجد میں داخل ہوئے تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا حق تعالیٰ تم کو سلام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندے موسیٰؑ و ہارون نے اپنے دشمن قارون کے ساتھ مباہلہ کیا تھا۔ میں نے قارون کو مع اس کے اصحاب کے کہ اس کی اعانت کرتے تھے زمین میں اتار دیا اے احمد قسم ہے مجھ کو اپنی عزت و بزرگواری کی کہ اگر تو اپنے اہل بیت کے ساتھ تمام اہل زمین کے ساتھ مباہلہ کرے تو آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور پہاڑ ریزہ ریزہ بنیں اور زمین نیچے دھنس جائے پس رسول اللہؐ نے سجدہ شکر ادا کیا اور اپنا منہ زمین پر رکھا۔ پھر ہاتھوں کو بلند کیا تا انیکہ سفیدی زیرِ بغل نمایاں ہوئی۔ اور تین مرتبہ کہا شُکْرُ اللّٰہِ لِمُنْعِمٍ حاضرین نے اس شکر یہ کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے شکر کیا اس انعام و افضال کا کہ حق تعالیٰ نے میرے اہل بیت کو عطا کیا پھر ماجرا جبرئیل کے آنے کا بیان فرمایا۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے حق الیقین میں روایت مباہلہ کو تفسیر ثعلبی و کشاف و محشری سے نقل کیا ہے اس کے آخر میں ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدا کے عز و جل کی کہ میری جان اس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ مرگ و ہلاکت اہل بخران پر آویختہ تھی اگر مباہلہ کرتے تو تمام خوک و بندر بن جاتے اور یہ صحران کے لئے آگ بن جاتا کہ سب کے سب حتیٰ کہ مرغ درختوں پر اس عذاب سے نجات نہ پاتے اور ایک سال نہ گزرتا کہ نصاریٰ روئے زمین سے نیست و نابود ہو جاتے۔ بعد ازاں صاحب کشاف نے روایت عائشہ نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضرتؑ نے اپنے اہل بیت کو داخل عبا کیا اور یہ آیت شریفہ تلاوت کی۔ اَنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا نیز حق الیقین میں ہے کہ قصہ مباہلہ سنی و شیعہ کے درمیان متواترات سے ہے تمام محدثوں مفسروں اور مورخوں نے اس کو نقل کیا ہے اور گو اس کے بعد خصوصیات میں اختلاف ہے لیکن اس امر پر سب متفق ہیں کہ مباہلہ صرف آل عبا کے ساتھ تھا اور ان حضرات کے سوا کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں

ہوایں اس سے ظاہر ہے کہ امیر المومنین و فاطمہ زہرا و حسین علیہم السلام افضل و اشرف خلق ہیں؛ خدا کے نزدیک چنانچہ تمام مخالفین معاندین نے مثل زمخشری و بیضاوی و فخر رازی وغیرہ کے اس کا اقرار کیا ہے از انجملہ زمخشری کہ سب سے زیادہ متعصب ہے۔ کشف میں کہتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ دشمن کو مباہلہ کے لئے بلانے سے مدعا یہ تھا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ کاذب تھے یا وہ حضرتؑ سچے تھے۔ پس یہ امر آپ سے اور آپ کے دشمن سے مخصوص تھا زنان و اطفال اس میں شامل کرنے سے کیا فائدہ تھا۔ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ ان لوگوں کا اس میں شامل کرنا دلالت کرتا ہے کہ ان کے ساتھ مباہلہ کرنے میں آپ کو زیادہ وثوق و اعتماد تھا بہ نسبت اس کے کہ تھا مباہلہ کرتے، اس لئے اپنے جگر کے ٹکڑوں اور سب سے زیادہ عزیزوں اور محبوں کو مقام ہلاکت و نفرین میں لائے اور صرف اپنے اوپر کفایت نہ کی، اور خاص زن و فرزند کو دیگر اعزہ و اقارب کے درمیان سے اس لئے اختیار کیا کہ یہ سب میں زیادہ عزیز و محبوب قلوب ہوتے ہیں بسا اوقات آدمی اپنے تئیں معرض ہلاکت میں ڈالتا ہے تاکہ ان کو صدمہ نہ پہنچے اسی وجہ سے عورات و اولاد کو کڑائیوں میں لے جاتے ہیں کہ ان کی خاطر سے بھاگنے نہ پائیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اس آیت شریفہ میں خود مباہلہ کرنے والوں کے نفسوں اور جانوں پر مقدم ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ جان سے زیادہ عزیز ہیں اس کے بعد زمخشری کہتا ہے کہ یہ ایک دلیل ہے فضیلت آل عبا پر کہ اس سے زیادہ قوی دلیل کوئی ہو نہیں سکتی مؤلف کہتا ہے کہ اہل سنت آیت مباہلہ میں لفظ **انفسا و انفسکم** سے مباہلہ کرنے والوں کے نفس اور ذات مراد لیتے ہیں نہ وہ اشخاص کہ بمنزلہ ان کے نفس و ذات کے ہوں اس لئے امیر المومنینؑ کو وہ **اَبْنَا ثَنَا** میں داخل جانتے ہیں نہ **اَنْفُسَنَا** میں چنانچہ عبارت مذکورہ بالا کشف کی اس پر دلالت کرتی ہے اور شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفہ میں حسب عادت خود اس مضمون کو ذرا وسعت سے لکھا ہے۔ ہم کہتے ہیں شاہ صاحب نے ناحق اس میں خامہ فرسائی فرمائی ان کو کوئی فائدہ زائد اس سے حاصل نہیں ہوا۔ **اَبْنَا ثَنَا** میں داخل ہوں یا **اَنْفُسَنَا** میں امیر المومنینؑ ہی ہوں گے۔ حضرت ابو بکر و عمرؓ تو داخل ہونے سے رہے۔ جب یہ نہیں تو **اَبْنَا ثَنَا** میں آنحضرتؐ کا داخل ہونا اور بھی اچھا ہے اس لئے کہ وہ بقول صاحب کشف خود شخص کے نفس و ذات سے بھی زیادہ عزیز ہوتے ہیں چنانچہ یہی وجہ انہوں نے کلام الہی میں **اَبْنَا ثَنَا وَنَسَا ءَنَا** کے **اَنْفُسَنَا** سے پہلے ذکر ہونے کے بیان کی ہے اس صورت میں وہ حضرت نفس رسولؐ ہونے سے بھی شرف و فضیلت میں ایک نمبر بڑھے رہے چنانچہ اسی وجہ سے صاحب کشف کو اقرار کرنا پڑا کہ یہ ایک ایسی دلیل فضیلت اہل بیت کی ہے کہ اس سے زیادہ قوی کوئی دلیل ہو نہیں سکتی لیکن ہم نے الزام ایسا کہا ہے تحقیق مقام یہی ہے کہ امیر المومنینؑ صرف **انفسنا** کے مصداق ہیں نہ کہ **اَبْنَا ثَنَا** کے ورنہ کلام خدا احتود زیادتی پر شامل ہوگا۔ اس لئے کہ مقصود اس مقام

پر علیؑ وفا طمہ و حسن و حسین علیہم السلام کا صاحبِ مباہلہ کے ساتھ شامل کرنا تھا سو وہ اس تقدیر پر اَبْنَا کُنَّا وَنِسَا کُنَّا سے حاصل ہو گیا اَبْنَا کُنَّا میں امیر المومنین و حسین و نِسَا کُنَّا میں جنابِ فاطمہؑ آگئیں پھر لفظ انفسنا کے بڑھانے اور آپ اپنے تئیں بلانے سے فائداً شاہ صاحب کہتے ہیں کہ فُذِّعَ اَنْفُسَنَا (بلا میں ہم اپنے نفسوں کو) سے مراد نہ حضرت انفسنا (حاضر کریں ہم اپنے نفسوں کو) ہے تو کیا جب وہ حضرت فعل فذع نبتہل و نَجْعَل لَعْنَةُ اللّٰهِ صَیْغَیْہِ تَکْلِمَ مَعَ الْغَیْرِ کے فاعل۔ یعنی اپنے اہل بیت اطہار کو اس کام میں شریک کرنے والے اور مباہلہ کرنے والے اور جھوٹوں پر لعنت کرنے والے ہوئے تو خود حاضر نہ ہوں گے۔ اور کیا بغیر لفظ انفسنا کے زیادہ کرنے کے کسی کو آپ کی شرکت میں شک و شبہ رہتا پس ضرور ہے کہ اَنْفُسَنَا سے اشخاص بمنزلہ نفس مراد ہوں کہ کلام الہی لغو و حشو سے پاک رہے پس شاہ صاحب کی یہ دراز نفسی یعنی آپ اپنے تئیں بلانا خلافِ محاورہ نہیں یہاں کچھ مفید مطلب نہیں ہو سکتے۔ ہم نے تسلیم کیا کہ اَنْفُسَنَا سے اشخاص بمنزلہ نفس مراد لینا بھی ایک مجاز ہے لیکن یہ مجاز محاورہ عرب و عجم بلکہ تمام عالم کے روزمرہ میں شائع و ذائع ہے ہر زبان میں اپنے محبوب اور دوست کو جان و دل بولتے اور لکھتے ہیں۔ خاص کر امیر المومنین کے مقدمے میں یہ مجاز بہت ہی ظاہر ہے آپ کا نفس و جان رسول اللہ ہونا اسلام میں سوائے معاند متعصب کے کسی پر پوشیدہ نہیں صحاح اہل سنت میں مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا علی منی وانا منہ کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے خصائصِ انسانی میں ہے کہ آپ نے فرمایا علی کنفسی کہ علی مثل میرے نفس کے ہے اور فردوس الاخبار وغیرہ میں روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ علی مجھ سے بمنزلہ سر کے ہے بدن سے بروایت دیگر بمنزلہ روح کے ہے میرے بدن سے اور ایک گروہ مخالفین کو آپ نے خطاب کر کے کہا کہ نماز پڑھو رکوع ادا کرو ورنہ اس شخص کو تم پر بھیجوں گا کہ بمنزلہ میرے نفس کے ہے یعنی علی علیہ السلام کو غرض ایسی روایتیں بکثرت ہیں اور اس کتاب میں بھی جا بجا نقل ہوئی ہیں یہ سب قرینہ واضح ہیں اس مجاز کے۔ دفع ایراد صاحب تحفہ اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر اَنْفُسَنَا کا مصداق امیر المومنین کو ٹھہرائیں تو کفار کی طرف سے کون اَنْفُسُکُمْ کا مصداق ہو گا چنانچہ لکھتے ہیں ”و نیز از جانب پیغمبر کہ حضرت امیرؑ کا مصداق اَنْفُسَنَا قرار دادیم از جانب کفار و اَنْفُسُکُمْ کدام کس را مصداق نفس کنار قرار خواہیم داد۔“ یہ عجیب و غریب ایراد ہے جو شاہ صاحب نے اس مقام پر وارد کیا ہے واقعی جب انسان کسی امر میں عاجز آ جاتا ہے تو ایسی ہی بے بنی باتیں بتانے لگتا ہے جیسا کہ ڈوبنے والا ایک ایک تنکے کا سہارا لیتا ہے کہ شاید اسی کی مدد سے غرق ہونے سے بچ سکے یہی مثل بعینہ اس مقام پر شاہ صاحب کی ہے۔ خصم آپ کے اس منطق کے جواب میں کہہ سکتا ہے کہ کیا ضرور ہے کہ اگر کفار کی طرف اَنْفُسُکُمْ کا مصداق غیر معین رہے تو حضرت

رسالت پناہ کی جانب اَنْفُسَنَا کے مصداق خود وہی حضرت ہوں دوسرا کوئی اس کا مصداق نہ ہونے پائے ان دونوں باتوں میں کون سی قدر مشترک ہے۔ کیا شاہ صاحب ان کی طرف ابناء کم ونساء کم کے مصداق معین کر چکے جو اَنْفُسُکُمْ کا مصداق چاہتے ہیں اور کیا ان دو گروہوں کے ادھر غیر معین رہنے سے وہ ابناء نا ونسائنا کا مصداق بھی خود حضرت رسالت پناہ ہی کو قرار دیں گے یہ نہیں تو پھر کس لئے اَنْفُسُکُمْ ہی کے مصداق پر زور دیا جاتا ہے جب کہ مباہلہ واقع ہی نہیں ہوا، اور وہ لوگ بچپن پاک کی شکل ہی دیکھ کر تھر تھرا پنے لگے مقابلہ کرنا تو درکنار پھر تو کوئی کیا جانے کہ ان کی طرف کون اصل مباہلہ کرنے والا، اور کون اس کے زن و فرزند، اور کون بمنزلہ نفس کے ہوتا، ادھر سے تو حضرت رسول خدا بموجب حکم خدا ان چار بزرگواروں کو ہمراہ لے کر میدان میں تشریف لائے ان کی تشخیص و تعین ہوگئی ادھر بغیر اس کے ان کی معین کرنے کی کیا سبیل ہے، اس پر گزارش ہے کہ مورخین نے لکھا ہے کہ امیر و فرمانروائے نصارائے بحر ان عبدالمسیح، ملقب بعاقب تھا۔ پس اگر مباہلہ واقع ہوتا تو ضرور مد مقابل و صاحب مباہلہ کفار کی طرف سے یہی شخص ہوتا۔ دوم صاحب رجال و مجمع ان کا یعنی سردار لشکر ابہم ملقب بہ سید۔ سوم عالم اس جماعت کا صاحب مدارس و معابد ابو الحارث بن علقمہ۔ چہارم کرز بن علقمہ برادر ابو الحارث کا یہ چار اشخاص ان کے رؤسا و سربر آوردہ بتلائے گئے ہیں۔ از انجملہ ابو الحارث پر حقانیت اسلام مثل روز روشن ظاہر ہو چکی تھی وہ رسالت رسول خدا کا بہ دل قائل تھا بلکہ جب راہ میں اس کے شتر کے ٹھوکر لگی اور اس پر اس کے بھائی کرز نے ایک کلمہ ناشائستہ حضرت رسالت پناہ کی نسبت منہ سے نکالا تو اس نے اس کو ڈانٹا پھر اعتقاد رسالت، اس جناب کا، کہ خود رکھتا تھا اس کو تلقین کیا چنانچہ اس وجہ سے کرز مذکور مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گیا پس ان دونوں بھائیوں سے تو امید نہیں ہو سکتی کہ وہ اس کام میں کھڑے ہوتے یا اہل مباہلہ کے معین و مددگار بھی بنتے۔ عاقب خود رئیس و سردار اصل مباہلہ کرنے والا تھا، رہ گیا ایک سید سو ہو نہ ہو مصداق اَنْفُسُکُمْ کا ہوتا۔ یقین نہیں تو احتمال تو اس کی نسبت ضرور ہے۔ و اذا جاء الاحتمال بطل لا استدلال جب سید کا مصداق اَنْفُسُکُمْ ہونا محتمل ہو تو شاہ صاحب کا ارشاد کہ اس طرف اَنْفُسُکُمْ کا مصداق کون ہوگا اور اس سے امیر المومنین کے نفس رسول نہ ہونے پر استدلال لانا باطل ہو گیا۔ لیکن یہ مرحلہ بھی طے ہوا اب تو شاہ صاحب کے مقلد اس آیت شریفہ سے حضرت امیر کا نفس رسول ہونا مان لیں گے اور اس میں چون و چرا نہ کریں گے۔ فخر الدین رازی امام اہل سنت بعض علمائے شیعہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امیر بموجب آیت مباہلہ نفس رسول ہیں پس تمام کمالات رسول خدا میں سوائے پیغمبری کے آپ کے شریک ہوں گے اور چون کہ آپ کے کمالات سے ایک کمال جمیع انبیاء و صحابہ سے افضل ہونا بھی ہے تو حضرت امیر بھی جملہ پیغمبروں اور تمام صحابہ سے افضل و اشرف

ہوں گے امام صاحب اس دلیل کو شیعوں کی طرف سے بہ تفصیل نقل کر کے جواب میں کہتے ہیں کہ جیسا اجماع منعقد ہے اس پر کہ محمدؐ علیؑ سے افضل ہیں ویسا ہی اجماع ہے کہ تمام انبیاء غیر انبیاء سے افضل ہوتے ہیں۔ پس علیؑ علیہ السلام کی افضلیت انبیاء پر ثابت نہ ہوگی۔ انبیاء کے بارے میں تو امام صاحب نے یہ فرمایا مگر صحابہ کے بارے میں جب کوئی بات نہ سوجھی تو خاموش ہو رہے شیعہ آپ کی اس حجت کے جواب میں کہ انبیاء غیر انبیاء سے ہمیشہ افضل ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ اجماع سنیوں کے اپنے گھر کا اجماع ہے ہم اس اجماع کے قائل نہیں اور بغیر سنی و شیعہ کے اتفاق کے کوئی اجماع اجماع نہیں ہو سکتا سنیوں نے اہل بیت اطہار کے مراتب گھٹانے کو اور بھی چند اجماع کئے ہیں جو شیعوں کے نزدیک ذرہ بھر بھی وقعت نہیں رکھتے۔ پس حضرت امیرؑ کا جملہ انبیاء سے افضل ہونا بموجب اس آیت شریفہ کے بحال خود ثابت رہے گا۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ امام صاحب کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو امیر المومنینؑ کے نفس رسول اللہؐ ہونے سے انکار نہیں اس سے انکار ہوتا تو مسئلہ فضیلت انبیاء میں وہ اجماع کی پوچھ و ناقص دلیل سے کس لئے متمسک ہوتے کیوں شاہ عبدالعزیز کی طرح سرے ہی سے یہ نہ کہہ دیتے کہ حضرت امیرؑ اَبْنَانُنَا کے مصداق ہیں اَنْفِسْنَا کے نہیں۔

امیر المومنینؑ کا حکم رسول خدا ملک یمن کی طرف متوجہ ہونا: منقول ہے کہ ہجرت سے دسویں سال حضرت رسول خدا ﷺ نے آنحضرت کو ملک یمن کو روانہ کیا تاکہ ان لوگوں کو پسند و نصیحت کر کے دین اسلام کی طرف مائل کریں اور ان میں اصلاح فرمائیں اور جو جنگ پیش آئے اس پر جہاد فرمائیں، تین سو آدمی آپ کے ساتھ کئے اور حکم دیا کہ موضع قبا میں توقف کریں تاکہ ایک سپاہ متعینہ آپ کے پاس جمع ہو جائے پس ایک علم آنحضرتؐ کے لئے ترتیب دیا اور عمامہ سر مبارک پر اپنے ہاتھ سے باندھا جس کے دوسرے آگے پیچھے کی طرف چھوٹ رہے تھے پیچھے کا سر اباشت بھرکا، اور اگلا کوئی ہاتھ بھرکا لہبا ہوگا، بعد ازاں فرمایا یا علیؑ میں تجھ کو بھیجتا ہوں ہر چند کہ تیری جدائی مجھ پر بہت شاق ہے۔ تم ان کو کلمہ شہادتیں اور روزے نماز کی طرف ترغیب دو قبول کریں تو ان کی زکوٰۃ لے کر ان کے درمیان تقسیم کرو اور زیادہ معترض نہ ہو واللہ لان یتھدی اللہ علی یدیک رجلاً واحداً خیرٌ لک ممّا طلعت علیہ الشمس و غربت قسم بخدا اگر حق تعالیٰ ایک مرد واحد کو تیرے ہاتھ پر ہدایت بخشے تو یہ تیرے لئے تمام ان اشیاء سے بہتر ہے جن پر کہ آفتاب طلوع و غروب ہوتا ہے۔ بروایت شیخ طبرسیؒ آپ کو بھیجا تاکہ ان کو اسلام کی طرف دعوت کریں اور ان کے خزانے سے غنم لیں اور احکام الہی یعنی حلال و حرام سے آگاہ کریں اور اہل بخران سے زکوٰۃ و جزئیہ وصول فرمائیں۔ بہر کیف تاریخ الخلفاء وغیرہ میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ مجھ کو اہل کتاب کے ملک میں بھیجے ہیں حالاں کہ میں ہنوز جوان ہوں حضرت نے دست مبارک اپنا سینہ جناب امیرؑ پر رکھ کر فرمایا اَللّٰهُمَّ

ثَبَّتْ لِسَانَهُ وَهَدَى قَلْبَهُ بارِ خدایا تو اس کی زبان کو ثابت رکھ اور دل کو ہدایت فرما بروایت روضۃ الاحباب فرمایا حق تعالیٰ تجھ کو کامل ہدایت کرے گا اور تیری زبان کو راستی پر ثابت گردانے گا۔ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھ کو کبھی کسی قضیہ میں شک عارض نہیں ہوا۔ صاحبِ روضہ کہتے ہیں کہ بہ برکت دعائے رسالت پناہ آپ کی مہارت علم قضا میں اس درجہ کو پہنچی تھی کہ زبان گوہر بارِ رسولِ مختار سے خطاب اِقْضَاکُمْ عَلٰی کا سماعت فرمایا۔ نیز حضرت رسولِ خدا نے فرمایا یا علی جب کہ عقبہ اثیق پر پہنچو تو وہاں کے شجر و حجر و زمین کو میری طرف سے سلام پہنچاؤ پس حضرت روانہ ہوئے چلتے چلتے جب حوالیٰ یمن میں عقبہ اثیق پر پہنچے تو دیکھا کہ اہل یمن سلاح و سلب سے آراستہ ہو کر مقابلے کو آمادہ ہیں حضرت نے با واز بلند فرمایا یا شَجَرُ و یا مَدْرُ و یا ثَرٰی مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَقْرُؤُ کُمُ السَّلَام اے درختو اور پتھرو اور اے قطعاتِ زمین محمد رسولِ خدا تم کو سلام پہنچاتے ہیں۔ پس کوئی سنگ و درخت اور ڈھیلا نہ رہا الا یہ کہ اس آواز کو نہ کر کاٹنے لگا اور کہا محمد رسولِ خدا اور تم پر ہمارا سلام ہو اہل یمن نے جو یہ حال مشاہدہ کیا تو خوف سے ان کے دل سینوں میں دہل گئے اور حربے ہاتھوں سے گر پڑے۔ معجزہ حضرت نے قریب پہنچ کر صفِ جنگِ راست کی پھر فرمانِ رسولِ خدا ان کے سامنے قرأت کیا۔ قبیلہ ہمدان کلامِ اعجاز نشانِ حضرت امیر مومنان سن کر تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا حضرت امیر نے یہ حال رسولِ خدا کی خدمت میں لکھا آپ بہت خوش ہوئے اور سجدہ شکر حق سبحانہ تعالیٰ ادا کیا پھر فرمایا السَّلَامُ عَلٰی هَمْدَانَ کہ سلام ہو میرا ہمدان پر مؤلف کہتا ہے کہ قبیلہ ہمدان اس کے بعد ہمیشہ شیعہ مخلص و ہوا خواہ حیدر کرار رہا ہے خاص کر جنگِ صفین میں بہ حمایتِ امیر المومنین ان سے کارِ نمایاں ظاہر ہوئے اور وفاداری و جان نثاری کو انتہا درجہ پر پہنچایا چنانچہ حضرت نے خوشنود ہو کر چند اشعار ان کی مدح و ستائش میں پڑھے آخری شعر کا ترجمہ یہ ہے: یعنی جب کہ میں دروازہ جنت پر صاحبِ اختیار ہوں گا تو ہمدان کو کہوں گا کہ سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ چنانچہ تفصیل ان کوائف کی اپنے مقام میں مذکور ہے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے خالد ولید کو یمن بھیجا تھا بعد ازاں امیر المومنین کو روانہ کیا کہ خمس و غنائم اس سے لے لیں بریدہ بن حصیب اس لشکر میں تھا کہتا ہے کہ میں پہلے سے علی کو دشمن رکھتا تھا۔ جس وقت اموال خمس علیحدہ ہوئے تو انہوں نے ان میں سے ایک لونڈی کہ تمام کنیزوں میں خوبصورت تھی چھانٹ لی اور اس کے ساتھ صحبت کی صبح کو غسل کیا تو اثرِ رطوبت موئے سر میں ظاہر تھا میں نے خالد سے کہا تو نے دیکھا کہ یہ مرو کیا کرتا ہے اور ان سے کہا کہ اے ابوالحسن یہ کیا معاملہ ہے کہا تجھ کو معلوم نہیں کہ یہ لونڈی خمس میں آلِ محمد کے حصہ میں آئی پس آلِ علی کا سہم ہوئی میں نے اس کے ساتھ مقاربت کی بریدہ کہتا ہے کہ سریہ سے واپس آ کر میں نے یہ ماجرا رسول اللہ کی خدمت

میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا اے بریدہ کیا تو علیؑ کو دشمن رکھتا ہے۔ میں نے کہا ہاں فرمایا ان کو دشمن مت رکھ بلکہ دوستی کو زیادہ کر بہ تحقیق کہ علیؑ کا حصہ شمس میں اُس لونڈی سے زیادہ تھا۔ بروایتِ بریدہ نے کہا میں نے جو یہ شکایت کی تو رنگِ رخسارِ مبارک رسول اللہ کا سرخ ہو گیا اور فرمایا علیؑ کی شان میں بدگمان نہ ہو کیوں کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے اور وہ ولی امور تمہارا ہے میرے بعد پس جس کا میں ولی ہوں علیؑ اس کا ولی ہے۔ حضراتِ اہل سنت حدیث میں کنت مولاہ الخ میں لفظ مولیٰ کے معنوں میں تکرار کرتے اور کہا کرتے ہیں کہ یہ صریح و صاف خلافت پر دلالت نہیں کرتا۔ اگر خلافت ہی مقصود تھی تو صاف صاف کیوں نہ کہا کہ علیؑ ولی الامر بعدی، لیجئے اس حدیثِ روضۃ الاحباب میں اور نیز حدیثِ مسند احمد بن حنبل میں جو آگے نقل ہوئی ہے۔ لفظ ولی الامر بعدی بھی موجود ہے بڑی خوبی تو مذہبِ حقہ کی یہی ہے کہ کوئی بات اس کی مفید مطلب نہ ہو کہ مخالفین کے یہاں موجود نہ ہو اور کوئی حجت ایسی نہ ہو کہ ان پر تمام نہ ہوئی ہو۔ روضۃ الصفا میں مطابق روایتِ ارشادِ شیخِ مفید علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ قصہ عمرو بن معدی کرب زبیدی: حضرت ختمِ الرسل غزوہ تبوک سے واپس آئے تو عمرو بن معدی کرب زبیدی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سخنانِ ہدایت نشانِ دربارہ قیامت و احوالِ قیامت زبانِ مبارک آنحضرتؐ سے سن کر مسلمان ہو گیا الا بعد چند سے کسی بات پر ناراض ہو کر مرتد ہوا اور اپنے وطن مالوف کو لوٹا اور راہ میں ایک گروہ کو بنی حارث بن کعب سے تاراج کرتا گیا سرورِ کائنات کو یہ حال معلوم ہوا تو امیر المومنینؑ کو ایک جماعتِ مہاجر و انصار ہمراہ کر کے بنی زبید اس کے قبیلے پر مقرر کیا اور خالد ولید کو کچھ اعراب دے کر قبیلہ جعفی پر جدتِ تعین فرمایا۔ لیکن اس کو کہہ دیا کہ جہاں دونوں لشکر ملیں، امیر و فرمانروا امیر المومنینؑ ہیں چاہیے کہ آنحضرتؐ کے حکم سے اصلاً تجاوز نہ کرے۔ پس دونوں لشکر اپنے اپنے مقصد کو روانہ ہوئے قبیلہ جعفی نے جب یہ سنا کہ ان پر لشکر تعینات ہوا ہے تو ان کے دو گروہ ہو گئے ایک یمن کو چلا گیا، دوسرا قبیلہ بنی زبید سے جا ملا۔ امیر المومنینؑ نے یہ سن کر خالد کو لکھا کہ جس جگہ ہے توقف کرے جب تک کہ ہم وہاں نہ پہنچیں مگر اس بے سعادت نے تعمیلِ ارشاد سے انکار کیا حضرتؐ نے خالد بن سعید عاص کو مع سپاہِ مقدمتہ الجیش بھیجا کہ جا کر اس کو بزورِ شمشیر روک لے چنانچہ خالد سعید نے آگے جا کر خالد ولید کو روک رکھا تا انیکہ امیر المومنینؑ نے وہاں پہنچ کر اس کو اس نافرمانی پر بہت زجر و ملامت کیا پھر بالاتفاق آگے بڑھے قبیلہ زبید کو حضرتؐ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو عمرو سے کہنے لگے اے ابو ثور کیا حال ہوگا تیرا جب کہ یہ جوانِ قریشی تجھ سے ملاقات کرے خراجِ طلب کرے گا۔ عمرو نے کہا تم بھی دیکھو کہ میں کس طرح پر اس کو خراج دیتا ہوں اور اپنی شجاعت اور جواں مردی کا اظہار کرتا تھا۔ القصہ صقوفِ جنگ دونوں طرف سے آراستہ ہوئیں اور عمرو بن معدی کرب نے میدان میں نکل کر مبارز طلب کیا۔ حضرت امیرؑ اس کے

مقابلے کو آمادہ ہوئے خالد بن سعید نے کہا یا بی اُنْت و اُمی مجھے اجازت دیجئے کہ اس کے ساتھ جنگ آزما ہوں۔ فرمایا اگر میری اطاعت لازم جانتا ہے تو یہیں ٹھہر اور خود آگے جا کر ایک نعرہ حیدری اس زور سے کیا کہ اس کی ہیبت سے عمرو بغیر اس کے کہ ذرا ہتھیار کرے بھاگا اور اس کے ساتھ ہی اس کے اصحاب نے بھی فرار کیا۔ مگر حضرت نے اس کے ایک بھائی اور ایک بھتیجے کو پھر بھی زیرِ تیغ کھینچا۔ اس کی عورت رکانہ بنت سلامہ مع دیگر زنانِ قبیلہ کے بندی میں گرفتار ہوئی۔ اور بہت سامانِ غنیمت اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا آپ نے خالد سعید کو امر کیا کہ قبیلہ میں ٹھہر کر زکوٰۃ جمع کرے اور جو کوئی واپس ہو کر مسلمان ہو اور امان چاہے اس کو امان دے۔ پس عمرو معدی کرب آکر دوبارہ خالد کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اس نے اپنے زن و فرزند کو واپس لیا یہ عمرو معدی کرب یکہ تازاں عرب سے شمار ہوتا تھا اور عمر خطاب کے زمانے میں جنگِ روم و عجم میں بڑے بڑے نمایاں کام اس کے ہاتھ سے نکلے ہیں۔ انرض حضرت نے اس غنیمت سے ایک کنیر اپنے لئے اختیار کی تھی خالد ولید نے بہ تقاضائے عداوت بریدہ اسلمی کو خط دے کر حضرت رسول خدا کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کو اس قصہ سے آگاہ کرے۔ ارشاد میں ہے کہ بریدہ مدینہ پہنچا تو عمر خطاب اس سے ملے اور حال پوچھا جب معلوم ہوا کہ علی کی شکایت لے کر آیا ہے تو بہت خوش ہوئے اور کہا ضرور یہ حال رسول اللہ سے کہنا چاہیے کنیر کا قصہ سنیں گے تو غالباً اپنی بیٹی کی وجہ سے ناراض ہوں گے۔ پھر روضۃ الصفا میں ہے کہ بریدہ نے مجلس اقدس میں جا کر خالد کا خط آپ کو دیا چوں کہ اس مردود نے حضرت شیر خدا کو منسوب بہ خیانت کیا تھا جوں جوں حضرت خط کو پڑھتے تھے رنگ روئے مبارک کا متغیر ہوتا تھا اور آثارِ غضب جبینِ بین سے ظاہر ہوتے جاتے تھے بریدہ نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ لوگوں کو مالِ غنیمت میں اس طرح تصرف کی اجازت دیں گے تو محنتِ مسلمانوں کی ضائع ہو جائے گی رسول خدا نے کہا دائے ہو تجھ پر اے بریدہ آیا تو منافق ہو گیا۔ یہ تحقیق کہ علی کو غنیمت سے حلال ہے جو کچھ کہ مجھ کو حلال ہے۔ اِنَّ عَلٰی بْنِ اَبِی طَالِبٍ خَیْرُ النَّاسِ لَكَ وَلِقَوْمِكَ وَخَیْرُ مَنْ اُخْلِفَ بَعْدِی لِكَافَّةِ اُمَّتِی عَلٰی بْنِ اَبِی طَالِبٍ تیرے اور تیری قوم کے لئے تمام آدمیوں سے بہتر ہیں۔ اور بہتر ہیں میری تمام امت کے لئے ان سب سے جن کو میں اپنے بعد چھوڑتا ہوں۔ اے بریدہ پرہیز کر علی کی دشمنی سے اگر ان کو دشمن رکھے گا تو خدا تجھ کو دشمن رکھے گا۔ بریدہ کہتا ہے کہ میں شدتِ انفعال سے اس وقت چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جائے تو اس میں سما جاؤں پس کہا میں نے پناہ مانگتا ہوں طرف خدا کے غضب خدا اور رسول خدا سے یا رسول اللہ میرے لئے دعائے مغفرت کیجئے پس حضرت نے میرے لئے دعائے مغفرت کی اس کے بعد علی میرے نزدیک محبوب ترین خلائق تھے افسوس ہے کہ اہل سنت ایسی صریح و صاف روایتیں فضیلتِ امیر المومنین کے باب میں نقل کرتے ہیں اور پھر

دوسروں کو آنحضرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ مؤلف اعلام الوری نے کہا کہ اس روایت کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ حقیر مولف کتاب ہذا مقدار ضروری روایت مسند احمد حنبل سے بھی اس مقام میں نقل کرتا ہے اور انصاف اس کا اہل انصاف پر چھوڑتا ہے۔ وہی ہذا قال بریدۃ و کنت بعثنی خالد بن الولید الی رسول اللہ یخبرہ بذلك فلما اتیت النبی رفعت الكتاب ففری علیہ فرایت الغضب فی وجہ رسول اللہ فقلت یا رسول اللہ هذا مکان العائذیک بعثتنی مع رجل وامر تنی ان اطیعہ فقد بلغت ما أرسلت بہ فقال رسول اللہ لا تقع فی علی فانہ منی وانا منہ وهو ولیکم بعدی۔ یعنی بریدہ کہتا ہے کہ مجھ کو خالد ولید نے رسول اللہ کے پاس بھیجا کہ ان کو اس امر کی یعنی امیر المومنین کی لوئڈی پر تصرف کرنے کی خبر دوں۔ پس میں حضرت کی خدمت میں آیا اور اس کا خط آپ کو دیا پس دیکھا میں نے کہ آثار غضب روئے مبارک رسول اللہ پر ظاہر ہونے لگے۔ پس کہا میں نے رسول اللہ یہ مقام آپ سے پناہ چاہئے کا ہے آپ نے مجھ کو ایک مرد کے ساتھ بھیجا اور اس کی اطاعت کا حکم دیا پس میں نے اس کا خط پہنچا دیا۔ حضرت نے فرمایا علیؑ کے ساتھ دشمنی نہ کر بہ تحقیق کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے اور وہ میرے بعد تمہارا ولی امور ہے۔ القصہ حضرت امیر یمن میں لوگوں کو احکام و آداب شریعت تعلیم کرتے اور ان کے باہمی تنازعات کو فیصل فرماتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی کا گھوڑا چھوٹ گیا۔ اور اس نے لاٹوں سے ایک آدمی کو مار ڈالا وارثان مقتول مالک اس کو پکڑ کر حضرت کے پاس لائے اور دعویٰ دارخون بہا کے ہوئے مالک نے گواہ گزارنے کے گھوڑے کے چھوٹے میں اس کا کوئی قصور نہ تھا۔ حضرت نے خون بہا اس پر لازم نہ کیا مدعی ناراض ہو کر شکایت رسول خدا کے پاس مدینہ لے گئے کہ ہم پر علی علیہ السلام نے ظلم کیا۔ حضرت نے فرمایا علیؑ ظالم نہیں وہ ظلم کے لئے خلق نہیں ہوئے۔ ان الولاية من بعدی لعلی والحکم حکمہ والقول قبولہ لا یرد حکمہ وقولہ وولایتہ الا کافرو لا یرضی بحکمہ وولایتہ الامؤمن۔ کہ ولایت و حکومت میرے بعد علیؑ کی ہے۔ پس حکم وہ ہے جو وہ حکم کریں اور قول ان کا قول ہے۔ ان کے حکم و حکومت کو رد نہیں کرتا مگر کافر اور ان کی حکومت و ولایت پر راضی نہیں ہوتا مگر مؤمن جب اہل یمن نے یہ باتیں زبان مبارک سے سنیں تو بولے ہم حضرت امیرؑ کے حکم پر راضی ہیں رسول خدا نے فرمایا جو بات تم نے کی اس کی توبہ اسی طرح ہو سکتی ہے۔ کعب الاحبار یہودی کا قبول اسلام ہنگام قیام یمن میں کعب الاحبار یہودی کے ثانی الحال خلیفہ ثانی پھر خلیفہ ثالث کا مقرب بنا حضرت کے دست حق پرست پر اسلام لایا۔ یہ شخص علما و دانش مندان یہود سے تھا اس کے

مسلمان ہونے کا قصہ روضۃ الصفا میں اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت امیر علیہ السلام کی فصاحت و بلاغت کا شہرہ اس نے سنا تو اپنا جامہ پہنا اور شتر پر سوار ہوا اس کے ساتھ ایک اور مرد علمائے یہود سے ہولیایہ دونوں مجلس اقدس میں پہنچے تو اس وقت آپ مصروف وعظ و چند تھے اور یہ کلام زبان پر تھا۔ **مِنَ النَّاسِ مَن يَبْصُرُ بِاللَّيْلِ وَلَا يَبْصُرُ بِالنَّهَارِ وَمِنْهُمْ مَن لَا يَبْصُرُ بِاللَّيْلِ وَلَا يَبْصُرُ بِالنَّهَارِ**۔ یعنی بعض آدمی ہیں کہ رات کو دیکھتے ہیں اور دن کو نہیں دیکھتے اور بعض ایسے ہیں کہ نہ رات کو دیکھتے ہیں نہ دن کو دیکھتے ہیں کعب نے کہا راست کہا انہوں نے بعد ازاں آپ نے فرمایا **مَنْ يَعْطِ بِالْيَدِ الْقَصِيرَةَ يَعْطِ بِالْيَدِ الطَّوِيلَةَ**۔ یعنی جو کوتاہ ہاتھ سے دیتا ہے دراز ہاتھ سے دیا جاتا ہے کعب نے اس کی بھی تصدیق کی۔ اس عالم نے جو کہ اس کے ساتھ تھا کہا کیوں کر ایسی بات کی تصدیق کرتا ہے جو ہنوز مشتبہ ہے کعب نے کہا اس کلام کا صدق پوشیدہ نہیں جو رات کو دیکھتا ہے دن کو نہیں وہ ہے جو اول کتاب پر ایمان لایا آخر میں اس سے منحرف ہوا اور جو نہ رات کو دیکھتا ہے نہ دن کو وہ ہے جو کبھی اس پر ایمان نہیں لایا۔ تیسری بات بھی ظاہر ہے جو راہِ خدا میں خیرات کرتا ہے جتنا وہ دیتا ہے حق تعالیٰ اس سے زیادہ اس کو عطا کرتا ہے اس وقت ایک سائل نے کعب سے سوال کیا اس نے اپنا حلقہ اتار کر اس کو دے دیا عالم یہود اس کی اس حرکت سے ناراض ہو کر وہاں سے چل دیا اس کے جانے کے بعد ایک عورت کعب کے پاس آئی اور کہا میرا شتر تولے لے اور اپنا مجھ کو دے دے۔ اس نے کہا بشرطیکہ اس کے علاوہ ایک حلقہ بھی مجھ کو دے۔ عورت نے اپنا حلقہ اتار کر دے دیا کعب وہ حلقہ پہن کر اور اس اونٹ پر سوار ہو کر اس عالم کے پیچھے روانہ ہوا۔ اور اس کے پاس پہنچ کر کہا دیکھا تو نے صدق اس مقولہ کا **مَنْ يُعْطِ بِالْيَدِ الْقَصِيرَةَ يَعْطِ بِالْيَدِ الطَّوِيلَةَ** پھر حضرت امیر المومنین کی خدمت میں آ کر پہنچا ہوا کہ شکل و شمائل و عادات و خصائل حضرت رسول خدا کے کسی قدر اس کے لئے بیان کریں آپ نے جو کچھ حال فرخندہ مال آپ کا بیان کیا۔ کعب ہنسنے لگا سببِ خندہ دریافت کیا گیا تو عرض کیا کہ جو کچھ آپ نے بیان کیا موبہواس کی تطبیق کتب سابقہ میں پاتا ہوں۔ غرض کعب نے مسلمان ہو کر بقدر امکان احکام اسلام و مسائل دین باب مدینہ علم نبی سے اخذ کئے اور یمن میں ٹھہر کر جو سیکھا تھا لوگوں کو سکھانے اور تعلیم دینے لگا تا انیکہ خلیفہ ثانی کے عہد میں مدینہ آیا اور رسول خدا کی زیارت سے محروم رہ جانے پر افسوس کیا کرتا تھا۔ (تمام ہوئی عبارت روضۃ الصفا کی)۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب امیر المومنین ملک یمن میں مقیم تھے تو آپ نے کسی قدر زر غیر خالص کہ خاک معدن سے ہنوز پاک نہ ہوا تھا۔ حضرت رسول خدا کی خدمت میں بھیجا آپ نے وہ سونا چار شخصوں یعنی عیینہ بن حصن فرازی، وافر بن حابس وزید بن النخیل مہملہ وعلقمہ بن علاشہ کو بانٹ دیا اس پر ایک شخص جس کی آنکھیں اندر کو اتری ہوئی اور ہڈیاں رخسار و

جاتے ہیں ممانعت فرمائی الا خزاعہ کہ ان کو عصر تک بنی بکر کو قتل کرنے کی اجازت ہوئی تھی۔ حکایت چند نفر بزرگان قریش سے ایک جگہ اکٹھے بیٹھے تھے کہ اتنے میں ظہر کا وقت آیا اور بلال بن رباح نے حسب الحکم بام کعبہ پر جا کر اذان دی۔ عکرمہ بن ابوجہل نے کہا کیسا برا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بام کعبہ پر مثل گدھے کے چیختا ہے۔ خالد بن اسید بولا خدا کا شکر ہے کہ آج ابوعتاب (پدر خالد مذکور) زندہ نہیں کہ اس حبشی زادہ کو سقف خانہ پر دیکھتا اور اس کی مکروہ آواز کو سنتا سہیل بن عمر نے کہا بھائیو یہ خانہ خدا ہے اگر منظور خدا نہ ہوگا تو وہ ان حالات کو بدل دے گا۔ ابوسفیان بن حرب بھی شامل جلسہ تھا کہنے لگا لیکن میں تو اس بارے میں کچھ نہیں کہتا کیوں کہ جانتا ہوں کہ یہ دیواریں بھی محمدؐ کو ماجرے کی خبر دیں گی۔ حضرت رسولؐ خدا کو وحی کے ذریعہ ان چاریاروں کی باتیں معلوم ہوئیں تو آپؐ نے ان کو بلوا کر ہر ایک کا کلام اس سے نقل کیا عتاب بن اسید برادر خالد نے عرض کی یا رسول اللہؐ ہم نے واقعی یہ باتیں کی ہیں لیکن اب استغفار کرتے ہیں ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہؐ آپ جانتے ہیں کہ میں کچھ نہیں بولا حضرت متبسم ہوئے اور اس کی تصدیق فرمائی۔ خالد بن ولید کا مسلمانان نبیؐ جزیہ کو قتل کرنا۔ قوم جزیہ پسر عامر مقام یلمم وغیصا پر مکہ سے دو منزل دور رہتی تھی۔ یہ لوگ رسول اللہؐ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ اور نامہ امان آنحضرتؐ سے لے کر اپنے وطن میں مساجد تعمیر کر کے مسلمانی قاعدے سے زندگی بسر کرتے تھے اس وقت کہ حضرت رسولؐ خدام مکہ مشرفہ میں وارد ہوئے چاہا کہ ان کے حال سے آگاہ ہوں کہ آیا اپنے عہد و اقرار پر قائم ہیں یا نہیں مجبوراً خالد ولید کو ساڑھے تین سو سوار کے بعض ان سے مہاجر و انصار اکثر نبی سلیم خالد کے ہم قوم تھے دے کر اس طرف روانہ کیا کہ خبر لائے چون کہ مقصود محض ان کے حال کا دریافت کرنا تھا جنگ و پیکار کی اجازت نہ تھی۔ لیکن خالد نے چاہا کہ جس طرح ہو اس قوم کو تباہ و برباد کیا جائے اور پرانی دشمنی کا بدلہ لیا جائے نقل ہے کہ خالد کا چچا فاکہ بن المغیرہ اور عبدالرحمن بن عوف کا باپ عوف بن عوف کسی زمانے میں اس قبیلہ میں مارے گئے تھے دونوں یمن کی تجارت سے مال لے کر واپس آرہے تھے اثنارہ میں اس قبیلہ میں فروکش ہوئے انھوں نے بطمع مال ان کو قتل کر کے مال لے لیا تھا یہ کینہ خالد کے دل میں تھا حالانکہ ان کے قاتلوں میں سے اس وقت کوئی زندہ نہ تھا اور اسلام جاہلیت کے قضیوں جھگڑوں کو بہت تشدد سے بھلا چکا تھا۔ مگر یہاں ان باتوں کی کیا پروا تھی بکمال جوش و خروش اس سرزمین میں پہنچے ان کو کیا خبر تھی کہ مسلمان ہمارا حال دریافت کرنے کو آرہے ہیں یا ہماری جان لینے کو لشکر لائے ہیں ہمسایہ قبیلوں سے آئے دن جنگ و جدال رہتے تھے جانا کہ اب بھی کوئی ان میں سے چڑھ آیا ہے مجبوراً مسلح ہو کر انکے دفعیہ کو نکلے روضۃ الاحباب میں ہے کہ خالد نے ان سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو کہا مسلمان پانچوں وقت کی نماز پڑھنے والے اور دین نبیؐ کی تصدیق کرنے والے ہیں اپنے درمیان مسجدیں بنائی ہیں ان

پیشانی کی باہر کو ابھری ہوئی تھی، گھنی ڈاڑھی، سر منڈا، ازار پہنے، دامن چڑھائے تھا اٹھا اور حضرت کی تقسیم پر معترض ہوا کہ اے محمد تم نے اس تقسیم میں خوفِ خدا ملحوظ نہ رکھا آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر مجھ سے زیادہ اور کون خوفِ خدا کا لحاظ کرے گا جب وہ شخص وہاں سے چلا تو حضرت نے اس کی پشت کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اس کی نسل سے ایک قوم ہوگی کہ قرآن کو عہدگی سے پڑھیں گے مگر ان کے گلے سے نہ اترے گا یعنی ان کے دل اس سے آگاہ نہ ہوں گے۔ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے شکار سے خطا ہو کر تیر نکل جاتا ہے۔ اگر میں اس قوم کو پاؤں تو ان کو قتل کروں اور کسی کو زندہ نہ چھوڑوں مراد اس سے قومِ خوارج ہے کہ حضرت امیرؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئی۔ اسی قسم کی ایک روایت پہلے تقسیمِ غنائمِ حنین میں گزری القصہ حضرت یمن میں تشریف رکھتے تھے تا انیکہ حضرت رسولؐ خدا حجۃ الوداع کو تشریف لے گئے تو امیر المومنینؑ اس طرف سے متوجہ ہوئے اور مکہ معظمہ میں قرآنِ سعدین واقع ہوا جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر آتا ہے بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ ان ایام میں آپ دو مرتبہ تشریف فرمائے ملکِ یمن ہوئے ہیں۔ شیخ کلینی علیہ الرحمہ نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ یمن سے واپس تشریف لائے تو چار گھوڑے حضرت رسولؐ خدا کے لیے ہدیہ میں لائے۔ آپ نے پوچھا کہ کوئی گھوڑا ان میں ایسا ہے کہ سفیدی رکھتا ہو عرض کی ایک گھوڑا ہے فرمایا اس کو میرے لئے رکھو۔ عرض کی دو گھوڑے کیت رنگ کے ہیں کہ ان کے بھی سفید نشان ہیں فرمایا ان کو حسنینؑ کو دو حضرت امیرؑ نے عرض کی چوتھا سیاہ رنگ ہے فرمایا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے اہل و عیال کے خرچ میں لاؤ انما یمن الخیل فی ذوات الاوصاح۔ بہ تحقیق کہ یمن و برکت گھوڑے کی سفید پیشانی و سفید دست و پا میں ہوتی ہے۔ ذکر حجۃ الوداع: حضرت رسولؐ خدا بعد ہجرت دس سال مدینہ منکینہ میں رہے دسویں سال حج پر مامور ہوئے اور یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ **وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَا تُوَكَّلُ رِجَالًا وَ عَلٰی کُلِّ صَامِرٍ یَاتِیْنِ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیقٍ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لِّهُمْ**۔ یعنی آواز دے آدمیوں کے درمیان ساتھ حج کے، اور بلا ان کو اس طرف، تاکہ آئیں تیرے پاس، در حالیکہ پیادہ ہوں یا ستران لاغر پر سوار ہوں۔ ہر درہ عمیق سے یا راہ دور سے، تاکہ شاہد و حاضر ہوں وہ اپنے منافع آخرت و دنیا کے پس حضرت نے منادی کرائی کہ رسول اللہ عازم حج ہیں تاکہ مسلمانوں کو مناسک حج تعلیم کریں، جو کوئی چاہے آپ کے ساتھ حج کو چلے، نیز قبائل عرب میں بھی کہلا بھیجا پس مسلمان یہ سکر جوق جوق حاضر درگاہ ہونے لگے اور حضرت ۲۵ ذی القعد کو ایک جمعیتِ عظیم کے ساتھ مدینہ سے برآمد ہوئے راہ میں اطراف و جوانب سے آدمی شامل ہوتے گئے، حتیٰ کہ سوا لاکھ کے قریب جمع ہو گیا۔ ازواجِ رسول اللہ و جنابِ فاطمہ زہرا علیکمہ علیحدہ ہو، جو میں سوار تھیں۔ نیز قربانی کے اونٹ آپ نے مدینہ سے ہمراہ لئے تھے۔ مسجد ذوالحلیفہ پر پہنچ

کرا حرام باندھا اور صدائے اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ الخ بلند کی اصحاب نے بھی ساتھ ساتھ یہ صد بلند کی شور تبلیہ سے زمین و زمان گونج اٹھے اور جنگل و پہاڑ میں غلغلہ پڑ گیا، امیر المومنین ان ایام میں یمن میں تشریف رکھتے تھے رسول خدا نے مدینہ سے ان کو لکھا کہ مکہ آ کر شریک حجتہ الاسلام ہوں بنا بریں وہ حضرت مع اصحاب متوجہ مکہ معظمہ ہوئے اور میقات اہل یمن مقام یلمم سے احرام حج باندھا اور ہدیٰ (۱) اپنے ساتھ لیتے آئے قریب پہنچے تو لشکر کو ایک مقام پر چھوڑا اور ایک مرد کو ان پر امیر و خلیفہ مقرر کر کے خود تنہا عازم خدمت بابرکت ہوئے حضرت رسالت پناہ مکہ میں داخل ہونے کو تھے کہ آپ نے پہنچ کر سلام کیا بکمال مسرت جواب سلام فرمایا پھر پوچھا یا علی تم نے کیا نیت کی عرض کی یا رسول اللہ آپ نے اس بارے میں کچھ نہیں لکھا تھا۔ میں نے اپنی نیت کو آپ کی نیت پر منعقد کیا اور کہا اَللّٰهُمَّ اِهْلَالًا كَاِهْلَالِ نَبِيِّكَ پروردگار امیری وہی نیت ہے جو تیرے نبی کی نیت ہے نیز چونتیس ۳۴ شتر قربانی کے ساتھ لایا ہوں فرمایا۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ہمارے ساتھ چھیا سٹھ شتر ہدیٰ ہیں۔ یا علی توج و مناسک حج و ہدیٰ میں میرا شریک ہے اپنے احرام پر قائم رہ، یہ امر مناقب مخصوصہ امیر المومنین سے ہے کہ اکثر اوقات آپ اس کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ پس حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ واپس جا کر لشکر کو لولا لاؤ تا کہ مکہ میں سب جمع ہو جائیں۔ پس حضرت واپس ہوئے۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ لشکر اثناء راہ میں آپ کو آتا ہوا ملا۔ حالاں کہ تمام خلع کہ نصارائے بخران سے آپ نے وصول کئے تھے انہوں نے پہن رکھے تھے۔ آپ تو ملاقات رسول اللہ کے لئے آگے گئے اور انہوں نے فرصت کو غنیمت جان کر تمام حلے بستوں میں سے کھول کر پہن لئے۔ حضرت کو یہ صورت دیکھ کر غصہ آیا اور اس شخص کو جسے خلیفہ مقرر کیا تھا بہ عتاب خطاب کیا کہ تو نے کیوں ان کو پہنے دیا۔ ہنوز نظر انور رسول خدا سے نہ گزرنے پائے تھے کہ ان پر تصرف ہو گیا اس نے کہا انہوں نے التجا کی کہ ان سے زینت کریں اور احرام بجالائیں من بعد واپس کر دیں گے۔ فرمایا لا وَاللّٰہ تمام حلے ان سے اتروائے اور بدستور پتھوں میں باندھ کر اونٹوں پر بار کئے یہ لوگ اس سبب سے حضرت کے دشمن ہو گئے اور مکہ پہنچ کر دفتر شکایت کھولا جب ان خاندنوں کی شکایت زیادہ ہوئی تو رسول اللہ نے منادی کو حکم دیا کہ ندا کرے اِيْهَا النَّاسُ اَرْفَعُو السَّنَتَكُمْ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ فَانْهَ خَشْنَ فِيْ ذَاتِ اللّٰہِ عِزَّوَجَلَّ غَيْرَ مَدَاهِنٍ فِيْ دِيْنِہ۔ لوگو لب شکایت علی بن ابی طالب کو بند کرو کیوں کہ وہ براہ خدا میں خشن و درشت ہیں اور امور دین میں کسی کی رعایت کرنے والے نہیں۔ تب یہ لوگ خاموش

ہوئے اور قرب و منزلت امیر المومنین کی رسول خدا کے نزدیک ان کو معلوم ہوئی۔ القصد حضرت بتا سنی رسول اللہ اپنے احرام پر قائم تھے لیکن بہت سے مسلمان ایسے تھے کہ ہدیٰ اپنے ساتھ نہ رکھتے تھے ان کے لئے آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ **اَتَمُّوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ** یعنی حج و عمرہ کو خدا کے لئے تمام کرو۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر مجھ کو پیشتر معلوم ہوتا کہ حق تعالیٰ تمام عمرہ کا امر کرے گا تو ہدیٰ ساتھ نہ لاتا جن لوگوں نے سیاق ہدیٰ نہیں کیا چاہئے کہ نیت حج سے عمرہ کی طرف عدول کریں اور محل ہو جائیں سراقہ بن مالک نے عرض کی یا رسول اللہ یہ حکم خاص اس سال کے لئے ہے یا کہ ہمیشہ کے واسطے حضرت نے انکشاف مبارک ایک ہاتھ کی دوسرے کی انگلیوں میں داخل کر کے فرمایا کہ عمرہ داخل حج ہوا اس طرح پر اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ پس بعض آدمیوں نے اطاعت کی اور محل ہوئے اور باقی احرام پر رہے۔ حتیٰ کہ جناب سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا بھی چوں کہ ہدیٰ ساتھ نہ رکھتی تھیں محل ہو گئیں روایت ہے کہ امیر المومنین نے کہ تازہ یمن سے آئے تھے جب کہ فاطمہؑ کو مل دیکھا اور بوئے خوش آنحضرت کی سونگھی اور جامہ رنگین جسم اطہر پر مشاہدہ کئے تو کہا اے فاطمہ تم کس لئے قبل از وقت محل ہوئیں آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ایسا ارشاد فرمایا غرض اہل اطاعت محل ہوئے اور نافرمانوں نے مخالفت پر اصرار کیا اور ظاہر یہ کیا کہ رسول اللہ احرام میں گرد آلود و زولیدہ منو ہیں ہم کو کیا زیبا ہے کہ نہاد ہو کر خوشبو لگائیں اور عورات کے ساتھ ہم بستر ہوں۔ حضرت تعمیل ارشاد میں یہ جیلے حوالے سن کر بہت ناخوش ہوئے اور مکر فرمایا اگر میں سیاق ہدیٰ نہ کرتا تو البتہ حج سے عمرہ کی طرف عدول کر کے محل ہو جاتا جو کوئی قربانی نہیں رکھتا چاہئے کہ محل ہو جائے مگر اہل خلاف میں ذرا اثر نہ ہوا۔ سرگروہ اہل عصیان حضرت عمر بن الخطاب تھے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول خدا نے سرمنڈانے یا بال کتروانے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے قبول نہ کیا تھا اسی طرح اب بھی مخالفت پر تلے ہوئے تھے حضرت نے ان کو بلا کر پوچھا اے عمرؓ تو کس لئے محل نہیں ہوا کیا تو نے سیاق ہدیٰ کیا ہے۔ کہا نہیں فرمایا تو پھر کس لئے محل نہیں ہوتا حالاں کہ میں نے مکرر امر کیا ہے کہ جس نے سیاق ہدیٰ نہیں کیا محل ہو جائے کہا میں محل نہ ہوں گا تا وقتیکہ آپ احرام میں ہیں فرمایا تو حج تمتع پر مرتے دم تک ایمان نہ لائے گا۔ مولف کہتا ہے کہ حج تمتع یہ ہے کہ میقات سے نیت عمرہ تمتع کریں اور مکہ پہنچ کر طواف سعی وغیرہ کے بعد محل ہو جائیں بعد ازاں ۸ ذی الحجہ کو احرام حج باندھیں چوں کہ اس میں حج و عمرہ با یک دگر مریط و متصل ہیں اور ایک احوال موجب انقاع والتذاد در میان حائل ہے اس لئے اس حج کو حج تمتع کہتے ہیں آگے صرف حج قرآن و حج افراد تھے۔ یعنی جو لوگ سیاق ہدیٰ کرتے تھے وہ حج قرآن کرتے تھے ورنہ حج افراد حجتہ الوداع میں حضرت رسول خداؐ نے جو جب آیہ وافی ہدایہ **وَأَتَمُّوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ** قربانی ہمراہ نہ لانے والوں کو امر کیا کہ حج افراد سے عمرہ کی نیت کی طرف

عدول کریں اور حج تمتع بجالائیں خلیفہ ثانی نے مع دیگر متمر دین کے اس کے قبول سے انکار کیا اور نہ صرف اس وقت بلکہ جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا وہ عمر بھر کبھی حج تمتع پر ایمان نہ لائے۔ اور ہمیشہ اس انکار پر اصرار رکھتے تھے جیسا کہ متعہ عورات کے بھی منکر رہے تا انیکہ اپنے عہد خلافت میں برخلاف خدا اور رسول دونوں قسم کے متعہ سے بدیں عبارت ممانعت فرمائی متعتان کانتا فی عہد رسول اللہ انا احر مہما و اعاقب علیہما متعۃ النساء و متعۃ الحج دو متعہ زمانہ رسول اللہ میں تھے میں دونوں کو حرام کرتا ہوں اور ان پر عذاب کرتا ہوں۔ ایک متعہ زنانہ دوسرا متعہ حج یہ عبارت ہے کہ قریب قریب تمام کتب معتبرہ سنی و شیعہ میں آپ سے نقل ہوئی ہے اور گویا متواترات اسلامیہ سے ہے۔ اب ذرا اس سینہ زوری کو ملاحظہ کیجیے کہ دو متعہ زمانہ رسول اللہ میں تھے میں دونوں کو حرام کرتا ہوں بھلا آپ کو حرام ہی کرنا تھا تو عہد رسول اللہ کے حوالے کی کون ضرورت تھی یہ تو صریح مشافہہ و معاندہ با خدا و رسول ہوا اور اہل مشافہہ پر جو وعید شدید قرآن میں ہے اس کو کون نہیں جانتا ومن یشاقق الرسول الخ ترجمہ اور جو کوئی خلاف کرے پیغمبر کے بعد اس کے کہ راہ ہدایت اس کے لئے ظاہر ہو جائے اور مومنوں کے مخالف راستے کی پیروی کرے۔ چھوڑ دیں گے ہم اس کو اس پر جس کو کہ اختیار کیا اس نے اور ڈالیں گے اس کو جہنم میں اور بڑی بازگشت ہے (وہ جہنم) یہ تو حال متعہ کی حرمت کا ہے کہ خود اس کے حرام کرنے والے بھی عہد رسول میں اسے مروج بتلاتے ہیں۔ اس پر یہ حضرات شیعہ سے الجھتے ہیں اور متعہ النساء کو زنا بتلاتے ہیں، اور اتنا خیال نہیں کرتے کہ متعہ سداً برب زنا ہے نہ کہ العیاذ باللہ خود زنا قال امام النبۃ لا لولا ما نہی عن المتعۃ ما زنی الا شقی امام ابرار حیدر کر فرماتے ہیں کہ اگر عمر متعہ سے لوگوں کو منع نہ کرتے تو مسلمانوں میں کوئی شقی ہی زنا کرتا تو کرتا بالجملة متعہ ان حضرات کے نہ ماننے سے اسلام سے نہ معدوم ہوئے اور نہ آئندہ معدوم ہوں گے۔ شیعہ علی العموم ان کے قائل اور کار بند ہیں سینوں سے بھی فرقہ مالکیہ متعہ النساء کو حلال جانتا ہے تو ایک چوتھائی ان سے بھی نکل گئے اب متعہ الحج کی سنئے بخاری و مسلم میں مروان بن حکم سے روایت کی ہے کہ مقام عسفان میں علی و عثمان کے درمیان نزاع ہوئی عثمان لوگوں کو حج تمتع سے منع کرتے تھے۔ حضرت امیر نے یہ سن کر صدائے لبیک بھرہ متعہ بلند کی اور فرمایا لَبَّيْكَ بَعْمَرَةَ وَحُجَّةَ عِثَانَ نے کہا میں حج تمتع سے منع کرتا ہوں اور تم صریح میری مخالفت کرتے ہو آپ نے فرمایا میں کسی کے کہنے سے سنت رسول اللہ کو نہ چھوڑوں گا اور صحیح مسلم میں مطرف سے روایت کرتے ہیں کہ عمران بن حصین نے مجھ سے کہا کہ میں آج ایک حدیث تجھ سے نقل کرتا ہوں شاید کہ حق تعالیٰ تجھ کو اس سے نفع بخشے تو جان کہ رسول اللہ نے اپنے اہل سے ایک گروہ کو عشرہ ذی الحجہ میں عمرہ بجالانے کا حکم دیا پھر کوئی آ یہ نازل نہیں ہوئی کہ اس کو منسوخ کرے اور

آنحضرت نے منع نہ کیا جب تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے اس کے بعد ایک مرد نے اپنی رائے سے جو چاہا سو کہہ دیا۔ القصہ آٹھویں ذی الحجہ کو بوقتِ زوالِ آفتاب آپ نے حکم دیا کہ سب لوگ احرام حج باندھیں اور تکبیر کہنے والے مکہ سے برآمد ہو کر منیٰ میں داخل ہوئے چنانچہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء صبح کی نمازیں منیٰ میں پڑھیں صبح روزِ نہم ذی الحجہ متوجہ عرفات ہوئے اور مشعر الحرام سے گزر کر عرفات میں پہنچے۔ نمرہ میں درختانِ اراک (۱) کے نزدیک خیمہ رسالت برپا ہوا اور تا غروب آفتاب وہاں وقوف فرمایا کہ نمازِ ظہر و عصر اس جگہ ادا ہوئی بعد غروب وہاں سے سوار ہو کر مشعر الحرام میں تشریف فرما ہوئے اور مغرب و عشاء کو ادا کیا اور وہیں شبِ باش ہوئے، علی الصبح روزِ عید مشعر سے کوچ کر کے منیٰ میں آئے اور رومی جمرہ عقبہ کے بعد قربانی کی، امیر المومنین نے بھی آپ کے ساتھ قربانی کی، حضرت رسول خدا نے امر کیا کہ تمام شرانِ قربانی سے ایک ایک ٹکڑا گوشت کالے کرایک دیکچہ میں پکائیں جب یہ سو بوٹیوں کی ہنڈیا پک کر تیار ہو گئی تو بنی دوصی نے باہم بیٹھ کر اس میں سے تناول کیا، اس طرح پر گویا تمام قربانی سے کھانا کھایا، بعد ازاں موئے سرمنڈوائے اور مکہ میں آ کر طوافِ خانہ کعبہ و سعیِ نابین صفا و مردہ بجالائے، اور اسی روز منیٰ کو واپس تشریف لے گئے جہاں کہ گیارہویں بارہویں تیرہویں تین روز ایام تشریق کے قیام کیا تیرہویں کو جمراتِ سہ گانہ کوڑی کر کے مکہ تشریف لائے اور مناسک حج تمام ہوئے روایت ہے کہ دوسرے روز ایام تشریق سے سورۃ اذا جاء نصر اللہ ان حضرت پر نازل ہوئی، چون کہ اس میں فتح و نصرتِ الہی اور لوگوں کے فوج و فوج دین اسلام میں داخل ہونے کی خبر دی گئی تھی معلوم ہوا کہ یہ اشارہ ہے کہ آپ دینِ خدا کو جس قدر مقصود و ایزدی تھا رواج دے چکے اب زمانِ ناگزیر در پیش ہے تسبیح و استغفار کرنا چاہئے، حضرت اپنے ناقہ موسومہ نخضبا پر سوار ہوئے اور خطبہ نہایت فصیح و بلیغ ادا کیا کہ بہت سے احکامِ حلال و حرام اس میں بیان کئے بعد ازاں فرمایا ایہا الناس میں دو شے عظیم تمہارے درمیان چھوڑتا ہوں ایک کتابِ خدا دوسرے میرے اہل بیت ان کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو اور تمسک کرو ان سے تاکہ گمراہی سے بچو۔ پھر فرمایا کہ حاضرین کو چاہئے کہ یہ باتیں غائبوں کو پہنچائیں۔ غدیرِ خم کے مقام پر حضرت علیؑ کے جملہ مسلمین کا مولیٰ قرار دیئے جانے کا اہم اعلان۔ حضرت رسول خدا ﷺ نے بحکم خدا جس اصرار کے ساتھ خلافتِ جناب امیرؑ کا اعلان فرمایا اور جیسے بار بار اس پر ایمان لانے اور کار بند ہونے کی امت کو تاکید فرمائی ایسی کسی امر شرعی کے رواج دینے میں سعی نہیں کی، اور کیوں کرتے، ایسا امر اہم و ضروری بھی تو کوئی دوسرا نہ تھا، جیسے آپ کی نبوت کا اقرار اصل ایمان ہے ویسے

(۱) اراک درختِ پیلو جس کی لکڑی سے مسواک کرتے ہیں۔

میں بہ بائگ بلند اذان کہتے اور شعارِ دین کو برپا رکھتے ہیں خالد نے کہا پھر ہتھیار کس لیے لگائے ہیں کہا ہماری بعض اعراب سے عداوت ہے تم کو دور سے آتے دیکھ کر سمجھے کہ کہیں وہ نہ چڑھ کر آئے ہوں مگر خالد نے ان کا عذر قبول نہ کیا اور کہا اگر مسلمان ہو تو ہتھیار ڈال دو انھوں نے بے تامل ہتھیار ڈال دیے تب اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ان کی مشکیں باندھ لو اور ہر ایک اسیر کو اپنے اصحاب میں سے ایک ایک کے سپرد کیا پس مردانِ قبیلہ اس کے لشکر میں قید تھے اور اطفال و زنانِ خیموں میں مصروفِ آہ و فغاں تا ایک ایک رات اس سفاک نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کرے نبی سلیم نے حسب الامر اپنے اسیروں کو مار ڈالا الا مہاجر و انصار نے بے گناہ مسلمانوں کے خون پر ہاتھ نہ اٹھایا بلکہ ان کو رہا کر دیا کہ بعض نے ان سے رسول اللہ کی خدمت میں جا کر ماجرا بیان کیا۔ حضرت کو یہ حال سن کر بے حد غصہ آیا اور اس جماعتِ کثیر مسلمانوں کی ناحق خونریزی جتنی آپ پر ناگوار گزری اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حاضرین سے فرمایا کہ خالد ولید نے مسلمانوں کو مسجد میں جب کہ وہ مشغولِ جمعہ و جماعت تھے پکڑ کر قتل کیا پھر رو بہ قبلہ کھڑے ہو کر دستِ دعا بلند کیے اور تین مرتبہ بدیں عبارت خالد پر تمبرا کیا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَبْرُءُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ خداوند! میں خالد کے فعل سے بے زاری ڈھونڈتا ہوں تیری طرف اس قوم کی بیکسانہ مظلومیت کو یاد کر کے رقت آپ پر طاری ہوئی اور گریاں ہوئے یہ روایت روضۃ الاحباب و معارج النبوة وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت کی ہے اور نیز روضۃ الاحباب میں عبد اللہ بن ابی حدود اسلمی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں سریہ خالد میں شامل تھا اسیروں میں ایک جوان کہ اس کے ہاتھ گردن میں بندھے تھے میری رسی میں تھا۔ قصہ جوانِ مظلوم: اس نے کہا اے شخص ہو سکتا ہے کہ مجھ کو ذرا کی ذرا اس سامنے کے خیمہ میں ان عورات کے پاس لے چلے کہ ان سے کچھ حاجت رکھتا ہوں پھر جو چاہنا میرے ساتھ کرنا میں نے کہا کام بہت آسان ہے غرض میں اس کو وہاں لے گیا وہ ان میں سے ایک عورت سے ملا اور باہم کچھ باتیں کیں اور چند اشعار پڑھے پھر میں واپس لے آیا جس وقت اس کو قتل کیا تو وہ عورت آئی اور بیٹا بانہ اس کی لاش پر گر پڑی اور دو تین نعرہ مار کر جاں بحق تسلیم ہو گئی اہل سریہ نے واپس آ کر جب یہ قصہ حضرت رسول اللہ کی خدمت میں نقل کیا تو آپ نے فرمایا اَمَّا سَکَانَ فِیْکُمْ رَجُلٌ رَّحِیْمٌ کیا تم میں ایک مرد بھی ایسا نہ تھا کہ اس کو رحم آتا۔ القصہ ان دنوں مالِ عظیم زروسیم وغیرہ غنیمت میں رسول اللہ کے پاس آیا تھا وہ سب امیر المومنین کو دے کر کہا کہ جا کر ان لوگوں کو رضامند کریں امیر کبیر تشریف لے گئے اور تمام مال اس قوم میں تقسیم کیا واپس آئے تو آپ نے پوچھا یا علی کیا کر آئے عرض کی یا رسول اللہ اول جو لوگ ان سے قتل ہوئے تھے ان کا خون بہا دیا اور جو حمل ان کے ضائع ہوئے تھے۔ اس کے بدلے لونڈی غلام ان کو بخشے پس مالِ کثیر میرے پاس باقی رہا تو جو مال و اسباب ان کا غارت ہوا تھا حتیٰ

کہ مشکوں اور برتنوں اور گڈریوں کی رسنوں تک کا معاوضہ ان کو بھر دیا تب بھی باقی رہا تو معلوم و نامعلوم کاموں کا بدلہ دیا پھر بھی کسی قدر بچ رہا تو اس لیے ان کو دے دیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ آپ سے راضی ہو جائیں فرمایا یا علیؑ تو نے اس لیے ان کو مال دیا کہ مجھ سے راضی ہو جائیں خدا تجھ سے راضی ہو یا علیؑ انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی بروایت فرمایا یا علیؑ تو نے مجھ کو راضی کیا خدا تجھے راضی کرے اے علیؑ تو میری امت کا ہدایت کرنے والا ہے سعید ہے وہ جو تجھے دوست رکھے اور تیری پیروی کرے و شقی و بد بخت ہے وہ جو کہ تجھ سے رد گرداں ہوتا ہے شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب ارشاد میں ارشاد کرتے ہیں کہ جو طریقہ کفر و عدوان کا براہ حیمیت جاہلیت خالہ نے اختیار کیا تھا اس سے قریب تھا کہ اسلام نظروں میں معیوب ہو جائے اور بجائے رغبت کے لوگ اس طرف سے نفرت کرنے لگیں پس نزدیک تھا کہ نظامِ دین اور اشاعتِ شرع میں خلل واقع ہو کر معاملہ درہم برہم ہو جائے اگر امیر المومنینؑ تشریف فرما ہو کر جلد زخمی دلوں کی چارہ جوئی نہ کریں اور اس قومِ ستم دیدہ کو دوبارہ رسول اللہؐ سے راضی نہ فرمائیں آپ نے کمال سیرچشمی سے ان شکستہ دلوں کی تسلی کی اور موادِ فتنہ و فساد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ظاہر ہے کہ اس مجمع میں کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کام کو حسبِ دل خواہ جناب رسالتؐ پناہ انجام دیتا اسی لیے حضرت کو کسی دوسرے پر اعتبار و اعتماد نہ ہوا، پس یہ ایک فضیلت ہے کہ اوروں کے تمام حق و باطل فضائل سے اعلیٰ و افضل ہے اور کوئی دوسرا اس میں آنحضرتؐ کا شریک و سہم نہیں۔ غزوہٴ مہین: غزوہٴ حنین حضرت رسول خدا ﷺ کا آخری غزوہ ہے اس کے بعد کفار کو سر اٹھانے کی مجال نہ رہی اور تقریباً تمام ملکِ عرب پر مسلمانوں کا قبضہ و تصرف ہو گیا۔ اس غزوہ میں بھی شکست کے بعد اسلام کی فتح ہوئی۔ یہاں بھی، بجز چند اشخاص کے حضرت کی خدمت میں کوئی نہ ٹھہرا بڑے بڑے جان نثاری کے دعویدار آپ کو نزعہ کفار میں چھوڑ کر فرار ہو گئے جیسا کہ آگے واضح ہوگا۔ اس لڑائی کا سبب یہ ہوا کہ جب فتح مکہ کی خبر اطراف و جوار میں منتشر ہوئی تو قبیلہ ہوازن وثقیف نے کہ بڑے قبائل سے تھے باہم مشورہ کیا کہ محمدؐ کا اقتدار دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ اس روز افزوں ترقی سے اندیشہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ اس طرف کا بھی عزم کریں، پس ہم کو چاہیے کہ سبقت کریں اور کل کے کام کے لیے آج تیار ہو جائیں ورنہ ملک و ملت دونوں ہاتھ سے جاتے رہیں گے۔ آس پاس کے قبیلے مثلِ حاتم و نضر و سعدہ بنی ہلال وغیرہ کے بھی ان کی امداد کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ الا قبیلہ کعب و کلاب کہ یہ دو جدا رہے غرض کہ تیس ہزار مرد جوار جمع ہو گئے اور ان سب نے مالک بن عوف نصری کو اپنا سردار، اور ابو جردل کو علم دار بنایا مالک بن عوف ہر چند پہلوان زورمند لیکن نا آزمودہ کار تھا اس نے لشکر کو حکم دیا اپنے عیال و اطفال و مویشی و اموال سب ساتھ لے چلیں تاکہ مال و ناموس کے لیے سپاہی جی توڑ کر لڑیں اور کوئی میدان جنگ سے بھاگنے نہ پائے ایک شخص

ہی ولایت و امامت امیر المومنین کا اذعان دین اسلام کی جان، مگر افسوس کہ بہت بڑا گروہ اس امت کا اصل اصل کا منکر ہی رہا۔ سچ یہ ہے کہ شیطان لعین کا وار چل گیا اور اس نے خلقت کو گمراہ کر ڈالا اور اس طرح مسلمانوں کی مجموعی طاقت و شکوہ و شوکت کا خون ہو گیا، اگر سنی و شیعہ کا یہ خلافت کا اختلاف نہ ہوتا، تو آج دنیا بھر کے مسلمان باہم شیر و شکر ہوتے، ہندوستان میں بھی جہاں سرکارِ انگریزی کے سائے میں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں ان سب اختلافات کا اصل اصول یہی خلافت کا تنازعہ ہے دوسری بات نہیں۔ حضرت رسول خدا کو ابتدا سے اس میں اہتمام تام تھا کہ جیسا یہ امر ضروری و شاندار ہے ویسا ہی اس کی اشاعت بھی بوجہ اہل بہ تکرار ہونی چاہئے چنانچہ سب سے پہلے حضرت نے خلافت مرتضویہ کا بنیادی پتھر اس وقت رکھا جب کہ آیہ شریفہ **وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ** نازل ہوئی ہے پہلے طعامِ قلیل سے جماعت کثیر کو سیر کر کے معجزہ باہرہ دکھلایا پھر خلافت و امامت حضرت امیر کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ کفار براہِ طغر حضرت ابوطالب کو کہتے تھے۔ **لِيَهْنِكَ الْيَوْمَ اِنْ دَخَلْتَ فِي دِيْنِ بْنِ اَخِيكَ فَقَدْ جَعَلَ ابْنُكَ اَمِيْرًا عَلَيْنِكَ** تم کو آج کا دن مبارک ہو کہ اپنے بھتیجے کے دین میں داخل ہوئے اور اس نے تمہارے بیٹے کو تم پر امیر مقرر کیا۔ بعد ازاں تھوڑے عرصہ کے بعد مدینہ کو ہجرت کی، تو آنحضرت کو اپنا وحی و خلیفہ کر کے اپنی جگہ بلکہ اپنے بستر پر اپنی چادر کے نیچے عین تلواروں کے سائے میں چھوڑ گئے تاکہ آپ کی کامل شجاعت اور خالص محبت اور سچی اطاعت ہر ایک کو معلوم ہو۔ اور حجتِ خدا تمام ہو جائے اور لوگوں کی امانتیں ان کو پہنچ جائیں۔ پھر نزولِ آیہ **وَ اِنَّمَا وَلِيْكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ** الخ سے جس خوبی و صفائی کے ساتھ خدا اور رسول کی طرف سے اس امر کا اظہار ہوا محتاج بیان نہیں۔ پھر غزوہ تبوک پر رسول اللہ نے دور کے سفر کا ارادہ کیا تو علی کو مدینہ میں اپنا وحی و جانشین کر کے کہا تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ ہارون موسیٰ سے تھا فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد نبی نہ ہوگا، پھر ابلاغِ سورہ برات میں تمہارا خلافت، حضرت مرتضوی ہی کا اظہار نہیں ہوا بلکہ اوروں سے اس کی نفی کا بڑے زور شور سے اشتہار دیا گیا۔ مگر واہ رے امت کے اس نے بھی اپنی مرضی کر کے چھوڑی گو خدا اور رسول نے چند آیتیں دے کر ان سے واپس لے لیں، اور پکار کر کہہ دیا کہ یہ ان کے پہنچانے کے لائق ہی نہیں، مگر وہ کب مانتے تھے۔ شاباش۔ مذکورہ بالا قصص، کہ ہم ان کو پیشتر اس کتاب میں کسی قدر تفصیل سے لکھ چکے ہیں، اعلانِ خلافت کے مشہور اور معرکہ کے مقامات ہیں ورنہ کتبِ اہل سنت میں تلاش کیا جائے تو صد ہا ہزار ہا مواقع پر اس کی تصریح موجود ہے چنانچہ ہم نے بھی موقعہ بموقعہ ایسی روایات نقل کی ہیں، ابھی حضرت امیر کے یمن کو تشریف لے جانے کے بیان میں خالد ولید کی شرارت اور اپنی امنگ سے بریدہ اسلمی نے آنحضرت کی شکایت کرے پیش گاہِ پیغمبر سے جو انعام پایا ناظرین کو بھولا نہ ہوگا اس موقعہ پر بھی حضرت نے ڈنکے کی

چوٹ کہہ دیا کہ میں اور علیؑ دو قالب اور ایک جان ہیں، وہی میرے بعد امت کے ولی و صاحب اختیار ہوں گے۔ کوئی ان کی نافرمانی نہ کرے **يَا بُرَيْدَةَ لَا تَعْصِيَنَّ عَلِيًّا فَإِنَّهُ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ الْأَمْرِ بَعْدِي** متواترات سے ہے اب ہم اس قصہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں جس کے سامنے مذکورہ بالا تنبیہیں اور تاکیدیں پاسنگ کے برابر بھی نہیں کیوں کہ یہ اختلاف سو دوسو ہزار دو ہزار غایت درجہ پانچ سات ہزار آدمیوں کے سامنے واقع ہوتے تھے خطبہ غدیر خم جس کا حال ہم اس جگہ بیان کرنے والے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے سامنے پڑھا گیا۔ اور تمام سے آپ کی امامت و وصایت کا اقرار لیا گیا۔ پس واضح رہے کہ سفر مکہ و جمعیت مسلمانان سے اس موقع پر خدا اور رسولؐ کو دو امر ملحوظ و مقصود تھے ایک مناسک حج و احکام حلال و حرام کا لوگوں کو تعلیم کرنا دوسرا امامت و خلافتِ امیر المومنین کا عام طور سے اعلان فرمانا۔ پہلا امر بطریق اجمال پیشتر گزارش ہوا دوسرے کی نسبت حق تعالیٰ کی جانب سے بار بار تاکید ہوتی تھی مگر رسولؐ خدا بخوف اصحاب منافقین دشمنان اہل بیت طاہرین اس کے اظہار میں تامل فرماتے تھے تا انیکہ حضرت عرفات میں تشریف رکھتے تھے کہ اس بارے میں مفصل وحی جبریل امین لے کر نازل ہوئے اور بعد تحفہ سلام یہ پیغام پہنچایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اے محمدؐ! جل تمہارے نزدیک پہنچی، اور عمر آخر ہوئی، پس وصی و جانشین کرو اپنا علیؑ بن ابی طالبؑ کو اور علوم گذشتہ و آئندہ کہ تمہارے پاس ودیعت ہیں۔ اور سلاح انبیاء و تابوت سیکینہ وغیرہ علامات و معجزات پیغمبران کہ تم رکھتے ہو سب آنحضرتؐ کو تسلیم کرو اور علم و نشان قرار دو ان کے تئیں درمیان امت کے کہ لوگ ان سے ہدایت پائیں اور تازہ کرو اپنے عہد و بیان کو کہ ان کے مقدمے میں تم نے خلقت کے ساتھ کئے ہیں۔ اور یاد دلاؤ ان کی ولایت و امامت کو کہ ہم پیشتر تمہارے پاس بھیج چکے ہیں بہ تحقیق کہ میں نے کسی پیغمبر کی روح کو قبض نہیں کیا، الا یہ اس کے دین کو کامل اور نعمت کو تمام گردانا، اپنے دوستوں کی ولایت اور دشمنوں کی دشمنی کے ساتھ اس لئے کہ میں زمین کو کبھی امام و پیشوائے خلایق سے خالی نہیں چھوڑتا، تا کہ حجت میری خلق پر تمام ہو۔ پس کامل کیا میں نے اس دین کو، اور تمام کیا اپنی نعمت کو، ساتھ ولایت ولی اپنے علیؑ بن ابی طالبؑ کے کہ وہ مولا ہر مومن و مومنہ کا ہے، اور وصی و جانشین ہے میرے پیغمبر کا، اور خلیفہ اس کا ہے اس کی امت پر بعد اس کے، اور حجت کاملہ خدا ہے اس کی اطاعت، بعینہ مثل محمدؐ کی اطاعت کے ہے اور محمدؐ کی اطاعت مثل طاعت خدا سب پر فرض ہے پس جس نے اس کو پہچانا مومن ہوا، اور جس نے انکار کیا وہ کافر ہے۔ حضرت رسولؐ خدا کو اندیشہ تھا کہ مبادا اہل شقاق و نفاق پر آگندہ ہو جائیں اور کفر جاہلیت کی طرف رجوع کریں۔ کیوں کہ امیر المومنین کے ساتھ ان کی عداوت آپ کو بخوبی معلوم تھی اور جو کینے آنحضرتؐ کی طرف سے سینوں میں بھرے ہوئے تھے اس جناب پر روشن تھے، مجبوراً تبلیغ رسالت میں تاخیر فرماتے تھے تا انیکہ مسجد حنیف میں

پھر وحی ہوئی کہ ولایت و امامت آنحضرتؐ کو ان لوگوں تک پہنچایا اور سب کے مواجہہ میں آپ کو قائم مقام بنانا چاہا مگر وعدہ حفاظت از شر اہل عداوت اس کے ساتھ نہ تھا اس لئے آپ متاثر تھے حقیقت یہ ہے کہ ان احکام میں تعین وقت نہ تھا اگر وقت تبلیغ معین ہو جاتا تو اس سے تجاوز ممکن نہ تھا۔ پس حضرت موقع مناسب کے شرارت اعدا سے حفاظت رہے ڈھونڈتے تھے حتیٰ کہ مناسک حج سے فراغت پا کر متوجہ مدینہ منورہ ہوئے تو موضع کراغ العیم پر پھر اس کی تاکید ہوئی آپ نے فرمایا اے برادر جبریل یہ لوگ قریب العہد بکفر اور علیؑ کے ہاتھ سے صدمہ اٹھائے ہوئے ہیں مجھ کو خوف ہے کہ میری تکذیب کریں اور میرا کہنا ان کے مقدمے میں قبول نہ کریں پس اٹھا رہویں ذی الحجہ کو جب کہ مرکب ہمایوں نواحی غدیر خم سے گزر رہا تھا عین تمازت آفتاب کے وقت یکا یک خطاب با عتاب مع وعدہ عصمت و حفاظت جانب رب العزت سے صادر ہوا یعنی اس آیه شریفہ نے شرف نزول پایا **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ** اے رسول ہمارے پہنچاؤ ان لوگوں کو جو کچھ کہنا نازل ہوا ہے تم پر تمہارے پروردگار کی جانب سے دربارہ ولایت و امامت علیؑ بن ابی طالبؑ کے **فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ** اور جو نہ پہنچایا تم نے اس کو تو چوں کہ یہ امر جزو اعظم دین و ضروری اسلام ہے تم نے رسالت اپنے پروردگار کی ادائیگی نہیں کی **وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** اور مجموعی رکھو شر اشرار سے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں سے محفوظ رکھے گا تفسیر نیشاپوری تفسیر ثعلبی و تفسیر درمنثور سیوطی و تفسیر اسباب نزول وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت سے ظاہر ہے کہ یہ آیه بروز غدیر جناب امیرؑ کے باب میں نازل ہوئی اور مناقب ابن مردودیہ وغیرہ میں عبد اللہ مسعود سے روایت ہے کہ عہد کرامت میں حضرت رسالت اس کو اس طرح پڑھتے تھے **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِنَّ عَلِيًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ** یعنی نام آنحضرتؐ کا اور ولایت آپ کی جمع مومنین پر جس کا ابلاغ منظور تھا، تشریح آیه شریفہ میں موجود تھی بعد زمانہ رسول خدا درودین کے دل سوزوں نے لفظ **إِنَّ عَلِيًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ** کو اس میں سے نکال ڈالا۔ الغرض سواری رسالت پناہ کی عین غدیر خم کے محاذ میں تھی اور اگلا حصہ لشکر کا مقام جحفہ تک کوئی تین میل آگے بڑھ گیا تھا، دن کے گیارہ بجے کے وقت یہ تہذیبی خطاب پہنچا، دوپہر کا وقت گرمی کا موسم عرب کا ملک میدان کی دھوپ مگر حکم حاکم حضرت نے فوراً شتر کی باگ روک لی اور منادیوں کو حکم دیا کہ جو لوگ آگے نکل گئے ہیں ان کو واپس بلائیں اور پیچھے آنے والوں کو روکیں کہ آگے جانے نہ یائیں پس بشارۃ جبریل راستے سے قدرے دینے ہاتھ کو میل کر کے مقام خم غدیر میں جہاں پر کہ اب مسجد نبی ہوئی ہے تشریف لائے اور سواری سے اترے اصحاب بھی آپ کے ساتھ اترے اس جگہ کوئی سامان مسافروں کے آسائش و آرام کا نہ تھا اس لئے یہاں منزل کرنا اصلاً معمول نہ

تھاپس اس صحرائے خالی میں ایسی تیز دھوپ کے وقت راہ گیدوں کے ٹھہرانے سے مصلحت یہ تھی کہ اس امر جلیل القدر کی عظمت سب کو معلوم ہو، اور اس کے ضروری ہونے کو جان جائیں، اور نیز یہاں سے راستے قبائل کے جدا ہوتے تھے آگے بڑھنے میں اندیشہ تھا کہ جمیعت متفرق ہو جائے گی لہذا پس ماندے روک لئے گئے اور آگے والے حکماً لوٹائے گئے۔ اور آپ نے حکم دیا کہ درختوں کے نیچے کی جگہ خس و خوار سے صاف کریں اور پالان شتران سے ایک جائے بلند مثل منبر کے آراستہ ہو، ووضۃ الصفا میں اعلام الوریٰ اور ربیع الابرار سے نقل کیا ہے پس ”حضرت فرمود تا زیر درختان آنموضع را صفا دادند و پالانہائے شتران را جمع کردہ بریریکید گر نہادند باشارت آنحضرت انگاہ بلال موزن مذکور و الصلوٰۃ جامعۃ“

برایتے مذاکرہ و وحی علیٰ خیر العمل خلق مجتمع گشتہ رسول اللہ بر بالائے آں پالانہا برآمد و علیٰ نیز باہر آں سرور بآں موضع برآمدہ در پہلوئے راستہ او بایستاد۔ اس وقت بھی عجیب عالم و طرفہ سماں تھا لاکھ سوا لاکھ آدمیوں کا ایک جگہ جھگٹ آفتاب آسمان کے پتھوں بیچ اپنی پوری تمازت اور تیزی سے سر پر کھڑا آنکھیں دکھا رہا ہے نیچے عرب کی پتھریلی جھلجھلاتی زمین پاؤں میں آبلے ڈالے دیتی ہے ہر طرف جہاں تک دیکھئے ایک دشت پر خار، سایہ کا نام نہیں کیا ہوا جو دو چار پیڑ گرمی کے مارے لوؤں سے کملائے ایک طرف کو دکھائی دیتے ہیں، ان سے کیا ہو سکتا ہے مثل مشہور ہے ایک انار سو پیار، وہ کس کس پر سایہ کرتے پھریں۔ مجبوراً بہتوں نے چادریں سروں پر تان لیں کہ بھیجانہ پک جائے بعضوں نے کپڑے تہ کر کے پاؤں کے نیچے دے لئے کہ جتنا جلتی ریت سے بچیں اتنا ہی غنیمت ہے ایک اونچی جگہ پر رسول خدا ان کے دہنے ہاتھ کو علی مرتضیٰ اس طرح پاس پاس کھڑے ہیں گویا چاند سورج نے ایک برج سے سر نکالا ہے، مومنین کی آنکھیں حضرت خاتم المرسلین کی طرف لگی ہیں کہ کیا زبان مبارک سے ارشاد ہوتا ہے جو کچھ حضرت فرمائیں گے یہ ضرور اس پر امانا و صدقاً کا شور مچائیں گے ادھر یار لوگ بھی ٹاڑ گئے ہیں کہ کوئی انوکھی بات نہیں وہی اساطیر الاولین ہے جس کو سنتے سنتے کان بہرے ہو گئے جو ہمیشہ کھڑے بیٹھے۔ صاف صاف اور اشارے کنایہ سے فرمایا کئے ہیں آج اس کی تاکید مزید ہوگی، بھائی کو بلا کر برابر کھڑا کرنا پکار کر یہی کہہ رہا ہے کہ ان کی خلافت کا ذکر ہے۔ خیر سردست تو اس کا کیا تذکرہ ہو سکتا ہے اب تو بجز اس کے کچھ چارہ نہیں کہ جیسا کچھ کہیں دم بخود سن لو، بلکہ اظہار رضا مندی میں ایک قدم اوروں سے آگے ہی بڑھا رہے تو بہتر ہے تاکہ کسی کو بدگمانی کی گنجائش نہ ملے۔ جو کچھ پخت و پز، ان سے کرتے بنے کر لینے دو، بروقت ہم بھی دیکھ لیں گے کہ یہ نیل کیسی منڈھے چڑھتی ہے۔ ادھر سے بھی اس کے جواب میں وہ تدبیر ہو کہ انشاء اللہ تمہ لگانہ رہے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ کس کی طرف اشارہ ہے۔ یہ وہ بزرگ ہیں جو جلسہ کے ختم ہوتے ہی سب سے پہلے بخ بخ لک یا ابن ابی طالب الخ

پکارے تھے اور پھر جلدی ہی صحیفہ مشومہ کی تیاری میں سرگرم ہو گئے۔ چنانچہ ابھی اس کا بیان آتا ہے۔ القصہ یہاں تو پیٹ میں یہ کھلبلی پڑی ہوئی تھی۔ اور وہاں حضرت افسح عرب و عجم نے زبان گوہر بار کو کھولا اور ایک خطبہ مشتمل بر حمد و ثنائے جنابِ احدیت و پند و نصیحت امت اس طلاق و ذلاقت سے ادا کیا کہ بڑے بڑے فصحا و بلاغاً محو سماعت تھے۔ یہ خطبہ تمام کتب مبسوط میں منقول ہے۔ یہاں بنظر اختصار بہت سا اس سے چھوڑ دیا گیا۔ پس حضرت نے اپنی رحلت کی خبر دی فرمایا۔ اِنِّی قَدْ ذُعِیْتُ وَیُوشِکُ اَنْ اُحِیْبَ وَقَدْ جَانَّ مَنِّیْ حَقُوْقُ مَنْ بَیْنِ اَظْهَرُ کُمْ اَیُّهَا النَّاسُ مجھ کو مرگ کی طرف بلایا ہے عنقریب اجابت کرنے والا ہوں بہ تحقیق کہ وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان سے غائب و پوشیدہ ہو جاؤں اِنِّیْ مُخْلِیْفُ فِیْکُمْ مَا اَنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہِ لَنْ تَصْلُوْا مِنْ بَعْدِیْ کِتَابُ اللّٰہِ وَعَتْرَتِیْ میں تمہارے درمیان دو شے چھوڑتا ہوں کہ اگر تم ان سے تمسک کرو گے تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے وہ شے کتابِ خدا اور میری عترت ہے۔ اِنَّ السَّلَاطِیْفَ الْخَبِیْرَا خَبَرْنِیْ بِاَنْھِمَا لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَی الْحَوْضِ بہ تحقیق کہ خدائے لطیف و نجیر نے مجھ کو خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے جب تک کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں پس فرمایا اَللّٰھُمَّ کَلْ بَلْعَتْ پروردگار آ یا میں نے تیری رسالت پہنچائی پھر اور مناقب و مغاخر امیر المومنین بیان کئے اور ہر فصل کے بعد کہتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ کَلْ بَلْعَتْ تا انیکہ آخر میں با واز بلند فرمایا السُّتْ اُولٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ آ یا تمہارے لئے تم سے میں اولیٰ بتصرف نہیں ہوں۔ بروایت کہا اَلَسْتُمْ تَغْلِبُوْنَ اِنِّیْ اُولٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ یعنی تم نہیں جانتے کہ میں تمہارے نفوس سے تمہارے لئے اولیٰ بتصرف ہوں بروایت مشکوٰۃ دومرتبہ اس عبارت کو کہا اور صواعقِ محرقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ فرمایا۔ سب نے کہا بے شک آپ ایسے ہی ہیں یعنی ہم سے زیادہ ہم پر اختیار رکھنے والے ہیں۔ جب سب سے یہ اقرار لے لیا اس وقت امیر المومنین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر بلند کیا بعد یکہ سفیدی بغل دونوں کی دکھائی دی۔ بروایت روضۃ الصفا۔ ”دستِ علیٰ را گرفتہ از بالا نہائے شتر برداشت چناں کہ قدمِ امیر برزانوئے پیغمبر رسید۔“ یہ بڑی طاقت کا کام تھا سو آپ کی طاقت میں شک ہی کسے ہے پس فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَہَذَا عَلَیْ مَوْلَاہُ اللّٰھُمَّ وَالْ مَنْ وَاوَاہُ وَعَاہُ مِنْ عَاہَاہُ وَاَنْصُرْ مَنْ نَصَرَتْہُ وَاَخْذُلْ مَنْ خَذَلَتْہُ جس کا میں مولا و آقا ہوں یہ علیؑ اس کا مولا و آقا ہے بار الہی دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھے اس کو جو اسے دشمن رکھے اور نصرت دیاری کر اس کی جو علیؑ کی نصرت دیاری

کرے اور ترک نصرت کر اور مخدول فرما اس کے تئیں جو علی کو مخدول کرے۔ خطبہ کوفہ غدیرین اور روضۃ الاحباب میں ہے۔ فرمود اَلَسْتُ اَوَّلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یعنی آیا ”سیستم من اولیٰ بمؤمنان از نفسہائے ایشان وروایت آئندہ فرمود گویا ہر عالم بقا خواندند و من اجابت نمودم بدانند کہ من در میان شہادہ امر عظیم میگزارم“ کے از دیگرے بزرگتر است“ قرآن و اہل البیت من بہ سبند و احتیاط کنند بعد از من کہ مآں دواہر چگونہ سلوک خواہید نمود و رعایت حقوق آنہا نہ کیفیت خواہید کرد و آں دواہر از یکدگر ہر گز خدا نخواہند شد تا رب حوض کوثر بمن رسد آنگاہ فرمود۔ بدرستیکہ خدائے تعالیٰ مولائے من است“ و من مولائے جمیع مومنانم بعد از ان دست علی را گرفت و فرمود۔ ”مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْهِ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مِنْ وَاِلَآہُ وَعَادَ مَنْ عَادَاہُ وَاخْذَلْ مَنْ خَذَلْہُ وَاَنْصُرْ مَنْ نَصَرْہُ وَاْدِرْ الْحَقَّ مَعِیْ حَيْثُ كَانَ۔“ یعنی دعائے مذکورہ بالا کے سوا اس قدر اور دعا کی کہ خداوند اگر دشمن دے حق کو جس طرف کہ علی گردش کرے۔ الغرض بعد اتمام خطبہ آپ نے پھر فرمایا اَللّٰهُمَّ اَشْہَدْ عَلَیْہِمُ خداوند اتوان پر شاہد ہو پس منبر سے اترے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اس وقت زوال آفتاب ہو گیا تھا موزن نے اذان ظہر کی کہی اور آپ نے نماز ظہر بجماعت ادا کی۔ واضح رہے کہ یہ حدیث مشہور و متواتر ہے فریقین سے کوئی اس کی صحت و تواتر میں کلام نہیں کر سکتا۔ شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے بلا شک و شبہ اور بزرگان محدثین نے مثل ترمذی و نسائی و احمد بن حنبل کے اس کو روایت کیا ہے اور طرق اس کے بہت زیادہ کثرت سے ہیں۔ چنانچہ سولہ صحابیوں نے اس کو غنیمت خدا سے روایت کیا ہے حالانکہ اس سے پیشتر یہی ابن حجر روایت پیشمازی ابو بکر کو آٹھ صحابیوں کی روایت کے دعوہ سے متواتر کہہ چکا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ بروایت احمد بن حنبل تیس صحابی نے حدیث غدیر کو رسول خدا سے سنا اور عہد خلافت امیر المومنین علی بن ابی طالب میں جب اس پر نزاع ہوئی تو اس کی شہادت دی اور نیز ابن حجر مذکور اکثر اسناد اس کی صحیح و حسن بتاتا ہے اور رد کرتا ہے قول اس کا جس نے فقرہ اَللّٰهُمَّ وَالِ مِنْ وَاِلَآہُ الخ کو وضعی کہا ہے یہ حال اس کتاب کا ہے جو خالص ابطال مذہب شیعہ کے لئے لکھی گئی ہے اور جس کا نام بکمال سوز و گداز صواعق محرقہ (برقبائے سوزندہ) فی الرد علی اہل البدع والزندہ لکھا ہے ورنہ راوی اس حدیث شریف کے بقول دیگر اہل سنت سیکنکڑوں ہیں ابن مغازلی شافعی کتاب مناقب میں کہتا ہے کہ اس کو تقریباً سوا صحابیوں نے نقل کیا ہے کہ عشرہ مبشرہ ان میں داخل ہیں یہ حدیث ثابت و واقع ہے مجھ کو معلوم نہیں کہ علی کس لئے اس فضیلت سے مخصوص ہوئے اور کس لئے کوئی دوسرا ان کا شریک نہ ہوا۔ اور ابو العباس ہمدانی مشہور بہ ابن عقدہ نے ایک کتاب مسکئی بولایت خاص اس باب میں لکھی ہے اور اس میں اس حدیث کو ایک سو پانچ طریق سے

روایت کیا ہے اور شیخ عماد الدین ابن کثیر شامی کشفی اپنی تاریخ کبیر میں محمد بن جویری طبری کے حال میں لکھتا ہے کہ اس نے ایک کتاب ضخیم دو جلدوں میں لکھی ہے۔ جس میں روایات حدیث غدیر خم کو جمع کیا ہے۔ اور ابوالمعالی جوینی معروف بہ امام الحرمین سے نقل کیا ہے کہ وہ تعجب کرتا تھا کہ میں نے بغداد میں ایک کتاب ایک صحاف کے پاس دیکھی کہ اس کی پشت پر یہ عبارت تحریر تھی۔ **المجلد الثامن والعشرون من طرق حدیث من کُنْتُ مَوْلَاهُ فہذا علی مَوْلَاهُ** کہ یہ اٹھائیسویں جلد ہے بیان طریق حدیث غدیر سے۔ الحاصل اس حدیث کی صحت و تواتر میں کلام کرنے والا تو بریلی کے پاگل خانے کے لائق ہے نہ کہ ارباب اللولالباب کے جواب و خطاب کے قابل، اس لئے جب اکثر اہل سنت نے دیکھا کہ اس کی سند میں تو کسی طرح گفتگو کی مجال نہیں اور اس کو اس کے اصلی معنوں پر رہنے دینے میں بھی قباحت عظیم کا سامنا ہے کہ سارا کھیل ہی بگڑا جاتا ہے، یعنی خلافت خلفا غلط ہی درہم برہم ہوئی جاتی ہے تو وہ اس کی تاویل کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے لفظ مولیٰ بمعنی اولے بتصرف، یعنی ولی و امام لغت میں نہیں آیا، مراد یہاں دوست یا ناصر ہے۔ یعنی حضرت نے فرمایا ہے کہ جس کا میں دوست ہوں علی اس کا دوست ہے۔ ہم ابو عبیدہ وغیرہ مستند لوگوں کے کلام سے کہ اہل لغت کے دار و مدار ہیں اور انہوں نے مولیٰ کو اولیٰ بتصرف سے تفسیر و تعبیر کیا ہے اس مقام پر قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ مراد اولیٰ بتصرف سے مالک امور و صاحب اختیار یعنی سید و سر دار ہے گو لفظ مولیٰ ان معنوں میں زبان عرب میں شائع ہے ہر قبیلہ میں اپنے بزرگوں اور سرگروہوں کو بلفظ مولیٰ یعنی سید مطاع و اولیٰ بتصرف خطاب کرتے ہیں بلکہ ان معنوں میں کثرت استعمال کی وجہ سے مولیٰ لفظ عبد کا مقابل قرار پا گیا ہے چنانچہ کہتے ہیں **اھانة العبد اھانة المولیٰ** کہ غلام کی تحقیر بعینہ اس کے آقا کی تحقیر ہے۔ ابن اثیر نہایت یہ میں کہتا ہے **وقد تكرر المولیٰ فی الحدیث وهو اسم یقع علی جماعة كثيرة فهو الرب والمالك والسید الخ** کہ لفظ مولیٰ کا ذکر احادیث میں بکثرت آیا ہے وہ ایک اسم ہے کہ جماعت کثیر پر مثل رب و مالک و سید وغیرہ کے بولا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ مالک و سر دار متولیٰ امور سب معنوں میں بولا جاتا ہے۔ خود ابن حجر نے صواعق محرقة میں اقرار کیا ہے کہ مولیٰ چند معنوں میں مشترک ہے اور منجملہ ان کے متصرف فی الامر کو اشار کیا ہے پس یہی متصرف فی الامر ہونا یہاں کافی ہے اس لئے کہ جب رسول اللہ نے فرمایا کہ جس کا میں متصرف فی الامر ہوں، علی اس کا متصرف فی الامر ہے تو پھر امامت و خلافت میں کیا باقی رہ گیا، جس طرح کا تصرف مسلمانوں کے کاروبار میں رسول مختار کو حاصل تھا وہ تمام حیدر کرار کے لئے ثابت ہو گیا۔ علاوہ برائیں سیاق کلام بلاغت نظام حضرت خیر الانام خود کہہ رہا ہے کہ یہاں بجز امامت دوسرے معنی مراد نہیں ہو سکتے کیوں کہ **من کُنْتُ مَوْلَاهُ** کوئی جملہ

جدا گانہ نہیں وہ فقرہ الست اولیٰ بکم من انفسکم کے بعد اور اس پر مضرع ہے یعنی پہلے آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ میں تمہارے نفوس سے اولیٰ بتصرف ہوں یا نہ جب سب نے اس کا اقرار کیا تو آپ نے فوراً فرمایا من کنت مولاه فهذا علیٰ مولاه اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولیٰ سے بھی آپ نے وہی اولیٰ بکم من انفسکم معنی مراد لئے ہیں ورنہ سیاق کلام بگڑ جائے گا دیگر یہ کہ الفاظ مشترکہ سے ہمیشہ کوئی خاص معنی بلحاظ قرینہ و موقعہ کے سمجھے جایا کرتے ہیں تو اب دیکھنا چاہیے کہ یہاں لفظ مولیٰ سے کن معنوں کے سمجھنے کا موقعہ ہے ولی امور و اولیٰ بتصرف کا۔ یا جیسا دوسرے حضرات کہتے ہیں دوست اور ناصر کا۔ سو تمام قرائن حالیہ و مقالیدہ آواز بلند پکار رہے ہیں کہ اس جگہ سوائے اولیٰ بتصرف یعنی امام و خلیفہ کے کوئی اور معنی ٹھیک ہی نہیں بیٹھے۔ اول تو حق تعالیٰ کی طرف سے اس غضب کی تاکید کہ اے نبی ہمارے پہنچا تو اس رسالت کو نہیں پہنچائے گا۔ تو تو نے کوئی رسالت ہماری پہنچائی ہی نہیں۔ کیوں کہ اکثر محدثین و مفسرین اہل سنت ثقلانی و سیوطی و نیشاپوری وغیرہ نے جیسا کہ پیشتر گزرا اس کا اقرار کیا ہے کہ آیہ **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ أَلْحِ بَرُوزْ غَدِيرِ** امیر المومنین میں نازل ہوئی۔ پھر رسول اللہ کا ایسے ناوقت جلتی دھوپ میں ہزاران ہزار خلق اللہ کو ایک چنیل میدان میں اتارنا اور آگے گئے ہوؤں کو تین تین کوس سے گھیر کر پیچھے ہٹانا پھر منبر پر جا کر اپنی رحلت کی خبر دینا اور اس کے ساتھ ہی فضائل و مناقب حضرت امیر کو بیان کرنا کیا یہ سب کچھ اسی لئے تھا کہ جتلا یا جائے کہ علیٰ محبت یا ناصر مسلمانان ہیں کیا وہ حضرت پہلے ان کے دشمن تھے جواب دوست ہوئے کیا آیہ **الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ** سے یہ عقدہ حل نہیں ہوا تھا اور کیا آپ کا ناصر اسلام و مسلمین ہونا کسی فرد بشر پر مخفی تھا کیا نصرت اسلام میں جو عظیم مہمات آپ کے مبارک ہاتھوں سے سر ہوئی تھیں جمادات تک اس کے شائد نہ تھے۔ پھر ایسے صریح و صاف امر کے اظہار کے لئے کیوں خدا کو ایسا اصرار تھا اور کاہے کو پیغمبر نے اتنی سی بات کے واسطے خلقت کو تہ و بالا کر دیا کس لئے پہاڑ کھود کر ایک گھاس کا تنکا نکالا گیا۔ تعصب بھی کیا بری بلا ہے۔ کیسے بڑے معرکہ کے معاملے کو منایا جاتا ہے اور کس طرح چاند پر خاک ڈالی جاتی ہے طرہ یہ کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر مولیٰ کے معنی اولیٰ بتصرف بھی ہوں تب بھی اتنا ہی ثابت ہوگا کہ وہ حضرت فی وقت من الاوقات خلیفہ تھے خلافت بلا فصل تو اس وقت بھی پایہ نبوت کو نہ پہنچے گی۔ سو اس کو تو سب ہی مانتے ہیں کہ حضرت علیٰ چوتھے درجہ پر خلیفہ تھے۔ اس حقیر نے پہلے پہل یہ تاویل علیل تحفہ عزیز یہ میں دیکھی تھی اور جانا تھا کہ شاہ صاحب کی مجلسی عادت ہے کہ الزام دہی خصم کے شوق میں ہر رطب دیا بس لکھ دیا کرتے ہیں ایسے ہی یہ لچر بات بھی ان کے قلم سے نکل گئی ہے مگر جب کتابیں دیکھتے دیکھتے معلوم ہوا کہ اصل اس کی ملا سعد الدین تفتازانی سے ہے انہوں نے شرح مقاصد

میں اس توجیہ کو لکھا ہے نہ صرف لکھا ہے بلکہ اس پر فخر و ناز کیا ہے کہ یہ ہمارا ہی حصہ ہے کسی کو پہلے سے نہ سوجھی تھی۔ اس وقت بلا مبالغہ عرض ہے کہ مجھ کو سخت تعجب ہوا کہ ہیں اتنا بڑا عالم اور ایسی موٹی سمجھ کسی کے قیاس میں آ سکتا ہے کہ ایسے بڑے اہتمام سے تو خدا اور رسول خلیفہ و امام مقرر کریں مگر چوتھے درجہ کا کریں اور پہلے تین درجوں کا ذکر کبھی بھول کر بھی زبان پر نہ لائیں اتنی بات اس فاضل کے ذہن میں نہ آئی کہ اگر کوئی مرشد مطاع اپنے کسی خاص الخاص مرید کو یا مثلاً کوئی بادشاہ عالیجاہ اپنے قریبی رشتہ دار کو اپنا قائم مقام و جانشین کرے اور اپنے مریدوں اور رعایا کو کہے کہ یہ میرا خلیفہ اور تم سب کا سید و سردار ہے تو کیا اس کا روائی سے ان لوگوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ شخص اس مرشد یا بادشاہ کے مرنے کے بعد چوتھے درجہ پر اس کا خلیفہ ہوگا اور پہلے تین درجوں میں اس کے دیگر مریدوں و ملازموں کو کہ وہ بھی اس کے ماتحت ہو چکے تھے اس کا خلیفہ بننا چاہئے۔ اب ہم باقی واقعات متعلقہ اس قصہ کے لکھتے ہیں کہ ان سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ مراد اس تبلیغ سے تبلیغِ امامت و خلافتِ امیر المومنین ہے اور معنی مولیٰ کے صرف اولیٰ بہ تصرف ہیں اور کچھ نہیں اور زیادہ تر انہیں کی کتابوں سے لکھتے ہیں۔ روضۃ الصفا میں روایت سابقہ منقولہ از اعلام الوری و ربیع الاربار کے ضمن میں ہے۔ ”پس فردا و آمد و در خیمہ خاص بہ نشست و فرمود کہ امیر المومنین علیؑ در خیمہ دیگر بہ نشید بعد از ان طبقات خلایق را امر کرد کہ بخیمہ علیؑ رفتند و زبان بہ تہنیت آنحضرت کشادند و چون مردم از اس امر فارغ شدند امہات بفرمودہ خولجہ کائنات نزد علیؑ رفتہ اور اتہنیت گفتند از جملہ اصحاب عمر بن الخطاب گفت خوشحال تو اے علیؑ کہ صبح کردی مولائے جمیع مومنین و مومنات“ اتنی۔ حضرت خلیفہ ثانی کا (و بروایت صواعق محرقة و ابوبکرؓ دونوں کا) اس منصبِ عظیم پر آنحضرت کو مبارک باد دینا قریب قریب تمام کتبِ اہل سنت میں جن میں حدیثِ غدیر نقل کیا ہے لکھا ہوا ہے اور یہ عبارت ان سے روایت ہوئی ہے **بَخْ بَخْ لَكَ هُنِثَا لَكَ يَا ابْنَ طَالِبٍ اصْبَحْتَ مَوْلَايَ وَ مَوْلَا كُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَةٍ** کہ خوشحال تمہارا یا مبارک و گوارا ہوتم کو اے پسر ابوطالب کے کہ تم میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا و سردار ہو گئے ہو۔ روضۃ الاحباب میں ہے ”و مر دیست کہ قدوہ اصحاب عمر بن الخطاب گفت کہ اے علیؑ بامداد کردی مولائے من و مولائے ہر مومن و مومنہ“۔ تمام ہوئی عبارت روضۃ الاحباب کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مبارکباد اس امر پر دی گئی ہے جو ان کے گمان میں پہلے نہیں تھا اب حادث ہوا ہے۔ پس وہ امرِ خلافت و امامت ہی ہو سکتا ہے نہ کہ نصرت و محبتِ مومنین و مومنات کہ یہ ہمیشہ آپ کے لئے ثابت ہے۔ کتبِ شیعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت نے غدیر میں تین روز قیام کیا اس عرصہ میں لوگ حسب الامر غول کے غول خیمہ امیر المومنین میں جاتے اور بلفظ السلام علیک یا امیر المومنین آپ کو سلام کرتے اور مبارکباد دیتے تھے اس منصبِ جلیل کے پہلے ابوبکرؓ وغیرہ مہاجرین نے

آپ سے بیعت کی، پھر انصار نے، پھر قبائل عرب درجہ بدرجہ اس سے مشرف ہوئے ہر ایک گروہ کہ بیعت کرتا تھا حضرت رسالت پناہ فرماتے تھے۔ **الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ** خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو تمام عالم کے لوگوں پر فضیلت بخشی، مرد فارغ ہوئے تو ازواج رسول اللہ نے مع دیگر عورات مسلمین تہنیت و مبارکباد کہی، مودۃ القربی وغیرہ میں حضرت عمرؓ خطاب سے منقول ہے کہ بروز غدیر ایک جوان خوب رو بہ لباس ہائے مشک بومیر سے برابر کھڑا تھا جب رسول اللہ نے خطبہ تمام کیا اور لوگ آنحضرت سے اور علی بن ابی طالب سے مصافحہ کرنے لگے تو اس نے کہا، قسم بخدا میں نے کسی کام میں ایسی تاکید و تشدید نہیں دیکھی تھی، جیسی کہ آج رسول اللہ نے اپنے بھائی اور ابن عم کے لئے عقد خلافت کو مستحکم کیا ہے، کوئی اس عقد کو نہ کھولے گا، الا یہ کہ خدا اور رسولؐ سے کافر ہو جائے گا بہ تحقیق کہ ویل و عذاب ہے اس کے لئے جو اس کے کھولنے کا ارادہ کرے، بروایت اس جوان نے خلیفہ صاحب کے مونڈھے پکڑ کر ہلائے کہ اے عمرؓ تو اس عقد کو نہ کھولیو بیعت مانع ہوئی کہ آپ اس سے نام و نشان اس کا دریافت کریں مجبوراً رسول اللہ کی خدمت میں آئے اور قصہ اس جوان رعنا کا نقل کیا آپ نے فرمایا اے عمروؓ جو ان جبرئیل تھا اور تجھ کو تنبیہ کرتا تھا زہار کہ اس عقد کو نہ کھولیو۔ کیوں کہ ایسا کرے گا تو خدا اور رسولؐ اور تمام مومنین تجھ سے بے زار ہوں گے۔ اور نیز سنی و شیعہ نے روایت کی ہے کہ اس وقت حسان بن ثابت انصاری شاعر نبیؐ نے اجازت چاہی کہ اس مبارک موقع کی یادگار میں کچھ اشعار کہے رسول اللہ نے کہا قل یا حسان علی اسم اللہ کہہ اے حسان بنام خدا، تو اس نے ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر چند اشعار آبدار پڑھے جن سے جناب امیرؓ کا خلیفہ بلا فصل ہونا بخوبی ظاہر ہے اول اس کا یہ ہے۔

يُنَادِيهِمْ يَوْمَ الْعَدِيرِ نَبِيُّهُمْ

بِخَمٍّ وَاسْمِعَ بِالنَّبِيِّ مَنَادِيَا

یعنی رسولؐ خدا بروز غدیر خم کے مقام میں ان کو پکارتے تھے اور لوگ بکثرت ان کی آواز کو سن رہے تھے پھر دو شعروں کے بعد کہا۔

فَقَالَ لَهُ قُمْ يَا عَلِيُّ فَاَنْبِي

رَضِيَّتَكَ مِنْ بَعْدِي اِمَامًا وَّهَادِيًا

ترجمہ: رسول اللہ نے ان کو کہا اے علیؓ اٹھ بہ تحقیق کہ میں راضی ہوا کہ تو میرے بعد امام و ہادی اناام ہو۔ یہ اشعار تذکرہ خواص الامتہ سبط ابن جوزی و کفایۃ الطالب یوسف کجی شافعی و مناقب خوارزمی وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں نقل

خدا تمام ہو ورنہ بغیر اس کے دین کے ادھورا اور نعمت کے ناقص رہ جانے کا اندیشہ ہوا، ایسی نصرت و محبت ہرگز خلافت و امامت سے کم درجہ کی کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ ثعلبی وغیرہ نے علماء تفسیر آیہ شریفہ **سَسْأَلُ سَائِلٌ بَعْدَ ابْنِ** میں روایت کی ہے کہ جب رسول خدا نے بروز غدیر لوگوں کو جمع کیا اور علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا **مَنْ كُنْتُ** **مَوْلَاهُ فَعَلَى مَوْلَاهُ** تو یہ خبر بسبب منتشر ہونے آدمیوں کے تمام شہروں میں پھیل گئی اور شائع ہوئی حکایت **حَارِثُ بْنُ نَعْمَانَ** فہری: ایک شخص مسمی حارث بن نعمان فہری نے اس کو سنا تو اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور مدینہ آیا شتر کو بیرون مسجد باندھ کر خود اندر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اس نے آ کر کہا یا محمد تم نے ہم کو امر کیا کہ کلمہ پڑھو اور شہادت دو و حدانیت خدا اور میری رسالت کی، ہم نے اس کو قبول کیا۔ پھر حکم دیا کہ نماز پنجگانہ بجالاؤ اس کو بھی سر پر رکھا پھر کہا کہ زکوٰۃ دو وہ بھی مانا۔ روزہ ہائے ماہ رمضان کو فرمایا اس کو بھی منظور کیا حج خانہ کعبہ کے لئے کہا وہ بھی بجالاؤ مگر تم ان سب باتوں پر راضی نہ ہوئے تا انکہ اپنے بھائی کے بازوؤں کو پکڑ کر اٹھایا اور ہم سب پر اس کو فضیلت دی اور خلیفہ بنایا اور کہا جس کا میں مولی ہوں اس کا علی مولی ہے۔ اب یہ فرمائیے کہ یہ بات آپ نے اپنی طرف سے کہی ہے یا خدا کی طرف سے حضرت نے فرمایا قسم ہے خدائے وحدہ لا شریک کی کہ یہ بات میں نے خدا کی جانب سے کہی یہ نہ کہ حارث اپنی سواری کی طرف چلا۔ اور کہتا تھا **اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ مَا قَالَ مُحَمَّدٌ حَقًّا فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوْ ثِقْنَا بِعَذَابِ إِلَيْهِمْ** بار خدا یا اگر جو کچھ کہ محمد کہتے ہیں راست ہے تو ہم میں تاب اس کی نہیں آسمان سے ہم پر پتھر برسائے یا کوئی اور عذاب دردناک ہم پر نازل کر راوی کہتا ہے کہ ہنوز اپنی سواری تک نہ پہنچا تھا کہ ایک پتھر خدا کی طرف سے اس کے سر پر گر اور اس کے نیچے سے نکل گیا اور وہ داصل جہنم ہوا اس وقت حق تعالیٰ نے یہ آیت شریفہ نازل کی **سَسْأَلُ سَائِلٌ بَعْدَ ابْنِ** **وَأَقْعَ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ** کہ سوال کیا ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کا جو کافروں کے واسطے ہے اور کوئی اس کو دفع نہیں کر سکتا۔ عبارت غزالی: انصاف کیا ہے اس مقام پر محمد غزالی امام اہل سنت نے اپنی کتاب **سِرِّ الْعَالَمِينَ** و کشف مانی الدارین میں جیسا کہ ابن جوزی نے اس سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا **أَسْفَرَتْ الْحَجَّةُ وَأَجْمَعَتِ الْجَمَاهِيرُ عَلَى مَتْنِ الْحَدِيثِ فِي يَوْمِ غَدِيرِ خَمٍ بِاتِّفَاقِ الْجَمْعِ وَهُوَ يَقُولُ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَى مَوْلَاهُ** فقال عمر بن الخطاب بخ بخ لك يا ابا الحسن اصبحت مولائي و مولاكل مومن و مومنة یعنی صاف اور روشن ہوئی حجت اور جمع ہوئی جمہور امت اور پر متن حدیث غدیر کے اور اتفاق کیا انہوں نے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے **مَنْ كُنْتُ**

مَوْلَاہُ فَعَلٰی مولاہ پس کبھی عمرؓ نے یہ عبارت منتخب الخ اس کے بعد امام غزالی کہتے ہیں فہذا تسلیم و رضا و تحکیم ثم بعد ذالک غلب اھوی لحب الریاسة و حمل عمود الخلافة و عقود البزد و خفقان الهواء فی قعقة الرايات و اشتباك ازدهام الخیول و فتح الامصار و سقاہم کاس الھوی فحملہم علی الخلافة فعاد والی الخلاف الاول فنبذوہ و راء ظھورہم و اشتر و ابہ ثمنا قليلا فبئس ما یشترون۔ یعنی یہ کہنا عمرؓ کا خلافت علیؓ کو مان لینا ہے اور اس پر راضی ہونا اور آنحضرت کو حاکم سمجھنا مگر بعد اس کے ہوائے نفسانی نے واسطے حاصل کرنے کی ریاست و حکومت فانی کے غلبہ کیا۔ ایک ریاست بزرگ کا ہاتھ آنا اور جھنڈا خلافت کا ملکوں میں گڑ جانا اور علم کے پھریروں کا ہوا میں اڑنا اور ہوا کا بیروقوں سے لپٹنا اور گھوڑوں کا دو طرفہ جلوس میں چلنا اور گھوڑوں کے پیروں کی کثرت سے مثل جال کے معلوم ہونا اور ملکوں اور شہروں کو فتح کرنا، ان باتوں نے ان کو جام خواہش پلا کر بے خود کر دیا اور یہی بے خودی خلافت کا باعث ہوئی اور اپنی حالت سابق کی طرف انہوں نے عود کیا اور اس عہد کو اپنی پس پشت ڈالا اور ایک ادنیٰ شے کو یعنی حکومت دنیا کو خرید کیا پس کیا بری شے ہے جو انہوں نے خرید کی۔ اب ہم قصہ غدیر خم کو ختم کرتے ہیں مگر اس قدر اور کہتے ہیں کہ ہر چند فضائل اس روز مبارک یعنی ۱۸ ذی الحجہ کی کتب شیعہ میں بکثرت منقول ہیں الا کتب اہل سنت بھی اس سے خالی نہیں۔ مودۃ القربی میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ جو شخص ۱۸ ذی الحجہ کو روزہ رکھے ایسا ہے جیسا کہ اس نے ساٹھ مہینے برابر روزے رکھے ہوں کیوں کہ وہ ایک روز ہے جس میں کہ رسول اللہ نے غدیر خم میں علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا من كنت مولاه فعلى مولاه پہلے گزرا کہ غزوہ تبوک سے مراجعت کے وقت کچھ منافقین نے شتر سواری رسول اللہ کو بھڑکانا چاہا تھا کہ آپ اس کی پشت سے گر کر جاں بحق ہوں، اسی طرح ان لوگوں نے اس وقت بھی حجۃ الوداع سے واپس آنے میں اس کا ارادہ کیا تفصیل اس اجمال کی بروایت حذیفہ بن الیمان یہ ہے کہ جب مکہ میں آنحضرت کو وحی ہوئی کہ امیر المومنین کو اپنا وصی و جانشین مقرر کریں اور علوم گزشتہ و آئندہ، کہ آپ کے پاس ودیعت ہیں ان کو پہنچائیں، تو آپ نے ایک شب و روز حضرت امیرؓ کے ساتھ خلوت کر کے تمام علوم و حکم آنحضرت کو تفویض کئے، اتفاقاً وہ روز جناب عائشہ کی باری کا تھا وہ اس کی تاک جھانک میں رہیں۔ چوں کہ بیوی گھر کی رہنے والی، شوہر کی خوبو سے واقف تھیں پاگئیں کہ کیا معاملہ ہے، مگر حضرت رسول خداؐ بہ نظر مصلحت مذکورہ بالا نہیں چاہتے تھے کہ ابھی یہ راز افشا ہو بنا بریں آپ نے فرمایا اے عائشہؓ میں چاہتا ہوں کہ ایک عام مجلس کر کے علیؓ کو خدا کے حکم کے بموجب امام و پیشوائے خلق اور اپنا خلیفہ مقرر کروں تمام

خلائق پر اس کو ظاہر کر کے سب سے اس کا اقرار لوں گا مگر تجھ کو چاہئے کہ جب تک میں نہ کہوں اس راز کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھے اگر اس کی حفاظت کرے گی تو حق تعالیٰ تجھ سے راضی و خوشنود ہوگا اور دنیا و عقبیٰ میں تیری حفاظت کرے گا ورنہ تمام اعمال خیر تمہارے ضبط اور ضائع ہو جائیں گے اور خدا اور رسولؐ کی نافرمان ٹھیرے گی لیکن ان بیوی صاحب میں اتنی تاب کہاں تھی خاص کر ایسے ضروری معاملے میں، کہ چپ رہتیں، اس وقت تو حضرت کے سامنے سب کچھ قول و قرار کر لئے مگر تھوڑی ہی دیر میں اپنے باپ ابو بکرؓ سے اس کو لے بیٹھیں ابو بکرؓ سے عمرؓ کو اور ان سے ابو عبیدہ و جراح و عبد الرحمن عوف وغیرہ تمام دوستوں اور ہوا خواہوں کے پاس تار برقی کی طرح یہ خبر پھیل گئی اور لگے یہ حضرات مشورے کرنے اور تدبیریں سوچنے آخر قرار پایا کہ قبل اس کے کہ یہ ارادہ وقوع میں آئے حضرت رسالتؐ پناہ کے مار ڈالنے کی تدبیر کرنی چاہئے فکر کرتے کرتے مشاورت غزوہ تبوک والی صورت پر آ کر ٹھہری اور عقبہ ہرشی کی جھفہ سے کچھ آگے بڑھ کر ہے اس کام کے لئے تعین ہوا، ادھر مصلحت الہی فحوائے مکر و اومکر اللہ واللہ خیر المساکین۔ اس کی مقتضی ہوئی کہ جس قدر جلد ہو یہ مرحلہ طے ہونا چاہئے۔ پس مقام غدیر میں دربار عام ہو کر یہ مہم باحسن الوجہ انصرام کو پہنچی چنانچہ مفصل حال اس کا پیچھے بیان ہوا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر ان حضرات کے حوصلے ذرا پست نہ ہوئے بلکہ اس سے زیادہ تران کے عزم میں پختگی اور سختی ہو گئی پس حضرت نے وہاں سے کوچ کیا۔ اور باقی دن اور رات کو چلتے رہے تا انیکہ عقبہ ہرشی پر پہنچے یہ لوگ پہلے سے آگے جا کر پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو گئے تھے اور ڈھیلے پتھر وغیرہ اونٹ کے بھڑکانے کے سامان وہ اپنے ساتھ لیتے گئے تھے۔ حذیفہ بن یمانؓ راوی حدیث کہتے ہیں کہ رسولؐ خدا قریب عقبہ کے پہنچے تو مجھ کو اور عمارؓ یا سر کو بلایا اور عمارؓ گواہ کیا آگے سے مہار ناقہ کی پکڑے اور مجھ کو حکم دیا کہ اس کے پیچھے رہوں تا انیکہ عقبہ پر پہنچے منافقوں نے پتھر ناقہ کے پیروں میں لڑکائے ناقہ جھجکا اور قریب تھا کہ بھڑک کر حضرت کو پشت سے گرا دے، آپ نے اس کو آواز دی کہ سنا کن ہو کہ تجھ کو کچھ خوف نہیں پس ناقہ بزبان فصیح گویا ہوا، یا رسولؐ اللہ میں ہرگز ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤں گا جب تک کہ آپ مجھ پر سوار ہیں منافق لوگ آگے بڑھے تاکہ اس کو ہاتھوں سے نیچے دھکیل دیں اس وقت میں نے اور عمارؓ یا سر نے تلواریں سونت لیں اور ان کی طرف دوڑے رات نہایت تاریک تھی وہ اپنی تدبیر سے مایوس ہو کر پیچھے کو لوٹ گئے۔ اس وقت میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ کون لوگ تھے کہ آپ کی نسبت ایسا ارادہ رکھتے تھے فرمایا اے حذیفہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا و آخرت میں منافق رہیں گے، میں نے کہا کس لئے آپ ان کو مروا نہیں ڈالتے، فرمایا میں حق تعالیٰ کی طرف سے اس پر مامور نہیں، ایسا کروں تو لوگ کہیں کہ محمدؐ جن لوگوں کی امداد سے اپنے دشمنوں پر غالب آئے انہیں قتل کرتے ہیں حق تعالیٰ ان کو عذاب آخرت میں مبتلا کرے گا۔ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ یہ

لوگ مہاجرین سے ہیں یا انصار سے تو آپ نے سب کے نام مجھ سے ارشاد کئے لیکن ان میں بعض ایسے تھے کہ جن کو میں نہ چاہتا تھا کہ اس مجمع میں شریک ہوں اس لئے ان کے نام سن کر خاموش رہ گیا۔ آپ نے فرمایا اے حذیفہ گویا تجھ کو اس میں شک عارض ہوا۔ شک ہے تو سر بلند کر میں نے سراٹھا کر دیکھا تو تمام قطار باندھے درے کے سرے پر کھڑے تھے اتنے میں بجلی چمکی اور میں نے اس کی روشنی میں ہر ایک کو شناخت کیا سب وہی تھے جن کے حضرت نے نام لئے تھے حذیفہ کہتے ہیں کہ وہ چودہ اشخاص تھے بدیں تفصیل ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ جراح، معاویہ بن ابی سفیان، عمر عاص، یہ نو شخص قریش سے۔ اور ابو موسیٰ اشعری، مغیرہ بن شعبہ ثقفی، اوس بن حدثان بصری، ابو ہریرہ، ابو طلحہ انصاری پانچ دیگر قبائل سے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم عقبہ سے نیچے اترے تو صبح ہو گئی تھی حضرت رسولؐ خدا نے ناقہ سے اتر کر نماز کا تہیہ کیا مسلمان پیچھے سے آ کر شامل جماعت ہوتے تھے اس وقت دیکھا میں نے کہ یہ لوگ بھی آ کر اوروں کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے نماز پڑھ چکے تو رسول اللہؐ نے دیکھا کہ ابوبکر، عمر، ابو عبیدہ تینوں باہم سرگوشی کر رہے ہیں آپ نے حکم دیا کہ منادی ندا کر دے کہ کوئی تین آدمی باہم سرگوشی نہ کریں۔ وہاں سے کوچ ہو کر اگلی منزل پر ٹھہرے تو سالم مولائے ابی حذیفہ نے دیکھا کہ وہی تین اشخاص پھر ایک جگہ بیٹھے چپکے چپکے کچھ راز کی باتیں کر رہے ہیں سالم چلتا چلتا کھڑا ہو گیا اور بولا مجھ کو بھی بتاؤ کہ تم کیا صلاح کر رہے ہو نہیں تو میں جا کر رسول اللہؐ سے اس کی خبر کرتا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے سالم اگر تو عہد کرے کہ ہمارا راز کسی پر افشاء نہ کرے گا بلکہ اس امر میں ہمارا معین و مددگار ہوگا تو ہم تجھ کو بھی شریک کئے لیتے ہیں اس نے عہد کیا تو کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ علیؓ کی خلافت کے مقدمے میں محمدؐ کی اطاعت نہ کریں سالم نے کہا اس امر میں تم سے زیادہ آمادہ ہوں قسم بخدا کہ مجھ کو کسی خاندان سے اس قدر عداوت نہیں جتنی کہ بنی ہاشم سے ہے اور بنی ہاشم میں کسی کو اتنا دشمن نہیں رکھتا جتنا علیؓ بن ابی طالب کو میں اس کام میں تمہارا بدل و جان مددگار ہوں۔ پس سب نے عہد و پیمان کئے اور قسمیں کھائیں کہ اس معاہدے کو توڑا چاہیے، یہ پخت و پز کر کے متفرق ہو گئے حضرت رسولؐ خدا کو کوچ کرنے کو تھے کہ یہ حضرات ان کے سامنے آئے آپ نے فرمایا آج تم سب اکٹھے بیٹھے کیا پوشیدہ باتیں کر رہے تھے حالاں کہ میں نے منع کیا تھا کہ کوئی پوشیدہ باتیں نہ کرے انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ اس وقت کے سوا ہم نے تو آج ایک دوسرے کی شکل بھی نہیں دیکھی حضرت تھوڑی دیر تک بہ نگاہ تعجب ان کی طرف دیکھتے رہے پھر فرمایا تم سچ کہتے ہو یا خدائے تعالیٰ بہ تحقیق حق تعالیٰ تمہارے ارادوں سے غافل نہیں پس حضرت سوار ہوئے تا انیکہ مدینہ منورہ پہنچے۔ اس وقت یہ لوگ مدینہ میں پھر ابوبکرؓ کے گھر میں جمع ہوئے اور انہوں نے اس معاملے میں ایک صحیفہ تحریر کیا تاکہ زبانی قول و قرار قید کتابت میں آجائے اور عہد کیا کہ پیمان خلافت

امیر المومنین قطعی توڑا جائے اور یہ امر صرف ابو بکرؓ ابو عبیدہ جراح سالم مولائے حذیفہ کے لئے تعین ہو دوسرا کوئی اس میں داخل نہیں۔ مؤلف کہتا ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی جو مرتے وقت حسب تصریح تاریخ اہل خلفاء وغیرہ ابو عبیدہ جراح و سالم مولائے حذیفہ کو بار بار یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ **لَوْ اُذِرْتُ كُنِيْ اَحَدَ رَجُلَيْنِ ثُمَّ جَعَلْتُ هَذَا الامر اليه لو ثقت** یعنی اگر ان دونوں میں ایک بھی اس وقت زندہ ہوتا اور میں اس کو خلیفہ بناتا تو مجھے اس پر بھروسہ تھا اور کبھی کہتے تھے ابو عبیدہ امین اس امت کا تھا اگر میں اس کو پاتا تو اپنے بعد خلیفہ بناتا پھر اگر خدا مجھ سے استفسار کرتا تو کہتا پروردگار تیرے نبیؐ سے سنا تھا کہ ابو عبیدہ امین ہے، یہاں سے اس کا پتہ لگتا ہے کہ کس لئے وہ ان دو ہی کو اس قدر یاد کرتے تھے اور کیوں تمام موجودین پر ان کو ترجیح دیتے تھے بلکہ اس حساب سے تو ابو بکرؓ کا خود عمرؓ کو خلیفہ بنانا ایک نوع کی زبردستی اور دھینگا دھاگی تھی مگر ان کا بھی عذر واضح ہے۔ حضرت عمرؓ کی سقیفہ کے دن کی کوششیں ایسی نہ تھیں کہ ابو بکرؓ ان کو نظر انداز کر دیتے۔ ہاں حضرت عمرؓ کی حالت اور تھی وہ خلافت پانے میں موجودین سے کسی کے محتاج نہ تھے۔ پس وہ ابو عبیدہ و سالم کو جتنا یاد کریں تھوڑا ہے۔ الغرض صحیفہ مشومہ لکھا گیا اور اس میں چونتیس اشخاص کے نام درج ہوئے۔ چودہ اصحاب عقبہ اور باقی دیگر اشخاص اور وہ ابو عبیدہ کے سپرد ہو یعنی ابو عبیدہ اس کا امین بنایا گیا۔ یہ تمام حدیث حذیفہؓ نے ایک جوان انصاری سے اپنی وفات کے وقت نقل کی جب کہ اس نے مدائن میں ان کے پاس حاضر ہو کر حال غاصبان خلافت و متغلبان امت کا دریافت کیا غرض انصاری نے پوچھا کہ ابو بکرؓ، عمرؓ، ابو عبیدہ قریش سے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح خلافت امیر المومنینؓ سے باز رکھیں لیکن انہوں نے سالم کو کیوں اپنے ساتھ شامل کیا وہ نہ مہاجرین سے تھا نہ انصار سے ایک زن انصاریہ کا غلام آزاد کردہ تھا حذیفہؓ نے کہا یہ لوگ امیر المومنینؓ سے اس سبب سے عداوت رکھتے تھے کہ ان کے عزیز و اقربا ان کے ہاتھ سے مارے گئے تھے پس شیر خدا کی ضربات سے ان کے سینوں میں زخم کھل رہے تھے اور ان کے فضل و کمال پر حسد کرتے اور ان کے مدارج پر جلتے تھے۔ سالم کو بھی اس حسد و عداوت میں اپنی مثل پایا تو اس کو بھی اپنا شریک کر لیا مرد انصاری نے کہا اے حذیفہؓ میں چاہتا ہوں کہ تم مضمون اس نامہ کا مجھ سے بیان کرو حذیفہؓ نے کہا ہاں اسامہؓ تمہیں نعمیہ نے جو اس وقت ابو بکرؓ کے نکاح میں تھی اور تمام ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھتی اور کانوں سے سنتی تھی مجھ سے روایت کی ہے کہ جب قیل و قال کے بعد رائے فاسد، ان کی تحریر صحیفہ پر پھیری تو انہوں نے سعید بن عاص اموی کو امر کیا اس نے لکھنا شروع کیا۔ **مضمون صحیفہ مشومہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ**۔ یہ وہ امر ہے کہ اتفاق کیا ہے اس پر بزرگان و شرفاء امت محمدیہ نے مہاجر و انصار سے جن کی حق تعالیٰ قرآن میں اپنے رسولؐ کی زبان پر صفت و ثنا کرتا ہے۔ سب نے صلاح و مشورہ کر کے مسلمانوں کی بھلائی و بہبودی کے لئے اس

صحیفہ کو لکھا ہے تاکہ روز قیامت تک اس کی پیروی کریں۔ اما بعد بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے محمد مصطفیٰ کو رسالتِ خلق پر مبعوث کیا، ساتھ دین مرضی و پسندیدہ کے، پس انہوں نے ادائے رسالت فرمایا، اور جو کچھ خدا نے حکم دیا اس کے بندوں کو پہنچایا، اور واجب کیا ہم پر کہ اس کی تمام باتوں پر قائم ہوں، حتیٰ کہ کامل کیا ہمارے لئے اس دین کو واجب کیا اس کے فرائض کو اور محکم کیا اس کی سنتوں کو، پس حق تعالیٰ نے دار آخرت کو ان کے لئے دنیا پر اختیار کیا، اور ان کی روح کو قبض فرمایا درآں حالیکہ عزیز و گرامی تھے وہ خدا کے نزدیک اور متعمم کیا ان کو ساتھ نعمات ابدی اپنی کے، بغیر اس کے کہ وہ کسی کو اپنا وصی و جانشین مقرر کریں، تاکہ امت جس کی رائے و خیر خواہی پر اعتماد کرے اس کو اپنے لئے اختیار کریں پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ رسول اللہ کی نیک پیروی کریں جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ بہ تحقیق کہ تمہارے لئے ہے رسول اللہ میں تاسی نیک اور پیغمبر خدا نے کسی کو خلیفہ اس لئے نہیں بنایا کہ مبادا خلافت ایک گھر میں رہے کہ ان کی میراث ہو جائے اور باقی مسلمان اس سے محروم رہیں اور اس لئے بھی کہ تو گھر اس کو اپنے درمیان دست بدست نہ پھیرائیں، اور نیز اس لئے کہ کوئی دعویدار خلافت نہ کہے کہ یہ امر ہمیشہ کو میری اولاد میں رہے گا تا بروز قیامت پس جب کہ کوئی خلیفہ مرے تو لازم ہے کہ تمام اہل الرائے مسلمانوں سے جمع ہو کر مشورہ کریں اور جس کو مستحق خلافت و امامت دیکھیں اس سے بیعت کریں پس اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ کو رسول اللہ نے خلیفہ مقرر کیا ہے اور نص کی ہے میری خلافت پر، تو وہ دروغ کہتا ہے اور خبر لایا ہے برخلاف اس کے کہ اصحاب رسول اللہ کو پیغمبروں کی نسبت معلوم ہے اور مخالف ہے تمام مسلمانوں کے، علیٰ ہذا جو کوئی دعویٰ کرے کہ خلافت رسول میراث سے ملتی ہے یا کوئی آنحضرت کا وارث بننا چاہے، تو اس نے محال بات کہی، کیوں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیاء کی میراث نہیں ہوتی جو کچھ ہم سے باقی رہتا ہے صدقہ راہ خدا ہے اور جو مدعی ہو کہ میں بوجہ قرابت رسول مستحق خلافت ہوں اور یہ امر مجھ میں اور میری اولاد میں منحصر ہے تا روز قیامت کہ بیٹا اس کو اپنے باپ سے میراث میں پاتا رہے گا اور ہمارے سوا دوسرے کو نہیں پہنچتی، پس نہیں ہے خلافت اس مدعی کے لئے، اور نہ اس کی اولاد کے واسطے گوان کا نسب پیغمبر سے کیسا ہی نزدیک ہو کیوں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کہ کریم و بزرگترین تم میں سے خدا کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اور رسول اللہ نے فرمایا اَنْ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ وَكُلُّهُمْ يَدْعُوْهُ عَلَىٰ مِنْ سِوَاهُمْ یعنی امان مسلمانوں کے لئے ایک ہی چاہئے، کہ ادنیٰ و اعلیٰ اس کے لئے کوشش کریں اور سب مل کر اپنے دشمنوں کو دفع کریں پس جو شخص کتاب اللہ پر ایمان لایا اور سنت رسول اللہ کا اس نے اقرار کیا راہ حق پر مستقیم ہوا اور طریقہ صحیح کو

اغذ کیا اور جس نے اس سے کراہت کی اور مسلمانوں کے خلیفہ مقرر کرنے کا دستور اس کو پسند نہ آیا وہ حق کا مخالف اور جماعتِ مسلمانان میں نفاق ڈالنے والا ہوا پس ایسے شخص کو قتل کرنا چاہئے کیوں کہ اس کے قتل میں امت کی اصلاح ہے اور رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص امت کی جمعیت میں تفرقہ ڈالے اس کو قتل کرو اور تنہا کو مارو کوئی کیوں نہ ہو کیوں کہ جمع ہونا علامتِ رحمت ہے اور جدا رہنا نشانِ عذاب اور نیز فرمایا رسول اللہ نے کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور مسلمان غیروں پر مثل دستِ واحد کے ہیں کوئی ان کی جماعت سے جدا نہیں ہوتا الا وہ کہ ان کا دشمن اور ان کے دشمنوں کا دوست ہوتا ہے۔ پس خدا اور رسول نے اس کا خون حلال فرمایا ہے۔ لکھا اس نامہ کو سعید بن العاص نے باتفاق ان لوگوں کے جن کی گواہی اس میں ثبت ہے ماہِ محرم ۱۰ ہجری میں بروایت حذیفہ گواہوں کے نام اس تفصیل سے ہیں۔

ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ، سعید بن العاص، خالد بن ولید، عیاش بن ربیعہ، بشر بن سعد، سہیل بن عمر، حکیم بن خرام سہیب بن سنان، ابو اعراسلمی، مطیع بن اسود بدری اور لوگ جن کے نام حذیفہ کو یاد نہیں رہے اور نیز بموجب روایت حذیفہ ابو عبیدہ امین نے اس صحیفہ کو لے کر مکہ بھیج دیا وہاں خانہ کعبہ میں دفن کر دیا گیا چنانچہ عہدِ خلافتِ عمرؓ بن خطاب تک اسی طرح مدفون تھا انہوں نے اپنے زمانہ میں اس کو نکلوایا یہ وہی صحیفہ ہے جس کی نسبت امیر المومنین نے عمرؓ کے جنازے پر فرمایا۔ **أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ الْقَى اللَّهُ بِصَحِيفَةِ هَذَا السَّبْجِيِّ** کہ میں بہت دوست رکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کروں اس مرد کے صحیفہ کے ساتھ کہ کفن میں لپٹا ہوا پڑا ہے۔ مراد یہ کہ جو صحیفہ اس نے اور اس کے رفیقوں نے لکھا ہے اسے لے کر حق تعالیٰ کے آگے پیش کروں۔ اور اس سے داد خواہی چاہوں۔ ناخ التاریخ میں ہے کہ ابو جعفر طبری کہ بزرگانِ اہل سنت سے ہے بسند خود ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے کہ جب شرفا قریش نے علیؓ کے قتل کے لئے یہ صحیفہ لکھ کر ابو عبیدہ جراح امین قریش کے سپرد کیا کہ اس کو پوشیدہ رکھے پیغمبرؐ خدا نے اس آیہ شریفہ کو قرأت کیا **إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا يَعْنِي خَوْفَ تَعَالَى** جو کچھ کہ مابین زمینوں اور آسمانوں کے ہے اس کو جانتا ہے جہاں کہیں تین شخص راز کہتے ہیں وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔ اور جہاں پانچ کہتے ہیں وہ چھٹا ہوتا ہے وہ ہر کم و زیادہ میں ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں کہ ہوں پھر بروز قیامت ان کو ان کے اعمال کی خبر دے گا یہ تحقیق کہ اللہ ہر شے کا علیم و دانائے ہے۔ پس ابو عبیدہ کو طلب کر کے وہ صحیفہ اس سے طلب کیا اس نے آنحضرتؐ کو دیا حضرت نے فرمایا کہ تم اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے انہوں نے حلف کر کے کہا ہم نے اس سے کوئی بد ارادہ نہ کیا تھا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا **يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا** یعنی قسم کھاتے ہیں خدا

کی کہ ہم نے نہیں کہا حالاں کہ انہوں نے کلمہ کفر کو کہا اور بعد اسلام کے کافر ہو گئے اور ارادہ کیا اس کا جس کو نہ پایا، صاحبِ تاریخِ کتبہ ہیں کہ ابو جعفر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے وہ صحیفہ ان سے لے لیا لیکن اور مورخ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کتابتِ صحیفہ کے بعد ابو بکرؓ کے گھر سے نکل کر پراگندہ ہو گئے اگلے روز صبح کو رسول اللہ نے نماز ادا کی پھر مصروفِ تعقیب رہے تا انیکہ آفتاب طلوع ہوا اس وقت ابو عبیدہ سے کہا، کیا خوب اے ابو عبیدہ تو امین امت ہوا، پھر اس آیت شریفہ کو اس پر قرأت کیا۔ فویل للذین یکتبون الکتب بایديهم ثم یقولون هذا من عند الله لیشتروا به ثمنا قليلا فویل لهم مما کتبت ایدیهم وویل لهم مما یکسبون۔ یعنی ویل و عذاب ہے ان لوگوں کے لئے کہ نامہ کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے تاکہ تھوڑی سی قیمت پر اس کو فروخت کریں۔ پس عذاب ہے ان پر بابت اس کے کہ ان کے ہاتھوں نے لکھا ہے اور عذاب ہے اس سے کہ انہوں نے اس کو کسب کیا ہے پس رسول اللہ نے فرمایا یہ جماعت ان لوگوں سے مشابہ ہے کہ آدمیوں سے استغفار کرتے ہیں اور خدا سے مغفرت نہیں چاہتے۔ حالاں کہ خدا ان کے ساتھ ہے جب وہ ایسی باتوں میں رات بسر کرتے ہیں جن کو خدا دوست نہیں رکھتا اور خدا ان کے کردار کا عالم و دانہ ہے پس فرمایا کہ ایک گروہ نے اس امت سے بطریقِ جاہلیت ایک عہد نامہ لکھا ہے اور اس کو خانہ کعبہ پر لٹکایا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو مہلت دی ہے امتحان کے لئے تاکہ جو لوگ ان کے بعد آئیں حق و باطل میں تمیز کر سکیں اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو امر نہ کرتا کہ ان لوگوں سے تعرض نہ کروں، تو البتہ میں حکم دیتا کہ ان کا سر کاٹ لیا جائے، یہ سن کر منافقین تھرا گئے اور ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں، بحدیکہ ان کی خیانت جملہ حاضرین پر آشکار ہو گئی، اور سب نے جان لیا کہ تمام تقریفیں جو رسول اللہ کرتے تھے، اور تمام آیات کہ وہ حضرت پڑھتے تھے ان کے حق میں تھیں۔ پس حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے اس سفر سے واپس ہو کر ام سلمہؓ کے گھر میں نزول کیا، اور ایک مہینے تک کسی بی بی کے گھر نہ گئے جیسا کہ پیشتر جایا کرتے تھے۔ پس عائشہؓ و حفصہؓ نے اس کی شکایت اپنے اپنے باپ سے کی شیخین نے کہا ہم کو اس کا سبب معلوم ہے کہ کس لئے وہ ایسا کرتے ہیں، تم جا کر بملاطفت و مدارا پیش آؤ، اور محبت و دوستی جتاؤ، وہ صاحبِ حیا و کرم ہیں رضامند ہو جائیں گے اور مثل سابق مہربانی کرنے لگیں گے۔ پس عائشہؓ تنہا حضرت کی خدمت میں آئی، جب کہ آپ ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے، اور امیر المومنینؓ حاضر درگاہ تھے۔ رسول اللہ نے فرمایا کس لئے آئی ہے اے حمیرا، عائشہؓ نے کہا آپ کا میرے گھر پر قدم رنجہ نہ فرمانا مجھ پر نہایت شاق ہے، اور پناہ لے جاتی ہوں طرف خدا کے غضب رسول خدا سے فرمایا اگر یہ باتیں راست ہوتیں تو ہرگز میرا راز افشا نہ کرتی، جو کہ میں نے تیرے سپرد کیا تھا، اور تاکید کی تھی کہ اس کو ظاہر نہ

کرنا، یہ تحقیق کہ اس کے اظہار سے تو آپ ہلاک ہوئی، اور اوروں کو ہلاک کیا، پس حضرت نے کنیز ام سلمہؓ سے ارشاد کیا کہ میری تمام ازواج کو بلا لاؤ گئی اور بلا لائی، جب سب جمع ہو گئیں تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ سنو جو کچھ کہ میں کہتا ہوں اور علیؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا بھائی و وصی و وارث ہے، میرے بعد تمہارے اور تمام امت کے اوپر میرا خلیفہ ہے، پس اس کی ہر امر میں اطاعت کرو، اور کسی بات میں نافرمانی نہ کرو۔ یہ تحقیق کہ اس کی نافرمانی میں ہلاکت و نقصان ہے۔ پھر حضرت امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علیؑ ان عورتوں کو تمہارے سپرد کرتا ہوں، ان کی نگہبانی کرو اور ان کے خرچ کے کفیل ہو، جب تک کہ تمہاری فرماں برداری کریں پس امر دہی کرو ان کے تئیں نہ مانیں تو ان کو رہا کرو، اور طلاق دو، امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ سستی و ضعف رائے عورتوں کی سرشت میں داخل ہے، فرمایا نرمی و مدارا کرو ان کے ساتھ جہاں تک کہ مصلحت جانو، پھر بھی عصیان کریں تو ان کو طلاق دو، تمام ازواج خاموش تھیں اور کچھ نہ بولیں، إلا عائشہؓ کہ اس نے کہا یا رسول اللہؐ کب ہو سکتا ہے کہ آپ کسی امر کے لئے ہم کو ارشاد کریں اور ہم اس کے خلاف کریں، فرمایا ایسا نہیں اے حمیرا، تو نے میری مخالفت کی بدترین مخالفت کرنا، اور بخدا سو گند کہ تو اس بات کی بھی مخالفت کرے گی، جو کہ تجھ سے اب کہتا ہوں، تجھ سے میرے بعد علیؑ کی نافرمانی صادر ہوگی، اور جس گھر میں تجھ کو چھوڑتا ہوں علانیہ اس سے لٹکے گی، اور ہزار ہا آدمی تیرے گرد اگرد ہوں گے۔ پس اس وقت تو اپنے پروردگار کی عاصی و نافرمان ہوگی، اور علامت اس کی یہ ہوگی کہ سگان حواب تیری راہ میں تجھ پر فریاد کریں گے، یہ ایک امر ہے کہ البتہ ہونے والا ہے۔ پس حضرت نے سب کو اجازت دی کہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ رسول اللہؐ کا امیر المومنینؑ کو اپنی ازواج کی طلاق کا اختیار دینا کتب معتبرہ اہل سنت سے مثل روضۃ الاحباب و حبیب السیر وغیرہ کے ثابت ہے اور قصہ عائشہؓ کے امیر المومنینؑ پر خروج کرنے اور سگان حواب کے اس پر بھونکنے کا، اس کتاب میں اپنے مقام پر مفصل لکھا گیا ہے۔ رسول اکرمؐ کے ترتیب دیئے ہوئے لشکر اسامہ سے یا ران نبی کا تحلف: رسول خدا حجۃ الوداع سے واپس آ کر کوئی سوا دو مہینے مدینہ میں زندہ رہے اس عرصہ میں عہد و بیان خلافت امیر المومنینؑ کو تازہ کرنے اور اس بنا کو مضبوط و محکم بنانے میں برابر سرگرم تھے، بار بار خطبے کہتے اور امت کو تقویٰ و پرہیزگاری خدا اور پابندی شرع کی تلقین کرتے اور وصیت کرتے کہ سنت و طریقہ آنحضرتؐ کو قائم رکھیں اور بدعت سے باز رہیں، اور متمسک ہوں ساتھ دو ثقل عظیم و گراں کے، کہ عترت پیغمبرؐ و کتاب خدا ہے، اور متابعت و پیروی ان دونوں کی بجالائیں، بیشتر فرماتے ایہا الناس میں تم سے آگے جاتا ہوں تم حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہو گئے، اس وقت تم سے پوچھوں گا کہ ان دو شے بزرگ کی کہ تمہارے درمیان چھوڑ آیا تھا کس طرح رعایت کی، اور کیسے ان کے ساتھ پیش آئے، پس دیکھوں گا کہ ان سے کیا سلوک

کرتے ہو، تحقیق کہ علی بن ابی طالب میرا بھائی و پسر عم و وصی و خلیفہ ہے قال کرے گا تاویل قرآن پر جیسا کہ میں نے اس کی تزیل پر قال کی ہے۔ مرض الموت سے چند روز پہلے آپ نے چاہا کہ مدینہ اربابِ نفاق و شقاق سے پاک ہو جائے تاکہ بوقتِ وفات کوئی خرنسہ امر خلافت میں نہ رہے۔ پس آپ نے ارادہ کیا کہ ایک لشکر گراں پانچ ہزار کی جمعیت کا روم کی طرف بھیجا جائے کہ اب سے دو سال پہلے جنگِ موتہ میں آپ کے کئی سردار کام آئے تھے۔ ابو بکر و عمر وغیرہ پس تمام اصحاب کو جن کی طرف سے فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا اس سپاہ میں بھرتی کیا اور سرداری اس کی اپنے غلام آزاد کردہ کے بیٹے اسامہ بن زید کو عنایت کی جیسا کہ اکثر اوقات ان لوگوں کو ایسے اشخاص کے ماتحت کیا کرتے تھے تاکہ ان کا رتبہ اسلام میں ہر کس و ناکس کو معلوم رہے چنانچہ جنگِ سلاسل میں ان کو عمرو عاص کے ماتحت مقرر کیا تھا سر یہ خط میں ابو عبیدہ جراح کے وں علی ہذا سنی حضرات رسول خدا کی اس حکمتِ عملی کی تردید میں کہتے ہیں کہ کسی شخص کے امیر لشکر ہونے سے مامورین پر اس کی فضیلت و فوقیت لازم نہیں آتی۔ اور ایک روایت اپنی من گھڑت اس مقدمہ میں پیش کرتے ہیں کہ غزوہ سلاسل سے واپس آ کر عمرو عاص کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ میں ابو بکر و عمر سے افضل ہوں کیوں کہ ان پر امیر رہا اور وہ میرے تابع رہ چکے ہیں بارے اس نے چاہا کہ اس کی تصدیق رسول اللہ سے بھی کرائے پس حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ دوست و محبوب کون ہے فرمایا عائشہ عرض کی اور مردوں سے فرمایا اس کا باپ پوچھا اس کے بعد کہا عمر علی ہذا چند اشخاص کے نام یکے بعد دیگرے لئے اور عمرو عاص کا ذکر نہ کیا تو وہ خاموش ہو گیا ایسی روایتیں گھر میں گھر میں تسلی کا باعث ہوں تو ہوں خصم کے مد مقابل ان کی ذرا وقعت نہیں ہو سکتی بھلا شیعہ کیوں کر پادروار وایتوں سے ایک عقلی قاعدے پر تفصیل مفضول کے مباحث سے دست بردار ہونے لگے ہیں۔ قطع نظر اس کے اسامہ کو خود رسول مقبول نے بقول علمائے اہل سنت جملہ مامورین پر ترجیح و تفصیل دی اور برملا فرمایا کہ وہ میرے نزدیک محبوب ترین اشخاص سے ہے اور اس کا باپ سب سے زیادہ مجھ کو عزیز تھا۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ اشرفِ مہاجرین و انصار مثل ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذی النورین و سعد و قاص و ابو عبیدہ جراح وغیرہ لشکرِ اسامہ میں مامور ہوئے تو یہ صورت بعض لوگوں پر ناگوار گزری اور انہوں نے طعن سے کہا کہ پیغمبر نے اس غلام کو مہاجرین اولین پر امیر مقرر کیا، حضرت کو یہ کلام ان کا پہنچا تو غضب ناک ہوئے اور باوجود شدت بخار و درد سر، عصا بہ سر مبارک سے باندھ کر برآمد ہوئے اور منبر پر جا کر فرمایا ایہا الناس یہ کیا باتیں ہیں جو اسامہ کی امارت میں تم سے سنتا ہوں تم نے آج ہی اعتراض نہیں کیا اس سے پہلے اس کے باپ زید کے امیر کرنے پر بھی تم اسی طرح معترض ہوئے تھے قسم بخدا کہ وہ لائق امارت تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا سزاوار و ریاست و سرداری ہے۔ زید

میرے نزدیک تمام آدمیوں سے زیادہ دوست تھا، اس کا بیٹا اسامہ بھی محبوب ترین مردم سے ہے یہ دونوں مجسمہ اچھائی و نیکی ہیں میری وصیت کو ان کے مقدمے میں قبول کرو اور نیکی کرو اس کے ساتھ کیوں کہ وہ تمہارا خیر خواہ و دانش مند ہے تمام ہوئی عبارت روضۃ الاحباب کی، معلوم نہیں کہ جب حضراتِ شیعین ایسے ایسے لوگوں سے بھی رتبہ میں کم تھے تو اہل سنت امیر کبیر کے مقابلے میں کیوں کر ان کی فضیلت کا حرف زبان پر لا سکتے ہیں۔ کیا کبھی وہ حضرت بھی اسامہ کے ماتحت ہوئے ہیں اور ان پر بھی اس طرح برملا (العیاذ باللہ) ان باپ بیٹے کو ترجیح دی گئی ہے۔ اسامہ تو اسامہ یہ حضرات اپنی ہی کتابوں سے کسی شخص کا سوائے رسول اللہ کے ایک ساعت کو آنحضرت پر امیر ہونا ثابت کر دیں۔ الغرض حضرت رسول خدا نے حکم دیا کہ لشکر جلد مہیائے سفر ہو مگر یہ لوگ بھی ہوا کے رخ کو پہچاننے والے تھے انہوں نے تعمیل ارشاد میں لیت وعل شروع کیا زیادہ تاکید ہوئی تو ظاہر کیا کہ ہم ابھی سفر حجۃ الوداع سے آئے ہیں سامان تیار نہیں رکھتے اس کی تیاری کر رہے ہیں مہیا ہو جائے گا تو جائیں گے۔ یہی کیفیت تھی کہ حضرت بہ بیماری موت بیمار ہو گئے پس جوں جوں مرض آپ کا شدید ہوتا جاتا تھا اسی قدر اس کی تاکید کرتے اور فرماتے تھے۔ جہزو اھیس الا سامۃ لعن اللہ من تخلف عنھا لشکر اسامہ کے لئے جلد تیار ہو خدا لعنت کرے اس کو جو اس سے تخلف کرے، پس اسامہ کو امر کیا کہ شہر سے ایک فرسخ کے فاصلے پر باہر جا کر توقف کرے۔ تا وقتیکہ لشکر متعینہ اس سے ملحق ہو جائے اس وقت ان کو ساتھ لے کر مہم پر روانہ ہو، پس اسامہ نشان لشکر، جس کو کہتے ہیں کہ باوجود ضعف مرض آپ نے اپنے دست مبارک سے ترتیب دیا تھا باہر لے گیا، لیکن یہ لوگ حضرت کی بیماری دیکھ کر بے طرح مچلتے اور پاؤں ملتے تھے۔ لہذا آپ نے قیس بن سعد عبادہ و حباب بن المہدر انصاریوں کو کہ آپ کے لشکروں کے رائندہ تھے۔ تعین کیا کہ جماعت مذکورہ کو بحجر واکراہ شہر سے نکالیں، انہوں نے دیگر انصار کی مدد سے ان کو شہر سے لے جا کر لشکر گاہ اسامہ میں پہنچایا اور اسامہ سے کہا کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے کہ اب ذرا توقف نہ ہو، اسی وقت کوچ کرؤ اسامہ نے کوچ کیا اور ان لوگوں نے واپس آ کر ان کے چلے جانے کی خبر پہنچائی، رسول خدا نے فرمایا وہ ہرگز نہ جائیں گے، ایسا ہی ہوا، تھوڑی دور جا کر ابو بکرؓ عمر ابو عبیدہ وغیرہ نے اسامہ سے کہا کہ مدینہ خالی چھوڑ کر اس وقت کہاں جاتا ہے، ہم کو کبھی یہاں ٹھہرنے کے لئے حاجت نہ تھی جیسے کہ اس وقت ہے، رسول اللہ بیمار پڑے ہیں اگر ان کی حالت دگرگوں ہوئی تو وہ امور پیش آئیں گے جن کا تدارک امکان سے باہر ہوگا، پس انجام کار انتظار کرنا اور یہاں توقف کرنا چاہئے، غرض کہ سن کر اس کو پہلے لشکر گاہ پر پھر لائے، اور بی بی عائشہ کے پاس ایک قاصد کو خفیہ بھیج کر حضرت کا حال دریافت کرایا، انہوں نے کہا بھیجا کہ آپ کی بیماری سخت ہے۔ تم کو جس مقام پر کہ ہو

ایک قدم وہاں سے آگے نہ جانا چاہئے، میں وقت و وقت کی خبر بھیجتی رہوں گی، جب مرض میں اور شدت ہوئی تو عائشہ نے صہیب کو شیخین کے پاس بھیج کر پیام دیا کہ رسول اللہ کا مرض بڑھ گیا ہے اور امید زیست بالکل منقطع ہے، تم جس جس کو مناسب جانو ساتھ لے کر مدینہ میں چلے آؤ۔ صہیب لشکر گاہ میں پہنچا تو وہ اس کو اسامہ کے پاس لے گئے کہ دیکھو یہ کیا کہتا ہے، ہم آنحضرت کو اس حال میں چھوڑ کر کیسے آگے جاسکتے ہیں، اور اجازت چاہی اس سے شہر میں آنے کی، اسامہ نے کہا بہتر ہے مگر چھپ کر جاؤ کہ کوئی تم کو نہ دیکھے پھر اگر حضرت کو افاقہ ہو تو جلد لشکر گاہ میں لوٹ کر آؤ، ورنہ ہم کو بھی خبر کرو کہ سب وہاں چلے آئیں گے رات کا وقت تھا کہ یہ لوگ داخل شہر ہوئے اور حضرت رسول اللہ نے اس وقت غشی سے آنکھیں کھولیں اور فرمایا **قَدْ طَرِقَ لَيْلَتُنَا هَذِهِ الْمَدِينَةَ شَوْءٌ عَظِيمٌ**۔ کہ آج رات اس شہر میں ایک شر عظیم داخل ہوا ہے حاضرین نے دریافت کیا، کہ وہ کیا ہے فرمایا کچھ لوگ لشکر اسامہ سے میرے حکم کے خلاف فتنہ و فساد کی نیت سے شہر میں لوٹ آئے ہیں۔ آگاہ رہو کہ میں ان سے بے زار ہوں، پس فرمایا روانہ کرو لشکر اسامہ کو **لَعَنَ اللَّهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا** اور اس کو آخر تک کہتے رہے حتیٰ کہ چند بار کہا۔ مخفی نہ رہے کہ جماعت متخلفین از لشکر اسامہ پر پیغمبر خدا کا لعنت کرنا کتب معتبرہ اہل سنت میں ویسا ہی تفصیل سے درج ہے جیسا کہ حضرات شیخین اور ان کے ہم چشموں کا اس لشکر میں متعین ہونا، اور پھر اس سے اختلاف کر کے شہر میں چلے آنا، پھر ان کے ہاں صراحت ہے کہ محمد شہرستانی اشعری نے ملل و نحل میں فقرہ **لَعَنَ اللَّهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا** کو روایت کیا ہے اور اس اختلاف کرنے کو ان اختلافات سے جو بوقت وفات پیغمبر حادث ہوئے دوسرا اختلاف قرار دیا ہے یعنی قضیہ قرطاس کو، جس کا بیان آگے آتا ہے پہلا اختلاف اور تخلف از لشکر اسامہ کو دوسرا مقرر کیا ہے، اور ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں ابو بکر جوہری سے یہ تمام قصہ نقل کیا ہے اس میں ہے۔ **فَأَمَّا أَفَاقٌ رَسُولُ اللَّهِ سَتَلَّ عَنْ أُسَامَةَ وَابْعَثَ فَأَخْبَرَ أَنَّهُمْ تَتَجَهَّدُونَ فَجَعَلَ يَقُولُ انْفِذُوا ابْعَثَ أُسَامَةَ لَعَنَ اللَّهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ** یعنی جب رسول خدا کو شوش سے افاقہ ہوا، تو لشکر اسامہ کی نسبت استفسار کیا، آپ کو خبر دی گئی کہ وہ لوگ تیاری میں مصروف ہیں، پس فرمایا روانہ کرو لشکر اسامہ کو خدا لعنت کرے اس کو جو کہ اس سے اختلاف کرے۔ بالجملہ ان لوگوں نے باوجود اس تاکید شدید پیغمبر کے، لشکر سے تخلف کیا اور لعن پیغمبر کو اپنے اوپر لے کر لشکر گاہ سے مدینہ چلے آئے تو ان کی دیکھا دیکھی اوروں نے بھی آہستہ آہستہ کھسکا شروع کیا، حتیٰ کہ آخر میں خود اسامہ علم سمیت مدینہ میں چلا آیا، اور لشکر کا جانا حیات رسول اللہ میں قطعی ملوثی رہا۔ پس درود لعن سے کوئی ان میں سے بچ نہیں سکتا، ہاں فرق اس قدر ہے کہ اور لوگ تو وفات آنحضرت کے بعد اس مہم پر چلے گئے الا حضرت ابو بکر و عمر اس وقت بھی اس شرکت سے محروم

رہے۔ یعنی باوجود غصب حکومت و امارت بھی انہوں نے مدینہ چھوڑنا گوارا نہیں کیا۔ حضرات اہل سنت ان بزرگواروں کو اس لعن صریح رسالت پناہ کی زد سے بچانے کو کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ کو رسول اللہ نے امامت نماز پر مقرر فرمایا لہذا وہ حکم سابق منسوخ ہو گیا۔ اور عمرؓ کو ابوبکرؓ نے خلیفہ ہو کر اسامہ سے اجازت لے کر اپنی اعانت و امداد کے لئے ٹھہرا لیا تھا۔ امامت نماز پر جیسا کچھ پیغمبرؐ نے ابوبکرؓ کو مقرر کیا تھا اس کا بیان ابھی آگے آتا ہے۔ لیکن عمرؓ کے مدینہ میں چھوڑ دینے کا اختیار اسامہ کو معلوم نہیں کہ کس نے دیا تھا وہ ایک خاص جماعت پر صرف اس لئے امیر ہوا تھا کہ ان کو لڑنے کو لے جائے اور اس کے متعلق کاروبار میں حکمرانی کرے نہ یہ کہ جس کو چاہے چھوڑ جائے اور جس کو چاہے لے جائے حضرت عمرؓ رسول خدا کے مقرر کئے ہوئے تعیناتیوں سے تھے ان کے چھوڑنے کا اسامہ ہرگز مجاز نہ تھا علاوہ برائیں حضرت ابوبکرؓ بقول اہل سنت خود اس وقت خلیفہ واجب الطاعت تھے تو ان کا اسامہ سے اجازت لینا اور اس التجا کے لئے اس کے گھر پر جانا جیسا کہ یہ حضرات فخریہ کہتے ہیں یعنی خود مختار نہ تھے تو اپنے لئے بھی اجازت لینا چاہئے تھا۔ صرف حضرت عمرؓ کے لئے اجازت چاہنے پر کیوں اکٹفا کیا گیا مجلسی علیہ الرحمہ مورخین و محدثین عامہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ اسامہ کو تمام عمر امیر کہتے رہے۔ اور یہ کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے اپنے خلیفہ بن جانے کی خبر اسامہ کو بھیجی تو اس نے کہا میں نے اور لشکر نے کہ میرے ساتھ ہے تجھ کو خلیفہ نہیں کیا رسول اللہ نے مجھ کو تمہارے اوپر امیر مقرر کیا اور اس سے معزول نہیں فرمایا حتیٰ کہ دنیا سے رحلت کی تم میری اجازت بغیر مدینہ میں ٹھہر گئے وہ حضرت اعلم و دانا تھے مجھ کو اور تم کو خوب پہچانتے تھے مجھ کو تم پر امارت بخشی مجھ کو تمہارے زیر فرمان نہ کیا تو کچھ سوچ سمجھ کر کیا ہے ابوبکرؓ یہ باتیں سن کر چاہتے تھے کہ اپنے تئیں خلافت سے الگ کر لیں لیکن حضرت عمران کو مانع آئے اسامہ سفر سے واپس آیا تو دروازہ مسجد پر کھڑا ہو کر چلایا کہ مجھ کو تعجب ہے اس مرد سے کہ رسول اللہ نے مجھے اس پر امیر کیا اور وہ معزول کر کے اپنی امارت کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجلسی کہتے ہیں کہ جب کہ شیخین مامور بہ اطاعت اسامہ اور اس کی رعایا سے تھے اور وہ بالاتفاق خلیفہ نہ تھا بلکہ جو خلیفہ ہوتا اس کی اطاعت اس پر لازم تھی تو وہ اس کے باوجود کیوں کر خلیفہ ہو سکتے ہیں۔ کیفیت پیش نمازی حضرت ابوبکرؓ: حدیث حذیفہؓ میں ہے کہ جب سے رسول خدا بیمار ہوئے تھے آپ کا دستور تھا کہ جس وقت مسجد میں اذان ہوتی حتیٰ المقدور خود باہر تشریف لاتے اور گوشت زحمت اٹھاتے مگر نماز سب کے ساتھ ہی بجالاتے اور جو کسی وقت تکلیف بہت زیادہ ہوتی اور آپ نہ آ سکتے تو امیر المومنین کو حکم دیتے وہ حضرت آپ کی نیابت سے نماز پڑھاتے حضرت امیرؓ اور فضل بن عباسؓ آپ کی خدمت میں شب و روز حاضر رہتے تھے اور جدانہ ہوتے جس رات کو یہ لوگ لشکر اسامہ سے جدا ہو کر شہر میں آئے اس کی صبح کو بلال نے اذان کہی پھر در دولت پر آ کر آواز دی تا کہ حضرت کو نمازیوں کے جمع ہو جانے کی اطلاع

دے مگر مرض اس وقت شدت پر تھا کسی نے اس کی آواز نہ سنی اندر آنا چاہا تو بی بی عائشہ نے اس کو روک دیا اور صہیب کو ابوبکرؓ کے پاس بھیجا کہ رسول اللہؐ بیماری کی زیادتی سے نماز نہیں پڑھا سکتے علی بن ابی طالب ان کی تیمارداری میں لگے ہوئے ہیں بہت اچھا موقعہ ہے جلد آؤ اور نماز پڑھاؤ یہ پیش نمازی آئندہ حالات میں تمہارے بہت کام آئے گی۔ ادھر لوگ مسجد میں انتظار کر رہے تھے کہ رسول اللہ تشریف لاتے ہیں یا امیر المومنین کو بھیجتے ہیں کہ بیک ناگاہ حضرت ابوبکر داخل ہوئے اور کہا کہ مرض کی زیادتی سے رسول خدا اس وقت نماز کو نہیں آسکتے مجھ کو امر کیا ہے کہ نماز پڑھاؤں اصحاب سے ایک صاحب نے کہا کہ تم لشکرِ اسامہ میں تھے۔ تم کو یہ حکم رسول خدا کا کیوں کر پہنچا بخدا سو گند کہ میں گمان نہیں کرتا کہ آنحضرت نے تم کو بلایا یا نماز پڑھانے کو فرمایا ہو بلال نے کہا ذرا صبر کرو میں جا کر حضرت سے دریافت کئے لیتا ہوں۔ پس بلال دوبارہ دروازے پر گئے اور اس مرتبہ زور سے کنڈی کھٹکا کہ رسول اللہ نے آنکھیں کھولیں کہ دیکھو کون ہے کیا کہتا ہے۔ فضل دروازے پر آئے بلال نے ان سے کہا کہ ابوبکر رسول خدا کے مقام پر کھڑے کہتے ہیں کہ مجھ کو آنحضرت نے نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ فضل حیران ہوئے کہ کیا ابوبکر لشکرِ اسامہ میں نہیں قسم بخدا کہ یہ وہی شریک بزرگ ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ آج رات اس شہر میں داخل ہوا ہے۔ اور بلال کو ساتھ اندر لے جا کر ماجرا بیان کیا حضرت رسالت پناہ یہ سن کر نہایت آزرده و سراسیمہ ہوئے فرمایا مجھ کو اٹھاؤ اور مسجد میں لے چلو قسم بخدا اے عزوجل کہ میری جان اس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ بلائے عظیم اسلام پر نازل ہوئی۔ پس عصا بہر مبارک سے باندھ کر اور ایک ہاتھ دوش مبارک امیر المومنین پر اور دوسرا شانہ فضل بن عباسؓ پر رکھ کر پائے کشاں باہر تشریف لائے اور بکمال تعجب مسجد میں داخل ہوئے یہاں جماعت شروع ہو گئی تھی۔ حضرت ابوبکر امام، عمر و ابو عبیدہ ساکم و صہیب وغیرہ مقتدی تھے مگر اکثر اشخاص نے اقتدا نہیں کی تھی۔ اور بلال کی واپسی کا انتظار کھینچ رہے تھے۔ سرور عالم کا اس حال سے تشریف لانا ان کو عظیم معلوم ہوا پس حضرت نے محراب میں پہنچ کر حضرت ابوبکر کو ہاتھ سے گھسیٹ کر علیحدہ کیا اور خود مصلیٰ پر کھڑے ہو کر نماز شروع کی پس یہ لوگ پیچھے بٹے اور صفوں میں مل جل کر غائب ہو گئے۔ حضرت نے سب کے ساتھ نماز ادا کی ضعف کے سبب سے اچھی طرح آواز نہ نکلتی تھی لہذا بلال تکبیرات کو بلند کہتے تھے کہ سب کو انتقالات قیام و قعود سے آگاہی ہو نماز سے فارغ ہو کر پیچھے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ایہا الناس تم ابن ابوقحافہ اور اس کے اصحاب سے تعجب نہیں کرتے میں نے ان کو لشکرِ اسامہ کے ساتھ بھیجا تھا وہ اس کے برخلاف آمادہ فساد ہو کر مدینہ میں چلے آئے گویا حق تعالیٰ نے ان کو ان کے پہلے کفر و بدکاری کی طرف پھرا دیا پس فرمایا کہ مجھ کو منبر پر بٹھلاؤ حاضرین نے دست مبارک پکڑ کر منبر پر بٹھایا، پایہ منبر پر بیٹھ کر اول حمد و ثنائے الہی ادا کی بعد ازاں فرمایا اے گروہ مسلمین مجھ کو ہنگام ناگزیر (مرگ) درپیش ہے

لیکن تم کو راہ روشن و طریق واضح پر چھوڑتا ہوں دارالحلیکہ راہ دین کو تمہارے لئے صاف اور آشکار کر دیا ہے۔ تم کو چاہئے کہ میرے بعد اختلاف نہ کرو جیسا کہ بنی اسرائیل نے اختلاف کیا تھا بندگانِ خدا میں تم پر حلال کرتا ہوں ان امور کو جن کو قرآن نے حلال کیا اور چھوڑتا ہوں تمہارے درمیان دو شے بزرگ جب تک ان سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے وہ کتابِ خدا اور میری عترت اہل بیت ہیں یہ دونوں میرے خلیفہ ہیں تم پر اور کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس وارد ہوں پس اس وقت میں تم سے سوال کروں گا کہ تم نے ان دونوں کی کس طرح رعایت کی بہ تحقیق کہ اس روز چند اشخاص کو میرے اصحاب سے حوض سے ہٹائیں گے اور دور کریں گے۔ جس طرح پانی پلانے کے وقت شترانِ اجنبی و غریب کو دور کرتے ہیں پس وہ کہیں گے کہ میں فلاں ہوں اور میں فلاں میں ان کو کہوں گا کہ میں تمہارے نام جانتا ہوں 'الا تم میرے بعد مرتد ہو گئے اور دین سے نکل گئے پس اس لئے رحمتِ خدا سے دور ہو اور عذابِ ابدی کے نزدیک، مترجم کہتا ہے کہ حدیثِ حوضِ صحاح اہل سنت میں بطرق متعددہ کثرت سے وارد ہوئی ہے از انجملہ سہل بن سعد سے نقل کیا ہے اور متفق علیہ ہے کہ اس نے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا انا افرطکم علی الحوض من ورد شرب لم یظماً ابداً ولیردن علی اقوام فہم ویعرفونی ثم یحال بینی و بینہم فاقول انہم من امتی فیقال انک لا تدری ما حد ثوابعدک فاقول سُخْراً لَمَنْ تَبَدَّلَ بَعْدَہُ یعنی میں تم سے پہلے حوضِ کوثر پر وارد ہوں گا اور جو اس پر وارد ہوگا پانی پئے گا اور جو اس کا پانی پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے کہ میں ان کو اور وہ مجھ کو پہچانتے ہوں گے پس میرے اور ان کے درمیان کوئی حائل اور روک واقع ہو جائے گی پس میں کہوں گا کہ یہ میری امت سے ہے۔ جواب ملے گا کہ تم کو معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا کیا، اور کیسی کیسی بدعتیں دین میں شامل کیں پس میں کہوں گا کہ رحمتِ خدا سے دور ہو۔ جس نے میرے بعد میرے دین میں تغیر و تبدل کیا اور انس بن مالک سے روایت کی ہے اور یہ بھی متفق علیہ ہے کہ لیردن علی الحوض ممن صاحبہنی حتی اذا رایتمہم و رفعوا الی رثو سہم احتجبو افلا قولن ای ربی اصحابی فلیقالن لی انک لا تدری ما حد ثوابعدک ایک جماعت میرے اصحاب کی حوضِ کوثر پر میرے پاس وارد ہوگی تا انیکہ جب میں ان کو دیکھوں گا اور وہ میری طرف دیکھنے کو سر بلند کریں گے تو میری نظر سے چھپ جائیں گے پس میں کہوں گا اے پروردگار میرے، یہ میرے اصحاب تھے۔ پس مجھ سے کہیں گے کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے پیچھے کیا کیا احداث کئے اس قسم کی روایتیں صحاح ستہ میں بکثرت ہیں۔ غرض حضرت منبر سے اتر کر اپنے حجرہ

طاہرہ کو تشریف لے گئے۔ اور ارباب نفاق مدینہ میں پوشیدہ تھے۔ حتیٰ کہ آپ نے رحلت فرمائی۔ پس غصب خلافت و منع حقوق خاندان رسالت سے کیا جو کچھ کہ کیا۔ اس کے بعد حذیفہؓ راوی حدیث نے مرد انصاری سے کہا کہ ایک خلیفہ رسول کے ساتھ ان کے یہ سلوک تھے۔ دوسرے خلیفہ نے قرآن کو تحریف کیا اور جس طرح چاہا اس میں تغیر و تبدل کر ڈالا۔ اے انصاری یہ امر عظیم کہ میں نے تجھ سے نقل کیا طالب ہدایت کے لئے محل عبرت ہے سعادت مند انصاری نے یہ تمام باتیں سنیں تو کہا بخدا سو گند کہ تو نے مجھ کو ہدایت کی میں ہمیشہ ان لوگوں سے بے زاری طلب کروں گا اور دشمن ان کا ہوں گا اور خدمت امیر المومنین علیؑ کو مایہ سعادت جان کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر رہوں گا۔ حتیٰ کہ سعادت شہادت نصیب ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ پس حذیفہؓ کو وداع کر کے متوجہ ملازمت شاہ ولایت ہوا اور اس وقت خدمت بابرکت میں پہنچا جب کہ حضرت مدینہ سے عراق کی طرف طلحہ وزیر کے فتنے کے دفع کرنے کو تشریف لاتے تھے۔ راہ میں باریاب خدمت ہو کر ملازم رکاب ہوا پس سب سے اول جو جنگ جمل میں شہید ہوا وہ تھا۔ یہ وہ جوان ہے جسے حضرت نے قرآن شریف دے کر ناکشیں کے پاس بھیجا اور ان بے رحموں نے اس کو بے قصور مار ڈالا تھا۔ جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل مذکور ہے۔ یہ ہے کیفیت پیش نمازی ابو بکرؓ کی موافق روایت شیعہ کے اور سنیوں سے ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں اپنے استاد شیخ ابو یوسف یعقوب بن اسلمیل لمعانی سے در باب عداوت عائشہؓ با اہل بیت امجاد ایک کلام طویل نقل کیا ہے۔ اس میں ہے کہ امیر المومنین ابو بکرؓ کی پیش نمازی جناب عائشہؓ کی طرف منسوب کرتے تھے کہ انہوں نے بلال مؤذن اپنے باپ کے آزاد کردہ سے کہلا دیا کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائے رسول اللہ نے کسی کو اس کام کے لئے متعین نہیں کیا تھا صرف اس قدر فرمایا تھا کہ کوئی نماز پڑھاوے نماز، نماز صبح تھی۔ رسول اللہ باوجود کمال ضعف علیؑ و عباسؑ (۱) کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی ابو بکرؓ نے اس امامت کو اپنے لئے دلیل خلافت گردانا اور کہا کون تم میں سے راضی ہے کہ ان قدموں پر سبقت کرے جن کو رسول اللہ نے مقدم کیا ہے اور پیغمبر خدا کے اس برآمد ہونے کو انہوں نے اس پر محمول نہیں کیا کہ وہ حضرت ابو بکرؓ کو ہٹانے آئے تھے بلکہ اس کو حتی المقدور آنحضرت کی نماز جماعت کی پائے بندی پر گمان کرتے ہیں پھر شیخ لمعانی کہتا ہے کہ یہ ایک نکتہ تھا۔ جس نے حضرت ابو بکرؓ کو خلافت

(۱) یہ بات بھی اس مقام پر قابل لحاظ ہے کہ ام المومنین عائشہ امیر المومنین سے اس قدر عداوت رکھتی تھیں کہ صحیح بخاری میں جہاں کہ یہ حدیث ان کے ہاں سے نقل ہوئی ہے اس میں آپ کا نام نہیں بجائے اس کے لفظ رخل (کوئی مرد) مذکور ہے عبداللہ بن عباسؓ نے راوی حدیث کو آگاہ کیا کہ مراد، رجل سے امیر المومنین ہیں۔ اور ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے صاف صاف لکھ دیا کہ عائشہ خوش نہ تھی کہ نام مبارک امیر المومنین کا لے یا بسبب شدت عداوت وہ یہ نام لے نہیں سکتی تھی ۱۲ المنہ علی عنہ۔

دلوادی اور علیؑ کے نزدیک وہ صرف جناب عائشہؓ کی کار پروازی تھی وہ بارہا خلوت میں اپنے اصحاب سے اس کو کہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ پیغمبرؐ خدا نے ناراض ہو کر عائشہؓ و حفصہؓ کے حق میں کہا تھا انکن ضو بخبثات یوسف کہ تم وہی عورتیں ہو جنہوں نے یوسف کو گمراہ کرنا چاہا تھا۔ یہ دونوں اپنے اپنے باپ کے واسطے کوشش کرتی تھیں اور پیغمبرؐ خدا اس کے تذکر کو نکلے تھے اور انہوں نے حضرت ابوبکر کو محراب سے دور کر دیا، اور صحیح بخاری میں عروہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے آپ میں بہتری پائی تو باہر تشریف لائے اور محراب میں نماز پڑھی۔ پس ابوبکرؓ آنحضرتؐ کی نماز سے نماز پڑھتے تھے اور خلعت ابوبکرؓ کی نماز سے یعنی اور لوگ ابوبکرؓ کی تکبیروں سے اقوال و افعال آنحضرتؐ پر اطلاع پاتے تھے۔ مولف کہتا ہے کہ نظر بحالات سابق خصوص اس مبالغہ و اہتمام سے کہ آنحضرتؐ کو ان لوگوں کے مدینہ سے نکالنے میں مرکوز خاطر تھا کہ مختلف حیثیت اسامہ پر لعن تک سے بھی دریغ نہ فرمایا، ناممکن ہے کہ آپؐ نے اپنی طرف سے جناب ابوبکرؓ کو امام نماز مقرر کیا ہو، یہ صرف بی بی عائشہؓ ان کی دختر نیک اختر کی چالاکی تھی، گو رسول اللہؐ نے عین موقع پر اس کا خاطر خواہ تذکر فرمادیا، مگر پھر بھی یار لوگ ان کو رسول اللہؐ کا مقرر کردہ پیش نماز کہے گئے، اور اس فرضی پیش نمازی کو نہ صرف ان کے فضائل سے شمار کیا بلکہ خلافت و امامت عامہ کی دلیل گردانا۔ مگر قدرت خدا دیکھئے کہ کس طرح یہ شبہ صاف ہوا ہے خود انہی کے منہ سے کہلا دیا گیا کہ امامت نماز کوئی چیز ہی نہیں چنانچہ یہ حضرات رسول اللہؐ خدا سے روایت کرتے اور اس کو صحیح جانتے ہیں کہ نماز ہر ایک کے پیچھے جائز ہے خواہ نیک بخت ہو یا بد کردار (۱) پس جب کہ امامت نماز عدالت کی بھی علامت نہیں تو امامت عامہ یعنی خلافت کی کیوں کر دلیل ہو سکتی ہے اور اس سے ان کو کیا فائدہ ہوا۔ رسول اللہؐ خدا کے کاغذ و قلم طلب کرنے کو ہدیان سے تعبیر کرنے کا واقعہ درد انگیز و مصیبت خیز واقعات میں سے ایک واقعہ طلب قرطاس ہے مجمل بیان اس کا حسب روایات فریقین یہ ہے کہ سرور کائنات نے تاکید مزید و تشدید امر خلافت کے لئے دوران مرض میں فرمایا کہ قلم دوات اور کاغذ سفید میرے پاس حاضر کرو تمہارے لئے ایک کتبہ لکھوں جس سے ہمیشہ ہمیشہ کو گمراہی سے نجات پاؤ حضرت عمر خطابؓ مع اپنے مددگاروں کے اس مجلس میں موجود

(۱) سنن ابوداؤد اور مشکوٰۃ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعمؐ نے فرمایا کہ تم پر جہاد واجب ہے ہر امیر کے ساتھ نیک ہو یا فاجر اور مرتکب کبائر کا ہوتا ہو اور نماز واجب ہے ہر مسلمان کے پیچھے نیکو کار ہو یا بد کردار اور ہر چند گناہان کبیرہ عمل میں لائے اور نماز واجب ہے ہر مسلمان پر نیک ہو یا فاسق اگرچہ گناہان کبیرہ کرتا ہو۔ اور نیز آنحضرتؐ کے نزدیک غلام کی امامت بلا کراہت جائز ہے اور کہتے ہیں کہ عائشہؓ کا ایک غلام ابوعمر نام تھا جس کے پیچھے وہ نماز پڑھا کرتی تھیں اور طفل نابالغ کے پیچھے نماز جائز ہے اور دلیل لاتے ہیں کہ عمر و بن سلمہ سات سال کا لڑکا حضرت رسول اللہؐ خدا کے زمانے میں اپنی قوم کی امامت کیا کرتا تھا ۱۲ ہجری۔

تھے اس سے مانع آئے اور کاغذ نہ آنے دیا یا کاغذ حاضر ہوا تو انہوں نے اس کو پھاڑ ڈالا کہ اس شخص یعنی رسول خدا کے حواس ٹھکانے نہیں ہدیان جکتے ہیں ہم کو کتاب خدا کافی ہے۔ بعض حاضرین نے کہا کاغذ قلم و دوات ضرور لانا چاہئے کہ پیغمبر خدا وصیت قلم بند کریں حضرت عمر کے ساتھیوں نے کہا کچھ ضرور نہیں **القول ماقال عمر حسبنا کتاب اللہ** بات وہی ٹھیک ہے جو حضرت عمر نے کہی ہم کو قرآن کفایت کرتا ہے پس نزاع و اختلاف کو اس مقدمے میں طول ہوا اور طرفین سے آوازیں بلند ہوئیں حضرت نے یہ صورت دیکھی تو نہایت دلگیر ہوئے اور بکمال غیظ فرمایا **قومو اعنی لا ینبغی عندی التنازع** میرے پاس سے چلے جاؤ یہاں جھگڑنا و نزاع کرنا زیبا نہیں، یہ قصہ مشہورات و متواترات سے ہے صحاح ستہ اہل سنت اور ان کی دیگر کتابوں میں موجود ہے اور شہرت اس کی اس درجہ کو ہے کہ صرف بخاری نے باوجود سخت تعصب کے اس کو سات موقعوں پر نقل کیا ہے اور مسلم میں تین طریق سے روایت کیا ہے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے از الجملہ صحیح بخاری وغیرہ میں یہ بھی ہے کہ عبد اللہ بن عباسؓ اس روز کو یاد کرتے تھے کہ **یوم الخمیس مایوم الخمیس** پنجشنبہ کا دن بھی عجب پنجشنبہ کا دن ہے یہ کہہ کر اس قدر روئے کہ سنگریزے مسجد کے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ ان سے پوچھا اے ابن عباسؓ کون سا امر عظیم پنجشنبہ کو واقع ہوا کہ تم اس کو اتنا یاد کرتے ہو کہا اس روز درود وجع رسول اللہ کا شدید ہوا اور انہوں نے چاہا کہ ایک نامہ لکھیں کہ ان کے بعد امت میں اختلاف نہ رہے پس فرمایا **اهلکموا اکتب لکم کتابا لن تضلوا** آؤ تم کو ایک نوشتہ لکھ دوں کہ جس سے کبھی گمراہ نہ ہو۔ بروایت فرمایا **ایتونی بدواة و بقرطاس** کہ لاؤ دوات اور کاغذ اور بعض میں ہے **ایتونی بکنف** لاؤ میرے پاس شانہ گوسفند یا شتر عمران النبی قد غلب علیہ الوجد و عند کم القرآن حسبنا کتاب اللہ یعنی حضرت عمر نے کہا رسول اللہ پر دروغ غالب ہے تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ کہ کتاب خدا کافی ہے بروایت عمر نے کہا **دعو الرجل انه لیہجرو حسبنا کتاب اللہ** اس مرد کو چھوڑو یہ تحقیق کہ وہ ہدیان جکتا ہے۔ بعض روایات میں خود ہدیان کا لفظ موجود ہے یعنی **دعو الرجل انه لیہذوا** بہر حال راوی کہتا ہے **فاختلف اهل البيت فاختصموا منهم من يقول قربوا لیکتب لکم النبی کتابا لن تضلوا بعده ومنهم من يقول من قال عمر یعنی جو لوگ اس وقت مکان میں تھے ان میں اختلاف و خصومت واقع ہوئی بعض کہتے تھے کہ قلم و دوات لے آؤ تاکہ نبی یہ نوشتہ لکھ دیں جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہو اور بعض وہ تھے جو عمر کا کہنا کہتے تھے فلما اکثر اللفظ والاختلاف عند النبی قال رسول اللہ قوموا عنی لا ینبغی عند نبی تنازع جب تک کہ اور اختلاف پیغمبر کے**

سامنے زیادہ ہوا تو آنحضرت نے فرمایا اٹھ کھڑے ہو اور جاؤ کہ نبی کے پاس بیٹھ کر یہ جھگڑے کرنے سزاوار نہیں، ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ **فتنازعو ولا یبنغی عند نبی تنازع** کہ انہوں نے نزاع اور جھگڑا کیا حالانکہ پیغمبرؐ خدا کے پاس جھگڑا کرنا سزاوار نہ تھا۔ اور نیز ابن عباسؓ کہتے تھے **ان الرزیه کل الرزیه فیما حال بین رسول اللہ و بین ان یکتب لہم ذلک الکتب لاختلافہم و لعظم مصیبتی مصیبت سخت** مصیبت ہے یہ کہ رسول اللہ کو نوشتہ نہ لکھنے دیا اور اس میں اور رسول خدا میں حائل ہوئے۔ بسبب اختلاف اور شور و غل کرنے کے واقعی اس سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت ہوگی کہ پیغمبرؐ خدا آخر وقت میں وصیت لکھنا چاہیں اور وصیت بھی وہ کہ امت کو ابد الابد ضلالت و گمراہی سے بچائے اور یہ لوگ اس سے مانع آئیں نہ صرف منع کریں بلکہ آپ کو رور و درو و حواس باختہ و ہڈیاں کینے والا (معاذ اللہ منہ) بتلائیں اور اس قدر آزرده و ناراض کریں کہ رحمت العالمین جن کے خلق عظیم کی حق تعالیٰ قرآن میں صفت و ثنا کرتا ہے ان کے پاس بیٹھنے کے بھی روادار نہ رہیں اور کمال غیظ و غضب اپنے مکان سے اٹھو ادیں ادنیٰ شخص بھی مرنے کے وقت وصیت کرنا چاہتا ہے تو اس کی بات کو سنتے اور مانتے ہیں بلکہ نہایت دلجوئی کرتے ہیں تاکہ جو کچھ اس کے دل میں ہو کہہ کر رے رسول خدا کہ باعث ایجادِ عالم و فخر بنی آدم تھے اور ہر ایک کلمہ آپ کا وحی منزل من اللہ ہلاکت سے بچانے والا ہادی و راہ نما تھا ان کی وصیت کرنے پر یہ لوگ یہ رنگ لائے کفار کہا کرتے تھے **انہ لمجنون**، حضرت عمرؓ نے کہا **انہ لیہجر خدا تو یا ایہا الرسول یا ایہا النبی ان القاب کے ساتھ آپ کو خطاب کرے اور جناب ہر خطاب **اِنَّ الرَّجُلَ** (یہ مرد) کہیں۔ کیسی بے ادبی کی بات اور کس قدر شوخ چٹشی اور گستاخی یہ تھی۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے **اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول** اطاعت کرو خدا اور رسول کی اور نیز کہتا ہے **انا کُم الرسول مخذوہ و ما نہکم عنہ فانتہوا** کہ جو رسول خدا تم کو حکم کریں اس کو قبول کرو جس سے منع کریں باز رہو یہ بجائے اطاعت کے ایسی زبان درازیاں کریں کیا یہی اطاعت رسول تھی اور یہی آنحضرت کے امر و نہی کی پیروی جو انہوں نے آخر وقت میں رسول اللہ کے سامنے ظاہر کی۔ بات صرف یہ ہے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ جو بات ہمیشہ کہتے ہیں اور جو ابھی برسرِ منبر کہی اور جس کو غدرِ خرم میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے مجمع میں تقریر کیا، یعنی خلافت علی مرتضیٰ اسی کو حضرت اس وقت لکھوائیں گے پس انہوں نے سوچا کہ زبانی باتوں کا علاج ہو سکتا ہے کچھ بندوبست کر لیں گے مگر نوشتہ تو مثل نوشتہ تقدیر کسی کے منائے نہ مٹے گا۔ بے شک وہ بات پیدا کی کہ اگر وہ کاغذ لکھا بھی جاتا تو کچھ فائدہ نہ تھا۔ پس شرم و حیا بلکہ دین و ایمان کو بالائے طاق رکھ کر کہہ دیا **ان الرجل لیہجر** یہ شخص بدحواس اور بے ہوش ہے اس کی بات کا کچھ اعتبار نہیں اور حضرت عمرؓ**

کایہ کہنا کہ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰہِ کہ ہم کو کتاب خدا یعنی قرآن کافی ہے عجب منطق ہے۔ حضرت رسول اللہ تو کہیں کہ قرآن و اہل بیت دونوں ساتھ ہیں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے اور بار بار دونوں سے تمسک کرنے کا حکم دیں اور یہ حضرات کہیں کہ ہم کو قرآن کافی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بیمار کہے کہ میرے پاس طب کی کتابیں موجود ہیں اس لئے طبیب کی حاجت نہیں رکھتا، پھر بیمار بھی وہ کہ ایک حرف ان کتابوں کا خود نہ پڑھ سکے، یہی حال بعینہ خلیفہ صاحب کا اس مقام پر ہے کہ آپ کے علم و معرفت کی تو یہ کیفیت تھی کہ خود انہیں کے قول کے موافق زنانہ پردہ نشین بھی ان سے افتخار تھیں اور جہاں کوئی مشکل پیش آ جاتی تھی تو اہل بیت کا دامن پکڑتے اور حضرت حلال مشکلات کی خدمت میں التجا کرتے تھے لیکن زبان سے کہنے کو حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰہِ کہہ گئے۔ جب کہ آیات متعلقہ احکام حسب تصریح علما کل پانچ سو ہیں تو ظاہر ہے کہ ان سے تمام مسائل شرعی استخراج نہیں ہو سکتے۔ علاوہ بریں قرآن میں محکم متشابہ نسخ منسوخ مجمل مول ہر طرح کا کلام ہے تو کیوں کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم کو قرآن کافی ہے حق تعالیٰ خود فرماتا ہے وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ کہ اس کی تاویل سوائے اللہ کے اور ان لوگوں کے جو علم میں راسخ ہیں کوئی نہیں جانتا۔ سوا ظاہر ہے کہ راسخون فی العلم رسول خدا ہیں یا ان کے اہل بیت ہدیٰ جن کے گھر میں قرآن اتر رہا ہے نہ کہ حضرت امیر خطاب جن کی زبان لولا علی لہلک عمر کہتے خشک ہوتی تھی۔ تعجب ہے کہ حضرت امیرؓ کی خلافت لکھنے پر تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ پر بدحواسی کی تہمت لگائی اپنی خلافت کا کاغذ لکھتے وقت حضرت ابوبکر کو سرری خطی ہدیان بکنے والا نہ بتایا۔ انہوں نے بھی تو اپنے مرض موت ہی میں یہ نوشتہ لکھوایا تھا۔ بلکہ وہ تو اثنا عشر میں سچ مچ بے ہوش ہو جاتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر کا نام بھی عثمان کا تب و شیقہ نے ان کی بے ہوشی میں اپنی ہوشیاری سے لکھ دیا۔ جس کو ہوش میں آ کر خلیفہ اول نے بہت پسند کیا چنانچہ اس کا ذکر آئندہ زیادہ تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں آئے گا مگر وہاں اپنا فائدہ تھا حضرت ابوبکر کی بے ہوشی بھی ہوشیاری ہو گئی یہاں امیر المومنین کا معاملہ درمیان تھا کہ حضرت اعتل ناس بھی بدحواس سمجھے گئے نعوذ باللہ من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس شاعر عربی کہتا ہے۔

اوصی النبی فقال قائلہم قد ضلّ یہجر سید البشر
وراوا ابابکر اصاب فلم یہجر وقد اوصی الی عمر
یعنی پیغمبرؐ نے وصیت کی تو ان کے کہنے والے نے کہا کہ سید و سر دار آدم ہدیان بکتے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ نے عمرؓ کے واسطے وصیت کی تو ان کے نزدیک وہ راہ صواب پر تھے اور ہدیان نہیں بکتے تھے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ

اس قضیہ کے بعد تین چار روز زندہ رہے اس وقت عمرؓ نے منع کر دیا تھا دوسرے وقت کیوں نہ کسی اور نے آنحضرت سے اس کاغذ کو لکھوا لیا اس کا جواب یہ ہے کہ بعد میں لکھوانے سے کیا فائدہ تھا جن لوگوں کے واسطے یہ نوشتہ تھا اور جن کو اس سے ہدایت کرنا اور آگاہ کرنا منظور تھا وہ تو بروہی اختلاف حواس و ہدیان تجویز کر چکے تھے پھر اگر اس جلسہ کے بعد یہ نوشتہ لکھا بھی جاتا تو کیا اثر ہوتا وہ کیوں اس کو قبول کرنے لگے تھے تب تو اتنی ہی بات اس کو کافی تھی کہ پیغمبرؐ نے کوئی کتبہ نہیں لکھا ان لوگوں نے آپ کاغذ لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دیا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس قضیہ کے بعد خود رسول اللہ ہی نے اس کے لکھنے کا خیال ترک کر دیا تھا۔ حدیث میں وارد ہے کہ اس کے بعد بعض اصحاب نے عرض کیا کہ ہم اب کاغذ قلم دوات حاضر کریں تو حضرت نے فرمایا **اَبَعْدُ مَا سَمِعْتُ** یعنی تم نے یہ حال ان لوگوں کا دیکھا اور گستاخی اور دریدہ دہنی ان کی مشاہدہ کی پھر مجھ سے اس کے لکھنے کو کہتے ہو اب اس سے کیا فائدہ ہوگا اب تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری اہل بیت کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور ان کو ایذا نہ دینا یہ کلام حسرت انجام آنحضرت کا سن کر لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ قطع نظر اس کے تین چار روز تک اس کے بعد آپ کا زندہ رہنا بھی بعید از قیاس نہیں بعض کتب اہل سنت سے پایا جاتا ہے کہ اسی روز بلکہ اسی وقت اس جلسہ کے برخاست ہوتے ہی جان بحق ہو گئے ابن ابی الحدید معتزلی لکھتا ہے **فَمَاتَ رَسُولُ اللَّهِ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ** یعنی جس روز کہ قضیہ قرطاس وقوع پذیر ہوا اسی روز آنحضرت نے رحلت کی اور واقدی نے لکھا ہے کہ جب ان کے درمیان یہ شور و غل ہوا اور حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور وہ لوگ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اسی وقت روح پر فتوح نے جسم اطہر سے انتقال کیا۔ طرہ یہ ہے کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ اس کاغذ میں حضرت رسالت پناہ خلافت امیر المومنین کی تصریح کیا چاہتے تھے مگر حضرت عمرؓ نے براہ دلسوزی و درودین کہ یہ خلیفہ ہوں گے تو عرب ان پر اتفاق نہیں کرے گا ان کو اس سے باز رکھا، نوذی شارح مسلم اس حدیث کی شرح میں لکھتا ہے **قَدْ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي الْكِتَابِ الَّذِي هُمُ الَّذِي بِهِ فَقِيلَ ارَادَ انْ يَبِضَ عَلَى الْخِلَافَةِ فِي انْسانٍ مَعِينٍ لِّثَلَا يَقَعَ نِزَاعٌ وَفَتَنٌ** یعنی علما نے اختلاف کیا ہے اس کتبہ میں کہ پیغمبر خدا اس کے لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت نے چاہا تھا کہ ایک شخص خاص کے واسطے خلافت لکھ جائیں تاکہ باہم نزاع و فساد نہ ہونے پائے، درحقیقت جس قدر نزاع و فساد اس کاغذ کے نہ لکھے جانے کے سبب سے ہوئے اتنے کسی سبب سے نہیں ہوئے، بلکہ سچ پوچھو تو بنیاد تمام لڑائی جھگڑوں مسلمانوں کی اور جملہ اختلافات کی یہی مسئلہ خلافت ہے۔ روایت ابن ابی الحدید: ابن ابی الحدید نے تاریخ بغداد سے ایک روایت نقل کی ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ابتدائے خلافت عمرؓ میں ان کے

پاس داخل ہوا تو دیکھا میں نے کہ بقدر ایک صاع (ہندوستان کے وزن سے تین سواتین سیر کا ہوتا ہے) کے خرما ان کے آگے چٹائی پر پڑے ہیں اور ایک گھڑا پانی کا پاس رکھا ہے مجھ کو دیکھ کر میری بھی تواضع کی کہ کھاؤ میں نے ایک دانہ اس سے اٹھا کر کھالیا۔ لیکن خلیفہ صاحب نے جو کھانا شروع کیا تو تمام کھا گئے پھر گھڑا منہ سے لگا کر پانی پیا اور اپنے بچھونے پر لیٹ کر بار بار خدا کا شکر کرتے تھے بعد ازاں مجھ سے بولے **من این جئت یا عبداللہ** اے عبداللہ تم اس وقت کہاں سے آتے ہو میں نے کہا مسجد سے پوچھا اپنے چچیرے بھائی کو کس حال پر چھوڑا عبداللہ کہتے ہیں کہ میں سمجھا کہ شاید عبداللہ بن جعفر کو پوچھتے ہیں۔ میں نے کہا اپنے ہم سنوں کے ساتھ کھیل رہے تھے عمر نے کہا میں ان کو نہیں پوچھتا۔ **انما عنیت عظیمکم اھل النبیت** میرا سوال تم اہل بیت کے بزرگ کی نسبت ہے میں نے کہا وہ ایک شخص کے باغ میں پانی بیج رہے تھے اور تلاوت قرآن کرتے جاتے تھے عمرؓ نے کہا اے عبداللہ تم کو قسم دیتا ہوں تم پر قربانی شتران لازم ہو اگر تم چھوڑ آیا ان کے دل میں اب بھی کچھ خیال خلافت کا باقی ہے میں نے کہا ہاں کیوں نہیں عمرؓ نے کہا شاید ان کا گمان یہ ہے کہ رسول اللہؐ ان کو خلیفہ کر گئے ہیں۔ میں نے کہا البتہ اس کے علاوہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا تھا کہ علیؑ جو دعویٰ خلافت کا کرتے ہیں آیا وہ درست ہے انہوں نے کہا ہاں درست ہے عمرؓ نے کہا رسول اللہؐ کی باتیں اس بارے میں کچھ ایسی پریشان اور مبہم ہوتی تھیں کہ ان سے کسی حجت کا اثبات اور کوئی عذر قطع نہیں ہو سکتا۔ یعنی صاف صاف نہیں تھیں اور پیغمبرؐ بسا اوقات علیؑ کی محبت کے سبب سے طریق حق سے لغزش کر جاتے تھے اور انہوں نے مرض الموت میں چاہا کہ ان کے نام کی تصریح کر جائیں میں نے بسبب محبت و شفقت مسلمانوں کے ان کو روک دیا اور نہ لکھنے دیا قسم بخداے کعبہ کہ اگر علیؑ خلیفہ ہوتے تو قریش ان کو نہ مانتے اور عرب چاروں طرف سے اٹھ کھڑے ہوتے رسولؐ خدا کو بھی میرے دل کی بات معلوم ہو گئی تھی لہذا چپکے ہو رہے اور جو خدا کو منظور تھا وہی ہو کر رہا۔ تمام ہوئی روایت ابن ابی الحدید کی حقیر مولف کہتا ہے کہ رسول اللہؐ چپکے کہاں ہو رہے بلکہ **قَوْمُ عَنِّي** کہہ کر بکمال ذلت و خواری آپ کو حجرہ مقدس سے نکلوا دیا اور علیؑ کے حق میں تو ضرور وہ حضرت طریق حق سے گزر جاتے تھے لیکن حق پر جب رہتے جب کہ آپ کی یا آپ کے برادر رکلاں حضرت ابو بکرؓ کی مدح فرماتے یا آپ کی خلافت کا پٹہ لکھ جاتے۔ ہمارے نزدیک آپ کو بارگاہ خداوندی میں دخل تو تھا ہی حتیٰ کہ وحی آپ کی رائے کے موافق نازل ہوتی تھی لیکن یہ برا کیا کہ پیغمبرؐ خدا کو پیغمبری سے یہ کہہ کر لگتے ہاتھ آپ نے نہ روک دیا کہ وہ پیغمبرؐ ہوں گے تو قریش ان کو نہ مانیں گے اور عرب مخالفت پر اٹھ کھڑا ہوگا کہ سرے ہی سے چھٹی ہو جاتی وحی آپ کی رائے کے موافق تو آتی ہی تھی آپ ہی کے پاس آ جایا کرتی پھر دیکھئے کہ آپ کی حسن تدبیر سے خلافت کو کیا رونق ہوئی ہے جو

نبوت کو ہوتی ادھر خدا کو یہ آسانی ہو جاتی کہ ہر بات میں آپ کی رائے معلوم کر کے وحی بھیجنے کی تکلیف سے چھوٹ جاتا سب کام آپ کی رائے زرین کے حوالے ہو جاتے آپ خود ہی سب ٹھیک ٹھاک کر لیتے بھلا صاحب یہ غیب کی بات کہاں سے جانی، کوئی الہام ہوا یا جبریل آپ سے کہہ گئے کہ امیر المومنین خلیفہ ہوتے تو عرب ان پر اتفاق نہ کرتا۔ جو کوئی آپ کا خیر خواہ یہ کہے کہ زمانہ خلافت علی علیہ السلام سے ظاہر ہوا کہ جنگ جمل و صفین و نہروان میں لوگ ان سے لڑتے رہے، تو ہم کہیں گے کہ یہ بھی حضرت خلیفہ صاحب ہی کی عنایت تھی، نہ وہ غضب خلافت کر کے سنت ہائے رسول کو یوں ملیا میٹ کرتے نہ آنحضرت کو یہ قصے جھگڑے پیش آتے، دیکھئے سب سے پہلا قضیہ اس عہد کا طلحہ وزیر کا فتنہ ہے جو صرف اس سبب سے پیدا ہوا، کہ امیر المومنین ان کو سنت رسول اللہ کے موافق برابر حصہ دیتے تھے مگر ان کو تو غلیفوں کے وقت کی بردوں کی چاٹ لگی ہوئی تھی کیوں راضی ہوتے، بگڑ بیٹھے اور ایسے بگڑے کہ ظالموں نے جمل کا بکھیرا کھڑا کر دیا، ان کی دیکھا دیکھی معاویہ کو بھی حوصلہ ہوا، اور اس نے بہ بہانہ طلب خون عثمان دوسری جنگ صفین پیش کی، نہروان کی لڑائی ظاہر ہی ہے کہ جنگ صفین کے بعد اور جھگڑے اس سے پیدا ہوئے، چلے خاتمہ ہوا اب فرمائیے کہ یہ تمام جنگ و جدل کس کی طرف سے واقع ہوئے اور خلیفہ صاحب کا یہ ارشاد **اَبٰی اللّٰہُ اِلَّا فُضَاءٌ مَا حَتَمَ** کہ وہی ہوا جو خدا کو منظور تھا، جبریوں اور قدریوں کے قول کے بہت ہی مشابہ ہے اگر یہی راستہ کھولا جائے تو اہل فسق و فجور کفر و زور کو اچھا خاصہ عذر ہاتھ آتا ہے وہ کہہ دیں گے کہ ہم کیا کریں خدا کو یہی منظور تھا جو ہم سے صادر ہوا، پس ابو لولو نے جو آپ کے شکم میں خنجر لگایا اس کی نسبت یہی کہا جاسکتا ہے کہ خدا کو یہی منظور تھا، اس بے چارے کا کیا قصور تھا نیز شیعہ جو کوئی کلمہ آپ کے حق میں کہہ بیٹھتے ہیں خدا ان کے منہ سے کہلوا دیتا ہے، ان کا کیا گناہ ہے جو آپ کے معتقد اسے سن کر جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ دوسرے موقع پر اس عذر بدتر از گناہ کو خلافت پناہ نے اور بھی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ ابن ابی الحدید ان کے سفر شام کی حکایت بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اور عبد اللہ بن عباسؓ اپنے اپنے اونٹوں پر سوار سب سے علیحدہ چلے جا رہے تھے اس وقت عمرؓ نے کہا اے پسر عباسؓ میں تمہارے ابن عم علی علیہ السلام کی شکایت کرنے والا تھا میں نے ہر چند چاہا کہ اس سفر میں وہ ہمارے ساتھ آئیں نہ آئے اور میں ان کو اپنے سے ہمیشہ خفا پاتا ہوں، اس غیظ و غضب کا سبب کچھ تمہاری بھی سمجھ میں آتا ہے، ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اس کا سبب تم کو خود معلوم ہے عمرؓ نے کہا شاید ان کا یہ غصہ خلافت کے نہ ملنے پر ہے میں نے کہا ہاں یہی وجہ ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ خلافت ان کے لئے چاہتے تھے عمرؓ نے کہا جب کہ خدا نے نہ چاہا کہ خلافت ان کو ملے تو رسول خدا کے چاہنے سے کیا ہو سکتا تھا رسول خدا نے یہ چاہا خدا نے اس کے برخلاف چاہا۔ کیا ہمیشہ وہی ہوتا تھا جو رسول خدا چاہتے تھے رسول خدا تو

بہت چاہتے رہے کہ ان کے چچا ابوطالب مسلمان ہو جائیں مگر خدا نے نہ چاہا نہ ہوئے۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ حضرت ابوطالب تو خدا کے فضل سے مسلمان اور مسلمانوں کے سرتاج ہیں ان کی نسبت تو یہ ناحق کی بڑے بڑے مگر ہاں ابولہب ابو جہل وغیرہ کفار قریش و دیگر کفرہ فخرہ کو بہت اچھا پروانہ خلافت مآب نے عطا کر دیا ہے وہ ضرور قیامت کے روز اس سند کے حوالے سے خدا کے سامنے کہہ سکتے ہیں کہ تو نے ہی تو نہ چاہا کہ ہم مسلمان ہوں تو پھر کیا ہم کوئی تجھ سے زبردست تھے کہ خلاف تیری مرضی کے مسلمان ہو جاتے۔ اب ہم حضرت عمر کی پیغمبر خدا کے ساتھ چند مخالفتیں نقل کرتے ہیں اور اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ از انجملہ ایک عظیم مخالفت یہی قصہ قرطاس کی ہے کہ رسول اللہ تو وصیت نامہ لکھنے کو کاغذ مانگیں، اور وہ کہیں ہڈیاں بکتے ہیں، ہم کو کتاب خدا کافی ہے اور اس سرکشی کا نام عقل و دور بینی اور مسلمانوں کی خیر خواہی رکھیں اور اس کو فخریہ لوگوں کے سامنے نقل کریں۔ پہلے گزرا کہ ابن عباسؓ اس مصیبت کو یاد کر کے زار و قطار مثل ابرو بہار رویا کرتے تھے۔ اور فاضل شہرستانی نے مل و نعل میں اس کو مسلمانوں کا پہلا نزاع و فساد کہا ہے اور لکھا ہے کہ کسی مسئلہ شرعیہ پر اس قدر تلوار نہیں چلی جس قدر کہ مسئلہ امامت پر چلی۔ ایک ان میں سے روز حدیبیہ کی مخالفت ہے کہ حضرت نے نظر بمصالح کفار کے ساتھ صلح فرمائی تو حضرت خلیفہ ثانی بگڑ بیٹھے اور لگے حضرت کی نبوت میں شک کرنے اور اتنا شک کیا کہ خود اپنے قول کے موافق یہ شک عمر بھر کے شکوک سے جوانہوں نے حضرت کی رسالت میں کئے تھے بڑھ چڑھ کر تھا۔ ایک اور مخالفت حجتہ الوداع کے دن کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے حکم دیا کہ جو لوگ ہڈی ساتھ نہیں لائے عمرہ تمتع کی نیت بدل کر محل ہو جائیں پس پیغمبرؐ کے حکم کی مخالفت کی اور احرام پر جے رہے اور نہ اس وقت بلکہ تا بزیت حج تمتع پر ایمان نہ لائے۔ اور بھی عہد خلافت میں اس مخالفت پیغمبرؐ کا بڑے زور سے اعلان فرمایا کہ دو متعہ پیغمبرؐ خدا نے حلال کئے تھے میں ان دونوں کو حرام کرتا ہوں وہ متعہ النساء و متعہ الحج ہیں۔ چنانچہ پیشتر کسی قدر تفصیل سے ان کا بیان گذرا۔ ایک اور نمایاں مخالفت پیغمبرؐ کی ابو ہریرہؓ والی حکایت ہے مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اس کو نقل کیا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ کہتا ہے کہ میں ایک روز حضرت رسول اللہ کی طلب میں چلا آپ کو ایک مرد انصاری کے باغ میں پایا پس مجھ کو نعلین مبارک اپنے دیئے اور کہا ان کو لے جا اور جو تجھے ملے ان کو دکھلا کر کہنا کہ پیغمبرؐ خدا نے کہا ہے کہ جو بصدق دل لا الہ الا اللہ کی شہادت دے بشارت بہشت اس کے لئے ہے ابو ہریرہؓ نے کہا کہ سب سے پہلے جس سے میری ملاقات ہوئی وہ حضرت عمر خطابؓ تھے انہوں نے پوچھا یہ جوتیاں کیسے لئے پھرتا ہے میں نے کہا کہ پیغمبرؐ خدا نے دی ہیں کہ جو وحدانیت خدا کی گواہی دے اس کو بشارت بہشت دوں یہ سن کر حضرت عمرؓ نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک مکا ابو ہریرہؓ کے سینہ میں اس زور سے رسید کیا کہ وہ بچا پراپشت کے بل زمین پر

جاڑا اور کہا جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جا۔ پس ابو ہریرہ گرتا پڑتا بھاگا اور روتا جاتا تھا باغ میں پہنچا، تو رسول خدا نے پوچھا اے ابو ہریرہ تجھ کو کیا ہوا، اس نے ماجرائے گزشتہ بیان کیا اتنے میں حضرت عمرؓ بھی وہاں آ گئے۔ پیغمبرؐ نے پوچھا کس لئے تو نے اس کو مارا، کہا یا رسول اللہ آپ نے اس کو بھیجا تھا کہ یہ بشارت دے، فرمایا ہاں، کہا ایسا نہ کریں نہیں تو لوگ اس پر بھروسہ کر کے اعمال خیر کو بالکل چھوڑ دیں گے، دیکھئے جتنا دردین حضرت عمر کو تھا پیغمبرؐ کو نہ تھا اور جس قدر وہ اس کے نیک و بد کو جانتے تھے حضرت نہ جانتے تھے اسی لئے تو ہم نے کہا تھا کہ ان کو خدا کی کچھری میں اپنے لئے پیغمبر کی درخواست دینی چاہئے تھی اب ذرا راوی حدیث کی شرارت کو بھی خیال کیجئے کہ پیغمبرؐ نے یہ نصیحت حضرت عمرؓ کی سنی تو فرمایا اچھا رہنے دو کہ لوگ اعمال خیر بجالائیں یعنی پہلے سے حضرت کو اس کی خبر نہ تھی عمرؓ کے کہنے سے برے نتیجہ کی خبر اس کو جانا لا حول ولا قوۃ الا باللہ ایک اور سنئے عبد اللہ بن ابی منافق مرا تو اس کا بیٹا عبید اللہ بن عبد اللہ کہ مومن خالص تھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کہ پیرا مہن مبارک اپنے بدن کا اس کے کفن کو عنایت کریں آپ نے اپنا کرتا اتار دیا پھر تجبی ہوا کہ نماز جنازہ بھی پڑھائیں آپ کو اس کی دلداری منظور تھی نماز کے واسطے بھی کھڑے ہو گئے حضرت عمرؓ کا تو جوش دین داری رسول خدا کی نسبت زیادہ تھا ہی بے تاب ہو گئے اور بروایت صحیح بخاری و مسلم آپ کا کپڑا پکڑ کر گھسیٹا کہ آپ اس منافق کی نماز پڑھتے ہیں حالاں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع کیا ہے رسول خدا نے فرمایا دور ہواے عمرؓ مجھ سے اور نماز پڑھنے دے زیادہ مبالغہ کیا تو فرمایا حق تعالیٰ نے مجھ کو اختیار دیا ہے اِسْتَغْفِرُ لَهُمْ ، وَلَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ کہ طلب آمرزش کر ان کے لئے یا نہ کر ان تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً اگر استغفار کرے ان کے لئے ستر مرتبہ۔ پس حضرت نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے میں حق تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو زیادہ استغفار کرتا غرض حضرت نے اس پر نماز پڑھی بعد ازاں آیہ نبی صلوٰۃ نازل ہوئی۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھ کو آنحضرت پر اس قدر جرات کرنے سے تعجب ہوتا ہے یہ روایت صحیحین کی ہے ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ عمرؓ کی اس جرات (گستاخی) پر اور لوگ بھی تعجب کرتے تھے اور بطریق شیعہ حضرت صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ عبید اللہ پسر عبد اللہ کے تالیف قلب کے لئے اس کے جنازہ پر حاضر ہوئے حضرت عمرؓ نے کہا آیا خدا نے تم کو اس کی قبر پر کھڑے ہونے سے منع نہیں کیا، حضرت نے کچھ جواب نہ دیا تو اس نے پھر تکرار کیا، فرمایا دوائے ہو تجھ پر تو کیا جانے کہ میں نے اس پر کیا کہا، میں نے یہ کہا کہ خداوند اس کی قبر آتش سے پر کر اور اس کے بدن کو آتش جہنم میں جلا حضرت صادقؑ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مصلحت رسول کو بگاڑ دیا اور وہ امر حضرت سے ظاہر کر آیا جس کو آپ اس کے بیٹے کی دل شکنی کے خیال سے ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے واضح رہے کہ یہ عبید اللہ پسر عبد اللہ وہ شخص ہے کہ

جب عبد اللہ مذکور نے ایک سفر میں کہا کہ اب کے یہاں سے لوٹ کر مدینہ جائیں تو عزیز تر ہمارا (یعنی خود) ذلیل ترکو یعنی پیغمبر گو وہاں سے نکال دے گا تو یہ عبید اللہ تاک میں رہا جب سواری مدینہ کے قریب پہنچی تو اس نے آگے جا کر اپنے باپ کی سواری کے اونٹ کو روکا اور کہا قسم بخدا کہ تجھ کو مدینہ جانا نہیں ملے گا جب تک حضرت رسول خدا اجازت نہ دیں تاکہ تو بھی جان لے کہ عزیز ترکون ہے اور ذلیل ترکون؟ وہ اس کو روکے کھڑا تھا اور لوگ ان کا تماشا دیکھتے جاتے تھے اور عبد اللہ کہتا تھا انا ذل من الصبیان انا اذل من النساء میں بچوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں میں عورتوں سے بھی بے قدر ہوں اور وہ مومن اس کو نہ چھوڑتا تھا حتیٰ کہ رسول خدا نے پہنچ کر باپ کو بیٹے کے ہاتھ سے خلاصی دلوائی۔ اور نیز اسی عبید اللہ نے کہیں سے یہ سنا کہ رسول خدا عبد اللہ بن ابی کو مروانا چاہتے ہیں تو حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ کو میرے باپ کا قتل منظور ہے تو مجھ کو حکم دیجئے کہ قبل اس کے کہ آپ اس مقام سے حرکت کریں میں اس کا سر آپ کے لئے کاٹ لاتا ہوں باوجودیکہ قبیلہ خزرج میں اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا مجھ سے بڑھ کر کوئی دوسرا نہیں اور عرصے سے وہ بجز میرے اور کسی کے ہاتھ کی کوئی شے نہیں کھاتا لیکن مجھ کو خوف ہے کہ اگر کوئی اور شخص اس کی گردن مارے تو مبادا مجھ سے صبر نہ ہو سکے اور اس سے بدلا لوں اور اس سبب سے جہنم میں ڈالا جاؤں۔ حضرت نے فرمایا اے عبید اللہ میں نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا بلکہ جب تک ہمارے درمیان رہے گا اس کے ساتھ نیکی کریں گے۔ افسوس کہ حضرت عمرؓ نے مصلحت پیغمبر کو اس مومن پاک کے حق میں برہم کیا اور اس کا دل دکھایا یعنی وہ کلمہ آپ سے کہلوا یا جس کو آپ کہنا نہیں چاہتے تھے روضۃ الاحباب میں ہے۔ ”یہ ثبوت پیوستہ کہ بعد از انکہ ابن ابی رافضی کردہ بودند حضرت بر سر قبر دے برفت و فرمود تا آن را بروں آوردند سر دے بر کنار منارک خود نهادند و آب دہن مبارک خود در دہان دے انداخت“ اتنی۔ ہر چند یہ بے ہودہ روایت ہمارے نزدیک معتبر نہیں لیکن چوں کہ روضۃ الاحباب کی ہے اس لئے الزاماً گذارش ہے کہ رسول اللہ کو تو ابن ابی کی اس قدر خاطر منظور تھی کہ اس کی لاش کو قبر سے نکلوا کر آب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور حضرت عمرؓ کو اس پر نماز پڑھنا بھی گوارا نہ تھا یہ صریح مخالفت و معاندت ہے رسول خدا کے ساتھ ذکر علالت خیر الانام اور ان ایام مصیبت انجام کا کچھ احوال: مرض الموت جس میں کہ آپ نے رحمت خدائے ذوالجلال کی طرف انتقال فرمایا کوئی بارہ تیرہ روز رہا چوں کہ تاریخ وفات بنا بر مشہور میان علمائے امامیہ ۲۸ صفر ۱۱ ہجری ہے اس سبب سے غالباً ۱۶ یا ۱۷ صفر سے مرض شروع ہوا۔ مدارج النبوة میں ہے چوں کہ وہ حضرت شدت مرض سے بار بار بے ہوش ہوتے اور ہوش میں آتے تھے چلنا چاہتے تھے تو اچھی طرح چل پھر نہیں سکتے تھے اس لئے لوگ آپ کی بیماری کو ذات الجذب تجویز کرتے تھے مگر آپ نے اس کی تردید کی اور فرمایا کہ ذات

الجہب شیطان سے ہے حق تعالیٰ اس کو مجھ پر مسلط نہیں کر سکتا۔ منقول ہے کہ ابتدائے مرض میں رسول خدا مامور ہوئے کہ اہل گورستان بقیع کے لئے دعائے مغفرت کریں پس دست مبارک امیر المومنین کا پکڑ کر اس طرف کو روانہ ہوئے صحابہ حضرت کے پیچھے پیچھے جاتے تھے جنت البقیع میں پہنچے تو فرمایا السَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا أَهْلَ الْقُبُورِ گوارا و مبارک ہو تم کو یہ حالت جس میں کہ ہو کیوں کہ تم فتنوں سے پناہ میں ہو جو خلقت کو پیش آنے والے ہیں بہ تحقیق کہ فتنہ ہائے بسیار مثل پارہ ہائے شب تار لوگوں کی طرف متوجہ ہیں۔ پس دیر تک کھڑے ہوئے ان کے لئے طلب آمرزش کرتے رہے پھر امیر المومنین سے فرمایا کہ جبریل ہر سال قرآن کو ایک مرتبہ مجھ پر عرض کرتے تھے الا امسال کہ دو مرتبہ عرض کیا لہذا میرا گمان یہ ہے کہ اجل میری نزدیک پہنچی یا علیٰ حق تعالیٰ نے مجھ کو اختیار دیا کہ چاہوں تو دنیا میں رہوں اور خزاںہائے روئے زمین میرے قبض و تصرف میں ہوں ورنہ بہشت بریں کو جاؤں اور ملاقات پروردگار پر فائز ہوں۔ پس میں نے ملاقات اپنے پروردگار کی اختیار کی جس وقت کہ میں جاں بحق ہوں تو غسل دینا اور میری ستر پوشی کرنا کیوں کہ جو کوئی میرے عورتیں پر نگاہ کرے گا نابینا ہو جائے گا پس مراجعت فرمائے بیت الشرف ہوئے مرض آنحضرت کا سخت و شدید ہوتا جاتا تھا تین روز بعد عصا بہ سر مبارک پر باندھ کر امیر المومنین و فضل بن عباس کے سہارے سے برآمد ہوئے اور منبر پر جا کر کہا لوگوں میں تمہارے درمیان سے جاتا ہوں جس کے ساتھ میرا کوئی وعدہ ہو یا جس کا میرے ذمہ کچھ قرضہ ہو وہ آئے اور مجھ کو آگاہ کرے ایہا الناس کوئی شے بجز اعمالِ خیر کے بندگانِ خدا کو عذاب سے نہیں بچا سکتی پس اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ بغیر عملِ خیر کے رست گار ہو جاؤں یا آرزو کرے کہ بے طاعتِ خدا اس کی رضا حاصل کر سکوں محض باطل ہے قسم بخدا اے عزوجل کہ سوائے نیک اعمال کے کوئی چیز عذابِ خدا سے نجات دینے والی نہیں حتیٰ کہ اگر میں بھی معصیتِ خدا کروں تو جہنم میں بھیج دیا جاؤں گا۔ پس فرمایا پروردگار میں نے تیری رسالت ادا کی پس منبر سے اترے اور نمازِ خفیف و سبک بجماعت ادا کر کے حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں داخل ہوئے ایک روز یا دو روز وہاں رہ کر حجرہ عائشہؓ میں تشریف لائے مرض آنحضرت کا دن بدن زیادہ ہوتا جاتا تھا ایک روز بوقتِ صبح بلال نے آواز دی آپ اس وقت متوجہ عالمِ قدس تھے مطلع نہ ہوئے عائشہؓ نے کہا ابو بکرؓ کو کہو نماز پڑھائے حفصہؓ نے کہا عمرؓ کو کہو یہ آوازیں گوشِ مبارک میں پہنچیں اور غرض فاسد ان کی معلوم ہوئی تو فرمایا خاموش رہو تم ان عورتوں کے مشابہ ہو جو یوسفؑ کو گمراہ کرنا چاہتی تھیں۔ آپ نے ابو بکرؓ و عمرؓ کو اس سے پہلے لشکرِ اسامہؓ میں تعین کیا تھا اس وقت ان کی بیٹیوں کی باتوں سے معلوم کیا کہ وہ مدینہ میں فتنہ و فساد کو موجود ہیں نہایت دل گیر ہوئے اور بدیں خیال کہ مبادا ان کی نماز دلوں میں اشتباہ پیدا کرے اسی شدتِ مرض میں امیر المومنین اور فضل کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پیر زمین پر گھسیٹے ہوئے مسجد میں

تشریف لائے محراب میں پہنچے تو دیکھا کہ ابو بکرؓ نے سبقت کی ہے، دست مبارک سے اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹو اور خود محراب میں بیٹھ کر نماز شروع کی، بعد فراغت دولت خانہ کو مراجعت فرمائی اور ابو بکرؓ و عمرؓ وغیرہ کو بلا کر فرمایا میں نے تم کو امر نہیں کیا کہ لشکرِ اسامہ کے ساتھ جاؤ ابو بکرؓ نے کہا میں گیا تھا والا واپس آیا کہ ایک بار پھر آپ کو دیکھ لوں عمرؓ نے کہا میں نے نہ چاہا کہ آپ کی بیماری کی خبر اوروں سے سنوں اس لئے نہیں گیا حضرت نے فرمایا جاؤ لشکرِ اسامہ کو لے جاؤ پھر تین مرتبہ فرمایا **لَعَنَ اللَّهُ مَنْ تَخَلَّفَ جِيشَ الْاَسَامَةِ** جناب امیرؓ کہتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ نے لشکرِ اسامہ کے ساتھ ان لوگوں کو بھیجا تھا جو مجھ سے بغض و عناد رکھتے تھے اور میں نے راہِ خدا میں ان کے عزیز و اقارب کو قتل کیا تھا اور جو لوگ کہ میرے ساتھ محبت رکھتے تھے اور ان کے سینے میری طرف سے صاف تھے ان کو اپنے پاس مدینہ میں ٹھہرا لیا تھا تاکہ کوئی مفید میرے خلاف فتنہ پرداز نہ کرنے پائے لیکن یہ لوگ وہاں سے لوٹ آئے اور میری بیعت کو جو خدا اور رسولؐ نے ان کی گردنوں میں ڈالی تھی توڑ ڈالا۔ اور جس کے ساتھ چاہا بیعت کر لی حالاں کہ میں آنحضرتؐ کی تجبیرو حکمین میں کہ امرا ہم تھا مصروف رہا اور انہوں نے اپنا کام محکم کیا۔ غرض مسجد میں جانے کی تکان اور اس غم و اندوہ کے سبب سے رسول اللہؐ کو غش آ گیا مسلمان رونے لگے اور صدائے آہ و بکا اہل خانہ ملائک اس جناب سے بلند ہوئی۔ پس چشم مبارک کھولی اور فرمایا میرے پاس دوات و قلم و شانہ گو سفند حاضر کرو کہ ایک نامہ لکھوں تاکہ گمراہ نہ ہو، پس ایک شخص اٹھا کہ قلم دوات لائے عمرؓ نے کہا بیٹھ جا، یہ ہدیان بکتے ہیں اور بیماری نے ان پر غلبہ کیا ہے، ہم کو کتابِ خدا کافی ہے پس حاضرین میں اختلاف ہوا بعض کہتے تھے کہ عمرؓ درست کہتے ہیں ہم کو کتابِ اللہ کافی ہے باقیوں نے کہا اس وقت پیغمبرؐ خدا کے خلاف نہ کرو جو مانگتے ہیں حاضر کرنا چاہئے پس اس میں نزاع ہوئی دوبارہ دریافت کیا کہ جو کچھ آپ طلب کرتے ہیں حاضر کریں فرمایا مجھ کو یہ باتیں تم سے سن کر حاجت نہیں کہ وہ کاغذ لکھوں **اَلَا تَمُّوْا وَصِيَّتَ كِرْتَا هُوْنَ** کہ میرے اہل بیت کے ساتھ نیک سلوک کرنا یہ کہہ کر روئے مبارک ان کی طرف سے پھیر لیا اور یہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں خدمتِ جناب رسول خدا میں حاضر ہوا وہ جناب ایک چادر اوڑھے تھے اور اس قدر حرارت تپ کی تھی کہ اس کے اوپر سے بدن شریف پر ہاتھ نہ رکھا جاتا تھا مجھ کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا حضرت نے فرمایا انبیاء کی بلاؤں کی برابر کسی کی بلا سخت نہیں ہوتی جیسے ان کی بلائیں سخت ہیں ویسے ہی ان کے اجر بھی زیادہ ہیں کہتے ہیں کہ یہ شدتِ حرارت اثر اس زہر کا تھا جو خیر میں زہن یہودیہ نے آپ کو کھلایا تھا چنانچہ ہر سال آپ اس کی وجہ سے فصد کراتے تھے اس مرتبہ اس کا زور زیادہ ہوا اور آپ نے وفات پائی اور حکمت اس میں یہ تھی کہ پیغمبرؐ سعادتِ شہادت بھی حاصل ہو شیخ مفید علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جب مجمع اصحاب اس جناب کے پاس سے متفرق

ہو گیا۔ اور فقط امیر المومنین اور عباس اور خاص اہل بیت آپ کے باقی رہ گئے تو عباس نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ کے بعد امر خلافت ہمارے درمیان رہنے والا ہے تو ہم کو اس کی بشارت دیں اور جو علم نبوت سے آپ کو معلوم ہے کہ یہ لوگ اس پر غالب آئیں گے تو ہمارے لئے ان کو وصیت کر جائیں حضرت نے فرمایا تم کو میرے بعد ضعیف کریں گے اور غلبہ پائیں گے یہ سن کر تمام اہل بیت گریاں ہوئے اور اس جناب کی زندگی سے قطع امید کی اور سنی و شیعہ نے نقل کیا ہے حضرت رسول خدا نے عباس سے فرمایا اے عم تم میری وصیت قبول کرتے ہو کہ میرا قرض ادا اور میرے وعدے وفا کرو اور مجھ کو بری الذمہ فرماؤ اور میرے وصی ہو میرے اہل بیت پر عباس نے عرض کی یا رسول اللہ میں مرد پیر و عیالدار ہوں اور آپ سخاوت و بخشش میں مثل باد بہار و آبر و آذر میرا مال کفایت نہیں کرتا کہ آپ کے وعدوں کو وفا اور آپ کی بخششوں کو پورا کروں پس امیر المومنین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یا اخی انت تقبل وصیتی وتنجر عدتی و تقضی دینی و تقوم بامر اہلی من بعدی اے برادر تم میری وصیت قبول کرتے ہو کہ میرے وعدوں کو وفا اور میرے قرض کو ادا کرو اور میرے بعد میرے اہل و عیال کے خبر گیراں رہو۔ اس وقت گریہ امیر المومنین پر غالب ہوا بحدیکہ شدت گریہ سے بولا نہ جاتا تھا بکمال دشواری اپنے تئیں ضبط کر کے کہا ہاں یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں ارشاد کیا اے علی تم میرے بھائی ہو دنیا و آخرت میں اور وصی و خلیفہ ہو میرے بعد میرے اہل و میری امت پر پس فرمایا اے بلال میرا خود ذوالجنین اور ذرہ ذات الفصول اور علم عقاب اور شمشیر ذوالفقار حاضر کر اور دوسرا عمامہ طمیحہ اور چادر اور ابرقہ اور عصائے خورد اور عصائے کلان ممشوق نام یہ تمام اشیاء لے آ عباس کہتے ہیں کہ میں نے یہ ابرقہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا جب اس کو لا کر رکھا تو نزدیک تھا کہ اس کے نور سے آنکھیں خیرہ ہو جائیں پس حضرت نے فرمایا یا علی یہ ابرقہ جبرئیل میرے لئے لائے اور کہا اس کو حلقہ ہائے زرہ کے اندر مثل پتکے کے کمر پر باندھو پس دو جوڑے نعلین عربی کے منگائے ایک میں پیوند لگا تھا دوسرا ثابت تھا اور پیراہن جو کہ شب معراج زیب بدن کیا تھا اور ایک اور کرتا کہ بروز احد پہنا تھا اور تین کلاہ منگائیں ایک جو سفر میں پہنتے تھے۔ دوسری روز ہائے عید کو زینت سرفر ماتی۔ تیسری وہ تھی کہ اس کو پہن کر اصحاب کے درمیان بیٹھتے تھے۔ بعد ازاں فرمایا اے بلال میرے دو استر (خمر) ایک شہباز دوسرا دلہل حاضر کر اور دوناتے غضبا و صہبالا اور دو گھوڑے جناح و خیر دم لے آ۔ راوی کہتا ہے کہ جناح وہ اسپ تھا کہ جس کو مسجد رسول اللہ پر کھڑا رکھتے تھے۔ جب حضرت کسی کو ضروری کام کو بھیجتے تھے تو وہ اس پر سوار ہوتا تھا اور خیر دم ایک اسپ تھا کہ بروز احد رسول خدا اس پر سوار تھے اور جبرئیل امین آسمان و زمین سے اس کو کہتے تھے قَدْ مِ یَا خَیْرُ دُم۔ آگے بڑھو اے خیر دم۔ اور اپنا حمار بیخود

نام منگا پس امیر المومنین کو فرمایا علیؑ اٹھو اور اشیا پر میری حیات میں سب کے سامنے تمام کی شہادت سے قبضہ کرو تاکہ کوئی میرے بعد تم سے اس میں نزاع نہ کر سکے امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میں اٹھا اور شدتِ الم سے میرے پاؤں میں طاقتِ رفتار نہ تھی لڑکھڑاتا گیا اور ان تمام اشیا کو اپنے گھر لو لیا۔ نامہ آسمانی کہ برائے آنحضرت آمدہ: واپس آیا تو حضرت نے انکسٹر مبارک اپنی انگلی سے نکال کر میری انگلی میں پہنائی اس وقت بنی ہاشم و دیگر مسلمان حجرہ ہمایوں میں بھرے ہوئے تھے اور شدتِ ضعف سے سر مبارک راست و چپ کو بل رہا تھا ایک جگہ قائم نہ تھا۔ پس با واز بلند کہ سب نے سنا فرمایا اے مسلمانوں علیؑ میرا بھائی اور وصی و خلیفہ ہے میرے اہل بیت اور میری امت پر وہ میرے قرضوں کو ادا اور میرے وعدوں کو پورا کرے گا اے گروہِ حاضرین علیؑ کو دشمن نہ رکھو اور اس کے حکم کے خلاف نہ کرو کہ گمراہ ہو جاؤ گے اور حسد و رشک اس پر نہ کرو اور اسے چھوڑ کر دوسری طرف مائل نہ ہو کہ کفر تم پر عائد ہوگا اور بسندِ معتبر امام جعفر صادق علیہ السلام و منقول ہے کہ جب وقتِ وفات حضرت رسول خدا کا قریب پہنچا تو جبریلؑ جانبِ رب جلیل سے ایک نامہ لائے اور ملائکہ مقرب ان کے ساتھ تھے پس فرمایا محمدؐ جو لوگ تمہارے پاس ہیں ان کو کہو کہ باہر جائیں الا وحی تمہارے علیؑ بن ابی طالبؑ ٹھہرے رہیں تاکہ اس نامہ آسمانی کو ہم سے لیں پس تمام حاضرین اٹھ گئے صرف امیر المومنینؑ رہے اور جناب سیدہ دروازہ پر تھیں پس جبریلؑ نے کہا کہ اے محمدؐ حق تعالیٰ تم کو سلام پہنچاتا ہے اور ارشاد کرتا ہے کہ یہ وہ عہد ہے کہ شبِ معراج تمہارے ساتھ قرار پایا تھا اور ملائکہ کو اس پر گواہ کیا تھا۔ ہر چند میں کافی ہوں شہادت کے لئے حضرت رسول خدا نے یہ کلام جبریلؑ سے سنا تو ہیبت سے اس کلام کے بند بند بدنِ اقدس کا کاٹنے لگا اور فرمایا اے جبریلؑ پروردگار میرا سلم ہے تمام نقصوں اور عیبوں سے اور اسی کی طرف سے ہیں تمام سلامتیں اور اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں تمام تحیہ و سلام راست فرمایا پروردگار عالم نے اور اپنے وعدہ کو وفا کیا پس وہ نامہ جبریلؑ سے لے کر امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں دیا کہ اس کو کھول کر پڑھیں پس آنحضرت نے اول سے آخر تک اس کو قرأت کیا رسول خدا نے فرمایا علیؑ یہ عہد خدا ہے میرے ساتھ اور شرط ہے جو اس جل شانہ نے مجھ سے کی ہے پس آیا میں نے ادائے رسالت کیا اور شرطِ خیر خواہی بجالایا امیر المومنینؑ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے تبلیغِ رسالت بوجہ احسن فرمائی اور حقِ خیر خواہی امت بجالائے گواہی دیتے ہیں اس پر چشم و گوش میرے اور خون و گوشت میرا پس جبریلؑ نے کہا اِنَّا لَكُمَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ میں تم دونوں کا ان باتوں پر گواہ ہوں پس حضرت رسول خدا نے فرمایا یا علیؑ عہد خدا کو جو اس میں ہے وفا کرنا اور خدا و رسول اور ان کے دوستوں کے دوست رہنا اور ان کے دشمنوں کے دشمن۔ اور صبر کرنا ان مصائب پر جو تم پر وارد ہوں بہ تحقیق کہ تمہارا حق غصب

کریں گے اور خمس تم کو نہ دیں گے اور حرمت تمہاری کہ حرمتِ خدا اور رسولؐ ہے ضائع کریں گے پس تم غصہ کو اپنے ضبط کرنا پس جبریل نے کہا یا رسول اللہؐ ان کو کہہ دیجئے کہ ان کی ہنک حرمت کریں گے اور ان کی ریش کو ان کے سر کے خون سے رنگین کریں گے حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں یہ باتیں سن کر مدہوش ہوتا تھا پس عرض کی میں نے کہ قبول کیا میں نے یا رسول اللہؐ اور راضی ہوں اس پر ہر چند کہ میری حرمت کو ضائع کریں اور سنت ہائے رسولؐ کو معطل کریں اور کتابِ خدا کو پھاڑ ڈالیں اور کعبہ خدا کو گرا دیں اور میری ڈاڑھی کو میرے خون سے خضاب کریں میں ان سب باتوں پر صبر کروں گا اور امیدِ اجر و ثواب درگاہِ خدا سے رکھوں گا پس رسول اللہؐ نے حضرت فاطمہؑ زہرا اور حسین علیہم السلام کو بلایا اور جو مصابِ ان کو پیش آنے والے تھے ان سے آگاہ کیا۔ انہوں نے بھی قبول کیا اور وعدہ صبر فرمایا پس وصیت نامہ کو طوائف بہشت سے جسے آگ کی آنچ نہ لگی تھی مہر کیا اور امیر المومنینؑ کے سپرد کیا۔ راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نامہ میں تمام سنن و احکامِ خدا اور رسولؐ مندرج تھے اور تمام حالات جو آنحضرت کو پیش آنے والے تھے غصبِ خلافت وغیرہ سے ایک بیک مصرع تھے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ یعنی بہ تحقیق کہ ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں جو کچھ وہ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے آثار اور ان تمام اشیا کو جن کو احصا و احاطہ کیا ہم نے امامِ مبین میں یعنی لوحِ محفوظ یا امیر المومنینؑ میں۔ نیز حدیث میں ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے بلال کو فرمایا کہ مسجد میں لوگوں کو جمع کر پس عمامہ سر انور پر باندھا اور باہر تشریف لائے اور آنحالیکہ کمان پر تکیہ کئے تھے۔ پس منبر پر رونق افروز ہوئے اور بعد حمد و ثنائے الہی فرمایا اے گروہِ اصحاب کیسا پیغمبرؐ تھا میں تمہارے لئے آیا میں نے تمہارے ساتھ ہو کر راہِ خدا میں جہاد نہیں کیا، کیا جہاد میں میرے دانت نہیں ٹوٹے، میری پیشانی خاک آلود نہیں ہوئی، اور میرے منہ پر خون نہیں بہا، اور کیا میری ریش خون سے رنگین نہیں ہوئی، آیا میں نے سب گرسنگی شکم پر نہیں باندھا تمام حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہؐ جو کچھ آپ فرماتے ہیں حق و صدق ہے حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے حضرت نے فرمایا خدا تم کو بھی جزا خیر دے پھر ارشاد کیا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کسی ظالم کا ظلم اس سے نہیں گزرے گا اور قسم یاد کی ہے کہ وہ ہر ایک سے اس کا انتقام لے گا پس میں تم کو قسم دیتا ہوں خدا نے عز و جل کی کہ جس کو مجھ سے کچھ ایذا پہنچی ہوا تھے اور مجھ سے قصاص لے کیوں کہ میرے نزدیک قصاص آخرت سے کہ انبیاء و ملائکہ کے سامنے ہوگا دنیا کا قصاص بہتر ہے پس ایک شخص کہ نام اس کا سوادہ بن قیس تھا اٹھا اور عرض کی یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ایک روز آپ طائف سے تشریف لارہے تھے اور میں حضرت کے استقبال کو گیا تھا آپ نے عصا اٹھایا کہ اپنے ناقہ کو ماریں وہ عصا میرے شکم پر لگا معلوم

نہیں کہ عداً مجھ کو مارا یا سہواً حضرت نے فرمایا معاذ اللہ کہ میں جان کر تجھ کو مارتا اور بلال سے فرمایا کہ وہ عصا فاطمہ کے گھر سے لے آ بلال نے مسجد سے نکل کر مدینہ کے بازاروں میں پکار دیا ایہا الناس وہ کون ہے کہ قبل قیامت اپنے نفس پر قصاص چاہے رسول خدا ﷺ قبل روز جزا اپنے تئیں معرض قصاص میں لائے ہیں پھر در دولت جناب سیدہ پر جا کر وہ عصا طلب کیا جناب معصومہ نے کہا رسول اللہ کا یہ وقت عصا کے کارفرمائی کا نہیں عصا کیا ہوگا بلال نے عرض کی کہ آپ کو خبر نہیں کہ حضرت مسجد میں تشریف لائے ہیں اور سب کو وداع کرتے ہیں وداع کا نام سن کر حضرت فاطمہ رونے لگیں اور بلال عصا لے کر مسجد میں آئے حضرت نے فرمایا وہ مرد پیر کہاں گیا اس نے عرض کی میرے باپ آپ پر خدا ہوں حاضر ہوں فرمایا نزدیک آ اور مجھ سے قصاص لے تاکہ تو راضی ہو اس نے عرض کی یا رسول اللہ آپ اپنا شکم مبارک کھولیں حضرت نے شکم محترم کھولا تو اس نے عرض کی اگر اجازت ہو تو میں آپ کے شکم کا بوسہ لوں اجازت ملی تو اس نے بوسہ شکم لے کر کہا کہ پناہ چاہتا ہوں روز قیامت کی آتش جہنم سے ساتھ موضع قصاص شکم حضرت رسول خدا کے حضرت نے فرمایا اے سوادہ قصاص لیتا ہے یا غفوکرتا ہے عرض کی یا رسول اللہ میں نے غفوک کیا پس حضرت منبر سے اتر کر خانہ ام سلمہ میں داخل ہوئے اور دعا کرتے تھے خداوند! تو اس امت کو آتش جہنم سے بچا جو روز حساب روز جزا ان پر آسان کیجیو پھر فرمایا اے ام سلمہؓ خبر بیکل خبر مرگ میرے لئے لائے ہیں پس تم پر سلام ہو کہ اس کے بعد تم محمدی آواز نہ سنو گی حضرت ام سلمہؓ نے جو یہ خبر مصیبت اثر حضرت سے سنی بے تاب ہو کر رونے اور اشک بہانے لگیں کہ یہ کیسی مصیبت ہم پر آئی جس کا کچھ تدارک نہیں ہو سکتا۔ نقل ہے کہ دورانِ مرض میں ایک روز امیر المومنین کسی کار ضروری کو باہر تشریف لے گئے تھے حضرت رسول خدا نے اس جناب کو نہ پایا تو فرمایا اُدْعُو اِلَیْ اَخِیْ وَ حَبِیْبِیْ وَ صَاحِبِیْ کہ میرے بھائی اور میرے دوست اور صاحب کو میرے لئے طلب کرو عائشہؓ نے ابو بکرؓ کو اور حفصہؓ نے عمرؓ کو بلوایا، جب یہ دونوں صاحب سامنے گئے تو روئے مبارک کو ان کی طرف سے پھیر لیا تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی ارشاد کیا کہ میرے حبیب و خلیل اور میرے بھائی کو بلاؤ شیخین پھر اپنی بیٹیوں کے اشارہ سے حاضر پیش گاہ ہوئے پھر حضرت نے اعراض فرمایا۔ اس وقت ام سلمہؓ نے کہا کہ علی علیہ السلام کو بلاؤ وہ ان کے سوا کسی کو نہیں چاہتے پس آدمی گیا اور حضرت امیرؓ کو بلا لایا۔ رسول اکرمؐ کا حضرت علیؑ کو علم کے ہزار باب تعلیم فرمانا: حضرت رسول خدا نے آپ کو دیکھا تو آغوش میں لے لیا اور دہن مبارک اپنا آنحضرت کے کان پر رکھ کر بہت دیر تک چادر کے اندر آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے اصحاب بیرون در کھڑے تھے جب فارغ ہوئے تو کہا یا علیؑ رسول اللہ تم سے راز کہتے تھے فرمایا ہاں ایک ہزار باب علم کے مجھ کو تعلیم کئے کہ ان سے ہزار باب اور مجھ پر منکشف ہوئے بروایت دیگر فرمایا کہ ہزار باب حلال و

حرام و علوم گزشتہ و آئندہ سے تاریخ قیامت مجھ کو تلقین کئے کہ ہر ایک باب سے ایک ہزار باب اور مجھ پر کشادہ ہوئے چنانچہ میں لوگوں کے مرنے اور ان کے تمام مصائب سے اطلاع رکھتا ہوں اور ان کے درمیان حکم خدا فیصلہ کرنے پر قادر ہوں۔ رسول خدا کا اہل بیت اطہار کو الوداع کہنا: نیز منقول ہے کہ حضرت رسول خدا نے امیر المؤمنین کو سینہ سے لگا کر کہا اے برادر جب کہ دنیا سے مفارقت کروں تو یہ لوگ میرے غسل کفن کی طرف متوجہ نہ ہوں گے اور میری لاش کو چھوڑ کر غصب خلافت میں مصروف ہو جائیں گے، لیکن یا علیؑ تو اپنے حق کے طلب کے لئے ان کے پیچھے نہ جاؤ اور مجھ سے جدا نہ ہونا، بہ تحقیق کہ تیری مثال اس امت میں خانہ کعبہ کی مانند ہے کہ اپنی جگہ پر قائم ہے، لوگ ہر چار طرف سے اس کے طواف کو آتے ہیں، اے علیؑ تو علم ہدایت اور نور دین و روشنی آسمان و زمین ہے، قسم بخداے عزوجل کہ میں نے تیری ولایت و امامت و حجب اطاعت کو سب پر ظاہر کر دیا اور تمام سے اقرار تیری بیعت کا لیا، گو انہوں نے بحسب ظاہر اس کو قبول کیا لیکن میں جانتا ہوں کہ وفانہ کریں گے، پس تجھ کو چاہئے کہ میرے مرنے کے بعد مجھ کو غسل و کفن دے پھر نماز پڑھ کر دفن کرے بعد ازاں اپنے گھر میں بیٹھ کر قرآن کو جو جب ترتیب نزول جمع کرے اور کسی کی پروا نہ کرے اور جو رامت کو صبر و سکون سے برداشت کرے جب تک مجھ سے ملحق ہو پھر حضرت فاطمہؑ و حسنین علیہم السلام کو بلایا اور ایک ہاتھ سے فاطمہؑ اور دوسرے سے امیر المؤمنینؑ کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑ کر بہ نگاہ حسرت ان کی طرف دیکھتے رہے اور قطرات اشک دیدہ حق میں سے جاری تھے بات کرنی چاہتے تھے لیکن شدت گریہ مانع تھی۔ پس اہل بیت رسالت میں غلغلہ پڑ گیا اور شور فریاد بلند ہوا حضرت فاطمہؑ روتی تھیں اور بیٹا بانہ عرض کرتی تھیں اے پدر بزرگوار میرے آپ کے گریہ سے سینہ فاطمہ چاک چاک ہوا جاتا ہے اور آتش حسرت روشن ہو کر میرے جگر کو جلانے لگی ہے اے سید و سردار پیہبران، اے بہترین آئندگان و گذشتگان، اے امین خدا و اودید رحمان و حبیب ملک متان بعد تمہارے کون میرے بچوں کی حمایت کرے گا، اور جو ذلتیں کہ امت سے ہم کو پہنچنے والی ہیں ان میں کون ہمارا مددگار ہوگا اور تمہارے بھائی علی بن ابی طالب کی کہ تمہارے دین کے ناصر و مددگار ہیں کون نصرت و یاری کرے گا، تمہارے بعد وحی خدا منقطع ہو جائے گی، اور احکام آسمانی نازل نہ ہوں گے، پس سینہ مبارک آنحضرت سے لپٹ گئیں اور روئے انور کے بوسے لیتی تھیں اور دریائے اشک آنکھوں سے جاری تھے، پس حضرت نے فاطمہؑ کا ہاتھ امیر المؤمنینؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا یا علیؑ یہ امانت خدا ہے تمہارے پاس حرمت خدا اور میری حرمت کو اس کے مقدمے میں رعایت کرو اور مجھ کو یقین ہے کہ تم رعایت کرو گے اے علیؑ فاطمہؑ بہترین زنان بہشت ہے، اور اس کا رتبہ خدا کے نزدیک مریم بنت عمران کے مرتبہ سے زیادہ ہے، جس سے فاطمہؑ راضی ہے میں اس سے راضی ہوں اور حق جل و علا و ملائکہ ارض و سما اس سے راضی ہیں، اے

ہے اس پر جو اس کو ستائے اور اس کا حق غصب کرے، اور ویل وعذاب ہے اس کے لئے جو اس کی ہتک حرمت کرے اور برا حال ہے اس کا جو اس کے گھر کا دروازہ جلانے اور عذاب الیم ہے اس پر جو اس کو ایذا و اہانت پہنچائے اور درجہ زیرین جہنم ہے اس کے واسطے جو اس سے نزاع کرے، حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اس قسم کی روایت نقل کرنے کے بعد گریاں ہوئے اور فرمایا، اے مادرِ گرامی افسوس کہ تمہاری حرمت کو ضائع کیا اور تمہارے درعز و شرف کو توڑا اور حرمتِ خدا کو تمہارے حق میں رعایت نہ کیا۔ پس رسول خداؐ نے جناب فاطمہؑ کی تسلی کی اور صبر و سکون کی ان کو وصیت فرمائی، پھر فرمایا اے فاطمہؑ حق تعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور چن لیا تمام خلق سے تیرے باپ کو، اور اس کو پیغمبری بخشی، پھر اختیار کیا تیرے شوہر علیؑ بن ابی طالب کو اور مجھ کو امر کیا کہ تجھ کو اس کے ساتھ ترویج کروں پس میں نے حکم پروردگار اس کو وصی و جانشین اپنا کیا، اے فاطمہؑ علیؑ کا حق تمام مسلمانوں پر سب سے زیادہ ہے اور اس کا اسلام تمام سے قدیم ہے اور اس کا علم و حلم سب سے بیشتر اور قدر و منزلت کا پلہ سب سے گراں تر ہے، اے فاطمہؑ میرا بھائی اور میرا برگزیدہ ہے اور باپ ہے میرے فرزندان کا، بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے اس کو وہ نیک خصلتیں بخشی ہیں کہ اس سے پہلے کسی کو نہیں بخشی اور نہ اس کے بعد کسی کو بخشے گا، جناب فاطمہؑ یہ سن کر شاد ہو گئیں، پھر حضرت نے فرمایا اے فاطمہؑ صبر کر اور آگاہ رہ کہ تیرا باپ جلد تجھ سے جدا ہو کر اپنے پروردگار کے پاس جانے والا ہے، فاطمہؑ نے عرض کی اے پدر اول مجھ کو مسرور کیا۔ اور آخر میں محزون فرمایا۔ ارشاد کیا اے دختر دنیا کے کام ایسے ہی ہیں یہاں کی شادی و غم باہم تو ام ہیں، اور اس کی صفائی کدورت کے ساتھ آمیختہ ہے، آیا اور بیان کروں تمہارے لئے اے بیٹی میری، جناب سیدہؑ نے عرض کی بہت بہتر کچھ اور ارشاد فرمایے رسول خدا ﷺ نے فرمایا حق تعالیٰ نے خلایق کو پیدا کیا اور ان کی دو قسمیں، کیس مجھ کو اور علیؑ کو قسم فضل و اعلیٰ میں رکھا، پھر ان دو قسموں کے قبیلے قرار دیئے تو ہم کو بہتر قبیلہ میں تعبیر کیا، پس ان قبیلوں کے خاندان بنائے اور ہم کو عمدہ خاندان میں مقرر کیا اور اس میں سے مجھ کو اور علیؑ و حسنؑ و حسینؑ اور تم کو اے فاطمہؑ انتخاب کیا، چنانچہ فرمایا ہے۔ **انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت الخ** پس میں بہترین اولاد آدم ہوں، اور علیؑ بہتر ہے ملک عرب کا، اور تو بہتر ہے زنانِ عالم کی، اور حسنؑ و حسینؑ سید و سردارِ جوانانِ بہشت ہیں، اور تمہاری نسل سے ہی مہدیؑ آلِ محمدؐ ہے کہ حق تعالیٰ اس کی برکت سے زمین کو عدل سے معمور کرے گا، جب کہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب میں روایت کی ہے کہ حضرت نے ام سلمہؓ سے فرمایا اے ام سلمہؓ میری نور چشم فاطمہؑ زہراؑ کو بلاؤ یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے جناب سیدہؑ نے آ کر سیدانیا کو غش میں دیکھا تو رو رو کر کہنے لگیں اے پدر بزرگوار میرے، میری جان آپ کی جان پر فدا ہو اور میری شکل آپ کی صورت پر قربان، میں آپ پر آئنا مرگ دیکھتی ہوں آیا اپنی بیٹی

سے بات نہیں کرتے اور اس کو تسلی نہیں دیتے، آواز فاطمہ کی گوش مبارک میں پہنچی تو آنکھیں کھول دیں اور فرمایا اے دختر میں تم سے جدا ہوتا ہوں اور تم کو وداع کرتا ہوں، پس سلام ہو تم پر میرا، جناب سیدہ نے پردہ ردل سے ایک آنہ سرد کھینچ کر کہا اے بابا جان میں بروز قیامت آپ کو کہاں پاؤں گی، مقامات ملاقات جناب سیدہ ہار سولی خدا بروز قیامت: فرمایا جہاں کہ خلقت کا حساب لیں گے عرض کی اگر وہاں نہ ملیں تو کہاں ڈھونڈوں حضرت نے فرمایا مقام محمود میں۔ میں وہاں گناہ گاران امت کی شفاعت کرتا ہوں گا۔ عرض کی اگر وہاں بھی نہ پاؤں حضرت نے فرمایا تو پہل صراط پر تلاش کرنا کہ اس روز میری امت صراط پر سے گذرے گی اور میں وہاں کھڑا ہوں گا، اور میرے دینی طرف جبرئیل اور بائیں طرف میکائیل اور باقی ملائکہ آگے پیچھے کھڑے ہوں گے، اور وہ سب اس امت گنہگار کے لئے دعا کرتے ہوں گے کہ خداوند امت محمد کو سلامتی کے ساتھ بل صراط سے پار کر اور حساب کو ان پر آسان فرما پھر جناب فاطمہ نے پوچھا کہ میری ماں خدیجہ کبریٰ کس جگہ ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایک قصر میں ہیں کہ چار قصر بہشت کے دروازے اس میں کھلتے ہیں یہ فرما کر حضرت بے ہوش ہو گئے ہوش میں آئے تو فرمایا کہ مجھ کو فاطمہ کے گھر لے چلو جب وہاں تشریف لائے تو سر مبارک اپنا جناب سیدہ کی گود میں رکھا امام حسن اور امام حسینؑ حال زار اپنے جد بزرگوار کا دیکھ کر رونے اور گھبرانے لگے، حضرت نے ان کو اپنے پاس بلا لیا اور دونوں جگر گوشوں کو گلے سے لگایا۔ امام حسن زیادہ روتے تھے فرمایا اے حسن گریہ نہ کر تیرا رونا مجھ پر دشوار ہے، اور میرے دل کو کٹڑے کٹڑے کرتا ہے، بروایت دیگر دونوں شاہزادوں کو اپنے سینہ سے لگایا اور ان روگل بوستان رسالت کو سونگھتے تھے، امیر المومنین کہتے ہیں کہ مجھ کو خوف ہوا کہ مبادا حضرت کی زحمت اور زیادتی کلفت کا باعث ہوں، پس میں نے چاہا کہ ان کو آپ کے سینہ سے جدا کروں، فرمایا علیؑ رہنے دو کہ میں ان کو سونگھوں اور یہ مجھ کو استہتام کریں، یہ میری ملاقات سے توشہ حاصل کریں، اور میں انکے دیدار سے ٹھنڈک پاؤں بہ تحقیق کہ میرے بعد مصائب عظیم اور بلائیں سخت ان کو پیش آنے والی ہیں، خدا لعنت کرے اس پر جو ان کو ستائے، اور جو رستم ان پر روا رکھے، خداوند میں حسینؑ کو تیرے سپرد کرتا ہوں، یا صالح المومنین کے، یعنی حضرت امیرؑ کے پس از وراج مکرمات کو وداع کیا اور وصیت فرمائی ان کو گھروں میں بیٹھنے اور اعمال خیر بجالانے کی، خصوصاً عائشہ و حفصہ کو بہت تاکید کی کہ فتنہ و فساد سے محترز رہیں۔ معارج النبوۃ میں ہے کہ عائشہ نے التماس نصیحت کیا تو حضرت نے فرمایا اے عائشہ تم کو لازم ہے کہ اپنے گھر کے گوشہ میں قرار پکڑو اور صبر و صیانت پر کار بند ہو، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكِنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى کہ اے زنان پیغمبرؑ اپنے گھروں میں توقف کرو اور پہلی جاہلیت کی طرح اپنے تئیں دکھاتی نہ پھرو یہ سن کر عائشہ اس قدر روئی کہ حضرت رسالت پناہ کی آنکھوں سے بھی اشک خست نکل

پڑے۔ کیفیت وقوع حادثہ کبریٰ رحلت حضرت رسول خدا بفر دوس اعلیٰ: حدیث میں وارد ہے کہ عمار یا سرتے پوچھا یا رسول اللہ جب آپ دار دنیا سے دار البقا کو رحلت فرمائیں تو کون آپ کو غسل دے گا، فرمایا میرے غسل دینے والے علی ابن ابی طالب ہیں جس عضو کو دھونا چاہیں گے ملائکہ ان کی مدد کریں گے پھر عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کون آپ پر نماز پڑھے گا۔ حضرت رسول خدا امیر المومنین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے پسر ابوطالب جب تم دیکھو کہ روح میرے بدن سے نکل گئی تو مجھ کو اچھی طرح سے غسل دینا اور ان دو کپڑوں میں جو میرے بدن پر ہیں یا چادر مصری سفید یا بردیمانی میں مجھ کو کفن کرنا لیکن میرا کفن بہت گراں قیمت نہ ہو بعد ازاں میرا جنازہ اٹھا کر میری قبر کے پاس رکھ دینا پس سب سے پہلے جو مجھ پر نماز پڑھے گا خداوند جبار ہوگا کہ اپنی عظمت و جلال سے مجھ پر درود و صلوة بھیجے گا۔ اس کے بعد جبرئیل و اسرافیل و میکائیل معہ ملائکہ آسمان و زمین کہ سوائے رب العالمین کوئی ان کا شمار و حساب نہیں جانتا نماز پڑھیں گے بعد ازاں میرے اہل بیت و ازواج مجھ پر نماز پڑھیں، مجھ پر سلام بھیجیں، لیکن صدائے نالہ و فغاں بلند نہ کریں اور مجھ کو آزار نہ پہنچائیں۔ روایت ہے کہ جبرئیل رسول خدا کے پاس بقدر چالیس درہم کا فور بہشت لائے تھے۔ پس حضرت نے اس کے تین حصے کئے ایک اپنے لئے رکھا دوسرا جناب امیر کو تیسرا جناب فاطمہ کو مرحمت کیا۔ منقول ہے کہ جب وقت وفات سرور کائنات و خلاصہ موجودات نزدیک پہنچا تو امیر المومنین کو امر کیا یا علی حکم خدا آگیا تم میرا سراپے دامن میں رکھو جب جان میرے بدن سے نکل جائے تو میرا کف دہن ہاتھ میں لو اور اپنے منہ پر ملو اور جب تک کہ قبر میں دفن نہ کرو میرے پاس سے جدا نہ ہو اور مجھ کو قبلہ رو کر دینا، اور پھر میری تجہیز و تکفین کرنا پس مجھ پر نماز پڑھنا اور میرے پاس سے جدا نہ ہونا جب تک کہ مجھ کو قبر میں دفن نہ کر دو یہ کہہ کر حضرت بے ہوش ہو گئے اس اثنا میں کسی نے دروازہ پر دستک دی جناب سیدہ نے پوچھا کون ہے کہا مرد مسافر ہوں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوں فرمایا اے بندہ خدا یہ وقت ملاقات رسول اللہ کا نہیں وہ حضرت اپنے مرض میں مشغول ہیں بروایت ملک الموت بشكل ایک اعرابی دروازہ پر آئے اور کہا السلام علیکم یا اہل بیت النبوة و معدن الرسالة و مختلف الملائکہ اجازت دو کہ میں اندر آؤں رحمت خدا ہو تم پر جناب سیدہ بالین پیغمبر پر حاضر تھیں بولیں آنحضرت کو طاقت ملاقات نہیں دوبارہ اجازت چاہی وہی جواب پایا تیسری مرتبہ بصدائے مہیب کہ تمام اہل خانہ اس کو سن کر کانپ گئے خواست گار اجازت ہوئے اس مرتبہ حضرت رسول خدا نے غش سے آنکھیں کھول دیں کہا اے فاطمہ جانتی ہو کہ یہ کون شخص ہے، یہ توڑنے والا لذتوں کا اور پراگندہ کرنے والا جماعتوں کا ہے، بچوں کو یتیم بناتا اور عورتوں کو بیوہ کرتا ہے، یہ فرشتہ موت ہے، یہ احسان الہی ہے کہ تمہارے دروازہ پر طالب اجازت ہے اور بلا

اجازت اندر نہیں آتا۔ ورنہ جب اندر آتا ہے تو کوئی اس کو منع نہیں کر سکتا باہر جاتا ہے تو کوئی روک نہیں سکتا، اس کو اجازت دو کہ اندر آئے پس ملک الموت اندر آئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ فرمایا وعلیک السلام اے ملک الموت تم سے میری ایک حاجت ہے کہ تم میری روح قبض نہ کرنا جب تک کہ جبریل میری پاس نہ آئیں اور میں ان سے ملاقات نہ کر لوں پس ملک الموت باہر گئے اتنے میں جبریل امین آسمان سے نازل ہوئے اور ملک الموت سے کہا کہ روح محمد مصطفیٰ کو قبض کرو مگر نہیں دیکھتے تم کہ دروازے آسمانوں کے کھلے ہیں اور حورانِ خلد بریں نے زینت کی ہے پس جبریل مع ملک الموت اندر آئے اور کہا سلام ہو تم پر میرا اے ابوالقاسم بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ مشتاق تمہاری ملاقات کا ہے پس جبریل دست راست آنحضرت پر کھڑے ہوئے اور میکائیل دست چپ پر اور ملک الموت پیش رو سے مصروف قبض روح ہوا اس وقت رسول خدا نے اپنی ازواجِ معظمہ اور اپنے فرزندوں کو وداع کیا اور حضرت فاطمہ کو نزدیک بلا کر ان کے کان میں کچھ ارشاد کیا، کہ وہ جناب گریاں ہوئیں دوبارہ ایک بات کہی تو مسکرائے لگیں، حاضرین نے سبب اس گریہ و خندہ کا دریافت کیا آنحضرت سے فرمایا اول بار مجھ کو اپنی رحلت کی خبر دی یہ باعث گریہ تھا پھر فرمایا کہ تو دنیا میں بہت دنوں زندہ نہ رہے گی اور میرے اہل بیت میں سب سے پہلے میرے پاس آئے گی، اس سبب سے شاد و خنداں ہوئی الغرض دم واپس رسول اللہ نے ہاتھ بڑھا کر سر مبارک امیر المومنین کو اپنے لحاف میں لے لیا اور دہن مبارک ان کے کان پر رکھ کر اسرارِ الہی و علوم نامتناہی کہتے تھے کہ اسی حالت میں مرغِ روح اقدس نے آشیانہ عرش کی طرف پرواز کیا امیر المومنین نے سر لحاف سے نکال کر فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو ماتم پیغمبر میں اجرِ عظیم دے بہ تحقیق کہ آنحضرت نے رحمتِ خدائے لایزال کی طرف انتقال فرمایا پس بیت رسالت سے شور و ناہ و بکا بلند ہوا جو مومن خالص الاعتقاد تھے اور غصبِ خلافت میں شریک نہ ہوئے تھے وہ شریک ماتم و تعزیت رہے باقیوں نے اپنی راہ لی ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر المومنین سے پوچھا کہ رسول خدا نے لحاف کے اندر تم سے کیا راز کہے فرمایا مجھ کو ہزار باب علم کے تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار باب اور کھل جاتے ہیں۔ نیز امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میرا سوائے حضرت رسالت پناہ کے دنیا میں کوئی مولیٰ و غم خوار و یادگار نہ تھا جس پر کہ اعتماد کرتا اور امید یاری و وفا داری اس سے رکھتا آنحضرت نے مجھ کو بچپن میں پرورش کیا بڑا ہو کر کمالاتِ نفسانی و علوم ربانی تعلیم فرمائے پس آپ کی وفات سے جو صدمہ عظیم مجھ پر پڑا میرا گمان یہ ہے کہ اگر پہاڑوں پر بھی وہ صدمہ پڑتا تو اس کی تاب نہ لاتے لوگوں کا حال اس مصیبت میں مختلف تھا ان کے اہل بیت کی تو یہ کیفیت تھی کہ اس قدر روتے پشیتے اور بے قرار ہوتے تھے کہ صبر ان سے جاتا رہا تھا۔ اور اپنے تئیں سنبھال نہ سکتے تھے اور فرزند ان عبدالمطلب اور باقی آدمیوں کا یہ حال تھا کہ بعض ان سے کہتے

تھے کہ صبر کرو اور بعض ان کے ساتھ روتے دھوتے تھے لیکن میں نے باوجود اس کو وہ غم کے جو مجھ پر پڑا اپنے آپ کو ضبط کیا اور خاموش ہوا اور جو کچھ آنحضرت نے مجھ کو وصیت فرمائی تھی اس میں مصروف ہوا حالانکہ میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آہ جگر سوز سینہ سے نکلتی تھی تاہم جو کچھ حق تعالیٰ نے مجھ پر لازم کیا تھا۔ اس کو بجالایا اور رحمتِ الہی کا امیدوار ہوا۔ غرض قبضِ روح اقدس کے بعد حضرت امیر متوجہ غسل اس جناب کے ہوئے اور جس طرح پر کہ حضرت رسالت پناہ نے ان کو غسلِ ولادت اپنے دستِ مبارک سے دیا تھا اسی طرح آنحضرت نے آپ کو غسلِ میت اپنے ہاتھ سے دیا۔ ملائکہ جسمِ اطہر کو کروٹ دینے اور پہلو بدلنے میں آپ کے مددگار تھے اور فضل بن عباسؓ پانی لاتے تھے۔ حضرت نے ان کی آنکھوں پر پٹی بندھوا دی تھی کہ مبادا رسالت پناہ کی شرم گاہ پر نظر پڑ جائے اور نورِ بصارت جاتا رہے۔ حضرت امام رضاؓ فرماتے ہیں کہ نہلانے میں کچھ پانی گوشہ چشمِ رسولؐ خدا میں باقی رہ گیا تھا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے سر زبان سے اس کو چوس لیا اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں یا رسول اللہؐ آپ زندگی میں اور وفات کے بعد ہر وقت طیب و پاکیزہ تھے اور نیز حضرت نے فرمایا بَا بَیْ اَنْتَ وَاُمِّی تم خاتم الرسل تھے تمہارے مرنے سے پیغمبری دنیا سے اٹھ گئی اور وحی آسانی منقطع ہوئی یہ تحقیق کہ تمہاری مصیبت وہ مصیبتِ عظیم ہے جس سے اور مصیبتوں کو تسلی ہوتی ہے اگر آپ رونے اور بے قرار ہونے سے ہم کو نہ منع کر جاتے تو میں جوئے اشک اپنی آنکھوں سے بہاتا اور تمام رطوبتِ چشم کو اس مصیبت میں خرچ کر ڈالتا پس جو دردِ دوا لم کہ ہمارے دلوں میں مسکن ہے گو کتنا ہی ہو اس مصیبت کے مقابلہ میں تھوڑا ہے میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں یا رسول اللہؐ ہم کو فراموش نہ فرمائیے اور اپنے پروردگار کے سامنے یاد کیجئے گا۔ غسل کے بعد کافور بہشت سے آپ کو حنوط کیا اور کفن پہنایا۔ شیخ کلینی و شیخ طبری رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کی ہے کہ تین پارچہ میں آپ کو کفن دیا ایک چادر خیمبریں سرخ دو پارچہ سفید یعنی نقل ہے کہ شیطان ملعون چاہتا تھا کہ فریب دے اور غسل اس جناب سے مانع آئے چنانچہ سب نے سنا کہ کوئی کہتا ہے کہ تمہارے پیغمبر پاک و پاکیزہ تھے ان کو حاجتِ غسل دینے کی نہیں حضرت امیرؑ نے فرمایا دور ہو اے دشمنِ خدا ہم کو آنحضرت نے حکم دیا ہے کہ آپ کو غسل دیں اور کفن کر کے مدفون کریں کہ یہ سنت ہے تمام مسلمانوں کے لئے تا روزِ قیامت۔ نیز ایک آواز آئی اور آواز دہندہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ گویا کوئی امواتِ اہل بیت علیہم السلام کو تعزیت کرتا ہے اور کہتا ہے سلام ہو تم پر اور رحمتِ خدا اور برکتیں اس کی کُلِّ نَفْسٍ ذَاتِئِقَّةِ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوفُّونَ اُجُورَ کُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَمَنْ رُحِزَ عَنِ النَّارِ وَاَدْخَلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَیْوَةُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ہر نفسِ موت کا مزہ چکھنے والا ہے تم اپنا اجر و ثواب صرف بہ روزِ قیامت پاؤ گے۔ پس جو کہ دور کیا جائے آتشِ جہنم سے اور داخل ہو

وے بہشت میں، پس وہ رست گار ہے اور نہیں ہے دنیا کی زندگی، مگر مایہ فریب، پس کہا کہ رحمت خدا ہر مصیبت میں صبر دلانے والی ہے اور حق تعالیٰ خلف ہے ہر ایک ہلاک ہونے والے کا اور اس کا ثواب تدارک کرتا ہے ہر امر فوت شدہ کا پس خدا پر بھروسہ کرو اور اس کے فضل کے امیدوار ہو بہ تحقیق کہ مبتلا مصیبت وہ شخص ہے کہ ثواب خدا سے محروم ہو اور سلام ہو تم پر اور رحمت خدا کی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے یہ آواز سن کر فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام تھے کہ ہماری تعزیت اور تسلی کے لئے آئے تھے۔ امام محمد باقرؑ و جعفر صادق علیہم السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ کو وصیت کی تھی کہ یا علیؑ جب میں جاں بحق ہوں تو تم چھ مشکیں پانی کی چاہ غرس سے بھرا کر مجھ کو اچھی طرح سے غسل دینا پھر کفن اور حنوط کرنا اس وقت گریبان کفن پکڑ کر میری لاش کو بٹھاؤ اور جو چاہتے ہو سوال کرو کہ مجھ سے جو کچھ پوچھو گے اس کا جواب دوں گا پس آنحضرتؐ نے ایسا ہی کیا اس مقام پر بھی ایک ہزار باب علم کے باب مدینہ علم کو تعلیم فرمائے کہ ان میں سے ایک باب سے ہزار باب اور آنحضرتؐ پر کھلتے تھے القصد غسل و کفن کے بعد جنازہ فخر عالم کا تیار ہوا تو اول حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ملہ اس پر بھیجی پھر ملائکہ نے درود و صلوات کہی بعد ازاں امیر المومنینؑ نے مع اپنے اصحاب خاص کے نماز پڑھی بعد ازاں دیگر مہاجرین و انصار کو اجازت دی وہ دس دس آدمی اندر آتے اور گزرا کر جنازہ کے کھڑے ہوتے اور حضرت امیرؑ ان کے درمیان کھڑے ہو کر آ یہ شریفہ **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا** کی تلاوت فرماتے پس وہ درود و صلوات آنحضرتؐ پر بھیجتے اور باہر چلے جاتے تھے حتیٰ کہ اہل مدینہ و نواح مدینہ تمام نے اس طرح آنحضرتؐ پر نماز پڑھی۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت امیرؑ رسول خداؐ کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو مجھ کو اور ابوذرؓ و مقدادؓ کو اندر بلا یا پس آپ آگے کھڑے ہوئے اور ہم معہ جناب سیدہ و امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ان کے پیچھے اور نماز جنازہ بجالائے۔ اس کے بعد دس دس صحابیوں کو بلا کر درود و صلوات ان سے کہلاتے تھے حتیٰ کہ تمام مہاجر و انصار نے اس طرح پر نماز ادا کی لیکن واقعی نماز وہی تھی جو ہم نے آنحضرتؐ پر پڑھی روایت ہے کہ اہل خلاف چاہتے تھے کہ رسول خداؐ کو جنت البقیع میں دفن کریں اور حضرت ابو بکرؓ آگے کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھائیں حضرت امیرؑ نے یہ سنا تو باہر تشریف لائے اور کہا ایہا الناس رسول اللہ زندہ و مردہ ہمارے امام و پیشوا ہیں اور انہوں نے وصیت کی ہے کہ جس جگہ میری روح قبض ہو وہیں دفن کیا جاؤں۔ چوں کہ بڑا مطلب ان لوگوں کا غضب خلافت تھا لہذا ان امور میں زیادہ کدو کاوش مناسب نہ جان کر حضرت کی رائے پر حوالے کیا پس نماز جنازہ بظاہر اسی طرح بلا امام ہوئی جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا۔ اور دفن بھی حضرت حجرہ ہمایوں ہی میں ہوئے۔ **روضة الاحباب** میں ہے کہ ”فوج فوج در آمدند ہر یک نماز

علیحدہ گزارندو علی گفت ہج کس امامت کند برو کہ وے امام شہادت ہم در حال حیات و ہم در ممات “ اور نیز روضہ میں ہے کہ ”علی مرتضیٰ گفت در روئے زمین ہج بقعہ نیست گرامی تر نزد خداوند تعالیٰ از بقعہ کہ روح پیغمبر را در ایں بقعہ قبض کردہ باشند پس فراش وے برداشتند و موضع قبر معین ساختند “ ظاہر اقبہ مقدس کو ابوطلحہ زید بن سہل انصاری نے کھودا گو در حقیقت ملائکہ نے یہ خدمت انجام دی روضۃ الاحباب میں ہے کہ بڑے گورکن مدینہ میں دو شخص تھے۔ ابو عبیدہ جراح اور ابوطلحہ انصاری۔ اول درمیانی قبر کھودتا تھا دوسرا بغلی عباسؑ نے آدمی بھیج کر دونوں کو بلوایا اور کہا جو پہلے آئے گا اسی کے طریقہ پر قبر مبارک کھدوائی جائے گی اور کہا اَللّٰهُمَّ خَرِّ لِنَبِيِّکَ پروردگار اختیار کر اپنے بنی کے لئے جس کو چاہے پس ابوطلحہ بغلی قبر کھودنے والا آیا اور اس نے قبر کو کھودا۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ ابو عبیدہ اس وقت قبر کھودنے کو آتے تو سیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کو اہل بیت رسالت سے غضب کرنے کو ان کی عوض کون جاتا۔ الغرض قبر کھد کر تیار ہوئی تو جنازہ کو پائنتی کی طرف سے اس کے نزدیک لائے اور امیر المومنینؑ معہ فضل بن عباسؑ قبر کے اندر داخل ہوئے کہ جسد اطہر کوزمین میں اتاریں اس وقت اوس بن خولی انصاری نے کہ اہل بدر سے تھا بیرون در سے آواز دی کہ یا علی ہمارا حق نظر انداز نہ کرو اور ہم کو اس شرکت سے محروم نہ رکھو آپ نے اس کو بھی اندر بلالیا اور سب نے مل کر اس گنج خوبی کو قبر میں داخل کیا۔ پس امیر المومنینؑ نے کہا پروردگار یہ تیرا نور ہے، جس سے تو نے ظلمت کفر و شرک کو مقہور کیا، اور اس کو خلقت کا راہبر بنایا، اور اپنی طرف ہدایت کرائی دُوْجُہ نَسَحْتِہْ اِلَاحِدِیۃ فِی الْاِلَہَوِیۃ وَجَسَدِہْ صَوْرۃ مَعَانِی الْمَلِکِ وَالْمَلِکُوۡتِ وَقَلْبِہْ خَزَآئِنَ الْحِیِّ الَّذِی لَا یَمُوۡت طائوس الکبریٰ وحمام الجبروت ان کی روح نسخہ وحدت یگانگی ہے عالم لاہوت میں اور ان کا جسم ملک و ملکوت کے معنوں کا ظاہر کرنے والا اور ان کا دل حی لاہوت کا خزانہ اسرار ہے، کبریا کا طاؤس اور جبروت کا کبوتر۔ پس قبر سے باہر آئے اور خشت اس پر چنی روضۃ الاحباب میں ہے کہ سب سے آخر جو قبر سے باہر آیا قثم بن عباسؑ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ علیؑ سب کے بعد قبر سے باہر آئے اور یہ جو روایت ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے اپنی انگوٹھی قبر میں ڈال دی اور اس بہانہ سے اندر اتر کر پائے مبارک کو مس کیا اور باہر آ کر کہا کہ میں سب سے زیادہ رسول اللہؐ سے قریب العہد ہوں یہ روایت محققین حدیث کے نزدیک معتبر نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب اس نے انگوٹھی نکالنے کو اندر جانا چاہا تو علیؑ مرتضیٰ نے اس کو روک دیا اور خود قبر میں اتر کر اس کی انگوٹھی نکال دی اتنی۔ ناخ التاریخ میں ہے کہ کسی نے امیر المومنینؑ کی خدمت میں یہ ماجرا نقل کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی مجال نہ تھی کہ ایسا کر سکتا، بالجلہ اینٹوں کے اوپر مٹی ڈالی اور قبر کو مسطح بقدر چار انگشت کشادہ با ایک بالشت کے زمین سے بلند کیا، اور اس پر پانی چھڑکا، پس امیر المومنینؑ

روقبلہ کھڑے ہوئے اور یہ کلمات ارشاد کئے۔ **ان الصبر لجمیل الاعنک وان الجزع لقیح الاعلیک وان المصاب بک لجلیل وانه بعدک لقلیل** بے شک ہر مصیبت میں صبر کرنا اچھا ہے الممتہاری مصیبت میں اور البتہ ہر ایک کے مرنے پر جزع و بے قراری کرنا قبیح ہے مگر تمہاری موت پر بہ تحقیق کہ تمہاری مصیبت، عظیم مصیبت ہے اور تمہارے بعد کمتر کوئی ایسی مصیبت ہوگی۔ منقول ہے کہ جب حضرت رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت کی تو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عبدالرحمنؓ وغیرہ مہاجر و انصار اہل بیتؑ اطہار کو بتلا در دو مصیبت چھوڑ گئے اور اصلاً ان کی تعزیت نہ کی اور رسولؐ خدا کے دفن و کفن کی طرف بھی متوجہ نہ ہوئے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جا کر غصبِ خلافت کی فکریں کرنے لگے اسی سبب سے بہت سے ان میں سے آنحضرتؐ کی نماز جنازہ میں بھی شریک نہ ہوئے، حضرت امیر المومنینؑ نے بریدہ کو ان کے پاس بھیج کر نماز کو بلوایا مگر وہ نہ آئے، حتیٰ کہ ان کی بیعت اس وقت تمام ہوئی جب کہ یہاں آنحضرتؐ کو دفن کر چکے تھے، چنانچہ ایک شخص نے آ کر حضرت امیر المومنینؑ سے کہا کہ منافقین صحابہ نے اس خوف سے کہ مبادا تم فارغ ہو جاؤ تو وہ تمہارا حق غصب نہ کر سکیں، حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ بیعت کر لی ہے، حضرت کے ہاتھ میں اس وقت پیلچھا، اور قبر رسولؐ خدا کو اس سے درست کر رہے تھے یہ سن کر سر پیلچہ کو زمین پر رکھا اور اس کے دست پر ہاتھ رکھ کر آیات اول سورہ عنکبوت کو ساء ما یحکمون تک تلاوت فرمایا، حاصل ترجمہ ان آیات کا یہ ہے۔ آیا ان لوگوں نے خیال کیا کہ ہم چھوڑ دیئے جائیں گے اور آزمائے نہ جائیں گے، کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے البتہ آزمایا ہم نے ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے اور البتہ معلوم کرے گا اللہ ان لوگوں کے تئیں جو راست گو ہیں اور جو جھوٹے دروغ زن ہیں۔ آیا بدکار لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم سے چھوٹ جائیں گے، پس وہ غلط حکم کرتے ہیں۔ تفصیل قصہ غصبِ خلافت اس کتاب کی دوسری جلد میں مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ کلینی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا روضہ رضوان کو تشریف لے گئے تو جناب سیدہ کو آنحضرتؐ کی مفارقت اور منافقوں کے ظلم و اذیت سے وہ رنج و مصیبت پیش آئی کہ جس کی شدت سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں، پس اس جل شانہ نے جبرئیل کو مقرر کیا کہ اس جناب کے پاس جا کر بیٹھے اور نرم الفاظ میں ان کے غم و اندوہ کو تسکین دیں، جبرئیل ہر روز آتے اور اس جناب کی ولداری فرماتے اور قرب و منزلت رسولؐ اللہ اور ان کے مدارج عالیہ بدرگاہ باری ان سے بیان کرتے اور جو سلطنت حق و باطل اس امت میں ہونے والی تھی اور رنج و مصیبت و بلا و محنت آنحضرتؐ کی ذریت کو پیش آنے والی تھی۔ اور جن جن عذاب میں دشمنان اہل بیتؑ ہوتا ہونے والے تھے ایک ایک کر کے ان کے رو برو بیان کرتے تھے امیر المومنینؑ ان تمام حالات اور سوانح نادرات کو لکھتے جاتے تھے تا انیکہ رفتہ رفتہ ایک کتاب بن گئی کہ جو مصحفِ فاطمہ کے نام سے موسوم

ہے اور تمام احوالِ آئندہ روز قیامت تک کے اس میں درج ہیں، اور وہ اب قائم آلِ محمدؐ کے پاس ہے۔ پس معصوم نے فرمایا کہ جنابِ فاطمہؑ رسول اللہؐ کے بعد کچھتر روز زندہ رہیں اور جب تک رہیں جتلائے رنج و غم رہیں تا انیکہ اپنے پدر بزرگوار احمد مختار سے ملحق ہوئیں۔ صلوات اللہ علیہا وعلیٰ ایہا وبعہا ونبیہا۔

جلد اول۔ حصہ اول تمام ہوئی

الحمد للہ علی نعماء النعمۃ علی۔ الہی تیری بندہ نوازی کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا اگرچہ ہر حال میں بندہ پر تیرا شکریہ واجب ہے لیکن یہ شکر حد واجب سے بھی تجاوز کر گیا، کہ تو نے وہ علم جو حق و باطل میں تمیز کرنے والا ہے عطا کیا، پھر توفیقِ تحریر مرحمت فرمائی، بعد ازاں عمر اس قدر بخشی کہ اپنی حیات میں اس کی دوسری اشاعت بھی دیکھ لی آخری یہ التماس ہے کہ یا ارحم الراحمین تو جمع مومنین کو اس کے مطالعہ کی توفیق عنایت فرما اور حشر کے روز طرف دارانِ آئمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ محشور فرما۔ آمین ثم آمین۔

مصنف (مولانا مولوی) السید مظہر حسن الموسوی سہارنپوری

jabir.abbas@yahoo.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین

(جلد اول - حصہ دوم)

حضرت رسول خدا کے انتقال کے بعد فتنوں اور شر کا ظہور

اب ہم حضرت امیر کبیر کی زندگانی کے اس حصہ پر پہنچتے ہیں جو طرح طرح کے رنج و مصیبت و ایذا و اہانت پر مشتمل ہے حضرت رسول خدا ﷺ کا دنیا سے رحلت کرنا تھا کہ ان کے اہل بیت طاہرہ تیر آفات کا نشانہ بن گئے۔ اول تو آپ کی وفات ہی آنحضرات کے لئے بزرگ ترین مصیبت تھی اس پر جو سلوک باخلاص یاروں نے ان بزرگوں کے ساتھ کئے عبرت گاہ اولوالابصار ہیں۔ خلقت کا دستور ہے کہ جب کوئی مرتا ہے تو اس کے اعزہ و اولاد کے ساتھ بلطف و محبت پیش آتے ہیں اور تسلی و دلاسا دیتے ہیں، خصوصاً کسی پیر و مرشد کے گزر جانے پر تو مریدان با وفا اس کی اولاد کو اس کی جگہ جانتے اور سر پر بٹھاتے ہیں اور کمال درجہ ان کی تعظیم و تکریم بجالاتے ہیں، لیکن مرشد عالم و ہادی ام صلوات اللہ علیہ کی وفات پر معاملہ برعکس دیکھنے میں آیا یہاں آنحضرت کی آنکھ بند ہوتے ہی ان کے چچا زاد بھائی اور داماد و وصی اور ان کی دختر نیک اختر سے کینہ ہائے دیرینہ نکالنے کھڑے ہو گئے اور طرح طرح سے ایذائیں پہنچانے لگے اور وہ ستم ان حضرات پر کئے جن کا مجمل بیان آگے آتا ہے، اہل تاریخ کے نزدیک مشہور ہے اور ابن قتیبہ وغیرہ سنی مورخین کی کتابوں میں مسطور ہے کہ امیر المومنین اپنے فرزند دلہند امام حسن علیہ السلام سے فرماتے تھے یا نبی مازلت مظلوماً مبعیاً علی منذ ھلک جدک اے فرزند جب سے تمہارے نانا رسول خدا نے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی مجھ پر ہمیشہ ظلم و بغاوت ہوتی رہی ہے۔ ابراہیم بن تکی کہتا ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے لَقَدْ ظَلَمْتُ عَدَدَ الْمَدَرِ وَالْوَبْرِ بہ تحقیق کہ میں بقدر ریگ بیاباں و موبائے جانداراں ظلم کیا گیا ہو، نیز آنحضرت نے فرمایا انا اول من یحسوبین یدی اللہ عزوجل یوم القیامہ للخصومہ میں اول ہوں ان لوگوں میں کہ بروز قیامت حق تعالیٰ کے سامنے فریاد خواہ ہوں گے۔ مروی ہے کہ حضرت رسالت پناہ کے قبض روح کے وقت حضرت یار غار مدینہ میں تشریف نہ رکھتے تھے شہر کے باہر رخ میں حوالی مدینہ سے اپنے گھر پر تھے

ان کی عدم موجودگی میں سخت تشویش و اضطراب خلیفہ ثانی کو عارض ہوا کہ مبادا حصولِ مدعا میں جس کے لئے عرصہ سے سرگرداں ہیں کوئی حرج نہ پڑے پس اس جلدی میں انہیں اور تو کچھ نہ سوچا بجز اس کے کہ تلوارِ سونت لی اور پکارے

لا اسمع احد ایقول مات رسول اللہ صُرفُتہ بسیفی کہ میں جس کو یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ رسول اللہ مر گئے یہ تلوار اس کے سر پر ماروں گا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عمرؓ قمیمہ کہتے تھے کہ رسولؐ فوت نہیں ہوئے تا انیکہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھیجے گا اور وہ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے جو انہیں مردہ بتلاتے ہیں اور کنز العمال (۱) میں ہے کہ عمرؓ منہ پھاڑ پھاڑ کر کہتے تھے کہ رسول اللہ مئے نہیں۔ ان کی روح کو آسمان پر لے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کی روح کو لے گئے تھے۔ کبھی کہتے تھے ان کو حالتِ غشی ہے ہر چند لوگ کہتے وہ بلاشبہ مر گئے اور اس پر قسمیں کھاتے تھے حضرت عباسؓ عم خیر الناس نے تو یہاں تک کہا کہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ اور لوگ ایک مرتبہ مریں اور رسول اللہ کو دفعہ موت آئے وہ حضرت حق تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ عزیز ہیں مگر حضرت عمر اپنی دھن میں کسی کی نہ سنتے تھے اور تلوار گھماتے اور خلقت کو دھکاتے پھرتے تھے کہ خبردار کوئی یہ نہ کہے کہ رسول اللہ مر گئے اور جس وقت تک کہ ابو بکر اپنے مکان پر بیرون شہر سے نہیں آئے ان کے سر پر بناوٹی جنون کا بھوت ویسے ہی سوار رہا۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ رسول اللہ کی محبت اور آپ کے رنج و مفارقت سے خلیفہ ثانی کے حواس ٹھکانے نہ رہے تھے بے خودی کی حالت میں ایسا اور ایسا کہتے تھے ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ حضرت امیر المومنین اور جناب سیدہ اور ان کی اولاد طاہرہ سے بڑھ کر کسی کو آپ کے ساتھ محبت ہو نہیں سکتی ان کے حق میں تو اس حادثہ سے کوہِ غم ٹوٹ پڑا تھا ان سے زیادہ کسی کے لئے رنج و قلق کا دعویٰ کرنا زنادعویٰ ہی دعویٰ ہے مثل مشہور ہے جگر جگر دگر دگر پس جب انہی حضرات نے اس مصیبت کو بہ صبر و سکون برداشت کر لیا اور حواسِ باخستہ نہ ہوئے تو خلیفہ ثانی کا فرطِ غم سے بدحواس ہو جانا بخدیگہ آسمان کو زمین کہنے لگا کیوں کر تسلیم ہو سکتا ہے۔ حالاں کہ خلیفہ صاحب کو جس قدر محبت حضرت رسالت پناہ کے ساتھ تھی وہ ان کی زندگی کے حالات سے بخوبی عیاں ہے وہ کبھی جنگ کے موقع پر آپ کے ساتھ ثابت قدم نہ رہ سکے اور زعفرانِ اعدا میں آنحضرتؐ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ جانا ان کا شبیہ تھا۔ بہتیرا رسولؐ خدا پکارتے کہ میں نبی برحق ہوں مجھ کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو مگر ایک نہ سنتے تھے اس وقت یہ فرطِ محبت کہاں چاتا تھا۔ علاوہ ازیں ابھی قرب و فوات و دورانِ مرض الموت میں آپ بار بار اپنے مرگ کی خبر دیتے اور عمرؓ اس کو سنتے اور اف تک نہ کرتے تھے بلکہ وصیت نامہ ہدایتِ شامہ کے

(۱) اصل عبارت کنز العمال کی ہے فلنم یزل عمر ینکلم حتی ان ید اشد قاہ کہ عمرؓ برابر کلام کرتے تھے تا انیکہ ان کی دونوں باچھیں کھل گئیں ۱۲ منہ۔

لکھنے کو قلم دوات مانگا تو خود حضرت عمرؓ ہی نے اس کے دینے سے انکار کیا، اور بکمال دریدہ دینی آپ کو ہڈیاں سے نسبت دے کر حسبنا کتاب اللہ فرمایا جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد ہم کو کتاب خدا کفایت کرتی ہے نوشتے و تحریر کی حاجت نہیں رکھتے۔ حضرت کے قبض روح ہوتے ہی یہ قلب ماہیت کس طرح ہو گیا کہ وہ آپ کے ایسے گہرے دوست بن گئے کہ اس رنج میں آپ سے باہر ہو گئے، غرض ممکن نہیں کہ حضرت عمرؓ کی یہ بدحواسی کوئی واقعی بدحواسی ہو کہ شدت الم و اندوہ سے ان پر طاری ہوئی ہو یہ صرف ایک دفع الوقتی تھی کہ بوجہ غیر حاضر ہونے حضرت ابوبکرؓ و دیگر رفقا کے ان کو عمل میں لانی پڑی چنانچہ اکثر اوقات بادشاہوں اور بڑے آدمیوں کے مرنے پر ان کے امرا و ارکان دولت ایسا کیا کرتے ہیں کہ میعاد معینہ تک ان کی موت کو چھپائے رکھتے ہیں تاکہ اس میں ضروری انتظام کر لیں، ایسا ہی حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ کے آئینے تک پیغمبر خدا کی موت کے چھپانے میں سعی کی کہ لوگ شبہ میں پڑ جائیں اور کوئی خلافت و جانشینی کے مقدمے میں غور نہ کرنے پائے۔ پھر کنز العمال میں ہے فاقبل ابوبکر من السخ الخ خلاصہ یہ کہ حضرت ابوبکر اپنے مکان واقعہ رخ سے آ کر بیت الرسالت میں داخل ہوئے۔ اور رسول اللہ کے روئے انور سے چادر سر کا کر دیکھا اور کہا قسم بخدا کہ آنحضرت نے وفات پائی عمر کا انکار درست نہیں۔ پھر مسجد میں آ کر منبر رسول اللہ کے پاس کھڑے ہوئے عمران کو دیکھ کر بیٹھ گئے اور ابوبکرؓ نے اوروں کو بھی خاموش کر کے بٹھلایا پس خطبہ پڑھا، تمام ہوا خلاصہ عبارت کنز العمال کا۔ دیکھئے ابوبکر کو دیکھتے ہی خلیفہ ثانی کا نشہ کیوں کر ہرن ہو گیا، اور وہ یا تو انکار موت رسول اللہ پر اڑے کھڑے تھے یا فوراً بیٹھ گئے حضرت ابوبکرؓ نے جو خطبہ اس وقت کہا وہ قریباً تمام کتب تاریخ و حدیث سنیہ میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے ایہا الناس من کان بعید محمد افان محمد اقدمات و من کان یُعْبُدُ اللہ فان اللہ حی لا یموت یعنی لوگو جو شخص کہ محمدؐ کو معبود جان کر ان کی پرستش کرتا تھا پس بہ تحقیق کہ محمدؐ مر گئے اور جو اللہ کو پوجتا تھا پس اللہ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا۔ جو رنگ کہ حضرت عتیق نے اس وقت اختیار کیا تھا ان کی اس عبارت خطبہ سے بخوبی عیاں ہے، بھلا اس مجمع میں ایسا کون تھا جو رسول اللہ کو معبود جان کر گریہ کرتا ہو نہیں تھا تو اس سوادب کے ساتھ آنحضرت کے ذکر کی کیا ضرورت تھی، کیا تسلی و دلاسا دینے اور روتوں کو خاموش کرنے کا یہی ایک طریقہ تھا اور کیا جن کا کوئی مرجاتا ہے ان کو یوں ہی تعزیت کیا کرتے ہیں، اس کے بعد خلیفہ اول نے یہ آئیہ شریف پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ أَفَانِ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمدؐ صرف ایک رسول ہیں پس آیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہو جائیں تو تم مرتد ہو جاؤ گے۔ غرض خطبہ تمام ہوا تو نہ حضرت عمرؓ کی وہ بے قراری تھی نہ فریاد نہ بدحواسی نہ جنون اسی وقت خلافت و سلطنت کی صلاحین ہونے لگیں۔ حتیٰ کہ اسی تک و دو

میں اپنے اہالی موالی کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ کی راہ لی اور لاشہ رسول اللہ کو بلا غسل و کفن چھوڑ گئے کہ ان کے اہل بیت و بنی ہاشم اس کے کفیل ہیں مولوی روم نے بہت درست کہا ہے۔

چوں صحابہ حب دنیا دا شتند

مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند

سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع: قبیلہ بنی ساعدہ خزرجی انصاریوں کا ایک شعبہ ہے یہ سقیفہ (جھٹہ) ان کی نشست گاہ تھی۔ جہاں لوگ صلاح مشورے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ یہ مکان اہل مدینہ کے لئے ایسا تھا جیسا کہ قریش اہل مکہ کے واسطے دار الندوہ، پس جیسے کفار قریش وہاں جمع ہو کر حضرت رسول خدا کے قتل کی تدبیریں سوچا کرتے تھے ایسے ہی آنحضرت کی وفات کے روز ابو بکرؓ و عمرؓ اور ان کے رفیقوں نے اس سقیفہ میں ان کے اہل بیت کی دائمی جہاں و بربادی کی تدبیر کی کہ ان کو خلافت رسول اللہ سے محروم و مجبور کر کے خود اس پر قابض ہو گئے، پس تمام آلام و مصائب و جملہ کوفت و کلفت کہ اہل بیت رسالتؐ اور ان کے دوستوں کو باضابطہ ظلم ہائے بنی امیہ و بنی عباس و اتلاف حقوق پہنچے اور تاقیام قیامت پہنچیں گے سب اسی اصل غیر اصل کی شاخیں، اور اسی شجر کے ثمر ہیں جو بروز سقیفہ لگایا گیا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ واقعہ بالکلہ کر بلا قتل و قمع اولاد علیؑ و زہراؑ و اعزہ و اقربا، گرفتاری زنان و اطفال و غارت اسباب و اموال، سب کچھ اسی روز ہوا جب کہ حضرت عمرؓ کی کارپردازی سے حکومت اسلام امیر المومنین علیہ السلام سے مسلوب و مغضوب ہو کر حضرت ابو بکرؓ پر مقرر ہوئی۔ گویا حضرت سید الشہد ارواحی و روح آبائی لہ الفدا کا خون اسی انصاریوں کی بیٹھک کے اندر سقیفہ کی چھت کے نیچے بہایا گیا۔ اسی جگہ سے ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے۔ انا قتیل یوم السقیفہ کہ میں اسی روز قتل ہو چکا تھا جب کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمرؓ کے دست برو سے خلافت ہم اہل بیت سے چھین لی گئی تھی۔ حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں ما قطرت قطرة من دماننا و دماء شیعتنا الا وھو فی اعناقھما الی یوم القیامۃ کہ ایک قطرہ بھی ہمارے خون کا اور ہمارے شیعوں کے خون کا نہیں گرا مگر اس کا وبال ان دونوں کی گردن پر ہے۔ روایت ہے کہ جب زیدؓ شہیدؓ نے ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں خروج کیا تو کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی نسبت تمہارا کیا اعتقاد ہے۔ زیدؓ شہیدؓ کا اعتقاد شیخین کے بارے میں: زیدؓ نے اس وقت تو کچھ جواب نہ دیا مگر عین وقت جنگ میں جب کہ ایک تیر لشکر مخالف سے آ کر ان کی پیشانی پر لگا تو کہا این سائلی عن ابی بکر و عمر ہما اقامانی فی هذا المقام کہ کہاں ہے وہ شخص جو مجھ سے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کا حال پوچھتا تھا، ان ہی دونوں نے مجھ کو اس حال کو پہنچایا ہے۔ بالجملہ یہ دونوں بزرگ اور ان کے اعوان و انصار و یاران و فادار

مثلاً ابی عبیدہ جراح و سالم مولائے ابی حذیفہ وغیرہ جمع ہو گئے تو انہوں نے دیکھا کہ امیر المومنینؑ معہ جملہ بنی ہاشم سید المرسلین کے سوگ و ماتم میں ہیں، وہ ہرگز اس وقت ہم سے تعرض نہ کریں گے اور اصلاً کاروبارِ خلافت میں دخل نہ ہوں گے پس مسلمانوں کا بڑا گروہ انصار یوں کا گروہ ہے ان کو رد براہ کر لیا تو سب کام ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا یہ سوچ کر یہ خود غرض جماعت سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئی اور وہاں پہنچ کر اظہار کیا کہ رسول اللہؐ نے رحلت کی، کوئی ان کا جانشین مقرر ہونا چاہیے، جو آنحضرت کے بعد مسلمانوں کے قصے جھگڑے چکائے کافروں پر جہاد کرے جس میں اس کام کی قابلیت پاؤں شرائط بیعت بجالاؤ صلحا انصاریہ سن کر حیران ہوئے کہ ہائیں یہ کیا کہتے ہو کل کی بات ہے کہ آنحضرتؐ نے علی بن ابی طالب کو مجمع عام میں غدیر خم کے مقام پر اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا۔ اور ہم سے اس کا قول و قرار لیا۔ اور اے عمرؓ تم کو بھول گیا کہ آنحضرتؐ نے ہم سب سے علیؓ کو بلفظ امیر المومنینؑ سلام کر دیا، پس جب کہ وہ مومنوں کے امیر ہیں تو ان کے ہوتے کوئی اور کیوں کر خلیفہ ہو سکتا ہے، ابو بکرؓ نے کہا یہ درست ہے مگر اس کے بعد آپ نے خلافت علیؓ کو منسوخ کر دیا چنانچہ ہم نے سنا ہے کہ فرماتے تھے انا اهل البيت اکرم مثالي الله واصطفنا للنبوۃ ولم يرض لنا بالدینا وان الله يجمع النبوۃ والخلافۃ یعنی ہم اہل بیت کا حق تعالیٰ نے اکرام کیا اور نبوت کے لئے ہم کو برگزیدہ فرمایا اور ہمیں رضا مند ہوا ہمارے لئے واسطے دنیا کے اور بالضرور وہ سچا نہ جمع نہ کرے گا نبوت و خلافت کو، عمرؓ وغیرہ نے تصدیق کی کہ ہم نے بھی پیغمبرؐ کی زبان سے یہی سنا ہے۔ قاضی نور اللہ شستری علیہ الرحمہ مجالس المومنین میں رقم طراز ہیں کہ ان لوگوں نے سقیفہ میں جا کر انصار کو بہکایا کہ علیؓ مکان کا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے اور کاروبارِ خلافت سے جس پر منصوص تھے پہلو تہی کرتے ہیں، اور اس کی پروا نہیں کرتے، بہر کیف ان باتوں سے لوگوں کو شبہ ہو گیا۔ اور بعض حاضرین نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو خلیفہ ہماری قوم یعنی انصار سے کیوں نہ ہو۔ کامل بہائی میں ہے کہ اول جس نے سعد عبادہ کے خلیفہ بنانے پر انصار کو برا لکیشہ کیا خزیمہ بن ثابت ذی الشہادتین تھا اس نے کہا ایہا الناس علی بن ابی طالب گھر میں بیٹھ کر تعزیت رسول اللہؐ میں مصروف ہیں قریش میں کوئی دوسرا شخص اس کام کے لائق موجود نہیں اتنا اشارہ پا کر انصار سعد بن عبادہ انصاری خزرجی سے بیعت کرنے پر تیار ہو گئے سعد ان دنوں بیمار تھے ان کو گھر سے نکال لائے اور مجمع کے درمیان ایک مسند پر لٹا دیا۔ مولف کہتا ہے کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ سعد عبادہ اپنے لئے خواہاں خلافت ہوئے اور نہ انصار نے ابتداءً ان کے لئے اس امر کی خواہش کی، بلکہ جیسا کہ مذکور ہوا وہ حضرت امیرؓ کو خلیفہ نصب کردہ خدا اور رسولؐ و امام برحق جانتے تھے مگر ان لوگوں نے انہیں دھوکا دیا۔ پس انہوں نے جانا کہ یہ درپے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خلافت کو ہم غصب کر لیں اور نیز شبہ ہوا کہ شاید شاہِ ولایت پناہ اس سے

کراہت رکھتے ہیں تو اس وقت انہوں نے سعد عبادہ کو اس کار کے لئے انتخاب کیا۔ پس انصار سعد کو ابو بکرؓ کے مقابلے میں خلیفہ بنانا چاہتے تھے نہ کہ امیر المومنین کے مقابلہ میں، اور نیز یہاں سے روشن ہوا کہ سقیفہ پر دازی کی ابتدا اول حضرت شیخین کی طرف سے اٹھی۔ پس وہ حضرات جو کہتے ہیں کہ انصار نے سقیفہ میں سعد کے خلیفہ بنانے کا فتنہ برپا کیا حضرت ابو بکرؓ عمرؓ رفع فساد کے لئے وہاں گئے اور اس سے حرصِ سلطنت میں جنازہ رسول اللہ کے چھوڑ جانے کا عظیم طعن ان سے دفع یا ہلکا کیا جاتے ہیں، یہ بھی صحیح نہ ہوگا۔ غرض خطباء انصار اپنے فضائل بیان کرتے تھے کہ لوگوں کو فخر و فضیلت تم کو ہے محمد مصطفیٰؐ بارہ تیرہ سال اپنی قوم کو اسلام کی طرف دعوت کرتے رہے مگر بہت کم آدمیوں نے قبول کیا، کہ جن سے نہ دین خدا کو عزت تھی نہ شرع ادا سے آنحضرتؐ کی حفاظت ہو سکتی تھی۔ تاہم تم اس کے بنی پر ایمان لائے اور ان کے دشمنوں پر جہاد کیا۔ پس تمہاری تلوار سے عرب راہِ راست پر آیا چارونا چار ان کو مسلمان ہونا پڑا پس وہ حضرت دنیا سے رخصت ہوئے ورنہ آئنا لیکہ تم سے راضی و خوشنود تھے پس ان کی جانشینی اور خلافت تمہارا حق ہے قدم بڑھاؤ اس کی طرف قبل اس کے کہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ سبحان اللہ عجیب وقت تھا، اور طرفہ نفسا نفسی، کہا جاتا تھا کہ ہماری تلوار سے عرب راہِ راست پر آیا، ہم نے ان کو مسلمان کیا، جس کی تلوار کے یہ اصلی و واقعی اوصاف تھے، اس کا ذکر نہیں۔ القصہ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے معشر انصار تمہارے شرف و بزرگی میں کس کو کلام ہے۔ حضرت رسول خداؐ نے تمہاری طرف ہجرت کی اور تم نے اسلام اور مسلمین کی نصرت فرمائی حتیٰ کہ حضرت باری عز اسمہ سے انصار دین کا لقب حاصل کیا، مگر مہاجرین کا حق تم سے فائق ہے وہ آنحضرت ﷺ کے قوم و قبیلہ سے ہیں اور آپ کے ساتھ قرابتِ قریبہ رکھتے ہیں۔ ان کی خاطر کفارِ قریش کے جور سب، ظلم اٹھائے، گھر بار عزیزوں یگانوں کو ترک کیا، اور آپ کا ساتھ نہ چھوڑا اپنی جان و مال کو ان پر قربان کیا، عرب ان کے سوا کبھی دوسرے کی اطاعت نہ کرے گا یہی باتیں ہیں کہ روضۃ الاحباب وغیرہ میں ذرا تفصیل سے لکھی ہیں۔ خلیفہ ثانی ان کی مدح کیا کرتے تھے کہ ابو بکرؓ بڑے سخن ور تھے میں بھی اس روز ایک تقریر پر تزیو اپنے دل میں بنا کر لے گیا تھا چاہتا تھا کہ جلسہ میں بیان کروں انہوں نے روک دیا، اور خود یہ تقریر فرمائی قسم بخدا کہ میری سوچی ہوئی تقریر سے کہیں بڑھ کر تھی، معلوم نہیں کہ انہوں نے اس کے بد یہی ہونے کا کہاں سے یقین حاصل کیا تھا ممکن ہے کہ جس طرح حضرت عمرؓ پہلے سے دل میں بنا کر لے گئے تھے اس سے زیادہ خونِ جگر پی کر ابو بکرؓ نے یہ تقریر بنائی ہو۔ مزید برآں اس میں بجز اس کے کہ قرب و قومیت رسولؐ کا سہارا لیا ہے اور اس کو دلیلِ استحقاقِ خلافت گردانا، اور ہے ہی کیا۔ سو یہ بات اگر خلیفہ اول کو عقلِ مآل اندیش ہوتی تو زبان پر لانے کے قابل نہ تھی، چہ جائیکہ اسی کو اخذِ خلافت کا ذریعہ بنایا کیوں کہ ظاہر ہے کہ یہی تقریر بالاولیٰ اصلی حق دار کی طرف سے اس پر منقلب ہوئی ہے، یہ غضب

ہے کہ ابوبکرؓ ساتویں آٹھویں پشت میں جا کر رسول اللہ کے ہم نسب ہونے سے خلافت کا دعویٰ کریں اور ان کے حقیقی چچا زاد اور ان کی اکلوتی بیٹی کے شوہر جو ہر طرح کے فضل و کمال سے آراستہ ہوں محروم رہ جائیں اسی جگہ سے ہے کہ حضرت امیر المومنین قریش کا شجرہ رسول اللہ سے کہتے تھے تو اپنے تئیں اس کا شراور پھل فرماتے تھے اور یہ بات کہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ پر جان و مال قربان کیا تھا اسی سے ظاہر ہے کہ ہمیشہ معزز ہائے جنگ میں آنحضرت کو چھوڑ جایا کرتے تھے اور اس سے کہ ہجرت کے وقت انہوں نے بقول صاحب مدارج دوسو کا اونٹ نو سو کو رسول اللہ کے ہاتھ بیچا تھا جیسا کہ پہلے گذرا۔ القصہ تاریخ طبری میں ہے کہ ابوبکرؓ نے کہا تم جانتے ہو کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے **الأمہ من قریش** بنا براس کے، خلافت صرف قریش کا حصہ ہے اور کسی کا نہیں پس ہاتھ کھولو کہ قریش میں سے کسی ایک کے ساتھ بیعت کریں اور تم اس کے سامنے ایسے ہی ہو جیسے کہ رسول اللہ کے سامنے تھے۔ انصار نے کہا ہم علی بن ابی طالب سے بیعت کریں گے جو رسول اللہ کے چچا زاد بھائی ہیں **نقل** ہے کہ عویم بن ساعدہ نے کہا **ان الخلافة لا یکون الا من اهل بیت النبوة فاجعلوها حيث جعله الله** کہ خلافت سوائے خاندان نبوت کے اور کسی کو نہیں پہنچتی اس کو اسی جگہ رہنے دو جہاں خدا نے رکھی ہے۔ اور کہا ایسا نہ کرو گے تو سب سے پہلے جو اہل دین کے ساتھ جنگ کرے گا وہ تم ہو گے کہتے ہیں کہ یہ عویم سعد اہل قبائے تھا۔ جن کے حق میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی ہے۔ **فیہ رجال یحبون ان یتطہروا والیہ تحب المتطہرون** کہ اس میں یعنی مسجدِ قبا میں وہ لوگ ہیں جو کہ دوست رکھتے ہیں پاکیزہ رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاکیزہ رہنے والوں کو۔ خزیمہ بن ثابت نے کہا اے گروہ انصار اگر آج تم نے ان لوگوں کو اپنے اوپر مقدم کر لیا تو یاد رہے کہ قیامت تک تم پر مقدم رہیں گے اور حکومت کریں گے اس پر انصار سعد عبادہ کی طرف رجوع ہو گئے۔ **الاعمر معہ اپنے** یا رابن ہدم بدستور ابوبکرؓ کے خلیفہ بنانے پر تلے ہوئے تھے اور کہتے تھے اے انصار تم مہاجرین کے بعد اور ان سے دوسرے درجہ پر ہو ہم تمہاری قدر و منزلت پہنچاتے ہیں ہر کام میں تم کو شریک رکھیں گے اور کوئی امر تمہاری صلاح بغیر انجام نہ دیں گے **فنحن الامراء وانتم الوظ** پس چاہئے کہ ہم امیر ہوں اور تم ہمارے وزیر۔ ابن اثیر کامل میں کہتا ہے کہ اس وقت حباب بن منذر بن جوح اٹھا اور کہا اے قوم انصار اپنے تئیں ضبط کرو بہ تحقیق کہ یہ لوگ تمہارے زیر سایہ ہیں ان کی طاقت نہیں کہ تمہارے بغیر کوئی امر طے کریں جو کچھ ہوگا تمہاری مرضی و اجازت سے ہوگا کیوں کہ تم صاحبِ قوت و شوکت ہو خلافت کی آنکھیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں کہ آیا تم کیا کرتے ہو پس زہار با ہم اختلاف کر کے کام مت بگاڑ لیجیو اگر ان کو اسی پر اصرار ہے تو بہتر ہے ایک ان سے امیر ہو ایک ہم سے اور مہاجرین سے مخاطب ہو کر کہا **منا امیر ومنکم امیر** ایک امیر ہمارا

رہا ایک تمہارا۔ امام محمد باقر علیہ السلام تفسیر آریہ شریفہ **ظہر الفساد فی البرو البحر بما کسبت ایدی الناس** کہ ظاہر ہوا فساد خشکی و تری میں بوجہ اس کے کہ لوگوں نے اپنے ہاتھوں کسب کیا تھا میں فرماتے ہیں، کہ قسم بخدا کہ یہ اس وقت تھا جب کہ انصار نے کہا **مننا امیر ومنکم امیر** اور نیز مروی ہے کہ آپ نے عبد الرحیم قصیر سے فرمایا اے عبد الرحیم یہ لوگ رسول اللہ کی وفات کے بعد حالتِ جاہلیت کی طرف عود کر گئے تھے۔ بطریقِ جاہلیت سعد سے بیعت کیا جاتے تھے اور ویسے ہی رجز پڑھتے تھے۔

یا سعد انت المر جاو شعرك المرحل وفحلک المرحم اے سعد تو امید گاہ ہے اور تیرے بال شانہ کردہ اور تیرا عدد سنگسار شدہ ہے۔ القصہ عمرؓ نے کہا **ہیہات ہیہات** دو تلواریں ایک میان میں نہیں ساتیں دو بادشاہ ایک ملک میں حکمران نہ ہو سکیں گے عرب کبھی راضی نہ ہوگا کہ تم ان پر حاکم ہو حالانکہ رسول اللہ تم میں سے نہیں تھے ہم آنحضرت کے عزیز و اقارب ہیں ہم سے ان کی سلطنت کو منع نہ کرو۔ حباب نے پھر کہا انصار یوں اپنے ہاتھوں کو روکوا اور اس شخص کی اور اس کے اصحاب کی باتیں نہ سنو یہ تم کو محروم کیا جاتے ہیں بخدا کہ تم ان سے زیادہ سزاوارِ خلافت ہو۔ **نخ البلاغہ** میں ہے کہ امیر المومنینؓ کو ستیفہ کی خبریں پہنچیں تو پوچھا انصار نے کیا کہا عرض کی وہ کہتے ہیں ایک امیر ہم سے ہو اور ایک تم سے۔ آپ نے فرمایا کس لئے تم نے ان پر حجت نہ کی کہ تمہاری نسبت آنحضرت نے فرمایا ہے **ان یحسن الی محسنہم و یتجاوز عن مسیئہم** کہ ان کے نیکو کاروں کے ساتھ احسان کیا جائے اور بد کرداروں سے درگزر اور تجاوز کریں حاضرین نے عرض کی اس میں حجت کی کیا بات ہے فرمایا اگر خلافت ان کے لئے ہوتی تو یہ وصیت ان کے حق میں نہ فرماتے پھر پوچھا قریش نے کیا کہا۔ کہا انہوں نے کہا کہ ہم شجرہ رسول اللہ سے ہیں فرمایا **احتجوا بال شجرة واضاعوا الثمرة** افسوس انہوں نے شجرہ رسول اللہ سے تو احتجاج کیا اور اس کے پھل یعنی خود آنحضرت کو ضائع و بے کار رہنے دیا۔ القصہ عمرؓ و حباب میں گفتگو بڑھ گئی اور سخت سست باتیں ہو کر گالی گلوں ہونے لگی۔ عمرؓ ابو بکرؓ سے بیعت کرانا چاہتے تھے اور حباب کا گوشہ خاطر سعد کی جانب مائل تھا۔ ابو عبیدہ نے کہا اے معشر انصار تم نے سب سے پہلے دین خدا کی نصرت کی ہے ایسا نہ ہو کہ تم ہی تمام سے پہلے اس میں رخنہ اندازی کرو۔ غرض یہ باتیں ہو رہی تھیں اور جس کا جو جی چاہتا تھا کہتا تھا مگر انجام کار نہ عمرؓ کی سختی و درشتی کچھ کارگر ہوئی نہ ابو عبیدہ کی خوشامد جس امر نے شیخین کو یہاں جمودا یا وہ قبیلہ اوس و خزرج کی باہمی قدیمی عداوت تھی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان دو قبیلوں میں جو دو حقیقی بھائیوں اوس و خزرج پر ان حارثہ بن ثعلبہ کی اولاد سے تھے قدیم الایام سے جنگ و جدل چلی آتی تھی۔ چنانچہ یوم البقیع، یوم فجار، یوم بعاث وغیرہ ان کی مشہور لڑائیوں کے دن زباں زد عام تھے، اسلام

کے آنے سے یہ آتش حرب بھی نہ تھی، الادب گئی تھی، اب جو سقیفہ میں سعد عبادہ خزرجی سے بیعت کی ٹھہری تو اوسیوں کو یہ امر بہت شاق و گراں گذرا، اور ان کی دشمنی کی بجائے ہوئی چنگاری پھر بھڑک اٹھی۔ اسید بن حضیر کہ نقباء انصار سے تھا اور شرف بیعت عقبہ کا رکھتا تھا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور بولا یہ کام قریش کا ہے جس کو وہ مقدم کریں اس کو مقدم کرنا چاہئے بعد ازاں بشیر بن سعد پدر نعمان نے کہ بزرگان انصار سے شمار ہوتا تھا قریش کے تقدیم کی طرف میلان خاطر ظاہر کیا ان دو اوسی سرداروں کے موافق ہو جانے سے جناب ابوبکر کی خوشی کے مارے باچھیں کھل گئیں اور انہوں نے کہا احسنتم احسنتم جزاکم اللہ خیرا شاہد اش آفرین خدا تمہیں جزاء خیر دے۔ اب یہ دو عمر و ابو عبیدہ مرد شیوخ مہاجرین سے موجود ہیں ان میں سے جس ایک کے ساتھ چاہو بیعت کر لو اور اپنی پہلی درمیانی قرارداد کی وجہ سے فوراً جواب پایا کہ کون ان قدموں کو پیچھے ہٹا سکتا ہے جن کو رسول اللہ نے نماز میں آگے بڑھایا اور اس کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ نے لپک کر ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ یعنی بیعت کر لی۔ بقولے پہلے بشیر سعد نے بیعت کی پھر عمرؓ خطاب نے تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ جب شیخین اور انصار کے درمیان کلام کو طول ہوا اور بشیر بن سعد، ان کا طرف دار بن گیا تو ابوبکرؓ نے عمرؓ کو آنکھ سے اشارہ کیا عمرؓ نے بغور اشارے کے بیعت کی اس کے بعد بشیر مذکور نے کی۔ پھر ابو عبیدہ جراح بنے۔ اس وقت حباب نے کہا اے بشیر قسم بخدا کہ تو نے اپنے ابن عم پر رشک و حسد کیا اور کینہ دیرینہ تیرا جوش زن ہوا کہ مبادا امیر ہو جائے۔ یہ کہہ کر تلوار میان سے نکال لی لوگوں نے بمشکل تمام ان کو ٹھنڈا کیا تو اس نے کہا اب جب کہ کام ہاتھ سے نکل گیا تو کیا ہو سکتا ہے قسم بخدا کہ ایک وہ زمانہ ہوگا کہ ان سے پانی مانگو گے اور وہ قطرہ آب تم کو نہ دیں گے، ابوبکرؓ نے کہا اے حباب تو مجھ سے یہ امید رکھتا ہے کہا تجھ سے نہیں مگر تیرے بعد اور لوگ اس پر مسلط ہوں گے، جو ایسا کریں گے ابوبکرؓ نے کہا جب ایسا ہو تو معزول کر دیجو حباب نے کہا ہیبت اے ابوبکر اس وقت نہ ہوگا نہ میں ہوں گا، اور لوگ پیدا ہوں گے کہ ہماری اولادوں کو ایذا دیں گے۔ ابن ابی الحدید اپنے استاد شیخ ابو جعفر یحییٰ بن محمد علوی سے نقل کرتا ہے کہ یہ پیش گوئی حباب کی بروز واقعہ حرہ پوری ہوئی جب کہ یزیدیوں نے انصار سے مشرکین بدر کے بدلے لئے، پھر کہتا ہے کہ حضرت رسول خدا بھی اپنی ذریت کی نسبت یہی خوف کرتے تھے کہ امت آنحضرت کے بعد ان سے کینے نکالے گی پس چاہتے تھے کہ ان کے ابن عم و داماد آپ کے بعد خلیفہ ہوں اور وقتاً فوقتاً اس کی تاکید و تمہید کرتے رہتے تھے۔ کیوں کہ امیر و والی امر ہو کر رہنے میں ان کے لئے اتنا اندیشہ نہ تھا جتنا کہ رعایا ہو کر رہنے میں تھا مگر قضاء الہی اس کے مساعدا نہ ہوئی اور آل رسول کو پہنچا جو کچھ کہ پہنچا۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ اسید بن حضیر نے کہا قسم بخدا کہ اگر آج خزرج کو خلافت مل جاتی تو ہمیشہ ہمیشہ کو تم پر فضیلت و فوقیت چاہتے اور کبھی تم کو اس میں شریک نہ کرتے اب اٹھو اور ابوبکرؓ سے

بیعت کرو پس انہوں نے بیعت کی اور سعد عبادہ اور خزرجیوں کو شکست فاش ہوئی مولف کہتا ہے دیکھئے بشیر بن سعد و اسید بن خضیر بزرگان و اصحاب خاص خاتم النبیین سے تھے پھر بھی کیسی سخت عداوت اپنے خزرجی بھائیوں کی طرف سے دل میں رکھتے تھے کہ جب تک ان کا کام خراب نہ کیا آرام نہ لیا۔ اخوت اسلام و طول صحبت خیر الانام نے اصلاً ان کو نفع نہ بخشا۔ ایسے ہی حضرت امیر المومنین کی طرف سے اکثر مہاجرین کے دلوں میں کینے بھرے ہوئے تھے کیوں کہ ان کے بہت سے دوست آشا عزیز و اقربا آنحضرت کی تلوار سے قتل ہوئے تھے یہی عداوت حضرت رسول خدا کی وفات کے بعد ظاہر ہوئی کہ نص رسول اللہ کو آنحضرت کی خلافت پر بالائے طاق رکھ دیا اور حق بھدار نہ پہنچے دیا، بلکہ انواع و اقسام و آزار آنحضرت پر کئے۔ پس جیسے اوسیوں کی عداوت خزرجیوں سے باوجود ان کے صحابی جلیل القدر ہونے کے صحیح و ثابت ہے ویسے ہی اکثر صحابہ کی عداوت امیر المومنین قاتل المشرکین کے ساتھ کوئی عجیب نہیں، مگر لوگ حب و حمایتِ شیخین میں اس کو نہیں ماننے اور بعید جانتے ہیں کہ صحابہ نص رسول اللہ کو ترک کریں بلکہ شیعوں پر اس اعتقاد میں طنز و طعن کرتے اور ان کو نادان بتاتے ہیں۔ فخر رازی تفسیر کبیر میں سورہ نمل کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مورچہ نے اپنی قوم کو ڈرایا کہ

يَا أَيُّهَا النَّمْلُ دْخُلُوْهُ مَسَاكِنَكُمْ لَا تَخْطَمَنَّكُمْ سَلِيْمَانُ وَجُنُوْدُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

اے چوٹیوں اپنے گھروں میں چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تم کو کچل دے در آنحالیکہ وہ ناواقف ہوں۔ دیکھو چوٹی نے بھی سلیمان اور ان کے لشکر کی طرف یہ گمان کیا کہ وہ دیدہ و دانستہ جانداروں کو پاؤں میں کچل دیں گے شیعہ چوٹی سے بھی زیادہ بے وقوف ہیں کہ اصحاب رسول اللہ کی طرف ارتکاب جرم کی نسبت کرتے ہیں۔ پس اب امام صاحب اور ان کے مقتدی آنکھیں کھولیں کہ بشیر بن سعد و اسید بن خضیر جیسے بزرگ صحابیوں نے اپنے بنی اعمام کے ساتھ حسد و عداوت سے کیا سلوک کیا۔ ابن اثیر مذکور کہتا ہے کہ بشیر نے ابو بکرؓ سے بیعت کی تو حباب نے کہا لَقَدْ عَقَقْتَ عَقَاقًا وَأَنْفَسْتَ عَلَى ابْنِ عَمِّكَ الْأَمَارَةَ (۱) کہ ابو بکرؓ سے تیری بیعت کرنے کی کوئی وجہ نہیں بجز اس کے کہ تو نے قطع رحم کیا اور اپنے چچا کے بیٹے کی امارت پر حسد لے گیا۔ علاوہ برائیں جو حضرت رسول اللہ کی آخری زندگی کے حالات کو بغور دیکھے اس کو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ خلافت کے خواست گاروں نے اس کی طمع میں کیا کچھ نہیں کیا، آپ نے وصیت نامہ لکھنے کو قلم دوات مانگا انہوں نے نہ دیا۔ اور الٹا آنحضرت کو ہڈیاں سے منسوب کیا۔ جیش اسامہ میں بھرتی کر کے شام کو بھیجا چاہا، پہلو تہی کی، تاکیدی، نہ جانے پر مردود و ملعون کہا ذرا اثر نہ ہوا۔ پس جب آپ

(۱) بعض کتب میں عقیق عفاۃ فاعے موحده و تائے منشاء کے ساتھ آیا ہے اس وقت اس کے معنی یہ ہوں گے بہت سی بلائیں تجھ کو نیست و نابود کر دیں۔ ۱۲ منہ۔

کی زندگی میں ان کی یہ کیفیت تھی تو وفات کے بعد اگر حرص حکومت و امارت میں نص خلافت حضرت امیرؑ کو ہضم کر جائیں تو ان سے کیا بعید ہے۔ ہم آگے چل کر خود سنیوں کی روایت سے یہ مضمون نقل کریں گے یہاں اتنا اور کہتے ہیں کہ اگر طبع سلطنت میں از خود رفتہ نہ تھے تو کس لئے قبض روح رسالت پناہ کے وقت عمر دیوانہ بکار خویش ہشیار بن گئے کیوں لاشعہ رسول اللہؐ کو چھوڑ کر بلا اطلاع بنی ہاشم، چپکے چپکے سقیفہ کو دوڑ گئے، اور کس لئے ابوبکرؓ نے عمرؓ کو آنکھ کا اشارہ کر کے بیعت کرائی۔ الغرض بشیر بن سعد نے خواہ حضرت عمر سے پہلے بیعت کی خواہ بعد، اس میں شک نہیں کہ اس کی بیعت حضرت ابوبکر کی کامیابی میں بہت فائدہ مند ہوئی۔ لیکن علامہ حلی علیہ الرحمہ خلاصۃ الرجال میں اس کو صاحب مقبولین سے شمار کرتے ہیں، صاحب مجالس لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس کی بیعت کرنے کا قصہ جیسا کہ مشہور ہے علامہ کے نزدیک صحیح نہ ہوا ہو یا انہوں نے اس بیعت میں اس کو معذور رکھا ہو، کیوں کہ اس روز اکثر انصار نے اس دھوکہ میں حضرت ابوبکر سے بیعت کی کہ امیر المومنین اس سے کراہت رکھتے ہیں، پس اس بیعت سے لازم نہیں آتا کہ وہ خلافت ابوبکر کو برحق جانتا ہو۔ بلکہ ممکن ہے کہ بعد زوال شبہ حقیقت حال اس پر کھل گئی ہو، اور اس بیعت سے پشیمان ہوا ہو۔ بالجملہ بیعت ہو چکی تو سلمان فارسیؓ نے اپنی زبان فارسی میں کہا ”کردید و نکردید“۔ پھر عربی میں کہا اصبتم و اخطاتم کہ تم نے کیا اور پھر کچھ نہ کیا۔ یعنی مسلمان ہوئے تھے تو بائی اسلام کے جملہ اوامر و احکام پر کان لگانا اور تمام ضروریات اسلام کو ماننا چاہئے تھا، جب امامت جیسے ضروری امر میں آنحضرت کا فرمان واجب الاذعان نہ سنا تو تمہارا اسلام کچھ اسلام نہیں، بعض کہتے ہیں کہ مدعا یہ تھا کہ اصبتم الخیر و اخطاتم المعین کہ تم نے یہ تو اچھا کیا کہ خلافت کا تصفیہ کر لیا، مگر اس کے بعد معدن و مقام کی تعین میں خطا کی اور چوک گئی۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ ہمارے اصحاب افضلیہ کے قول کی بموجب یہ اس طرح ہے۔ اخطاء تم و اصبتم کہ پہلے تم نے بیعت ابوبکرؓ میں تامل کرنے میں خطا کی پھر بیعت کر کے راہ صواب پر آ گئے مگر یہ خیال محال ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ کا بیعت ابوبکر سے انکار کرنا آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے۔ غرض مہاجرین سے رفقا و یاران شیخین نے ابوبکرؓ سے بیعت کی، انصار سے زیادہ تراویسیوں نے کی، بعض نے کہا ہم علیؑ کے سوا کسی کے ساتھ نہ کریں گے۔ قبیلہ خزرج نے بالتمام انکار کیا۔ بنی ہاشم سرے سے علیؑ تھے ان کے ساتھ خواص اصحاب امیر المومنین، سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، یاسر، خالد بن سعید، براء بن عازب وغیرہ نے اس سے انکار کیا۔ زبیر بروایت ابن اشیر طلحہ زبیر و البوسفیان بن حرب و ابی بن کعب وغیرہ بھی اس میں شامل نہیں ہوئے۔ قضیہ سعد بن عبادہ انصاری: سعد بن عبادہ مدۃ العمر حضرات ابوبکر و عمر دونوں کی خلافت کا قائل نہیں ہوا۔ نقل ہے کہ ہنگامہ بیعت میں قریب تھا کہ سعد لوگوں کے پاؤں کے نیچے دب کر ہلاک ہو کسی

نے کہا قتلتم سعداً تم نے سعد کو مار ڈالا۔ عمرؓ نے کہا اقتلو اسعد اقتل اللہ سعداً سعد کو قتل کرو خدا اس کو قتل کرے۔ قیس بن سعد نے یہ سنا تو کود کر عمرؓ کی ڈاڑھی پکڑ لی کہ اے پسر خدا کہ حبشیہ لڑائیوں میں ڈر کر بھاگنے والے، امن میں شیر کی طرح غُرانے والے۔ اگر ایک بال بھی میرے باپ کے بدن کا کم ہوا تو ایک دانت تیرے منہ میں باقی نہ چھوڑوں گا، ابوبکرؓ نے کہا رفیق و مدار کر اے عمرؓ درگزر سے کام لے، سعد نے کہا اے پسر خدا کہ اس وقت مجھ میں طاقت برخواست نہیں۔ نہیں تو مدینہ میں تمہارے نکالنے اور بدر کرنے کی آواز کے سوا اس وقت دوسری آواز سنائی نہ دیتی، دور ہو یہاں سے، اور وہیں چلے جاؤ جہاں کہ تم ذلیل و خوار دوسروں کے زیر دست و تابعدار تھے۔ اے آل خزرج مجھ کو اس آشوب گاہ سے باہر نکالو۔ پس خزرج اس کو اٹھا کر گھر میں لے گئے۔ کامل بھائی میں ہے کہ ابوبکرؓ کی بیعت کا قصہ پیش آیا تو انصار نے کہا تم نے خلیفہ نصب کردہ رسولؐ خدا کو ترک کیا، اور تابع ہو اے نفس ہو گئے تو تم میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں، ہم سعد عبادہ کو اپنا امیر بناتے ہیں، سعد نے کہا میں دین کو دنیا کے عوض نہیں بیچتا، اور اسلام کے بعد کفر اختیار نہیں کرتا، باوجود خلیفہ برحق کے مجھ کو خلافت منظور نہیں اس سے ابوبکرؓ کا کام قوی ہو گیا۔ اور لوگ اس کی طرف مائل ہوئے جب سعد سے بیعت کرنے کو کہا تو اس نے کہا کہ میں نے اپنے لئے یہ کذب و دروغ روانہ رکھا، تو اوروں کے لئے کیوں کر روا کہوں گا، پس اس نے اپنی تمام قوم سمیت ابوبکرؓ کی بیعت سے انکار کیا، اور اس کے آدمیوں کی کثرت و شوکت سے کوئی اس پر جبر نہ کر سکا، بلکہ بظاہر موافقت کا دم بھرتے تھے کہ کسی حیلہ سے اس سے بیعت لیں حتیٰ کہ ایک روز قیس بن سعد نے عمرؓ سے کہا کہ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں سعد نے قسم کھائی ہے کہ تم سے بیعت نہ کروں گا اور بہ جبر اس سے بیعت نہیں لے سکتے، الا یہ کہ اسے قتل کرو اور وہ قتل نہ ہوگا جب تک کہ تمام خزرج قتل نہ ہوں، اور خزرج کا قتل ہونا بھی اس کے قتل پر منحصر ہے، اور یہ قتل نہ ہوں گے جب تک کہ تمام بطون یمن نیست و نابود نہ ہو جائیں، یہ تمہاری طاقت سے باہر ہے بہتر ہے کہ اس سے تعرض نہ کرو۔ اور محمد بن جریر طبری نے ابوعلقہ سے روایت کی ہے کہ اس نے سعد سے کہا کہ ابوبکرؓ سے بیعت ہوئی تو کس لئے اس میں شامل نہ ہوا، تو اس نے کہا قسم بخدا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ فرمایا اذ انامت یضل الہواء و یرجع الناس الی اعقابہم فالحق یومئذ مع علی و کتاب اللہ بیدہ لا ینفع احد اغیوہ کہ میرے بعد لوگ بسبب خواہشات نفسانی کے گمراہ ہو جائیں گے اور اپنے پہلے کفر کی طرف رجوع کریں گے، پس حق اس روز علیؓ کے ساتھ ہوگا اور کتاب خدا اس کے ہاتھ میں تو ان کے سوا کسی سے بیعت نہ کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا تیرے سوا کسی اور نے بھی یہ حدیث پیغمبرؐ سے سنی ہے کہا کیوں نہیں سنی مگر لوگوں کے دلوں میں بغض اور کینہ بھرے ہوئے ہیں۔ ان باتوں کو چھپاتے ہیں۔ میں نے کہا

یہ نہیں بلکہ تو خلافت اپنے لئے چاہتا تھا۔ تو اس نے مکلف کہا کہ میرا یہ ارادہ تھا اگر لوگ علی سے بیعت کرتے تو سب سے پہلے بیعت کرنے والا میں ہوتا۔ غرض اس قصے کے بعد سعد چندے مدینہ میں رہے پھر شروع عہد خلافتِ عمر میں شام کو چلے گئے۔ وہاں ایک ایک ہفتہ اپنے عزیز و یگانوں میں بسر کرتے تھے اور گاؤں گاؤں پھرتے تھے خالد ولید کو یہ حال معلوم ہوا تو عمر کے خوش کرنے کو تیر و کمان لے کر ایک رات راستہ کے سرے پر جا بیٹھا اور ایک تیر دلہ وز مار کر ان کا کام تمام کیا، بعض کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے کچھ روپیہ دینا کر کے محمد بن مسلمہ کو سعد کے قتل کے لئے شام بھیجا تھا اور تاریخ بلادری سے نقل ہوا ہے کہ عمر خطاب نے خالد اور ابن مسلمہ دونوں کو مدینہ سے بھیجا تھا ان کے تیروں سے شہید ہوئے اور مغیرہ بن شعبہ کا بھی نام لیا گیا ہے صاحبِ روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ سعد نے ابو بکر سے بیعت نہیں کی اور شام کو چلا گیا وہاں کچھ عرصہ بعد ایک بڑے آدمی کی تحریک سے مارا گیا۔ ظاہر ہے کہ بڑے آدمی سے اس مصنف کی مراد فقط حضرت عمر سے ہے بہر کیف بدنامی کے خوف سے یہ مشہور کیا گیا کہ جنوں نے ان کے تین قتل کیا ہے اور ایک شعر بھی ان کی زبان سے مشہور کر دیا ہو ہذا۔

قد قتلنا سید الخزرج سعد بن عباد

فرمیناہ بسہمین فلم یخط فؤادہ

یعنی ہم نے سردارِ خزرج سعد عبادہ کو قتل کیا اس کے دو تیر لگائے۔ وہ بے خطا اس کے دل میں لگے۔ لطیفہ امام ابو حنیفہ کو فی مومن الطاق میں اکثر اوقات مزاح ہوتی تھی ایک مرتبہ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر خلافت حق علی ابن ابی طالب تھا تو کس لئے انہوں نے رسول اللہ کی وفات کے بعد اس کو طلب نہ کیا مومن الطاق بڑے حاضر جواب تھے بولے خاف ان تقیلہ الجن کما قتلوا سعد بن عبادہ کہ ان کو ڈر ہوا کہ جیسا جنوں نے سعد عبادہ کو قتل کیا کوئی جن آنحضرت کو نہ قتل کر ڈالے۔ نقل ہے کہ حضرت رسول خدا کے غسل کے وقت عباس بن عبد المطلب نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا تھا کہ برادر زادے دست دراز کرو کہ میں تمہارے ساتھ بیعت کر لوں لوگوں کو معلوم ہوگا کہ عم رسول اللہ نے ان کے ابن عم سے بیعت کر لی ہے تو کوئی چون و چرا نہ کرے گا، حضرت نے فرمایا اے عمو کیا اس میں کسی کو رخنہ اندازی کی مجال ہے، عباس نے کہا تم کو معلوم ہو جائے گا حضرت امیر نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ یہ امر دیواروں کے پیچھے مکان میں مخفی طور سے ہو۔ ابی بن کعب انصاری کہتا ہے کہ میں بروز سقیفہ شام کے وقت ایک مجلس انصار کے پاس سے گذر رہا تھا کہیں سے آتا ہے میں نے کہا اہل بیت کی خدمت سے کہا کس حالت پر ان کو چھوڑا، میں نے کہا کیا حال ہو ان لوگوں کا جن کا مکان آج تک مہبطِ جبرئیل و محل رسول خدا رہا ہے اور اب یہ امور اس کے منقطع ہو گئے۔ اس پر

جملہ حاضرین کو رقت ہوئی اور میں بھی رویا۔

بیعتِ سقیفہ کی ابتدا و خلافتِ خلیفہ کا تتمہ

سقیفہ میں جیسا اوپر گذرا بہت تھوڑے اشخاص نے ابو بکر سے بیعت کی تھی مگر اس کے بعد خود ان کی سرگرمی اور دل سوز یاروں کی جان فشانی سے جلد جلد اس جماعت میں ترقی ہوتی گئی، پہلے تو سقیفہ سے نکلتے ہی ان لوگوں نے مشہور کیا کہ خلیفہ اول پر خلافت قرار پاگئی ہے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کے ساتھ بیعت کریں۔ اسی اثنا میں معاذ جبل یمن سے آگئے تو جملہ یارانِ ہدم و ہم راز خالد ولید سے جاباز کو ساتھ لے کر شہر کی گشت کو اٹھ کھڑے ہوئے اور جدا جدا ہر ایک سے مل کر بیعت پر زور دیتے تھے۔ منقول ہے کہ حضرت ابو بکر کہتے تھے البدار البدار قبل البوار مبادرت کرو طرف بیعت کے قبل اس کے کہ عذاب و ہلاکت میں گرفتار ہو۔ حضرت عمر نے کمر کو چادر سے مضبوط کس رکھا تھا اور پکارتے پھرتے تھے الا ان ابا بکر قد بویع فہلمو الی البیعة لو گو ابو بکرؓ سے بیعت ہو چکی ہے تم بھی آ کر بیعت کرو، عوام بیعت کرتے اور جہاں کہیں کسی کے گھر میں پوشیدہ ہونے کی خبر سن پاتے تو اپنے اہالی موالی سمیت اس کے گھر میں گھس جاتے اور نکال کر بیعت کرا لیتے تب چھوڑتے حتیٰ کہ بنی ہاشم اور ان کے جانب دار ابھی غسل و کفن رسول اللہؐ سے فارغ نہ ہونے پائے تھے کہ انہوں نے صد ہا ہزار باخلاق کو طوعاً و کرہاً اپنے سے متفق کر لیا، صاحبِ کامل بھائی لکھتے ہیں کہ انہوں نے اسی رات کو عمر بن ابی جہل اور اس کے چچیرے بھائی حارث بن شہاب وغیرہ سے تحفہ تحائف دے کر اور وعدہ حکومت کر کے بیعت لی۔ اور بخارا الانوار میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے زنانِ مہاجرین و انصار کو کچھ مال رشوت کے طور سے تقسیم کیا۔ زید بن ثابت اس کو پہنچاتے تھے زنانِ بنی عدی بن نجار سے جو ایک کے پاس اس کا حصہ لے گئے تو اس نے کہا یہ کیسا مال ہے زید نے کہا ابو بکرؓ نے عورات کو تقسیم کیا ہے یہ تمہارا حصہ ہے عورت نے کہا تم مجھ کو رشوت دے کر میرے دین سے پھیرنا چاہتے ہو میں یہ مال نہیں لیتی اور اس کو رد کیا۔ جملہ مخالفین بیعت سے ایک ابوسفیان پدر امیر معاویہ تھا کہ بڑے جوش و خروش سے کہتا تھا کہ آج ایسے فتنہ و فساد کا غبار بلند ہوا ہے کہ آبِ شمشیر کے سوا ہر گزند دے گا۔ آلِ عبد مناف کو کیا ہوا ادنیٰ ترین قبائل قبیلہ تمیم کو حکومت ہو اور وہ خاموش رہیں کہاں ہیں دو مرد ذلیل و ضعیف علیؓ و عباسؓ کہ ابو بکرؓ کو خلافت سے روکیں پھر حضرت امیر المومنینؓ کی خدمت میں آ کر چلایا ابسط یدک ابا نعتک فواللہ لئن شئتہا لا ملئتہا خیلاً ورجلاً اپنا ہاتھ کھولو کہ بیعت کروں قسم بخدا کہ تم چاہو گے تو اس شہر کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا یہ روایت ابن اثیر کی ہے کامل مین

‘اور شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں فرماتے ہیں کہ اس نے بیت الرسالت کے در پر کھڑے ہو کر کہا۔ اے بنی ہاشم تم راضی ہو کہ ابو فیصل (۱) زویل پر زویل یعنی ابو بکر بن ابی قحافہ تم پر حکمراں ہو۔ پھر کچھ اشعار پڑھے جن کا حاصل مطلب یہ ہے اے پسران ہاشم خلافت رسول اللہ تمہارا حق ہے بنی تیم و بنی عدی کو نہ دو ابو الحسن علیؑ کے سوا کوئی اس کام کے لائق نہیں اے ابو الحسن اپنے ہاتھوں کو تھامے رہو بہ تحقیق کہ جو امر تم چاہتے ہو اس کے سزاوار بھی ہو وغیرہ وغیرہ۔ مگر چون کہ یہ تمام باتیں بہ نیت فاسد مسلمانوں میں کشت و خون کرا کر تماشہ دیکھنے کی نیت سے تھیں قبول بارگاہِ ولایت پناہ نہ ہوئیں ارشاد ہوا کہ اے ابوسفیان تو ہمیشہ اسلام و مسلمین کا بدخواہ رہا ہے تیری کوئی بات قرینۃ الی اللہ نہیں چلا جا کہ ہم رسول اللہ کے کام میں مشغول ہیں جو جیسا کرے گا پائے گا۔ قصہ ابوسفیان بن حرب: ابوسفیان وہاں سے پلٹا تو مسجد میں آ کر بنی امیہ کو پھسلانے لگا۔ غرض اس طرح دیوانہ وار پھرتا تھا اب سنے کہ بانیان بیعت نے کیوں کر اس بھوت کو اپنے سر سے ٹالا انہوں نے اسے خلوت میں بلا کر سمجھا دیا کہ حکومتِ شام تیرے نام کئے دیتے ہیں۔ ابوسفیان اس اشارتِ بابشارت کے پاتے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ روضۃ الصفا میں ہے۔ ”گو بند صدیق و فاروق“ را معلوم شد کہ ابوسفیان داعیہ مخالفت وارد پیر او بیزید رہ امارت شام نوید دادند ابوسفیان کہ اس معلوم کرد ترک منازعت و مخالفت نمودہ مطیع و منقاد گشت۔“ غرض اسی معاہدے کے موافق پس از چندے اس کا بیٹا یزید پھر معاویہ کے بعد دیگرے حاکم شام ہوئے حتیٰ کہ معاویہ کے بعد یزید پلید کو حکومتِ شام و خلافتِ اسلام پہنچی گویا قتلِ امام حسین علیہ السلام کا پروانہ بھی حضراتِ شیخین نے ساتھ کے ساتھ ہی جاری کر دیا تھا اور ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ ابوسفیان جمع اموال صدقات کے لئے مدینہ سے باہر گیا ہوا تھا واپس آیا تو رسول اللہ رحلت فرما چکے تھے پس وہ ابو بکرؓ کی مذمت کرنے اور اس کے برخلاف لوگوں کو بھڑکانے لگا، حضرت عمرؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ مجھ کو اس کی شرارت سے خوف ہے بہتر ہے کہ جو مال یہ تحصیل کر کے لایا ہے اسی کے پاس رہنے دو ابو بکرؓ نے اس کو قبول کر لیا ابوسفیان راضی ہو گیا بنا براس روایت کے جب تک اس نے مال و منصب دونوں نہیں لئے لئے رو براہ نہیں ہوا۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فتنہ عام ہو گیا تھا اور بلا مصیبت تمام خرابی کے اسباب بھمہ وجوہ مہیا اور شیطان نے پورا پورا قابو پالیا تھا کہ اہل شقاق و نفاق با یک دگر معاون و مددگار تھے اور مومن اہل ایقان ایک دوسرے کی نصرت و یاری چھوڑ بیٹھے تھے یہی معنی ہیں قول سبحانہ تعالیٰ کے **وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا يَصِفِينَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً** کہ دُرو اور خوف کرو اس فتنہ سے کہ اس کی مصیبت خاص کر تم سے ظالموں ہی کے لئے نہیں

(۱) فیصل بچہ شتر از مادر جدا شدہ۔ چون کہ لفظ بکر کے معنی بھی قریب قریب اسی بچہ شتر کے ہیں لہذا ابو بکر کو براہِ طر و عیب ابو فیصل کہا کرتے تھے۔ بکدانی البحار۔

بلکہ ظالم اور غیر ظالم دونوں کے لئے یکساں ہے۔ حقیر مترجم کہتا ہے کہ واقعی حضرت رسول اللہ کی وفات کے بعد صدر خلافت خلیفہ اول میں کچھ ایسی ہی ہوا مسلمانوں میں چلی تھی کہ مومن منافق سب ایک رنگ میں رنگین ہو کر نص روز غدیر کو بھلا بیٹھے تھے۔ الا چند نفر قلیل جن کے قدم اس نازک موقعہ پر ثابت و قائم رہے، گو تھوڑے عرصہ بعد ان میں سے بہت سے متنبہ ہو کر حق کی طرف رجوع کرنے لگے۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا کی وفات کے بعد مسلمانوں کی ٹھیک وہی کیفیت ہو گئی تھی جو حضرت موسیٰ کے کوہ طور پر جانے کے وقت بنی اسرائیل کی ہوئی تھی، جیسے وہ ان کے وحی و جانشین جناب ہارون کی اطاعت سے نکل کر گوسالہ سامری کی پرستش کرنے لگے تھے ایسے ہی یہاں وارث مرتبہ ہارونی جناب مرتضیٰ علی کی اطاعت چھوڑ کر اس امت کے گوسالہ یعنی حضرت ابوبکر کے مطیع ہو گئے تھے راست فرمایا ہے رسول اللہ نے لتروکبن امتی سنة بنی اسرائیل حذوا النعل بالنعل کہ میری امت سنت بنی اسرائیل پر عمل کرے گی جس طرح کہ ایک جوتی دوسری کی برابر ہوتی ہے۔ القصہ اگلے روز تجدید و تکمیل بیعت کا جلسہ مسجد رسول اللہ میں ہوا، حضرت ابوبکر نے منبر رسول اللہ پر جا کر خطبہ کہا، کہ میں تم پر والی ہوا ہوں حالاں کہ تم سے بہتر و افضل نہیں ہوں جب تک اطاعت خدا بجالاؤں میری اطاعت تم پر لازم ہے، جب نافرمانی اس جل شانہ کی کروں تو میری اطاعت تم پر لازم نہیں، پس عدل و انصاف کروں تو پیروی کرو ورنہ مجھے معزول فرماؤ۔ آگاہ ہو کہ میرے لئے ایک شیطان ہے کہ مجھ پر غالب ہوتا ہے، پس جب کہ دیکھو کہ میں غضب ناک ہوں تو مجھ سے اجتناب کرو۔ یہ کلمات آپ سے متواتر ہیں حتیٰ کہ صاحب صواعق محرقہ تک نے ان کو نقل کیا ہے۔ حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ ان کی بہت مدح کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ایسا خطبہ آج تک کسی سے نہیں سنا۔ مگر ہم حیران ہیں کہ جس شخص پر وقتاً فوقتاً شیطان مسلط ہوتا ہو وہ کوئی دینی فرمانروائی کیسے کر سکتا ہے، اس کی شیطنت کی حالت کے اقوال و افعال و احکام کو لے کر کیا کریں گے۔ عجب نہیں کہ آپ جو سقیفہ میں دوڑے گئے اور وہاں جا کر کہا کہ خلافت علی کو رسول اللہ منسوخ کر چکے اور حدیث الاثمۃ من قریش تصنیف فرمائی بعد ازاں قضیہ فدک میں حدیث منع میراث انبیاء بیان کی یہ سب اسی وقت کے خیال ہوں جب کہ شیطان آپ پر سوار ہو، حیرت ہے کہ خلیفہ ثانی سے تو شیطان اس قدر ڈرے کہ ان کے سایہ سے بھاگے، اور جس راستے کو وہ جائیں وہ راستہ بھی چھوڑ دے جیسا کہ یہ حضرات ان کے مناقب و مفاخر میں کہتے اور لکھتے ہیں اور خلیفہ اول پر کہ لامحالہ ان سے افضل تھے وہ ایسا دلیر ہو کہ جب چاہے ان کی گردن پر آچڑھے سلیم بن قیس ہلالی نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ وہ حضرت رسول خدا ﷺ کے غسل دینے میں مصروف تھے اور عرض کی ابوبکرؓ اس وقت منبر رسول اللہ پر ہیں اور

لوگ راضی ہیں کہ ایک ہاتھ سے بیعت کریں دونوں ہاتھوں سے کرتے ہیں حضرت نے فرمایا جس نے سب سے پہلے بیعت کی وہ کون تھا سلمانؓ نے کہا سقیفہ بنی ساعدہ میں تو اول بشر بن سعد نے پھر ابو عبیدہ جراح پھر عمرؓ نے پھر سالم مولائے ابی حذیفہؓ نے بیعت کی فرمایا یہ نہیں ابلیس کا ابو بکرؓ سے بیعت کرنا: جس نے منبر رسولؐ پر اول بیعت کی وہ کون تھا سلمانؓ نے کہا وہ ایک مرد پیر کیر السن تھا جس کی پیشانی پر اثر سجود ظاہر تھا، کمر باندھے عصا ہاتھ میں لئے لڑکھڑاتا آگے آیا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ میں دنیا سے نہ اٹھا جب تک کہ تجھ کو اس مقام پر نہ دیکھ لیا۔ ہاتھ بڑھاتا کہ بیعت کروں۔ ابو بکرؓ نے ہاتھ دراز کیا اور اس نے بیعت کی، پھر مسجد سے چلا گیا۔ حضرت نے پوچھا اے سلمانؓ تجھ کو معلوم ہے کہ وہ کون شخص تھا، کہا نہیں لیکن یہ کلام اس کا مجھ کو بہت برا معلوم ہوا، گویا وہ رسول اللہ کی موت پر شامت کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا اے سلمانؓ وہ ابلیس ملعون تھا، بہ تحقیق کہ مجھ کو رسول اللہ نے خبر دی ہے کہ جو سب سے پہلے میرے منبر پر بصورت شیخ کبیر ابو بکرؓ سے بیعت کرے گا شیطان ہوگا۔ منقول ہے کہ ابلیس بروز وفات رسول اللہ بصورت مغیرہ بن شعبہ متمثل ہو کر پکارا کہ ایہا الناس خلافت رسول اللہ کو سلطنت کسریٰ و قیصر قرار نہ دو بلکہ اس میں وسعت کرو کہ سب کے لئے گنجائش ہو اور بنی ہاشم کی طرف اس کو رد نہ کرو کہ زنان حاملہ اس کی امیدوار رہیں گی، یعنی اگر بنی ہاشم سے مخصوص ہو جائے گی تو جب کوئی عورت ان سے حاملہ ہوگی تو منتظر بچہ پیدا ہونے کی رہے گی اور دوسروں کے واسطے ایسی تجویز نہ کرے گی۔ روایت ہے کہ جب بروز غدیر حضرت رسول خداؐ نے علی علیہ السلام کو اپنا وصی و جانشین مقرر کیا اس وقت ابلیس لعین نہایت محزون و غمگین ہوا اور اس نے غصہ میں آ کر ایک چیخ ماری کہ اس کا تمام لشکر خشکی و تری سے سمٹ کر اس کے پاس جمع ہو گیا اور کہا اے سید و سردار ہمارے کیا مصیبت تجھ پر واقع ہوئی کہ ہم نے اس طرح کی آواز کبھی تجھ سے نہیں سنی اس نے کہا محمد مصطفیٰؐ نے آج وہ کام کیا ہے کہ اگر تمام ہو گیا تو پھر کبھی میرے لئے امید کامیابی کی نہیں۔ بعد ازاں جس وقت حضرت رسالت پناہ مرض الموت میں بیمار ہوئے اور قلم و دوات طلب کیا اور حضرت عمرؓ نے نہ دینے دیا اور کہا قد غلب علیہ الوجع و انه لیہجر حسبنا کتاب اللہ کہ درد نے ان پر غلبہ کیا اور وہ ہذیان بکتے ہیں ہم کو کتاب خدا کافی ہے تو اس وقت پھر شیطان نے ایک نعرہ مارا اور لشکر جمع ہوا تو ان سے اپنا اطمینان دلی ظاہر کیا پھر آنحضرتؐ نے وفات پائی اور حضرت ابو بکرؓ کو خلافت ملی تو شیطان نے بڑی خوشی منائی تاج شاہی اپنے سر پر رکھا اور منبر پر جا کر اپنی ذریت سے کہا کہ سرور ہو کہ اب پورے طور سے طاعت خدا نہ ہوگی جب تک کہ مہدیؑ آل محمدؑ ظہور نہ کرے۔ امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے بعد نقل حدیث فرمایا یہی معنی ہیں قول سبحانہ تعالیٰ کے لقد صدق علیہم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الافریقا من المومنین (ترجمہ) البتہ تصدیق کیا ابلیس نے ان پر

اپنے ظن کو پس متابت کی اس کی انہوں نے بجز ایک گروہ مومنوں کے۔ امامؑ نے فرمایا، جو گمان ابلیس نے ان کی نسبت بروز منع قلم و دوات کیا تھا، اس کی آج تصدیق ہوگئی۔ روایت بریدہؒ اسلمی: روضۃ الصفا میں غنیہ سے نقل کیا ہے کہ بریدہ بن حصیب اسلمی نے اپنے قبیلہ میں ایک علم ترتیب دیا اور مدینہ میں لا کر در دولت سرائے امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب پر گاڑ دیا، حضرت عمر خطاب کو یہ حال معلوم ہوا تو اس سے کہا مسلمانوں نے ابو بکرؓ کے ساتھ بیعت کر لی ہے تو کس لئے مخالفت کرتا ہے بریدہ نے کہا ہم اس علم کے مالک کے سوا کسی سے بیعت نہ کریں گے، پس مجمع صحابہ میں طلب کر کے پوچھا یہ کیا باتیں ہیں جو تو کہتا ہے بریدہ نے کہا حقیقت یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ نے مجھ کو اور خالد ولید کو حضرت علیؑ کے ہمراہ یمن کو بھیجا تھا مجھ کو ان سے اس قدر عداوت تھی کہ اس سے زیادہ ہو نہیں سکتی، واپس آ کر رسول خدا کی خدمت میں داخل ہوا تو آپؐ نے ان کا حال پوچھا میں اپنی اسی عداوت کی وجہ سے ان کی غیبت اور بد گوئی کرنے لگا، پس دیکھا میں نے کہ روئے مبارک رسول اللہؐ تغیر ہو گیا، اور شدت غیظ سے فرمایا بریدہ اتقع فی رجل اولی الناس بکم بعدی اے بریدہ تو اس شخص کی مذمت کرتا ہے جو میرے بعد تمہارے لئے سب سے اولیٰ ہے جب یہ کلام آنحضرت کی زبان معجز بیان سے سنا تو میں نے کہا یا رسول اللہؐ تو بہ کرتا ہوں اس امر سے کہ آپ کے غضب و غصہ کا باعث ہو، حضرت میرے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں فرمایا علیؑ کو آ لینے دے تھوڑی دیر میں علیؑ آئے اور گوشہ مسجد میں بیٹھ کر تعلین رسول اللہؐ کی اصلاح کرنے لگے، اس وقت میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ اپنے وعدہ کو وفا فرمائیے، فرمایا یا علیؑ بریدہ تم سے عداوت رکھتا تھا مگر اب اس پر نادم ہے، اور توبہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ میں اس کے لئے استغفار کروں تم بھی استغفار کرو، پس رسول خدا علیؑ مرتضیٰ دونوں نے میرے لئے استغفار کی بعد ازاں بریدہ دوستانہ و ہوا خواہان امیر المومنینؑ سے ہو گیا۔ اور جب جمل و صفین میں ملازم رکاب فیض انتساب رہا۔

روایت براء بن عازب: براء بن عازب کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ بنی ہاشم کا خیر خواہ رہا، رسول اللہؐ نے وفات پائی تو شدت رنج و الم سے چاہتا تھا کہ دیوانہ ہو جاؤں پس بار بار در دولت پر حضرات اہل بیت کی خدمت میں جاتا اور باہر بزرگان قریش کے حال کا گمراہ تھا کہ دیکھوں یہ کیا کہتے اور کیا کرتے ہیں کہ میں نے ایک بیک دیکھا کہ حضرت ابو بکر و عمر مجمع سے غائب ہو گئے تھوڑی دیر میں سنا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کی تک و دو میں گئے ہیں، پھر خبر آئی کہ ابو بکرؓ کے ساتھ بیعت ہو گئی ہے کچھ دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اور ان کے اصحاب ابو عبیدہ و عمر خطابؓ و دیگر حاضرین جلسہ چلے آ رہے ہیں اور چادر ہائے یمنی کمروں سے باندھ رکھی ہیں جس کو راہ میں دیکھتے ہیں پکڑ کر خواہ بیعت پر رضامند ہو یا نہ ہو اُس کا ہاتھ ابو بکرؓ کے ہاتھ سے چھو اے دیتے ہیں یہ دیکھ کر میرے ہوش پرواز کر گئے اور دوڑا ہوا آنحضرت کی طرف گیا دروازہ بند تھا زور سے کھڑکایا اور کہا

ابوبکر سے بیعت ہو گئی ہے عباسؓ اندر تھے بولے تَعَرَبْتُ اَیْدِیْکُمْ اِلٰی اٰخِرِ الدَّهْرِ اے بنی ہاشم تم ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ میں نے تم کو کہا تھا مگر تم نے نہ مانا۔ اب اس کا نتیجہ دیکھا، براء کہتے ہیں کہ میں ایسا ہی ملول و حزن تھا کہ اتنے میں رات ہو گئی رات کو دیکھا میں نے کہ مقدادؓ و سلمانؓ و ابوذرؓ و عبادہ بن صامت و ابوالشیم بن تہبان و حذیفہ و عمار یا سیرہ سب ایک مقام پر بیٹھے صلاح کر رہے ہیں کہ امر خلافت کو شورائے مہاجرین کی طرف راجع کریں حضرات ابوبکر و عمر کو اس حال کی خبر پہنچی تو انہوں نے ابوعبیدہ جراح و مغیرہ بن شعبہ کو بلا کر مشورہ کیا، مغیرہ نے کہا اس امر میں خوف صرف علیؓ بن ابی طالب کا ہے پس ہم کو چاہئے کہ عباسؓ بن عبدالمطلب کے پاس چلیں وہ عم رسولؐ خدا ہیں ان کے لئے امر خلافت میں کچھ حق مقرر کر دینا چاہئے، تاکہ وہ علیؓ ابن ابی طالب سے جدا ہو جائیں، پس اگلے روز رات کے وقت یہ لوگ عباسؓ کے مکان پر گئے، اور دستک دی عباسؓ خود دروازے پر آئے اور سب کو اندر لے گئے جب ہر ایک اپنے اپنے مقام پر بیٹھ گیا تو ابوبکرؓ نے سلسلہ کلام شروع کیا اور بعد حمد و صلوٰۃ کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے درمیان بنی مرسل مبعوث کیا اب اس حضرت نے خانہ آخرت کو دارنا پائیدار پر اختیار کیا اور ہم کو چھوڑ گئے کہ برضائے یک دگر کسی کو وائی امر اور اپنا حاکم مقرر کریں، پس مسلمانوں نے بالاتفاق مجھ کو اس کار کے لئے انتخاب اور اختیار کیا ہے، مجھ کو اس میں ذرا وسوسا و اندیشہ نہیں مگر سنتا ہوں کہ بعض مسلمان میرے خلاف حرکت کر رہے ہیں، ہم تمہارے پاس آئے ہیں کہ تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے اس امر میں کچھ حصہ مقرر کریں، کیوں کہ تم عم رسولؐ خدا ہو، اور وہ حضرت ہمارے اور تمہارے درمیان سے تھے۔ چوں کہ عمرؓ کے مزاج میں غفلت و خشونت تھی تو انہوں نے بدیں خیال کہ مبادا عباسؓ سمجھیں کہ ہم سے ڈر کر ہمارے پاس آئے ہیں کہا اے عباسؓ ہم کوئی حاجت اور غرض لے کر تمہارے پاس نہیں آئے بلکہ محض تمہاری خیر خواہی اور بہبودی مد نظر ہے، کیوں کہ مسلمانوں نے مضبوطی سے اس امر پر اتفاق کر لیا ہے تم اب تک اس سے علیحدہ ہو، ہم کو خوف ہے کہ اس مخالفت سے تم کو کوئی ضرر پہنچے، پس ہم تمہارے خیر خواہ ہیں اور تمہاری حفاظت کی نظر سے کہتے ہیں، کہ جو کچھ کرو خوب سوچ سمجھ کر کرنا۔ عباسؓ یہ باتیں سن کر اٹھے اور حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا کہ یہ درست ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے بنی مرسل کو ہمارے درمیان مبعوث کیا، الا امت کو اختیار نہیں کہ آنحضرت کے بعد ہوائے نفسانی سے جس کو چاہیں خلیفہ بنالیں پس اگر تم نے رسول اللہؐ کی قرابت سے خلافت لی ہے تو صرف ہمارا حق تھا کہ غصب کیا اور مسلمانوں کی وجہ سے حاصل کی ہے تو ہم بھی ان میں سے ہیں اور اس پر رضامند نہیں، اے ابوبکرؓ تمہارے کلام میں صریح تناقص ہے ایک بار تم کہتے ہو کہ مسلمانوں نے مجھ پر اتفاق کیا پھر خود ہی بیان کرتے ہو کہ وہ اس کے خلاف ہیں۔ اگر کچھ تم ہم کو دینا

چاہتے ہو جو تمہارا اپنا حق ہے تو ہم کو اس کی ضرورت نہیں، اس کو اپنے پاس رہنے دو اور جو تمام مسلمانوں کا ہے تو تم اس کے دینے کے مجاز نہیں، اور ہمارا ہے تو ہم راضی نہیں کہ اس میں سے تھوڑا سا لیں اور باقی تمہارے پاس چھوڑ دیں اور تمہارا یہ کہنا کہ رسول اللہ تمہارے اور ہمارے درمیان سے تھے پس وہ حضرت ایک شجر سے ہیں کہ ہم اس کی شاخیں اور تم ہمسائے ہو اور اے عمرؓ تو جو کہتا ہے کہ اس مخالفت میں ہمارے لئے خوف ضرر ہے پس اس خوف کی تم نے بنیاد ڈالی ہے اور تم ہی اس کے بانی ہو واللہ المستعان۔ روایت ابن ابی الحدید مقرر بنی دربارہ نص خلافت حضرت امیر المومنین علیہ السلام: ابو بکر انباری اپنی امالی میں لکھتا ہے کہ ایک روز علیؓ مسجد رسول اللہ میں عمرؓ خطاب کے پاس بیٹھے تھے وہاں سے اٹھے تو ایک مرد بے ہودہ سرا آپ کی مذمت کرنے اور عجب و خود پسندی سے آپ کو منسوب کرنے لگا، عمرؓ نے کہا اگر وہ عجب کریں تو بجائے قسم بخدا کہ اگر وہ نہ ہوتے تو ستون اسلام قائم نہ ہوتا، اور وہ ہیں اقتضائے امت و سابق الاسلام و صاحب شرف و فضیلت، اس مرد نے کہا ایسا ہے تو کس لئے تم ان کو خلافت نہیں دیتے۔ عمرؓ نے کہا کرہناہ علی حدیث السنہ وحبہ بنی عبدالمطلب یعنی بہ وجہ کم سنی اور اولاد عبدالمطلب کو دوست رکھنے کے ہم ان کی امارت سے کراہت رکھتے ہیں، تاہم کچھ عرصہ نہ گزرے گا کہ وہ خلافت پر فائز ہوں گے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے یہ کلمات ابو جعفرؓ بن ابی زید نقیب کے سامنے قرأت کئے، تو کہا یہ اخبار نص خلافت علی بن ابی طالب پر دلالت کرتے ہیں، لیکن مجھ کو صحابہ کا رسول اللہ کی اس نص کے برخلاف اتفاق کر لینا بہت ہی بعید معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ کسی اور امر ضروری دین نماز، روزہ، حج وغیرہ میں ان کی مخالفت پر متفق ہو جانا بعید ہے۔ ابو جعفرؓ نے کہا یہ لوگ خلافت کو نماز روزہ کی طرح ضروری دین نہیں جانتے تھے، بلکہ امارت لشکر و تدبیر جنگ و سیاست رعیت کی طرح اس کو دنیوی انتظامات سے شمار کرتے تھے، اسی سبب سے مصالح ملکی کے سامنے نص پیغمبری مخالفت کرنے کی پروا نہیں کرتے تھے مگر نہیں دیکھا تو نے کہ لشکر اسامہ کے ساتھ جانے کو اپنی مصلحت کے خلاف جان کر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے کیسی صریح مخالفت پیغمبرؐ کی حالاں کہ ابھی وہ حضرت زندہ تھے، اور نیز تو جانتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ منادی کر دے کہ جو کلمہ طیبہ لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ از روئے اخلاص کہے گا داخل بہشت ہوگا، تو عمرؓ نے ابو ہریرہؓ کی چھاتی میں اس زور سے ہاتھ مارا کہ وہ پشت کے بل گر پڑا، اسی طرح بہت سی نصوص پیغمبرؐ کو انہوں نے ترک کیا، مثل اس کے کہ سہم، ذی القربی کا ضبط کر لیا، اور مولفہ القلوب کا حصہ نہ دیا۔ رسول اللہؐ نے مرض الموت میں وصیت کی کہ نصارا نے بخران کو جزیرۃ العرب سے نکال دیں، انہوں نے اس پر عمل نہ کیا، اور اس قدر نصوص پیغمبرؐ کی مخالفت کی کہ ان کے بعد فقہاء اہل سنت قیاس کو نص پر ترجیح دینے لگے، تاہم کہ رفتہ رفتہ اہل قیاس نے ایک تازہ شریعت بنائی، غرض ملک و بادشاہی کی مصلحتوں کو عموماً نصوص پیغمبرؐ پر

مقدم رکھتے تھے۔ علیؑ ہذا علیؑ کی خلافت میں بھی نص پیغمبرؐ کی پروا نہیں کی اور اس کی مخالفت کی یہ وجہ بیان کی کہ لوگ ان کی طرف سے بغض و عداوت رکھتے ہیں اور اپنے باپ بھائی اور بیٹوں کے جو ان کے ہاتھ سے مارے گئے خون کے طلب گار ہیں، بعض کہتے تھے کہ وہ جوان ہیں اور نسب شریف رکھتے ہیں اس کی وجہ سے ہم پر فخر و فوقیت چاہیں گے جو ناقابل برداشت ہوگا۔ اور بعض راضی نہ تھے کہ خلافت و نبوت ایک گھر میں جمع ہوں، کہ پھر کسی کو اس پر دسترس نہ رہے اور کہتے تھے کہ خلافت اس خاندان سے باہر رہے گی، تو امید ہے کہ کبھی نہ کبھی ہم کو بھی اس سے حصہ ملے، یہ حال مومن مسلمانوں کا تھا منافق خود آنحضرتؐ سے جلتے تھے اور ان کی قرابت قرینہ کو پیغمبرؐ کے ساتھ دیکھ نہ سکتے تھے۔ بالجملہ یہ سب، ہم دست و ہم داستان ہو گئے کہ خلافت کو علیؑ تک نہ پہنچنے دیں، سرداران و سربراہان و دروگان نے کہا کہ عرب علیؑ کی طاعت نہیں کرے گا، وہ نص رسولؐ کے تو مگر نہ تھے الایہ کہتے تھے کہ حاضر وہ باتیں دیکھ سکتا ہے کہ غائب ان کو دیکھ نہیں سکتا، پیغمبرؐ اس وقت موجود نہیں کہ مصلحت وقت کو دیکھیں انصار کے سعد عبادہ سے بیعت کے ارادہ نے اور بھی ان کو تقویت دے دی، چنانچہ وہ سفیفہ کو دوڑ گئے اور وہاں جا کر فوراً ابوبکرؓ سے بیعت کر لی فبايعوه و كانت فلتته وہ بیعت جلدی کا بن سوچا سمجھا کام تھا، جیسا کہ عمرؓ خطاب کہتے تھے اور کہا اگر کوئی کہے گا کہ کس لئے تم نے نص رسولؐ اللہ کی مخالفت کی تو کہیں گے کہ فتنہ و فساد کے خوف سے کی، ابوبکرؓ ہی اس کار کے لئے موزوں ہے خصوصاً جب کہ عمرؓ اس کا وزیر ہو، وہ ایک بوڑھا تجربہ کار آدمی ہے نرمی و آہستگی سے کام کرے گا اور چوں کہ شرافت نسبی نہیں رکھتا تو اس کی طرف سے فخر و مشیخت کا بھی اندیشہ نہیں، اگر خلافت علیؑ کو دیتے تو لوگ اسلام کو چھوڑ کر دوبارہ بت پرست و کافر ہو جاتے، پس صلاح اسلام کے لئے مخالفت نص کی روا ہے، یہ خاص خاص لوگوں کا مقولہ تھا عوام نے جب دیکھا کہ بزرگان صحابہ علیؑ کے خلاف جمع ہو گئے تو انہوں نے جانا کہ اس نص کے برخلاف ان کو رسولؐ اللہ سے کوئی خبر پہنچی ہوگی خاص کر جب کہ ابوبکرؓ نے حدیث الاثمۃ من قریش روایت کی تو وہ سمجھے کہ نص خاص اس سے منسوخ ہو گئی، اب خلافت کے لئے فقط قریشی ہونا درکار ہے، کوئی کیوں نہ ہو اور کہا کہ بزرگان صحابہ رسولؐ خدا کے مقصود و مراد کو اچھی طرح پہچانتے تھے، انہوں نے جو کچھ کیا ہے سوچ سمجھ کر کیا ہوگا۔ کیوں کہ اعراب بادیہ نشین قوت فکر و اجتہاد کی نہ رکھتے تھے، کسی نیک و بد سے ان کو بحث نہ تھی اگر ان کے سر غنہ نماز واجب بھی ان سے ساقط کر دیتے تو وہ اس کو بھی قبول کر لیتے۔ نتیجتاً نص رسولؐ خدا دربارہ خلافت علیؑ مرتضیٰ مؤختم ہو گئی۔ علاوہ برائیں علیؑ علیہ السلام و بنی ہاشم نے گھر کے دروازے بند کر لئے کہ بے شرکت غیرے کفن و دفن رسولؐ اللہ بجالائیں، اس نے ابوبکرؓ کی بیعت کو اور بھی قوت بخشی، کیوں کہ لوگوں نے جانا کہ آنحضرتؐ کو اس طرف توجہ نہیں، چنانچہ رسولؐ اللہ کے کاروبار سے فارغ ہو کر علیؑ نے جب اپنا حق طلب کیا تو انصار وغیرہ

نے یہی کہا لو دعوتنا الی نفسک قبل البیعة لما عدلنا بک اُحداً اگر بیعت سے پہلے تم اپنی طرف دعوت کرتے تو ہم تمہارے برابر کسی کو نہ جانتے، مگر اب جب کہ بیعت ہو چکی تو اس کے توڑنے کی کوئی سبیل نہیں۔ اس کے بعد نقیب ابو جعفر کہتا ہے کہ حضرت عمر کی مخالفتیں رسول اللہ کے ساتھ بکثرت ہیں اور اگر کوئی بھی مخالفت نہ ہوتی تو صرف وہی مخالفت کافی تھی جو کہ اس نے مرض الموت آنحضرت میں کی، کہ آپ نے دوات و قلم طلب کیا کہ ایک نامہ لکھیں جس سے امت کو ابدی ضلالت و گمراہی سے نجات ہو تو عمرؓ نے نہ دیا اور کہا، جو کچھ کہہا۔ یعنی کہا اِنَّ الرَّجُلَ قَدْ يَهْجِيْ بِهٖ حَقِيْقٌ کہ یہ مرد ہڈیاں بکتا ہے، ہم کو کتاب اللہ کافی ہے جب رسول اللہ کے سامنے ان کی زندگی میں اس کی یہ کیفیت تھی تو اگر آپ کے پیچھے ان کے خلاف ابو بکرؓ سے بیعت کر لی تو کون سی تعجب کی بات ہے، جب حضرت عمر کے سامنے کوئی حدیث خلافت علی علیہ السلام کا ذکر کرتا تو وہ کہتے کہ رسول اللہ نے ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو وہ حدیث منسوخ ہو گئی۔ پھر نقیب مذکور کہتا ہے کہ ایک بات یہ ہوئی کہ حضرات ابو بکر و عمر نے خلافت پا کر تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کی، مونے جھوٹے کپڑے پہنتے اور روکھی سوکھی روٹی پر قناعت کرتے اور اموال غنائم لوگوں کو بانٹ دیتے، خود اس میں طمع نہ کرتے اس سے مسلمانوں کے دل میں کچھ شک و شبہ تھا بھی تو رفع ہو گیا، کہ اگر اغراض نفسانی ان کو اس مخالفت کی باعث ہوتی تو چاہے تھا کہ اموال دنیا سے متفع ہوتے، کیوں کہ خلاف نص رسول کر کے دین کو بگاڑا ہوتا تو دنیا سے تو بہرہ ور ہونا تھا جب کہ انہوں نے اموال دنیا سے بھی بہت فائدہ نہ اٹھایا تو اسی سے معلوم ہوا کہ انہوں نے نص رسول اللہ کی مخالفت نہیں کی۔ ابو جعفر اس کے جواب میں کہتا ہے کہ انہوں نے مال دنیا کی لذتوں کو تو یاد رکھا اور لذت ریاست و حکومت کو بھلا دیا حالانکہ اللہ عز و جل باہمت لوگ کھانے پینے جماع کرنے کی لذائذ کو مد نظر نہیں رکھتے بڑی لذت کہ ان کو مقصود ہوتی ہے لذت حکومت و انفاذ امر ہے وہ حاصل ہو گئی تو پھر کسی چیز کی پروا نہیں کرتے شیخین نے اس کو حاصل کیا عثمانؓ بھی ان کے قدم بقدم چلتا تو اس کا بھی بال بیکانہ ہوتا اور کوئی اس پر معترض نہ ہو سکتا ہر چند وہ قبلہ کو خانہ کعبہ سے اٹھا کر بیت المقدس کی طرف بدل دیتا اور ہر چند نماز و خجگانہ سے ایک نماز کم کر دیتا کیوں کہ اہل دنیا کی نظر دنیوی کاروبار پر ہوتی ہے اور اپنے مطلب سے مطلب رکھتے ہیں اس کو حسب مراد پاتے ہیں تو کچھ تعرض نہیں کرتے اس میں کسر دیکھتے ہیں تو چیختے چلاتے اور شور مچاتے ہیں۔ عثمانؓ نے بیت المال پر دست درازی کی اور اپنے اپنے رشتہ داروں سے خاص کر لیا یعنی ہمہ تن دنیا میں غرق ہو گیا تو لوگ اس کی بغاوت پر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو فاجرو فاسق کہا حتیٰ کہ حصار میں دے کر مار ڈالا۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ یہ بات کہ حضرات ابو بکر و عمر اپنے عہد خلافت میں اموال بیت المال سے بہرہ ور نہیں ہوئے محض زہد خشک سے گذران کرتے رہے کلیۃً صحیح نہیں آئندہ

حالاتِ خلیفہ ثانی میں ناظرین دیکھیں گے کہ وہ ایک رقم چھپاسی ہزار کی اپنے سر پر لے گئے اور اتنے بڑے مال دار تھے کہ مرے تو لاکھوں کا نقد و جنس اپنے ورثا کے لئے چھوڑ گئے ہاں بڑا مقصود جس کے ہاتھوں یہ حضرات بکے ہوئے تھے اور جس کی خاطر دین و ایمان تک سے ہاتھ دھولے تھے حبِ جاہ و حکومتِ خلافت کے مزے تھے نہ یہ کہ مالی انتفاع سے بالمرہ خالی رہے۔ البتہ عثمان کی طرح مطلقاً نا عاقبت اندیش نہ تھے کہ تمام اموال خود ہضم کر جاتے یا اپنے لگے سگوں میں لٹا دیتے۔ اور دوسروں کو کورا جواب دے دیتے، اور یہ کہ علی علیہ السلام خلیفہ ہوتے تو لوگ ترکِ اسلام کر کے کافریت پرست ہو جاتے لغو و بے دلیل ہے۔ یہ باتیں بغض و عداوت والی اقلیم و ولایت و امامت کی راہ سے تراشی گئی ہیں، غیب کی بات خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، کس کو معلوم ہے کہ اس وقت کیا ہوتا، اور حضرت ابو بکر کے خلیفہ ہونے میں بقول تمہارے کیا کچھ نہیں ہوا، کتب تاریخ موجود ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے قریباً تمام ملک عرب مرتد ہو گیا تھا بلکہ فخر یہ کہا جاتا ہے کہ لوگ زکوٰۃ سے بچنے کو اصلی کفر کی طرف لوٹ گئے تھے ابو بکرؓ نے بڑی ہمت و جواں مردی سے ان کو دوبارہ اسلام پر مائل کیا اور سچ پوچھو تو سوائے ہذا وارتد کہیں کچھ بھی نہ تھا۔ اسی خلافت ابو بکرؓ پر اعراب بگڑ بیٹھے تھے کہ رسول اللہ نے اپنے ابنِ عم و داماد کو خلافت دی ہے ہم زکوٰۃ انہیں کو دیں گے، ابو بکرؓ نے فوجیں بھیج کر ان کو زیر کیا امیر المومنین خلیفہ ہوتے تو وہ چوں بھی نہ کرتے چنانچہ آگے ذرا زیادہ وضاحت سے اس کی تشریح کی جائے گی اور مقطع کلام اس مقام پر یہ ہے کہ اگر علیؓ خلیفہ ہوتے تو یہ ہوتا وہ ہوتا، وہ مانے، جو حضرات ابو بکر و عمر کو خدا و رسولؐ کی نسبت زیادہ دانا، دور اندیش، دین کا درد مند، اسلام کا خیر خواہ جانے، جب حق تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو اپنے رسول کا خلیفہ و وصی مقرر کر دیا اور رسول اللہؐ نے اس کا اعلان فرما کر سب سے اقرار لے لیا تو حضرات ابو بکر و عمر اس میں چون و چرا کرنے والے کون، غنیمت ہے کہ اس معتزلی نے نصِ خلافت حضرت امیر کا اقرار تو کیا، نہیں تو عام لوگ تو جیسا کہ پہلے گزرا اس کے منکر ہی نظر آتے ہیں، اور حدیثِ غدیر میں لفظ مولیٰ کو دوست و ناصر وغیرہ کے معنوں میں لے کر تاویل علیل فرماتے ہیں، اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ بعید ہے کہ صحابہ نصِ رسول اللہؐ کے خلاف اتفاق کریں، سو اس معتزلی نقیب نے کہ بقول اپنے شاگرد ابن ابی الحدید کے خلافتِ خلفا کا قائل سنی ہے اس استبعاد کی اچھی طرح سے جڑ اکھڑ دی ہے وہ صاف صاف کہتا ہے کہ یہ لوگ رسول اللہؐ کی مخالفت کی ذرا پروا نہیں کرتے تھے اور بات بات پر آنحضرتؐ کے خلاف کرتے رہتے تھے ایسے مخالفین رسول رب العالمین کی تصویب کرنا اور ان کو بزرگانِ دین کہنا اور پیشوائے مذہب بنانا، انہیں حضرات کو مبارک ہو، ہم تو آنحضرتؐ صلعم کو بنی مرسل و مطہر از خطا و زلل جانتے ہیں اور آپ کے جملہ اقوال و احکام کو واجب القبول و لازم العمل سمجھتے ہیں کیوں کہ جو وہ کہتے تھے حکم خدا و وحی من اللہ کہتے تھے حق تعالیٰ فرماتا ہے مَا اتَّكُمُ الرَّ

سُوْلُ فُخْدُوْهُ وَمَا نَهَكُم عَنْهُ فَانْتَهَوْا یعنی جو کچھ رسولؐ تمہاری طرف لائیں اس کو لیلو اور جس سے منع کریں باز رہو۔ نعوذ باللہ منہا محبتِ شیخین بھی ان لوگوں کو کہاں سے کہاں لے گئی ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار میں قول اکثر اہل سنت کا کہ رسولؐ خدا بھی مثل ایک مجتہد کے تھے کسی امر میں ان کی رائے برسر صواب ہوتی تھی کہیں خطا۔ اسی لئے صحابہ کو ان کی مخالفت روا تھی، اور حبش اسامہ سے ان کا تحلف کرنا بجا نقل کر کے کامل تئیں وجوہات سے اس کو رد فرمایا ہے، جن میں اکثر محکمات قرآن سے استدلال کیا ہے، پھر ان شبہات کی جو ان مخرقات کے لئے بطور دلیل بیان کی ہیں وہجیاں اڑادی ہیں من شاء الا طلاع علیہ فلیر جف الیہ جو اس رد و قدح پر مفصل اطلاع پانا چاہے چاہئے کہ کتاب مستطاب بحار الانوار کا مطالعہ کرے۔ ذکر ظلم و ستم جو حضرات اہل بیت علیہ السلام پر حصول بیعت کے لئے روا رکھا گیا۔ پہلے گذرا کہ حضرت امیر المومنینؑ کو جناب خاتم المرسلین نے خبر دی تھی کہ بعد میرے تم سے خلافت غصب کریں گے اور انواع و اقسام کی تکالیف و ایذائیں دیں گے اور وصیت فرمائی تھی کہ یا علیؑ اگر ناصرو مددگار پاؤ تو جہاد کرو اس قوم پر ورنہ صبر کرنا پس حضرت ہمیشہ اس وصیت پر کار بند رہے اور ظلم و ستم کو ظالموں کے بہ صبر و سکون برداشت کیا کئے تاہم اپنے حق کی طلب سے بھی خاموش نہیں بیٹھے اور حکومت اسلام کے حصول کے لئے کہ خدا اور رسولؐ نے آنحضرتؐ پر مقرر کی تھی حتی المقدور سعی کرتے رہے تاکہ احکام خدا کو مسلمانوں کے درمیان جاری کریں اور شریعت رسولؐ اللہ کو مکاحقہ رواج بخشیں، الحق خلافتِ اغیار کے ہاتھ میں مغصوب ہونے کا آنحضرتؐ کو سخت صدمہ تھا، اور گمراہی امت کی آپ کو کمال ایذا دیتی تھی، اور یہ ایک مصیبت تھی کہ شروع سے آخر تک تمام آئمہ معصومین پر برابر مستمر رہی۔ حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ **بلیۃ الناس علینا عظیمۃ دعونا ہم لم یتستجیبو النواوان ترکنا لم یعتدوا بغيرنا** کہ ہم خلائق کی طرف سے بڑی مصیبت میں ہیں، اگر ان کو راہِ راست کی طرف دعوت کرتے ہیں تو قبول نہیں کرتے اور جو ان کے حال پر رہنے دیتے ہیں تو کسی میں لیاقت نہیں پاتے کہ ان کو ہدایت کرے اور ضلالت و گمراہی سے نجات دلائے۔ منقول ہے کہ جس روز ابو بکرؓ کے ساتھ بیعت ہوئی اسی رات کو آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ کو پشتِ حمار پر سوار کیا اور حسنؑ و حسینؑ اپنے دونوں نور چشموں کو ہمراہ لیا اور جملہ مہاجر و انصار شرکاء بدر کے گھروں پر جا کر اپنی نصرت و حمایت کی طرف ان کو دعوت دی اور حدیثِ غدیر کو یاد دلایا۔ یعنی اتمام حجت باکمل وجوہ فرمایا۔ کل چوالیس اشخاص نے حضرت کی دعوت قبول کی آپ نے ان کو امر کیا کہ کل صبح سرمنڈا کر اور ہتھیار لگا کر ہمارے پاس آئیں اور سر و جان کی شرط پر شرائطِ بیعت بجالائیں مگر خوف و ہراس نے ان پر غلبہ کیا اور اپنے عہد پر قائم نہ رہے چنانچہ دن ہوا تو سوائے چار اشخاص سلمان فارسیؑ، ابوذر غفاریؑ، مقداد اسودؑ، و عمار یاسرؑ بروایت

زبیر بن عوام کے کوئی نہ آیا آپ نے دوسرے پھر تیسرے روز ایسا ہی کیا۔ رات کو وعدہ کرتے تھے مگر صبح کو کوئی اسے وفا نہ کرتا تھا۔ الا وہی چار اشخاص۔ حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے بعد تمام خلقت مرتد ہو گئی تھی۔ الاتین اشخاص، سلمان ابوذر مقداد بہ تحقیق کہ جب آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی تو چالیس مرد امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم آپ کے سوا کسی کی اطاعت نہ کریں گے کیوں کہ ہم کو رسول اللہ نے بروز غدیر یہی حکم دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا تو کل اپنے سروں کو منڈوا کر ہمارے پاس آؤ اگلے روز سوائے ان تین شخصوں کے کوئی حاضر نہ ہوا۔ عمار یا سر ظہر کے وقت پہنچے حضرت نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ **ما ان لك ان تستيقظ** کہ ابھی تک تیرے خواب سے بیدار ہونے کا وقت نہیں آیا تھا۔ چلے جاؤ کہ میں تمہاری نصرت کی حاجت نہیں رکھتا جب تم صرف سر منڈوانے میں میری اطاعت نہیں کرتے تو کوہ ہائے آہن کے ساتھ جنگ کرنے میں تو کیوں کرا طاعت کرو گے۔ الغرض حضرت نے غدر و بے وفائی امت کی مشاہدہ کی اور دیکھا کہ یہ لوگ ہرگز آپ کا ساتھ نہ دیں گے تو ان سے اعراض کیا اور مکان کا دروازہ بند کر کے جمع و تالیف قرآن میں مشغول ہوئے ابو بکرؓ نے آپ کو بلوایا کہ یہاں آ کر بیعت کر جائیے فرمایا میں نے قسم کھائی ہے کہ روادوش پر نہ لوں گا الا نماز کے لئے جب تک کہ کلام الہی جمع نہ کر لوں۔ اب تک قرآن کا غز کے پرچوں کپڑوں کے ٹکڑوں اور ہڈیوں پر مشرق تھا آپ نے اس کو ایک جا، جمع فرمایا اور تنزیل و تاویل و ناخ و منسوخ کو اس کے واضح کیا۔ پس ایک پارچہ پر لکھا اور اس پر مہر کی اور باہر لائے۔ لوگ مسجد میں ابو بکرؓ کے گرد جمع تھے آپ نے با واز بلند کہا ایہا الناس میں رسول اللہ کے کفن و دفن سے فارغ ہو کر جمع قرآن میں مصروف ہو گیا تھا۔ اب اس کو پورا کر لیا ہے۔ کوئی آ یہ رسول خدا پر نازل نہیں ہوئی الا یہ کہ میں نے اس کو اس میں درج کیا ہے بہ تحقیق کہ وہ حضرت دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ مجھ کو ہر ایک آ یہ تعلیم نہیں کی اور اس کی تاویل نہیں بتلائی۔ اب فردائے قیامت نہ کہنا کہ ہم اس سے مطلق آگاہ نہ ہوئے یا علیؑ نے ہم کو اپنی طرف دعوت نہیں کیا یا اپنے حقوق یا نہیں دلوائے یا اول سے آخر تک تمام قرآن ہم پر عرض نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا جو قرآن کہ ہمارے پاس ہے ہمارے لئے کافی ہے تمہارے قرآن کی حاجت نہیں رکھتے، حضرت نے فرمایا تو تم اس کو اب نہ دیکھو گے تا وقتیکہ قائم آل محمدؐ ظہور نہ کریں یہ کہہ کر خشم ناک اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف مراجعت کی اور اس آ یہ شریفہ کو تلاوت فرماتے تھے۔ **فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمناً قليلاً فلبئس ما يشترون**۔ نقل ہے کہ یہ قرآن آنمہ ہدی علیہم السلام کے پاس تھا اور اب امام مہدی علیہ السلام کے پاس موجود ہے اور وہ ٹھیک اسی ترتیب پر جمع ہوا ہے جس پر کہ نازل ہوا ہے۔ چنانچہ اس میں سب سے پہلے سورہ اقراب اسم ربک ہے پھر سورہ مدثر پھر مدل۔ اس کے

بعد سورہ تبت، پھر سورہ کوثر علیٰ ہذا القیاس مگر چوں کہ قرآن موجود مروج ہے تمامہ کلام خدا منزل من اللہ ہے لہذا ہم اسی کی قرأت و تلاوت اور اسی کے اوامر و نہی کے اقتثال پر مامور ہیں۔ اس لئے کہ امت محمدیہ میں اختلاف نہ ہو، اور یہود نصاریٰ کی طرح ان کے جدا جدا قرآن نہ ہو جائیں۔ القصہ عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا سب لوگ سوائے علیؓ بن ابی طالب اور ان کے اصحاب کے تجھ سے بیعت کر چکے جب تک وہ بیعت نہ کریں گے مجھ کو اندیشہ ہے کہ یہ کام تجھ پر راست نہ آئے گا کسی کو بھیج کر ان کو یہاں بلو اور ان سے بیعت لے ابوبکرؓ نے قنفذ کو حضرت کے پاس بھیجا۔ یہ شخص طلقا بنی عدی بن کعب سے نہایت تند خو پر خاش جو تھا۔ حضرت کی خدمت میں آ کر کہنے لگا کہ چلے خلیفہ رسول اللہؐ نے تم کو بلایا ہے آپ نے فرمایا بہت جلد تم نے رسول اللہؐ پر تہمت لگائی آنحضرت نے تو میرے سوا کسی کو اپنا خلیفہ نہیں کیا ابوبکر کہاں سے خلیفہ رسول بن گئے قنفذ نے واپس آ کر یہ جواب با صواب ابوبکرؓ سے کہا، عمر کو طیش آیا اور فروختہ ہو گئے ابوبکر نے انہیں ٹھنڈا کیا اور قنفذ کو پھر بھیجا کہ ان سے کہو کہ امیر المومنین ابوبکرؓ تم کو بلا تے ہیں حضرت نے امیر المومنین کا نام قنفذ کی زبان سے سنا تو فرمایا دروغ ہے قسم بخدا کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ خدا اور رسولؐ نے مجھ کو اس نام سے موسوم کیا۔ اور حضرات ابوبکر و عمر دونوں نے اس نام سے مجھ پر سلام کیا اور ابوبکرؓ ساتواں شخص ہے سلام کرنے والوں کا اس نے اور اس کے رفیق عمرؓ نے رسول اللہؐ سے پوچھا تھا کہ یہ حکم آپ کا ہے یا حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو تبلیغ کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بے شک یہ حکم خدا کا ہے اور علیؓ امیر ہے مومنوں کا اور سید و سردار مسلمانوں کا ہے اور صاحب انوار مجتہدین ہے روز قیامت حکم خدا پل صراط پر بیٹھے گا اور اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو جہنم میں داخل کرے گا یہ جواب سن کر حضرت عمر جامہ سے باہر ہو گئے اور شدت غیظ سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ میں علیؓ کو اچھی طرح جانتا ہوں وہ کبھی تیرے مطیع نہ ہوں گے مجھ کو اجازت دے کہ ان کا سر قلم کروں۔ قسم بخدا کہ بغیر ان کے قتل ہونے کے یہ کام کبھی درست نہیں ہونے کا۔ پس خالد ولید کو آواز دی اس کو اور قنفذ دونوں کو حکم دیا آگ اور آگ لگانے کا سامان ہمراہ لے چلیں کہ اگر امیر المومنین دروازہ بند کر لیں تو مکان کو ان پر جلا کر خاک سیاہ کر ڈالیں۔ مولف کہتا ہے کہ حضرت عمر کا خانہ علیؓ وفاطمہؓ کے جلانے کے لئے آگ اور ایندھن لے جانا اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح و ثابت ہے خود شاہ عبدالعزیز نے تحفہ میں اس کا اقرار کیا ہے۔ لکھا ہے کہ کچھ لوگ حضرت رسالت پناہ کے عہد میں نماز جماعت میں حاضر نہ ہوتے تھے حضرت نے ان کے گھروں کے جلا دینے کا حکم دیا، پس خلیفہ ثانی جو اہل بیت کا گھر جلانے گئے تو ان کا یہ فعل بغیر خدا کی اس حدیث سے مستبط تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں ”وخصیص سوختن درس تہدید بنی براستنباط دقیق است از حدیث پیغمبر“ کہ آنحضرت در حق کسانے کہ در جماعت حاضر نہ شدند و بامام اقتدائی کردند ہمیں قسم ارشاد فرمودہ بودند کہ اس جماعت اگر از ترک

جماعت باز نحو اہند آمد خانہ بار ابرایشان خواہم سوخت و چون ابو بکر امام منصوب کردہ پیغمبر بود و آنہا ترک اقتداے امام بحق خاطر خود ہائے اندیشہ نہ در فاقہ جماعت مسلمین نمی کردند مستحق ہماں تہدید شدند۔“ دیکھئے شاہ صاحب یہاں تمام دعووں سے کہ انہوں نے جا بجا اسی کتاب میں محبت و دوستی اہل بیت کے کئے ہیں اور اس کو عین مذہبِ اہل سنت قرار دیا ہے، یک لخت دست بردار ہو گئے کہ جناب امیر المومنین اور ان کے تابعین و لواحقین کے حق میں ایسا شدید طعن وارد کرتے ہیں کہ پناہ بخدا، ان کو تحلف بیعت ابو بکر میں گروہ منافقین، تارکین جماعت رسول رب العالمین سے تشبیہ دی ہے اور خلیفہ ثانی کے بیت الرسالت جلانے کے ارادے کو حدیث پیغمبر سے باسنتباط دقیق مستبط کہا ہے، یہاں سے مثل سپیدہ صبح کے ظاہر و روشن ہے کہ ان کے وہ تمام دعوے محبت و ولا اہل بیت کے ازسرتا پابا پائل ہیں، نیز یہ کلام شاہ جی کا مذہبِ اہل سنت کے بھی خلاف ہے کیوں کہ وہ بھی آنحضرت کو گوچو تھے درجہ ہی پر ہوں خلیفہ راشد جانتے ہیں، پس جب کہ وہ تمام مسلمانوں کے برخلاف خلیفہ برحق کی مخالفت کا اندیشہ رکھتے تھے تو قابلِ خلافت کہاں رہے۔ نیز شاہ صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اس کے بعد آنحضرت کو اس مخالفت ابو بکر میں ابنِ حنظل شاعر، کافر، جھوگئے پیغمبر سے مشابہت دیتے ہیں جس کی نسبت رسول اللہ نے حکم دیا تھا کہ اگر خانہ کعبہ میں بھی جا کر پردہ ہائے کعبہ میں پناہ گیر ہو تب بھی اسے قتل کریں۔ آخر میں شاہ صاحب لکھتے ہیں ہر گاہ ایں قسم مرد و دان الہی را در خانہ خدا پناہ نباشد در خانہ فاطمہ چرا پناہ باید داد۔ اس کے بعد بھی اگر مریدان شاہ صاحب ان کو محبت و دوست اہل بیت کہے جائیں تو نہ معلوم ان کے نزدیک دشمنی کس جانور کا نام ہے۔ اہل عقل کے نزدیک تو وہ اس فقرہ اخیرہ سے حدِ ناصیبت سے گذر کر خارجیت تک پہنچ گئے کسی مومن مسلمان کا کام نہیں کہ یوں ذم و تہجینِ عمرت رسول خدا کو اپنا شیوہ بنائے کہ سردارِ اوصیا و امامِ تقیہ اور ان کے اصحاب و رفقا کو نعوذ باللہ منہا ابنِ حنظل شاعر کافر کے مشابہ گردان کر واجب القتل ٹھہرائے اور برملا ان خاصانِ خدا و مقربانِ درگاہِ کبریا کو مرد و دانِ بارگاہِ الہ کہے۔ بار الہی اگر نشہ محبت حضرت خلیفہ ثانی میں شاہ صاحب ایسے چور ہو گئے تھے کہ مذمتِ اہل بیت عصمت و طہارت ان کے نزدیک چنداں وقعت نہ رکھتی تھی تو مذمتِ اصحاب رسول خدا کو کہ آنحضرت کے ساتھ تھے تو مخالفِ مذہبِ سنت جماعت جان کر اس سے تو باز رہنا تھا۔ کم از کم طلحہ و زبیر کا ہی لحاظ پاس کرنا تھا جن کا خاتمہ حضرت عثمان کی محبت اور امیر المومنین کی عداوت پر ہوا تھا۔ کیوں کہ بروایت و اقدی و طبری ائمہ علماء سنت اس گھر میں آپ کے ساتھ سوائے امام حسن و امام حسین و جناب فاطمہ بنی ہاشم و سلمان و بوذر و مقداد و طلحہ و زبیر بھی تھے۔ ذکر الواقدی قال زیدین اسلم کنت ممن جمل الحطب مع عمر الی باب فاطمہ حین امتنع علی و اصحابہ عن البیعة ان

یباعو افقال عمر لفاطمۃ اخرجی من البیت والاحرقته و من فیہ قال و فی البیت علی و فاطمہ والحسن والحسین و جماعته من اصحاب النبی فقالت فاطمۃ ترق علی ولدی قال ای واللہ اولیٰخر جن ولیبا یعن یعنی واقدی نے ذکر کیا ہے کہ زید بن اسلم نے کہا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو حضرت عمر کے ساتھ فاطمہؑ کے دروازہ پر لکڑیاں اٹھا کر لے گئے جب کہ علیؑ اور ان کے اصحاب نے ابو بکرؓ کی بیعت سے انکار کیا پس عمرؓ نے جناب فاطمہؑ سے کہا کہ جو لوگ تمہارے گھر میں ہیں ان کو باہر نکالو نہیں تو میں اس کو معہ ان کے جو اس میں ہیں جلا دوں گا۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت گھر میں علیؑ و فاطمہؑ و حسنین اور ایک جماعت اصحاب رسولؐ خدا کی تھی۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ تو میرے بچوں کو جلا دے گا، عمرؓ نے کہا ہاں قسم بخدا، یا یہ کہ وہ نکلیں اور بیعت کریں۔ اور اصل عبارت طبری کی کہ صحیح ترین تواریخ اہل سنت سے ہے، یہ ہے۔ اتیٰ عمر بن الخطاب منزل علی وفیہ طلحۃ و زبیر و رجال من المهاجرین وقال واسرلا حرقن علیکم اولتخر جن الی البیعة کہ عمر خطاب علی علیہ السلام کے مکان پر آئے حالانکہ وہاں طلحہ زبیر اور لوگ مہاجرین سے تھے اور کہا قسم بخدا کہ میں گھر کو تم پر جلا دوں گا! لا یہ کہ بیعت کے لئے باہر نکلو! پس اس سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کی صحابہ کے ساتھ دوستی اور عداوت کا دار و مدار بھی ان کے اہل بیت کے ساتھ عداوت و محبت پر ہے یہی طلحہ زبیر جب حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ ہو کر بیعت ابو بکرؓ سے انکار کرتے ہیں تو مردودان درگاہ الہی مثل ابن حطل کا فروسیاہ ٹھہرتے ہیں اور جب نکلتے بیعت کر کے آنحضرتؐ پر چڑھائی کرتے اور تلوار کھینچ کر آپ کے زور و کھڑے ہوتے ہیں تو داخل عشرہ مبشرہ و حواریان رسولؐ اللہ ہو جاتے ہیں فَا غْتَبِرُوا یَا اُولٰی الْاَبْصَارِ القصہ حضرت خلیفہ ثانی خالد ولید و قنفذ وغیرہ یاران با وفا کو ساتھ لے کر در بیت عصمت و طہارت پر پہنچے اور وہاں ان کے ہاتھ سے وہ ستم ہوئے جن کے تصور سے دل کانپ کانپ اٹھتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ گھر کے کواڑ بند تھے اور اندر امیر المومنینؑ و جناب سیدہ وحسن و حسینؑ وغیرہ گھر کے لوگ تھے۔ عمرؓ نے چلا کر کہا یا علیؑ باہر آ کر خلیفہ رسولؐ سے بیعت کرو ورنہ اس گھر کو آگ لگا دوں گا اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کے آگے اور دیوار کے جڑوں میں لکڑیاں چن دیں غالب دیواریں حجرات مقدسہ کی حسب تصریح شیخ عبدالحق دہلوی صاحب جذب القلوب شاخ ہائے خرما کی تھیں جن کو کھڑی کر کے کاہ گل کیا گیا تھا اور وہ بے شک آسانی سے آتش گیری کی قابلیت رکھتی تھیں جناب سیدہ آوازن کردروازہ پر تشریف لائیں حالانکہ غم مفارقت رسولؐ اللہ میں از بس نحیف و لاغر ہو رہی تھیں اور عصابہ سر مبارک پر بندھا تھا پس در سے فرمایا اے عمر کیوں ہم کو ستاتا ہے کیا مدعا تیرا ہے کہا دروازہ کھولو

نہیں تو میں گھر کو تم سمیت جلا دوں گا، اس معصومہ نے کہا اے عمر خدا سے نہیں ڈرتا، ہمارے گھر میں بغیر ہماری مرضی کے گھسا چاہتا ہے، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اور آگ لکڑیوں میں لگادی گئی، جن سے دروازہ جل اٹھا۔ جناب سیدہ مانع ہوئیں اور صدائے بانالہ آہ یا اتاہ یا رسول اللہ بلند کی، عمر نے نہ مانا آگے بڑھ کر غلاف شمشیر اس مطہرہ کے پہلو پر مارا اور ایک تازیانہ بہت زور سے بازوئے مبارک پر لگایا، ان صدمات سے وہ جناب گریں، اور ساتھ ہی آپ کا حمل ساقط ہوا یعنی فرزند زینہ محسن نام کہ شکمِ اطہر میں تھا اور جناب رسول خدا نے ولادت سے پہلے اس نام سے اس کو موسوم فرمایا تھا۔ شہید ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ روائت ابن عباس: قنفذ ملعون نے بازو دروازے کا پہلوئے مبارک اس جناب پر گرایا اور اس سے یہ حادثہ ہوا اور تازیانہ بھی اس نے مارا ہے۔ اور بعض روایات میں مغیرہ بن شعبہ کا نام بھی اس کام میں لیا گیا ہے۔ غرض عمر نے خود یہ حرکات کیں یا ان کے امر و اشارے سے ان کے دوستوں نے کیں بات ایک ہی ہے یہی ضربات تھیں جن کے صدمات سے وہ جناب اول صاحبِ فراش ہوئیں اور آخر کار دنیا سے رحلت کر گئیں۔ تازیانہ اس زور سے لگا تھا کہ غسل میت کے وقت بازوئے مبارک پر ایک نشان سیاہ مثل بازو بند دکھائی دیتا تھا۔ اور در کے پہلو پر گرنے سے کہتے ہیں کہ استخوان پہلو ٹوٹ گئی تھی یہ سلوک جگر گوشہ رسول اللہ کے ساتھ ان حضرات کے تھے جو اپنے تئیں آنحضرت کے یاران باصفا و مریدانِ جانِ غار بتلاتے تھے۔ عام لوگ گو صاف صاف اس قصہ کے اقرار کرنے سے ڈرا شرماتے ہیں، الا جو شخص ان کی کتابوں کو اچھی طرح چھان بین کرے اس کو واضح ہوگا کہ یہ قصہ ان کے یہاں ویسا ہی وارد ہوا ہے جیسا کہ جملہ حالات اور شہادہ مصیبات کہ شیعہ نے نقل کئے ہیں، ان کے یہاں ملتے ہیں، اور ہرگز شیعہ ان کی نقل میں منفرد نہیں ہیں۔ چنانچہ حقیر نے اس قصہ کو بھی مرویہ فریقینِ جان کر نقل کیا ہے۔ اب شواہد کتب اہل سنت سنئے اور محمد شہرستانی کہ فاضل معتبر اہل سنت کا ہے، اپنی مشہور کتاب مللِ نحل میں نظامِ مغربی سے اس قصہ کو ان لفظوں میں نقل کرتا ہے۔ ان عمر ضرب بطن فاطمہ يوم البيعة حتى اسقطت المحسن من بطنها و كان عمر يصبح احرقوها بمن فيها و ما كان في الدار غير علي و فاطمة والحسن والحسين کہ البتہ حضرت عمر نے شکمِ مبارک جناب فاطمہ پر بروز بیعت ضربت لگائی کہ جس کے صدمہ سے محسن کا حمل اس معصومہ سے ساقط ہوا، اور عمر چیختے تھے کہ اس گھر کو معہ اس کے گھر والوں کے جلا دو۔ حالاں کہ گھر میں اس وقت سوائے علی و فاطمہ و حسن و حسین کے کوئی نہ تھا، اور ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ میں ابو جعفر نقیب اپنے استاد سے علمِ حدیث حاصل کرتا تھا، جب زینب بنت رسول اللہ کے مکہ معظمہ سے مدینہ آنے کے قصہ پر پہنچا اور وہ حالِ قرأت کیا کہ ہبار بن اسود نے زینب کو اپنے نیزہ سے ڈرایا، کہ ان کا حمل ساقط ہوا اس وجہ

سے پیغمبر خدا نے ہمارا خون مباح کیا، تو ابو جعفر مذکور نے کہا کہ جب رسول اللہ نے ہمارا خون اس وجہ سے کہ اس نے زینب کو ڈرا کر ان کا حمل ساقط کرایا تھا مباح فرمایا تو ظاہر ہے اگر وہ حضرت زندہ ہوتے تو ضرور اس شخص کا خون بھی مباح فرماتے جس نے فاطمہ زہرا کو ڈرا کر ان کا حمل ساقط کرایا۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر سے کہا میں یہ امر تمہاری طرف سے روایت کروں، جیسا کہ لوگ کہتے ہیں، کہ فاطمہ ڈرائی گئیں اور محسن نام بچہ ان سے ساقط ہوا ابو جعفر نے کہا کہ مجھ سے نہ اس کو روایت کرنے اس کے بطلان کو انتہی۔ غرض اسی طرح متفرق مقاموں اور مختلف پیرایوں میں یہ حالات جستہ جستہ ان کے یہاں ملتے ہیں اور دامن اعتبار روایات شیعہ کو کذب و اختلاف کی آلودگی سے قطعاً پاک و صاف کرتے ہیں، پس عنقریب ہے کہ ہنگامہ قیامت برپا ہوا اور حضرت احکم الحاکمین ان جو رویداد کی دادی دے کرے۔ مروی ہے کہ اول بروز قیامت جس کے لئے حکم دیں گے وہ محسن پسر امیر المومنین ہوں گے کہ قاتلان محسن کو جنہوں نے دروازہ پہلوئے فاطمہ پر گرا کر ان کو شہید کیا، تازیانے لگانے کا حکم کریں گے، کہ اگر ایک تازیانہ بھی ان میں سے مشرق و مغرب کے دریاؤں پر لگائیں تو تمام دریا جوش میں آجائیں اور پہاڑوں پر اس کو رکھ دیں تو پہاڑ پکھلنے لگیں اور جل کر خاکستر ہو جائیں یہ ادنیٰ دادی اس مظلومہ کی ہے۔ نظم

اہل دیں کی فاطمہؑ مخدومہ ہے پاک ہے معصومہ ہے مظلومہ ہے
رجس سے طاہر ہے وہ عصمت مآب حق ہے معصومہ ہے وہ عالی جناب
آیہ تطہیر سے افضل ہے کیا آپ ہے مداح زہراؑ کا خدا
بضعہ منیٰ بھی تجھ کو یاد ہے احمد مرسل سے کیا ارشاد ہے
جس نے دی ایذا اسے کافر ہوا ربہ اسلام سے باہر ہوا
جس سے وہ آزرده ہو مردود ہے جس سے وہ راضی نہ ہو مردود ہے
جو عدو اس کا ہو وہ ناپید ہو بکر ہو یا عمر ہو یا زید ہو

الحاصل جو حالت اس وقت حضرت شیر خدا شہ سوار عرصہ کافئی کی ہوگی وہ ہر شخص قیاس کر سکتا ہے، لکھا ہے کہ آپ شدت غیرت و غضب سے بے تاب ہو گئے، اور اسی جذبہ جوش میں گریبان خلیفہ ثانی کا پکڑ کر کھینچا اور بیک اشارہ ان کو زمین پر دے مارا، کہ تاک زمین پر گر گئی گئی اور گردن میں چوٹ آئی، چاہتے تھے کہ جان سے مار ڈالیں، مگر یاد آئی وہ وصیت رسول خدا ﷺ کی کہ ان لوگوں کے مقابلے اور مقاتلے سے ممانعت فرمائی تھی، اور صبر و سکون کی وصیت کی تھی اور فرمایا والذی اکرم محمداً بالنبوة یا ابن ضحاک لولا کتاب اللہ سبق و عہد

عہد الی رسول اللہ لعلمت انک لا تدخل بیتتی قسم بخداۓ ذوالجلال اے پسر خا کہ اگر مصلحت الہی اس کے مقتضی نہ ہوتی اور رسول اللہ کے ساتھ عہد نہ کیا ہوتا تو تجھ کو معلوم ہو جاتا کہ کس طرح میرے گھر میں قدم رکھ سکتا ہے۔ پس عمر نے ابوبکر سے کمک طلب کی اور فوج فوج لشکر وہاں سے آ گیا۔ ادھر سلمان و ابازر و مقداد و زبیر و عمار یا سر وغیرہ ہم بھی یہ شور سن کر جمع ہو گئے تھے اور حمایت امیر المومنین میں دست بہ شمشیر ہوا چاہتے تھے بلکہ زبیر نے تو تلوار میان سے نکال لی تھی جو آخر کار ان کے ہاتھ سے چھینی اور دیوار میں مار کر توڑ دی گئی۔ غرض قریب تھا کہ فتنہ و آشوب عظیم برپا ہو اور خطر ناک خلل و خرابی اسلام میں پڑے۔ حضرت نے جلد آتش فتنہ کو دبایا اور اپنے اصحاب سے کہا کہ مجھ کو ان کے ساتھ اور ان کو میرے ساتھ چھوڑ دیں، مامور نہیں کہ اس وقت ان کے اوپر جہاد کروں، الحق عظیم مصلحت ہے جس پر وہ حضرت کا رہنما ہوئے، اگر اس حالت میں کشت و خون واقع ہوتا تو اس کا انجام زبوں تھا، بہت سے تیغ قہر مرتضوی سے ہلاک ہوتے، بہت سے باہم لڑ بھڑ کرنا بود ہو جاتے، ماقبی جو قریب العہد بہ کفر تھے مرتد ہو جاتے اور اس طرح سے نقش اسلام صفحہ دہر سے مٹ جاتا، یہ اسی جناب کا حوصلہ تھا کہ ایسا ظلم صریح مشاہدہ کیا اور اس پر صبر فرمایا۔ مروی ہے کہ ایک روز جناب سیدہ آپ کے خاموش بیٹھے اور اپنا حق طلب نہ کرنے سے اظہار رنج و ملال فرما رہی تھیں کہ اتنے میں آواز مؤذن کی آئی کہ اس نے کہا اشہدان لا الہ الا اللہ حضرت نے فرمایا افسوسک زوال هذا النداء من الارض یعنی اے فاطمہ تم چاہتی ہو کہ یہ آواز روئے زمین سے گم ہو جائے فرمایا نہیں ارشاد کیا کہ جو تم کہتی ہو اس میں اسی کا اندیشہ ہے۔ الناصل شیر خدا نے سر تسلیم خم کر دیا اور ان رو بہ پیشوں نے بڑھ کر رسن سیاہ گلوئے حق جو میں ڈال دی بروایت عمامہ سراقس سے اتار کر گردن میں ڈالا اور کشاں کشاں مسجد کی طرف لے چلے، لوگ گلیوں میں جمع تھے اور اس عبرت ناک واقعہ کو دیکھ رہے تھے۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ حضرت امیر کے جہاں صد ہا نام ہیں وہاں ایک نام آپ کا الغالب علی کل غالب بھی ہے، اس سے یہی مراد ہے کہ نفس سرکش جو ہر ایک انسان پر غالب ہے، آپ اس پر غالب تھے، عجب حالت تھی کہ شیر بیشہ بھجا و یکہ تاز میدان لافتی، جس کی تیغ شر بار کے آگے بڑے بڑے جواں مردوں اور جہادوں کے پتے آب آب ہوتے تھے اور جس کے ایک نعرہ حیدری سے ہزار ہا شجاعوں کے دل سینوں میں ہل جاتے تھے، وہ چند نامردوں کے ہاتھ میں یوں زار و گرفتار جا رہا ہے، الحق دو حالتیں جدا جدا تھیں اور دونوں کا مقتضا علیحدہ۔ وہ جہادِ صغیر جسمانی تھا، تو یہ مجاہدہ کبیر روحانی، وہ صفت جلالی تھی، تو یہ کمال جمالی۔ اور سچ یہ ہے کہ کمالِ عبودیت و تقویٰ کل کے کرشمے تھے، شاہد ہواۓ نفسانی نہ وہاں تھا، نہ یہاں تھا۔ بل ہم عباد مکر مون لا یسبقونہ بالقول وہم بامرہ یعلمون بلکہ وہ بندگان برگزیدگان خدا ہیں اس سجانہ تعالیٰ پر

قول میں سبقت نہیں کرتے، اور اس کے حکم کے موافق کام کرتے ہیں۔ منقول ہے کہ اس وقت حضرت اباذر غفاری حسرت سے کف افسوس ملتے تھے اور کہتے تھے لیت السیوف قد عادت بایدینا ثابتہ کاش ہم ان ہاتھوں سے دوبارہ راہِ خدا میں جہاد کرتے۔ مقدار کہتے تھے اگر امیر المومنین چاہتے تو حق تعالیٰ سے اپنے دشمنوں کے دفع کے لئے دعا مانگتے، اور وہ درجہ اجابت پر پہنچتی، سلمان نے کہا مولای اعلم بما فیہ میرے مولیٰ دقاتق امور و خفی و جلی، مصلحتوں کے ہم سے زیادہ دانا ہیں، جو کرتے ہیں سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔ بریدہ سے روایت ہے کہ معاویہ بن ابوسفیان نے زمانہ خلافت امیر المومنین میں اسی قصہ بیعت بکریہ کی طرف اشارہ کر کے آپ کو لکھا انک نقاد کما نقاد الجمل المخشوش کہ تم بیعت کے لئے اس طرح کھینچے جاتے تھے جیسے کہ شتر کو مہارڈال کر کھینچتے ہیں۔ حضرت نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ تیرا یہ کہنا کہ میں مثل شتر مہار کردہ کے ابو بکر کی بیعت کے لئے کھینچا گیا تھا۔ واللہ لقد اردت ان تنہم فمدحت وان تفضح فافتضحت بخدا سو گند کہ تو نے اس کلام سے میری مذمت کرنی چاہی تھی مگر مدح کی، اور مجھ کو نصیحت کرنا چاہتا تھا خود رسوا ہوا، وما علی المسلم من غضاۃ فی ان یکون مظلوما ما لم یکن شا کافی دینہ او مر تابانی یقینہ و ہدینہ حجتی علیک و علی غیرک مرد مسلمان کے لئے اس میں کوئی عیب و عار نہیں کہ اس پر ظلم کیا جائے، تا وقتیکہ اس کو اپنے دین و یقین میں شک دریب عارض نہ ہو، اے معاویہ میری حجت ہے تجھ پر، اور لوگوں پر جو اس قسم کا اعتراض کرنا چاہیں۔ بالجلہ جب بحالت کذا کی مسجد رسول اللہ میں پہنچے اور نظر مبارک روضہ رسول خدا پر پڑی تو اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ابن ام ان القوم الستضعفونی و کسا دوا یقتلونی اے برادر اے پسر مادر اس قوم نے مجھ کو ضعیف و ناتوان کیا اور قریب ہے کہ مجھ کو مار ڈالیں یہ اسی سلسلہ دراز تشبیہ کا نتیجہ ہے جس میں اس امت کے واردات کو حالات بنی اسرائیل سے خدا الععل بالعلل مطابق کہا گیا ہے حضرت رسول خدا کو موسیٰ اور امیر المومنین کو ان کے بھائی ہارون اور آنحضرت کی وفات کو غیبت چہل روزہ موسیٰ کے مشابہ و مماثل بتلایا ہے، اور حضرت عتیق کو گوسالہ سامری اور ثانی لا ثانی کو خود سامری اور ان کے سقیفہ پردازی کو گوسالہ پرستی سے تشبیہ دی گئی ہے، پس اس موقع پر بھی حضرت نے اسی سلسلہ میں اس آیت شریفہ کو تلاوت فرمایا جو ہارون علیہ السلام کی زبان سے شکایت قوم کی قرآن میں آئی ہے چوں کہ عقد مواخات کے اعتبار سے یہاں بھی بنی و وصی کے درمیان اخوت روحانی تھی، اس لئے آنحضرت کو پسر مادر سے خطاب کیا، یا چوں کہ دونوں کی خلقت ایک نور سے تھی استعارۃ اس نور کو بلفظ ام تعبیر فرمایا یا یہ کہ جناب فاطمہ بنت اسد مر بیہ رسول بمنزلہ مادر آنحضرت کے تھیں چنانچہ

اسی لحاظ سے جب امیر المومنین علیہ السلام نے ان کی وفات کی خبر حضرت رسالت پناہ کو پہنچائی اور عرض کی مَآتِ اُمّی تو حضرت نے فرمایا بل امی ایضاً کہ وہ تہاری ہی ماں نہیں میری بھی ماں تھیں ہذا کلمہ فی البحار۔ مروی ہے کہ اس دردناک آواز کو سن کر روح رسالت پناہ لحد میں بے تاب ہو گئی اور اس میں سے ایک ہاتھ کہو، ہوہو دست مبارک رسول خدا کے مشابہ تھا، برآمد ہوا اور ابو بکر کی طرف اشارہ کر کے کہا انصرت بالذی خلقتک من تراب ثم سواک رجالاً اے ابو بکر خدا سے کافر ہو گیا، جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا اور درست آدمی بنایا۔ اور نیز حضرت اس وقت اپنے برادر گرامی حضرت جعفر طیارؓ و عم محترم حمزہ بن عبد المطلب کو یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ واجعفر اہ لا جعفر لی الیوم واحمزتہ لا حمزۃ لی الیوم ہائے افسوس اے جعفر۔ آج میرے لئے جعفر نہیں، اور ہائے افسوس اے حمزہ آج میرے لئے حمزہ نہیں۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے نقیب ابو جعفرؓ کی بن ابی زید سے پوچھا کہ اگر جعفر حمزہ زندہ ہوتے تو کیا وہ حضرت امیر علیہ السلام سے بیعت کرتے اور ان کی خلافت پر راضی ہو جاتے۔ اس نے کہا البتہ جس طرح پر کہ آتش چوب عرج میں در آتی ہے وہ اسی طرح حضرت کی بیعت میں داخل ہوتے، میں نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ جعفر تو البتہ آنحضرت سے بیعت کرتے والا حمزہ چوں کہ مرد جبار قوی النفس درشت خو، شجاع و مفتخر تھے اور علیؓ سے سن میں بڑے اور رشتہ میں آپ کے چچا ہوتے تھے اور ان کے اخبار و آثار جنگ و جہاد میں معروف ہیں، اور ان کی شجاعت و دلاوری زبان ہائے خلایق پر مذکور و مشہور ہے۔ بہت بعید تھا کہ یہ امر ان سے واقع ہو۔ نقیب نے کہا اخلاق و عادات حمزہ البتہ ایسے ہی تھے جیسا کہ تو نے بیان کیا مگر وہ دین قوی رکھتے تھے اور صدق دل سے پیغمبر خدا کی تصدیق کر چکے تھے، کہ اصلاً شک و ریب اس میں نہ تھا۔ اگر اس وقت زندہ ہوتے اور حالات امیر المومنینؓ پر اطلاع پاتے اور جو قرب و منزلت ان کو حضرت رسالتؐ سے تھا مشاہدہ کرتے تو البتہ اپنی نخوت سے تنزل کرتے اور آنحضرت کو رضائے خدا اور رسول خدا کے واسطے اپنے اوپر ترجیح دیتے اور امر خلافت کو ان کے سپرد کرتے اور اخلاق حمزہ کو امیر المومنینؓ کے اخلاق سے کچھ نسبت نہ تھی اس لئے کہ اخلاق علیؓ اصلی و روحانی تھے کہ باعث صفائی فطرت بلا ریاضت تعلیم آپ کو حاصل ہوئے تھے وہ اپنی فراست و جودت طبع سے وہ باریک باتیں نکالتے تھے کہ حکماء مدقق ان کے ادراک سے عاجز آئیں، باوجود اس کے قوت و شجاعت میں بھی حمزہ سے کمتر نہ تھے اگر حمزہ زندہ ہوتے اور محاسن عادات و مکارم اخلاق امیر المومنینؓ مشاہدہ کرتے تو ابوذر و مقداد سے زیادہ مطیع ہوتے، اور یہ جو تو نے کہا کہ حمزہ آپ کے چچا اور سن میں ان سے زیادہ تھے عباس بھی ان کے چچا اور سن میں بڑے تھے۔ اس پر جو سعی خلافت امیر المومنینؓ میں وہ رکھتے تھے کسی کو نہ تھی۔ اور چچا ہمیشہ اپنے بھتیجوں کی متابعت کرتے آئے

ہیں۔ حمزہ و عباسؑ دونوں حضرات رسالت پناہ کے چچا تھے ان کی اطاعت کرتے تھے اور ان کی نبوت کی تصدیق فرماتے تھے ابو طالب کہ شیخ دریس بنی ہاشم تھے اور تمام قریش ان کے مطیع و منقاد تھے کس طرح پر اطاعت و فرمانبرداری رسول اللہ کی کرتے تھے۔ حالانکہ پیغمبر خدا ان کے عیال میں داخل تھے اور ان کے پرورش کردہ اور بمنزلہ ان کی اولاد کے شمار ہوتے تھے۔ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کو مسجد میں لائے تو جناب سیدہ بادلہ مجروح و غمگین، نالان و حزیں مع دیگر زنان بنی ہاشم ان کے پیچھے گھر سے نکلیں اور مسجد تک آئیں جب روضہ رسول اللہ کے قریب پہنچیں تو چلائیں اے گروہ ستم گارو اے قوم غدار میرے پر عرم سے ہاتھ اٹھاؤ ورنہ قسم بخدا کہ اپنے موئے سر کو پریشان کروں گی اور پیرا ہن رسول اللہ کو سر پر لے کر حضرت حق جل و علی کے سامنے فریاد خواہ ہوں گی۔ فمنا فہ صالح باکرم علی اللہ منی ولا الفصیل باکرم علی اللہ موولدی صالح پیغمبر کی اونٹنی حق تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ عزیز نہیں اور نہ اس کا بچہ اس سبحانہ کے نزدیک میرے بچوں سے زیادہ رازی ہے بروایت فرمایا اے ابوبکر تو چاہتا ہے کہ مجھ کو بیوہ اور میرے بچوں کو یتیم کرے قسم بخدا کہ اگر ان سے ہاتھ نہ اٹھائے گا تو میں اپنے بال کھولوں گی اور گریبان چاک کروں گی اور اپنے باپ کی قبر پر جا کر فریاد کروں گی۔ پس حضرت امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کا ہاتھ پکڑا اور متوجہ روضہ رسول خدا ہوئیں حضرت امیر المومنین نے سلمان فارسی سے کہا کہ جلد دختر رسول اللہ کی خبر لے بہ تحقیق کہ میں دیکھتا ہوں کہ شہر مدینہ زیر و زبر ہوا چاہتا ہے جو کچھ وہ کہتی ہیں اگر اس کو عمل میں لائیں تو اس شہر کا معہ شہر والوں کے نشان باقی نہ رہے گا۔ سلمان کہتے ہیں کہ اس وقت دیکھا میں نے کہ دیواریں مسجد کی لرزنے لگیں اور زمین سے بلند ہوئیں بحدیکہ اگر کوئی چاہتا کہ ان کے نیچے سے نکل جائے تو نکل سکتا تھا۔ پس میں نے دوڑ کر عرض کی اے سیدہ نساء، اے بتول عذراء، اے خاتون قیامت، وائے بانوئے جگہ کرامت، وائے جگر گوشہ رسول ثقلین، مادرِ بسطین، ان لوگوں کو بخشو اور اپنے باپ کی امت پر رحم کرو بہ تحقیق کہ تم خانوادہ رحمت و شفاعت ہو اور تمہارے باپ رحمت عالم کے لئے مبعوث ہوئے ہیں تم عذاب الہی کے نزول کا باعث نہ بنو بارے میری التماس کو بہ لطف قبول کیا اور اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف مراجعت فرمائی اس وقت دیکھا میں نے کہ دیواریں مسجد کی اپنی جگہ پر آ رہیں اور جگہ پر آنے میں ان سے ایک غبار بلند ہوا کہ اڑ کر ہمارے چروں پر بیٹھا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بخدا سو گند اگر فاطمہؑ اپنے موئے سر پر اگندہ کرتیں تو تمام آدمی ہلاک ہو جاتے۔ القصہ حضرت کو ابوبکر کی پیش گاہ میں لائے تو عمر اس وقت تلوار کھینچنے آپ کے سر پر کھڑے تھے۔ اور خالد ولید و ابو عبیدہ جراح و سالم مولائے حذیفہ و معاذ جبل و مغیرہ شعبہ و اسد بن حضیر و بشیر بن سعد اور لوگ ہتھیار لگائے آراستہ و پیرا ستہ ان کے گرد گرد تھے۔ سلیم

بن قیس راوی حدیث کہتے ہیں کہ آہ وزاری جناب سیدہ کی سن کر تمام جماعت آبدیدہ ہوئی، الا عمر خطاب و خالد وغیرہ اور عمر نے کہا کہ ہم کو عورتوں کی رائے کی کچھ پروا نہیں۔ ابو بکر نے جو حضرت کو اس حال میں دیکھا، تو از بسکہ زمانہ سازی اور نرم دلی ان کے مزاج میں تھی بولے ان کو کھول دو۔ امیر المومنین نے فرمایا اے ابو بکر کیسی جلد تم نے مخالفت رسول اللہ پر کر باندھی، اور کس قدر جلدی آنحضرت کے اہل بیت کو ایذا و آزار پہنچانے لگے، کون سے استحقاق اور کس مرتبہ پر تم مجھ سے طلب گار بیعت ہو، کیا کل بروز غدیر تم نے خدا اور رسول کے حکم سے میرے ساتھ بیعت نہیں کی۔ ابو بکر ابھی اس کا جواب دینے نہ پائے تھے کہ عمر بولے اے علی ان باتوں کو جانے دو اور بیعت کرو۔ جب تک بیعت نہ کرو گے ہمارے ہاتھ سے چھوٹ نہیں سکتے، حضرت نے فرمایا اگر نہ کروں گا تو کیا کرو گے کہا بذلت و خواری تم کو قتل کریں گے، فرمایا تو بندہ خدا و برادر رسول اللہ کے قاتل ٹھہرو گے۔ ابو بکر نے کہا اما عبد اللہ فنعیم و اما اخو رسول اللہ فما نفرتک بذلت یعنی تمہارا بندہ خدا ہونا قبول و مسلم ہے لیکن برادر رسول اللہ ہونے کا ہم اقرار نہیں رکھتے۔ حضرت نے فرمایا اے ابو بکر اس کا اقرار نہیں کرتا کہ رسول اللہ نے بروز مواخات مجھ کو اپنا بھائی بنایا۔ پس بریدہ نے کہا اے عمرو اے ابو بکر کیا تم حاضر نہ تھے جب رسول اللہ نے ہم کو اور تم کو امر کیا تھا کہ جا کر علی علیہ السلام کو بامارت و بادشاہی مومنان سلام کریں، اور تم نے پوچھا کہ آیا یہ حکم خدا کی طرف سے ہے تو حضرت نے ارشاد کیا کہ ہاں یہ حکم حق تعالیٰ کا ہے پس ہم سب نے بلفظ السلام علیک یا امیر المومنین آنحضرت پر سلام کیا، عمر نے کہا کہ اے بریدہ تجھ کو ان امور میں دخل دینے کا منصب نہیں، بریدہ نے کہا قسم بخدا کہ میں اس شہر میں نہ رہوں گا جہاں تم امیر ہو اور خلیفہ رسول اللہ معزول کیا جائے پس عمر نے حکم دیا کہ بریدہ کو مار کر نکال دیں اس کے بعد سلمان فارسی اٹھے اور کہا اے ابو بکر خدا سے ڈر اور جس مقام میں بیٹھنے کا استحقاق نہیں رکھتا اس سے علیحدہ ہو اور جن لوگوں کا یہ کام ہے ان کے لئے چھوڑ دے اور تمام امت کو قیامت تک ضلالت و جہالت میں نہ مبتلا کر، عمر نے ان کو دھمکایا کہ تو کون ہے، اور ان کا مون میں تجھے کیا دخل ہے، سلمان نے کہا قسم بخدا کہ اگر میں جانتا کہ اپنی تلوار سے اس دین کی امداد کر سکتا ہوں تو مردانہ وار راہ خدا میں جہاد کرتا پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہوئے کہ تم نے کیا، اور کچھ نہ کیا، دین اسلام میں داخل ہوئے اور اس سے نکل گئے، پس بشارت ہو تم کو ساتھ مصیبت و عذاب و ناامیدی از نعمت و رخصا کے۔ آگاہ رہو کہ اس کے بعد ظلمہ بے باک تم پر مسلط ہوں گے، اور جور و ظلم تمہارے درمیان شائع ہوگا، اور کتاب خدا و احکام خدا بدل دیئے جائیں گے۔ پس ابوذر و مقداد کھڑے ہوئے اور حجت کو ان پر تمام کیا، اور امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا کہ اجازت دو تو ہم تلوار نکالیں اور اس قوم پر جہاد کریں آپ نے فرمایا رحمت خدا ہو تم پر، اور اجازت پیکار نہ دی۔ ابو بکر بالائے منبر خاموش بیٹھے تھے اور زبان سے کچھ نہ کہتے

تھے، عمر نے ان کو کہا کیا منبر کے اوپر چپکا بیٹھا ہے علیؑ زیر منبر بیٹھا بیعت نہیں کرتا اور تہرہ کرتا ہے، مجھ کو حکم دے کہ اس کی گردن جدا کروں، اس وقت امام حسنؑ و امام حسینؑ اپنے پدر بزرگوار کے پاس کھڑے تھے یہ کلمہ عمر سے سن کر رونے اور چلانے اور روبرو رسول خداؐ کے فریاد کرنے لگے، یا جدہ یا رسول اللہ! ہم کو دیکھو کہ کیسے بے یار و مددگار ہیں، حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے نور چشموں کو سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ گریہ مت کرو بہ تحقیق کہ ان کو قدرت نہیں کہ تمہارے باپ کو قتل کریں، یا ایسا خیال بھی دل میں لائیں۔ اس وقت ام سلمہؓ زوجہ رسول خداؐ ام ایمن مریہؓ آنحضرتؐ اپنے حجر وں سے نکل کر چلائیں کہ اے ابوبکر و عمر و اے اصحاب پیغمبرؐ تم نے کینہ ہائے دیرینہ ظاہر کئے اور جلد آنحضرتؐ کے اہل بیت سے بدلے لئے، عمر نے کہا دونوں کو مسجد سے نکال دو کہ ہم کو عورتوں کی باتوں سے سروکار نہیں۔ پس عمر بدیں خیال کہ امر بیعت میں خلل و خرابی پڑے بے تاب تھے اور شدت وحدت میں تابعدار کی نہ کرتے تھے، خالد ولید نے بھی تلوار میان سے نکال لی تھی لیکن ابوبکرؓ نے دیکھا کہ حضرت امیرؓ کی نوع بیعت پر رضا مند نہیں ہوتے مجبوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور آپ کے قریب آ کر اپنا ہاتھ آنحضرتؐ کے ہاتھ پر رکھ دیا گویا بیعت ہو گئی۔ بروایت عباس بن عبدالمطلب کو معلوم ہوا کہ علیؑ علیہ السلام تلواروں کے نیچے بیٹھے ہیں وہ روتے ہوئے آئے اور غل چاتے تھے لوگو میرے برادر زادے سے ہاتھ اٹھاؤ، اور رفیق و مدارا کرو اس کے ساتھ میں اس سے بیعت کرادوں گا، پس انہوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر خلیفہ اول کے ہاتھ سے مس کر دیا اور وہ اس پر رضا مند ہو گئے حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ نے بیعت نہیں کی تا وقتیکہ دھواں آنحضرتؐ کے گھر سے بلند نہیں ہوا۔ الحاصل یہ روایات شیعہ ہیں کہ اس بارے میں وار ہوئی ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک جب تک جناب سیدہؓ زندہ رہیں اس وقت تک امیر المومنینؑ نے بیعت نہیں کی۔ جب چھ ماہ بعد اس جناب کا انتقال ہوا تو اس وقت مجبوراً بیعت کی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ وکان لعلی من الناس وجہ فی حیوة فاطمہ فلما توفیتا ستنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصلحة ابی بکر و مبايعته ولم یکن بیانع تلك الا شہر موضع الحاجة یعنی علیؑ کے لئے فاطمہؓ کی زندگی میں لوگوں کی طرف سے ایک وجہ وار تھی، روایات اہل سنت دربارہ بیعت امیر المومنینؑ با ابوبکرؓ: جب ان کا انتقال ہوا تو آپ نے لوگوں کے چہروں کو اپنی طرف سے متغیر پایا پس طالب مصلحہ و بیعت ہوئے ابوبکرؓ کے ساتھ، حالاں کہ اس چھ مہینے کے عرصہ میں انہوں نے بیعت نہیں کی تھی، اس سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہؓ کی حیات میں جو اس سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہؓ کی حیات میں جو لوگ آپ کا پاس و لحاظ کرتے تھے وہ ان کی وفات کے بعد باقی نہ رہا تھا لہذا بے لحاظ و مضطر ہو کر آپ نے بیعت ابوبکرؓ کی خواہش کی۔ اور جامع الاصول میں ہے فکان لعلی وجہ

من الناس حیوة فاطمہؑ فلما توفیت فاطمہؑ انصرفت وجوہ الناس عن علیؑ و نکشت فاطمہؑ بعد رسول اللہؐ سنۃ اشہر ثم توفیت فقال رجل للزہری فلم یبایعہ علیؑ فقال لا واللہ ولا احد من بنی ہاشم حتی ابایعہ علیؑ یعنی علیؑ کی طرف فاطمہؑ کی زندگی میں لوگوں کا رخ تھا جب آنحضرت کا انتقال ہوا تو علیؑ کی طرف سے لوگوں کا رخ پھر گیا اور فاطمہؑ حضرت رسول اللہؐ کے بعد چھ مہینہ زندہ رہیں پھر وفات پائی ایک شخص نے زہری راوی حدیث سے کہا کیا علیؑ نے ابوبکر سے بیعت نہیں کی کہا نہیں اور نہ کسی نے بنی ہاشم میں سے بیعت کی جب تک علیؑ نے نہ کی۔ اور ابن ابی الحدید جلد ساوس شرح نہج البلاغہ میں کتاب سفینہ احمد بن العزیز جوہری سے نقل کرتا ہے کہ بنی ہاشم وزیر اس روز علیؑ کے ساتھ تھے اور وہ یعنی زیر اپنے تئیں بنی ہاشم سے خیال کرتے تھے۔ اور علیؑ علیہ السلام بھی کہا کرتے کہ وزیر ہم اہل بیت سے تھا تا انیکہ اس کی اولاد جوان ہوئی اس وقت انہوں نے اس کو ہم سے پھیر لیا پس عمر نے کہا علیکم بالکلب اس کتے (زیر) کو پکڑو سلم بن اسلم نے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور دیوار میں مار کر اس کو توڑ دیا اور علیؑ کو معذیر بنی ہاشم ابوبکر کے پاس لائے در آنحالیکہ وہ کہتے تھے کہ میں بندہ خدا و برادر رسول اللہؐ ہوں پس ان سے کہا بیعت کرو آپ نے کہا میں تمہاری نسبت اس کار کے لئے احق واولی ہوں۔ تم انصار پر قراہت رسول اللہؐ کو حجت لائے اور انہوں نے اس سبب سے تمہاری امارت تسلیم کی میں بھی یہی حجت تم پر لاتا ہوں خدا سے ڈرو اور وہ بات کہ انصار نے تمہیں بخشی ہے ہمارے حوالہ کرو ورنہ تم بلاشبہ گروہ ظالمین سے ہو گے۔ عمر نے کہا جب تک تم ابوبکر سے بیعت نہیں کرنے کے ہمارے ہاتھوں سے چھوٹ نہیں سکتے۔ حضرت نے فرمایا احلب لک حلایا عمر لک شطرہ اشدر لہ الیوم امرہ لیروہ علیک عدا تو دودھ دہتا ہے کہ آپ بھی اس میں سے پئے اور اس کے لئے امر کو مضبوط بناتا ہے کہ کل کو تیری طرف لوٹا دے قسم بخدا کہ میں تیرا کہنا نہ مانوں گا ابوبکر نے کہا یا علیؑ تم کو بیعت منظور نہیں تو میں مجبور نہیں کرتا ابوعبیدہ نے کہا اے ابوالحسن تم نو جوان ہو یہ تمہاری قوم کے سن رسیدہ مشائخ ہیں تم سے زیادہ تجربہ و واقفیت رکھتے ہیں ابوبکر پختہ کار متحمل مزاج اور منتظم آدمی ہے۔ اس وقت خلافت کو اس کے لئے چھوڑ دو ثانی الحال اگر تمہاری عمر دراز ہوئی اور زندہ رہے تو بوجہ قرابت و جہاد و سبقت اسلام تم ہی اس کام کے لئے انسب ہو گے۔ حضرت نے فرمایا اللہ اللہ اے مشر مہاجرین سلطنت پیغمبر خدا کو آنحضرت کے گھرانے سے نہ نکالو اور حقداروں کو محروم نہ کرو قسم بخدا کہ ہم اہل بیت تم سے زیادہ اس کار کے لائق ہیں بہ تحقیق کہ ہم قاری قرآن و دانائے فقہ و احکام و عالم فرائض و سنن میں انتظام جیسا کہ ہم کر سکتے ہیں کسی سے نہیں ہو سکتا قسم بخدا کہ یہ ہمارا حق ہے تم اس بارے میں حرص و ہوا کی

پیروی نہ کرو کہ حق سے تجاوز کر جاؤ گے۔ بشیر بن سعد نے کہا یا علی اگر انصاریہ باتیں تم سے قبل بیعت سنتے تو ان سے دو شخص بھی تمہارے مقدمہ میں اختلاف نہ کرتے مگر اب وہ ابوبکر کے ساتھ بیعت کر چکے پس علی علیہ السلام گھر کو چلے گئے اور جب تک فاطمہ زندہ رہیں بیعت نہیں کی۔ تمام ہوئی روایت صاحب سقیفہ کی اس میں جواب کلام بشیر بن سعد جو شاہ مرداں نے دیا مذکور نہیں یا جوہری نے مصلحتاً اس کو نقل نہیں کیا مگر ہم روضۃ الاحباب سے اس کی اصل عبارت میں اس کو نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے حضرت نے فرمایا: ”اے بشیر تو روا میداری کہ من جسد اطہر و قالب انور سید عالم را غسل ندادہ و تجہیز و تکفین دے نہ نمودہ و از دفن و سے فراغت حاصل نہ کردہ دم در طلب خلافت و حکومت زدے و ہمار دم در منازعت و خصومت شدے“۔ بعد ازاں صاحب روضۃ الاحباب فرماتے ہیں کہ ”ابوبکر صدیق چوں دید کہ کلمات علی جملہ محکم و استوار و برکے از انہما مقابل صد کلمہ بل ہزار است از راہ رفیق و مدار آور آمد و گفت اے ابوالحسن مرا گمان اس بود کہ ترا من در اس امر مضائقہ نداشتہ و اگر میدانستم کہ از بیعت با من تخلف خواہی کرد ہرگز آنرا قبول نمے کردم انکوں کہ مردم اتفاق نمودہ اند اگر تو نیز با ایشان موافقت نمائی ظن مرا مطابق واقع ساختہ باشی و اگر حالا توقف کنی و خواہی کہ در اس امر تفکر نمائی چیز سے بر تو نیست پس علی از مجلس برخاست و متوجہ خانہ نحویش گشت“۔ غرض حضرت امیر المومنین نے اس طرح کے بہت سے کلام کہے اور ہر طرح سے ان پر حجت تمام فرمائی۔ از انجملہ حدیث غدیر کو یاد دلا کر اس پر شہادت طلب کی بارہ اشخاص نے غازیان بدر سے گواہی دی کہ ہم نے یہ حدیث پیغمبر خدا سے سنی ہے زید بن ارقم نے کتمان شہادت کیا اور بہ دعائے حضرت ناپسند ہوا۔ شواہد النبوة میں ہے کہ ابن ارقم مذکور ہمیشہ اس شہادت کے ترک پر اظہارِ ندامت کرتا اور خدائے تعالیٰ سے دعائے بخشش مانگتا تھا۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ زید کی طرح اور لوگوں نے بھی اس شہادت کو چھپا کر ایسے ہی تمغے پائے ہیں کیوں کہ حضرت امیر المومنین اکثر موقعوں پر حدیث مذکور کو حجت لاتے تھے اور اس پر شہادت طلب فرماتے تھے سعادت مند ادائے شہادت کرتے بد بخت دیدہ و دانستہ حیلے حوالے کر کے ٹالتے اور بہ دعائے حضرت بتلائے بلیات ہوتے تھے۔ چنانچہ حلیۃ الاولیاء میں حافظ ابو نعیم سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اس مقدمہ میں گواہی چاہی حاضرین نے گواہی دی، الا انس بن مالک، وبراء بن عازب، و اشعث بن قیس و خالد بن یزید کہ انہوں نے کتمان شہادت کیا حضرت امیر نے فرمایا اے انس تو نہ مرے گا تا وقتیکہ حق تعالیٰ تجھ کو مرض برص میں مبتلا کرے جس کو تیرا عمامہ نہ چھپا سکے اور اے اشعث تیری ایک آنکھ جاتی رہے گی، اور اے خالد تو جاہلیت کی موت مرے گا اور اے براء تو نے جس مقام سے ہجرت کی ہے اسی جگہ تیری موت آئے گی۔ جابر بن عبد اللہ انصاری راوی حدیث کہتے ہیں کہ قسم بخدا کہ میں نے دیکھا کہ انس کی پیشانی پر برص نمودار تھے ہر چند وہ عمامہ سے اس کو چھپانا چاہتا تھا اور اشعث کی

ایک آنکھ جاتی رہی تھی وہ کہتا تھا خدا کا شکر ہے کہ امیر المومنین نے میرے لئے دنیوی عذاب پر اکتفا کیا کہ بصارت چشم جاتی رہی اور عقوبت اخروی سے محفوظ رکھا، اور خالد مرتضیٰ بنی کندہ نے اس کی قبر پر گھوڑوں اور اونٹوں کو بہ رسم جاہلیت پے کیا اور براء کو معاویہ نے حاکم یمن مقرر کیا تھا وہ اسی مقام پر فوت ہوا جہاں سے ہجرت کی تھی۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شرع کے موافق لوگ دو گواہوں کی گواہی پر اپنا حق پالیتے ہیں طرفہ ماجرا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کو دس ہزار گواہوں کی گواہی پر بھی ان کا حق نہ ملا۔ روایت ہے کہ اس وقت سعد ابی وقاص نے کہا اے پسر ابوطالب تم خلافت کی بہت ہی حرص رکھتے ہو۔ چنانچہ حضرت اپنے ایک خطبہ میں اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ایک کہنے والے نے کہا اے ابوطالب کے بیٹے تم اس امر پر بہت ہی حریص ہو، میں نے اسے کہا بَلِ افْتَمِ وَاللّٰہِ اَحْرَصُ وَاَبْعَدُ وَاَنَا اَخْصٰی وَاَقْرَبُ یعنی تم بخدا کہ تم مجھ سے زیادہ اس کی حرص رکھتے ہو حالانکہ تم اس سے بعید ہو میں اس سے اقرب ہوں اور اس کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہوں۔ اِنَّمَا طَلَبْتَ حَقَّالِیْ وَاَنْتُمْ تَحْوِلُوْنَ بَیْنِیْ وَبَیْنِہٖ وَتَضْرِبُوْنَ وَجْہِیْ دُوْنِہٖ میں تو صرف اپنا حق چاہتا ہوں تم اس کے اور میرے درمیان حائل ہوتے اور اس سے مانع آتے ہو، فرماتے ہیں یہ حجت واضح سن کروہ قائل (سعد وقاص) مہبوت و حیران رہ گیا اور کچھ جواب اسے بن نہ آیا۔ بالجملہ دریائے تقریر حضرت امیرؑ موزن تھا اور ایک ایک موقعہ کا اپنی نصِ خلافت و وصایت سے ذکر کر کے مجمع حاضرین سے اس کا اقرار لیتے تھے۔ ابو بکر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے اور اندیشہ ہوا کہ مبادا لوگ ان سے برگشتہ ہو جائیں، بولے یا علیؑ جو تم کہتے ہو سب درست ہے ہم نے بھی پیغمبرؐ خدا سے یہ سنا ہے اِلَّا میں نے آنحضرت سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ہم اہل بیت کو حق تعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور چنا۔ اور دار آخرت کو ہمارے لئے دنیا پر اختیار کیا، بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ اس خاندان کے لئے نبوت و خلافت کو جمع نہ کرے گا۔ حضرت نے فرمایا اے ابو بکر تمہارے سوا کسی اور نے بھی یہ حدیث، پیغمبرؐ سے سنی ہے عمر نے کہا خلیفہ رسول اللہؐ راست کہتے ہیں میں نے بھی اس کو سنا ہے علیؑ ہذا ابو عبیدہ و سالم مولائے ابی حذیفہ و معاذ بن جبل نے بھی گواہی دی حضرت نے کہا تم نے کسی نے کچھ نہیں سنا، اِلَّا یہ کہ اپنے قول و اقرار کو پورا کرتے ہو اور صحیفہ ملعونہ جو کعبہ میں بیٹھ کر لکھا ہے اور باہم عہد کیا ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد جس طرح ہو خلافت کو ان کے اہل بیت تک نہ پہنچے دیں اس کو وفا کرتے ہو۔ نہیں تو قول پیغمبرؐ مخالف قرآن نہیں ہو سکتا حق تعالیٰ فرماتا ہے اَمْ یَحْسَدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَا اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتٰنَا اِلٰہِ اِبْرٰہِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَہٗ وَاٰتٰنَاہُمْ مَلٰکًا عَظِیْمًا اٰیادہٗ حٰدِثَہٗ ہِیْ نِیْکَ اَدْمِیْمٍ پُر اس چیز سے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو عطا کی ہے پس ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب و حکمت دی اور

ملکِ عظیم ان کو بخشا، حضرت نے فرمایا کہ کتاب سے مراد نبوت ہے اور حکمت سے سنت اور ملک سے خلافت یہ سب آلِ ابراہیم کو دی گئی اور ہم آلِ ابراہیم سے ہیں۔ القصہ حضرت امیرؑ سے بیعت لینے یا ان کو کسی دباؤ سے معذور و معاف رکھنے کے بعد علیٰ اختلاف الروایات یہ حضرات اوروں کی طرف متوجہ ہوئے سب سے پہلے انہوں نے زبیر کو پکڑا تو ان کی پہلے ہی لے لی تھی اب زمین پر ڈالا اور حضرت عمرؓ کے سینہ پر سوار ہوئے اور یوں گھونٹ کر ان سے بیعت لی، زبیر نے کہا اے پسر خُحاک قسم بخدا اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو ہرگز یہ جرات نہیں کر سکتا تھا اور یہ جو طاعی کہ تیرے گرد و پیش جمع ہیں تیری حمایت نہ کرتے تو مجال نہ تھی کہ تم علیؑ پر سبقت لے جاتے اس کے بعد سلمان کو گلے میں رسن ڈال کر کشاں لائے رسی کی رگڑ سے گلا چھل کر نشان پڑ گیا تھا۔ پس ان کے ہاتھ کو بیعت کے لئے مروڑ ڈالا۔ پھر اباز رو مقدار وغیرہ سے اسی طرح بیعت حاصل کی سلمان نے کہا ہلاکت ہوا ہے قوم تم پر تم نے گذشتہ فرقوں کے اختلاف و افتراق کی پیروی کی، اور سنتِ رسول اللہ کو پس پشت ڈالا کہ خلافت کو اس کی معدن سے نکال کر باہر لے گئے، عمر نے کہا اب جب کہ تو نے اور تیرے صاحب نے بیعت کر لی اور جو تم چاہتے تھے اس سے تمہاری آنکھیں روشن نہ ہوئیں، تو اب جو چاہو سو کوہو ہم کو اس کی پرواہ نہیں خدا نے اس امر کو اس گھر والوں سے دور رکھا جن کو تم نے خدا بنالیا ہے، امیر المومنین نے فرمایا اے پسر خُحاک ہم کو تو خلافت نہ ہوا اور تجھ کو اور پسر آکلہ ذبآن کو ہو، کہا اے ابو الحسن جب کہ عامہ غلام ابوبکر پر رضامند ہوں اور تم پر نہ ہوں تو اس میں میرا کیا گناہ ہے۔ حضرت نے فرمایا لیکن خدا اور رسول تو میرے سوا کسی پر رضامند نہیں۔ پس بشارت ہو تجھ کو اور تیرے اصحاب کو جو اس میں تیرے شریک ہیں، ساتھ مسخط و غضبِ خدا اور رسول کے، دائے ہواے پسر خطاب مگر تو نہیں جانتا کہ تو نے کیا کام کیا، اور کون سا معاہدہ توڑ ڈالا، اور کیا بری حرکت تجھ سے صادر ہوئی ہے، زبیر نے عمر کو سخت سخت باتیں کہیں اور سلمان فارسی اور جناب مرتضوی نے خاص خاص عقوبات اخروی کہ بہ نصِ نبیؐ ان کے لئے مقرر ہیں تذکرہ فرمائے، اور بہت گفتگو رہی جس کو ہم مناسب اس رسالے کے نہ جان کر ترک کرتے ہیں اور اپنے سنی بھائیوں سے انصاف چاہتے ہیں کہ وہی بتلائیں کہ کوئی معقولیت پسند آدمی اس بیعت کذا کی کو پسند کرے گا چہ جائے کہ اس تھک و فطیحتی کا نام اجماع امت و اتفاق رکھا جائے اور دینی بادشاہی یعنی نیابت حضرت رسالت پناہی کی بنیاد اس پر قائم کی جاوے اور روایت موضوعہ لَا یَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی۔ کو اس کے ساتھ شامل کر کے اس خلافت کو خلافتِ راشدہ کہا جائے مانا کہ روایت مذکورہ ہی صحیح ہے، تاہم علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام و عباس و جملہ بنی ہاشم و زبیر و سلمان و ابوذر وغیرہم یہ سب کے سب آنحضرتؐ کے اعزہ و اصحاب نہ سہی، کیا عام امت میں بھی داخل نہ تھے، کہ ان کے شریک ہوئے بغیر ہی اجماع متحقق ہو گیا اور کیا رضامندی

اور خوشی کی بیعت اور جبر و تعدی کی بیعت کا ایک ہی حکم ہے کہ اس کی کچھ پروا نہ کی گئی۔ روایت گذشتہ بخاری و جامع الاصول سے ظاہر ہے کہ چھ مہینے تک ان بزرگواروں نے بیعت نہیں کی، اور بعد کو حضرت فاطمہؑ کی وفات پر کی، تو بکمال مجبوری محض بیکسی و بے بسی کی حالت میں۔ پس کیا ایسی بیعت سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے اور ہو سکتا ہے تو وہ ہی بتلائیں کہ یہ چھ ماہ کہ بالکل بیعت نہیں ہوئی کس حساب میں رہے، اور حضرت خلیفہ صاحب اس عرصہ دراز تک کس حجت و دلیل سے اموال و نفوس مسلمانان میں تصرف کرتے رہے۔ طرہ یہ کہ سعد عبادہ انصاری کہ اساطین و مہین سے مخبر بہ نعیم بہشت و مبشر بہ خیر آخرت تھے، اور بیعت عقبہ و غازیان بدر میں داخل ہونے کا فخر رکھتے تھے مدۃ العمر اس بیعت سے کنارہ کش رہے اور وہ زمانہ خلافت عمر خطاب میں شہید ہوئے تو اس اعتبار سے تمام زمانہ خلافت ابو بکر ان کی خلافت پر اجماع نہیں ہوا، امام فخر الدین رازی اس مقام پر عاجز رہ گئے اور کوئی بات معقول نہ لاسکے۔ آپ نہایت العقول میں فرماتے ہیں۔ وان قیل الانصار زنا ز عوافیہ اگر کہا جائے کہ انصار نے یعنی سعد عبادہ وغیرہ نے اس میں نزاع کیا قلنا لانزاع فیہ لا ندار تفیع ذلک النزاع عند موت سعد بن عبادۃ ونحن انما یتمسک بهذا الاجماع یعنی ہم کہیں گے کہ اس میں کوئی نزاع نہیں کیوں کہ یہ نزاع سعد عبادہ کے مرنے پر برطرف ہو گیا، پس ہم اسی اجماع سے جو اس وقت منعقد ہوا تمسک کرتے ہیں۔ دیکھئے امام صاحب نے اس مبتدا کی خبر کہاں جا کر نکالی اور جو اجماع صدر خلافت ابو بکر میں کاروبار خلافت میں ان کے دخل دینے سے پہلے ہونا چاہئے تھا۔ وہ آپ نے خلافت عمر میں برسوں کے بعد گھڑ مڑھ کر تیار کیا حضرت ابو بکر کو گواہی عمر بھر اجماع نصیب نہ ہوا مگر امام صاحب نے ان کے بعد سعد کی موت پر اجماع بنا کر جھٹ اس سے تمسک کر لیا کیا کہنے آپ کی اس دلیل بازی کے تب ہی تو آپ استدلال کرنے والوں کے امام قرار پائے۔ امام صاحب کی اس منطق کے موافق تو کوئی مسئلہ بھی مختلف فیہ نہیں رہتا، اس طرح پر تو ہر ایک اختلافی مسئلہ کو جب ایک فریق دنیا سے گذر جائے مجمع علیہ کہہ سکتے ہیں، بھلا امام صاحب نے تو اس اجماع سے کہ سعد کے مرنے پر حاصل ہوا تمسک کر کے پیچھا چھیڑ لیا، حضرت ابو بکر اور ان کے اصحاب دو سو و دو سال تک کون سے اجماع سے تمسک رہے، کاش وہ یہی کہتے کہ کبھی نہ کبھی تو سعد مرے گا ہی اس وقت اجماع ہو رہے گا، ہم اسی وقت کے آئندہ آنے والے اجماع کی بنا پر کار خلافت کر رہے ہیں مگر خلیفہ صاحب کو تو اس کے برخلاف تادم مرگ انصار کا اختلاف دل میں کھٹکتا رہا۔ چنانچہ مرض الموت میں جہاں اور باتیں حسرت و افسوس کی ان سے منقول ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ کیوں نہ میں نے رسول اللہ سے دریافت کر لیا کہ آیا انصار کا بھی اس میں کچھ حق و حصہ ہے، جیسا آگے آتا ہے۔ غرض اجماع صحابہ کہ بقول متقدمین اہل سنت صحت خلافت ابو بکر کا دار و مدار اس پر

ہے کہیں کچھ ثابت نہیں ہوتا، اس لئے متاخرین نے اس دلیل کو چھوڑ کر ایک اور بات پیدا کی صاحبِ مواقف کہتے ہیں کہ جب خلافت بیعت و اختیار سے ثابت ہو جائے تو وہ اجماعِ اہل حل و عقد کی محتاج نہ رہے گی، کیوں کہ کوئی دلیل اس پر قائم نہیں ہوتی نہ از روئے عقل کے نہ نقل کے بلکہ بیعت کر لینا ایک یاد و کا اہل حل و عقد سے کافی ہوگا نبوت و امامت میں اور وجوبِ متابعتِ مسلمانان میں، کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ نے باوجود اس صلابت کے کہ دین میں رکھتے تھے اسی قدر پر اکتفا کیا۔ مثل بیعت کر لینے عمر کے ابو بکر سے اور مثل بیعت کر لینے عبدالرحمن کے عثمان سے اور شرط نہیں کیا انہوں نے انعقادِ خلافت میں اجتماعِ اہل مدینہ کو چھ جائیکہ علماء امت کے اجتماع کو، اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا، اور اتفاق کیا اس پر اہل اعصار نے ہمارے زمانہ تک۔ تمام ہوا ترجمہ عبارت صاحبِ مواقف کا، بس اب ہم کو ضرورت کلام باقی نہیں رہی، اہل انصاف خود دریافت کر سکتے ہیں کہ وہ خلافت کس پایہ کی ہوگی جس کی عمر کی بیعت کے سوا کوئی دلیل نہیں مل سکتی، چھ جائیکہ عمر بھی آخر کار اس کو فلتہ، یعنی بن سوچی سمجھی بات کہہ کر علیحدہ ہو جائیں۔ اب اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض احادیث مرویہ اہل سنت کہ خلافت بلا فاصلہ امیر المومنین علیہ السلام پر دلالت واضح رکھتی ہیں ان کی کتابوں سے نقل کی جائیں۔ بعض روایات اہل سنت جو امیر المومنین کی خلافت بلا فصل پر دلالت کرتی ہیں: واضح رہے کہ اصل اصول فرقہ ناجیہ امامیہ اثنا عشریہ کا یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کو بعد رسول خدا ﷺ کے امام مقرر فی الطاعت و خلیفہ بلا فصل جانتے ہیں، اور یہ عقیدہ ان کی کتب کلامیہ میں بہ دلائل عقلیہ و شواہد نقلیہ متفق علیہ بین الفرقین ثابت و مقرر ہے۔ ہمیشہ علمائے اعلام خلفاء عن سلف سعی مشکور اس بارے میں مبذول اور اپنے مخالفوں کو قائل بطرز معقول کرتے رہے ہیں، چنانچہ تصنیفات قدما فرقہ مثل شیخ سدید مفید و علم الہدی سید مرتضیٰ و خواجہ نصیر الدین طوسی و علامہ جمال المسلسلہ والدین الحلی و مولانا مقدس احمد اردبیلی وغیرہم عرب و عجم سے اور ہندوستان سے افادات آیۃ اللہ فی العالمین جناب سید الدار علی نصیر آبادی و حکیم مرزا محمد دہلوی و سلطان العلماء مولانا السید محمد لکھنوی و سید العلماء جناب سید حسین لکھنوی و مفتی محمد قلی کنوری وغیرہ وغیرہ شاہد عدل اس دعوے کے ہیں، اور اس قریب زمان میں جناب مغفرت مآب خاتم المسکمین، قدوة المتأخرین، مولانا السید حامد حسین طاب ثراہ نے علم کلام کو کمال پر پہنچا دیا، اور وہ ضخیم کتابیں اس فن میں لکھی ہیں جن کا جواب نہیں ہو سکتا، چنانچہ یہ امر جس نے مجلدات عبقات الانوار و استقصار الاغلام کا مطالعہ کیا ہے اس پر بخوبی روشن ہے مگر اس کتاب کا اصل موضوع واقعات و واردات جناب مرتضوی کا ضبط کرنا ہے، اولہ امامت کی توضیح و تفصیل یہاں مقصود نہیں اس لئے صرف چند روایتیں، سوائے احادیث مشہورہ غدیر و منزلت و قصہ ابلاغ سورۃ برات و قصہ جمع کرنے رسول اللہ کا بنی ہاشم کو، بایں غرض، کہ جو ان سے آنحضرت پر ایمان

لائے وہی آپ کا وصی و جانشین ہوگا اور ایمان لانے حضرت امیر المومنین اور قصہ سلام کرانے کا آنحضرت کے تئیں بلفظِ امیر المومنین وغیرہ کے کہ پیشتر مجمل ذکر ہوئے یہاں نقل ہوتی ہیں۔ مسند احمد بن حنبل و مناقب خوارزمی و فصول مہمہ وغیرہ میں ہے کہ بروز احد جب کہ جبریل امین نے حضرت امیر المومنین کی شجاعت و جاں نثاری کی مدح کی تو حضرت رسول خدا نے فرمایا کیوں کر علی ایسے نہ ہوں حالاں کہ عَلِیٌّ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْ عَلِیٍّ یعنی علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے، جبریل نے کہا وَاَنَا مِنْکُمْ کہ میں تم دونوں سے ہوں اور نیز آنحضرت نے فرمایا اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ وَ هُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِیْ البتہ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہے اور وہ ہے والی امور اور آقا ہر ایک مومن کا بعد میرے دیگر ابنِ مغازلی واسطی نے اپنی کتاب مناقب میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ نَاصَبَ عَلِیَّانَ الْخِلَافَۃَ بَعْدِیْ فَهُوَ کَافِرٌ قَدْ حَارَبَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہُ وَ مِنْ شَکٍّ فِیْ عَلِیٍّ فَهُوَ کَافِرٌ یعنی جو میرے بعد علی کے ساتھ امر خلافت میں نزاع و خصومت کرے کافر ہے۔ گویا اُس نے خدا اور رسول کے ساتھ جنگ کی ہے اور جو شک لائے علی کے مقدمہ میں وہ کافر ہے۔ دیگر ابوالحسن بن المغازلی شافعی نے انس سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ ایک ستارہ رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں آسمان سے اتر آیا حضرت نے فرمایا اس ستارے کی طرف دیکھو اور گہراں رہو جس کے گھر میں وہ اترے گا وہی میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا لوگوں نے دیکھا تو وہ ستارہ خانہ علی میں نازل ہوا پس منافقوں نے کہا اِلَّا اَنْ مُحَمَّدًا اَفْقَدَ ضَلَّ عَلِیٌّ عَلٰی آگاہ رہو کہ محمد علی کی محبت میں گمراہ ہو گئے پس حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں وَالسَّجْمُ ذَا هُوَی مَاضِلٌ صَاحِبُکُمْ وَ مَا غَوٰی وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحٰی یُوْحٰی قسم ہے ستارے کی جس وقت کہ وہ نیچے کو جھکا تمہارا صاحب یعنی پیغمبر خدا (محبت علی میں) گمراہ نہیں ہوا اور وہ خواہش نفسانی سے کلام نہیں کرتا تاوقتیکہ وحی اس پر نازل نہیں ہو لیتی۔ دیگر احمد بن حنبل امام اہل سنت اپنی مسند میں انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا ہم نے سلمان فارسی سے کہا کہ رسول اللہ سے دریافت کرو کہ ان کے بعد ان کا وصی کون ہوگا سلمان نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے بعد آپ کا وصی کون ہوگا فرمایا میرا وصی اور میرا وارث اور میرے دین کا ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کا وفا کرنے والا علی بن ابی طالب ہے۔ دیگر اخطب خطبا موفقی بن احمد نے کتاب فضائل میں اور ابراہیم بن محمد حموی نے کتاب فرائد السمطين میں اور ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں ایک مرتبہ پیغمبر خدا کے ساتھ تھا کہ آپ نے ایک آہ کی میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا حال ہے آپ نے فرمایا مجھ کو میرے مرنے کی خبر دی گئی ہے میں نے عرض کی

پھر کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیجئے فرمایا کس کو کردوں میں نے کہا ابوبکر کو آپ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آہ کی میں نے سبب پوچھا تو فرمایا مجھ کو خبر مرگ دی گئی ہے۔ میں نے کہا کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمادیں، فرمایا کس کو، میں نے کہا عمر کو آپ پھر خاموش ہو گئے، تھوڑی دیر بعد تیسری مرتبہ آہ کی اور پھر میرے استفسار پر وہی جواب ارشاد فرمایا تب میں نے کہا علیؑ کو خلیفہ مقرر فرمادیں فرمایا **والذی نفسے بیدہ لئن اطاعوه لیدخلن الجنة اجمعون** یعنی اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر لوگ علیؑ کی اطاعت کریں تو وہ ان تمام کو جنت میں داخل کرے۔ اور شرح نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا (۱) **اَوَّه لَنُتَفَعَلُوا وَاللّٰهُ لَنُثْنُ فَعَلْتُمُوهُ لَیْدُخْلَنَکُمُ الْجَنَّةُ** افسوس کہ تم ہرگز اس کو خلیفہ نہ کرو گے، قسم خدا کی اگر اس کو خلافت دو تو تم کو وہ جنت میں لے جائے۔ دیکھئے اس روایت سے کس قدر قلق و اضطراب حضرت رسالت مآب کا خلافت امیر المؤمنینؑ کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ دیگر حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں انس خادم رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ وضو کے لئے پانی حاضر کر پس وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا جو شخص اول اس در سے آئے وہ امام ہے پرہیز گاروں کا، اور سید و سردار مسلمانوں کا اور یعسوب مومنوں اور ان کا بادشاہ اور خاتم اوصیا ہے اور قائد و پیشتر و سفیدوں، اور دست و پاسفیدوں کا ہے کہ ان کو بہشت کی طرف لے جائے گا۔ انس کہتے ہیں کہ میں دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ خداوند اوہ شخص انصار سے ہو کہ اتنے میں علیؑ علیہ السلام تشریف لائے حضرت نے پوچھا کون ہے میں نے عرض کی علیؑ پس حضرت شاد و خندان وہاں سے اٹھے اور ان کی طرف آئے، اور دونوں ہاتھ آپ نے علیؑ کی گردن میں ڈال دیئے اور عرق ان کے روئے مبارک سے پونچھتے تھے۔ علیؑ نے عرض کی یا رسول اللہ سب اس التفات تازہ کا کیا ہے فرمایا کیوں نہ ہو اے علیؑ حالاں کہ تو میری طرف سے میری رسالت کو پہنچائے گا، اور میری آواز ان کو سنائے گا، اور جس امر میں وہ اختلاف کریں گے، بیان شافی اس کو روشن کرے گا۔ دیگر احمد بن حنبل نے مسند میں اور احمد بیہقی نے اپنی صحیح میں حضرت رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا **من اراد ان ینظر الی نوح فی عزمہ والی ابراہیم فی حلمہ والی موسیٰ فی عقلہ والی عیسیٰ فی عبادتہ فلینظر الی علیؑ ابن ابی طالب** کہ جو شخص چاہے کہ نظر کرے طرف نوح کے ان کے عزم و ارادے میں، اور طرف ابراہیم کے ان کے حلم و برداشت میں، اور طرف موسیٰ کے ان کی عقل و دانائی میں، اور طرف عیسیٰ کے ان کی عبادت میں، اس کو چاہئے کہ نظر کرے طرف علیؑ بن ابی طالب کے، اور فخر الدین رازی نے اربعین میں کتاب

(۱) اوہ بروزن خیر ایک کلمہ ہے جو کہ شکایت کے وقت بولا جاتا ہے۔ ۱۲۔

فضائل الصحابہ بیہقی سے اس طرح پر نقل کیا ہے کہ جو ارادہ کرے طرف آدم کے ان کے علم میں اور طرف نوح کے ان کے تقویٰ میں اور طرف ابراہیم کے ان کے خلق میں اور طرف موسیٰ کے ان کی ہیبت میں اور طرف عیسیٰ کے ان کی عبادت میں اس کو چاہئے کہ نظر کرے ارف علیٰ ابن ابی طالب کے اور حدیث فردوس الاخبار میں اس سے بھی زیادہ مبسوط طور سے وارد ہوئی ہے فخر رازی شیعوں کی طرف سے کہتے ہیں کہ ظاہر حدیث دلالت کرتا ہے کہ وہ حضرت ان پیغمبروں کے مساوی ہیں اور شک نہیں کہ یہ پیغمبر ابو بکر و دیگر صحابہ سے افضل تھے۔ پس افضل کا مساوی بھی افضل ہوگا۔ پس علیٰ بن ابی طالب ابو بکر وغیرہ سے افضل ہوئے پس وہی خلیفہ ہوں گے ورنہ ترجیح مرجوح لازم آئے گی۔ دیگر موفق بن احمد مذکور نے کہ بزرگان علماء عامہ سے ہے کتاب فضائل میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب شب معراج میں آسمان پر گیا اور سدرۃ المنتہی پر پہنچ کر رو برو جناب احدیت کے کھڑا ہوا تو مجھ سے خطاب کیا اور پوچھا اے محمدؐ تو نے خلقت کو آزمایا سب سے زیادہ کس کو اپنا مطیع و فرمانبردار پایا میں نے عرض کی پروردگار اعلیٰ کے تئیں۔ فرمایا راست کہا تو نے اے محمدؐ پس آیا تو نے کسی کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا ہے کہ تیرے احکام لوگوں تک پہنچا دے اور قرآن ان کو تعلیم کرے عرض کی پروردگار میرے لئے اختیار کر، بہ تحقیق کہ جس کو تو اختیار کرے گا اسی کو میں اختیار کروں گا ارشاد ہوا کہ میں نے علیؑ کو اختیار کیا تو اس کو اپنا خلیفہ و وصی مقرر کر کیوں کہ میں نے اپنا علم و حلم اسے عطا کیا ہے اور وہ ہے امیر مومنوں کا حقیقہ کوئی اس کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکا نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد اے محمدؐ علیؑ نشان ہدایت ہے اور امام ہے ان لوگوں کا جو میری اطاعت کریں اور نور ہے میرے دوستوں کا اور کلمہ ہے کہ میں نے متقین پر اس کو لازم گردانا ہے جو اس کو دوست رکھے اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے اس کے ساتھ دشمنی کی اس نے میرے ساتھ دشمنی کی اے محمدؐ تو اس کو اس کی بشارت دے پیغمبر خدا فرماتے ہیں کہ میں نے علیؑ کو بشارت دی تو انہوں نے کہا میں بندہ خدا اور اس کے قبضہ قدرت میں ہوں اگر مجھ کو عذاب کرے تو میرے گناہوں کے سبب کرے گا اور یہ ظلم نہ ہوگا اور جو وعدہ وفا کی فرمائے تو وہ میرا مولا ہے میں نے کہا پروردگار اعلیٰ کے قلب کو مجھلا کر اور اس کو بہار ایمان بنا ارشاد ہوا کہ میں نے دعائیری قبول کی اے محمدؐ الا میرے علم سابق میں گذرا ہے کہ وہ بتلائے بلا ہوگا بہ تحقیق کہ اگر علیؑ نہ ہوتا تو میرا گروہ اور میرے دوستوں کا گروہ اور میرے نبیوں کے دوستوں کا گروہ شناخت نہ ہوتا۔ خطبہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ: کتاب احتجاج میں امام جعفر بن محمد صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ سلمان علیہ الرحمہ والرضوان نے ذن رسول اللہ سے تین روز بعد خطبہ کیا ایہا الناس اگر میں تمام فضائل امیر المومنینؑ جو مجھے معلوم ہیں بیان کروں تو بعض تم سے کہیں گے کہ سلمان دیوانہ ہو گیا اور بعض کہیں گے کہ خداوند اقاتل سلمان کی مغفرت کر آگاہ رہو کہ تمہارے لئے

منایا (موتیں) ہیں جن کے ساتھ شدائد و بلا یا و آفات شامل ہیں، آگاہ رہو کہ علی بن ابی طالب کے پاس علم منایا اور بلایا اور میراث و صایا اور فصل خطاب و اصل انساب ہے جیسا کہ ہارون وصی موسیٰ کے پاس تھا۔ کیوں کہ رسول خدا نے فرمایا علیؑ انت وصی فی اہلی و خلیفۃ فی امتی بمنزلۃ ہارون من موسیٰؑ اے علیؑ تو میرا وصی ہے میرے اہل میں اور میرا خلیفہ ہے میری امت پر ٹھیک ویسا ہی جیسا کہ ہارون وصی موسیٰ تھے مگر تم نے بنی اسرائیل کی طرح قبول حق سے ابا کیا اور حذو النعل بالنعل ان کی پیروی کی قسم ہے اس پروردگار کی کہ سلمان کی جان اس کے قبضہ قدرت میں ہے، کہ اگر تم علیؑ کو خلیفہ بناتے تو دین و دنیا دونوں میں نفع پاتے اور حالت تمہاری یہ ہوتی کہ اگر مرغان ہوا و ماہیان دریا کو طلب کرتے تو وہ تمہاری اجابت کرتیں۔ دوستان خدا فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہوتے، اور فرائض خدا کامل طور سے انصرام پاتے حتیٰ کہ وہ شخص بھی احکام خدا میں مختلف نہ ہوتے، مگر تم نے اس سے انکار کیا اور اغیار کو وائی امر بنایا۔ پس بشارت ہو تم کو ساتھ مصیبت و بلا و ناامیدی، ازرفاہ و رخاکے، پس میں صاف اور ظاہر کہتا ہوں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رشتہ محبت و ولا منقطع ہوا۔ پھر کہا لوگو اہل بیت رسول اللہ کا دامن پکڑو یہ تحقیق کہ وہی بروز قیامت راہ نمائے جنت ہوں گے اور علی علیہ السلام کی اطاعت کرو کیوں کہ ہم نے ایک بار نہیں بار بار رسول اللہ کے سامنے حضرت کو امارت و ولایت مومنین کے ساتھ سلام کیا ہے اور وہ حضرت ہمیشہ اس کا حکم دیتے اور تاکید کرتے رہے ہیں۔ کیا ہوا ان لوگوں کو کہ ان کی فضیلت کو جان بوجھ کر ان پر حسد کرتے ہیں، جیسا کہ قابیل نے ہابیل پر حسد کیا، اور اسے مار ڈالا اور جس طرح امت موسیٰؑ اسی حسد کے سبب سے دین سے پھر گئی۔ ایسا الناس کدھر جاتے ہو ہم کو ابو فلاں و فلاں سے کیا کام ہے۔ دیدہ و دانستہ کیوں جاہل بنے جاتے ہو، قسم خدا کی تم کافر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے کو مار ڈالو گے اور ناجی کو ہالک اور ہلاک شونده کو نجات یافتہ کہنے لگو گے۔ آگاہ رہو کہ میں نے اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا، میں تابع ہوں اپنے مولیٰ اور مولائے ہر مومن و مومنہ کا کہ علی امیر المومنین و سید الوصیین اور قائد الغر المحجلین و امام الصدیقین و شہداء صالحین ہیں، حضرت سلمان بڑے راسخ العقیدہ کامل الایمان تھے، بیعت بکریہ ہلو میں ان کی گردن میں چوٹ آئی جس سے استخوان گردن میں کچی رہ گئی تھی، حضرت عمرؓ ان سے کہا کرتے کہ بنی ہاشم اگر بیعت سے تخلف کریں تو ان کو شایاں ہے۔ کیوں کہ قرابت رسول اللہ کا فخر رکھتے ہیں بارے تو کس لئے اکڑتا پھرتا ہے وہ کہتے میں بھی ان کا دوست اور شیعہ ہوں دنیا و آخرت میں وہ بیعت کریں گے تو بیعت کروں گا نہیں تو نہ کروں گا۔ ابن قتیہ مورخ اہل سنت کہتا ہے کہ صحابہ سے اٹھارہ شخص رافضی تھے ان میں ایک سلمان کو شمار کیا ہے۔ شاہ مرداں، شیریزداں نے کیوں دشمنوں کی ایذا رسانی پر صبر جمیل اختیار فرمایا اور خلفائے ثلاثہ، طحہ، زبیر، معاویہ وغیرہم سے جنگ

و جدال نہ کیا: اصلی مصلحت تو ایسے امور کی حضرت علام الغیوب ہی کو معلوم ہوگی یا وہ حضرت خود اس کو خوب جانتے ہوں گے ہم صرف اس قدر کہتے ہیں کہ جو کام وہ جناب کرتے تھے مطابق خدا اور رسولؐ کرتے تھے اور وہی عین حق و صدق ہوتا تھا فان علیا مع الحق والحق مع علی بہ تحقیق کہ علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ، اور نیز آنحضرتؐ کو مثل سائر ائمہ علیہم السلام ایک کتبہ (۱) خدا اور رسولؐ کی طرف سے ملا تھا جس میں آپ کے اعمال و افعال درج تھے، پس آپ کے جملہ کار و بار اس تحریر کے موافق ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ جو کچھ احادیث میں اس مقدمہ میں اور خلفاء ثلاثہ کے ساتھ آپ کے دیگر برتاؤ میں وارد ہوا ہے ہم اس کو بھی مفصل لکھتے ہیں پس واضح رہے کہ انبیاء و اوصیاء علیہم السلام ہر چند خدا کے خاص بندے اور اس کے چیدہ اور برگزیدہ ہیں، اور دیگر خلائق پر ان کو یہ فضیلت و فوقیت ہے کہ جو کچھ اس سبحانہ سے چاہیں اور جس کی درخواست کریں اس کی درگاہ میں سب قبول و منظور ہو، لیکن باوجود اس کے وہ بہر حال تابع رضائے خدا و مطیع مرضی مولیٰ رہتے ہیں، اور جس وقت جو مصلحت الہی پاتے ہیں اس کے موافق عمل میں لاتے ہیں، جب جنگ و جہاد اعدا پر مامور ہوتے ہیں تو اس کو بجان و ذل بجالاتے ہیں۔ اور جب سکوت و تقیہ و تحمل جفا و بلیہ کا اشارہ پاتے ہیں تو بے چون و چرا اس پر کار بند ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت رسولؐ خدا ﷺ کا یہی دستور تھا۔ جب تک مشرکین مکہ کے جو رجسٹریں اور ان کی ایذا و آزار اٹھانے میں مصلحت الہی نظر آئی بصبر و سکون اس کو برداشت کرتے

(۱) علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی اپنی مشہور کتاب مناقب میں حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسولؐ خدا ﷺ کے پاس ایک نامہ سر بہر بھیجا تھا کہ اے محمدؐ یہ تمہاری وصیت ہے تمہارے نبجائے اہل بیت کی طرف حضرت نے فرمایا اے جبرئیل نبجائے اہل بیت کون ہیں فرمایا امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب اور ان کی اولاد طاہرین۔ اس صحیفہ میں میریں طلائی تھیں۔ پس حضرت نے وہ نامہ علی علیہ السلام کو دیا آپ نے اپنے نام کی مہر کو توڑا اور جو کچھ اس میں لکھا تھا اس پر عمل کرتے رہے پھر اس کو امام حسن کے حوالے کیا انہوں نے اپنے نام کی مہر کو توڑا اور اس کے موافق عمل کیا پھر وہ نامہ امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے اپنے نام کی مہر کھولی تو لکھا تھا کہ اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر جہاد کرو اور درجہ شہادت حاصل کر بہ تحقیق کی شہادت تیرے ساتھ ہی حاصل ہوگی، پس حضرت نے اس پر عمل کیا اور نامہ امام زین العابدینؑ کو دیا۔ انہوں نے مہر کھولی تو لکھا تھا کہ اپنے گھر کا ملازم رہ اور خاموشی سے بسر لے جا اور مصروف عبادت پر درگاہ رہ پھر امام محمد باقرؑ کو دیا ان کے لئے وصیت تھی کہ لوگوں سے حدیثیں بیان کرو اور فتوے دے اور سوائے خدا کے کسی سے خوف نہ کر کسی کو تجھ پر دست قدرت نہیں پھر وہ نامہ راوی حدیث امام جعفر صادقؑ تک پہنچا انہوں نے اس کو کھولا تو لکھا تھا حدیث کی روایت کرو اور اپنے آبا صالحین کے علوم کو رونق و ارداج دو اور بجز خداوند عالم کسی سے خوف نہ کر بہ تحقیق کہ تم اس کی حرز و امان میں ہو پس انہوں نے اس پر عمل کیا اور اس کو موسیٰ بن جعفر کو دے گئے علی ہذا موسیٰ اپنے بعد کے امام کو دہلی ہذا تا انیکہ مہدی علیہ السلام تک پہنچے گا۔ مگر صاحب مناقب علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دوسرے طریق سے بھی وارد ہوئی ہے یعنی ابو بکر بن شیبہ نے محمد بن فضیل سے اور اس نے اعش سے اور اس نے ابی صالح سے اور اس نے عبد اللہ بن عباس سے اور انہوں نے حضرت رسولؐ خدا ﷺ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ۱۲

منہ عنی۔

رہے اور جب حکم جہاد ملا اور قتل و قح کفار اشرار پر مامور ہوئے تو اس کے لئے آمادہ و تیار ہو گئے بغض نفیس معرکوں میں شریک ہوتے اور پے در پے صدے اٹھاتے مگر ایک قدم پیچھے نہ ہٹاتے اور قدم بقدم آپ کے بھائی و داماد وصی امیر المومنین علیؑ تھے کہ ایک وقت مامور بجہاد ہو کر بڑے بڑے سرکشوں کے سروں کو تہ تیغ کھینچتے اور مر حب جیسے جوان و عمرو بن عبدود سے پہلوان کو خاک ہلاک پر ڈالتے تھے۔ اور ناکشیں و قاسطین و مارفین سے لڑ کر دایمرداگی دیتے تھے۔ اور دوسرے وقت شیخین جیسے بہادروں سے کہ کبھی کوئی شجاعت کا کام ان سے سنا نہیں گیا، انواع و اقسام کی ذلتیں اور تکلیفیں جھیلنے لگتے، اور دم نہ مارتے تھے۔ مشہور ہے کہ زمانہ خلافت ظاہری میں جب کہ آپ کوفہ میں رونق افروز تھے خود آنحضرت کے سامنے بعض منافقوں نے یہ اعتراض پیش کیا تھا کہ مَا بَالَهُ لَمْ يَنَازِعْ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ كَمَا نَازَعَ طَلْحَةَ وَزُبَيْرٌ کہ اس کا کیا سبب ہے کہ حضرت جیسے طلحہ زبیر کے ساتھ جنگ و جدل پیش آئے ثلاثہ کے ساتھ کیوں نہ پیش آئے، حضرت نے یہ سنا تو منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ بلیغ اس مقدمے میں ارشاد کیا۔ فرمایا ایہا الناس میں نے سنا ہے کہ تم ایسا اور ایسا کہتے ہو یہ تحقیق کہ مجھ کو ابتدا میں صبر کرنے اور یہ جنگ و جہاد پیش نہ آنے میں سات پیغمبران مرسل سے اقتدا ہے اول ان سے حضرت نوح ہیں کہ حق تعالیٰ قرآن میں خبر دیتا ہے کہ انہوں نے کہا رَبِّ اَنْتَیْ مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ پروردگار میں غلبہ کفار میں دبا ہوا ہوں میری نصرت کر۔ اگر کہو نوح مغلوب نہ تھے تو اس میں تکذیب قرآن ہے جو باعث کفر ہے اگر وہ حضرت مغلوب تھے تو میں بھی مغلوب رہا، اور جائے اعتراض نہیں۔ دوسرے ابراہیم علیہ السلام کہ انہوں نے فرمایا وَاَعْتَزَلْکُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ کہ میں تم سے اور جن بتوں کو تم سوائے خدا کے بلاتے اور ان کو پوجتے ہو کنارہ کش ہوتا ہوں اور عزت اختیار کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ ابراہیم کفار کے خوف سے بابل چھوڑ کر فارس کے پہاڑوں میں چلے گئے تھے اور سات سال وہاں سرگرداں رہے۔ حتیٰ کہ آذربت تراش مر گیا اس وقت بابل میں آ کر بتوں کو توڑا اور آتش نمرود آنحضرت پر سرد ہوئی پس حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ اگر تم کہو کہ ابراہیم نے بغیر اس کے کہ آنحضرت کو کچھ صدمہ امت سے پہنچان سے اعتزال کیا تو کافر ہو گئے اور جو صدمہ و مصیبت کے سبب سے وہ حضرت کنارہ کش ہوئے تو وصی تھے یعنی خود وہ حضرت معذور تر تھے۔ تیسرے ابراہیمؑ کے خالہ زاد بھائی لوط پیغمبرؑ کے اپنی قوم سے کہتے تھے لَوَانِ لِّیْ بِکُمْ قُوَّةٌ اَوَاوِیْ اِلَیْ رَکْنٍ شَدِیْدٍ کہ کاش مجھ کو تمہارے ساتھ مقابلے کی قوت ہوتی یا کوئی مضبوط جائے پناہ ملتی یعنی کنبہ و قبیلہ رکھتا ہوتا کہ ان کی مدد سے تم کو دفع کرتا۔ پس اگر کہو کہ وہ ان کے دفعیہ پر قادر تھے تو کافر ہو گئے ورنہ وصی معذور تر ہے۔ چوتھے ان سے یوسف علیہ السلام ہیں کہ کہتے تھے۔ رَبِّ السَّجْنِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا تَدَّ

عوننی الیہ اے پروردگار میرے، زندان میرے نزدیک محبوب تر ہے اس کام سے کہ جس کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلاتی ہیں، پس اگر کہو کہ عورتوں کے مکرو فریب سے تنگ آ کر انہوں نے یہ دعا نہیں کی تھی، تو اس میں تکذیب قرآن ہے اور عجز اور تنگی کی صورت میں میرا عذر واضح ہے۔ پانچویں موسیٰ بن عمران ہیں کہ انہوں نے فرعون سے کہا تھا فررت منکم لما خفتکم کہ میں تم سے بھاگ گیا تھا جب کہ تم سے خائف ہوا تھا۔ پس اگر کہو کہ موسیٰ نے بلا خوف فرار کیا تھا تو یہ خلاف قرآن ہے، اور خوف کھا کر بھاگنے میں میرا بھی یہی عذر ہے۔ چھٹے ہارون ہیں کہ انہوں نے موسیٰ سے اپنی قوم کی شکایت کی یا ابن ام ان القوم استعص عفونی وکادو یقتلوننی اے برادر اس قوم نے مجھ کو ضعیف کر دیا اور قریب تھا کہ قتل کریں میرے تیں، اگر کہو ایسا نہ تھا اور حضرت ہارون نے دروغ کہا، تو کفر تم پر لازم آتا ہے، اور جو راست ہے تو میرا عذر بھی لائق پذیرائی ہے۔ ساتویں حضرت خاتم المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں کہ بخوف کفار غار میں چھپے، اگر کہو کچھ خوف آنحضرت کو نہ تھا تو بوجہ ارتکاب کذب برانہیا، کفر لازم آتا ہے اور اگر قائل ہو کہ خائف تھے اور بوجہ خوف اس کے سوا چارہ نہ رکھتے تھے، تو ان کا وصی معذور تر ہے۔ حاضرین یہ کلام بلاغت نظام آنحضرت سے سن کر اٹھ کھڑے ہوئے، اور عرض کی یا امیر المومنین حق بجانب آپ کے ہے، جو کچھ آپ فرماتے ہیں، لا ریب ودرست ہے۔ اور متواترات سے ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے آنحضرت کو وصیت کی تھی اگر نا ضرور مددگار ملیں تو جنگ کریں ورنہ صبر فرمائیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت مکر فرماتے تھے کہ اگر چالیس مرد میرے ساتھ ہوتے تو ان پر جہاد کرتا اور منقول ہے کہ بوقت بیعت جب ابوبکر و عمر نے کہا اگر بیعت نہ کرو گے تو قتل کئے جاؤ گے حضرت نے سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور تین مرتبہ فرمایا اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ پروردگار! گواہ رہنا کہ شرائط جہاد میرے لئے جمع نہیں ہوئیں، جو کچھ کرتا ہوں مجبوری ہے۔ نفع البلاغہ میں ہے فنظرت فاذا لیس لی من معین الا اہل بیتی فضنت بہم عن الموت فاغضیت علی قذی وشربت علی الشحی وصبرت علی اخذ الکظم وعلی امر من طعم العلقم یعنی پس نگاہ کی اور دیکھا میں نے تو کوئی میرا مددگار نہ تھا، بجز میرے اہل بیت کے، پس مجھ کو دریغ آیا کہ ان کو موت کے حوالے کروں، پس میں نے خس و خاشاک کے ساتھ آنکھیں بند کیں اور جرہ غم نوش کیا اور غصہ کے ضبط کرنے اور علقم (۱) تلخ کا ذائقہ چکھنے پر صبر کیا۔ زرارہ بن اعین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کس لئے امیر المومنین نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت

(۱) علقم بروزن جعفر حظل و ہر چہ تلخ باشد و درخت تلخ مزہ کنا، تلخ و آب سخت تلخ ۱۲۔ منبہی الادب۔

نہ کیا اور کیوں اپنے دشمن پر تلوار نہ اٹھائی، حضرت نے فرمایا اس خوف سے کہ مرتد نہ ہو جائیں، اور رسالتِ محمدؐ کی گواہی سے باز رہیں اور صدقہ بن مسلم نے عمر بن قیس ناصر سے حضرت علیؑ کے گھر میں بیٹھ رہنے کی نسبت استفسار کیا تو اس نے کہا، علیؑ اس امت میں جملہ فرائض خدا سے ایک فریضہ تھے کہ رسول خداؐ نے مثل دیگر فرائض نماز روزہ وغیرہ کے ان کو امت تک پہنچا دیا، فرائض کو یہ ضرور نہیں کہ اپنی طرف کسی کو دعوت کریں، خلقت کا فرض ہے کہ ان کو اجابت کرے، پس اگر وہ حضرت گھر میں بیٹھ رہے تو خلاق نے ان کو ترک کیا، تو معذور ہیں، ان پر فرض تھا کہ ان کو باہر لاتے اور اس مقام پر جس پر رسول اللہؐ نے نصب کیا تھا، وضع فرماتے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس جواب کو پسند کیا۔ مولف کہتا ہے کہ یہ جواب ماخوذ ہے حدیث پیغمبرؐ سے کہ فرمایا **یا علیؑ مثل حبة قوتی ولا تاتی** کہ اے علیؑ تیری مثال مثل کعبہ کے ہے کہ تیرے پاس لوگ آئیں، تجھ کو ضرورت نہیں کہ کسی کے پاس جائے۔ نیز منقول ہے کہ کسی نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیوں علیؑ علیہ السلام نے امتناع نہ کیا، اور اپنے دشمنوں کو دفع نہ فرمایا آپ نے ارشاد کیا کہ پشت منافقین میں کچھ دلائل خدا تھیں، پس حضرت نے اس وقت تک جہاد نہ کیا جب تک کہ وہ وہاں سے نکل نہ چکیں، جس وقت ان سے علیحدہ ہو لیں تو ان سے جنگ کرنا تھا، جنگ کی اور قتل فرمایا۔ **جوابات شیخ مفید علیہ الرحمۃ** نقل ہے کہ کسی نے شیخ مفید علیہ الرحمۃ سے سوال کیا کہ علیؑ علیہ السلام کس واسطے ثلاثہ کا عطیہ لیتے تھے، اور کیوں ان کے پیچھے نماز پڑھی، اور کاہے کو ان کی جنگ میں اسیر کی ہوئی عورتوں سے وطی کی۔ اور کس لئے ان کی مجالس میں بیٹھ کر حکم کرتے تھے۔ شیخ نے جواب دیا۔ آنحضرتؐ کا ان کے عطیات کو قبول کرنا، پس وہ آپ کا حق تھا جس قدر اس سے ہاتھ آیا، حق بہ حقدار سید باقی غاصبوں کے ہاتھ میں مغضوب رہا۔ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا، پس آپ امام برحق تھے جس نے آنحضرتؐ پر تقدم کیا، اس کی نماز باطل ہوئی، لیکن ان کے اسیروں سے متمنع ہونا، ہم اس کو نہیں مانتے کیوں کہ بروایت شیعہ، خولہ مادر محمدؐ حنفیہ کو محمدؐ بن مسلم حنفی نے آنحضرتؐ کے ساتھ تزویج کیا تھا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ عمر خطابؓ نے اپنے عہد خلافت میں جب ان اسیروں کو واپس لیا تو خولہ کو نہیں لیا، اگر وہ بھی بہ ملکِ یمنین تصرف میں آئی ہوتی تو اس کو واپس لیتے، علاوہ بریں اگر بملکِ یمنین متصرف ہوتی، تب بھی آنحضرتؐ کے لئے مباح تھا اس لئے کہ ابو بکرؓ نے جن لوگوں کو اسیر کیا وہ بقول تمہارے منکر رسالت پیغمبرؐ کا فر مطلق تھے، پس ہر ایک کو ان کے ساتھ وطی جائز تھی، ہر چند کہ یزید یا زیاد بنی ان کو قید کرتا۔ البتہ یہ اعتراض اس وقت درست ہوتا کہ یہ لوگ منکر امامت آنحضرتؐ کے ہوتے اور پھر امیر المومنینؑ از روئے ملکِ یمنین ان کی عورات پر تصرف فرماتے، لیکن ان کی مجالس میں شریک ہو کر حکم کرنا، پس اگر آنحضرتؐ کو قدرت ہوتی کہ تمام احکام آپ جاری کریں، اور ان کو ایک قضیہ میں بھی حکم نہ کرنے دیں، تو وہ البتہ ایسا

کرتے، کیوں کہ حکومت صرف آپ کے لئے تھی کہ آپ حاکم شرعی تھے نہ کہ وہ لوگ۔ اور علی بن مثیم سے پوچھا کہ علی علیہ السلام نے کس لئے ان کے پیچھے نماز پڑھی، کہا وہ ان کو بمنزلہ ستون مسجد کے سمجھ لیتے تھے، کہا عثمان کے آگے ولید بن عقبہ کو کیوں حد لگائی، کہا اس لئے کہ اجرا حدود آنحضرت کے لئے تھا اور آپ کا کام تھا، جس طرح پر ممکن ہوتا تھا اس کو اجرا کرتے تھے کہا ابوبکر و عمر کو کیوں مشورہ دیتے تھے، کہا تاکہ احکام خدا کو احیا کریں، چنانچہ یوسف علیہ السلام بادشاہ مصر کو اس لئے مشورہ دیتے تھے بہ تحقیق کہ ملک و حکومت آنحضرت کے لئے تھی، جہاں تک ممکن ہوتا تھا خود مصالح خلقت کا اظہار کرتے، ورنہ دوسروں کے ذریعہ اس کو ظاہر فرماتے تھے تاکہ حتی المقدور احیا امر خدا بجالائیں، کہا شورے میں کس لئے شریک ہوئے کہا تاکہ اپنی جتوؤں کے بیان کرنے کا موقع ملے، اور اگر کوئی منصفانہ مناظرہ کرنا چاہے تو اس پر اظہار غلبہ ہو سکے اور مدعیوں پر ان کے دعوؤں کا بطلان روشن ہو جائے، چنانچہ منقول ہے کہ حضرت اس روز فرماتے تھے

الیوم ادخلت فی باب اذا انصفت فیہ وصلت الی حق کہ آج میں اس دروازہ میں داخل ہو گیا ہوں کہ اگر انصاف کیا جائے تو اپنے حق کو پہنچ جاؤں یعنی ابوبکر نے بروز سقیفہ استبداد کیا، اور مجھ کو مشورے میں شریک تک نہ کیا۔ بعض مہاجرین و انصار کا غاصبین خلافت کے خلاف احتجاج: علامہ طبرسی علیہ الرحمہ کتاب احتجاج میں روایت کرتے ہیں کہ ابان بن ثعلب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی، یا ابن رسول اللہ خدا ہوں آپ پر! اصحاب رسول اللہ میں کوئی بھی ایسا تھا جس نے ابوبکر کے غضب خلافت کرنے اور ناحق ناروا آنحضرت کے مقام پر بیٹھ جانے پر رد و انکار کیا ہو، آپ نے فرمایا ہاں بارہ اشخاص نے مہاجر و انصار سے اس پر انکار کیا اور عین اس وقت جب کہ وہ منبر رسول اللہ پر بیٹھے تھے اس طرح کے کلام کر کے حجت تمام کی ان کے نام یہ ہیں۔ خالد بن سعید بن عاص اموی، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود کندی، عمار یاسر و بریدہ اسلمی چھ مہاجرین ہے اور ابوالتیم بن مہنان و سہل بن حنیف و عثمان بن حنیف و خزیمہ بن ثابت ذی الشہادتیں۔ وابی بن کعب و ابویوب انصار سے۔ حقیقہ مولف کہتا ہے کہ بعض روایات میں بجائے سعید بن عاص کے عمر بن سعید اس کا بھائی مذکور ہے۔ یہ دونوں بھائی مکہ میں مسلمان ہو کر حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے اور بروز خیبر جعفر طیار کے ساتھ مدینہ میں آئے تھے اور خالد و عمرو ابان ابنائے سعید تینوں سعادت مند مخلصان و شیعان امیر المومنین سے تھے باوجودیکہ بنی امیہ سے تھے، اور اس موقع پر ظاہر ہے کہ عمر بن سعید ہی شریک ہوں کیوں کہ حسب تصریح ابن اثیر وغیرہ مورخین خالد قرب زمان وفات رسول خدا میں مدینہ میں نہ تھے، بلکہ اخذ صدقات کے کام پر یمن گئے ہوئے تھے الایہ کہ کہیں کہ اس وقت وہاں آ گئے تھے، اور نیز بعض روایات میں ابی بن کعب کو مہاجرین میں شامل کیا ہے۔ یہ وہم راوی ہے اور نیز عبداللہ بن مسعود کی نسبت مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں لکھتے

ہیں کہ ان کے باقی حالات اس کے خلاف ہیں کہ وہ اس مجمع میں شریک ہوں، بہر کیف ان بارہ اشخاص نے مخالفت ابو بکر پر کمر باندھی اور جمع ہو کر باہم مشورہ کیا، بعض نے کہا کہ جس وقت وہ منبر رسول اللہ پر ہوں جا کر ان کو نیچے کھینچ لیں اور ان کے ہاتھ پیر کرنا اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنا ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَا تَلْقُوا بَايِدِكُمْ إِلَى التَّهْلِيَةِ** کہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، بہتر ہے کہ ہم حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کریں اور جو کچھ وہ حضرت حکم دیں اس پر کاربند ہوں، پس سب کے سب در دولت پر حاضر ہوئے اور عرض کی یا امیر المومنین آپ نے اپنا حق چھوڑا اور جس کار کے لئے آپ اولیٰ و احق تھے اسے ترک کیا، حالاں کہ یہ نص رسول اللہ آپ حق کے ساتھ ہیں اور حق آپ کے ساتھ، اور جس طرف آپ رجوع کرتے ہیں حق اسی طرف مائل ہوتا ہے، پس ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ابو بکر کو جب کہ وہ منبر رسول خدا پر بیٹھیں نیچے اتار لیں اس میں حضرت کی کیا رائے ہے حضرت نے فرمایا یہ امر لاکلام محرم جنگ و جدال ہوگا اور اس وقت تم ان کے مقابلے میں اس سے زیادہ نہیں جس قدر کہ کھانے میں نمک ہوتا ہے یا آنکھ میں سرمہ ذکر ان اسباب کا جن کی وجہ سے عامۃ خلافت حضرت امیر المومنین سے کنارہ کش رہے: بخارا الانوار میں ابو یزید نخعی سے نقل کیا ہے کہ اس نے خلیل بن احمد عروسی سے سوال کیا کہ کس لئے ان لوگوں نے علی علیہ السلام کو ترک کیا باوجود اس قرب و قرابت کے کہ وہ رسول اللہ سے رکھتے تھے اور اس رتبہ بلند کے کہ مسلمانوں میں ان کو حاصل تھا اور ان عناد و کفتوں کے کہ حمایت اسلام میں آنحضرت نے جھیلی تھیں۔ اس نے کہا قسم بخدا کہ آنحضرت کا نور ان کے انوار پر غالب آیا اور تمام خوبیوں میں سب سے بڑھ گئے **وَالنَّاسُ إِلَىٰ أَهْأَلِهِمْ أَهْلٌ** اور لوگ اپنے امثال کی طرف زیادہ مائل و راغب ہوتے ہیں۔ اور نیز ابو یزید نے خلیل سے کہا کہ کیا وجہ تھی کہ اصحاب رسول اللہ باہم ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا سنگ بھائی ایک ماں کے بیٹے ہیں اور علی ان کے درمیان مختلف البطن دوسری ماں سے معلوم ہوتے تھے اس نے کہا وہ حضرت اسلام میں ان سے سابق تھے اور شرف و فضیلت میں ان پر فائق اور علم و حلم و ہدایت میں ان سے بڑھ گئے تھے پس انہوں نے ان پر حسد کیا مسلمہ بن نمیل سے پوچھا گیا کہ کیا بات تھی کہ عامۃ خلائق نے علی کو چھوڑ دیا تھا حالاں کہ وہ ہر ایک خیر و خوبی میں پائے گاہ عالی رکھتے تھے اس نے کہا اس لئے کہ ان کی آنکھوں کی ضو کو تھامی آنحضرت کے نور کے دیکھنے کی تاب نہ لائی یونس بن حبیب نخعی نے کہا (یہ شخص عثمانی تھا) کہ میں نے خلیل بن احمد سے کہا ایک مسئلہ پوچھتا ہوں بشرطیکہ اس کو پوشیدہ رکھے اس نے کہا تیرے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جواب سوال سے زیادہ سخت و غلیظ ہوگا، پس تو بھی اس کو پوشیدہ رکھنا، میں نے کہا ہاں تیری زندگی میں کسی سے نہ کہوں گا، کہا تو پوچھ میں نے کہا کیا بات تھی کہ اصحاب رسول اللہ باہم ایک ماں کے بیٹے معلوم ہوتے تھے الا

علی بن ابی طالب کہ ایسے علیحدہ گویا سوتیلے بھائی تھے۔ کہا تو نے کہاں سے یہ سوال نکالا، میں نے کہا تو جواب کا وعدہ کر چکا ہے، کہا تو بھی اخفا کا وعدہ کر چکا، کہا ہاں تیری حیات تک اس نے کہا علی علیہ السلام اسلام میں ان سے مقدم تھے اور علم میں فائق، اور شرافت میں سابق اور زہد و تقویٰ میں ان پر رائج اور جہاد میں ان سے زیادہ تھے لہذا ان پر حسد لے گئے اور خلقت کا دستور ہے کہ اپنی مثل اور جنس کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے بہ نسبت نا جنس کے۔ مولف کہتا ہے کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ بنی امیہ اسلامی دنیا پر بری بلا کی طرح چھائے ہوئے تھے اور حضرت امیر المومنین کا نام تک کوئی علانیہ نہ لے سکتا تھا، مناقب و فضائل کا تو کیا ذکر، اگر کسی کو روایت میں بھی آپ کا نام لینا ہوتا تو کہتا قال ابو زینب کذا کہ ابو زینب نے ایسا اور ایسا کہا اور صریح نام نہ لیتا، اور اگر کوئی شیعہ کسی معتبر دوست کے گھر جاتا تو چھپ کر اس سے بات کرتا۔ اور اس کی زوجہ اور غلام تک سے ڈرتا پس ایسے ہی وقت میں یہ سوال و جواب باہم عہد و پیمان کے بعد واقع ہوا کیوں کہ بقول صاب تاریخ ابن خلکان خلیل مذکور کی وفات ۱۶۰ ہجری میں واقع ہوئی اور کل عمر اس کی چوتھری سال کی ہے پس اس کی عمر کا زیادہ حصہ بنی امیہ کے عہد سلطنت میں جنکا خاتمہ موافق مشہور ۱۳۲ ہجری میں ہوا ہے گذرا۔ اور نیز ابن خلکان میں ہے کہ خلیل مذکور امام علم نحو تھا اور علم عروض (۱) یعنی علم اوزان شعر کو اس نے اختراع کیا۔ اور وہی استاد سیبویہ نحوی کا ہے اور وہ ایک مرد صالح عاقل حلیم و صاحب وقار تھا، ایک مرتبہ عبداللہ بن مقفع اور اس کے درمیان رات بھر باتیں ہوتی رہیں۔ صبح کو جدا ہوئے تو خلیل سے پوچھا گیا کہ تو نے ابن مقفع کو کیسا پایا، اس نے کہا ایک مرد ہے کہ اس کا علم اس کی عقل سے زیادہ ہے، ابن مقفع سے جو خلیل کی نسبت دریافت کیا تو اس نے کہا، رایت رجلا عقله اکثر من علمه کہ میں نے ایک مرد کو دیکھا کہ اس کی عقل اس کے علم سے زیادہ ہے، اور حسن بن فضال نے امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا کہ لوگ حضرت امیرؑ کو چھوڑ کر غیروں کی طرف کیوں مائل ہوتے تھے

(۱) یہ شخص پرلے سرے کا ذکی الطبع تیز فہم تھا علم عروض اس نے اپنی تیز ذہنی کی بدولت ایجاد کیا۔ ایک روز بصرہ میں دہویوں کے کوچے سے جا رہا تھا چنگ و رہاب کی مختلف طور کی آوازیں سن کر دل میں کہنے لگا کہ اس سے کوئی ایسا اصول و قاعدہ اخذ کرنا چاہئے جو پہلے کسی کو نہ معلوم ہوا ہو۔ پس علم عروض جیسا کہ شائع ہے وضع کیا۔ ایک اور حکایت اس کی ذکاوت و فہانت کی صاحب مجالس المومنین نے یہ لکھی ہے کہ اس کے زمانہ میں ایک طبیب تھا کہ روشنی چشم کی دوا دیا کرتا تھا اور وہ دوا لوگوں کو بہت نفع دیتی تھی اتفاقاً وہ طبیب مر گیا ایک روز ایک شخص خلیل کے پاس بیٹھا ہوا اس کے مرنے پر افسوس اور اس دوا کی حاجت بیان کر رہا تھا۔ خلیل نے کہا اس دوا سے کچھ باقی ہے کہانیں کہا وہ طرف ہے جس میں وہ دوا بناتا تھا کہا ہاں ہے خلیل نے وہ طرف منگایا اور ناک کے نزدیک کر کے اس کی دوا میں معلوم کرنے لگا تاہیکہ پندرہ دوا میں دریافت کر لیں پھر ان کی مقدار معین کر کے نسخہ بنا کر لوگوں کو دینے لگا اس سے فائدہ ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس کا اصل نسخہ طبیب مذکور کی کتابوں میں سے ملا معلوم ہوا کہ اس میں کل سولہ دوائیں تھیں جن میں پندرہ خلیل نے کھل سو گھ کر دریافت کر لی تھیں۔ ۱۲۰ منہ غفی عنہ۔

حالاں کہ آنحضرت کا فضل و سابقہ اور حضرت رسول خدا کے نزدیک آپ کا رتبہ ان کو اچھی طرح سے معلوم تھا فرمایا اس لئے کہ ان کے آباؤ اجداد و اخوان و اولاد و اعمام و احوال سے بہت سے اشخاص کہ دشمن خدا اور رسول تھے آپ کے ہاتھ سے تیغ ہوئے تھے پس وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ حضرت ان پر حکمران ہوں اور اوروں کی طرف سے یہ کہیں ان کے دل میں نہ تھے کیوں کہ انہوں نے رسول خدا کے سامنے ایسے جنگ و جہاد نہیں کئے تھے بدیں وجہ ان سے پھر کر اوروں کی طرف مائل تھے۔ اور عبد اللہ بن عمر نے جناب امیر المومنین سے کہا قریش تم کو کیوں کر دوست رکھیں حالاں کہ تم نے بروز بدر و احد ان کے سادات سے ستر سردار ایسے قتل کئے ہیں کہ جن کی ناک ان کے لبوں سے پہلے پانی میں پہنچتی تھی۔ یعنی وہ دراز بنی تھے (یہ عرب کے نزدیک حسن صورت و فخر و شرافت کی علامت ہے) حضرت نے فرمایا ما ترک بدولنا مذیقا ولا من خلفنا طریقا کہ بدر نے ہمارے لئے مذیق (۱) نہیں باقی رکھا اور نہ پیچھے کی طرف کو راستہ چھوڑا ہے۔ اور امام زین العابدینؑ سے سوال ہوا کہ کیوں قریش علیؑ سے بغض رکھتے ہیں؟ فرمایا اذ اذ اوہم النار و قلد اخرہم العار کہ آنحضرت نے ان کے اگلوں کو جہنم میں بھیجا اور پچھلوں پر عیب و عار رکھا۔ اور ابو ہلال عسکری نے کتاب اوائل میں ابوالہشیمؑ میں تہیان کے حال میں لکھا ہے کہ وہ ایک شخص ہے جس نے ابتدا نبوت رسول اللہ میں سب سے پہلے اپنا ہاتھ آنحضرت کے ہاتھ میں دیا یعنی بیعت عقبہ اول اس نے کی، پھر کہتا ہے کہ اسی ابوالہشیمؑ نے ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ کہا اور کہا اے امیر المومنینؑ قریش کا حسد تم پر دو وجہ سے ہے ان کے نیکو کار تمہارے فضل غالب اور درجہ عالی کے خواست گار ہوئے اور اشرار نے حسد کیا کہ دلوں پر ثقیل و گراں گزرا، اور اعمال کو حیط کیا کیوں کہ انہوں نے تم پر نعمات خدا دیکھیں جن سے کہ تم محفوظ ہو اور وہ محروم ہیں پس تمہاری برابری کی خواہش پر بس نہ کی، اور تم پر سبقت لے جانا چاہا پس بعید ہوئی قسم خدا کی ان پر، غایت اور منقطع ہوئی جولا نگاہ اور جب تمہارے مدارج کو ادراک نہ کر سکے تو اس طرح تمہارے ساتھ پیش آئے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں۔ قسم بخدا کی تم تمام سے زیادہ قریش کے شکر گزاری کے سزاوار تھے کیوں کہ تم نے ان کے نبی کی نصرت کی ان کی حیات میں اور ان کے حقوق کو ادا کیا ان کی وفات کے بعد قسم خدا کی کہ ان کی بغاوت ان ہی کو ضرر پہنچائے گی انہوں نے نکت نہیں کیا مگر بیعت خدا کو اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے اور لیکن ہم گروہ انصار پس ہمارے ہاتھ اور ہماری زبانیں تمہارے ساتھ ہیں ہاتھ تمہارے ان دشمنوں پر ہیں جو موجود ہیں اور زبانیں ان پر جو

(۱) مذیق شیر آب آئینہ نما ذوق دوست غیر خالص اور بعض کتب میں بجائے مذیق کے صدیق آیا ہے یعنی بلانے کوئی ہمارا دوست نہیں چھوڑا۔ ۱۲۔ بحار۔

غائب ہیں نَج البلاغہ میں ہے کہ حضرت امیر کبیرؑ سے آپ کے اصحاب میں ایک شخص نے کہ قبیلہ بنی اسد سے تھا سوال کیا کیف دفعتکم عن هذا المقام وانتم احق بہ کہ تمہاری قوم نے تم کو اس مقام (خلافت) سے کیوں دفع کیا حالانکہ تم سب سے زیادہ اس منصب کے لئے احق واولیٰ ہو۔ چوں کہ یہ سوال ایام صفین میں عین موقعہ جنگ پر کیا تھا فرمایا اے اخو بنی اسد تو سخت پر اضطراب اور نہایت بے تاب ہے موقع و محل کو نہیں دیکھتا تاہم حرمت مصاہرت (۱) رکھتا ہے اور حق مسئلہ مجھ کو حاصل ہے پس سن کہ ہم باوجودیکہ اعلیٰ نسب اور حضرت رسولؐ خدا سے سب سے زیادہ اقرب ہیں مگر ان لوگوں نے دندان طع تیز کئے اور ہمارا حق ہم سے مسلوب و مفسوب کر لیا پس ہم خاموش ہو گئے اور انصاف اس کا خدا کے حوالہ کیا وہ سبحانہ بروز قیامت ضرور اس کی داد دے گا۔ پس تو اس ظلم و زیادتی یا چوری و دیکیتی کو جو کچھ کہہ جانے دے فدع (۲) عنک نہبا صبح فی حجراتہ یعنی اس غارت و لوٹ کے ذکر کو ترک کر جس کا گرد و نواح میں شور و غوغا ہو چکا ہے اس وقت جو خطب بزرگ پسر ابوسفیان کا در پیش ہے اس کی بابت سوال کر مجھ کو بار بار روئے کے بعد اس پر ہنسی آتی ہے۔ طرفہ ماجرا ہے اور غریب واقعہ قسم بخدا کہ ان لوگوں نے ایک طرف سے نور خدا کے مٹانے اور اس کے سرچشمہ کو ایک سرے سے بند کرنے کی دل میں ٹھان لی ہے کہ یوں شر و فساد و ظلم و بیداد پرتل گئے پس اگر یہ شور و شرفرو ہوا تو میں خلقت کو خالص حق پر لے آؤں گا ورنہ معاملہ دگرگوں ہو اتولا تذهب نفسك عليهم حسرات تیرا دل ان پر حسرت و افسوس نہ کرے واللہ علیم بما

(۱) خدمت مصاہرت یہ کہ نہب جش زوہر رسولؐ خدا قبیلہ بنی اسد سے تھیں اور قطب راوندی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ خود آنحضرت نے ایک کالج بنی اسد میں کیا تھا مگر ابن ابی الحدید اس کو نہیں مانتا۔

(۲) یہ پہلا مصرعہ امرء القیس مشہور شاعر کے شعر کا ہے دوسرا مصرعہ اس کا یہ ہے ولكن حديثا ما حديث الرواحل یعنی تو اس زردی و غارت کے ذکر کو چھوڑ دے جس کا شور و غل اس کے محل و مقام پر ہو چکا ہے لیکن اس وقت شتران راحلہ (۱) کا ذکر کر۔ اور قصہ اس کا اس طرح پر ہے کہ امرء القیس اپنے باپ کے قتل ہونے کے بعد قبائل عرب میں پھرتا تھا پس وہ خالد بن سدون نہائی کے یہاں پناہ گیر ہوا۔ اس وقت بنی جذیلہ اس پر دوبارہ چڑھ آئے اور اس کے اونٹوں کو چراگاہ میں سے لے کر فوج چکر ہوئے امرء القیس کو یہ حال معلوم ہوا تو اس کی بجائیت خالد سے کی خالد نے کہا تو اپنے شتران راحلہ مجھ کو دے کہ ان پر چڑھ کر تیرے تمام اونٹ پھر الاؤں یہ کہہ کر سوار ہوا تاہم ان کے پاس جا پہنچا اور کہا اے بنی جذیلہ یہ تم میرے ہمسایہ کے اونٹ لے آئے انہوں نے کہا وہ تیرا بڑا دوست نہیں کہا البتہ میرا پناہ دادہ ہے چنانچہ یہ شتران راحلہ اسی کے ہیں جن پر میں سوار ہوں پس وہ پلٹے اور خالد سے وہ اونٹ بار برداری بھی چھین لے گئے اور بقولے خود خالد ہی یہ شتران راحلہ لے کر چلتا ہو گیا تھا مگر حال امرء القیس کو اس دوسرے نقصان کا حال معلوم ہوا تو اس نے قصیدہ کہا جس کا اول شعر یہ ہے۔ امیر المومنینؑ نے خلفائے ثلاثہ کے معاملے کو امرء القیس کے پہلی بار اونٹ لے جانے اور معاویہ کی سرکشی کو اس کی دوبارہ کی غارت سے تشبیہ دی اور یہ مصرعہ پڑھا۔ ۱۲۔

يَضْنَعُونَ اللہ جانتا ہے جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ نیز بجا میں شععی سے منقول ہے کہ اس نے کہا ہم نہیں جانتے کہ علی بن ابی طالب کے بارے میں کیا کریں، اگر ان کو دوست رکھتے ہیں تو فقیر اور محتاج ہوتے ہیں اور جو ان سے بغض و عناد کرتے ہیں تو کافر ہوتے ہیں، اور نظام نے کہا کہ علیؑ منکظم کے واسطے ایک مصیبت ہیں، اگر ان کا حق پورا کرتے ہیں تو عالی بنتے ہیں، اور جو اس میں کمی کرتے ہیں تو یہ اسارت اور بدی ہے اور درمیانی مرتبہ دقیق و باریک ہے۔ ابو العینا نے علی ابن جهم سے کہا کہ تو علیؑ علیہ السلام کو اس لئے دشمن رکھتا ہے کہ وہ حضرت فاعل و مفعول دونوں کو قتل کرتے تھے اور تو ایک ان میں سے ہے، اس نے کہا تو منحنث ہے ابو العینا نے کہا فَضْرَبْ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ یعنی تو ہمارے لئے مثال لایا اور اپنی خلقت کو فراموش کیا یعنی کہ مُنْحَنَثِ آپ ہے کہتا ہم کو ہے رجال کشی میں ہے کہ احمد بن حنبل امیر المومنین سے اس لئے عداوت رکھتا تھا کہ آنحضرت نے بروز نہروان اس کے دادا ذی اللہ یہ قتل کیا تھا۔ اور میرد کامل میں کہتا ہے کہ اصمعی بن مطہر اصمعی کے دادا کے امیر المومنین نے چوری کی علت میں ہاتھ کاٹے تھے اس لئے اصمعی آنحضرت سے عداوت رکھتا تھا پس اس صورت میں تم کو آمادہ جنگ و جہاد ہونا چاہئے، اس میں شک نہیں کہ مجھ کو ما یہ اس شورش کا جان کر میرے قتل و ایذا کے درپے ہوں گے، بروایت حضرت نے فرمایا تم ایسا کرو گے تو وہ تلواریں لے کر آمادہ رزم و پیکار ہوں گے، جیسا کہ پہلے کرچکے ہیں، کہ مجھ کو مقہور و مغلوب کر کے گھر سے نکالا اور کہا بیعت کرو ورنہ قتل کریں گے، پس مجھ کو چارہ نہ رہا بجز اس کے کہ ان کو اپنے سے دفع کروں۔ بہ تحقیق کہ مجھ کو رسول اللہ نے خبر دی ہے کہ اے ابوالحسن امت تیرے ساتھ غدر و بے وفائی کرے گی، اور جو عہد مجھ سے کیا ہے اسے توڑ دے گی اور چوں کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے، پس یہ لوگ میرے بعد تجھے چھوڑ کر گوسالہ پرستی کریں گے، پس میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھ کو اس وقت کیا کرنا چاہئے، فرمایا اگر مددگار ملیں تو جہاد کرو ورنہ حفظ نفس لازم ہے تا وقتیکہ مظاہم و ستم سیدہ میرے پاس آئے پس آنحضرت نے وفات پائی تو میں ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوا، آپ کے دفن سے فارغ ہو کر قرآن جمع کرنے لگا، اس کے بعد فاطمہ و حسنین کو ہم راہ لے کر سابقین اسلام و اہل بدر کے گھروں پر جا کر معاونت طلب کی مگر سوائے ان چار شخصوں سلمانؓ، اباذرؓ، مقدادؓ، و عمارؓ یا سر کے کسی نے قبول نہ کیا، پس میری حجت ان پر تمام ہوئی، اب جب کہ تم لوگوں نے ان کا بغض و عداوت خدا و رسولؐ اور ان کے اہل بیت کے ساتھ معلوم کر لیا، اور جان گئے کہ ان کے دلوں میں کینے بھرے ہوئے ہیں، تو اس ارادہ کو ترک کرو، ہاں جو کچھ رسول اللہ سے میرے بارے میں سنا ہے اس کو ان کے سامنے بیان کرو تا کہ حجت ظاہر ہو اور ان کے لئے عذر کی گنجائش نہ رہے، اور یہ باعث ان کی دوری

کا ہو، خدا و رسولؐ سے۔ پس جمعہ کا دن تھا اور رسولؐ خدا کی وفات کو پانچ روز گزر رہے تھے کہ یہ لوگ مسجد پیغمبرؐ میں جا کر منبر کے گرد گرد بیٹھ گئے اتنے میں ابو بکر منبر پر گئے، انصار نے مہاجرین کو اشارہ کیا کہ تقدیم تم کو کرنی چاہئے، اس لئے حق تعالیٰ نے قرآن میں تم کو مقدم کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے لَقَدْ تَابَ اللَّهُ بِالنَّبِيِّ عَلَى الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ یعنی توبہ قبول کی اللہ نے مہاجرین و انصار کی یہ طفیل اپنے نبی کے۔ ابان نے عرض کی یا ابن رسول اللہ عوام اس آئیہ کو اس طرح نہیں پڑھتے، فرمایا اور کس طرح پڑھتے ہیں، کہا یوں پڑھتے ہیں لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ کہ حق تعالیٰ نے توبہ پیغمبرؐ کی اور مہاجرین و انصار کی قبول کی فرمایا وائے ہوان پڑ نبی نے کیا گناہ کیا تھا کہ ان کی توبہ قبول کرتا اور لوگوں کی توبہ ان کے طفیل سے قبول ہوئی، نہ کہ انہوں نے توبہ کی۔ القصہ بحکم آیہ شریفہ مہاجرین نے سبقت کی اور سب سے اول خالد بن سعید اٹھے۔ روایت ہے کہ یہ لوگ بروز وفات رسولؐ خدا مدینہ میں موجود نہ تھے ابو بکر کے خلیفہ ہو لینے کے بعد آئے تھے اور یہ بزرگان مجلس رسولؐ خدا اور اعلام مسجد آنحضرت سے تھے، پس خالد نے کہا اے ابو بکر تم جانتے ہو کہ رسولؐ خدا نے بروز بنی قریظہ جب کہ ہم آنحضرت کے گرد و پیش جمع تھے اور علیؑ نے دس آدمی بزرگان و شرفا کفار سے قتل کئے تھے، ہم کو خطاب کر کے فرمایا اے گروہ مہاجرین و انصار میں تم کو وصیت کرتا ہوں اسے یاد رکھو اَلَا اَنْ عَلِيٌّ ابْنُ اَبِي طَالِبٍ اَمِيرٌ كَمَ بَعْدِي وَخَلِيفَتِي فَيَكُم بِذَلِكَ اَوْ صَانِي رَبِّي آگاہ رہو کہ علیؑ بن ابی طالب میرے بعد تمہارے امیر اور میرے خلیفہ و جانشین ہیں تم پر میں بحکم خدا تم کو یہ کہتا ہوں بہ تحقیق کہ اگر میرا کہنا نہ مانو گے اور ان کی نصرت و یاری سے ہاتھ اٹھاؤ گے تو تمہارے احکام مختلف اور تمہارا دین خراب ہو جائے گا اور تمہاری سلطنت اشرار کے ہاتھ میں چلی جائے گی، آگاہ رہو کہ میرے اہل بیت میرے بعد وراثت خلافت اور فرمانروائے امت ہیں، پروردگار جو کوئی ان کی اطاعت کرے اور میری وصیت کو ان کے حق میں یاد رکھے، اس کو میرے ساتھ میرے زمرہ میں محشور کر، کہ نعمات آخرت سے بہرہ ور ہو، اور جو ان کی مخالفت کرے اس کو بہشت سے محروم فرما۔ عمر خطاب نے کہا خاموش رہ اے خالد کہ تو اہل مشورت سے نہیں، نہ ان لوگوں میں ہے جن کی رائے کی پیروی کی جاتی ہے، خالد نے کہا تو خاموش رہ اے پسر خطاب تو اوروں کی زبان سے کلام کرتا ہے قسم بخدا کہ قریش کو معلوم ہے کہ تو حسب میں لئیم، منصب میں پست و ودنی اور قدر میں خسیس ہے نہ ناموری و شہرت میں حصہ رکھتا ہے نہ راہ خدا میں کچھ شدت و عناکھینچا ہے، اسی طرح نژادیوں میں بزدل، خرچ اموال میں بخیل ہے، قریش میں کوئی فخر و فضیلت نہیں رکھتا، اور جنگ میں کوئی ذکر مشہور نہیں، اور تیری مثال اس معاملے میں شیطان کی مثال ہے۔ اذ قال لِّلْاِنْسَانِ اَكْفَرْ فَلَمَّا كَفَرَ فَقَالَ اِنِّیْ بُرِّئُ مِنْكَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ

فكان عاقبتها انهما في النار خالد بن فيها وذلك جزاء الظلمين جب کہ اس نے انسان سے کہا کہ کفر اختیار کر جب اس نے کفر اختیار کیا تو کہا میں تجھ سے بے زار ہوں بہ تحقیق کہ میں خدائے عالمین سے ڈرتا ہوں۔ پس انجام دونوں کا یہ ہوا کہ وہ جہنم میں ہوں گے ہمیشہ کے لئے اور یہی ہے جزا اور بدلہ ظالموں کا یہ سن کر عمر بند ہو گئے اور خالد بیٹھ گئے۔ اس کے بعد سلمان اٹھے اور وہ پہلے انکار بیعت میں اپنی گردن پر چوٹ کھا چکے تھے اور اول فارسی میں کہا ”کردید و نہ کردید و دانید کہ چہ کردید“ بعد ازاں عربی میں کلام کیا جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے ابوبکر جب تجھ سے کوئی سوال کرے جس کو تو نہ جانتا ہو تو کس سے پوچھے گا اور اگر مشکل آن پڑے تو کس کی طرف پناہ لے جائے گا اور کیا عذر کرے گا اس میں کہ تو نے اس شخص پر پیش قدمی کی ہے جو علم میں تجھ سے زیادہ اور قرابت میں رسول اللہ سے نزدیک تر ہے اور قرآن وحدیث کی تاویل کو بہتر جانتا ہے حضرت رسول خدا نے اپنی حیات میں اس کو مقدم کیا ہے، اور وفات کے بعد کے لئے تم کو وصیت فرما گئے ہیں پس تم نے ان کی وصیت کو بھلا دیا اور ان کے عہد کو شکست کیا اور لشکر اسامہ میں نہ جانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح وصاف مخالفت کی کہ وہ امور تم سے سرزد ہوئے کہ جن کے اندیشہ سے تم کو رسول خدا نے اس میں مقرر کیا اور مدینہ سے نکالنا چاہا تھا۔ پس اے ابوبکر بہت جلد تیری زندگی تمام ہو جائے گی اور اس وبال عظیم کا بوجھ سر پر لئے قبر کے گڑھے میں جانا ہوگا تو بہ کر تو بہ اور حق کو حق دار کے حوالے کر کہ اس صورت میں اس روز جب کہ تیرے یہی اعوان و انصار تجھ کو گور کے سپرد کر آئیں گے امید نجات ہے بہ تحقیق کہ تو نے علی کے بارے میں وہی سب کچھ دیکھا اور سنا ہے جو کہ ہم نے دیکھا اور سنا ہے مگر اس نے تجھ کو اس سے باز نہ رکھا جو کام تو نے اختیار کیا ہے پس خدا سے ڈر اور دین خدا میں رخنہ ڈالنے اور مسلمانوں کے کام میں خلل و خرابی پیدا کرنے سے پرہیز کر فَقَدْ اَعْذَرَ مَنْ اَنْذَرَ بہ تحقیق کہ جس نے ڈرایا اور خوف دلایا اس نے اپنا عذر پورا کر دیا سلمان نے اپنا کلام ختم کیا تو ابوذر اٹھے اور کہا اے معشر قریش تم نے بہت برا کام کیا کہ قرابت رسول اللہ کا پاس و لحاظ نہ کیا، قسم بخدا کی اب عرب سے ایک جماعت مرتد ہو جائے گی اور ان کے عقائد میں شکوک وشبہات داخل ہوں گے اگر اس امر کو اہل بیت پیغمبر سے مخصوص رکھتے تو دو تلواریں باہمی مخالفت پر میان سے نہ نکلتیں قسم بخدا کہ اب یہ خلافت خلافت پیغمبر نہ رہے گی جو چاہے گا بہ قہر و غلبہ اس پر متصرف ہو جائے گا اور وہ لوگ اس کی طمع کریں گے جو مطلق اہلیت نہ رکھتے ہوں گے اور اس کی طلب میں خونریزیاں واقع ہوں گی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا فَمَكَانَ كَمَا قَالَ اَبُو ذَرٍّ ویساہی ہوا جیسا کہ ابوذر نے کہا تھا کہ معاویہ و یزید وغیرہ فساق و فجار نبی امیہ و نبی عباس تک اس پر متصرف ہوئے یہ صرف اسی روز کی کاروائی کا نتیجہ تھا۔ پس ابوذر نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ امر خلافت

میرے بعد علی کے لئے ہے پھر حسن کے لئے پھر حسین کے لئے بعد ازاں میری ذریت طاہرہ کے واسطے پس تم نے قول پیغمبر کو پس پشت ڈالا اور جو عہد آنحضرتؐ سے کیا تھا اس کو بھول گئے اور دنیا طلب کی اور آخرت باقی کو جس کا شباب پیری سے نہیں بدلتا جس کی نعمات میں زوال کو راہ نہیں جس میں غم ہے نہ موت دنیائے فانی اور ناچیز کی عوض بیچ ڈالا ٹھیک اسی طرح پر جیسے کہ امم سابقہ اپنے نبیوں کے بعد کافر ہو گئے اور دین میں تغیر و تبدل کیا پس عنقریب ہے کہ جو تم نے کیا ہے اس کا مزہ چکھو اور اپنے فعلوں کا بدلا پاؤ۔ مَا اللَّهُ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ اور اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ان کے بعد مقداد بن اسود اٹھے اور کہا اے ابو بکر ظلم و ستم سے باز آ اور اس معصیت سے تائب ہو اور گھر میں بیٹھ کر اس پر گریہ و بکا کر اور یہ امر اس کے سپرد کر جو اس کے لئے اولیٰ و احق ہے بہ تحقیق کہ رسول اللہ نے خلافت علی کا تجھ سے اقرار لیا ہے اور ان کی بیعت تیری گردن میں ہے اور تم کو جیش اسامہ میں مقرر کیا تا کہ معلوم ہو کہ تو اور تیرا مددگار عمرؓ خلافت پیغمبر کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اور نیز تم دونوں کو غزوہ سلاسل میں معدن شقاق و ففاق عمرو عاص کا محکوم کیا جس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کہ اے محمد تیرا دشمن ہی ابتر ہے بہ تحقیق کہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ آیت عمرو کے حق میں آئی ہے باوجود اس کے عمرو کو تم پر امیر مقرر کیا اور اس نے تم سے حفاظت و پاسبانی لشکر کا کام لیا اب تم پاسبانی سے حکمرانی کرنا چاہتے ہو اور خلیفہ بنتے ہو۔ ہاں اے ابو بکر خدا سے ڈرا اور اس بارگراں سے اپنے تئیں سبک دوش کر قبل اس کے کہ موقع تیرے ہاتھ سے نکل جائے کہ زندگی میں اور مرنے کے بعد تیری سلامتی اسی میں ہے دنیائے دوں کا فریفتہ نہ ہو اور قریش اور غیر قریش سے دھوکہ نہ کھا کیوں کہ عنقریب زندگانی دنیا تمام ہو جائے گی اور تجھ کو جزائے عمل بھگتنا پڑے گا۔ تجھ کو بخوبی معلوم ہے کہ رسول اللہ کے بعد خلافت علی کا حق ہے اس کے حوالے کر کہ تیرا پردہ فاش نہ ہو اور گناہ ہلکا اور خفیف رہے قسم بخدا کہ میں نے حق نصیحت ادا کیا بشرطیکہ تو اس کو سنے اور مانے والی اللہ ترجع الامور اور سب کار و بار خدا کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔ پھر بریدہ بن الحصیب اسلمی اٹھے اور کہا انا لله وانا اليه راجعون حق کو باطل سے کیا پیش آیا اے ابو بکر تو بھول گیا یا جان بوجھ کر بھولا بن گیا یا تیرے نفس نے تجھ کو دھوکہ میں ڈالا اور باطل کو تیری نظر میں آراستہ کیا۔ کیا تجھ کو یاد نہیں رہا کہ رسول اللہ نے اپنے حضور میں علی کو ہم سے امیر المومنین کہلوا یا اور حضرت اکثر اوقات فرماتے تھے کہ وہ امیر المومنین و قاتل القاسطین ہیں اے ابو بکر خدا سے ڈرا اور پیشتر اس کے موقع تدارک نہ رہے جلد اس کا تدارک کر اور اپنے تئیں ہلاکت و تباہی میں نہ ڈال اور خلافت کو اس کی طرف راجع کر جو تجھ سے زیادہ اس کی لیاقت رکھتا ہے اور اس میں ذرا دیر نہ کر کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ بہ تحقیق کہ میں نے تجھ کو خالص نصیحت کی اور راہ نجات کو تجھ پر روشن کیا فلا تکنونن

ظہیر المجرمین پس تو اہل جرم و عصیان کا مددگار مت بن۔ بریدہ نے کلام تمام کیا تو عمار یا سراٹھے اور کہا اے گروہِ مسلمین اور اے جماعت قریش تم اچھی طرح جانتے ہو اور نہیں جانتے تو اب جانو کہ اہل بیت نبی سب سے زیادہ اولیٰ و انسب ہیں ان کی خلافت اور وراثت کے لئے اور دین کے کاموں اور مسلمانوں کی نگہبانی کے لئے وہ محکم اور استوار ترین مردم ہیں پس ابوبکر کو کہو کہ حق کو اہل حق پر رد کرے، پیشتر اس کے کہ تمہاری جمعیت میں تفرقہ اور تمہارے کام میں ضعف و سستی راہ پائے اور تمہارا دشمن مظفر اور تمہاری پراگندگی ظاہر ہو اور فتنہ تمہارے درمیان بزرگ ہو اور تمہارا اختلاف اختلاف کے ساتھ بدل جائے اور تمہارے دشمنوں کو تم میں طمع کرنے کا موقع ملے۔ تم خوب جانتے ہو کہ بنی ہاشم اس کار کے لئے تم سے زیادہ شایاں ہیں اور علی مرتضیٰ بحکم خدا اور رسول تمہارے ولی امور ہیں تم نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ نے تمہارے گھروں کے دروازے مسجد سے بند کر دیئے اور علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا اور تم میں سے بہت سوں نے فاطمہؑ کی خواست گاری کی آنحضرتؐ نے انکار کیا اور علیؑ کو اپنی دامادی کا شرف بخشا اور نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں شہر علم و حکمت ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ جو چاہے کہ علم حاصل کرے اس کو چاہے کہ دروازہ کی راہ سے اس تک پہنچے۔ پس تم مشکلات امور میں آنحضرتؐ کے محتاج ہو اور وہ ہر امر میں تم سے مستغنی و بے نیاز ہیں کیا ہو گیا ہے تمہارے تئیں کہ علیؑ سے منہ موڑتے ہو اور ان کا حق بھٹم کیا چاہتے ہو اور نعمات دائمی آخرت کو چھوڑ کر زندگی چند روزہ دنیا کو اختیار کرتے ہو فبئس للظلمین بد لا پس برا ہے بد لا ظالموں کا پس جو کچھ حق تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کیا ہے ان کو عطا کرو اور اصلاً ایک طرف سے پشت نہ پھراؤ ولا تتردد واعلیٰ اعقابکم فتنقلبوا خاسرین اپنے پیچھے پاؤں پر نہ پھرو کہ خائب و خاسر ہو گے۔ عمار یہ کہہ کر خاموش ہوئے تھے کہ ابی بن کعب انصاری اٹھے اور کہا اے ابوبکر جو امر کہ حق تعالیٰ نے دوسروں کے لئے مقرر کیا ہے اس کو انکار نہ کرو اور رسول اللہ کے اور ان کے برگزیدہ اہل بیت کے حق میں سب سے پہلے عصیان و نافرمانی عمل میں نہ لاؤ حق کو صاحبان حق کی طرف واپس کرو کہ سلامتی دنیا و آخرت اس میں ہے اور ضلالت و گمراہی میں مت رہو تاکہ انجام کار ندامت نہ اٹھائے اور توبہ کر کہ گناہ تیرے ہلکے ہوں اور جس امر سے حق تعالیٰ نے تجھے خاص نہیں کیا اس کو اپنے لئے مخصوص نہ بنا اور اس کا وبال اپنے اوپر نہ لے بہ تحقیق کہ تو عنقریب دنیا سے مفارقت کرے گا اور تیری بازگشت خدا کی طرف ہوگی وہ سبحانہ تیرے گناہوں پر تجھ سے مواخذہ کرے گا۔ وما ربک بظلام للعبید اور تیرا خدا بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں پس خزیمہ بن ثابت نے اٹھ کر کہا ایہا الناس تم جانتے ہو کہ رسول اللہ نے میری شہادت قبول کی اور اس کو دو گواہوں کے مقام پر رکھا۔ حاضرین نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں خزیمہ نے کہا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے

کہ فرماتے تھے اہل بیت یفرقون بین الحق والباطل وہم الاثمة الذین یقتدی بہم کہ میرے اہل بیت ہی حق و باطل کے درمیان فرق کریں گے اور وہ امام ہیں جن کی پیروی کی جائے جو کچھ میں جانتا تھا تمہارے سامنے بیان کیا وہاں علی الرسول الا البلیغ المبین رسول اور قاصد پر سوائے بلاغ ظاہر کے کچھ نہیں۔ اس کے بعد ابوالمہشم بن العہیان اٹھے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ نے بروز غدیر علی کو اپنے پاس کھڑا کر کے جو کچھ ان کے حق میں کہنا تھا کہا تو اس پر جماعت صحابہ میں اختلاف ہوا انصار بالا اتفاق کہتے تھے کہ حضرت نے آپ کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا ہے، بعض ان کے برخلاف اس کے قائل تھے کہ آپ نے یہ بتلایا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے، پس ہم نے کچھ لوگ رسول اللہ کی خدمت میں بھیجے تھے انہوں نے جا کر یہ سوال کیا، آپ نے فرمایا انہیں کہہ دو کہ علی امیر المومنین ہے میرے بعد اور تمام سے زیادہ نصیحت کرنے والا امت کا ہے جو میرے سامنے گذر رہا تھا میں اس کی گواہی دیتا ہوں فمن شاء فلیثو من ومن شاء فلیکفر جو چاہے اس پر ایمان لائے ورنہ کافر ہو جائے ان یوم الفصل کان میقاتا بے شک قیامت کا دن معین ہے جس میں حق و باطل میں تیز ہو جائے گی۔ پھر سہیل بن حنیف نے کلام شروع کیا بعد حمد و ثنائے الہی و درود بر رسالت پناہی کہا اے معشر قریش میری بات سنو اور اس کو مانو، میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ کو اس مقام پر (اشارہ کیا طرف روضہ مقدسہ کے) دیکھا کہ علی کا ہاتھ آنحضرت کے ہاتھ میں تھا اور فرماتے تھے ہذا علی امامکم من بعدی واول من بصافحنی علی فطوبی لمن اتبعہ نصرہ والویل لمن تخلف عنہ وخزلہ کہ یہ علی تمہارے امام ہیں میرے بعد سب سے پہلے میرے ساتھ حوض کوثر پر مصافحہ کریں گے۔ پس خوشحال اس کا جو ان کی پیروی کرے اور مددگار ہو اور عذاب ہے اس شخص کے لئے کہ ان سے تخلف کرے اور نصرت سے دست بردار ہو۔ پھر سہیل کے بھائی عثمان بن حنیف نے کہا ہم نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ کہتے تھے میرے اہل بیت ستارہ ہائے زمین ہیں ان پر پیش قدمی نہ کرو کیوں کہ والیان امت میرے بعد وہ ہیں۔ حاضرین سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ آپ کے اہل بیت سے وہ کون کون اشخاص ہیں جن کی آپ یہ صفت فرماتے ہیں، فرمایا علی اور اس کی اولاد ظاہرین، پس حضرت نے دوازدہ امام سے ہر ایک کا نام بتلایا پس اے ابو بکر تو پہلا شخص نہ ہو کہ آنحضرت کی امانت میں خیانت کرے درالحالیکہ تم واقف اور دانا ہو۔ بعد ازاں ابوایوب انصاری صاحب منزل رسول اللہ اٹھے اور کہا اے بندگان خدا خدا کا خوف کرو اور جو کچھ اہل بیت پیغمبر کے لئے خدا کی طرف سے مقرر ہو چکا ہے اس میں حائل نہ ہو بہ تحقیق کہ تم نے بھی مختلف اوقات اور متعدد مقامات میں وہی سنا ہے جو کچھ ہمارے ان بھائیوں نے

پیغمبر خدا سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میرے اہل بیت میرے بعد تمہارے امام و پیشوا ہیں اور علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا **هذا امیر البردة وقاتل الکفرة مخدول من خذله ومنصور من نصره** کہ یہ امیر اہل بیت ہے اور قاتل کفر و فحشاء اس کا نصرت کرنے والا منصور ہے اور تارک نصرت مخدول۔ پس اس ظلم سے توبہ کرو۔ حق تعالیٰ کی طرف ان اللہ هو التواب الرحیم ولا تولوا عنه معرضین بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے اس سے اعراض اور روگردانی نہ کرو۔ مروی ہے کہ جب یہ بارہ حضرات اپنی اپنی تقریریں پوری کر چکے تو اوروں کو بھی جرات ہوئی اور انہوں نے بھی کلام کے حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ابو بکر منبر پر بیٹھے ہوئے تھے یہ تقریریں سن کر مہبوت و حیران رہ گئے اور کچھ جواب نہ دے سکے اور کہا تو یہ کہا ولیمتکم ولست بخیر کم اقبلونی اقبلونی میں تم پر والی ہوا ہوں در انحالیکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں مجھ کو اس خلافت سے نکالو۔ بروایت ابن ابی الحدید وغیرہ (۱) علما اہل سنت آپ نے یہ خطبہ اس طرح فرمایا **لست بخیر کم وعلیٰ فیکم** کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں در انحالیکہ علیؑ علیہ السلام تمہارے درمیان ہیں، حضرت امیر علیہ السلام بھی اپنے خطبہ شفقہ میں اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں **فیما عجبنا بینا هو یستقیلہا فی حیوة اذ عقدہا الآخر بعد وفاته** تعجب ہے کہ ابو بکر اپنی زندگی میں تو اپنے تئیں شائستہ خلافت نہ جانتے تھے اور اس سے اقالہ چاہتے تھے مگر مرنے کے وقت اس کو اور کے لئے یعنی حضرت عمر کے لئے مقرر کر گئے۔ القصہ جب حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کو منبر اقبلونی اقبلونی کہتے سنا تو نہایت متروڑ ہوئے کہ مبادا کار ہاتھ سے نکل جائے، اور ایسی جگہ خلافت چلی جائے جہاں سے نکلنا مشکل ہو یعنی اہل بیت علیہم السلام تک پہنچ جائے، پس بہت جلد اس کے تذکرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کمال غیظ و غضب میں اٹھ کر کہا **انزل عنہا یا لکع اے لیم منبر سے نیچے اتر ادا کنت لا تقوم بجج قریش لم اقم نفسك هذا المقام** اگر تجھ کو قریش کی جگہوں کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی تو کیوں اس جگہ بیٹھا تھا۔ قسم بخدا کہ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تجھ کو خلافت سے خلع کروں، اور سالم مولا نے ابی حذیفہ کو اس مقام پر نصب فرماؤں ابو بکر خاموش اور محزون منبر سے اتر آئے اور اپنے اصحاب کے ساتھ اپنے گھر کو چلے گئے اور فکر مند تھے کہ مبادا کوئی فتنہ برپا ہو تین روز تک مسجد میں آکر قدم نہیں رکھا اور اسی ادھیڑ بن میں رہے کہ کیا کریں

(۱) مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں فرماتے ہیں کہ حدیث استقالہ کو اہل سنت سے طبری نے اپنی تاریخ میں اور بلاذری نے اسباب الاشراف میں اور سمعانی نے فضائل میں اور ابوسعیدہ نے اپنی بعض تصنیفات میں روایت کیا ہے اور فخر رازی نے نہایت العقول میں اس کی صحت میں قدح نہیں کی بلکہ اور ضعیف و جھوٹ سے اس کی تردید کی ہے اور اس کا کلام اس کی صحت پر حجت کافی ہے۔ ۱۲۔

چوتھے روز خالد ولید ایک ہزار جوان لے کر خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، 'کس نیند میں سو رہے ہو اٹھو دیکھو بنی ہاشم نے دندن طمع اس کار کے لئے تیز کر لئے ہیں۔ پھر معاذ بن جبل ہزار مرد لے آئے اور سالم مولائے ابی حذیفہ اسی قدر لشکر لے آئے پھر تو لوگ ہر طرف سے آنے لگے بحدیکہ چار ہزار کا مجمع ہو گیا اس وقت حضرت عمر شمشیر برہنہ لے کر آگے آگے ہوئے اور خلیفہ اول مع اس جم غفیر کے ان کے پیچھے اور اس کروفر کے ساتھ داخل مسجد رسول اللہ ہوئے، حضرت عمر نے کہا اے اصحاب علی اگر تم میں کسی نے آج اس طرح کا کلام کیا جیسا کہ اس روز کیا تھا تو قسم بخدا کہ اس تلوار سے اس کا سراؤ اداں گا، خالد سعید کو یہ سن کر تاب نہ رہی کہا اے پسر ضحاک حبشیہ تو ہم کو تلوار سے ڈراتا اور اپنی کثرت پر نازاں ہے قسم بخدا کہ اگر امام علیہ السلام نے ہم کو جنگ و جدل سے منع نہ کیا ہوتا تو میں تلوار کھینچتا اور راہ خدا میں تم پر جہاد کرتا حتیٰ کہ جو کچھ ہم پر واجب ہے ادا ہو جاتا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اے خالد بیٹھ جا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک تیرا رتبہ بلند ہوا اور سعی شکور ہوئی۔ پس خالد بیٹھ گئے اور سلمان نے اٹھ کر کہا اللہ اکبر اللہ اکبر میں نے رسول اللہ سے سنا ہے اگر جھوٹ کہتا ہوں تو دونوں کانوں سے بہرا ہو جاؤں کہ فرماتے تھے ایک وقت ہوگا کہ میرا ابن عم اور میرا بھائی معہ چند نفر اپنے اصحاب کے اس مسجد میں بیٹھا ہوگا، اس وقت اس پر ایک جماعت سگانِ جہنم کی بہ ارادہ ان کے قتل کے ہجوم کرے گی، مجھ کو اس میں ذرا شک نہیں کہ تم وہی لوگ ہو کہ تلواریں لے کر ابن عم رسول اللہ کے قتل کے لئے جمع ہوئے، حضرت عمر کو یہ سن کر غصہ آیا اور جھپٹ کر چاہتے تھے کہ سلمان پر حملہ کریں، امیر المومنین نے آگے بڑھ کر گریبان پکڑا اور ان کو زمین پر پچھاڑا اور فرمایا اے پسر ضحاک حبشیہ اگر حکم خدا اس طرح پر نہ ہوتا، اور میں نے رسول اللہ سے عہد نہ کیا ہوتا، تو تجھ کو دکھلا دیتا کہ ہم میں سے کس کے مددگار ضعیف ہیں اور کس کے قوی، اور کون تعداد میں زیادہ ہے اور کون کم، پھر اپنے اصحاب سے کہا رحمت خدا ہو تم پر اپنے اپنے گھر کو چلے جاؤ، قسم بخدا کہ میں اب مسجد میں نہ آؤں گا مگر اس طرح جیسے کہ موسیٰ و ہارون داخل ہوئے جب کہ ان کے اصحاب نے ان سے کہا اذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا قَاتِلَا اِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ کہ جاؤ تم اور تمہارا رب جنگ کرو، ہم یہاں بیٹھے ہیں، قسم بخدا کہ اب میں مسجد میں نہ آؤں گا مگر زیارت پیغمبر کے لئے یا جب کوئی مشکل پیش آئے تو اس کے حل کرنے کے واسطے کیوں کہ مجھ کو جائز نہیں کہ امت کو حیران و سرگرداں چھوڑوں اور راہِ راست نہ دکھلاؤں۔ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں بعد نقل حدیث مذکور، کتاب کشف البقیں سے نقل کرتے ہیں کہ حدیث بارہ اصحاب کی ابو بکر کی خلافت پر انکار کرنے کی جیسے شیعوں کے یہاں متواترات سے ہے، ایسا ہی اس کو اہل سنت نے بھی نقل کیا ہے۔ اگر راویانِ شیعہ ہی اس کو روایت کرتے، اور سنی نہ کرتے، تو ہم اس کو اپنی کتاب میں نقل نہ کرتے کیوں کہ ہمارے اصحاب اپنے مخالفین کے نزدیک مہتم

ہیں مگر ان میں سے احمد بن محمد الطبری معروف بہ خلیلی نے اپنے روات و رجال سے اس کو نقل کیا ہے اور محمد بن جریر الطبری صاحب التاريخ نے کتاب مناقب الامۃ میں روایت کیا ہے چنانچہ عبارت محمد بن جریر کی یہ ہے۔

خبر الاثنی عشر الذین انکروا علی ابی بکر جلوسہ فی مجلس رسول اللہ حدثنا ابوعلیٰ الحسین بن علی بن النحاس الکوفی العدل الاسدی قال حدثنا احمد ابن ابی الحسین العاصری قال حدثنی عمی ابو معمر شعبۃ بن خنیثم الاسدی قال حدثنی عثمان الاعشی عن زید بن وہب یعنی حدیث بارہ شخصوں کی جنہوں نے ابوبکر پر اس کے رسول اللہ کی جگہ بیٹھ جانے کی وجہ سے رد و انکار کیا روایت کیا ہے اس کو ہم سے ابوعلیٰ حسن بن علی بن نحاس کو فی عدل اسدی نے کہا اس نے روایت کیا ہے اس کو مجھ سے احمد بن ابی الحسین عامری نے اور کہا اس نے روایت کیا ہے مجھ سے میرے چچا ابو معمر شعبۃ بن خنیثم اسدی نے اور کہا حدیث کیا ہے مجھ سے عثمان اُشی نے اور اس نے زید بن وہب سے پس طبری مذکور نے آخر حدیث تک اسی طرح نقل کیا ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے سوائے تھوڑے سے فرق کے۔ رد و انکار حضرت حسن مجتبیٰ بر خلیفہ اول: امام حسن علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کو منبر پر جدا مجد رسول اللہ کی جگہ پر آنحضرت کے بعد جو ان کے پدر عالی مقدار جناب حیدر کرار کے لئے مقرر تھی بیٹھا دیکھ کر رد و انکار فرمایا بزرگان اہل سنت نے اس کو نقل کیا ہے ابن حجر کی اتنی کہ متعصبین اہل سنت سے ہے صواعق محرقة، میں لکھتا ہے اخرج الدار قطنی ان الحسن جاء الی ابی بکر و هو علی منبر رسول اللہ کہ دارقطنی نے اس حدیث کو اخراج کیا ہے کہ حسن بن علی علیہما السلام حضرت ابوبکر کے پاس آئے جب کہ وہ منبر رسول اللہ پر بیٹھے تھے فقال انزل عن مجلس ابی اور فرمایا میرے باپ کی بیٹھنے کی جگہ ہے نیچے اتر فقال صدقت واللہ انہ مجلس ابیک لا مجلس ابی ابوبکر نے کہا تم راست کہتے ہو قسم بخدا کہ یہ تمہارے باپ کی جگہ ہے میرے باپ کی نہیں تم اخذہ واجلسہ فی حجرہ و ابکی پھر ان کو لے کر گود میں بٹھالیا اور رونے لگے فقال علی اما واللہ ما کان عزرائی فقال صدقت واللہ ما انہم تک علی علیہ السلام نے کہا قسم بخدا کہ حسن کا یہ کلام میری صلاح اور میری رائے سے نہ تھا ابوبکر نے کہا راست کہتے ہو قسم بخدا کہ میں تم کو اس کی تہمت نہیں لگاتا اس آخری گفتگو کے بڑھانے سے غالباً راوی حدیث کو یہ ظاہر کرنا مقصود ہوگا کہ حضرت امیر ابوبکر کے رسول اللہ کا جانشین ہونے پر ناخوش نہ تھے کہ انہوں نے اپنی برأت فرمائی۔ سو حاشا عن ذلک۔ اس معاملے میں جو کچھ آپ کی کیفیت تھی وہ آنحضرت کے گذشتہ و آئندہ حالات کے دیکھنے سے بخوبی عیاں ہے

اور اس فقرے سے بھی اسی قدر ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسنؑ نے اس وقت جو کچھ کہا وہ حضرت کے اشارہ سے نہ تھا اور فقط اسی کا آپ نے انکار کیا بالجلہ شاہ عبدالعزیز دہلوی تھے میں رقم طراز ہیں کہ امام حسنؑ کی یہ حرکت طفلانہ تھی اطفال کا قاعدہ ہے کہ اپنے بزرگ کی جگہ کسی غیر شخص کو بیٹھا یا اس کی کسی شے کو استعمال کرتا دیکھ کر کیا کرتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ مناقب عالیہ اہل بیت عصمت و طہارت کہ جن میں وہ حضرات عامہ خلایق سے مستثنیٰ و ممتاز ہیں اور وہ کتب اہل سنت میں بکثرت موجود ہیں، شاہ صاحب نے اس مقام پر بالکل بھلا دی ہیں یادیدہ و دانستہ ان سے چشم پوشی کر لی۔ ورنہ حضرت امام حسنؑ کے فعل کو حرکت طفلانہ سے نسبت نہ دیتے۔ مشہور ہے کہ حضرت امیر فرماتے تھے نحن اہل بیت لانفاس بالاناس ما عا دانا بیت الاحزاب ومانح علینا کلب الا وحب کہ ہم اہل بیت کا قیاس اور آدمیوں پر نہیں ہو سکتا۔ کسی خاندان نے ہم سے دشمنی نہیں کی مگر یہ کہ وہ تباہ و برباد ہو گیا اور کوئی کتاب ہم پر نہیں بھونکا الا گرگین (۱) ہوا۔ اور صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے منقول ہے۔ قال اخذ الحسن ابن علی تمرۃ من تمرۃ الصدقۃ فجعلها فی فیہ فقال النبی ﷺ لیطر حها ثم قال الاشعرت انا کل الصدقۃ یعنی کہا اس نے کہ امام حسنؑ نے ایک دانہ خرما صدقات کے خرموں سے اٹھا کر منہ میں رکھ لیا تھا، رسول خدا نے ان کو فرمایا، تھوک دو، تاکہ اس کو گرا دیں پھر فرمایا نہیں جانتا تو کہ ہم اہل بیت پر صدقہ حرام ہے، شرح بخاری نے اس پر مناقشہ کیا ہے کہ امام حسنؑ اس وقت صغیر السن غیر مکلف تھے پس حضرت رسول خدا نے کیوں کر فرمایا اَمَّا نَعْلَمُ اور منع کیا ان کے تئیں، پھر جواب اس مناقشہ کا خود ہی اس طرح پر دیا کہ حضرت کا یہ ارشاد بہت درست و بجا تھا، اس لئے کہ امام حسن علیہ السلام اس وقت بھی لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے۔ کما صرح بہ ابن حجر العسقلانی جو شخص شیر خوار سے لوح محفوظ کا مطالعہ کرے اس کے افعال طفلانہ کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ ہم اس مقام پر ایک روایت ابن حجر کی صاحب صواعق محرقة کی زبانی اور سناتے ہیں، جس سے ثابت ہے کہ حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام کے لئے کم سن اور منسن ہونا کوئی تفاوت کا باعث نہ تھا، ان سے ہر حال میں فضل و کمالات ظاہر ہوتے رہتے تھے امام محمد تقی سے کم عمری میں فضل و کرامات کا ظہور: صواعق محرقة کی فصل سوم باب یازدہم میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے کہ وہ حضرت اپنے والد ماجد کی وفات کے ایک سال بعد اتفاقاً ایک روز بغداد کے ایک کوچہ میں کھڑے تھے اور کچھ لڑکے وہاں کھیل رہے تھے اس وقت سن مبارک نو سال کا تھا کہ یکا یک مامون رشید کی سواری وہاں آئی اور لڑکے کو دیکھ کر بھاگ گئے لیکن حضرت بدستور کھڑے رہے، قدرت خدا سے مامون کے دل میں آپ کی محبت پڑ گئی اور اس نے پاس آ کر کہا لڑکے تم اوروں کے ساتھ کیوں نہ بھاگے فرمایا اے امیر راستہ تنگ نہ تھا کہ میں چھوڑ دیتا

نیز کوئی جرم میں نے نہیں کیا تھا کہ اس کے خوف سے بھاگتا اور تیری طرف سے بھی گمان نہ تھا کہ بغیر گناہ ستائے گا۔ مامون کو یہ جواب بہت پسند آیا پوچھا صاحب زادے تمہارا اور تمہارے باپ کا کیا نام ہے۔ فرمایا محمد بن علی الرضا۔ مامون نے کہا رحمت خدا ہوان پر یہ کہہ کر گھوڑا بڑھایا اس کے ساتھ باز شکاری تھے صحرائیں جا کر ایک باز کو تیز پر چھوڑا وہ غائب ہو گیا تھوڑی دیر میں جو واپس آیا تو ایک چھوٹی مچھلی اس کی چونچ میں تھی جس میں ہنوز رقی جان باقی تھی مامون کو بہت حیرت ہوئی شہر میں واپس آیا تو لڑکے بدستور اس کو چہ میں کھیل رہے تھے اور امام محمد تقی ان کے پاس کھڑے تھے اس کو دیکھ کر پھر بھاگے پس مامون نے حضرت کے پاس آ کر کہا اے محمد ہمارے ہاتھ میں کیا ہے حضرت نے فرمایا ان الله خلق في بحر قدوة سمكا صنعارا تصيدها بزاة المكموك والخلفاء فيختر بها سلاله اهل بيت المصطفى به تحقیق کہ حق تعالیٰ نے اپنے بحر قدرت میں مایمان خورد پیدا کیں جن کو سلاطین و خلفا کے شکاری جانور شکار کرتے ہیں اور وہ ان سے سلالہ اہل بیت مصطفیٰ کا امتحان کرتے ہیں مامون نے کہا انت ابی الرضا حقا تم بے شک پسر امام رضا ہو پھر آنحضرت کو اپنے ساتھ لے لیا اور احسان و اکرام کرتا تھا ان کے ساتھ اور غایت درجہ تعظیم آنحضرت کی بجالاتا اور بوجہ اس فضل و کمال کے کہ اس خورد سالی میں آنحضرت سے دیکھا تھا ارادہ کیا کہ اپنی دختر ام الفضل کا نکاح ان سے کر دے عباسیوں نے یہ سنا تو مانع آئے اور ڈرے کہ جس طرح امام رضا کو ولی عہد کر دیا تھا مبادا مامون محمد تقی کو بھی ولی عہد نہ کر دے مامون نے کہا کہ میں نے اس کو بدیں وجہ اختیار کیا ہے کہ وہ باوجود صغیر سن کے تمام اہل علم و فضل پر فضیلت و فوقیت رکھتا ہے انہوں نے اس میں نزاع کیا اور نہ مانا اور کہا کہ ہم کسی کو ان کے پاس بھیج کر امتحان و آزمائش کریں گے پس یحییٰ بن اکثم کو بھیجا اور وعدہ زر و مال کیا اس کے ساتھ اگر آنحضرت کے تئیں بند اور لا جواب کر دے پس مامون نے حکم کیا کہ فرش بچائیں اور مسند آراستہ کریں اس پر آنحضرت کے تئیں بٹھلایا اور یحییٰ نے بہت سے سوالات آپ سے کئے آپ نے سب کے جواب باصواب دیئے کہ مامون کو بھی پسند آئے اور اس نے صدائے احسن و آفریں بلند کی پھر عرض کی اے ابو جعفر اگر مناسب سمجھیں تو آپ بھی کوئی سوال تمہی سے کریں امام محمد تقی کا سوال یحییٰ بن اکثم سے: حضرت نے فرمایا کیا کہتا ہے تو اے یحییٰ اس عورت کے بارے میں کہ ایک مرد نے صبح کو اس کو دیکھا تو اس پر حرام تھی جب دن چڑھا تو حلال ہو گئی پھر ظہر کے وقت حرام ہوئی اور عصر کے وقت پھر حلال ہو گئی بعد ازاں مغرب کے وقت حرام ہوئی اور عشاء کے وقت حلال ہوئی پھر نصف شب میں حرام ہوئی اور طلوع صبح پر حلال ہو گئی یہ عورت کون تھی اور کس طرح اس مرد پر اتنی دفعہ حرام و حلال ہوئی یحییٰ حیران رہ گیا اور کہا میں جواب اس مسئلہ کا نہیں جانتا حضرت نے فرمایا کہ وہ ایک کنیز تھی کہ ایک مرد اجنبی نے اس کی طرف بشہوت نگاہ کی تو وہ حرام تھی۔ کچھ دن چڑھے اس نے اس کو خرید لیا تو حلال ہو گئی ظہر کے

وقت آزاد کر دیا حرام ہو گئی عصر کے وقت اس سے نکاح کر لیا حلال ہوئی مغرب کو اس سے ظہار کیا حرام ہو گئی عشاء کے وقت کفار ظہار ادا کر دیا حلال ہو گئی نصف شب کو طلاق رجعی دیا حرام ہو گئی طلوع فجر کے وقت رجوع کر لیا حلال ہو گئی مامون نے عباسیوں سے کہا دیکھا تم نے، اور جان گئے وہ امر کہ جس کے منکر تھے اور اسی مجلس میں اپنی دختر ام الفضل کا نکاح آنحضرت کے ساتھ کر دیا۔ الغرض جیسا امام حسن علیہ السلام نے خلیفہ اول پر سر منبر رد و انکار کیا اسی طرح جناب سید الشہداء نے خلیفہ ثانی پر ان کے عہد خلافت میں سر منبر اعتراض و انکار فرمایا اور کہا ہمارے باپ کے منبر سے اتر عمر نے کہا درست کہتے ہو تمہارے باپ کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں پھر پوچھا کس نے تم کو اس کا امر کیا ہے حضرت امیرؑ نے فرمایا قسم بخدا کہ کسی نے ان کو نہیں کہا یہ روایت تاریخ الخلفاء کی ہے لیکن ازاتہ الخلفاء وغیرہ میں ہے کہ آپ منبر پر چڑھ گئے اور فرمایا انزل من منبر ابی و اذهب الیٰ مینرا بیک کہ میرے باپ کے منبر سے اتر اور اپنے باپ کے منبر پر جا کر خطبہ کہہ حضرت عمرؓ نے کہا میرے باپ کا کوئی منبر نہیں کہاں جاؤں یہ کہہ کر حضرت کو اپنے پاس بٹھا لیا اور پس از تمام خطبہ ان کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور وہاں پوچھا کہ کس نے تم کو یہ تعلیم کیا تھا، آپ نے قسمیہ فرمایا کہ مجھ کو کسی نے نہیں تعلیم کیا حضرت عمرؓ خوشامد کی باتیں کرنے لگے کہ اے فرزند تم یہاں آیا کرو امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ میں ان کے کہنے کے بموجب ایک روز ان کے گھر پر گیا تو وہ معاویہ کے ساتھ خلوت میں تھے عبد اللہ عمرؓ نے اندر جانے کی اجازت نہ دی، میں بھی یہ دیکھ کر واپس چلا آیا پھر جو حضرت عمرؓ ملے اور کہنے لگے کہ تم نہ آئے میں نے کہا میں گیا تھا تم معاویہ کے ساتھ خلوت میں باتیں کر رہے تھے میں پلٹ آیا کہا تم اطلاع کراتے تم کو اس سے کیا نسبت تھی۔ پھر فرمایا صاحب زادے جو بال ہمارے سروں پہ ہیں یا خدا نے اگائے ہیں یا تم نے، و بروایت صواعق محرقہ کہا اہل البنت الشعر علی رؤوسنا الا ابوک ای الرفعة مانلنا لابه ہمارے سروں کے بال سوائے تمہارے پدر بزرگوار کے کسی اور نے بھی اگائے ہیں مراد یہ کہ جو مرتبہ رفیع و بلند ہم کو حاصل ہوا ہے صرف تمہارے باپ کے سبب ہوا ہے یہ کلام حق تھا کہ حضرت عمرؓ کی زبان پر جاری ہوا گو یہ زبانی ہی زبانی جمع خرچ تھا دل میں اس کا اثر نہ تھا اور نیز اہل سنت نے روایت کیا ہے کہ عمر ایک مرتبہ اموال غنیمت تقسیم کر رہے تھے حسین علیہما السلام کو کچھ زیادہ اور عبد اللہ ابن عمر اپنے بیٹے کو کم دیا عبد اللہ نے اعتراض کیا کہ مجھ کو ان سے کم دیتے ہو حالانکہ میں رسول اللہ کے زمانے سے صاحب سیف و جہاد ہوں اور انہوں نے مدینہ سے قہر م باہر نہیں رکھا۔ عمر نے کہا خاموش رہ، تجھے ان سے کیا نسبت ہے، نہ تیرا باپ ان کے باپ کے برابر ہے نہ ماں ان کی ماں گھر ہمسری ہذا تیرے جد وجدہ و عمو و عمہ و خال و خالہ کو ان کے جد وجدہ و عمو و عمہ و خال و خالہ سے کچھ مناسبت نہیں بہ تحقیق کہ ان کے باپ علی ابن ابی طالب ہیں ماں فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ جد رسول اللہ جدہ خدیجۃ الکبریٰ چچا جعفر طیار عمہ ام ہانی جس کے گھر سے آنحضرت کو معراج ہوئی مامون ابراہیم پسر رسول اللہ

خالہ زہنب وام کلثوم و رقیہ بنات رسول خدا ہیں۔ ابن عمر یہ سن کر پشیمان ہوا اور کچھ نہ بولا۔ لیکن کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جب علی ابن ابی طالب حضرت عمر سے (بقول خود حضرت عمر) افضل تھے تو وہ کس لئے حق بحق دار نہیں پہنچاتے تھے، اور کیوں خلافت پر آپ متصرف تھے۔ احتجاج امیر المومنین علیہ السلام با ابو بکر حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت ابو بکر پر کار خلافت استوار ہو گیا تو ہر چند حضرت امیرؓ کے ساتھ کشادہ روی اور انبساط کرتے مگر وہ حضرت گرفتہ خاطر و مقبض رہتے تھے۔ بنا براں انہوں نے ارادہ کیا کہ عذر خواہی کر کے یہ کبیدگی حضرت کے دل سے دور کریں پس ایک موقع خلوت و تنہائی کا دیکھ کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے ابو الحسن مجھ کو امر خلافت میں رغبت نہیں نہ میں اس کی حرص رکھتا تھا نہ مجھ کو اپنے اوپر بھروسہ تھا کہ اس کا انصرام کر سکوں گا۔ کیا وجہ ہے کہ تم کو اپنے سے آزرده اور دلگیر پاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا اگر تجھ کو اس کام میں رغبت نہیں اور اپنے تئیں اس کے لائق نہیں جانتا تو کیوں یہ بوجھ اپنے اوپر لے رکھا ہے۔ کہا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے ان اللہ لایجمع امتی علی صلال کہ حق تعالیٰ میری امت کو ضلالت و گمراہی پر جمع نہ کرے گا۔ جب دیکھا کہ مسلمانوں نے مجھ پر اجماع کیا تو پیغمبر کی اطاعت کی اور خلافت قبول کر لی۔ اگر جانتا کہ کوئی مخالف ہے تو راضی نہ ہوتا حضرت امیر المومنینؓ نے کہا تو جو کہتا ہے کہ اجماع امت ہو گیا تو کیا تیرے نزدیک میں امت پیغمبرؐ سے نہیں یا مسلمان و عمار و ابوذرؓ و مقدادؓ و غیر ہم امت سے نہیں یا سعد بن عبادہ اور اس کے توالیع و لواحقین امت میں داخل نہیں حضرت ابو بکر نے کہا یہ سب داخل امت ہیں حضرت نے فرمایا تو پھر کس طرح اس حدیث سے تمسک کرتا ہے اور دعوۃ اجماع اپنی خلافت پر کرتا ہے۔ حضرت ابو بکر نے کہا مجھ کو تمہاری مخالفت کی خبر نہ تھی یہاں تک کہ یہ امر مجھ پر قرار پا گیا اس وقت اگر اپنے تئیں اس سے خلع کرتا تو خوف تھا کہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں اور فتنہ برپا ہو کر مسلمان ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں۔ اس لئے اس کو قبول کیا اور سمجھا کہ تم بھی راضی نہ ہو گے کہ ایسا فتنہ برا بیچتے ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ اب بتلا کہ اس کام کا استحقاق کس کو ہے ابو بکر نے کہا جس میں نصیحت و وفاء و رفع مداہنہ و محابا ہو اور حسن سیرت کے ساتھ عدل و انصاف سے موصوف ہو اور علم کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور خطاب فاصل رکھتا ہو اور دنیا سے زاہد اور قلیل الرغبت ہو مسکین مظلوم کی داد ظالم سے لے اور بعید کا قریب سے انصاف کرے حضرت نے فرمایا اور نیز جو اسلام میں سابقہ اور رسول اللہ سے قرب قرابت رکھتا ہو حضرت ابو بکر نے کہا ہاں۔ حضرت نے فرمایا تو تجھ کو قسم ہے حق تعالیٰ کی کہ سچ کہنا یہ صفات تجھ میں ہیں یا مجھ میں کہا علیؓ تم میں۔ اس وقت حضرت نے اپنے فضائل ایک ایک کر کے گنوانے شروع کئے ہر ایک فضیلت میں اس کو قسم دے کر پوچھتے کہ آیا یہ وصف تجھ میں ہے یا مجھ میں وہ کہتا تم میں پس فرمایا میں سب سے پہلے

اسلام لایا یا تو؟ میں اہل موسم کے پاس سورہ برات لے کر گیا یا تو؟ ہجرت کے وقت میں نے اپنی جان کو آنحضرت کا وقایہ بنایا یا تو نے؟ آیہ زکوٰۃ انگشت میں خدا و رسول کے ساتھ ولایت مومنین میرے لئے آئی یا تیرے لئے؟ بروز غدیر رسول اللہ نے ہر مومن و مومنہ کا مولیٰ مجھ کو کہا یا تجھ کو وزارت پیغمبرؐ بمنزلہ ہارون کے موسیٰ سے میرے لئے مقرر ہوئی یا تیرے لئے؟ رسول خدا مباہلہ نصارائے نجران کے لئے مجھ کو اور میرے اہل بیت کو لے گئے تھے یا تجھ کو، عبا کو بروز کساء آنحضرت نے میرے اور میرے اہل بیت کے اوپر ڈال کر کہا **اللھم ھولاء اھل بیتی** پروردگار یہ میرے اہل بیت ہیں۔ یا تیرے اوپر؟ آیہ مبارکہ **یوفون بالنذر و یخافون یوماً کان شرہ مستطیرا** کہ وفا کرتے ہیں وہ نذر کے تئیں، اور ڈرتے ہیں اس روز سے کہ اس کی بدی ظاہر ہے میرے اور میرے اہل بیت کے حق میں نازل ہوئی یا تیرے؟ آیا میں ہوں وہ شخص کہ بروز احد آسمان سے اس کے لئے **لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار** کی آواز سنائی دی یا تو ہے؟ آفتاب نے میرے لئے آسمان پر رجعت کی یا تیرے لئے؟ مجھ کو بروز خیبر رسول اللہ نے لوائے فتح عطا کیا تھا یا تجھ کو؟ میں نے بروز خندق عمرو بن عبدود کو قتل کر کے رسول اللہ اور مسلمانوں کے دلوں سے فکر و تردد کو دور کیا تھا یا تو نے؟ میں رسول اللہ کی طرف سے جنات کے پاس پیغام لے کر گیا اور اس کو انجام کو پہنچایا یا تو؟ میرے آبا و اجداد کو رسول اللہ نے آدم سے لے کر عبدالمطلب تک تمام کو زنا و سفاح سے پاک بتلایا یا تیرے آبا و اجداد کو؟ آنحضرت نے فاطمہ زہرا کا نکاح خدا کے علم کے موافق تیرے ساتھ کیا یا میرے ساتھ کیا؟ حسن و حسینؑ دور یحانہ رسول اللہ کا میں باپ ہوں یا کہ تو؟ کہ فرمایا ان کے حق میں **ھذان سید اشباب اھل الجنة وابوھما خیر منھما** یہ دونوں سید و سردار ہیں جو انان بہشت کے اور ان کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے۔ میرے بھائی کو خدا نے جنت میں دو پر عطا کئے کہ ان سے ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں یا تیرے بھائی کو۔ آیا میں ضامن قرض پیغمبرؐ ہوا کہ موسم حج میں اس کے ادا کی منادی کی یا تو؟ مجھ کو رسول اللہ نے گوشت طیر کے کھانے کے لئے احب خلق کہہ کر خدا سے طلب کیا یا تجھ کو؟ مجھ کو رسول اللہ نے تاویل قرآن پر جنگ کرنے اور ناکشیں و قاسطین و مارقین کے قتل کرنے کی بشارت دی یا تجھ کو؟ میں نے آنحضرتؐ کا آخری کلام سنا اور غسل و کفن کر کے دفن کیا یا تو نے؟ رسول اللہ نے علم قضا مجھ کو سکھایا اور اقتضا کم علیٰ فرمایا یا تجھ کو سکھایا؟ میرے لئے اصحاب کو حکم دیا کہ بہ لفظ امیر المومنین اس پر سلام کریں یا تیرے لئے؟ آیا پیغمبرؐ خدا سے زیادہ قربت تو رکھتا ہے یا میں؟ مجھ کو بوقت حاجت حق تعالیٰ نے دینار عنایت کئے کہ جبرئیل ناقہ بیچ گئے اور میکائیل خرید لے گئے کہ تجھ کو؟ اس وقت حضرت ابو بکرؓ رونے لگے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو رسول اللہ نے بوقت کسر اصنام کعبہ اپنے دوش مبارک پر سوار کیا اور اتنا

بلند فرمایا کہ اگر چاہتا تو اپنا ہاتھ آسمان پر پہنچا سکتا تھا یا تجھ کو؟ آیا تجھ سے رسول اللہ نے فرمایا انت صاحب لوالی فی الدنیا والاخرۃ کہ تو دنیا و آخرت میں میرا علمدار ہے یا مجھ سے؟ میرا دروازہ مسجد کی طرف کھلا رکھا جب کہ تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم پہنچایا، تیرا دروازہ آیا تو نے صدقہ دے کر رسول اللہ کے ساتھ باتیں کرنے کی عزت پائی جب کہ آیہ نجوٰی نازل ہوئی یا میں نے تا اینکه عتاب الہی میں یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی اشفقتم ان تقدمو بین یدی نجوئکم صدقات آیا تم ڈر گئے کہ اپنی رازداری کرنے سے پہلے تم کو صدقہ دینا پڑا۔ اور رسول اللہ نے بوقت ترویج فاطمہؑ میرے حق میں یہ فرمایا زوجتک اول الناس ایمانا واذ حہم یعنی اے فاطمہؑ میں نے تجھ کو اس شخص کے ساتھ ترویج کیا ہے جو ایمان لانے میں سب سے اول ہے اور اس کا اسلام تمام سے رائج تر ہے۔ یا تیرے حق میں؟ اے ابو بکرؓ تجھ کو قسم ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی کہ آیا رسول اللہ نے الحق مع علی و علی مع الحق لا یفترقان حتی یردأ علی الحوض کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے تا وقتیکہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں۔ تیرے حق میں ارشاد کیا یا میرے حق میں؟ پس حضرت شمار فضائل کرتے اور حضرت ابو بکرؓ آپ کی تصدیق کرتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ واقعی یہی امور ہیں جن سے آدمی ریاست امت کے لائق ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا اے ابو بکرؓ پھر کس چیز نے تجھ کو مغرور کیا کہ خدا اور رسولؐ کے حکم سے منہ موڑا، حالاں کہ ضروریات دین سے جن کی اہل دین کو احتیاج ہوتی ہے تو آگاہ نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ یہ سن کر زار زار روئے اور کہا اے ابوالحسن تم راست کہتے ہو، ایک آج کی رات مجھ کو مہلت دو تا کہ اس کار کے نشیب و فراز کو سوچ لوں، آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں۔ پس اپنے گھر کو گئے۔ ابو بکرؓ نے رات کو خواب میں حضرت رسولؐ خدا کو دیکھا اور سلام کیا آنحضرتؐ نے اعراض کیا، اور منہ موڑ لیا عرض کیا یا رسول اللہ میں نے کوئی نافرمانی کی ہے کہ میرے سلام کا جواب نہیں دیتے فرمایا کیوں کر تیرے سلام کا جواب دوں حالاں کہ تو نے اس شخص سے دشمنی کی ہے جسے خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہیں اے ابو بکرؓ حق کو حق داروں تک پہنچا، عرض کی حق دار کون ہیں فرمایا علیؑ ہے جس نے آج تجھ سے بعتاب خطاب کیا۔ عرض کی بہت خوب میں حسب الحکم خلافت علیؑ کے سپرد کروں گا۔ صبح ہوئی تو حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور کہا مسجد میں چل کر خواب کا حال بیان کرتا ہوں اور تقویٰ خلافت سے خلقت کو آگاہی دیتا ہوں یہ کہہ کر پریشان و سراسیمہ وہاں سے نکلے، ادھر حضرت عمرؓ بھی تک و دو میں لگے ہوئے تھے اور جب سے سنا تھا کہ خلیفہ نے علیؑ کے ساتھ خلوت میں باتیں کی ہیں گھبرائے پھرتے تھے ناگاہ حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات ہوئی حال دریافت کیا جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو کہا اے خلیفہ رسول اللہؐ تم ہرگز سحر بنی ہاشم سے دھوکہ نہ کھائیو ان کی ساحری ہمیشہ سے معلوم و

مشہور ہے پس ایسی ہی باتیں کرتے رہے تاہم اس رائے سے ابو بکر کو پھیر دیا، اور جس امر میں تھے اس میں مستقل اور مستقر کر دیا۔ حضرت امیر المومنینؓ مسجد میں منتظر ابو بکر کے آنے کے تھے جب وہ اپنے وعدے پر حاضر نہ ہوئے تو قیافہ سے معلوم کر کے اس جگہ سے اٹھ کر روضہ رسول اللہؐ پر جا بیٹھے۔ اتنے میں حضرت عمر داخل مسجد ہوئے اور حضرت کو دیکھ کر کہنے لگے یا علیؓ دون ماتروم حوط القتاد اے علیؓ جو بات تم چاہتے ہو وہ ممکن نہیں، پس حضرت نے اپنے گھر کی طرف مراجعت کی۔ کامل بہائی میں ہے کہ اس کے بعد جب ابو بکر علیؓ علیہ السلام سے ملتے تو کہتے اَعْذِرْنِی مجھ کو معذور رکھو۔ عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے شمار کیا دس مرتبہ میرے سامنے انہوں نے عذر خواہی کی تھی۔ سلمان کہتے ہیں کہ ابو بکر امیر المومنین علیہ السلام سے اس طرح عذر خواہی کیا کرتے تھے **المعذرة اليك من المتقدم عليك** کہ عذر خواہی ہے تمہارے سامنے اس شخص سے جس نے تم پر تقدیم کیا ہے، ایک روز ایک مجلس میں علیؓ و عباسؓ سے کہا کہ مجھ کو معذور رکھنا کیوں کہ میں نے اپنے آپ تم پر تقدیم نہیں کیا، مگر لوگ غالب آئے ہمارے اوپر اس امر میں۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ بروز سقیفہ مغیرہ بن شعبہ میرے باپ کے پاس آ کر عذر معذرت کرنے لگا انہوں نے کہا خدا معذور نہ رکھے اس کو جو تیرے تین معذور جانے۔ دور ہو میرے پاس سے لعنت خدا ہو تجھ پر۔ ابو عبیدہ جراح امیر المومنینؓ سے ملا تو آپ نے فرمایا انت ایضاً تظاهرت علينا تو نے بھی ہمارے خلاف اوروں کی یاری کی۔ کہا عذر چاہتا ہوں تم سے اے علیؓ۔ حضرت نے اس کی طرف سے روئے مبارک پھیر لیا اور فرمایا اب کون سا موقع عذر خواہی کا ہے، جب کہ جو کچھ کرنا تھا کر چکے۔ زہری عام کہتا ہے۔

عَلِيٌّ لِّلْعَمْرِي كَانَ بِالنَّاسِ أَرْءَا فَا وَفِي الْعِلْمِ بِالْأَحْكَامِ أَقْضَى وَأَعْرَفَا

فَمَا عَذَرَ قَوْمَ آخِرِهِ وَقَدِمُوا عَدِيَا وَتَيْمًا وَهَوَا عَلِيٍّ وَأَشْرَفَا

یعنی قسم بخدا علیؓ لوگوں پر زیادہ مہربان تھے اور علم احکام میں اقضیٰ و اعرف تھے کوئی عذر اس قوم کا مقبول نہیں جنہوں نے ان کو مؤخر کیا اور تیم و عدی کو مقدم کیا، حالانکہ وہ حضرت ان کی نسبت اعلیٰ و اشرف تھے۔ معجزہ امیر المومنینؓ معجزات حضرت کے لاتعداد و لا تحصى ہیں اگر ہم ان کو لکھنے لگیں تو اتنی ہی ایک اور کتاب تیار ہو جائے اور وہ تمام نہ ہوں لیکن اگر کہیں شاذ و نادر سلسلہ کلام میں کوئی معجزہ آجاتا ہے تو لکھنا پڑتا ہے، از انجملہ ایک یہ ہے کہ روایت شیعہ نے اس کو بہ تواتر روایت کیا ہے، علیؓ علیہ السلام نے حضرت ابو بکر سے ملاقات کر کے کہا اے ابو بکر تم نہیں جانتے کہ رسول اللہؐ نے تم کو حکم دیا تھا کہ میرے اوپر بلفظ امیر المومنینؓ سلام کرو، اور امر کیا میری متابعت اور فرمانبرداری کا، حضرت ابو بکر اظہار شک و اشتباہ کرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا میں حضرت رسولؐ خدا کو ثالث کرتا ہوں کہا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے،

حالاں کہ وہ حضرت وفات پا چکے، ہاں اگر خواب میں حکم دیں تو میں قبول کروں امیر المومنینؑ نے خلیفہ اول کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے ساتھ ان کو مسجد قبا میں لے گئے، اور وہاں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اس وقت دیکھا کہ حضرت رسول خداؐ محراب مسجد میں تشریف رکھتے ہیں فرمایا اے ابوبکر یہ رسول خدا موجود ہیں ان سے دریافت کر لو رسول اللہؐ نے فرمایا اے ابوبکر کیا میں نے تم کو امر نہیں کیا کہ علیؑ کو بلفظ امیر المومنینؑ سلام کرو اور ان کی متابعت کرو عرض کی ہاں یا رسول اللہؐ فرمایا تو کس لئے خلافت ان کو نہیں دیتا۔ عرض کی اب دے دوں گا۔ پس حضرت ابوبکر وہاں سے اٹھے اور دل میں کچھ ارادہ نہ تھا بجز اس کے کہ امیر المومنینؑ سے بیعت کریں اور محزون و غمگین تھے، راستہ میں ابن الخطاب سے ملاقات ہوئی انہوں نے حال دریافت کیا تو کہا میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا ہے آنحضرتؐ نے مجھ کو کہا کہ خلافت علیؑ کو دے دو حضرت عمرؓ نے کہا تجھ کو سحر بنی ہاشم کا حال معلوم نہیں یہ محض ان کی ساری ہے۔ بروایتیہ کہا اے ابوبکر فراموش کیا تو نے کہ ہم سب ایک روز ساتھ تھے انہوں نے دو درختوں کی طرف اشارہ کیا کہ باہم مل جائیں اور خود ان کے نیچے جا کر رفع حاجت کیا پھر ایک طرف اشارہ کیا جدا ہو کر جہاں جہاں سے آئے تھے چلے گئے حضرت ابوبکر نے کہا ہاں مجھ کو یہ یاد ہے اور جب میں ان کے ساتھ فار میں تھا تو میں نے دیکھا کہ جالامکزی کا ہمارے اندر جانے سے ٹوٹ گیا تو انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر پھیرا پھر ویسا ہی ہو گیا جیسا کہ تھا اور مجھ سے کہا اگر تو چاہے تو تجھ کو جعفر اور اس کے اصحاب کو دریاے حبشہ میں کشتی کے اندر بیٹھے اور تیرتے ہوئے دکھا دوں پس میرے منہ پر ہاتھ پھیرا میں نے ان کی کشتی کو دریا میں تیرتے دیکھا میں نے اسی روز جان لیا تھا کہ یہ جادوگر ہیں یہ کہہ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

ذکر نزاع امیر المومنینؑ و عباسؓ بن عبدالمطلب در میراث پیغمبر خدا ﷺ کتاب احتجاج میں ابورافع سے منقول ہے کہ اس نے کہا میں ابوبکر کے پاس بیٹھا تھا کہ امیر المومنینؑ اور عباسؓ بن عبدالمطلب وہاں آئے۔ حالاں کہ ان کے درمیان میراث پیغمبرؐ میں نزاع و تکرار تھی۔ ابوبکر نے دور سے ان کو دیکھ کر کہا یسکفیکم القصیر الطویل کہ کفایت کرتے ہیں تم کو کوتاہ قد و دراز قامت، کوتاہ قد سے اس کی مراد امیر المومنینؑ تھے اور دراز قامت سے عباسؓ۔ نزدیک آئے تو عباسؓ نے کہا میں پیغمبرؐ کا چچا اور ان کا وارث ہوں یہ علیؑ ان کا ترکہ مجھ کو نہیں دیتے اور تکرار کرتے ہیں ابوبکر نے کہا کہاں تھے اس روز تم اے عباسؓ، جب کہ پیغمبرؐ خدا نے تمام اولاد عبدالمطلب کو جمع کر کے کہا ایک کم لو از رنی یکون وصی و خلیفتی فی اہلی ینجز و عدتی و یقضی دینی کہ کون ہے تم سے ایسا کہ آج میری اعانت و امداد کرے اور کل میرا وصی و خلیفہ ہو میرے اہل بیت پر اور میرے وعدوں کو وفا کرے اور میرے قرضوں کو ادا کرے اس وقت سوائے علیؑ کے کسی نے اس کو قبول نہ کیا پس

حضرت نے علیؑ کو فرمایا کہ تو ہی میرا وصی و خلیفہ ہے عباس نے کہا تو جانتا ہے پھر کس لئے آنحضرت پر اپنے تئیں ترجیح دیتا ہے اور کیوں ان کو خلافت نہیں دے دیتا۔ ابوبکر نے کہا اے بنی عبدالمطلب تمہارے درمیان کوئی نزاع و تکرار نہیں تم اسی امر کے اظہار کے لئے میرے پاس آئے تھے۔ مولف کہتا ہے کہ ظاہر یہ حضرات اتمام حجت ہی کے لئے گئے تھے ورنہ عباسؑ امیر المومنین کے ساتھ نزاع کرنے والے نہ تھے اور جو اشیا خاص حضرت رسول خدا ﷺ نے ان کے حضور میں حضرت امیر المومنین کو بخشی تھیں ان کا مطالبہ ان سے بعید تھا اور یہ ویسی ہی صورت ہے جیسے کہ محمد حنفیہؒ نے اظہار امامت امام زین العابدینؑ کے لئے آنحضرت سے امامت پر نزاع کی اور شہادت حجر اسود پر اس سے دست بردار ہوئے تاکہ خلقت کو معلوم ہو جائے کہ امام برحق وہ حضرت ہیں۔ مروی ہے کہ یحییٰ بن خالد برکی نے ہارون رشید کے سامنے یحییٰ بن الحکم سے سوال کیا کہ مجھ کو خبر دے کہ آیا حق کبھی دو جہت مختلف میں بھی پایا جاتا ہے، ہشام نے کہا ظاہر ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوتا جہاں ایک بات پر اختلاف ہو گا حق ایک ہی طرف ہو گا۔ یحییٰ نے کہا تو بتلا کہ علیؑ و عباسؑ میں جو پیغمبر خدا کی میراث پر نزاع ہوئی اور وہ یہ خصوصیت حضرت ابوبکر کے پاس لے گئے تو ان دونوں میں کون حق پر تھا اور کون باطل پر، ہشام کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ اگر علیؑ کو باطل پر بتلا تا ہوں تو مذہب سے خارج اور کافر بناتا ہوں اور جو عباسؑ کو مبطل کہا تو مامون رشید اس کی اولاد سے ہے بے شک مجھ کو قتل کرادے گا، پس سخت دشواری اور دقت مجھ پر واقع ہوئی کیوں کہ اس سے پہلے کبھی یہ مسئلہ مجھ پر وارد نہ ہوا تھا، کہ اس کے جواب میں اندیشہ کرنے اور سوچنے کا موقع ملتا پس سخت حیران تھا انہی تشویش و اضطراب میں یاد آیا مجھ کو قول امام جعفر صادقؑ کا کہ فرمایا تھا یا ہشام لانزال موئد ابیروح القدس مانصرتنا بلسانک اے ہشام روح القدس سے تیری تائید ہوتی رہے گی جب تک کہ تو اپنی زبان سے ہماری نصرت کرتا رہے گا۔ پس میں نے جانا کہ جواب سے محروم نہ رہوں گا۔ اور اسی وقت میرے خیال میں اس کا جواب آ گیا۔ پس میں نے یحییٰ سے کہا کہ ان دونوں یعنی علیؑ و عباسؑ سے ایک بھی ناحق پر نہ تھا اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ دو فرشتوں اور داؤد کا قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے **هَلْ اَنْتَ بِنَاءِ الْخَصْمِ اِذَا تَسَوَّرُوْا الْمَحْرَابَ**۔ آیا تجھ کو ان خصوصیت کرنے والوں کی خبر پہنچی ہے جو دیوار پھاند کر داؤد کے پاس محراب عبادت میں آئے۔ پس تیرے نزدیک ان دونوں میں سے کون خطا پر تھا کہا کوئی بھی نہ تھا وہ فرشتے صرف داؤد کو ان کی غلطی پر آگاہ کرنے کے لئے گئے تھے، ہشام نے کہا تو علیؑ و عباسؑ سے بھی کوئی خطا پر نہ تھا وہ ابوبکر کو اس کی خطا پر آگاہ کرنے کو گئے تھے، ہارون رشید کو یہ جواب پسند آیا۔ اور کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین و جناب عباسؑ نے ابوبکر و عمر دونوں سے ان کی عہد خلافت میں میراث پیغمبرؐ طلب کی ہے اور نیز یہ حضرات شیخین کو

کاذب خائن غادر آثم جانتے تھے۔ صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں ایک حدیث طولانی کے ضمن میں مذکور ہے کہ علی و عباس عمر کے پاس گئے اور حضرت عمرؓ نے بعد کلام طولانی کے ان سے کہا جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب رسول اللہ نے وفات پائی اور ابو بکر ان کے جانشین ہوئے تو تم دونوں اس کے پاس گئے اور تو نے اے عباسؓ اپنے بھتیجے کی اور علیؓ نے اپنی زوجہ کے باپ کی میراث اس سے طلب کی حضرت ابو بکرؓ نے کہا پیغمبر خدا نے فرمایا ہے **لا نـورث ماترکناہ صدقۃ** یعنی ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں صدقہ سے **فرایتماہ کاذبا غادرا خائنا اثما** یعنی حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم دونوں نے حضرت ابو بکرؓ کو کاذب، غادر، خائن اور آثم جانا واللہ یعلم **انہ صادق بارز راشد تابع للحق** حالاں کہ خدا جانتا ہے کہ وہ صادق (نیکو کار) و راشد و طابع بحق تھا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے وفات پائی اور میں خلیفہ رسول اللہ و خلیفہ ابو بکرؓ ہوا، تو تم نے مجھ کو بھی کاذب، غادر، خائن اور آثم جانا۔ اور خدا کو معلوم ہے کہ میں صادق، راشد و تابع للحق ہوں، بموجب اس حدیث کے حضرات شیخین امیر المومنینؓ و عباس کے نزدیک ان چاروں صفت ہائے مذکورہ بالا سے موصوف تھے۔ طرفہ یہ کہ کتب حدیث سنہ میں یہ چاروں صفتیں علامات نفاق کہی گئی ہیں۔ مشکوٰۃ باب الکبائر میں عبد اللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ قال رسول اللہ **اربعة من كان فيه كان منافقا خالصا من كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدنها** اذا اثمتن خان واذا حدث كذب واذا عاهد غدروا اذا خاصم فجر۔ چار خصلتیں ہیں جس میں وہ ہوں گی خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی تا وقتیکہ اس کے تئیں چھوڑ دے۔ جب امین ہوتا ہے تو خیانت کرتا ہے اور خیر دیتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور عہد کرتا ہے تو عذر و بیوفائی کرتا ہے۔ محاسمت کرتا ہے تو فسق و فجور کام میں لاتا ہے۔ پس موافق کتب اہل سنت بقول حضرت عمرؓ بشارات شاہدین عادلین علیؓ و عباسؓ جناب شیخین منافق خالص ٹھہرے۔ اسامہ بن زید و ابو قحافہ پدر حضرت ابو بکرؓ کا احتجاج ابو بکرؓ پر: امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عمر خطابؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ اسامہ کو لکھو کہ وہ یہاں جلد چلا آئے اس کا وہاں رہنا ہمارے لئے بدنامی کا باعث ہے۔ ابو بکرؓ نے اس کو لکھا۔ یہ نامہ ہے ابو بکر خلیفہ رسول اللہ کی طرف سے اسامہ پسر زید کے نام۔ بعد حمد و صلوة کے مدعا یہ ہے کہ جس وقت میرا خط تیرے پاس پہنچے۔ تجھ کو چاہئے کہ اپنے لشکر سمیت اس طرف کوچ کرے کیوں کہ مسلمانوں نے جمع ہو کر مجھ کو اپنا والی امور بنالیا ہے۔ پس تو بھی مخالفت نہ کر۔ کہ عاصی و نافرمان ہوا اور میری طرف سے تجھ کو وہ بات پیش آئے جس سے تو کراہت کرے والسلام۔ اسامہ نے اس کے جواب میں لکھا۔ یہ خط ہے اسامہ بن

زید عامل رسول اللہ کی طرف سے غزوہ شام پر۔ اما بعد تیرا خط پہنچا جس کا اول و آخر باہم متناقض ہے اول میں تو لکھتا ہے کہ میں خلیفہ رسول اللہ ہوں آخر میں کہتا ہے کہ لوگوں نے جمع ہو کر مجھ کو خلیفہ بنالیا ہے۔ تجھ کو معلوم ہو کہ میں اور میرے ساتھ جس قدر مہاجرین و مسلمین ہیں تیری ولایت پر رضا مند نہیں نہ ہم نے تجھ کو خلیفہ بنایا ہے پس نظر کر اور دیکھ اور حق کو اہل حق تک پہنچا، اور ان کے اور اس کے درمیان حائل نہ ہو، بہ تحقیق کہ جو کچھ بروز غدیر رسول اللہ نے فرمایا تو اس کو جانتا ہے، بہت عرصہ نہیں گذرا کہ اس کو بھول گیا ہو اس کے خلاف نہ کر، کہ اللہ و رسول کا نافرمان ہوگا اور اس کا جس کو تجھ پر اور تیرے صاحب پر امیر مقرر کیا ہے رسول اللہ نے، آخری وقت تک مجھ کو تمہاری امارت سے معزول نہیں فرمایا، تم دونوں نے میری نافرمانی کی اور بلا میری اجازت مدینہ میں بیٹھ رہے۔ حضرت ابو بکر یہ خط دیکھ کر بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے چاہا کہ اپنے تئیں خلافت سے خلع کریں الا حضرت عمر نے انہیں منع کیا اور کہا جو پیراہن تم کو حق تعالیٰ نے پہنایا ہے اس کو اپنے بدن سے نہ اتارو، کہ ندامت اٹھاؤ گے اسامہ کو دوبارہ لکھو اور بالخاصہ و اصرار لکھو اور فلاں فلاں اشخاص سے اس کو لکھو اور کہ جماعت مسلمین سے علیحدہ نہ رہے جو امر وہ طے کر چکے ہیں اس میں شامل ہو جائے پس حضرت ابو بکر نے اور ان کے یاران ہمد نے اسامہ کو لکھا کہ ہم اس امر میں اتفاق کر چکے ہیں تو بھی اس میں شامل ہو، اور زہار کہ تیری طرف سے کوئی فتنہ اٹھے بہ تحقیق کہ مسلمان قریب العہد بہ کفر ہیں۔ یہ خط اسامہ کو پہنچا تو مدینہ چلا آیا۔ یہاں آ کر ابو بکر پر ہجوم خلاق دیکھا، تو حضرت امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو کر کہانیاں کیا ماجرہا ہے، حضرت نے فرمایا جو کچھ کہ تو دیکھتا ہے۔ اسامہ نے کہا آیا آپ نے بیعت کر لی ہے فرمایا ہاں کہا بطوع و رغبت کے ہے یا بکراہت، فرمایا بکراہت۔ پس اسامہ حضرت ابو بکر کے پاس گیا اور یہ لفظ خلیفۃ المسلمین اس پر سلام کیا ابو بکر نے بجواب کہا وعلیک السلام ایہا الامیر۔ بروایت دیگر اسامہ مدینہ میں آیا تو کہا اے ابو بکر تجھ کو یاد نہیں کہ رسول اللہ نے ہم کو امر کیا تھا کہ علیؑ کو بلفظ امیر المؤمنین سلام کریں، پس تو نے کہا کہ آیا یہ حکم خدا اور رسول کا ہے، فرمایا ہاں، پھر عمر نے بھی پوچھا کہ یہ حکم خدا اور رسول کا ہے فرمایا ہاں پھر جملہ اشخاص نے اس طرح پر آنحضرت کو سلام کیا، میں سب سے کم سن تھا، میں نے سب سے پیچھے اٹھ کر سلام کیا۔ ابو بکر نے کہا کہ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ نبوت و خلافت ایک جگہ جمع ہوں۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ شیخین مدۃ العمر اسامہ کے کنوئڈے رہے اس کو امیر کہتے اور بہت توضیح و تکریم کرتے اور مال و منال سے بھی بہت کچھ اس کے ساتھ سلوک کرتے تھے نتیجتاً وہ بھی انہی کا دم بھرتا تھا، حتیٰ کہ حضرت امیرؓ کے ساتھ ان کے عہد خلافت میں لڑائیوں میں بھی شریک نہیں ہوا، اور یہ عذر کیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی مسلمان پر تلوار نہ اٹھاؤں گا۔ لیکن علما رجال نے نقل کیا ہے کہ حضرت امیرؓ نے اس کو اس قسم میں معذور رکھا، اور اپنے عامل والی مدینہ کو لکھا کہ اس کا

حصہ عطا یا میں بدستور جاری رکھے، الاسعد وقاص و عبداللہ عمر کہ ان کے لئے ممانعت فرمائی۔ اور امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ اسامہ نے آخر میں حق کی طرف رجوع کیا پس اس کے حق میں بجز نیکی کے کچھ نہ کہو۔ مگر علامہ حلی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں بنا برآں وہ اسامہ کی روایت کے قبول کرنے میں توقف اولیٰ جانہتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کی خبر وفات مکہ میں پہنچی تو شہر لرز گیا۔ ابوقافہ پدر ابوبکرؓ بنا پینا تھے اس اضطراب کا سبب دریافت کرنے لگے کسی نے کہا کہ حضرت رسولؐ خدا نے وفات پائی کہا ان کا جانشین کون ہوا کہا تمہارے صاحب زادے ابوبکر، ابوقافہ نے کہا کیا بنی عبدالمطلب اور بنی مغیرہ نے اس کو قبول کر لیا کہا ہاں ابوقافہ نے کہا لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَى اللَّهُ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعَ اللَّهُ جو چیز خدا عطا کرے اس کا کوئی منع کرنے والا نہیں اور جس کو وہ منع کرے اس کا کوئی عطا کرنے والا نہیں۔ عجیب بات ہے کہ وہ نبوت پر تو نزاع کرتے تھے اور خلافت کو بے چون و چرا تسلیم کر لیا۔ یعنی نبوت حقہ میں تکرار تھا اور خلافت باطلہ کو مان لیا ان ھذا الشیء یراد یہ ایک شے ہے جس میں بدی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ نے وفات پائی اور ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت ہوئی تو بڑے میاں طائف میں تشریف رکھتے تھے وہاں ان کو خلافت پناہ کا خط پہنچا لکھا تھا کہ یہ خط ہے ابوبکر خلیفہ رسول اللہؐ کی طرف سے ابوقافہ کے نام بعد حمد و صلوة کے بہ تحقیق کہ لوگ مجھ پر جمع ہوئے اور میں آج خلیفہ خدا ہوں اگر تم بھی ہمارے پاس چلے آؤ تو تمہارے لئے بہتر ہو۔ ابوقافہ نے خط کو پڑھا تو قاصد سے پوچھا کہ علیؑ کو کیوں خلیفہ نہ بنایا کہا اس لئے کہ وہ سن میں کم تھے اور نیز ان کے ہاتھ سے قریش اور غیر قریش کے بہت سے خون ہوئے تھے۔ ابوبکر ان سے عمر میں بڑے ہیں۔ ابوقافہ نے کہا اگر اس کا استحقاق، عمر ہی کی زیادتی پر ہے تو میں ابوبکر سے بڑا ہوں۔ مجھ کو خلافت ہونی چاہئے بہ تحقیق کہ علیؑ کے ساتھ ظلم اور نا انصافی ہوئی اور ناحق اس کا حق چھین لیا گیا۔ رسول خداؐ نے ان کے لئے بیعت لی تھی اور ہم سب نے ان سے بیعت کی تھی، پھر ابوبکر کو خط لکھا کہ یہ خط ابوقافہ کی طرف سے ہے ابوبکر کے نام۔ اما بعد تیرا خط پہنچا میرے نزدیک وہ ایک احمق آدمی کا خط ہے کیوں کہ اس کے مضامین با یک دگر متناقض ہیں کبھی تو کہتا ہے کہ میں خلیفہ خدا ہوں، گا ہے اپنے تئیں خلیفہ رسول اللہؐ بتلاتا ہے، کبھی کہتا ہے کہ لوگوں نے رضامند ہو کر مجھ کو خلیفہ بنایا، پس یہ امر مشتبہ ہے زہار تو ایسے امر میں داخل نہ ہو جس سے باہر آنا تیرے لئے دشوار ہو اور انجام ندامت و ملامت بوقت حساب و بروز قیامت ہو، تو خود جانتا ہے کہ کون اس کا رکے لئے مجھ سے زیادہ اولیٰ ہے پس خدا کو حاضر جان گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے، اور حق کو صاحب حق سے باز نہ رکھ کیوں کہ آج اس کا ترک کرنا تیرے لئے آسان اور زیادہ سلامتی کا باعث ہے۔ ذکر قضیہ فذک: فذک بفتح حرف اول و ثانی ایک قریہ کا نام ہے کہ مدینہ سے دو منزل اور خیبر سے قریب

ایک منزل کے ہے، بیشتر یہودیوں کے قبضہ میں تھا سن ۷ ہجری میں جب کہ قلعہ ہائے خیبر امیر المومنین کے ہاتھ پر فتح ہوئے تو وہاں کے باشندوں نے خائف ہو کر حضرت رسول خدا سے صلح کی درخواست کی۔ حبیب السیر وغیرہ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے علی علیہ السلام کو بھیجا اور مصالحت آنحضرت کے ہاتھ پر واقع ہوا اس طریق سے کہ علی ان کے خون سے درگزر کریں اور حواٹک (باغباغ دیوار ریت) متعلق خاص رسول اللہ ﷺ کے رہیں۔ معجم البلدان سے نقل ہوا ہے کہ یہ علاقہ بہت زرخیز ہے اور چشمہ ہائے آب رواں اس میں جاری اور درختان خرما بکثرت اور محاصل اس کے فراوان ہیں۔ اور مجلسی علیہ الرحمہ حیات القلوب میں بضمّن ایک روایت طولانی کے لکھتے ہیں کہ حضرت رسول خدا نے اہل فدک سے چوبیس ہزار دینار سالانہ پر مقاطعہ کیا کہ اس زمانہ کے حساب سے تین ہزار چھ سو تو مان سکے رائج ایران ہوتے ہیں اور یہ مال بہ تحقیق صاحب تشہید المطاعن ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار کے مساوی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعد زمانہ سرور کائنات کے اس کی آمدنی میں نمایاں ترقی ہوئی اس لئے کہ سنن داؤد (۱) چھاپہ لکھنؤ میں ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں غلات فدک کی قیمت چالیس ہزار دینار زر سرخ کو پہنچی تھی۔ جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہئے کہ فدک چوں کہ بغیر جنگ اور بلا کسی کوشش کے مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا تو بموجب آیات قرآنیہ خاص حضرت رسول خدا کا مال تھا۔ پس آیہ شریفہ **وات ذالقربیٰ حقہ نازل** ہوئی اور وہ حضرت مامور ہوئے کہ ذوی القربیٰ کو ان کا حق پہنچائیں۔ معارج النبوة میں ہے کہ جبریل امین نازل ہوئے اور کہا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے خویش و اقارب کا حق ادا کرو۔ رسول خدا نے فرمایا میرے خویش و اقارب کون ہیں اور حق ان کا کیا ہے۔ کہا رشتہ دار فاطمہ زہرا اور ان کا حق

(۱) اصل عبارت مندرجہ سنن ابوداؤد چھاپہ لکھنؤ یہ ہے قال ابوداؤد دلی عمر بن عبد العزیز الخلفاء و غلیہ (یعنی فدک) اربعون الف دینار یعنی ابوداؤد نے کہا کہ عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا تو خلافت فدک بقدر چالیس ہزار دینار کے قیمت کی تھی لیکن سنن ابوداؤد چھاپہ دہلی سے ورد مندان دین نے یہ عبارت نکال ڈالی ہے۔ کذا فی تشہید المطاعن ۱۲۰۔

(۲) عامہ اہل سنت اس قضیہ کے گٹانے اور ہلکا کرنے کو فدک جیسی بڑی جائیداد کو ادنیٰ شے بتاتے اور کہا کرتے ہیں کہ شیعوں نے ذرا سی بات پر طومار باندھ رکھا ہے اور اتنا نہیں جانتے کہ اگر موافق ان کے قول کے تسلیم بھی کر لیں کہ وہ تھوڑی سی مالیت کی چیز تھی تو اس سے جو طعن کہ خلفا پر ہے کچھ ہلکا نہیں ہوتا بلکہ اور سخت ہو جاتا ہے کہ انہوں نے ایسی ناچیز شے کو بضعہ رسولؐ سے دریغ رکھا اور اس پر ان کو غضب ناک کیا چنانچہ حقیر خود ایک مرتبہ عظیم اہل سنت سے ایک کی مجلس میں حاضر تھا کہ کچھ اسی قسم کا ذکر آیا ایک شخص نے حاضرین سے کہ مجھ سے واقف نہ تھا کہا اہی فدک وک تھا ہی کیا فقط خرے کے چند بیڑ تھے یہ تو رافضیوں نے بات کا بٹکڑ بنا رکھا ہے اس پر صاحب خانہ کہ شائستہ و مہذب شخص تھے بولے تم کو ایسا نہیں کہنا چاہئے اس سے تو غلیفہ اول پر اور بھی الزام آتا ہے کہ انہوں نے ایسی ذرا سی شے پر رسول اللہ کی بیٹی کو ناخوش کیا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

حوالہ فذک ہیں ان کے حوالے کرو اور جو کچھ حصہ خدا اور رسولؐ اُس میں ہے وہ بھی ان کو دو، پس آنحضرتؐ نے جناب سیدہ کو بلایا اور فذک ان کو عنایت کیا۔ اور ایک وثیقہ اس باب میں لکھ دیا کہ وہ آنحضرت کے پاس تھا۔ اتنی غرض بموجب اس وثیقہ کے فذک جناب فاطمہؑ کے قبض و تصرف میں تھا۔ حتیٰ کہ جناب رسالت پناہ نے وفات پائی اور خلافت حضرت ابوبکر کے قبضہ میں آئی، اس وقت عمر خطاب نے ان سے کہا کہ فذک فاطمہ کے پاس نہیں رہنا چاہئے کیوں کہ یہ بڑی آمدنی کی چیز ہے اگر ان کے پاس رہا تو لوگ بدستور ان کے گرد جمع رہیں گے بہ تحقیق کہ اہل دنیا زر و مال چاہتے ہیں اور روپیہ طلب کرتے ہیں وہاں حاجت روائی دیکھیں گے تو بس وہیں کے ہو رہیں گے اس سے ممکن ہے کہ تیری خلافت میں خلل آئے پس فذک ان سے لے لے اور اموالِ فاطمہ کو ان پر بند کر، ابوبکر نے اس کو پسند کیا۔ اور دوسرا بھیج دیئے کہ انہوں نے جا کر وکیل جناب سیدہ کو نکال دیا۔ جناب معصومہؑ حضرت ابوبکر سے فریاد خواہ ہوئیں اور وثیقہ رسولؐ اللہ ان کو دکھلایا، عمر بھی موجود تھے دونوں نے اس مطہرہ کی تصدیق سے اعراض کیا اور اس وثیقہ پر بھی لحاظ نہ فرمایا بلکہ حضرت عمرؓ نے دیکھنے کے حیلے سے اس کو فاطمہ سے لے کر چاک کر دیا، اور خلافِ قانونِ شرع ان سے گواہ طلب کئے حضرت فاطمہؑ ام ایمن اور حضرت علیؑ کو بروایت ان کو معہ حسنین کے شہادت کے لئے لے گئیں، ان بزرگواروں نے گواہی دی کہ فی الواقع رسولؐ خدا نے فذک فاطمہؑ کو بخشا ہے مگر انہوں نے شہادتِ حسنینؑ بوجہ صغیر سنی اور باقیوں کی۔ اس لئے کہ نصابِ گواہان پوری نہیں، ردی اور کہا ایک مرد یا ایک عورت اور ہونی چاہئے۔ شرح موافق میں ہے۔ **أَمَّا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ فَلِلْفِرْعَوِيَّةِ لَانْ شَهَادَةَ الْوَلَدِ لَا بَقَبْلَ لِأَحَدٍ وَالِدِيهِ وَاجِدَاهُ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَإِيضًا هُمَا كَانِ صَغِيرَيْنِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتُ أَمَّا عَلِيٌُّّ وَامُ الْيَمَنِ فَلِقُصُورِ هُمَا عَنِ نِعَابِ الْبَيْتِ وَهُوَ رَجُلَانِ أَوْ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ۔** یعنی لیکن شہادتِ حسنینؑ علیہما السلام کی پس بسببِ فرعیّت کے ردی، اس لئے کہ گواہی بیٹے کی کسی ایک کے لئے والدین و اجداد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز نہیں اور ام ایمن کی، پس اس سبب سے کہ نصابِ گواہان سے کم تھی۔ کیوں کہ دو مرد ہونے چاہئے یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ بروایتِ امیر المومنینؑ و ام ایمن و اسماء بنت عمیس نے ادا شہادت کر کے نصابِ شہادت کو تمام کیا، بنا بریں حضرت ابوبکرؓ نے چاہا کہ فذک کو واکزار کر دیں۔ اور اس باب میں ایک وثیقہ لکھ دیں مگر خلیفہ ثانی اس سے مانع آئے اور کہا کہ فاطمہؑ ایک عورت ہے اور علیؑ اس کا شوہر اس نے اپنے فائدہ کے لئے (العیاذ باللہ) گواہی دی اور دو عورتوں کی گواہی از روئے شرع کافی نہیں۔ جناب ابوبکرؓ نے اس کو قبول کر لیا اور یہی جواب فاطمہؑ کو دے دیا۔ پس اُن حضرت نے قسم یاد کی، کہ اسماء بنت عمیس و ام ایمن اہل جنت

سے ہیں۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا، اور باوجود اس کے حق فاطمہؑ نہ دیا پس وہ حضرت آزرہ ہوئیں اور قسم کھائی کہ ان دونوں کی شکایت حضرت رسولؐ خدا سے کروں گی اور بیمار ہوئیں تو حضرت امیر المومنینؑ کو وصیت کی کہ آپ کو پوشیدہ دفن کریں، تاکہ حضرات شیخین آپ کے جنازے پر نہ آنے پائیں یہ روایت صاحب تاریخ آل عباس کی ہے۔ پس اب ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ آیا ہو سکتا ہے کہ قرۃ العین باوجود ان فضائلِ عالیہ و مناقبِ سامیہ کے کہ حق تعالیٰ نے قرآن میں ان کی عصمت و طہارت کی خبر دی چنانچہ آیہ تطہیر نازل ہوئی اور رسولؐ خدا نے ان کو اپنا پارہٴ تن و سیدہٴ نساء اہل البیت اور ان کی ایذا و آزار کو اپنا ایذا و آزار قرار دیا دعویٰ ناحق پیش کریں اور دوسروں کا حق بظلم لینا چاہیں اور امیر المومنینؑ نفس رسولؐ رب العالمینؑ زہد و تقویٰ و جود و سخا و ترک لذات دنیا و اختیارِ رضا کے خدا کہ جملہ مسلمانان میں یہ صفتیں اس جناب کے لئے مسلم الثبوت و متفق علیہ ہیں ان کو اس مطالبہٴ ناروا سے مانع نہ آئیں اور اس پر بھی بس نہ کر کے خود بھی ان کی حمایت کریں اور گواہی بدروغ اپنے فائدے کے لئے دیں۔ نعوذ باللہ منہا، دیگر تعصب و ہٹ دھرمی کا کچھ علاج نہیں اول حضرت فاطمہؑ کا یہ کہنا کہ حضرت رسولؐ خدا نے مجھ کو فک عطا کیا کیا کم تھا کہ حاجت گواہوں کی ہوئی کیا ممکن تھا کہ وہ معصومہٴ مال دنیا کے لئے مرتکب کذب و صریح کی ہوتیں اور معاذ اللہ پیغمبرؐ خدا پر تہمت لگائیں۔ سبحان اللہ بضعتہ رسولؐ و صدیقہٴ رسولؐ دعویٰ کریں کہ یہ شے مجھ کو آنحضرتؐ نے ہمہ کی ہے اور جناب ابوبکرؓ اس کے جواب میں فرمائیں لا صدق قولک یا لا اعر ف صدق قولک کہ میں تیرے قول کی تصدیق نہیں کرتا یا تیری صداقت مجھ کو معلوم نہیں علی الاختلاف الروایات جیسا کہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے اور پھر صدیق کہلائیں بقول شاعر۔

جھوٹا کہیں بتولؑ کے دعوے کو جو بھلا

صدیق ہم کہیں اسے کیوں کر ہو یہ روا

تعب ہے کہ حضرات اہل سنت ادنیٰ صحابی کے ساتھ ایسا معاملہ روا نہیں رکھتے اور باعتبار جمیع صحابہ ان کے تمام دعوؤں کو، گو وہ انہی کے فائدے پر مبنی ہوں واجب القبول جانتے ہیں، اور مطلق چون و چرا سے لب کشا نہیں ہوتے۔ خود حضرت ابوبکرؓ نے ایسے دعوؤں کو بلا حجت قبول کیا اور جو انہوں نے مانگا بے دریغ دیا ہے۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مالِ بحرین آئے گا تو تجھ کو اتنا اور اتنا (تین مرتبہ ہاتھوں سے اشارہ کر کے) دیں گے۔ بعد وفات آنحضرتؐ کے جب مالِ بحرین آیا تو جناب ابوبکرؓ نے کہا جس کو رسولؐ خدا پر کچھ قرض ہو یا جس کے ساتھ آنحضرتؐ کا کوئی وعدہ ہو ہمارے پاس آئے

پس میں گیا اور حال بیان کیا۔ جناب ابوبکر نے کہا اسی طرح ہاتھ بھر کر روپیہ اٹھالے میں نے دونوں ہاتھوں سے روپیہ اٹھالیا شمار کیا تو پانچ سو درہم تھا پس سہ گونہ اس کا یعنی ایک ہزار پانچ سو درہم مجھ کو دلوادینے، تمام ہوئی روایت بخاری کی۔ ابن حجر فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں کہتا ہے فیہ قبول الخبر الواحد العدل من الصحابة ولو جرد ذلك نفعا لنفسه لان ابابکر لم یلتمس من جابر شاهد اعلیٰ صحته دعوه کہ اس میں ہے قبول کر لینا ایک مرد عادل صحابی کی خبر کا اگرچہ وہ اس کی ذاتی فائدہ تک پہنچے اس لئے کہ ابوبکر نے جابر سے اس کے دعویٰ کی صحت پر گواہ طلب نہیں کیا اور عینی شارح بخاری عبارت مندرجہ بالا کو بعض شرح بخاری سے نقل کر کے کہتا ہے قلت انما لم یلتمس شاهد منه لانه عدل بالكتاب و السنة اما الكتاب فقولہ تع کنتم خير امة و كذلك جعلنا کم امة وسطا فمثل جابر ان لم یکن من خیر امة فمن یكون واما السنة فقولہ من کذب علی متعمدا فلیتنبؤ امقعدة من النار ولا یظن كذلك بمسلم فصلا عن صحابی (ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ جناب ابوبکر نے جابر سے گواہ طلب نہ کیا، اس لئے کہ وہ (جابر) عادل تھا از روئے کتاب خدا و سنت رسول خدا کے، پس قول خداے تعالیٰ کا کنتم خیر امة، کہ ہو تم خیر امت، اور ایسا ہی قول حق سبحانہ تعالیٰ کا جعلناکم امة و وسطا گردانا ہم نے ان کو امت اوسط و درمیانہ، پس اگر جابر سا شخص خیر امت نہ ہوگا تو اور کون ہوگا اور حدیث پیغمبرؐ ہے کہ جو کوئی دیدہ و دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھے چاہے کہ وہ اپنی جگہ آتش جہنم میں مہیا کرے، پس پیغمبرؐ پر دروغ باندھنا عام مسلمان کی نسبت بھی گمان نہیں کیا جاسکتا۔ چہ جائیکہ ایک صحابی کی نسبت۔ افسوس کہ ادنیٰ صحابی پر کذب تجویز نہیں کرتے اور ان کے دعویٰ کو، گو وہ انہی کے فائدوں پر مبنی ہوں۔ بدلیل و قرآن و حدیث واجب القبول و مسلم جانتے ہیں اور بیت رسول اللہ پر آنحضرتؐ کی نسبت جھوٹی تہمت لگانا حلال و مباح جانتے ہیں کہ ان کے دعوے کو واجب القبول کیا جائز القول بھی نہیں گردانتے۔ اگر ان صاحبوں کے نزدیک حضرت فاطمہؑ کوئی مزید شرف و فضیلت کہ ان کے قول کی تصدیق کا موجب ہو، نہ رکھتی تھیں تو کیا شرف صحبت آنحضرتؐ کا بھی ان کو حاصل نہ تھا، اور کیا وہ صحابی بھی نہ تھیں کہ ان کا دعویٰ ہبہ نقد رک دیا گیا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ انہی حضرت عتیق ابوبکر صدیق نے ایک اور صحابی کے قول کی تصدیق کی کہ ہمارے جابر انصاری سے کمتر تھا، اور مال کثیر بلا شاہد و بینہ اس کے حوالے کیا چنانچہ کنز العمال وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ مال بحرین آیا تو ابوبکر کا منادی مدینہ میں پکارتا تھا کہ جس کو حضرت رسول خداؐ پر کوئی وعدہ ہو حاضر ہووے لوگ آتے تھے اور وہ ان

کو مال دیتے تھے حتیٰ کہ ابو بشیر مازنی حاضر ہوا اور کہا کہ رسول خدا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ہمارے پاس مال بحرین آئے تو تو آنا حضرت ابو بکر نے دو ہزار سے دو یا تین مرتبہ اس کو روپیہ دیا شمار کیا تو ایک ہزار چار سو درہم تھے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ استحکام خلافت میں حضرت خلیفہ صاحب نے مال بحرین سے بہت کام نکالا اور وعدہ ہائے رسول خدا کے حیلے سے جو دو سخا و تالیفِ قلوب کا بازار گرم تھا جو کوئی کچھ چاہتا تھا لے جاتا تھا یہ لکھ لوٹ تھی مگر محروم تھے تو اہل بیت نبیؐ کیا صدیقہ کبریٰ خلیفہ اول کے نزدیک اس ابو بشیر کے برابر بھی اعتبار نہ رکھتی تھیں کہ اس کو جو کچھ مانگا بلا حجت دے دیا اور اس معصومہ سے گواہ طلب کئے حقیقت یہ ہے کہ صدق و راستی معصومہ پاک دختر صاحب لولاک کی ایسی نہ تھی کہ ابو بکر پر کیا کسی فرد بشر پر بھی مخفی ہو۔ یہ صرف دشمنی آلِ عبا و اہل بیت رسول خدا جو دلوں میں راسخ تھی اُن حضرات سے یہ سب کچھ کرائی تھی اور نیز غضبِ فدک کا سبب یہ بھی ہے کہ چاہتے تھے کہ ان کا ہاتھ مال دنیا سے خالی رہے تاکہ کوئی اہل طمع مال دولت ان کے پاس پھٹکنے نہ پائے یعنی باوجود فضیلتِ قربت و نص خدا و رسول کے اگر کچھ مال بھی ان کے پاس ہوتا تو ممکن تھا کہ بعض طبعیں ان کی طرف مائل ہوتیں، اور خلافت میں خلل پڑتا، جیسا کہ پیشتر گذرا پس دیدہ دانستہ تصدیقِ بہہ سے انکار کیا گیا۔ اور ابن ابی الحدید معتزلی نے اس کا سبب اور ہی نقل کیا ہے وہ شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ میں نے علی بن فاروقی شافعی مدرس مدرسہ عربیہ بغداد سے سوال کیا کہ فاطمہؑ راست گو تھیں یا نہیں کہا البتہ صادقہ تھیں میں نے کہا پھر ابو بکر نے ان کو فدک کس لئے نہ دیا جب کہ وہ جانتا تھا وہ جھوٹ نہیں کہتیں یہ سن کر وہ فاضل مسکرایا اور ایک کلام لطیف و مستحسن اس کے جواب میں کہا حالاں کہ صاحب ناموس و متدین شخص تھا اور مزاج و تمسخر اس کے مزاج میں کمتر تھا وہ کلام لطیف یہ ہے۔ **لِوَاعِظَا هَا الْيَوْمَ فِدْكَ بِمَجْرَدِ دَعْوَاهَا لِحِجَا تِ** **اَلِيْهَ غَدَا وَاَدْعُتْ لَزَوْجِهَا الْخِلَافَةَ وَزَحْزَحْتَهُ عَنِ مَقَامِهِ وَلَمْ يُمْكِنْهُ اِلَّا عِتْدَابُ** **الْمَدَافِعَةِ بِشَيْءٍ لَّانْهَ يَكُوْنُ قَدْ اَسْبَحَلَ عَلٰى نَفْسِهِ بَانَهَا صَادِقَةٌ فَيَمَا تَدْعٰى كَاثِنَا** **مَا كَانَ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ اِلٰى بَيِّنَةٍ وَشَهْوٍ** یعنی اگر ابو بکر آج ان کے دعوے کی تصدیق کر کے فدک ان کے حوالے کر دیتا تو کل فاطمہؑ آتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعویٰ کرتیں اور اس کو خلافت سے معزول کراتیں تو وہ پھر کیا عذر پیش کرتا اور کس دلیل سے ان کے دعوے کو رد کرتا اس لئے کہ جب کہ فدک کے بارے میں ان کا دعویٰ بغیر گواہوں کے قبول کر لیا ہوتا تو ان کے تمام دعوے بلا گواہ قبول کرنے پڑتے اور سب جگہ ان کی صداقت کا قائل ہونا پڑتا۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ کلام حق و صحیح ہے ہر چند کہ مقامِ مزاج و خوش طبعی میں کہا گیا ہے۔ دوسرے جناب ابو بکر کا اس مقام پر گواہ طلب کرنا خلافِ قاعدہ شرع ناروا تھا، اس لئے کہ حضرت فاطمہؑ فدک پر رسول اللہ کے زمانہ

سے قابض و متصرف چلی آتی تھیں والقبض دلیل الملک، قبضہ ملکیت کی دلیل ہے اور اس حدیث پیغمبرؐ کے موافق کہ

اليمنه على المدعي واليمين على من انكر یعنی گواہ لانا مدعی کا کام ہے اور منکر پر قسم ہے گواہ

ابوبکرؓ کو لانے چاہئیں تھے کہ وہ مدعی تھے نہ کہ حضرت فاطمہؓ سے طلب کرتے چنانچہ اسی سبب سے بعض روایات شیعہ میں

وارد ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے خلیفہ اولؓ پر احتجاج کیا کہ اے ابوبکرؓ تو چاہتا ہے کہ ہمارے مقدمہ میں تمام مسلمانوں

کے برخلاف حکم کرے، کہا نہیں فرمایا۔ پس اگر کسی کے ہاتھ میں کوئی شے ہو کہ وہ اس پر قابض و متصرف ہو اور میں آؤں

اور اس شے کا دعویٰ تیرے آگے پیش کروں تو گواہ کس سے طلب کرے گا، کہا تم سے فرمایا تو فدک کے بارے میں فاطمہؓ

سے کیوں گواہ طلب کئے حالاں کہ وہ رسول اللہؐ کی زندگی سے اس پر قابض و متصرف چلی آتی تھیں پس گواہ مسلمانوں

سے کہ اس کے دعویدار تھے طلب کرنے چاہئیں تھے جناب ابوبکرؓ یہ سن کر خاموش ہو گئے مگر عمرؓ نے کہا یا علیؓ ان باتوں کو

جانے دو کہ ہم تمہاری جستجو کی طاقت نہیں رکھتے اگر گواہان عادل لاؤ گے تو فدک تمہیں ملے گا ورنہ تمہارا اور فاطمہؓ کا

اس میں کوئی حق نہیں۔ تیسرے ایک گواہ پر حکم کرنا موافق مذاہب اہل سنت کے جائز روا ہے، اور بہت سی احادیث و

روایات ان کی اس پر دلالت کرتی ہیں بلکہ خود خلیفہ اولؓ کا اس پر عمل درآمد رہا ہے چنانچہ کثر العمال میں مذکور ہے **عن**

جعفر بن محمد عن ابيه عن علي بن ابي طالب ان رسول الله وابابكر

وعمر و عثمان كانوا يقضون بشهادة الواحد اليمين یعنی امام جعفر صادقؑ نے

حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول خداؐ و ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ایک شہادت پر معہ قسم کے قضیے فیصل

کرتے تھے اور تینوں شرح توضیح میں ہے۔ **عن علي ان النبي قضى بشهادة شاهد ويمين**

صاحب الحق وروى عنه ابن النبي وابابكر و عمرو عثمان كانوا يقضون

بشهادة الواحد واليمين۔ یعنی علیؓ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے ایک شاہد کی شہادت

دینے اور صاحب حق کی قسم کھانے پر فیصلہ فرمایا اور نیز آنحضرتؐ سے روایت کی گئی ہے کہ پیغمبر خداؐ و ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ

ایک گواہ اور قسم پر قضیے فیصلہ فرماتے تھے۔ پس اگر حضرت ابوبکرؓ مقدمہ فدک میں بھی شہادت امیر المومنینؑ و قسم جناب

سیدہؓ پر فیصلہ فرماتے تو کیا قباحت اس میں تھی۔ بلکہ کتب اہل سنت سے ظاہر ہے کہ ان کے ہاں شہادت واحد پر بدون

قسم کے بھی حکم کرنا جائز ہے صحیح بخاری میں ہے **ان بنی صہیب مولی ابن جعدان**

ادعوا یتین وحجرة ان رسول الله اعطى ذالك صهيبا فقال مروان من

يشهد لكما على ذالك قالوا ابن عمر فدعاه فشهد لا عطى رسول الله

صہیبا بیتین وحجرۃ فقصہ مروان بشہادتہ لہم یعنی پسران صہیب مولائی ابن جذعان نے دو مکان اور ایک حجرے کا دعویٰ کیا کہ رسول اللہ نے صہیب کو عطا کئے تھے مروان نے کہا کون گواہ ہے تمہارا اس پر انہوں نے کہا عبد اللہ بن عمر مروان نے ابن عمر کو بلایا اس نے شہادت دی کہ البتہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صہیب کو دو مکان اور ایک حجرہ عطا کیا تھا۔ پس مروان نے اس شہادت پر فیصلہ بحق پسران صہیب کر دیا۔ اس روایت سے کہ اصح الکتاب بعد کتاب الباری کی ہے ظاہر ہے کہ مروان قاضی منصوب کردہ معاویہ ابن ابوسفیان نے صرف ایک ابن عمر کی گواہی پر پسران صہیب کی ڈگری کر دی۔ نہ اس پر صحابہ سے کسی نے اعتراض کیا نہ امیر معاویہ نے کہ باعقاد حضرات سنیہ خلیفہ برحق تھا پس اگر ابو بکر بھی بشہادت امیر المؤمنین ذک کو اگذار کر دیتے تو کب خلاف شرع تھا بلکہ یہاں تو ام ایمن مرہیہ رسول خدا و دوسرے دار جوانان بہشت آنحضرت کے ساتھ تھے۔ کیا ان سب بزرگوں کی گواہی عبد اللہ بن عمر کی گواہی کے برابر بھی نہ تھی۔ ذرا انصاف کرنا چاہئے اور یوں بالمرہ حق سے نہیں گزرنا چاہئے ذرا فضائل امیر المؤمنین اپنی ہی کتابوں میں ملاحظہ ہوں اور پھر اس کارروائی و شہادت کو دیکھا جائے کہ کس قدر بے جا تھی اور پھر اس کی توجیہ میں یہ کہنا کہ جز منفعہ کے لئے یہ گواہی تھی اس لئے قبول نہ ہوئی کتنی شوخ چٹخی و بے باکی ہے۔ حدیث

متفق علیہ بین الفریقین ہے الحق مع علی وعلی مع الحق یدور الحق معہ حیثما دار کہ حق علی کے ساتھ ہے اور وہ حضرت حق کے ہمراہ ہیں، گردش کرتا ہے حق جس طرف کو کہ وہ گردش کریں نیز حدیث ہے **اللہم ادر الحق حیثما دار** یعنی حضرت رسول خدا نے فرمایا خداوند گردش دے حق کو جس طرف کہ علی گردش کریں۔ شاہ ولی اللہ از اللہ الخفا میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ افعال اس جناب کے بالکل حق تھے یعنی بعینہ حق تھے، نہ یہ کہ مطابق حق ہوں اور حق ان سے علیحدہ کوئی اور شے ہو، بلکہ حق ایک امر ہے کہ افعال آنحضرت سے منعکس ہوتا تھا جیسے کہ ضو آفتاب سے منعکس ہوتی ہے، اس لئے رسول خدا نے فرمایا **اللہم ادر الحق حیثما دار** کہ حق کو ان کا تابع اور ساتھ ساتھ پھرنے والا قرار دیا، اور یہ نہ فرمایا کہ خداوند گردش دے علی کو جس طرف کہ حق گردش کرے کہ اس صورت میں وہ تابع حق ہوتے، نہ کہ متبوع، پس بموجب اس کے ابو بکر نے صریح حق سے انحراف کیا کہ گواہی اُن حضرت کی قبول نہ کی نیز حدیث صحیح ہے **علی باب حیطۃ من**

دخل فیہ کان مومنا ومن خرج منه کان کافرا کہ علی مثل باب طہ کے ہیں، کہ بنی اسرائیل میں تھا، جو اس میں داخل ہوا مومن ہے جو خارج ہوا کافر، علی سنی شرح صواعق محرقة میں اس حدیث کی شرح میں لکھتا ہے کہ جو کوئی اقتدا کرے علی علیہ السلام کی اور مہندی ہو ہدایت آنحضرت سے ان کے اقوال و افعال میں مومن

کامل الایمان ہوگا۔ پس مقدمہ فذک میں شیخین نے آنحضرت کی شہادت کو رد کیا اور ان کی ہدایت سے مہدی نہ ہوئے اور باب مدینہ علم بنی اور باب حلہ سے باہر ہو گئے تو بموجب اس حدیث کے کیا ٹھہرے اور حضرت امام حسنؑ کے بارے میں بیشتر حدیث بخاری لکھی گئی کہ حضرت رسولؐ خدا نے ایک دانہ خرما، خرما کے صدقہ سے اٹھالینے پر ان سے فرمایا **اما تعلم ان الصدقة علينا حرام** کہ تو نہیں جانتا کہ صدقہ ہم اہل بیت پر حرام ہے پھر اس کی شرح میں آنحضرتؐ کا طفلی میں لوح محفوظ کو مطالعہ کرنا بھی عسقلانی کے کلام سے گزارش ہوا۔ اب یہ عرض ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ شیر خوارگی کے زمانہ میں اما حسنؑ کو امر و نہی کر پس اور وہ حضرت اس وقت بھی لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہوں تو ان کی گواہی بوجہ صغیر سنی یا فریعت کیوں کر رد ہو سکتی ہے اور شیخ عبدالحق دہلوی حدیث مذکور کی شرح میں شرح مشکوٰۃ میں افادہ کرتے ہیں کہ ارشاد رسول اللہ **اما تعلم** الخ مشعر ہے اس کا کہ امام حسنؑ پہلے سے حرمت صدقہ اہل بیت کا علم رکھتے تھے اور یہ بعید نہیں اس لئے کہ وہ حضرت صغیر عاقل تھے۔ بہ تحقیق کہ عمل کیا ان دو بزرگ اماموں یعنی حسنؑ و حسینؑ نے احادیث رسول اللہ کو صغیر سنی میں اور وہ بوقت وفات رسول اللہ ہشت سالہ تھے۔ کیوں کہ ان کی ولادت سال دوم ہجرت میں ہے۔ علاوہ بریں ہمہ امیر المومنین علیہ السلام نص قرآن شاہد ہیں اور حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے ان کی تہا شہادت قبول کی ہے۔ چنانچہ آیہ شریفہ **افمن كان على بينة من ربه** ویتلوہ شاہد منہ من **كان على بينة** سے مراد حضرت رسالت پناہ اور شاہد منہ سے مراد علی علیہ السلام ہیں اور اس تفسیر پر فریقین کا اتفاق ہے لیکن بیان اس کا بطریق شیعہ پس ظاہر و عیاں ہے عیاں راچہ بیان۔ اور لیکن اہل سنت کے موافق پس تفسیر در منشور سیوطی میں اس آیہ شریفہ کی تفسیر میں ابن مردویہ و ابونعیم و ابو حاتم وغیرہ سے چند طریق پر روایت کیا ہے از انجملہ ایک یہ ہے کہ علیؑ ابن ابی طالب کہتے تھے کہ قریش میں کوئی ایسا نہیں جس کے باب میں کوئی حصہ قرآن کا نازل نہ ہوا ہو۔ ایک شخص نے کہا آپ کے بارہ میں کیا نازل ہوا ہے فرمایا تو نے سورہ ہود میں نہیں پڑھا **افمن كان على بينة** الخ پس **علي بينة من ربه** رسول خدا ہیں اور شاہد منہ میں ہوں پس اسی شاہد کی شہادت جسے جناب واحد عزائمہ نے قبول و منظور فرمایا ہے رد کرنا بلاشبہ مخالفت قرآن و باعث خروج از دائرہ ایمان ہے۔ القصہ جب جناب سیدہ نے یہ دیکھا کہ ہبہ فذک میں نہ میرا قول تسلیم ہوا نہ شہادت شہود پر لحاظ کیا گیا تو آپ نے ایک حجت صریح و روشن کی طرف رجوع کیا جس کے قبول میں کسی مسلمان کا پس و پیش کرنا ظاہر امن قبیل محالات معلوم ہوتا تھا اور جناب اس حساب سے بھی قریب کل ترکہ رسول خداؐ مالک ہوتی ہیں، وہ حجت دعویٰ میراث تھی موافق آیہ دانی ہدایہ **يوصيكم الله في اولادكم للذکر مثل حظ الانثیین** کہ حکم

عام وشامل جمیع مسلمانان ہے سب کی اولاد اس کے موافق اپنے والدین کی میراث پاتی ہے **روى البخارى فى صحيحه ان فاطمة بنت رسول الله سالت ابا بكره الصديق ان تقسيمها ماترك رسول الله مما افاء الله عليه** یعنی محمد بن اسمعیل بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ فاطمہ دختر رسول خدا نے ابوبکر سے سوال کیا کہ ترکہ رسول اللہ کو اموال نے سے آنحضرت کے لئے تقسیم کرے مگر خلیفہ صاحب نے میراث سے بھی ویسا ہی جواب صاف دیا جیسا کہ پیشتر بہہ سے دے چکے تھے اور فرمایا کہ پیغمبروں کے ترکے میں میراث جاری نہیں ہوتی ان کے متروکات صدقہ ہوتے ہیں چنانچہ آنحضرت نے فرمایا ہے **نحن معاشر الانبياء لانرث ولا نورث ماتركناه صدقته** کہ ہم گروہ انبیاء کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں صدقہ ہے اور حال اس حدیث **نحن معاشر الخ** کا یہ ہے کہ چوں کہ راوی حدیث یعنی خود خلیفہ صاحب ان لوگوں میں داخل ہیں جن پر صدقہ حلال ہے تو وہ اس کی روایت میں متہم ہیں کیوں کہ وہ ان کے نفع پر مبنی ہے اور نیز وہ اس کی روایت میں منفرد تھے کہ کوئی دوسرا شریک نہ رکھتے تھے حتیٰ کہ خلیفہ ثانی بھی کہ بانی مہانی خلافت ابوبکر تھے اور ہر امر میں ان کے رفیق شفیق رہتے تھے اس حدیث کی روایت میں ان کے موافق نہیں ہوئے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے **صدق المرتضى فيما قال اما عقيب وفاة**

النبي ومطالبة فاطمة الارث فلم يرو الخبر الا ابوبكر وحده وقيل انه رواه معه مالك بن اوس بن حدثان کہ راست کہا ہے سید مرتضیٰ نے اپنے اس قول میں کہ ابوبکر روایت حدیث **نحن معاشر الخ** میں منفرد تھے، اس لئے کہ بعد وفات پیغمبر خدا جب کہ فاطمہ زہرا نے میراث کا مطالبہ کیا تو اس حدیث کو سوائے ابوبکر تنہا کسی نے روایت نہیں کیا، اور کہا گیا ہے کہ اس کے ساتھ مالک بن اوس بن حدثان نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ پھر مالک بن اوس مذکور کی نقل کر کے کہتا ہے **هذا حديث غريب لان مشهور انه لم يرو حديث انتفاء الارث الا ابوبكر وحده** یہ حدیث غریب ہے اس لئے کہ مشہور یہ ہے کہ حدیث نفی میراث پیغمبروں کو سوائے ابوبکر اکیلے کسی نے روایت نہیں کیا، پس ایسی حدیث جس کی روایت میں کوئی دوسرا شخص شریک نہ ہو اور اپنے فائدہ پر شامل ہو، آیہ میراث کے مقابلے میں لانا اور اس سے میراث انبیاء کی نفی کرنا سراسر نا انصافی ہے۔ کمال تعجب ہے کہ جم غفیر صحابہ سے اس حدیث کو صرف ایک ابوبکر نے پیغمبر سے سنا اور کسی کے کان میں اس کی آواز نہ گئی، کیا یہ ہو سکتا تھا کہ وہ حضرت ام از کم اپنے رشتہ داروں کو بھی اس کی اطلاع نہ دیتے۔ ممکن تھا کہ ابوبکر کو اس کی خبر دیں اور جناب سیدہ سے کہ اقرب قرابتیں پوشیدہ رکھیں حالانکہ موجب آیہ شریفہ

وانذر عشیرتک الاقربین وہ جناب قریبی رشتہ داروں کی نصیحت پر خصوصیت کے ساتھ مامور تھے، اگر ایسا ہوتا تو ضرور تھا کہ بوقت نزول آیہ میراث عام طور سے اس کا اعلان فرمائیں کہ انبیاء اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، ان کے متروکات میں میراث جاری نہیں ہوتی اور اپنے اعزہ و اقارب کو خاص کر جناب سیدہ کو خاص طور سے اس سے آگاہ کرتے، کہ مبادا ثانی الحال وہ اس کا مطالبہ کریں جیسا کہ کیا گیا اور نیز جس طرح پر بہ تقدیر صحت اس حدیث کے جناب سیدہ کا اس کے مضمون پر مطلع نہ ہونا، معذرات سے ہے ویسا ہی یہ بھی ناممکن ہے کہ باوجود علم و اطلاع انشاء میراث انبیاء کے وہ جناب طالب میراث پیغمبر خدا ہوئیں کیوں کہ آپ معصوم و مطہر تھیں جملہ گناہانِ صغیرہ و کبیرہ سے موافق تطہیر وغیرہ کے پس اس بیان سے ظاہر ہے کہ حدیث مذکور موضوع و مقترئی ہے کہ محض بہ نظر ضررِ رسانی اہل بیت پیغمبر بنائی گئی ہے، اور نیز یہ حدیث مخالف قرآن شریف ہے۔ **قال اللہ تع حکایتہ عن ذکر یا انی خفت**

الموالی من ورائی وکانت امرأتی عاقر اقص لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من ال یعقوب واجعلہ رب رضا کہ اس میں حق تعالیٰ حضرت زکریا کے حال سے خبر دیتا ہے کہ انہوں نے عرض کی پروردگار مجھ کو اپنے بعد موالی یعنی چچا زاد بھائیوں کی طرف سے اندیشہ ہے اور میری زوجہ عقیقہ (بانجہ) ہے۔ پس عنایت کر مجھ کو اپنے فضل سے ایک ولی کہ وارث ہو میرا اور وارث ہو آل یعقوب کا اور کر اس کو اے رب میرے رضی و پسندیدہ پس حضرت زکریا نے کہ اپنے بنی اعمام کے اطوار و اوضاع سے واقف تھے اور ڈرتے تھے کہ مبادا وہ اموال و املاک پر مسلط ہو کر ان کو بدکاریوں میں تباہ و برباد نہ کر ڈالیں حق تعالیٰ سے دعا کی کہ ایک ولی وارث مجھ کو عطا کر کہ مرضی الاطلاق و پسندیدہ اطوار ہو، پس ظاہر ہے کہ یہاں وراثت سے وراثتِ مال مراد ہے نہ کہ وراثتِ علم و نبوت اس لئے کہ اول تو لفظ وراثت و میراث جہاں مذکور ہوتے ہیں ان سے ان کے حقیقی معنی میراثِ مال و متاع سمجھے جاتے ہیں جب تک کہ بدلیل قطعی کسی اور معنوں کا ارادہ نہ کیا جائے، پس **یرثنی ویرث من ال یعقوب** میں بھی وراثتِ مال مراد ہوگی نہ وراثتِ علم و نبوت۔ دوسرے اگر وراثتِ علم و نبوت مراد لیں تو قید **واجعلہ رب رضا** کہ گردان لغو اور فضول ٹھہرتی ہے، اس لئے کہ وراثتِ علم و نبوت کو خود مرضی الاطلاق و پسندیدہ خصائل ہونا ضرور ہے اس کے لئے **واجعلہ رب رضا** سے دعا مانگنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی کہے خداوند اہم پر نبی مرسل مبعوث کر اور اس کو عاقل و دانا بھی کر کہ ایسی دعا کرنے والا عقلا کے نزدیک خارج از عقلِ احق و مجنوں ہوگا، کیوں کہ جس کو حق تعالیٰ نبوت عطا کرے گا عقل و دانائی لا کلام بخشے گا اور کلام خدا لغو سے پاک ہے۔ اور نیز ظاہر ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو بنی اعمام کی طرف سے خوف تھا اور اسی خوف کی وجہ سے انہوں نے حق تعالیٰ سے وارث طلب کیا تھا پس یہ خوف ہو نہیں سکتا

کہ ان کے عالم و نبی ہو جانے سے ہو، اس لئے کہ ممکن نہیں کہ حق تعالیٰ علم و نبوت ایسے شخص کو عطا کرے جو اس کے اہل و لائق نہ ہو، بلکہ علت غائی و بعثت انبیاء کے علم و حکمت کا پھیلا نا اور اس کا تعلیم و تلقین کرنا ہے، اس سے خوف کرنا کیا معنی۔

بہ خلاف مال کے وہ نیک و بد، مومن و کافر، سب کو ملتا ہے پس بلاشبہ آنحضرتؐ کو یہی اندیشہ تھا کہ میرے لواحق، اموال کو فسق و فجور میں ضائع کریں گے، اور اسی کی حفاظت و انتظام کی نظر سے انہوں نے حق تعالیٰ سے وارث رضی رضی طلب کیا تھا۔ پس مراد یوثقی الخ میں وارث مال ہو گا نہ کہ وارث علم و نبوت۔ اس جگہ سے ہے کہ فخر الدین رازی امام اہل سنت نے تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں سدی و مجاہد و شعبی و بن عباس و حسن و ضحاک سے کہ اکابر معتبرین اہل سنت اور ان کے مقبولین سے ہیں نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت میں وارث مال مراد لی ہے اور خود امام رازی وراثت مال کا مفہوم آیت میں داخل ہونا اولیٰ جانتے ہیں اب اگر کوئی معترض کہے کہ مال کی طرف سے اندیشہ مند ہونا اور اس کے خاطر حق تعالیٰ سے ولی و وارث کی درخواست کرنا طمع مال و بخل پر دلالت کرتا ہے کہ شایان شان انبیاء نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مال کو نا اہلوں سے نگاہ رکھنا کہ وہ بجائے اس کے کہ نیک کام میں صرف کریں فسق و فجور میں اوڑاکیں طمع و بخل نہیں، کمال درجہ کی دانائی و حسن تدبیر بلکہ عین تقویت دین ہے جس طرح لازم ہے کہ انسان اپنی زندگی میں مال کو امور خیر میں صرف کرے، ویسا ہی چاہئے کہ حتی المقدور بعد کو بھی ایسا انتظام کر جائے کہ نیک کاموں میں صرف ہوتا رہے کیوں کہ یہ باقیات صالحات سے ہے اسی لئے مرنے سے پہلے وصیت کرنا اور کسی مرد صالح و دین دار کو وصی بنانا شرعاً و عقلاً و عرفاً مستحسن سمجھا جاتا ہے اور نیز حدیث موضوع **فَحَسَنَ مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ** الخ مخالف ہے آیت شریفہ **وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ** کے اس میں حق تعالیٰ بصیغہ ماضی سلیمان علیہ السلام کے وارث داؤد ہونے کی خبر دیتا ہے اور گویا اسی حدیث ساختہ خلیفہ اول کی تردید میں فرماتا ہے کہ، انبیاء وارث و مورث دونوں ہوتے ہیں اور واضح رہے کہ میراث کا اپنے حقیقی معنی یعنی مال میں مستعمل ہونا یہاں پر زیادہ روشن ہے اس لئے کہ میراث وہ ہے کہ مورث سے اس کے مرنے کے بعد وارث کو پہنچے، وہ یہاں علم و نبوت ہو ہی نہیں سکتی، کیوں کہ حضرت سلیمان ایام حیات داؤد میں نبی ہو کر علم حاصل کر چکے تھے۔ پس علم و نبوت میں ان کا وارث داؤد ہونا قطعاً درست نہیں، پس بالضرور یہاں وراثت مال مراد ہوگی، نہ کہ وراثت علم۔ چنانچہ مقتدا و پیشوائے اہل سنت حضرت حسن بصری اسی کے قائل ہیں جیسا کہ ان سے نقل کیا گیا ہے۔ طرفہ یہ کہ حضرات اہل سنت یہاں تو یہ نظر حمایت خلیفہ اول وراثت سلیمان کو وراثت علم و نبوت پر محمول فرماتے ہیں، اور وراثت مال سے انکار کرتے ہیں، مگر ایک اور مقام پر اس حمایت سے دست بردار ہو کر آنحضرتؐ کے وارث مال داؤد ہونے کے قائل ہو گئے چنانچہ تفسیر آیت شریفہ **اِذَا عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ**

الصفائنات الجیاد ترجمہ جب کہ عرض ہوئے ان کے سامنے شام کے وقت اسپہائے عمدہ کو ان کی کتب تفسیر میں ملاحظہ کیجئے، اور تمنا شائے قدرت خدا کیجئے۔ **قال الیضاوی روی انه علیہ السلام عزاد مشق**

ونصیین و اصاب الف فرس و قیل اصابها ابوہ من العمالة فور ثھا منه فاستعر

ضھا فلم یزل یعرض علیہ حتی غربت الشمس غفل عن العصر او عن ورد کان لہ

یعنی بیضاوی کہتا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت سلیمان نے دمشق و نصیبین پر جہاد کیا اور ایک ہزار گھوڑے ان کو وہاں سے ہاتھ آئے، اور کہا گیا ہے کہ یہ گھوڑے آپ کے باپ داؤد کو قوم عمالہ سے ملے تھے ان کو میراث میں پہنچے، پس یہ گھوڑے انہوں نے اپنے سامنے منگائے اور ان کو دیکھتے رہے تاہنگہ آفتاب غروب ہو گیا اور نماز عصر یا دیگر روز مقررہ سے غافل رہے اور تفسیر کشاف و مدارک میں بھی یہ مضمون اسی طرح بلفظ مجہول یعنی قیل مذکور ہوا ہے۔ لیکن تفسیر معالم التنزیل میں اس قول کا قائل مقابل بیان کیا گیا ہے اور ربیع الاربراز بخسری میں اس قول کو کسی خاص شخص کی طرف نسبت

نہیں کیا۔ عام طور سے کہا ہے **وورث سلیمان من ایہ الف فرس فاستعرض تسعمائة فشغلته**

عن ذکر اللہ کہ سلیمان کو ایک ہزار گھوڑے اپنے باپ سے میراث میں پہنچے تھے، پس نو سو دیکھنے کے لئے طاب فرمائے اور اس سبب سے وہ یاد خدا سے غافل رہے۔ اور حیاۃ الحیوان و میری میں ہے **وجمہور المفسرین**

علی انها كانت خیلا موروثا۔ کہ عامہ مفسرین اس پر ہیں کہ وہ گھوڑے موروث تھے یعنی حضرت سلیمان

کو میراث میں پہنچے تھے **هذا کلمہ فی تشئید المطاعن** پس جب کہ بقول جمہور مفسرین اہل سنت

حضرت سلیمان کا ایک ہزار اس میراث میں پانچ و ثابت ہے تو یہ **ورث سلیمان دائود** میں کس لئے

میراث مالی سے انکار کیا جاتا ہے اور کیوں حضرت حسن بھری جیسے پیر و مرشد کے قول کے مخالفت کی جاتی ہے حیرت ہے

کہ جمہور مفسرین حضرت سلیمان کے ایک ہزار گھوڑے داؤد سے میراث میں پانے کے قائل ہوں، اور یہ حضرات

حدیث نفی میراث انبیاء کو محض بغرض اضرار و ایذا رسانی اہلیت وضع کی گئی ہے۔ خلیفہ اول کی طرف سے صحیح سمجھی

جائیں۔ کتب فریقین میں ہے کہ جب آیہ **انک میت وانہم لمیتون** نازل ہوئی تو حضرت رسول خدا ﷺ

منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھ کو خیر مرگ دی گئی ہے آگاہ رہو کہ میرے بعد مجھ پر بہت دروغ باندھیں گے، جب

کوئی حدیث مجھ سے تم کو پہنچے اسے کتاب خدا پر عرض کرو، اگر اس کے موافق ہو تو قبول ورنہ ترک کرو۔ پس

حدیث **نحن معاشر الانبیاء** کو بموجب اس حدیث متفق علیہ کے، کتاب اللہ پر عرض کیا تو آیہ **یوصیکم**

اللہ فی اولادکم الخ اور آیہ **فہب لی من لذنک ولینا آہ** کے اور آیہ **وورث سلیمان**

دائود کے برخلاف پایا، پس واجب ہے کہ ہم اس کو ترک کریں اور جانیں کہ یہ ایک کذب و دروغ ہے کہ آنحضرتؐ پر باندھا گیا ہے۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ یہ ہے خلاصہ کلام علما اعلام کا، کہ حدیث موضوعہ خلیفہ اول کی قدح میں انہوں نے افادہ کیا ہے اور اکثر اور بیشتر اس کا مأخوذ ہے کلام ہدایت نظام جناب سیدہ نساء فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا سے کہ آپ نے مسجد رسول اللہ میں ابوبکر و جماعۃ مہاجرین و انصار کے سامنے ارشاد فرمایا، وہ خطبہ معروف و مشہور ہے، اور منتہائے فصاحت و بلاغت سے معمور سنی و شیعہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کو روایت کیا ہے، سنیوں سے ابن ابی الحدید معتزلی نے کتاب سقیفہ ابوبکر احمد بن عبد العزیز جوہری سے اس کو نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ ابوبکر بڑا عالم محدث کثیر الادب ثقہ و پرہیزگار شخص تھا، محدثوں نے اس کی صفت و ثناء کی ہے، اور اس کی تصنیفات وغیرہ کو اس سے روایت کیا ہے، پھر اس خطبہ کو اس سے تین طریقہ سے نقل کیا ہے ایک طریقہ جناب زینب بنت امیر المومنینؑ تک منتهی ہوتا ہے۔ دوسرا ابو جعفر امام محمد باقرؑ تک اور تیسرا عبد اللہ بن الحسن تک۔ اور علامہ علی بن عیسیٰ الاہلبی کتاب کشف الغمہ میں کہتے ہیں کہ، میں اس خطبہ کو کتاب سقیفہ احمد بن عبد العزیز کے پرانے نسخے سے نقل کرتا ہوں جو رجب الاول ۳۲۲ ہجری میں مصنف کے سامنے قرأت کیا گیا ہے اور نیز مسعودی (۱) نے مروج الذهب میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور سید بن طاووس علیہ الرحمہ نے کتاب الطرائف میں عالم و حافظ وثقہ اہل سنت احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی کی کتاب مناقب سے نقل کیا ہے، اس نے اس کی سند عاکشہ تک پہنچائی ہے، اور علما شیعہ سے سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے کتاب شافی میں اور شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی نے علل الشرائع میں اور شیخ مفید و احمد بن ابی طالب طبرسی وغیرہ نے کلاً و جزاً اس کو روایت کیا ہے۔ اور یہ خطبہ طولانی اعلیٰ درجہ کی فصاحت و خوش بیانی سے بھرا ہوا ہے، اور بہت سے مطالب عالیہ اس میں درج ہیں، لیکن ہم یہاں حسب حیثیت اس مجموعہ کے تھوڑا سا اس میں سے کہ متعلق فذک ہے، بطور اتقاط و

(۱) نسخہ مروج الذهب مسعودی مطبوعہ مصر جو ہمارے پاس موجود ہے اس میں ذکر خلافت ابوبکر کے آخر میں لکھا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں اختصار کی نظر سے بہت سے اخبار و آثار کے ذکر سے اعراض کیا ہے پھر ان اخبار کی طرف اشارہ کرتے کرتے لکھا ہے وما کان من قصۃ فذک وما کان عن فاطمہ یعنی اور جو کچھ کہ قصہ فذک سے گذرا اور جو کچھ کہ فاطمہ کی طرف سے اس میں گفتگوئیں ہوئیں و کلامها متمثلہ حین عدالت الی قبرایہا علیہ السلام من شعر صفیہ بنت عبد المطلب اور ان کا کلام در انحالیکہ انہوں نے عدول کیا اپنے باپ کی قبر کی طرف کہ ان پر سلام ہوا اور تمثیل لاتی تھیں وہ شعر صفیہ بنت عبد المطلب سے وہ شعر یہ ہے۔

قد کان بعدک انبا وھنیۃ

لو کنت شاہد ہلتہم تکبر الخطب

انتخاب ترجمہ کرتے ہیں جو چاہے کہ اصل خطبہ عربی عبارت میں ملاحظہ کرے اس کو بحار الانوار وغیرہ مطالعہ کرنی چاہئے، اور وہ یہ ہے: کہ جب جناب سیدہ کو معلوم ہوا کہ ابوبکر کو فدک کے دینے سے بہ کلی انکار ہے تو آپ نے اپنا مقصد مبارک سر پر لیا اور چادر بالا پوش سے اپنے تئیں محفوف اور مستور فرمایا اور جماعت زنان بنی ہاشم سے اپنی کچشموں اور رشتہ داروں کو ساتھ لے کر مسجد رسول اللہ کی طرف تشریف فرما ہوئیں، از بس کہ آپ کی رفتار حضرت رسول خدا سے بہت ہی مشابہ تھی، دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا تھا کہ گویا رسول اللہ جا رہے ہیں، رفتہ رفتہ مسجد میں داخل ہوئیں تو مہاجرین و انصار ابوبکر کے گرد جمع تھے ایک پردہ چادر سفید کا درمیان میں نصب ہو گیا اور اس جناب نے پس پردہ جلوس فرمایا۔ خطبہ جناب سیدہ پھر ایک آہ سرد دل پر درد سے نکالی اور صدائے گریہ بلند کی کہ جسے سن کر جملہ حاضرین مسجد رونے لگے، حضرت نے توقف کیا تا وقت کہ گریہ آپ کا ساکن ہوا، پس حمد و ثنائے خدا ادا کی اور اپنے پدر بزرگوار احمد مختار پر درود و صلوات بھیجی، اس پر پھر شور گریہ و بکا بلند ہوا۔ آپ پھر خاموش ہو گئیں حتیٰ کہ ان کی جزع و فزع میں سکون ہوا، بعد ازاں بہت سے دُر شاہوار زبان گوہر بار سے اہل مجمع پر بشار کئے، بعد ازاں فرمایا بندگانِ خدا تم مخاطبانِ امر و نہی اسلام و حاملانِ حلال و حرام دینِ خیر الانام ہو اور اماناء خدا و رسول ہو، کہ دین اسلام کو اپنے بعد کی نسلوں اور آئندہ امتوں تک پہنچاؤ، پس ڈرو اور خوف کرو خدائے تعالیٰ سے، اور اس کی اطاعت کو واجب و لازم جانو تا کہ مسلمانوں کے بعد کافر نہ ہو جاؤ، اور بحال کفر تمہاری موت نہ ہو۔ ایہا الناس میں فاطمہ دختر رسول خدا محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں۔ اصلاً کذب و دروغ نہیں کہتی، اور بہ ہوائے نفسانی فدک کا دعویٰ نہیں کرتی۔ لوگو محمد مصطفیٰ ﷺ میرے باپ تھے یا تمہاری زنان و دختران کے، اور میرے شوہر کے برادر و ابن عم تھے یا تمہارے مردوں کے، بجز اس کے نہیں کہ شیطان تم پر مشرف ہوا، اور اس نے تم کو اپنا مطیع و منقاد پایا، بہ تحقیق کہ قصہ غدیر کو بہت عرصہ نہیں گذرا، اور ہمارا زخم مصیبت رسول خدا ہنوز مندمل نہیں ہوا، ان کا جسد مبارک زیر خاک دفن نہیں ہوا تھا، کہ تم غصبِ خلافت پر ٹوٹ پڑے، اس سے فرصت ملی تو فدک کو ضبط کیا، ہم نے ان مصیبتوں پر کہ دل میں تیر و تہر و سنان و خنجر سے کم نہ تھے صبر کیا، مگر تم نے اس پر بھی قناعت نہ کی اب جاہلیت کے طریق سے یہ کہتے ہو کہ میراث پیغمبر بھی ہمارے لئے نہیں، حالاں کہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ ہم آنحضرت کے ورثا ہیں یا ابن ابی قحافہ افی کتاب اللہ ثروت اباک ولا رث ابی لقد جشت شیثا فریا۔ اے ابوبکر کیا قرآن میں ہے کہ تو اپنے باپ کا وارث ہو اور میں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں، بہ تحقیق کہ تو نے افترا پر دازی کی تہمت لگائی پیغمبر پر، اے مسلمانوں سزاوار ہے کہ دختر رسول خدا ان کی میراث سے محروم رہے اور غیر لوگ اس ترکہ سے فائدہ اٹھائیں، تم جان بوجھ کر نادان بننے ہو، اور کتاب خدا کو پس پشت ڈالتے ہو، کیا قرآن

میں نہیں آیا کہ سلیمان نے داؤد سے میراث پائی اور زکریا نے دعا مانگی کہ خداوند ایک ولی و وارث عطا کر کہ میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو، اور اس جل شانہ نے فرمایا ہے **وَاُولُو الْاَرْحَامِ اُولٰٓئِیْ بِبَعْضِ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ** کہ صاحبانِ رحم و قرابت بعض ان کے، بعض سے اولیٰ ہیں، کتابِ خدا میں اور نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکْرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنثٰی** کہ وصیت کرتا ہے تم کو حق تعالیٰ تمہاری اولاد کے مقدمے میں کہ بیٹوں کا دوہرا حصہ ہے بیٹیوں کا اکہرا۔ پس ان میں انبیاء کو کہیں مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ آیا تم گمان کرتے ہو کہ مجھ کو میرے باپ سے کچھ بہرہ و حصہ نہ تھا اور کوئی رحم و قرابت اس سے نہ رکھتی تھی، یا کوئی آئیہ تمہارے پاس ہے جس کی رو سے تم وارث اور مورث ہو، اور میں اس سے خارج ہو گئی یا یہ کہتے ہو کہ میں اور میرے باپ دولت پر ہیں، وہ مسلمان تھے اور میں کافر، کہ اس سبب سے ان کی میراث نہ پاؤں، آیا عموم و خصوص قرآن کو تم بہتر جانتے ہو یا میرے باپ رسولِ خدا، اور میرے شوہر علی مرتضیٰ، تم نے خلافت چھینی، فدک لیا، ہم کو طاقت نہیں کہ آج تم سے عہدہ برآ ہو سکیں، اے پسر ابوقحافہ کل کو اس ظلم کا جواب تجھے دینا ہوگا، جب کہ دعوے دار فدک رسولِ خدا ہوں گے اور دعویٰ ہمارا کہ میعاد گاہ روزِ قیامت ہوگا، اس کے بعد جنابِ فاطمہؑ انصاری کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا اے انصارِ اسلام و اے حافظانِ شریعت میرے حق میں یہ ضعف و سستی کس لئے ہے، یہ ظلم و ستم مجھ پر دیکھتے ہو اور گردنیں نہوڑائے آنکھیں جھکائے بیٹھے ہو کیوں میری اعانت نہیں کرتے، کیا میرے پدر گرامی حضرت رسول اللہ سے تم نے نہیں سنا کہ **اَلْمِیَّةُ بِحِفْظِ فِیْ وُلْدِہِ** کہ آدمی کی رعایت اس کی اولاد کے حق میں ہوتی ہے۔ کیسی جلد تم ہماری نصرت کو چھوڑ بیٹھے، اور کیا جلد ہمارا حق ضائع کر دیا، حالانکہ تم کو قوت و قدرت میرے حق میں طلب کرنے کی ہے، گویا تم نے وفاتِ محمدؐ کو سہل و خفیف جانا باوجودیکہ اس سے رحمۃ عظیم پڑا ہے، کہ کسی طرح اصلاح پذیر نہیں، تحقیق کہ ان کی دختر مغلوب ہوئی اور ان کی حرمت ضائع کی گئی، مگر موت قضائے الہی و حتمی تھی ٹل نہیں سکتی تھی و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم نہیں ہیں مگر رسول۔ آیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہو جاویں تو تم مرتد ہو جاؤ گے، اے جماعتِ اوس و خزرج تم موجود ہو اور دیکھتے ہو اور آدمی اور سامان جنگ رکھتے ہو، پس میری گریہ و زاری سنتے ہو اور امداد نہیں کرتے، حالانکہ نامی بہادروں سے ہو، اور بزرگانِ عرب و بہترین قبائل سے شمار ہوتے ہو، اور کبھی کسی کے مقابلے اور مقاتلے سے قدم پیچھے نہیں ہٹایا، ہمیشہ ہمارا حکم مانتے اور امتثال فرماں کرتے رہے ہو، تاہم کہ بنائے اسلام محکم و استوار ہوئی اور آتش کفر و شرک بجھ گئی، پس کہاں جاتے ہو اور کیوں اسلام کے بعد کفر اختیار کرتے ہو، کیا تم وہی نہیں کہ ہمیشہ مخالفانِ پیغمبرؐ کے ساتھ جنگ کرتے رہے ہو، کہ جیسے

منکرین نبوت سے لڑتے تھے غاصبین خلافت سے کیوں نہیں لڑتے، کیا ان سے ڈر گئے حالاں کہ سوائے خدا کے کسی اور سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ بات یہ ہے کہ تم نے آسائش و آرام اختیار کیا، اور مال و دولت کی طرف جھک گئے نتیجتاً علی سے کہہ رہے تھے خلافت و سزاوار حکومت تھے، پشت موڑی فان تکفروا انتہم ومن فی الارض جمیعاً فان اللہ لغنی حمید پس اگر کافر ہو جاؤ تم اور تمام اشخاص جو روئے زمین پر ہیں۔ تو خدا کا کچھ نہیں بگڑنے کا۔ بہ تحقیق کہ اللہ غنی اور بے پروا ہے اور ستودہ۔ بہ تحقیق کہ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہا گو میں جانتی ہوں کہ تم میری نصرت نہ کرو گے اور تمہارا عذر مجھ کو بخوبی معلوم ہے، یہ باتیں بہ نظر اتمام حجت کہیں ہیں تاکہ فروائے قیامت تم یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل رہے، اب خلافت کو اپنے پاس رکھو اور فدک کو بھی رہنے دو غاصبوں کے لئے قیامت تک یہ عار رہے گی اور غضب خدا ان سے جدا نہ ہوگا جب تک کہ ان کو جہنم میں نہ لے جائے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون میں ہوں دختر متغیرؔ نذیر و ترسانندہ کی عذاب سے پہلے کرو جو کچھ کہ چاہو ہم مقرر تم سے بدلائیں گے فلتنتظروا انا منتظرون اور انتظار کرو کہ ہم بھی منتظر ہیں۔ تمام ہوا خلاصہ ترجمہ خطبہ شریفہ کا۔ واضح رہے کہ جو کچھ کدو کاوش جناب معصومہؑ نے اس مقدمہ میں کی اور جیسا اظہارِ تعظیم و تکرار فرمایا سب اس لئے تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ جناب کمال ستم دیدہ و زحمت کشیدہ ہیں، نہیں تو حاشا کہ آپ کو ضرورت مال و جائیداد اپنے یا اپنی اولاد کے لئے ہو، یا اس کے بغیر آپ کی کارروائی نہ ہو سکتی ہو، کیوں کہ وہ جناب ہمیشہ فقر و فاقہ میں بسر کرتی تھیں اور وہی تھیں کہ تین روز متواتر سوف کات کات کر جو کچھ اس کی اجرت میں حاصل کرتیں اور ان کو پیس و پکا کر راہ خدا میں خیرات کر ڈالیں مسکین و یتیم و اسیر کا پیٹ بھرتیں اور اپنے بچوں کو بھوکا رکھتیں۔ پس ان کو فدک اور غیر فدک کی کیا پروا تھی۔ علی ہذا امیر المومنینؑ کو جس قدر پیچ تاب و قلق و اضطراب تھا اور جہاں تک اپنی مظلومیت و محرومیت ظاہر کر کے خواہاں امداد و اعانت ہوتے اور جتنی شکایت غاصبین خلافت کی فرماتے وہ سب درودین و نصیح و خیر خواہی امت خیر المرسلینؑ کی وجہ سے تھا۔ آپ بے انتہا شوق و رغبت ہدایتِ خلق کی رکھتے اور اس کی قابلیت اپنی ذات میں منحصر پا کر اپنا تمکن چاہتے تھے، جیسا کہ تمام انبیاء و اوصیاء کا یہی شیوہ ہے کہ سب چیزوں سے زیادہ اس کو دوست رکھتے ہیں اور اسی کی تکمیل کے لئے خلایق سے امداد چاہتے ہیں۔ نہ یہ کہ طمع دنیا و حب جاہ و مال رکھتے ہوں، اور بادشاہی و فرمان روائے عالم مقصود ہو، حاشا ثم حاشا۔ اور نیز وہ حضرت جو جنگ و جدل سے استکراہ کرتے تھے وہ بھی اسی لئے تھا کہ یہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں، نہیں تو تمام دنیا ایک طرف ہو جاتی تب بھی شیر خدا منہ موڑنے والے نہ تھے۔ القصہ خلیفہ اول نے جناب سیدہ کے جواب میں بہت چکنی چپڑی باتیں بنائیں کہ تم سیدہ نسا و دختر خاتم الانبیاءؑ ہو، کوئی عورت بجز

تمہارے اس کا دعویٰ نہیں کر سکتی اور کسی مرد کا سوائے تمہارے شوہر علی مرتضیٰ کے یہ مقدور نہیں کہ اپنے تئیں آنحضرتؐ کا بھائی کہے، تم عترتِ طاہرہ رسولؐ خدا منتخبِ نجا اور ہمارا راہِ ہدیٰ ہو۔ سعید ہے وہ جس نے تمہیں دوست رکھا اور بد بخت و شقی ہے جو تمہارا دشمن ہوا وغیرہ وغیرہ، الاحرفِ مطلب پر پہنچ کر وہی جواب صاف تھا۔ اسی حدیثِ فحشِ معاشر الخ کو مانعِ استردادِ فدک بتلایا اور کہا میں نے اس کی آمدنی کو بصلاح و اتفاقِ مسلمین تجنیز و تکفین لشکر و سامانِ حرب و جہاد کے لئے رکھا ہے تم کو ہرگز نہیں دے سکتا، ہاں میرا اپنا مال موجود ہے اس پر اختیار ہے جس طرح چاہو تصرف کرو، فدک میں میں کچھ نہیں کر سکتا، آیا رو رکھتی ہو کہ تمہارے باپ کے خلاف فرمان کروں اور آنحضرتؐ کا حکم بدل دوں جنابِ سیدہؑ نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ کبھی خلافِ قرآن حکم نہیں دے سکتے کلامِ اللہ میں صاف موجود ہے کہ سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور زکریا نے اس جل شانہ سے وارث طلب کیا اور احکامِ میراث انبیا اور غیر انبیا سب کے لئے مشرح ہیں یہ صرف تمہارا کمر و فریب ہے کہ جمع ہو گئے ہو اور رسولؐ اللہ پر تہمت لگاتے ہو کَلَّابِلٌ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ فَصَبِرْ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ ہرگز نہیں، بلکہ فریب دیا ہے تم کو تمہارے نفسوں نے، پس صبر کرنا ہی بہتر ہے، اور اللہ ہے استعانتِ طلب کردہ شدہ اس امر پر کہ تم بیان کرتے ہو۔ اس گفت و شنید کے بعد جنابِ فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا **وَاللَّهِ لَا كَلِمَتَكَ قَسَمُ خُذَاكِ فِي مِثْرَةٍ سَاحِبَةٍ سَاحِبَةٍ** ہم کلام نہ ہوں گی۔ ابوبکر نے کہا **وَاللَّهِ لَا هَجْرَتَكَ أَبَدًا** قسمِ خدا کی میں کبھی تم سے کلام کرنا نہ چھوڑوں گا جنابِ معصومہؑ نے کہا **وَاللَّهِ لَا دَعْوَانَ اللَّهِ عَلَيْكَ** قسمِ خدا کہ میں بخدا سے فریاد خواہ ہوں گی اور تجھ پر دعائے بد کروں گی ابوبکر نے کہا **وَاللَّهِ لَا دَعْوَانَ اللَّهِ لَكَ بِخُذَا** کہ میں تمہارے لئے دعا خیر کروں گا پس جنابِ سیدہ تادم زیت اپنے اس قول پر رہیں اور ہرگز خلیفہ سے کلام نہ کیا، صحیح بخاری میں ہے **فَوَجَدَتْ فَاطِمَةَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ فَهَجَرَتْهُ وَلَمْ تَتَكَلَّمْ حَتَّى تُوَفِّيَتْ** کہ فاطمہؑ ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں اور نہ کلام کیا اس کے ساتھ تا انیکہ وفات پائی بعد ازاں وہ جنابِ متوجہ روضہ رسولؐ اللہ ہوئیں اور قبرِ انور پر جا کر اپنے تئیں اس پر گرا دیا اور اشعار در آگین بادلِ حزیں پڑھتی تھیں اور زار زار روتیں تھیں ایک شعر ان اشعار کا یہ ہے۔

أَنَا فَقَدْنَاكَ فَقَدْنَا الْأَرْضَ وَابِلَهَا

وَاخْتَلَقُوا قَوْمَكَ فَاشْهَدْ فَقَدْ نَكَبُوا

یعنی رسولؐ اللہ کو خطاب کر کے فرماتی ہیں کہ تمہارا مفقود ہونا ہمارے لئے ایسا ہے جیسا کہ زمین سے بارانِ رحمت کا دور ہونا۔ تمہاری قوم و قبیلہ میں خلل و خرابی نے راہ پائی۔ آؤ اور ان کو دیکھو کہ وہ حق سے پھر گئے۔ بعدہ اپنے حجرہِ طاہرہ کی

طرف مراجعت فرمائی۔ امیر المومنین آنحضرتؐ کے آنے کے منتظر بیٹھے تھے ان کو دیکھ کر شکوہ کیا کہ تم منہ چھپا کر گھر میں بیٹھ گئے یا تو بڑے بڑے شجاعوں کو زیر کرتے تھے یا چند بزدلوں سے دب گئے۔ یہ ابو بکر ہے کہ میرے باپ کا عطیہ اور میری اولاد کا روزینہ مجھ سے منع کرتا ہے، اور دو بدو میرے ساتھ نزاع و خصومت کرتا ہے اور اس قدر جرأت بہم پہنچاتی ہے کہ انصار میری حمایت سے باز رہے، اور مہاجرین نے اس سے ہاتھ کھینچا، کوئی اس کا دفع و منع کرنے والا نہیں، میں خشم ناک گئی اور ذلیل وزبوں واپس آئی اور نیز تم نے خواری اختیار کی کہ بھیڑیوں کو مارنے کے بعد مکھیوں سے مغلوب ہوئے، کاش میں آج سے پہلے مرجاتی اور یہ ذلت نہ اٹھاتی، اب اس جرأت و جسارت سے کہ اس وقت تمہارے سامنے ہوئی عذر خواہ ہوں اور خدا کو درمیان لاتی ہوں وائے ہے میرے لئے کہ میرا لجا و ماوے دنیا سے اٹھ گیا، اور میرا بازو کام سے رہ گیا۔ پروردگار اتیری قوت شدید ہے اور تیرا عذاب سخت و مدید حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا وائے اور ویل تمہارے دشمنوں کے لئے ہے تمہارے لئے نہیں اے سلالہ بہترین آدمیاں وائے یادگار سید الانس والجان تم خفا نہ ہو کہ مجھ سے کار دین میں دہن و سستی نہیں ہوئی، اور تا بمقدور اس میں سعی و کوشش کی ہے حق تعالیٰ تمہارے رزق کا کفیل ہے جو کچھ تمہارے لئے مخزون ہو اس سے بہتر ہے کہ جو بند ہوا، پس صبر کرو راہ خدا میں جناب سیدہؑ نے کہا **حَسْبِيَ اللَّهُ** اور خاموش ہو گئیں۔ واضح رہے کہ اس عتاب و خطاب سے بھی یہی مطلب تھا کہ لوگ جان جائیں کہ وہ جناب سخت دردمند اور مظلوم اور کمال مجبور و لاچار ہیں فی الواقع حضرت امیرؑ سے کوئی شکایت آپ کو نہ تھی کیوں کہ خوب جانتی تھیں کہ جو کچھ وہ حضرت کرتے اور کہتے ہیں عین حق و صدق ہے۔ الغرض ادھر یہ تھا اور ادھر جب ابو بکر نے دیکھا کہ کلام جناب سیدہؑ نے حاضرین میں اثر کیا، اور کچھ ولولہ و ہمہ ان سے سنائی دیا تو فوراً منبر پر گئے اور کہا ایہا الناس یہ کیا حالت ہے تم ہر ایک حق و باطل بات پر کان لگا لیتے ہو یہ آرزو میں رسول اللہ کے عہد میں کہاں گئی تھیں ہاں جس نے سنایا دیکھا ہے اٹھے اور کلام کرے **انما هو ثعالیہ شہیدہ ذنبہ وہ ایک روباہ ہے جس کی گواہ اس کی دم ہے فتنہ خواہیدہ کو جگاتا ہے اور عورات سے امداد چاہتا ہے مثل ام طحال زانیہ کے، کہ سب سے زیادہ اس کے دوست زنا کار ہیں اگر چاہو تو کہہ دوں اور روشن تر و واضح کر دوں، مگر اپنی زبان کو روکتا ہوں، پھر انصار سے کہا کہ تمہارے حقا کا میں نے کلام سنا ہے تم حق کے لئے زیادہ اولیٰ و سزاوار ہو کیوں کہ تم نے رسول اللہ کو پناہ دی۔ اور آنحضرتؐ کی نصرت و یاری کی، آگاہ رہو کہ میں کسی کے اوپر ہاتھ اور زبان کو دراز نہیں کرتا، جب تک کہ مجھ کو زحمت نہ دے اور بدلا پانے کا مستوجب نہ ہو، یہ کہہ کر منبر سے اترے۔ یہ روایت احمد بن عبد العزیز جوہری کی ہے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے یہ کلمات ابو بکر کے نقیب ابو جعفر یحییٰ بن ابی زید بصری کے سامنے قرأت کئے تو پوچھا کہ ابو بکر کا**

ان سے کس کی طرف اشارہ تھا، اس نے کہا اشارہ نہیں اس نے تصریح کی ہے میں نے کہا تصریح کرتا تو میں کیوں پوچھتا اس پر نقیب مذکور ہنسا اور کہا کہ یہ علیؑ کو کہتا ہے۔ اے فرزند یہ ملک داری اور بادشاہی ہے اور ملک عقیقہ ہے یہاں اپنے بیگانے کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا، میں نے کہا انصار کیا کہتے تھے کہ خلافت علیؑ کا حق ہے اس سے ابو بکر کو اندیشہ ہوا اور ان کو دھمکایا اتھی۔ دیکھئے بقول اس فاضل جوہری کے حضرت ابو بکر نے اپنے امام و مولیٰ مولیٰ الکل فی الکل کی شان میں کیسے گستاخی کے کلمات کہے اور کس طرح برملا آنحضرت کو ایک زن زانیہ سے تشبیہ دی اور کس بے باکی سے آپ کو مثل مشہور **ثعلثہ شہید ہا ذنبہا** کا مصداق ٹھہرایا، باوجود اس کے اہل سنت مدعی ہیں کہ یہ حضرات اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ بادب و تعظیم پیش آتے تھے۔ بجا لانا اور میں ہے کہ ایک مرتبہ روباہ نے شیر کو بھیڑیے کی طرف سے بھڑکانا چاہا اس نے کہا کہ بھیڑیے نے وہ بکری کھائی جس کو تو نے اپنے لئے رکھ چھوڑا تھا شیر نے کہا تیرا اس دعوے میں کون گواہ ہے تو اُس نے اپنی ابو میں بھری ہوئی دم اٹھا کر کہا کہ یہ ہے اس سے یہ مثل مشہور ہوئی۔ القصہ دوسرے روز ابو بکر و دیگر صحابہ مسجد میں تھے کہ حضرت امیر المومنین بھی وہاں تشریف لائے اور کہا اے ابو بکر تم نے کس لئے فدک فاطمہ سے چھین لیا، کہا وہ مال فی حق مسلمانان ہے، مگر فاطمہؑ گواہ شرعی گزاریں کہ ان کا مال ہے تو ان کو مل سکتا ہے ورنہ نہیں، حضرت نے فرمایا آیا تو ہمارے مقدمہ میں خلاف حکم خدا حکم کرتا ہے، کہا نہیں، فرمایا اگر کوئی شے کسی مسلمان کے ہاتھ میں ہو اور میں آؤں اور اس کا دعویٰ کروں تو کس سے گواہ طلب کرے گا، کہا تم سے، فرمایا تو فدک کے معاملے سے کیوں گواہ چاہتا ہے وہ تو رسول اللہؐ کی زندگی سے ان کے قبض و تصرف میں ہے ابو بکر یہ سن کر خاموش ہو گئے مگر عمر نے کہا اے علیؑ ان باتوں سے کچھ فائدہ نہیں اگر گواہ رکھتے ہو تو حاضر کرو ورنہ فدک سے ہاتھ اٹھاؤ حضرت نے عمر کی طرف سے اعراض کر کے پھر ابو بکر سے کہا تم نے قرآن میں پڑھا ہو گا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ **انما یرد اللہ لیذہب عنکم الرجس اهل البیت ویطہرکم تطہیرا**۔ آیہ شریفہ کس کی شان میں ہے کہا تم اہل بیت کی شان میں فرمایا۔ اگر شہود تیرے سامنے شہادت دیں کہ فاطمہ نے فلاں محصیت کی تو تو کیا کرے، کہا حد شرعی اس پر جاری کروں، آپ نے فرمایا تو اس وقت تو کافر ہو جائے گا، کہا کس لئے حضرت نے فرمایا اس واسطے کہ گواہی خدا کی ان کی طہارت اور پاکیزگی پر رد کی، اور گواہی آدمیوں کی قبول کر لی۔ یہی حال فدک کا ہے کہ شہادت خدا رد کی اور شہادت اوس بن حدثان ایک اعرابی کی جس کو آبدست کرنا بھی نہیں آتا قبول کرتا ہے جب نوبت کلام یہاں تک پہنچی تو اکثر حاضرین آبدیدہ ہوئے کہ علیؑ راست کہتے ہیں۔ مجلسی علیہ الرحمہ شریک سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ واجب تھا ابو بکر پر فاطمہ زہراؑ سے شرع شریف کے موافق عمل کرتے، اور کم از کم یہ کرتے کہ ان کے دعوے پر کہ رسول اللہؐ نے

فدک مجھے عطا کیا آنحضرت سے حلف لے لیتے کیوں کہ علیؑ و ام ایمن گواہی دے چکے تھے صرف ربح گواہی باقی تھی کیوں کہ پورے دو گواہوں میں تو ردِ شہادت ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ اس صورت میں یا ان کی تصدیق چاہئے تھی۔ یا ان کو حلف دے کر فدک ان کے حوالے کر دینا تھا اور اللہ مستعان ہے اس میں کہ انہوں نے جان بوجھ کر یہ کیا یا جہالت میں مولف کہتا ہے کہ فرض کیا کہ شہادت بھی کامل نہ تھی اور حلف لے کر دے دینا بھی خلاف شرع تھا اور حدیث منع میراث انبیاء بھی صحیح ہے اور فدک ان کے قول کے بموجب داخل صدقات مال مسلمانان تھا تب بھی کیا مروت و جوان مردی کا مقتضی یہی تھا جو بنت رسول اللہ کے ساتھ سلوک کیا گیا، اگر بروئے شرع ان کو کچھ نہ پہنچتا تھا تو کیا احسان و امتنان کا دروازہ بھی بند ہو گیا تھا۔ اگر براہِ عذوفت و رعایت حقوق حضرت رسالت پناہ ان کی دختر نیک اختر کی دلداری میں سعی کرتے اور مسلمانوں سے خواست گار ہوتے کہ ترکہ آنحضرتؐ کا جس کو وہ طلب کرتی تھیں ان کے پاس رہنے دیں تو اس میں کیا حرج تھا، اور کون سا خلل دین میں آتا تھا بے شک اگر اس طرح کا اشارہ بھی آنحضرتؐ کی طرف سے ہوتا تو جملہ مسلمان بطیب خاطر اپنے حق سے دست بردار ہو جاتے اور بنت رسول اللہ کو آزرہ کرنا روانہ رکھتے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں روایت کی ہے کہ ابوالعاص بن ربح شوہر زینب دختر رسول خدا جنگ بدر میں معہ دیگر اہل مکہ کے اسیر ہو کر آیا اور مکہ کے لوگوں نے اپنے اپنے رشتہ دار اسیروں کا فدیہ بھیجا تو زینب نے بھی اپنے شوہر کا فدیہ روانہ کیا جو مال کہ زینب نے فدیہ میں بھیجا تھا اس میں ایک قلاوہ (گردن بند) تھا کہ خدیجہ مادر گرامی زینب نے بوقت زفاف ابوالعاص ان کو بخشا تھا حضرت رسول خدا نے وہ گردن بند دیکھا تو رقتِ شدت اس جناب پر طاری ہوئی اور مسلمانوں سے درخواست کی کہ ابوالعاص کو بلا اخذ فدیہ رہا کریں، اور زینب کا مال ان کو واپس بھیج دیا ابن الحدید اس روایت کی نقل کے بعد کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث نقیب ابو جعفر تکی بن ابی زید بصری کے سامنے قرأت کی نقیب نے کہا دیکھا تو نے کہ ابوبکر و عمر اس مقام کو نہ پہنچے، آیا شرع مروت و احسان اس کی مقتضی نہ تھی کہ فدک فاطمہ کو گو وہ ان کا حق نہ تھا دے کر خوشدل کرتے، کیا حرج تھا اگر مسلمانوں سے اس کو بہہ کرالیتے اور ان کو دے دیتے آیا کمتر تھا رتبہ فاطمہ بہ نسبت زینب کے، حالاں کہ فاطمہ سیدہ نساء عالمین تھیں۔ تمام ہوا کلام ابن ابی الحدید کا، فی الحقیقہ جو شخص تھوڑا سا انصاف بھی رکھے اور طرز و طریق بنی امیہ و دیگر نواصب سے کنارہ کش ہو، اس کو واضح ہوگا کہ جو سلوک دختر رسول خدا کے ساتھ کیا گیا دین داری سے کمال بعید اور بہت دور ہے و **ومن لم يجعل الله له نور فما له من نور** اور نیز ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ نزاع فاطمہ ابوبکر کے ساتھ صرف دو امر یعنی بہہ و میراث میں تھا، مگر مجھ کو معلوم ہے کہ ابوبکر نے ایک تیسرے امر میں بھی فاطمہ سے نزاع کی، اور ابوبکر نے اس سے بھی انکار کیا وہ

تیسرا امر سہم ذی القربی کا مطالبہ ہے، ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ فاطمہ نے ابوبکر سے کہا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم اہل بیت پر صدقات کو حرام کیا ہے اور نیز تو جانتا ہے کہ اموال غنائم سے حسب تصریح قرآن ہم کو سہم ذی القربی عطا فرمایا ہے، چنانچہ فرماتا ہے **واعلموا انما غنمتم من**

شی فان الله خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی الخ یعنی جانو تم کہ جو شے تم کو غنیمت میں ہاتھ آئے پس خمس (پانچواں حصہ) اس کا خدا و رسول کے لئے ہے اور ذی القربی اور یتیموں کے لئے تا آخر آئیہ، ابوبکر نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں تم پر اور تمہارے پدر عالیقدر اور فرزندوں پر حکم قرآن و حق رسول و حق قرابتہ رسول مجھ کو بسر و چشم قبول و منظور ہے، میں بھی قرآن میں وہی پڑھتا ہوں جو کہ تم پڑھتی ہو مگر مجھ کو علم نہیں کہ یہ حصہ بالتمام تم کو تقسیم کیا جائے، حضرت فاطمہؓ نے کہا تو آیا وہ تیرے لئے ہے یا تیرے اقربا کے لئے کہا نہیں بلکہ تم پر نفقہ کروں گا اور باقی مصالحِ مسلمین میں خرچ ہوگا، فرمایا حق تعالیٰ کا یہ حکم نہیں کہا یہی حکم خدا ہے لیکن اگر رسول اللہ نے تم سے خاص اس بارے میں کوئی عہد کیا ہو اس کے سبب سے یہ تمام حصہ تمہارا ہو تو میں تمہاری تصدیق کروں گا اور تمام تم کو دے دوں گا فرمایا رسول اللہ نے مجھ سے اس میں کوئی عہد نہیں کیا لیکن جب یہ آیہ نازل ہوئی، میں نے آنحضرتؐ سے سنا کہ فرمایا خوش ہواے آل محمدؐ بہ تحقیق کہ آئی تم کو غنا اور تو نگری، ابوبکر نے کہا کہ میں اس آیہ سے نہیں سمجھتا کہ تمام حصہ تم کو دے دیا جائے، لیکن تمہارے لئے ہے غنا کہ بے نیاز کرے تم کو، اور فاضل رہے تم سے، یہ عمر بن الخطاب و ابوعبیدہ جراح وغیرہ موجود ہیں ان سے دریافت کرو اور دیکھو کہ کوئی ان سے تمہارے ساتھ موافقت کرتا ہے، پس وہ جناب عمر کی طرف متوجہ ہوئیں اور اس سے کہا جو کہ ابوبکر سے کہا تھا پس عمر نے بھی وہی جواب دیا جو ابوبکر نے دیا تھا، پس متعجب ہوئیں جناب فاطمہؓ، اور گمان کیا کہ عمرو ابوبکر پیشتر اس امر میں گفتگو کر چکے ہیں، اور جو کچھ کہتے ہیں اس پر انہوں نے اتفاق کر لیا ہے، اور عروہ سے روایت کی ہے کہ فاطمہؓ نے ابوبکر سے فدک و سہم ذی القربی طلب کیا مگر انہوں نے انکار کیا اور اس کو داخل مال خدا گردانا۔ اور نیز جوہری مذکور نے حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب سے روایت

کی ہے۔ ان ابابکر منع فاطمہؓ و بنی ہاشم سہم ذی القربی و جعلہ فی سبیل اللہ فی السلاح والکراع بہ تحقیق کہ ابوبکر نے فاطمہ و بنی ہاشم سے سہم ذی القربی کو منع کیا، اور اس کو سلاح اور راہِ خدا میں لگایا بالجملہ شیخین کا دعویٰ جہہ کورد کرنا اور میراث پیغمبر ﷺ سے منع کرنا، اور سہم ذی القربی سے جواب دے دینا، کہ برخلاف شرع و قرآن و سنت رسولؐ بلکہ آدمیت و مروت سے بھی بعید تھا۔ پارہ ہجرت رسولؐ خدا جناب فاطمہؓ زہرا صلوات اللہ علیہا پر کمال شاق گذرا، اور وہ جناب اس پر کمال آزرده و غضب ناک ہوئیں، اور فرمایا

میں اس کی شکایت رسول اللہ سے کروں گی، اور مہاجرت کی ابو بکر سے اور ترکِ کلام فرمایا، اور پیہم دعاء بد کرتی تھیں ان کے لئے۔ یہی حالت تھی حتیٰ کہ رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا اور بعد حضرت رسالت پناہ چھ ماہ بقولے پچھتر روز زندہ رہیں۔ بوقتِ رحلت وصیت کی کہ شیخین میرے جنازے پر نہ آنے پائیں، چنانچہ امیر المومنین نے نمازِ جنازہ پڑھ کر بوقتِ شب آنحضرتؐ کو دفن کیا، یہ امور نہ صرف شیعوں نے ہی اپنی معتبر کتابوں میں نقل و روایت کئے ہیں صحیح بخاری میں ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی کتاب ان کے یہاں معتبر نہیں چند مقامات میں از آں جملہ بابِ خیر میں روایت کی ہے

بقدر حاجت اس سے یہ ہے۔ فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمة فوجدت فاطمة علیٰ

ابی بکر فی ذلک فہجرته فلم تتکلم بہ حتی توفیت وعاشت بعد النبی ستة اشهر فلما توفیت دفنھا زوجها علیٰ لیلا ولم یؤذن بها ابابکر و صلی علیہا یعنی پس انکار کیا ابو بکر نے اس سے کہ کچھ اس میں سے یعنی متروکاتِ پیغمبرؐ سے فاطمہؑ کو دیوے پس اس سبب سے حضرت فاطمہؑ ابو بکر پر غضب ناک ہوئیں اور مہاجرت کی اس سے اور کلام کرنا اس کے ساتھ چھوڑ دیا تا انیکہ وفات پائی اور زندہ رہیں بعد پیغمبرؐ کے چھ مہینے بوقتِ رحلت ان کے شوہر علیؑ بن ابی طالب نے رات کے وقت ان کو دفن کیا، اور ابو بکر کو اس کی خبر نہ کی، اور نماز پڑھی آنحضرتؐ پر علیؑ نے، اور یہ روایت صحیح مسلم میں بھی کتاب الجہاد میں مذکور ہے اور ابو بکر جو ہری نے کتاب سقیفہ میں روایت کی ہے کہ فاطمہؑ نے ابو بکر سے کہا کہ میں کبھی تجھ سے کلام نہ کروں گی ابو بکر نے کہا میں ہرگز تمہارے ساتھ کلام ترک نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا قسم بخدا میں دعائے بد کروں گی تجھ پر ابو بکر نے کہا واللہ میں تمہارے لئے دعا خیر کروں گا، جب وقتِ وفاتِ فاطمہؑ نزدیک آیا تو وصیت کی کہ ابو بکر ان کے جنازہ پر نماز نہ پڑھے اس لئے رات کے وقت دفن ہوئیں اور شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ مشکل ترین قضایا قضیہ فاطمہؑ زہراؑ است زیرا کہ اگر گویم کہ او جاہل بود بایں سنت یعنی حدیثیکہ ابو بکر نقل کردہ بعید است از فاطمہؑ و اگر التزام کنم کہ شاید اتفاق نیفتاد اور البسماع ایں حدیث از آنحضرتؐ مشکل تر مے شود کہ بعد از استماع از ابی بکر و شہادت سائر صحابہ بر آں چرا قبول نہ کرد و در غضب آمد و اگر غضب او پیش از استماع حدیث بود چرا بر نہ گشت از غضب تا انیکہ استداد کشید و تازندہ بود مہاجرت کرد انتہی۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدہ خلیفہ اول کو خلیفہ تو کیا مسلمان بھی نہ جانتی تھیں کہ ان سے مہاجرت کی اور تادمِ مرگ کلام نہ فرمایا اس لئے کہ ایسا سلوک کسی مسلمان کے ساتھ جائز و روا نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے لا یحل لمسلم ان یمہجر اخاہ فوق ثلث لیال یعنی مسلمان کو حلال نہیں کہ تین شب سے زیادہ برادرِ مسلم سے مہاجرت کرے پس حضرت فاطمہؑ ان کو مسلمان جانتیں تو کیوں کر عمر بھر مہاجرت کرتیں۔ اور نیز ابن ابی

الحدید نے جوہری سے نقل کیا ہے کہ داؤد بن مبارک نے کہا کہ ہم ایک بار حج سے واپس آتے تھے۔ پس ہم نے عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن الحسن سے چند مسئلے دریافت کئے از جملہ میں نے ابوبکر و عمر کی نسبت ان سے سوال کیا تو عبد اللہ نے کہا یہ سوال میرے جد بزرگوار عبد اللہ بن الحسن سے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہماری ایک ماں صدیقہ بنت بنی مرسل تھیں وہ ایک انسان پر آخر وقت تک غضب ناک رہیں پس ہم بھی ان کے غضب ناک ہونے سے غضب ناک ہیں اور مروی ہے کسی نے اولاد براء مکہ سے حضرت امام رضا سے سوال کیا کہ آپ ابوبکر و عمر کے بارے میں کیا کہتے ہیں فرمایا

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

تو حضرت نے فرمایا اس قدر جانتا ہوں کہ ہماری ایک مادر صالحہ تھیں انہوں نے انتقال کیا در حالیکہ ان سے آزرہ و خشم ناک تھیں اور پس از انتقال کوئی خبر ہمیں نہیں پہنچی کہ وہ ان سے راضی ہو گئی ہوں۔ مولف کہتا ہے جب کہ دختر رسول خدا کا ابوبکر پر غضب ناک ہو کر ان سے مہاجرت اختیار کرنا اور تا آخر عمر ان کے ساتھ ہمکلام نہ ہونا کتب معتبرہ اہل سنت سے ثابت ہو چکا تو ہم صرف چند فضائل اس جناب کے ان ہی کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں کتب اہل سنت سے جناب سیدہ کے بعض فضائل اور اس تمام سے نتیجہ نکالنا ظہرین کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔ بخاری و مسلم و جمع بین الصحاح و غیرہ میں حضرت رسول خدا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا فاطمہ بضعتہ منی فمن اغضبها فقد اغضبنی فاطمہ میری پارہ تن ہے جس نے اس کو غضب ناک کیا اس نے مجھ کو غضب ناک کیا۔ اور نیز بخاری باب مناقب فاطمہ میں مذکور ہے فاطمہ سیدۃ نساء اهل الجنة اور صحیح مسلم میں عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا فاطمہ الا ترضین ان تكون سیدۃ نساء المومنین او سیدۃ نساء هذه الامة کہ اے فاطمہ کیا تو راضی نہیں کہ جملہ زنان مومنین یا زنان اس امت کی سید و سردار ہو، اور مشکوٰۃ میں متفق علیہ بخاری و مسلم سے اور حلیہ میں حافظ ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا فاطمہ بضعتہ منی یریبنی ما اربھا و یودیبنی ما اذھا یعنی فاطمہ میری پارہ بدن ہے، جس نے اس کو تہمت لگائی اس نے مجھ کو تہمت لگائی اور جس نے اس کو رنج پہنچایا اس نے مجھے رنج پہنچایا، ابن جریر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں ایک عبارت لکھتا ہے کہ ما حصل اس کا یہ ہے کہ ایذا فاطمہ بموجب اس حدیث کے حرام ہے کیوں کہ ان کی ایذا میں رسول اللہ کی ایذا ہے، اور ایذا رسول اللہ کم ہو یا زیادہ بالاتفاق محرمات سے ہے چون کہ آپ نے عموماً فرمایا کہ جس امر میں فاطمہ کو ایذا پہنچتی ہے مجھ کو ایذا پہنچتی ہے پس جس کی طرف سے کوئی ایسا امر واقع ہو کہ موجب آزار فاطمہ ہو وہ

بے شک رسول اللہ کے آزار کا باعث ہوگا پس سب سے عظیم امر فاطمہؑ کا ایذا دینا ہے۔ تمام ہوا کلام ابن حجر کا۔ اور حق

تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا**

والاخرہ واعد لہم عذابا مہینا۔ ترجمہ بہ تحقیق کہ جو لوگ خدا و رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں لعنت کرتا ہے

خدا ان کو اور مہیا کرتا ہے ان کے لئے عذاب مہین کو۔ صاحب تشبیہ نے کتاب مودۃ القربی سید علی ہمدانی سے نقل کیا ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **سلمان من احب فاطمة ابنتی فهو فی الجنة معی و من**

ابغضاها فهو فی النار یا سلمان حب فاطمة ینفع فی مائة مواطن ایسر من

تلك المواطن الموت والقبر والمیزان والمحاسبة فمن رضیت عنه ابنتی

فاطمة رضیت عنه رضی اللہ عنه ومن غضبت علیہ ابنتی فاطمة غضبت

علیہ ومن غضبت غضب اللہ علیہ یا سلمان ویل لمن یطلبہا ویظلم بعلمہا

علیا و ویل لمن یظلم ذریعتها وشیعتہا یعنی اے سلمان جو کوئی دوست رکھے فاطمہؑ زہراؑ میری دختر

کو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا اور جو دشمن رکھے اس کو آتش جہنم میں ہوگا۔ اے سلمان دوستی فاطمہؑ کی سو مقام میں

نفع پہنچاتی ہے کہ کتران سے موت و قبر و میزان و حساب ہے پس جس سے میری دختر فاطمہؑ راضی ہوئی میں اس سے

راضی ہوں، اور جس سے میں راضی ہوں خدا اس سے راضی ہے، اور جس پر فاطمہؑ غضب ناک ہوئیں میں اس پر غضب

ناک ہوں اور جس پر میں غضب ناک ہوا حق تعالیٰ اس پر غضب ناک ہے، اے سلمان ویل و عذاب ہے اس کے لئے

جو اس پر یا اس کے شوہر علی بن ابی طالب پر ظلم کرے فائدہ خواجہ نصر اللہ کابلی نے صواعق میں اور اس کی تقلید سے شاہ

عبد العزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ حدیث میں وعید بلفظ اغصاب (غضب ناک کرنا) واقع ہے نہ بلفظ

غضب (غضب ناک) یعنی عبارت حدیث یہ ہے **من اغضبہا فقد اغضبہ** کہ جس نے فاطمہؑ کو غضب

ناک کیا، اس نے مجھ کو غضب ناک کیا۔ یہ نہیں **من غضبت علیہ غضبت علیہ** کہ جس پر فاطمہؑ غضب

ناک ہوئی میں اس پر غضب ناک ہوا، پس چون کہ ابو بکر نے بہ ارادہ فاطمہؑ کو غضب ناک نہیں کیا، تو اس کو اس حدیث

سے کیا اندیشہ ہے۔ واضح رہے کہ یہ کمال چالاکی و فریب دہی عوام ہے، تشبیہ الطاعن میں اس ملمع کاری کی اچھی طرح

پر قلعی کھول دی گئی ہے، یہاں پر صرف اس قدر کافی ہے کہ حدیث مذکور بلفظ اغصاب و غضب و دونوں واقع اور دونوں

طریق سے کتب اہل سنت میں صحیح و ثابت ہے، چنانچہ روایت مودۃ القربی جو ابھی اوپر گزری اس میں ہے۔ **من**

غضبت علیہ ابنتی فاطمة غضبت علیہ یعنی جس پر میری بیٹی فاطمہؑ غضب ناک ہوئی میں اس پر

غضب ناک ہوا اور اس سے بڑھ کر اہل سنت نے نقل کیا ہے ان اللہ یغضب لغضب فاطمہؑ ویر ضیٰ لرضاہا یعنی جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ یہ تحقیق حق تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے غضب ناک ہونے فاطمہؑ پر، اور راضی ہوتا ہے ان کے رضا مند ہونے پر شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوة میں لکھتے ہیں بصحت پیوستہ، کہ پیغمبرؐ خدا فرمود فاطمہ بضعتہ منی من اذاھا فقد اذانی ومن ابغضھا فقد ابغضنی

ونیز آمدہ ان اللہ یغضب لغضب فاطمہ ویرضیٰ لرضاہا اور مثل اس کے دیگر کتب معتبرہ میں مثل کنز العمال ملا علی قلی اور الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ و اسد الغابہ و متذکر وغیرہ کے یہ حدیث مروی

و ما ثور ہے اور مستدرک میں بعد نقل حدیث لکھا ہے ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخ جاہ کہ اس حدیث کی سندیں صحیح ہیں اور نہیں اخراج کیا اس کو مسلم و بخاری نے، پس یہ حدیث جس کی صحت میں چون و چرا نہیں ہو سکتا، جیسے صاف صاف اس پر دلالت کرتی ہے کہ خلیفہ اول پر جناب سیدہ کے غضب ناک ہونے سے حق تعالیٰ غضب ناک ہوا، ویسا ہی اس جناب کا جمیع گناہان صغیرہ و کبیرہ سے معصوم و مطہر ہونا بھی اس سے ظاہر و باہر ہے، یعنی کہ جب حق تعالیٰ ہمیشہ بطریق عموم ان کی ناراضگی سے ناراض اور رضا مندی سے راضی و خوشنود ہے تو ضرور ہے کہ جمیع

افعال و اعمال ان کے حق و صدق، مرضی و پسندیدہ جناب باری ہوں اور یہی معنی عصمت کے ہیں۔ فللہ الحمد سوال اگر فدک درحقیقت حق فاطمہؑ زہراؑ صلوات اللہ علیہا تھا تو حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے عہد خلافت میں کیوں اس پر تصرف نہ فرمایا اور کس لئے ان کے دیگر ورثہ تک اس کو نہ پہنچایا۔ جواب اس کا دو طرح پر ہے ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی یہ کہ پیشتر بروایت صاحب شرح مواقف گذرا کہ حضرت علیؑ نے ابوبکر کے سامنے شہادت دی کہ پیغمبرؐ خدا نے فدک فاطمہؑ زہراؑ کو ہبہ کیا ہے، پس وہ حضرت بالیقین اس کو حق فاطمہؑ جانتے تھے ورنہ گواہی کس طرح دیتے علیؑ ہذا نہج البلاغہ میں کہ حسب افادہ سعد الدین تفتازانی صاحب شرح مقاصد وغیرہ علما معتبر اہل سنت بلاشبہ کلام جناب امیرؑ ہے مذکور ہے کہ آنحضرتؐ نے عثمان بن حنیف انصاریؓ اپنے عامل کو خط میں لکھا بلی کانت فی ایدینا فدک

من کل ما اظلمتہ السماء فسحت علیہا نفوس قوم وسخت عنہا نفوس اخرین و نعم الحکم اللہ یعنی ہاں ہمارے ہاتھ میں کل اشیاء جن پر آسمان سایہ آگن ہے ایک فدک تھا، پس حرص و بخل کیا اس پر ایک قوم نے، اور سخاوت کی اور ذر گذری اس سے دوسری قوم، اور عمدہ حاکم حق تعالیٰ ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ وہ حضرت فدک کو بواسطہ فاطمہؑ زہراؑ اپنا مال جانتے تھے، پس کس لئے اپنے عہد خلافت میں آپ نے اس پر تصرف نہ فرمایا، اور ان کے وارثوں کو نہ دیا۔ پس جو جواب اس کا اہل سنت دیں وہی شیعوں کی طرف سے قبول

فرمائیں۔ لیکن جواب تحقیقی یہ ہے کہ آنحضرت کو زمان خلافت اپنی میں بھی، چوں کہ پیر و ان خلیفہ اول و ثانی اس وقت بھی بکثرت و شوکت موجود تھے، ارتکاب ثقیہ سے چارہ نہ تھا اجراء سنت ہائے رسول اللہ پر کما حقہ تب بھی قدرت نہ رکھتے تھے چنانچہ آپ کا ارشاد **لو استوت قدمای فی ہذا لداحض لغیرت اشیا** اگر میرے دو قدم ان لغزشوں میں قرار پکڑتے تو میں بہت سی باتوں کو بدل دیتا۔ اس پر کافی دلالت رکھتا ہے اور مشہور ہے کہ بدعت تراویح کو کہ مروجہ خلیفہ ثانی تھی آپ نے منع کرنا چاہا تو لوگ آمادہ فساد ہو گئے، چنانچہ جلد خلافت میں مفصل گزارا۔ پس جب کہ عام سنت ہائے رسول اللہ کو پھیلانے اور بدعات کو محو کرنے پر قادر نہ تھے تو فدک میں خود تصرف کرنا یا اپنی اولاد و امجاد کو اس پر قبضہ دینا کہ ذاتی نفع پر مبنی تھا کس طرح ممکن تھا، علاوہ برائیں ہر شخص کو اپنا حق چھوڑنے اور اپنے فائدے سے دست بردار ہونے کا اختیار حاصل ہے اور کوئی عیب و عار اس میں نہیں عیب و عار ہے تو اس میں کہ دوسروں کے حق پر بہ ظلم تصرف کیا جائے تو چنانچہ حضرت امیر خود فرماتے ہیں **لا یعیاب المرء بتاخیر حقہ انما یعیاب من**

اخذ مالیس له یعنی اگر آدمی اپنے حق کے لینے میں تاخیر کرے تو کوئی عیب اس میں نہیں عیب کی بات یہ ہے کہ دوسروں کا حق بہ ظلم لے لے پس اگر امیر المومنین نے بھی کہ دنیا کو تین طلاق دے چکے تھے باوجود قدرت و اختیار برضا و رغبت تصرف فدک سے کنارہ کشی کی تو کیا مضائقہ اس میں ہے وہ حضرت نامہ عثمان بن حنیف مذکورہ میں فرماتے ہیں۔

وما صنع بفدک و غیر فدک و النفس مظانہا فی جدث تنقطع فی ظلمتہ اثارہا

وبغیب اخبارہا وحفرۃ لوزید فی فسحتہا و اوسعت ید حافر حالا ضغظہا

الحجر والمدرو سد فرجہا التراب المتراکم وانما ہی نفسی اروضہا بالتقوی

لتاتی امنہ یوم الخوف الاکبر وتثبت علی جوانب المزیق یعنی میں فدک اور غیر فدک کو لے کر کیا کروں حالانکہ کل قرار گاہ نفس وہ قبر ہوگی جس کی تاریکی میں اس کے آثار منقطع اور اس کے اخبار غائب ہو جائیں گے، اور وہ گڑ ہا پیش آئے گا کہ اگر اس کو فراخ کیا جائے اور اس کا کھودنے والا ذرا ہاتھوں کو پھیلائے تو ڈھیلے اور پتھر اس قدر گریں کہ اور بھی تنگ ہو جائے اور اتنی مٹی گرے کہ کوئی رخنہ باقی نہ رہے۔ میں اپنے نفس کو تقویٰ سے ریاضت دیتا ہوں اور ترک لذات سے اس کو رام بناتا ہوں، تاکہ بروز خوف اکبر امن سے رہے اور کنارہ ہائے صراط پر کہ محل لغزش اقدام ہے ثابت قدم ہو۔ اور یہی حال ہے باقی ورثہ کا اس لئے کہ فریقین سے کسی نے نقل نہیں کیا کہ کوئی ان میں سے عہد خلافت امیر المومنین میں اس کا دعوے دار ہوا ہو اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ ان تمام حضرات کو تاسی و پیروی جناب سیدہ کی مد نظر تھی، یعنی جس شے سے وہ جناب متوقع نہ ہوئیں اور اس کے سبب سے آخر عمر تک

بتلائے غم و غصہ رہیں انہوں نے بھی اس سے متمتع ہونے کو اپنے رنج و الم کا باعث جان کر ترک فرمایا اور موافقت و مشارکت حال اس معصومہ کو ملحوظ و منظور رکھا۔ سوال بعض خلفاء بنی امیہ و بنی عباس نے اپنے عہد حکومت میں فذک کو ورشہ فاطمہ پر رد کیا، چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے اس کو امام محمد باقرؑ کو واپس کیا اور مامون عباسی نے امام رضا علیہ السلام کے حوالہ کیا، حتیٰ کہ یہ خبر مشہور دیا و امصار ہوئی اور شعرا نے اس میں قصائد لکھے از انجملہ ایک شعر و عیل خزاعی کا یہ ہے۔

لقد اصبح وجه الزمان وقد ضجکا

لرد مامون ہاشم فذکا

یعنی روشن ہوا روئے زمانہ و خنداں ہوا باعث رد کرنے مامون کے فذک کو طرف بنی ہاشم کے، پس آنحضرتؐ نے کہ ائمہ طاہرین سے تھے کس لئے تاسی و اقتدا جناب فاطمہؑ کی نہ فرمائی۔ اور کیوں اس کو قبول کیا۔ جواب ہم نہیں کہتے کہ یہ تاسی و اقتدا واجب و لازم تھی کہ سوال وارد ہو۔ بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ فذک حق و ارثان جناب سیدہؑ تھا، بعض نے مثل امیر المومنینؑ و حسنین علیہم السلام نظر بموافقت و مشارکت حال اس مظلومہ کے کہ تمام قصہ ان کی آنکھوں کے سامنے گذر رہا تھا اس پر تصرف نہ فرمایا۔ اوروں نے مقولہ حق بحق دار رسید پر عمل کیا، اور جو ملالے لیا، علاوہ برائیں امام محمد باقرؑ و امام رضاؑ کی حالت جدا تھی اور امیر المومنینؑ و حسنین علیہم السلام کی علیحدہ ان میں سے ایک کو دوسرے کی حالت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ان حضرات کو خلفاء وقت نے کہ خلفاء ثلاثہ کے پیرو اور ان کی حقیقت کے قائل تھے فذک واپس دیا تھا، پس ان کے اس فعل سے ظاہر ہوا کہ فذک درحقیقت حق فاطمہؑ زہراؑ صلوات اللہ علیہا تھا کہ اب ان کے ورثا کو دیا گیا اور خلفاء ثلاثہ حق پر نہ تھے کہ اس کو نہ دیتے تھے چنانچہ صاحب مجالس المومنین نے نقل کیا ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز نے اس کو رد کیا، تو معاندان قریش و منافقان شام نے کہ اس کے گرد پیش جمع تھے، اس کو ملامت کیا اور کہا قد طعننت علی الشیخین کہ تو نے رد فذک سے ابو بکر و عمر کے فعل پر اعتراض کیا پس یہ مصلحت تھی کہ آنحضرتؐ نے اس کو بطیب و خاطر قبول و منظور فرمایا۔ بخلاف امیر المومنینؑ کے کہ ان کا اپنے عہد خلافت میں اپنے تسلط کے وقت اس پر متصرف ہونا اس مصلحت سے خالی تھا۔ حکایت کامل بہائی میں عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں ایک روز خلوت میں خلیفہ اول کے پاس حاضر تھا اور خلیفہ ثانی بھی وہاں موجود تھے حجاب کو کہہ رکھا تھا کہ کسی کو اندر نہ آنے دیں کہ ناگاہ ایک پیر مرد بلند بالانیک محضر ہمارے سامنے نمودار ہوا دائے سرخ دوں پر اور نعلین پاؤں میں رکھتا تھا آگے آ کر سلام کیا ابو بکر نے بیٹھنے کا اشارہ کیا اس نے قبول نہ کیا اور کہا کہ میں ایک مرد حجاج سے ہوں میرے ہمسائے میں ایک عورت رہتی ہے اس کا باپ مر گیا ہے باپ نے کچھ زمین اس کو دی تھی جس سے اس کی اوقات بسر ہوتی

تھی۔ والی شہر نے بہ تعدی اس سے وہ زمین چھین لی اور اس کا محصول خود لیتا ہے۔ عورت نے مجھ سے کہا تھا کہ مدینہ میں میری مظلومی کا حال خلیفہ وقت کی روبرو بیان کرنا ابوبکر نے کہا لا کرامة للغادر الفاجر کہ غدار فاجر بدکار کی ہمارے نزدیک کوئی عزت و حرمت نہیں عمر نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ کسی کو بھیج کہ اس ظالم ستم پیشہ کو دستگیر کر لائے۔ شیخ نے یہ کلام شیخین سے سنا تو وہاں سے پلٹا اور کہتا تھا فمن اظلم ممن يظلم بنت رسول الله کہ اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو دختر رسول خدا پر ظلم کرے۔ ابوبکر نے چلا کر کہا ردوہ ردوہ اس کو واپس لاؤ اس کو واپس لاؤ ایک مرد اس کے پیچھے دوڑا ادھر دیکھا ادھر دیکھا کہیں اس کا نشان نہ پایا دربانوں سے دریافت کیا کہ وہ کون شخص تھا اور کہاں سے آیا تھا سب نے کہا ہم نے کسی کو اندر آتے یا باہر جاتے نہیں دیکھا۔ ابوبکر کو تر دہوا، اس نے عمر سے کہا تو نے دیکھا، عمر نے کہا ہم کو وادی جن میں اس سے بھی عظیم تر واقعہ پیش آیا تھا، بہ تحقیق کہ شیطان مومن و حاکم کو پیش آتا ہے تاکہ آزمانے اور گمراہ کرے ناگاہ ایک ہاتف کی آواز ہمارے کان میں آئی کہ یہ اشعار پڑھتا ہے۔

اعدل علی ال یاسین المیامینا
 بک المذاهب من بین المظلمینا
 بنت الرسول امینا غیر مغبونا
 لاحق تیم ولا حق العدینیا
 لئلا صلع الہادی القوم بالدنیا
 ما خصہ اللہ من بین الوصینا
 بالعلم والحلم والقرآن والدنیا

یامن (۱) تجلسی باسم لا بلیق بہ
 اتجعل الخضر ابلیسا لقد ذہبت
 نحن الشہود وق دولت علی فدک
 فاللہ یعلم ان الحق حقہم
 وقد شہدت اخاتیم وصیہ
 لا تغتم اخاتیم اباحسن
 حض النبی علیا یوم فارقه

اس پر ابوبکر و عمر دونوں ڈرے اور حال ان کا متغیر ہو گیا ناگاہ قاصد امیر المومنین نے پہنچ کر ابن عباس سے کہا احب

- (۱) یعنی اے وہ شخص کہ جلوہ کیا ہے اس نے اس نام سے کہ جس کے وہ لائق نہ تھا۔ آل یاسین یعنی اہل بیت اطہار سے کہ مبارک و بیہون ہیں بعدل و انصاف پیش آ، تو خضر کو ابلیس بناتا ہے بہ تحقیق کہ اور گمراہوں کی طرح گمراہ ہوتا ہے۔ ہم گواہ ہیں کہ بنت رسول اللہ فدک کی مالک ہوئیں امانت کے ساتھ، بلاغین و خیانت، خدا جانتا ہے کہ یہ حق ان کا حق ہے بنی تیم (ابوبکر) اور بنی عدی (عمر) کا حق نہیں، اے برادر بنی تیم تو جانتا ہے اور تو نے دیکھا ہے کہ آنحضرت نے علی کے تئیں کہ ہادی امت ہیں اور دین کے قائم و درست رکھنے والے ہیں اپنا وصی و جانشین مقرر کیا ہے، اے برادر جمعی تو ابوالحسن علی علیہ السلام کو آزر دہ نہ کر اس چیز میں کہ حق تعالیٰ نے اس کو وصیا کے درمیان ان سے مخصوص کیا ہے، رسول خدا نے بروز وفات آنحضرت کو علم و حلم اور قرآن اور دین سے خصوصیت بخشی ہے۔ ۱۲۔ منہ۔

ابن عمک کہ تمہارے پسر عم تم کو بلاتے ہیں چلے ابو بکر نے ان کو قسم دی کہ یہ راز کسی پر افشا نہ کرنا عبد اللہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین نے مجھ کو دیکھا تو متنبہ ہوئے حتیٰ کہ دندان مبارک نمایاں ہوئے اور فرمایا اے پسر عم قسم رحم و قرابت کہ تجھ کو وہ اشعار یاد ہیں، یا نہیں، کہا ہاں یاد ہیں، اللہ و شعران سے۔ علی علیہ السلام نے تمام قصہ بیان کیا اور تمام اشعار پڑھے اور فرمایا خضر اس وقت میرے پاس تھے اور جو کچھ ان کے اور اس قوم کے درمیان گذرا تھا سب مجھ سے بیان کیا، پھر کہا ما ابتلی احدٌ باحد کما ابتلی ابو بکر بعمر و ما عادی احد قوماً اشد من معاداة عمر لا اهل بیت الرسول کہ بتلا نہیں ہوا کوئی شخص کسی میں جیسا کہ ابو بکر عمر میں مبتلا ہوا، اور دشمنی نہیں کی کسی نے کسی قوم کے ساتھ جس قدر کہ دشمنی کی عمر نے اہل بیت رسول اللہ سے۔ خالد بن ولید کی طرفہ عیبا کیاں : معلوم ہوتا ہے کہ خالد ولید کی قوت اور طاقت پر حضرات شیخین کو بہت بھروسہ تھا اور وہ سمجھے ہوئے تھے کہ اگر امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ و مقاتلے کی حاجت ہوئی تو وہی اس مشکل کو آسان کرے گا۔ خاص کر حضرت عمر کو تو اس کی شجاعت پر بہت ہی تکیہ تھا۔ اور اس نے بھی ان سے کہہ رکھا تھا کہ میں اس ہم کو بخوبی انجام دے سکتا ہوں پس وہ جانتے تھے کہ جب چاہیں گے اس کے ہاتھوں قتل کر دیں گے۔ نقل ہے کہ جب مقدمہ فدک میں حضرت امیر المومنین نے شیخین پر جہت تمام کی اور جناب سیدہ نے مسجد رسول اللہ میں آ کر پہلے طواف مرقمہ آور آنحضرت کا کیا اور پھر شکایت روزگار و جفا منافقان عدا میں چند اشعار پڑھے کہ درود یوار سے صدائے گریہ بلند ہوئی تو عمر و ابو بکر بہت گھبرائے اور باہم کہنے لگے کہ دیکھا آج علیؑ نے ہمارے ساتھ کیا کیا اگر ایک دو مرتبہ ایسا معارضہ وہ اور عمل میں لائے تو کار خلافت میں ضرور خلل پڑے گا پس اول نے ثانی سے کہا کہ اس کی تدبیر کرنی چاہئے عمر نے کہا خالد ولید کو امر کر کے علیؑ کو قتل کرے اور تیرے دل کو اس تشویش سے نجات دے ابو بکر نے خالد کو بلوایا اور کہا ہم کو ایک کار عظیم تجھ سے لینا ہے اس نے کہا جو کچھ کہ چاہو ہر چند وہ قتل علیؑ بن ابی طالب ہی کیوں نہ ہو، دونوں نے کہا ہمارا مدعا یہی ہے پس یہی قرار پایا کہ جب وہ جناب مسجد میں مشغول نماز جماعت ہوں تو خالد تلوار لئے ان کے پہلو میں منتظر رہے ابو بکر کے سلام پھیرتے ہی بضر ب شمشیر آنحضرت کا کام تمام کرے۔ اسماء بنت عمیس نے کہ اس وقت ابو بکر کی زوجیت میں تھیں یہ باتیں سنیں علانیہ اس کا اظہار مناسب نہ جان کر اپنی کنیز کو کہا کہ تو علیؑ کے گھر جا اور میرا سلام ان کو پہنچا۔ اور اس آئیہ کو (مومن آل فرعون نے حضرت موسیٰ کو اس کے ساتھ خبردار کیا تھا) آنحضرت کے سامنے قرأت کر ان الملاء یا تمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لك من الناصحین یعنی اشراف قوم فرعون تیرے بارے میں مشورہ کرتے ہیں تاکہ تجھ کو قتل کریں پس تو باہر نکل جا بہ تحقیق کہ میں تیرے لئے نصیحت کرنے والوں

میں سے ہوں اور لونڈی کو کہہ دیا کہ اگر نہ سمجھیں تو دو بارہ سہ بارہ اس کو تکرار کرنا اس نے جا کر اسما کا سلام آنحضرت کو پہنچایا اور آیہ شریفہ کو تلاوت کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا اپنی خاتون کو میرا سلام کہہ اور بتا کہ ان کا یہ ارادہ بامر الہی عمل میں نہ آئے گا اور نیز فرمایا اگر وہ مجھ کو قتل کریں تو پھر ناکشیں قاسطین مار قین کے ساتھ کون جنگ کرے گا صبح ہوئی تو حضرت نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے اور براہ تقیہ ابو بکر کے پیچھے بہ نیت فراوی نماز پڑھنے میں مشغول ہوئے خالد شمشیر بستہ آپ کے پہلو میں کھڑا ابو بکر کے سلام کا منتظر تھا۔ لیکن ابو بکر تشہد کے واسطے بیٹھتے تو ان کو تردد ہوا چوں کہ سطوت حیدر کرار سے واقف تھے۔ فتنہ سے ڈرے اور دریائے فکر میں غوطہ زن ہوئے زبان سے بار بار تشہد کو کہتے تھے اور سلام نہیں پھیرتے تھے تا انیکہ ماموین کو گمان ہوا کہ نماز میں سہو ہوا ادھر قریب تھا کہ آفتاب نکل آئے مجبوراً خالد سے کہا لا تفعل ما امرتک یا خالد اے خالد جو کچھ میں نے تجھے حکم کیا تھا نہ کرنا یہ کہ سلام پھیرا امیر المومنین نے خالد سے پوچھا کیا امر کیا تھا تجھ کو، کہا تمہارے قتل کو کہا تھا فرمایا کیا تو ایسا کرتا اس نے کہا اگر قتل سلام ممانعت نہ کرتا تو البتہ یہ امر واقع ہوتا حضرت کو غیظ آیا اور بزور ید الہی اس کو پکڑ کر زمین پر پٹکا اور انگشت زد انگشت درمیانی سے اس کی گردن کو دبایا اور ایک نعرہ حیدری مارا کہ قریب تھا کہ جان اس کے بدن سے نکل جائے کپڑے نجاست میں آلودہ ہو گئے ہاتھ پیر ہلاتا تھا مگر حرف زبان سے نہ نکلتا تھا۔ ابو بکر نے عمر سے کہا کہ یہ تیری نخس رائے کا نتیجہ ہے مجھ کو پہلے معلوم تھا کہ اس کا یہ انجام ہوگا خدا کا شکر ہے کہ ہماری طرف متوجہ نہ ہوئے پس جو کوئی آگے جاتا کہ پنجہ شیر خدا سے اس رو باہ کو نجات دلائے حضرت بہ نگاہ تند قہر آلود اس کی طرف دیکھتے وہ خوف کھا کر اٹھے پاؤں پھر جاتا۔ ابو بکر نے عباس بن عبدالمطلب عم مکرم اس جناب کو بلوایا۔ انہوں نے قبر و صاحب قبر (رسول اللہ) اور حسنینؑ اور ان کی مادر گرامی کی قسمیں دیں اس وقت غصہ فرو ہوا اور اس کو رہا کیا عباسؑ نے پیشانی نورانی کو بوسہ دیا اور امتنان ظاہر کیا۔ اور کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ غضب فذک کے بعد حضرت امیرؑ نے ابو بکر کو ایک نامہ بہت تہدید و عقاب کا لکھا اور وعید شدید اس میں درج کیا ابو بکر نے خط کو پڑھا تو خوف ان پر غالب ہوا اور چاہا کہ فذک و خلافت دونوں آنحضرتؐ پر رد کریں عمر نے کہا میں نے تیرے لئے زلال حکومت کو صاف کیا تا کہ سیراب ہو مگر تو ویسا ہی پیاسا رہا، چاہتا ہے جیسا کہ پہلے سے تھا، میں نے عرب کے سرکشوں کی گردنیں تیرے آگے جھکا دیں تو اس کی قدر نہیں کرتا یہ علیؑ ابن ابی طالب ہے جس نے بزرگان قریش کو قتل کیا اور خاندان کے خاندان اس کے ہاتھ سے تباہ ہو گئے اب اس کی بھی تدبیر کئے دیتا ہوں اور قبل اس کے کہ تجھ کو اس سے کچھ ایذا پہنچے تیرے دل کو اس طرف سے مطمئن کرتا ہوں ابو بکر نے کہا اے عمر تجھ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اپنی ان غلط کاریوں سے باز آؤ و لہذا کہ اگر علیؑ ہمارے قتل کا ارادہ کرے تو بغیر اس کے کہ داہنے ہاتھ کو کام میں لائے فقط

بائیں ہاتھ سے ہم دونوں کو مار سکتا ہے صرف تین امر ہیں جن سے ہم اس کے ہاتھ سے بچے ہوئے ہیں اول یہ کہ وہ تنہا ہیں یا رومدگار نہیں رکھتے۔ دوسرے وصیت رسول اللہ کا خیال ہے کہ ان کو تلوار اٹھانے سے منع کیا تیسرے یہ کہ قبائل عرب کے دلوں میں ان کی طرف سے کینے بھرے ہوئے ہیں اگر یہ باتیں نہ ہوتیں تو خلافت کبھی کی ان کی طرف رجوع کر گئی ہوتی تجھ کو روز احد کی کیفیت فراموش ہو گئی جب کہ ہم سب بھاگ گئے تھے اور علیؑ تلوار کھینچ کرتن تہا زغہ اعدا میں گھس گئے اور ان کے بہادروں اور علم داروں کو تہ تیغ بے دریغ کھینچا تو خالد کی باتوں پر نہ جانیو اس کا ہرگز مقدر نہیں کہ اس کو قتل کر سکے اگر یہ ارادہ کیا تو جو شخص اول آنحضرتؐ کے ہاتھ سے مقتول ہوگا وہ خالد ہوگا۔ مجلسی علیہ الرحمہ ان روایات کی نقل کے بعد حق الیقین میں فرماتے ہیں کہ اگرچہ اہل سنت ابو بکر و عمر کا خالد ولید کو قتل امیر المومنینؑ پر مامور کرنا چھپاتے ہیں اور اپنی اکثر کتابوں میں اس کا ذکر نہیں کرتے مگر ابو بکر کا سلام سے پہلے کلام کرنا اور خالد ولید سے مخاطب ہونا انہوں نے نقل کیا ہے اور یہ قرینہ واضح ہے صحت روایات شیعہ پر اس باب میں اور بحار میں کہتے ہیں اعلم ان هذه القصة من المشهورات بين الخاصة والعامة وان انكره بعض المخالفين جان تو کہ یہ قصہ مشہور قصوں میں سے ہے درمیان سنی و شیعہ کے گویا بعض مخالفین نے اس کا انکار کیا ہے اس کے بعد ابن ابی الحدید کا اپنے استاد نقیب ابو جعفر محمد بن ابی زید سے سوال کرنا اور اس کے جواب کو نقل کیا ہے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے نقیب مذکور سے سوال کیا کہ مجھ کو تعجب ہے کہ علی علیہ السلام رسول اللہ کے بعد اتنی مدت دراز کیوں کر زندہ و سلامت رہے اور کیوں اپنے گھر کے اندر ہی قتل نہیں کر دیئے گئے حالاں کہ دلوں میں ان کی عداوت کی آگ شعلہ زن تھی اور سینے ان کے کینے سے معمور تھے۔ نقیب نے کہا آنحضرتؐ نے اپنی پہلی وضع قطع بدل ڈالی تھی بجائے جنگ جوئی و تیغ زنی و سرافشانی کے وہ زہد و عبادت و نماز و تلاوت میں مشغول رہنے لگے تھے رخساروں کو خاک پر رکھنا اور پیشانی کو زمین پر گھسنا اپنا شعار بنا لیا تھا۔ اگر ایسا نہ کرتے تو ضرور قتل ہو جاتے مگر اب ان کا حال مثل اس قتال کے ہو گیا تھا جو اپنی حرکت پر نامد اور اس سے تائب ہو اور ترک دنیا کر کے رہبانیت اختیار کرے اور اختلاط مردم چھوڑ کر کوہ و صحرا میں سیاحت کرتا پھرے۔ پس آنحضرتؐ نے بھی والیان امر کی اطاعت میں کمی نہ کی اور ان کے آگے اپنے تئیں خوار و خاکسار بنا لیا پس ان کو ان کے ساتھ کوئی وجہ پر خاش باقی نہ رہی تو اور لوگوں نے بھی جب حکام کا میلان اس طرف نہ دیکھا تو سکوت اختیار کیا کیوں کہ یہ کام بلا اعانت و سرپرستی حکام چل نہ سکتا تھا اور سب سے زیادہ معقل حصین و استوار اجل ہے چوں کہ آنحضرتؐ کی زندگی باقی تھی کسی سے کچھ نہ ہو سکا۔ پھر پوچھا آیا قصہ خالد اور ابو بکر و عمر کا قتل علیؑ پر اس کو مامور کرنا درست ہے اس نے کہا کچھ لوگ سادات علوی سے اس کو نقل کرتے ہیں اور ایک شخص نے زفر بن

ہذیل شاگرد ابوحنیفہ سے سوال کیا کہ آیا بموجب قول ابوحنیفہ نماز سے بغیر سلام پھیرنے کے فعل کثیرا کلام یا حدیث صادر کر کے نکل جانا جائز ہے زفر نے کہا ہاں جائز ہے جیسا کہ ابوبکر نے تشہد میں کلام کیا، اس مرد نے کہا کیا کہا ابوبکر نے، اور کیا کلام تھا وہ، زفر نے کہا تجھ کو اس سوال کی ضرورت نہیں دوبارہ پوچھا تو کہا اس کو نکال دو یہ اصحاب علی سے ہے۔ ابن ابی الحدید نے نقیب سے پوچھا کہ تو اس بارہ میں کیا کہتا ہے تو اس نے تقیہ کیا اور کہا امامیہ اس کو روایت کرتے ہیں مگر میں بعید جانتا ہوں۔ پھر مجلسی علیہ الرحمۃ حق البقین میں کہتے ہیں کہ فضل بن شاذان نے کتاب ایضاح میں اس قصہ کو چند فقہائے اہل سنت سے اسی طرح پر نقل کیا ہے جس طرح کہ مذکور ہوا اور کہا ہے کہ سفیان بن عیینہ اور ابن جری اور وکیع سے سوال کیا گیا کہ تم ابوبکر کے اس فعل میں کیا کہتے ہو تو انہوں نے کہا کار بد تھا جو کہ تمام نہ ہوا اور ایک جماعت نے اہل مدینہ سے کہا ہے کہ اصلاح امت کے لئے کہ تفرقہ سے محفوظ رہیں ایک شخص کا قتل روا ہے چوں کہ علیؑ لوگوں کو بیعت ابوبکر سے روکتے تھے اس لئے ابوبکر نے ان کے قتل کا حکم دیا اور بعض بخوف فضیحت تمام قصہ کو نقل نہیں کرتے صرف اصل تمہید ابوبکر خالد ولید کے ساتھ کہ جب میں سلام پھیروں تو فلاں کام کرنا اور پھر اس کے پشیمان ہونے اور قبل سلام یہ کہنے کو یہ یا خالد لا تفعل ما امرتک حکایت کرتے ہیں اور اسی فعل ابوبکر کو سلام سے پہلے جواز کلام کی دلیل گردانتے ہیں۔ پھر فضل بن شاذان کہتا ہے کہ کسی نے ابو یوسف شاگرد ابوحنیفہ قاضی بغداد سے دریافت کیا کہ کیا کلام تھا جو کہ ابوبکر نے خالد سے کیا اس نے کہا خاموش رہ تجھ کو اس سے کیا مطلب قسم بخدا کہ اگر علیؑ مطیع ابوبکر اور اس کی بیعت پر رضامند تھے تو کوئی ظلم اس سے بڑھ کر دنیا میں نہیں کہ ناحق ایک مرد اہل جنت کے قتل کا امر کیا جائے اور جو وہ ابوبکر کی بیعت سے راضی نہ تھے تو یہ عین مذہب شیعہ ہے کہ ابوبکر نے عظیم ان پر تقدم کیا۔ مولف کہتا ہے کہ ان روایات و حکایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل قصہ کہ شیخین نے خالد ولید کو آنحضرتؐ کے قتل پر مامور کیا اور وہ اس پر آمادہ و تیار ہو گیا کتب اہل سنت میں بھی موجود ہے پس اب دیکھنا چاہئے کہ ان حضرات کو نفس رسولؐ کے ساتھ کس قدر عداوت تھی کہ مال و منصب لے کر بھی بس نہیں کرتے تھے اور پرے اس کے تھے کہ جو دوزی جو دان حضرت کا جس سے بیخ اسلام قائم ہوئی تھی صفحہ دہر سے اس کا نشان مٹا دیں مروی ہے کہ اس روز سے ابن ولید عنید کو آپ کے ساتھ سخت عداوت ہو گئی اور وہ اس تاک میں رہنے لگا کہ موقع ملے تو اس فضیحت و رسوائی کا اس جناب سے بدلہ لے حتیٰ کہ ایک روز پیش گاہ خلافت سے کسی مہم پر مقرر ہو کر مع لشکر و سامان اس طرف کو جا رہا تھا کہ راستہ میں حضرت امیرؓ کو کسی اپنے مزرعہ میں کھڑا دیکھا خالد کثرت سلاح سے گویا غرق دریائے آہن تھا اور انہوہ سپاہ اپنے ساتھ رکھتا تھا اور حضرت خالی ہاتھ یک و تنہا کھڑے ہوئے تھے اس کی رگ جلادت جنبش میں آئی اور قدم آگے بڑھایا اور قریب پہنچ کر گرزا اٹھایا

کہ آنحضرتؐ پر لگائے آپ نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا اور اس سے چھین لیا اور اس کو بھی زمین پر کھینچ لیا پس اس گرز کو موڑ کر بطور طوق اس کی گردن میں ڈال دیا۔ بروایت حضرت نے خود خالد کو اس حال میں دیکھ کر کہا اے پسر و لید کیا اس روز جو کچھ ابوبکرؓ نے تجھے امر کیا تھا تو عمل میں لاتا۔ کہا ہاں اگر اس کی رائے نہ بدلتی تو میں تمہارا سر قلم کئے بغیر نہ رہتا حضرت کو غیظ آیا اور اچھل کر خالد کی گردن پکڑ لی اور نیچے اتار لیا۔ اور فرمایا اے پسر زین ختنہ ناکردہ تیری یہ مجال کہ میرے ساتھ اس طرح پیش آئے اور کشاں کشاں آبیاء حارث بن کلاہ کے پاس لے گئے تمام لشکر کھڑا دیکھ رہا تھا اور رعب و جلال آنحضرتؐ سے کسی کو مجال دم مارنے کی نہ تھی۔ اور حال ان کا یہ تھا کہ گویا ملک الموت نے مسلط ہو کر ان کی روح کو نکال کر ان کے کف دست پر رکھ دیا ہے۔ پس آپ نے قطب آسیا (چکی کی درمیانی کیل) کہ ایک موٹی آہنی سلاح تھی نکال لی اور اس کو خالد کی گردن میں اس طرح پلیٹ دیا جیسے کوئی چڑے کے تسمے کو پلیٹتا ہے پس خالد جس مہم کو جاتا تھا اسے بھول گیا اور وہ طوق گردن میں پہنے ابوبکرؓ کے پاس آ کر حال بیان کیا خلافت مآب نے آہن گران مدینہ کو بلا کر حکم دیا کہ وہ ہنسی اس کی گردن سے دور کریں سب نے کہا بغیر اس کے کہ اس کو آگ میں دیں علیحدگی ممکن نہیں مجبوراً خالد چند روز اس خواری میں سراسبہ و سرنگوں رہا جو اس کو دیکھتا مضحکہ کرتا حتیٰ کہ امیر المومنینؑ اپنے مزرعہ سے تشریف لائے ابوبکر خالد کو حضرت کی خدمت میں لے گئے اور زبان شفاعت و عذر خواہی کھولی اور عفو تقصیر کی درخواست کی سید اوصیانے فرمایا کہ اس بد بخت نے شکوہ لشکر کو اپنے ساتھ دیکھا تو مغرور ہوا اور چاہا کہ مجھ پر غلبہ پائے جرأت و جسارت کی اور اس حال کو پہنچا جملہ صحابہ نے حضرت سے معذرت کی اور قسمیں صاحب قبر (رسول اللہ) کی دیں آپ نے خالد کو نزدیک بلایا اور اس کو ہے سے تھوڑا تھوڑا توڑتے تھے اور اس کے آگے ڈالتے تھے تا انیکہ تمام کو توڑ ڈالا اور اس کو رہائی بخشی سب لوگ شکر یہ وصی رسولؐ میں رطب اللسان اپنے اپنے گھروں کو لوٹے اور سانچہ عجیب پر متعجب تھے ابوبکرؓ نے کہا ابوالحسن کے کار سے تعجب نہ کرو بہ تحقیق کہ میں بروز خیبر رسولؐ خدا کے پہلو میں بیٹھا تھا کہ علیؓ نے در خیبر اکھاڑ اس کی خبر رسول اللہؐ کو پہنچی تو خنداں ہوئے حتیٰ کہ دندان مبارک دکھائی دیئے پھر رقت آپ پر طاری ہوئی بحدیکہ ریش مقدس اشکوں سے تر ہو گئی میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ اس خندہ و گریہ باہم پیوستہ کا سبب ارشاد ہو۔ فرمایا میں ہنسا اس لئے کہ مجھ کو علیؓ کے در خیبر اکھاڑ ڈالنے پر مسرت و شادمانی ہوئی اور رونے کا یہ باعث ہے کہ ان کو آج تیسرا روز ہے کہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور شب کو فقط چند گھونٹ آب خالص کے پیتے ہیں اگر یہ حالت نہ ہوتی تو وہ اس در کو اٹھا کر دیوار قلعہ سے پرے پھینک دیتے۔ ذکر وفات جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا : اعظم مصائب و اشد متاعب امیر المومنین علیہ السلام سے کہ بعد وفات جناب ختمی مآب آنحضرتؐ پر وارد ہوئیں ایک وفات جناب فاطمہؓ زوجہ مطہرہ

قصہ گزشتہ امیر المومنینؑ کی گردن میں لپیٹ دینے کا

آنحضرت سے ہے جناب معصومہؑ اپنے پدر عالیقدر کے بعد موافق مشہور درمیان علما شیعہ کل کچھتر روز زندہ رہیں۔ یہ زمانہ کمال بیچ و تاب قلق و اضطراب و درد و الم و اندوہ و ماتم میں بسر ہوا۔ اول تو جو محبت کہ آپ کو اپنے پدر بزرگوار سے تھی معمول سے زیادہ حدِ عشق و شفقتی کو پہنچ گئی تھی نتیجتاً اس جناب کی وفات پر آسمانِ غم اس معصومہ پر ٹوٹ پڑا اور ہجوم درد و یاس نے دل کو گھیر لیا تمام عیش و عشرت مبدل بہ رنج و کلفت ہو گئے۔ ثانیاً واقعات کہ اس حادثہٴ جانِ کاہ کے بعد پیش آئے سراسر موجب ایذا و آزار تھے بجائے دلاسا و دلدادہی وہ سلوک بضعتہ الرسول کے ساتھ کئے گئے جنہوں نے اس غم و غصہ کو دو بالا کر دیا اور آتشِ رنج و حسرت میں روغن و بہیزم کا کام دیا نخلستانِ فدک کہ رسول اللہؐ نے برائے وجہ معاش جناب سیدہ کو عطا کیا تھا ظلم و ستم ان سے چھین لیا گیا۔ تکمیلِ بیعتِ خلافتِ خلیفہ اول میں ان کے ہوا خواہوں کے ہاتھ سے وہ شدید صدمہ اس جناب کو پہنچا جو آخر کار آپ کی وفات کا سبب ہوا چنانچہ اس کا مجمل بیان پیشتر گذرا، پس یہ تمام حالات جمع ہو کر حالت اس معصومہ کی یہ ہو گئی کہ سوائے آہ و زاری و نالہ و بے قراری کے دوسرا شغل نہ تھا خواب و خورش و آرام و آسائش مطلقاً چھوٹ گئے تھے شب و روز مبتلا بلا مصروفِ گریہ و بکا عجیب مصیبتِ عظیم کا سامنا تھا چنانچہ فرماتی ہیں۔

صبت علی مصائب لواقہا

صبت علی الایام صرن لیا لیا

یعنی مجھ پر وہ مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹا ہے اور وہ سختیاں پیش آئی ہیں کہ اگر یہ مصائب و شدائد روز ہائے روشن پر بھی پڑتیں تو شب ہائے تاریک بن جاتے۔ مروی ہے کہ جسمِ مبارک اس مصیبت میں نہایت کاہید و لاغر ہو گیا تھا سر پر عصا بہ باندھے رہتیں آنکھوں سے جوئے اشک رواں تھی بادل سوختہ و جگر، فروختہ شدتِ ضعف سے غش پر غش چلے آتے تھے۔ نیز مروی ہے کہ وہ جناب اڑہائی مہینے اپنے باپ کے بعد دنیا میں رہیں حالاں کہ حزنِ شدید آنحضرت پر داخل ہوا تھا، بسبب وفاتِ حضرت رسالت پناہ کے، جبریل ان کی تسلی کے لئے آتے اور باتیں کرتے اور تسکین کی خاطر ان کے پدر بزرگوار کا حال اور ان کے مدارجِ کمال کا ذکر فرماتے اور واقعاتِ آئندہ ان کی ذریت کے قیامت تک کے ان کی روبرو نقل کرتے۔ امیر المومنینؑ ان کو لکھتے جاتے تھے چنانچہ وہی کتاب مصحفِ فاطمہؑ کے نام سے موسوم ہوئی۔ امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو ان کے پیرہن میں غسل دیا تھا وہ پیرہن میرے پاس تھا فاطمہؑ اس کو مجھ سے طلب کرتیں جب میں ان کو دیتا تو وہ لیتیں اور اس کی بوئے خوش کو استنشام فرماتیں اور بے ہوش ہو جاتیں آخر میں نے اس پیراہن کو چھپا لیا اور پھر ان کو نہ دکھایا۔ محمد بن بابو یہ علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ

حضرت رسول خدا نے دنیا سے رحلت کی تو بلال موزن نے اذان کہنا ترک کر دیا کہ میں سوائے رسول خدا کے دوسرے کے لئے اذان نہ کہوں گا، حضرت فاطمہؑ نے کہا میں چاہتی ہوں کہ اپنے باپ کے موزن کی اذان سنوں بلال کو یہ معلوم ہوا تو اذان کہنی شروع کی، جس وقت اللہ اکبر کہا فاطمہؑ کو اپنے باپ کا زمانہ یاد آیا اور گریہ نے اس جناب پر غلبہ کیا، بعد یکہ ضبط نہ کر سکیں جب بلال نے کہا **اشھد ان محمد الرسول اللہ** تو انہوں نے ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئیں حتیٰ کہ حاضرین کو گمان ہوا کہ رحلت کر گئیں، بلال سے کہا کہ جلد اذان کو ترک کر فاطمہؑ دختر رسول خدا نے دنیا سے رحلت کی، بلال نے اذان بلا اتمام قطع کی، تھوڑے عرصہ بعد فاطمہؑ کو ہوش آیا تو فرمایا اے بلال اذان کو تمام کر۔ اس نے کہا اے بہترین زنان عالم مجھ کو تمہاری جان کا اندیشہ ہے مبادا کہ پھر میری آواز سنو اور ہلاک ہو جاؤ۔ میں اب اذان نہ کہوں گا فاطمہؑ نے اسے معاف رکھا۔ روایت ہے کہ مرض الموت میں جس میں کہ جناب فاطمہؑ نے رحمتِ خدائے متعال کی طرف انتقال فرمایا، ایک روز حضرات ابو بکر و عمر نے یہ خیال رفع الزام امیر المومنین علیہ السلام سے درخواست کی کہ اس معصومہ کی خدمت میں باریاب ہوں، آپ نے اجازت دی پردہ نصب ہو گیا اور شیخین اندر آئے ابو بکر نے پس پردہ سے کہا اے دختر رسول خدا ہم تم سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے جرم و عصیان سے درگزر و اور جو کچھ ہم سے تمہاری نسبت صادر ہوا اسے معاف کرو جناب معصومہ خاموش تھیں۔ اور کچھ جواب نہ دیتی تھیں۔ بروایت دیگر اسماء بنت عمیس زوجہ ابو بکر نے کہا کہ ابو بکر نے میرے واسطے سے اذان و خول طلب کیا تھا جب اندر آئے تو فاطمہؑ زہراؑ نے روئے مبارک دیوار کی طرف پھیر لی ابو بکر نے سلام کیا، جواب نہ دیا، معذرت کی اور کہا دختر رسول مجھ سے راضی ہو فرمایا اے عتیق تم نے کیا جو کچھ کہیا، لوگوں کو ہماری گردنوں پر سوار کیا اب مجھ سے رضامندی کا خواست گار ہے، چلا جا کہ میں تیرے ساتھ ہرگز کلام نہ کروں گی جب تک کہ خدا و رسول سے شکایت نہ کر لوں۔ بروایت اول جب اصرار و الحاح زیادہ کیا تو آپ حضرت امیرؑ کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا میں ان دونوں سے ایک بات پوچھتی ہوں اگر راست راست بیان کریں۔ دونوں نے کہا دریافت کرو جو چاہو ہم بجز صدق و راستی کوئی بات نہ کریں گے، فاطمہؑ نے کہا میں تم کو قسم دیتی ہوں حق سبحانہ تعالیٰ کی کہ تم کو یاد ہے کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ فاطمہؑ میری پارہ تن ہے جس نے اسے ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے حق تعالیٰ کو ایذا دی اور جو اس کو آزار دے میری وفات کے بعد ایسا ہے گویا اس نے آزار دیا اس کو میری حیات میں میرے سامنے انہوں نے اقرار کیا اور کہا البتہ پیغمبر خداؐ نے ایسا فرمایا ہے، جناب سیدہؑ نے کہا الحمد للہ کہ حق تمہاری زبان پر جاری ہوا خداوند اگواہ رہیو اور اے جماعت حاضرین تم گواہ رہنا کہ ان دو مردوں نے مجھ کو ایذا دی اور آزار پہنچایا قسم بخدا کی میں ان کے ساتھ کلام نہ کروں گی جب تک کہ

پروردگار عالم سے ملاقات نہ کروں اور اس جل شانہ سے ان کے ناہم وارسلوک کی جو انہوں نے میرے اور میرے شوہر کے ساتھ کئے شکایت نہ کر لوں پس ابوبکر حاضرین کے دکھانے کو رونے اور فریاد کرنے لگے کہ کاش میں شکم مادر سے پیدا نہ ہوتا و احسرتا و اویلا مگر عمر نے ان کو جھڑکا کہ پیری نے تجھ میں اثر کیا ہے کہ ایک عورت کی ناخوشی سے اس قدر رڑتا اور بے قرار ہوتا ہے اسی عقل و دانش پر لوگوں میں حکومت کرے گا، کیا ہوا اگر وہ ناراض ہوئی تو کیا کرے گی، یہ کہہ کر دونوں وہاں سے چلے گئے۔ ابن قتیبہ مورخ اہل سنت ایک ایسی ہی روایت ابوبکر و عمر کے عذر کرنے اور جناب سیدہ کے راضی نہ ہونے کی لکھ کر کہتا ہے کہ مجھ کو تعجب ہے سخت دلی فاطمہؓ پر کہ ان دو بوڑھے شیخوں کی خراعت و زاری پر ان کو رحم نہ آیا ان کا عذر قبول نہ فرمایا۔ مولف اور اوراق عرض رساں ہے کہ ایسے ہی مقامات ہیں جن پر پہنچ کر ذرا غور کرنے کے بعد سنی نہیں رہتے یا تو شیعہ خالص بن جاتے ہیں ورنہ ناصبی، پکے دشمن اہل بیت ہو کر سرے سے اسلام کو خیر باد کہہ دیتے ہیں یعنی کہ جس نے فضائل اہل بیت اور ان کے سچے کمالات، کہ خود ان کی اپنی کتابوں سے ظاہر و باہر ہیں مد نظر رکھا اور جانا کہ یہ حضرات نبص قرآن و احادیث متواتر و سید الانس و الجن کہ جو ہر جس و گناہ و عیب و خطا سے پاک و مبرا ہیں جو کچھ وہ کرتے یا کہتے ہیں عین حق و صدق ہوتا ہے نتیجتاً اس کا مخالف کوئی کیوں نہ ہو گمراہ و بے دین داخل بزمرہ ہالکین و ضالین ہو گا وہ بے تامل فرقہ ناجیہ میں داخل اور ان میں شامل ہو جاتا ہے ورنہ تعصب و ہٹ دھرمی و دید و دل کو کور کر دیتی ہے اور نصب و خروج کے بھنور میں گر کر ظاہری اسلام سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اگر چہ زبان سے کچھ نہ کہے لیکن دل میں ضرور ان حضرات طیبات کے خطا و عصیان کا قائل ہو جاتا ہے۔ پھر اس وقت کبھی کبھی بے ساختہ اس کے منہ سے ایسے کلمات بھی نکل جاتے ہیں، جیسے اس مورخ معروف (ابن قتیبہ) نے جناب فاطمہؓ کو سنگ دل کہا یا صاحب تحفہ نے اس جناب کو معہ ان کے شوہر و اولاد اطیاب کو لعن و باللہ بلفظ مردودان درگاہ الہی تعبیر فرمایا، جیسا کہ اس زمانہ میں کوئی مولوی احمد علی سہارن پور میں ہیں سننے میں آیا ہے کہ انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ فاطمہؓ ہر ابرسر خطا تھیں، جو ابوبکر سے ہم کلام نہ ہوئیں ہم کہتے ہیں کہ اگر معصومہ پاک سنگدل تھیں تو ان کے باپ صاحب لولاک ان سے پہلے سنگدل ٹھہرے، کیوں کہ وہ معصومہ بموجب حدیث صحیح مشہور بین الفریقین ان کے بدن کا بضعہ اور ٹکڑا تھیں، اور امیر المومنین اگر اپنے اعزہ و احباب کے ساتھ ابوبکر کی بیعت سے انکار کر کے گھر میں بیٹھ رہے تو حق اس وقت بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا فان الحق مع علی و علی مع الحق اور پیشتر بقول شاہ ولی اللہ گذرا کہ افعال اس جناب کے بعینہ حق تھے کہ حق ان سے اس طرح منعکس ہوتا تھا جیسا کہ ضو آفتاب سے منعکس ہوتی ہے۔ پس وہ مردود درگاہ الہی کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ اور مولوی احمد علی کی نسبت ہم کچھ نہیں کہتے جو کچھ اس نے کہا ہے اس کا بدلا بروز جزا حق تعالیٰ اس کو اچھی

طرح دے گا، فی الواقع انہوں نے وہ کلمہ کہا ہے جو آج تک ان کے اسلاف سے کسی نے نہیں کہا اور شیعوں سے تقیہ کرتے رہے ہیں۔ صاحبِ آنکھیں کھولو دیکھو سوچو سمجھو یہ حضرات کوئی معمولی آدمی نہیں جن کی نسبت جو چاہا کہہ دیا وہ خاصانِ خدا و مقبولانِ بارگاہِ کبریا ہیں، اس جل شانہ نے بموجب آیہ **یُرِیدُ اللہُ لَیذْہَبَ عَنْکُمُ الرِّجْسُ** اٹح ان کو ہر رجس و چرک سے پاک و طاہر گردانا۔ بارہا کہا گیا کہ علی علیہ السلام جو خلافت اپنے لئے چاہتے تھے تو مقصود اس سے امتثالِ امر خدا ہدایتِ خلق اللہ اور ان کا راہِ راست پر لانا تھا نہ کہ معاذ اللہ حکومتِ چند روزہ دنیا ان کا مدعا تھا، ان کو اس کی کیا پروا تھی۔ تمام جہاں آنحضرتؐ کی خاطر اور ان کے طفیل سے خلق ہوا تھا علی ہذا جنابِ فاطمہؑ جو کمالِ غم و غصہ میں مبتلا تھیں تو ان کو بھی گمراہی امت کا خیال تھا کہ ان بزرگواروں نے ان کے باپ محمد مصطفیٰؐ کے دین میں رخنہ ڈال دیا تھا اگر شیخین کو مدد ملے ان کا رضامند کرنا تھا تو لازم تھا کہ پہلے خلافت سے دستبردار ہوتے پھر فدک کو واگذار کرتے اس وقت اپنی گذشتہ جرات و جسارت پر نادم ہو کر عذر خواہی کرتے تب دیکھتے کہ وہ جناب کیوں کر رضامند نہ ہوتیں۔ نہیں تو یہ بھی کوئی معذرت تھی کہ موجباتِ غیظ و غضب سے اصلاً معترض نہیں ہوئے ان کا ذر تک زبان پر نہیں آیا زبانی باتیں بنا دیں یہ راضی کرنا کا ہے کو تھا یہ تو اور چڑانا تھا۔ حدیث میں وارد ہے کہ جب وقتِ وفات جنابِ سیدہ کا نزدیک آیا تو آپ نے حضرت امیر المومنین کو طلب کیا اور عرض کی اے ابوالحسن مجھ کو میری وفات کی خبر دی گئی ہے، میں عنقریب تم سے جدا ہونے والی ہوں، چاہتی ہوں کہ چند وصیتیں تم کو کروں۔ وصیا یا جنابِ سیدہ: حضرت نے فرمایا اے دخترِ رسولؐ خدا جو چاہو وصیت کرو پس وہ حضرت سرہانے بیٹھ گئے اور سب لوگ باہر چلے گئے جنابِ سیدہ نے کہا یا ابوالحسن میں جب سے تمہارے نکاح میں آئی تم نے مجھ کو دروغ و خائن نہ پایا ہوگا میں نے کسی امر میں مخالفت نہیں کی حضرت نے فرمایا معاذ اللہ اے بنتِ رسولؐ تم احکامِ خدا کی دانا نیکو کارو پرہیزگار ہو بھلا تم سے ایسا کب ہو سکتا ہے تمہاری مفارقت مجھ پر نہایت شاق ہے مگر مشیتِ خدا میں چارہ نہیں، قسم بخدا کہ تم نے مصیبتِ رسولؐ خدا کو مجھ پر تازہ کیا سخت عظیم ہے تمہاری جدائی انا للہ وانا الیہ راجعون پس ایک ساعت دونوں باہم گریہ و بکا کرتے رہے پھر حضرت امیرؑ نے سرفاطمہؑ کو اپنی آغوش میں لے کر سینہِ اطہر سے لگایا اور فرمایا وصیت کرو اے فاطمہؑ جو کچھ کہنا ہو یہ تحقیق کہ میں عمل میں لاؤں گا۔ اور تمہارے کام کو اپنے کام پر مقدم کروں گا۔ پس حضرت فاطمہؑ نے کہا حق تعالیٰ تم کو جزا خیر دے اے ابنِ عم رسولؐ اللہ پہلی وصیت میری یہ ہے کہ تم میرے بعد امامہ بنتِ زینب کے ساتھ عقد کرنا کہ وہ میرے بچوں کی مثل میرے پرورش کرے گی اور میری مانند ان پر مہربان ہوگی۔ دیگر یہ کہ میرے لئے ایک نعش (تابوت) بنانا جیسے کہ ملائکہ نے بحکمِ حق تعالیٰ مجھ کو تعلیم کی ہے۔ پس آنحضرتؐ کے سامنے جس طرح سے کہ حق سبحانہ

تعالیٰ کی جانب سے مامور تھیں تقریر کی۔ بروایت یہ نعلش آنحضرتؐ کو اسماء بنت عمیس زوجہ جعفر طیار نے تعلیم کی تھی انہوں نے اس کو بلا وجہ میں دیکھا تھا منقول ہے کہ ایک روز جناب سیدہؑ نے اسماء سے کہا اے اسماء میں بہت نحیف و لاغر ہو گئی ہوں اور گوشت میرے بدن پر نہیں رہا کوئی تدبیر ایسی کرو کہ میرا جسم مردوں کی نظر سے محفوظ رہے۔ اسماء ایک سریر لے آئیں اور اس کو سرنگوں رکھا اور اس کے پاؤں پر شاخ ہائے خرما باندھے پھر اس پر کپڑا ڈالا فاطمہ زہراؑ نے اسے نہایت پسند کیا اور فرمایا حق تعالیٰ تیرے بدن کو آتش جہنم سے بچائے جس طرح تو نے میرے بدن کو نظر نامحرمان سے بچایا۔ بہر کیف طریقہ مروجہ عورات کے جنازے کا اسلام میں جناب سیدہؑ کے جنازے سے جاری ہوا اس سے پہلے ایسا نہ تھا۔ پھر فرمایا اے ابوالحسن تیسری وصیت میری یہ ہے کہ جن لوگوں نے مجھ پر ظلم و ستم کئے اور میرے حق کو مجھ سے غصب کیا ان کو میرے جنازے پر نہ آنے دینا کیوں کہ وہ میرے اور رسول خداؐ کے دشمن ہیں کوئی ان میں سے میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے پائے اور مجھ کو بوقت شب جب کہ آنکھیں خواب میں ہوں پوشیدہ دفن کرنا۔ منقول ہے کہ جب وہ وقت آیا جس میں جگر گوشہؑ رسول خداؐ جناب فاطمہ زہراؑ کو دار دنیا سے رحمت حق و جل و علا کی طرف انتقال کرنا تھا تو اسماء سے پانی طلب کیا اور غسل نیکو بجالائیں اور ملبوس جدید زیب بدن کیا اور خوشبو سے اپنے تئیں معطر فرمایا پھر کہا اے اسماء جبریل بوقت وفات رسول خداؐ چالیس درہم کا نور بہشت لائے تھے ایک حصہ آنحضرتؐ نے اپنے لئے رکھا تھا اور دوشمٹ مجھ کو اور علیؑ کو عنایت کیا تھا وہ کا فور حاضر کر، تاکہ مجھ کو اس سے حنوط کریں اسماء حسب الحکم کا فور بہشت لے آئیں آپ نے اپنے سر ہانے رکھ لیا اور رو قبلہ لیٹ گئیں اور چادر کو منہ پر ڈھانپ لیا اور فرمایا اے اسماء تھوڑی دیر صبر کر پھر مجھ کو آواز دینا اگر جواب نہ آئے تو جاننا کہ میں نے دنیا سے سفر کیا اور اپنے پدر بزرگوار سے ملحق ہو گئی۔ پس علیؑ علیہ السلام کو بلواینا اسماء نے حسب الارشاد قدرے توقف کے بعد آواز دی جواب نہ سنا تو چلا کر کہا اے دختر محمد مصطفیٰؐ و اے دختر بہترین خلق خدا کوئی آواز نہ آئی تو چادر کو روئے انور سے اٹھا کر دیکھا کہ مرغ روح آنحضرتؐ کا باغ بہشت کو پرواز کر گیا تھا۔ پس اپنے تئیں روئے مبارک پر گرا دیا اور بوسے لیتی تھیں اور کہتی تھیں اے فاطمہ خدمت رسول خداؐ میں سلام اسماء بنت عمیس کا پہنچاؤ، اتنے میں حسنین علیہما السلام اندر تشریف لائے اور پوچھا اے اسماء ہماری مادر گرامی اس وقت کس لئے خواب میں ہیں اسماء نے کہا کہ خواب نہیں بلکہ اس جناب نے رحمت رب الارباب کی طرف انتقال فرمایا یہ سن کر امام حسنؑ نے بیتا بانہ روی انور پر اپنے تئیں ڈال دیا بوسے لیتے تھے اور کہتے تھے اے مادر گرامی مجھ سے بات کرو قبل اس کے کہ روح میرے بدن سے مفارقت کرے امام حسینؑ پائے مبارک اس جناب پر پڑے رو رہے تھے کہ اے مادر بزرگوار میں ہوں تمہارا فرزند حسینؑ میرے ساتھ گفتگو کرو اس سے پہلے کہ میرا دل شگافۂ

ہوا اور روح میرے بدن سے نکل جائے اسامیٰ عرض کی اے شاہزادو جاؤ اور اپنے پدر عالیقدر کو اس مصیبت سے آگاہ کرو حسینؑ بتایا نہ مسجد کی طرف دوڑے اور صدائے داویلا و مصیبتا بلند کی امیر المومنینؑ نے یہ حال پر ہلال سنا تو منہ کے بل زمین پر گر گئے روتے تھے اور کہتے تھے۔ کس سے تسلی دوں گا اپنے آپ کو بعد تمہارے اے دختر رسولؐ خدا پس چند اشعار اس حادثہ جانکاہ میں پڑھے کہ زمین و آسمان کو گریہ میں لائے۔ شہر مدینہ میں یہ خبر منتشر ہوئی تو زن و مرد گریاں خانہ ملا یک آشیانہ اس جناب کی طرف دوڑے اور تعزیت کرتے اور پر سادیتے تھے آپ کو۔ زنان بنی ہاشم جمع ہو گئیں اور شدت گریہ و بکا سے ارکان شہر میں زلزلہ ڈال دیا گویا آج حضرت رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت کی ہے ہر شخص بادل بریاں و چشم گریاں منتظر تھا کہ جنازہ کب نکلتا ہے کہ اتنے میں ابوذر غفاریؓ نے باہر آ کر کہا کہ نکالنا جنازے کا اس وقت ملوئی کیا گیا لوگ یہ سن کر متفرق ہو گئے جب ایک پہر رات گذری تو امیر المومنینؑ خود متکفل امور جناب فاطمہؑ ہوئے اور غسل و کفن سے فراغت کر کے نعش کو باہر لائے اور نماز پڑھی اس معصومہ پر، اور آپ کے ساتھ حسینؑ و عمار و مقداد و عقیل و زبیر و ابوذر و سلمان و بریدہ نے معاً ایک جماعت بنی ہاشم و خواص آنحضرتؐ کے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور اسی شب کو دفن کیا اور سات قبریں آپ کی قبر کے گرد اگر دینا دیں تاکہ معلوم نہ ہو کہ قبر مطہر کون سی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے قبر مبارک جناب سیدہ کوزمین کے برابر کر دیا کہ دشمن اس سے واقف نہ ہوں اور ارادہ غش قبر کا نہ کریں اور بعضوں کا قول ہے کہ درمیان قبر حضرت رسالتؐ و منبر اس جناب کے کہ ایک روضہ ہے ریاض جنت سے اس میں مدفون ہوئیں مگر صحیح یہی ہے کہ اپنے حجرہ مقدسہ میں دفن ہوئی ہیں الحاصل امیر المومنینؑ نے دفن سے فارغ ہو کر باچشم اشک باریہ اشعار پڑھے۔

وصاحبہا حتی الممات علیل

وان بقائی بعد کم لقلیل

دلیل علیٰ ان لا یدوم خلیل

اری علل الدنیا علی کثیرہ

لکل اجتماع من خلیلین فرقہ

وان افتقادی فاطماً بعد احمد

یعنی میں آلام دنیا کو اپنے اوپر بہت دیکھتا ہوں اور جو اس دنیا میں آتا ہے مرتے دم تک بتلائے بلا رہتا ہے۔ جو دو دوست باہم جمع ہوتے ہیں آخر کار ان میں فرقت اور جدائی ہوتی ہے اور بے شک میری زندگی تمہارے بعد قلیل ہے میری جدائی فاطمہؑ سے بعد رسولؐ خدا کے بلاشبہ دلیل ہے اس پر کہ کوئی دوست اپنے دوست کے ساتھ ہمیشہ نہ رہے گا۔ اور رو بجانہ رسولؐ اللہ کے کہا سلام ہو تم پر اے رسولؐ اللہ تمہاری نور نظر لخت جگر دختر نیک اختر کی طرف سے کہ آج تمہاری خدمت میں حاضر ہوتی ہے وہ تمہارے جوار میں زیر خاک دفن ہونے والی اور تمام اہل بیت سے

پہلے تمہاری طرف سبقت کرنے والی ہے یا رسول اللہ تمہاری برگزیدہ بیٹی کی مفارقت میں میرے صبر نے، اور ضعیف و ناتوان ہوئی بدون اس کے طاقت میری لیکن جب کہ تمہاری مصیبت میں میں نے صبر کیا اور تمہارے دردِ جدائی کو سہ لیا تو سزاوار ہے کہ اس مصیبت کو بھی صبر و سکون کے ساتھ برداشت کروں بہ تحقیق کہ میں نے اپنے ہاتھ سے تم کو آغوشِ لحد میں رکھا بعد اس کے کہ روح پر فتوح نے میرے سینے اور گلوں کے درمیان بدن سے مفارقت کی، پس اس وقت وہی کلمہ کہتا ہوں جس کی حق تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ہم کو تعلیم فرمائی ہے یعنی **اَنَا لِلّٰہِ وَ اَنَا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ** یا رسول اللہ تم نے فاطمہؑ کو اپنے پاس بلالیا اور جو ودیعت میرے سپرد کی تھی مسٹر دفرائی اور جو امانت میرے پاس رکھی تھی واپس لے لی۔ بہ تحقیق کہ میرا غم و اندوہ دراز ہوگا اور میری طولانی راتیں بیداری میں کٹیں گی جب تک کہ حق تعالیٰ میرے لئے وہی مقام اختیار نہ کرے جس میں کہ تم مقیم ہو یہاں کا حال اپنی پارہ جگر سے پوچھ لیجئے وہ بخوبی آپ کو اس سے آگاہ کرے گی، کہ تمہارے بعد تمہاری امت نے ہماری ایذا و آزار پر اتفاق کیا اور ہم کو ہمارے حقوق سے محروم رکھا پس سلام ہو میرا تم دونوں پر، مثل سلام ایک وداع کنندہ کے، کہ جو کوئی تم سے جدا ہوتا ہے تو اس کی جدائی از روئے ملالت و کراہت کے نہیں اور جو تمہارے پاس ٹھہرتا ہے تو وعدہ ہائے ایزدی پر جو اس جل شانہ نے صابروں کے لئے فرمائے ہیں بدگمان نہیں ہوتا۔ مولف کہتا ہے کہ اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضراتِ شیخین نماز جنازہ جنابِ سیدہؑ سے محروم رہے جیسا کہ حضرت رسول خدا کی تجہیز و تکفین میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ مسلم و بخاری نے روایتِ گذشتہ میں قلمِ متکلم حتیٰ توفیت کے بعد نقل کیا ہے۔ **وَعَا شَت بَعْدَ النَّبِیِّ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فَلَمَّا تُو فِیت دَفَنَہَا زَوْجَہَا عَلِیٌّ لَیْلًا وَلَمْ یَاْزَنْ بِہَا اَبَا بَکْرٍ وَ صَلِیٌّ عَلِیْہَا عَلِیٌّ** کہ وہ حضرت رسول خدا کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں جب وفات پائی تو ان کو ان کے شوہر علیؑ نے رات کے وقت دفن کیا اور ابو بکر کو خبر نہ کی اور نماز پڑھی ان پر علی علیہ السلام نے۔ مروی ہے کہ جب صبح کو لوگ آئے اور معلوم ہوا کہ وہ حضرت شب کو دفن ہو گئیں تو حضرت عمر کو بہت غصہ آیا۔ اور ابو بکر سے کہا میں نہ کہتا تھا کہ ایسا کریں گے۔ عباسؑ نے کہا فاطمہؑ نے یہی وصیت کی تھی وہ نہیں چاہتی تھیں کہ تم ان پر نماز پڑھو۔ عمر نے کہا قسم بخدا کہ میں قبر کو دوبارہ کھولوں گا اور جنازہ کو قبر سے نکال کر نماز پڑھوں گا۔ حضرت امیرؑ نے کہا واللہ اگر تو نے ایسا کیا تو میں تلوار کھینچ لوں گا اور بغیر تمہارے قتل کئے میان نہ کروں گا عمر خاموش ہو گئے۔ القصہ منقول ہے کہ جب چاہا کہ اس جناب کو داخل قبر کریں تو رسول کے ہاتھوں سے مشابہ دو ہاتھ درونِ قبر سے پیدا ہوئے اور آنحضرتؐ کو اندر لے لیا۔ اور نیز مروی ہے کہ امیر المومنین نمازِ جنازہ سے فارغ ہوئے تو دو رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہا، پروردگار یہ فاطمہؑ تیرے نبی کی دختر ہے اس کو ظلمت سے نور اور شدت سے

راحت و سرور کی طرف منتقل فرما۔ پس زمین بقدر ایک میل روشن ہو گئی جب چاہا کہ دفن کریں تو ایک بقعہ سے بقعہ لے کر آواز آئی کہ ادھر آؤ ادھر آؤ کہ اس معصومہ کی تربت مجھ سے لی گئی ہے، دیکھا تو ایک قبر کندہ و تیار موجود ہے۔ لاش کو اس کے پاس لے گئے جب قبر میں رکھا تو امیر المومنین نے کنارِ قبر پر کھڑے ہو کر کہا اے زمین میں نے اپنی امانت کو تجھے سونپا، زمین سے آواز آئی یا علیؑ میں اس پر تم سے زیادہ مہربان ہوں تم اندیشہ نہ کرو، جب چاہا کہ مراجعت کریں تو قبر خود بخود پر ہو کر زمین ہموار ہو گئی۔ اس طرح پر کہ معلوم نہ ہوا کہ وہ حضرت کس طرح دفن ہیں۔ سن شریف جناب سیدہ میں اختلاف بہت ہے جو قول کہ درمیان علما مایہ زیادہ مشہور ہے اور اکثر روایات معتبرہ اس پر دلالت کرتی ہیں یہ ہے کہ آپ کل اٹھارہ سال دنیا میں زندہ رہیں۔

یہود و نصاریٰ کے بعض مسائل کے جوابات، جو حضرت خطیب منبر سلونی نے بہ عہد خلافت خلیفہ اول، ارشاد فرمائے:

احتجاج طبری (۱) میں ہے کہ ابوبکر کے زمانے میں ایک قافلہ روم سے مدینہ آیا اس میں ایک راہب راہبان نصاریٰ سے تھا وہ مسجد رسول اللہ میں حاضر ہوا اور ایک شتر پر از روم اس کے ساتھ تھا، ابوبکر مجمع مہاجرین و انصار کے ساتھ مسجد میں تھے، راہب نے اپنے طریق کے موافق سلام کیا اور پوچھا کہ تمہارے درمیان نائب و خلیفہ رسول کون ہے، حاضرین نے ابوبکر کی طرف اشارہ کیا۔ راہب نے پوچھا۔ ایسا شیخ تمہارا کیا نام ہے ابوبکر نے کہا شقیق، کہا اور بھی کوئی نام ہے، کہا صدیق کہا کوئی اور، کہا اور کوئی نیا نام مجھ کو معلوم نہیں۔ کیوں تیرا کیا مدعا ہے، کہا میں روم سے آیا ہوں اور ایک اونٹ روپے اشرفیوں سے لدا ہوا ساتھ ہے اس امت کے امیر و خلیفہ رسولؐ سے ایک مسئلہ پوچھوں گا، اگر بتا دیا تو یہ تمام مال اس کو دے دوں گا، کہ تمہارے درمیان اس کو تقسیم کرے اور مسلمان ہو کر اس کا مطیع ہوں گا، اور جو جواب نہ دیا گیا تو الٹا پھر جاؤں گا اور مال بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ یہ روایت احتجاج کی ہے اور زہرۃ الریاض وغیرہ کتب اہل سنت میں ہے کہ سلطان روم نے بہت سا مال رسول مقبول کے لئے بھیجا تھا، مگر جب اس کا وکیل مدینہ پہنچا تو وہ حضرت انتقال فرما چکے تھے، یہ حال وکیل نے بادشاہ کو لکھا تو اس نے اس کو لکھ بھیجا کہ جو کوئی ان تین مسلوں کا جواب دے وہی وصی رسول اللہ ہے، یہ مال اس کو دے دینا اور کوئی جواب نہ دے سکے تو واپس لے آنا بہر کیف ابوبکر نے سائل راہب سے کہا سوال کر جو کچھ کہنا چاہئے، اس نے کہا کہ پہلے مجھ کو اپنے اور اپنے اصحاب کی طرف سے امان

(۱) یہ روایت تھوڑے سے فرق سے کتاب زین الفتی تفسیر سورہ اہل اقی تصنیف ابو محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی میں بھی مذکور ہے۔ ۱۲۔

دے کہ کوئی مجھ کو ایذا نہ دے گا، کہا تجھ کو امان ہے راہب نے کہا **اخبِرْنی عما لیس لِّلہ و لیس عند اللہ ولا یعلمہ اللہ** کہ خبر دے مجھ کو اس خبر سے جو خدا کے لئے نہیں، اور اس سے جو خدا کے نزدیک نہیں، اور اس چیز سے جس کو خدا نہیں جانتا۔ ابوبکر کو کچھ جواب بن آیا۔ عمر کو بلوایا وہ بھی کچھ نہ کہہ سکے، عثمان سے پوچھا وہ بھی خاموش رہے، تب راہب ہنسنے اور طنز کرنے لگا۔ ابوبکر نے کہا اے دشمنِ خدا اگر پہلے عہد نہ کیا ہوتا تو ابھی زمین کو تیرے خون سے رنگین کرتا۔ سلمان اس کو حضرت امیر المومنین کی خدمت میں لائے آپ اس وقت صحنِ مکان میں حضرت امام حسن و امام حسینؑ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ براویت دیگر عبد اللہ بن عباسؓ اس کو آپ کے پاس لائے اور وہ وقت تھا جب کہ جمع قرآن سے فارغ ہو چکے تھے۔ پس راہب نے آپ سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے فرمایا یہود کے نزدیک الیا نصاریٰ کے نزدیک ایلیا ہے اور میرے باپ نے علیؑ اور میری ماں نے حیدرؑ رکھا ہے، کہا پیغمبرؐ سے کیا قرابت رکھتے ہو فرمایا وہ میرے بھائی (ابن عم) اور خسر ہیں راہب نے کہا قسم بخدا اے عیسیٰ تم ہی میرے سوالوں کا جواب دو گے، پھر ہر سوال مذکورہ بالا ذکر کئے، حضرت نے فرمایا ہاں وہ شے کہ خدا کے لئے نہیں وہ زن و فرزند ہیں کہ خدا کے لئے نہیں، اور جو خدا کے نزدیک نہیں وہ ظلم و ستم ہے کہ کسی کے لئے ظلم اس کے پاس نہیں، اور جو چیز کہ خدا نہیں جانتا وہ شریک باری ہے کیوں کہ وہ وحدہ لا شریک ہے یہ سن کر راہب اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا زنا توڑ ڈالا، اور حضرت کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا اور کہا گواہی دیتا ہوں کہ تم خلیفہ رسولؐ اور امین امت اور معدنِ دین و حکمت و منبعِ حجت ہو، میں نے تو ریت میں تمہارا نام الیا اور انجیل میں ایلیا اور قرآن میں علیؑ اور کتب سابقہ میں حیدر پڑھا ہے۔ تم رسول اللہ کے بعد ان کے وصی اور سزاوارِ حکومت ہو اور غیروں کی نسبت خلافت کے زیادہ شایاں ہو، کیا حال ہے ان لوگوں کا کس طرح تمہارے ساتھ پیش آتے ہیں حضرت نے اس کو کچھ جواب نہ دیا پس راہب نے تمام مال حضرت کے حوالے کیا آپ ابھی اس جگہ سے نہیں اٹھے تھے کہ سب کا سب فقر و مساکین مدینہ پر تقسیم کر دیا، اور راہب اپنے گھر کو واپس گیا۔ مناقب مرتضوی میں معارج النبوة و زہرة الریاض سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا کی وفات کے دس روز بعد ایک اعرابی تازیانہ ہاتھ میں لئے اور نقاب منہ پر ڈالے مسجد میں آیا اور کہا **السلام علیک یا اصحاب رسول اللہ** جو چیز تم سے فوت ہوئی حق تعالیٰ اس کا عوض تم کو عطا کرے **ان کان محمد**

(۱) معارج النبوة ملا معین ہروی مطبوعہ مطبع نولکشور سے مقابلہ کیا گیا لیکن چہارم باب سیزدہم فصل پنجم میں وقائع بعد دفن آنحضرتؐ میں صفحہ

قدمات واللہ حی لایموت ابدا اعظم اللہ اجرکم وغفر ذنبکم وما اعظم مصیبتکم یموت سیدکم ترجمہ اگر محمدؐ مر گئے تو اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا خدائے تعالیٰ تمہارے اجر کو عظیم کرے اور تمہارے گناہ کو بخش دے کس قدر عظیم ہے مصیبت تمہاری تمہارے سردار کے مرنے سے یہ کہہ کر پوچھا تم میں وصی پیغمبرؐ کون ہے ابو بکرؓ نے جناب امیرؓ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہیں وہ شخص حضرت کے پاس آیا اور کہا السلام علیک یا وصی رسول اللہ حضرت نے جواب میں فرمایا وعلیک السلام یا مضر صاحب البیر ابو بکرؓ اور حاضرین مجلس اس جواب کو نہ کر حیران ہوئے اعرابی نے کہا اے جوان تم نے میرا نام کیوں کر جانا اور یہ کیوں کر معلوم ہوا تم کو کہ میں صاحب بیر ہوں، حضرت امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ مجھے میرے بھائی محمد مصطفیٰؐ نے خبر دی تھی اور سب کیفیت تیری بیان کی تھی تو کہے تو میں اس کو بیان کروں، مضر نے کہا تمہارا نام کیا ہے کہا علی بن ابی طالب یہ کہہ کر ارشاد کیا کہ سن تو عرب کا رہنے والا اور تیرا نام مضر ہے اور تیرے باپ کا نام دارم ہے عمر تیری تین سو ساٹھ سال کی ہوئی ہے اور اس زمانے میں ایک سو برس تیری عمر سے گزرے تھے جب کہ تو نے اپنی قوم کو ظہور رسالتؐ سید کائنات کی بشارت دی تھی اور کہا تھا کہ ایک مرد ایسا پیدا ہوگا کہ اس کے رخسارے چاند سے زیادہ روشن اور اس کا کلام شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔ پس جو کوئی اس پر ایمان لائے گا دارین میں نجات پائے گا وہ پدرِ قتیبوں اور مسکینوں کا ہوگا اور صاحبِ شمشیر ہوگا اور دراز گوش پر سواری کرے گا کفش میں پیوند لگائے گا شراب اور زنا کو حرام کرے گا قتل اور سود سے مانع آئے گا۔ خاتم الانبیاء ہوگا امت اس کی پانچ وقت روز و شب میں نماز پڑھے گی اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے گی۔ اور خانہ کعبہ کا حج کرے گی، اس پر ایمان لاؤ، جب تو نے یہ کہا تو تیری قوم جمع ہو گئی اور درپے تیرے ایذا اور آزار کے ہوئی۔ اور چاہا کہ تجھ کو ہلاک کرے پس تجھ کو ایک چاہِ عمیق میں ڈال دیا اور اپنی دلجمعی کی، اور تو اب تک اس کوئیں میں قید تھا جب کہ جناب رسالت مآبؐ نے انتقال فرمایا تو تیری قوم کو خدائے تعالیٰ نے ہلاک کیا، اور تجھے اس قید سے نجات بخشی بعد اس کے تجھے عالم غیب سے آواز آئی کہ اے مضر محمدؐ نے دار دنیا سے دارِ عقبیٰ کی طرف انتقال فرمایا تو اس کے اصحاب سے ہے مدینہ میں جا کر اس کی قبر کی زیارت بجا لالپس تو قطع منازل کر کے یہاں آیا تاکہ زیارتِ روضہ منور سے مشرف ہووے مضر نے یہ باتیں سنیں تو رونے لگا اور پوچھا کہ آپ کو اس قصہ سے کس نے آگاہ کیا فرمایا کہ حضرت رسولؐ خدائے مجھے خبر دی تھی کہ مضر میری وفات کے بعد تیرے پاس آئے گا تو میرا سلام اس کو پہنچانا مضر نے سلام کا نام سنا تو کھڑا ہوا اور امیر المومنینؓ کے پاس آ کر سر مبارک پر بوسہ دیا اور پھر بیٹھ گیا حضرت نے فرمایا اے مضر تو نقاب اپنے چہرے سے اٹھا دے اس نے نقاب منہ سے اٹھائی تو ایک نور اس کی پیشانی

سے ساٹھ ہوا کہ تمام مسجد روشن ہو گئی مُضیر نے عرض کی یا حضرت میں کئی سوال رکھتا ہوں کہ ان کا کوئی جواب نہیں دے سکتا مگر نبی یا وحی نبی حضرت نے فرمایا کہ پوچھ کیا پوچھتا ہے۔ حضرت امیر المومنین سے مُضیر کے سوالات: اس نے عرض کی یا علیؑ خبر دیجئے کہ وہ نر کون سا ہے جو بے ماں اور بے باپ کے پیدا ہوا۔ اور وہ مادہ کون سی ہے جو بے ماں اور بے باپ پیدا ہوئی۔ اور وہ نر کون سا ہے جو فقط بے باپ کے پیدا ہوا۔ اور خبر دو مجھ کو اس رسولؐ سے کہ نہ انسان سے ہے نہ جنات سے اور نہ ملائکہ نہ بہائم و سباع سے۔ اور وہ قبر کون سی ہے جو اپنے صاحب کو لئے پھری اور سیر کر ائی۔ اور وہ حیوان کون سا ہے جس نے اپنے اصحاب پر رحم کیا۔ اور وہ کون سا جسم ہے جس نے کھایا مگر پیا نہیں۔ اور وہ کون سی زمین ہے جس پر آفتاب صرف ایک مرتبہ چکا پھر کبھی نہ چمکے گا۔ اور وہ کون سا جہاد ہے کہ جس نے زندہ جنا اور وہ کون سی عورت ہے جس نے تین ساعت میں بچہ جنا۔ اور وہ دو ساکن کون سے ہیں جو کبھی حرکت نہ کریں گے۔ اور وہ دو متحرک کون سے ہیں جو کبھی ساکن نہ ہوں گے۔ اور وہ دو دوست کون ہیں جو کبھی دشمنی نہ کریں گے۔ اور وہ دشمن کون سے ہیں جو کبھی دوستی نہ کریں گے۔ اور خبر دو مجھے شے و لاشے سے اور خوب تر اشیاء اور زشت ترین اشیاء سے اور سب سے اول رحم میں کیا شے منعقد ہوتی ہے اور قبر میں کیا شے سب سے آخر گرتی ہے۔ پس مُضیر نے جب یہ بیس سوال عرض کئے تو جناب امیرؑ نے ان کا بیان بہ تفصیل شروع کیا اور فرمایا کہ وہ نر جو بے ماں باپ کے پیدا ہوا وہ حضرت آدمؑ ہیں اور وہ مادہ کہ بے ماں باپ کے پیدا ہوئی وہ حضرت حواؑ ہیں اور وہ نر کہ بے باپ کے پیدا ہوا وہ حضرت عیسیٰؑ ہیں اور وہ رسولؐ کہ نہ قبیل انس و جن سے ہے نہ ملائکہ نہ بہائم و سباع سے وہ غراب (کوا) ہے کہ حق تعالیٰ نے واسطے تعلیم قایم کے بھیجا تھا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحِثُ فِي الْأَرْضِ كَيْ يَكْتُمَ فِيهَا خَبْرًا کہ حق تعالیٰ نے ایک غراب کو بھیجا کہ زمین کو کھودتا تھا اور وہ قبر کہ جس نے اپنے صاحب کو سیر کروائی وہ ماہی تھی کہ یونسؑ تیس روز تک اس کے پیٹ میں رہے، اور وہ اطراف بحر و جوانب بحر میں سیر کرتی تھی اور وہ حیوان کہ جس نے اپنی قوم پر رحم کیا وہ چیونٹی تھی کہ واسطے طلب رزق کے اپنی قوم کے ساتھ گھر سے نکلتی تھی اور سب چیزیں ستون پر کہ حضرت سلیمانؑ اس کے نیچے سوتے تھے چڑھنے لگیں تو اس چیونٹی نے اپنی قوم سے کہا کہ خبر دار حضرت سلیمانؑ کے سر پر مٹی نہ گرنے پائے کہ پیغمبرؐ خدا کو ایذا پہنچے گی۔ اور وہ جسم جس نے کھایا تو مگر پیا نہیں وہ عصائے موسیٰؑ ہے کہ سحر ساحروں کا نکل گیا۔ چنانچہ اس کی شان میں آیا ہے تَلْقَفَ مَا يَأْكُلُ الْغَنَى کہ وہ گُل جاتا تھا اس سحر کو کہ جو وہ مکر کرتے تھے۔ اور وہ بقیعہ زمین کہ جس پر آفتاب ایک دفعہ چکا اور پھر نہ چمکے گا وہ دریائے نیل کا وہ مقام ہے کہ خدائے تعالیٰ نے قوم موسیٰؑ کے لئے اس کو شگافتہ کیا اور یہ زمین کی اس جگہ سے ظاہر ہوئی تو آفتاب اس پر چکا بحد یکہ وہ اس قدر خشک ہو گیا کہ گرد اس پر اوڑی اور جب سب اس

سے گذر گئے تو پانی دریا کامل گیا۔ اور وہ جہاد جس سے حیوان پیدا ہوا وہ پتھر تھا جس میں سے ناقہ صالح نکلا اور وہ دوساکن کہ کبھی متحرک نہ ہوں گے آسمان وزمین ہیں۔ اور مراد حرکت سے حرکت این ہے یعنی انتقال کرنا ایک مکان سے طرف دوسرے مکان کے پس وہ مکان کو نہیں چھوڑتے۔ اور وہ دو متحرک کہ ساکن نہ ہوں گے وہ چاند سورج ہیں کہ ہمیشہ پھرتے ہیں اور وہ عورت کہ تین ساعت میں بچہ جنمی وہ حضرت مریم ہیں کہ ایک ساعت میں حاملہ ہوئیں اور ایک ساعت در روزہ میں مبتلا رہیں اور ایک ساعت میں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے اور وہ دوست کہ کبھی دشمن نہ ہوں گے جسم و جان ہیں اور وہ دشمن کہ کبھی دوست نہ ہوں گے موت و حیات ہیں اور شے مؤمن ہے اور لاشے کافر ہوتا ہے اور خوب ترین اشیاء صورت انسان ہے اور تمام چیزوں سے زشت و قبیح بدن بے سر ہے۔ اور اول رحم میں جو چیز منعقد ہوتی ہے انگشت شہادت ہے اور آخر بدن سے جو چیز قبر میں گرتی ہے وہ ہڈی ہے جو انتہائے پشت میں ہے۔ مُضیر نے جو یہ جواب اپنے سوالات کے پائے، اٹھ کھڑا ہوا اور سر مبارک امیر المومنینؑ اور جبین مبین آنحضرتؐ پر بوسہ دیا اور سب اصحاب نے بھی دست ہائے مبارک اس جناب کے چومے اور تعریف و توصیف آپ کی کی پس مُضیر نے کہا یا علیؑ مجھے مرقد منور رسول اللہ ﷺ پر لے چلو تا کہ زیارت سے اس جناب کی مشرف ہوں وہ جناب اس کو روضہ رسول خدا پر لائے اس نے قبر مبارک کو بغل میں لیا اور اپنے سینہ سے اس کو مس کیا۔ حضرت امیر نے حاضرین سے ارشاد کیا کہ اس کے پاس سے دور ہو جاؤ کہ اس کا وقت مفارقت دنیا سے نزدیک ہے سب ہٹ گئے بعد ایک ساعت جو اس کے پاس آئے تو دیکھا کہ طائر روح اس کا نفس غصری سے پرواز کر گیا تھا اصحاب نے اس کی تجہیز و تکفین کر کے قریب قبر حمزہ سید الشہداءؑ اس کو دفن کیا۔ نیز معارج (۱) النبوة و زہرة الریاض میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک یہودی پر حقیقت نبوت حضرت خاتم الانبیاؑ توریت سے منکشف ہو گئی تو اس نے آنحضرتؐ کا حال دریافت کیا تا کہ آپ سے ملاقات کرے لوگوں نے کہا کہ وہ محمدؐ ہیں کہ شہامہ میں دعوائے نبوت کرتے ہیں مگر ان سے نہ ملنا اولیٰ ہے یہودی نے کہا حق توریت موسیٰؑ مجھ کو ان کی زیارت سے منع نہ کرو، پس طے منازل کر کے شام سے مدینہ میں آیا سلمان فارسی سے ملا اور اظہار اشتیاق ملاقات سرور کائنات ظاہر کیا آنحضرتؐ کے انتقال کو اس وقت تیس روز کا عرصہ گذرا تھا سلمانؑ نے بخیال بیدلی یہودی کے حال پر ملال وفات آنحضرتؐ کا بیان نہ کیا اور اس کو مسجد رسول اللہ میں مجمع اصحاب میں لے گئے یہودی نے وہاں پہنچ کر کہا ا لسلام علیک یا ابا القاسم یا محمدؐ اصحاب نام نامی رسول خداؐ اس کر رونے

(۱) معارج النبوة مطبوعہ مطبع نشی نوکشتور کے رکن چہارم باب سیزدہم فصل پنجم میں بضمن وقائع بعد از دفن آنحضرتؐ صفحہ ۲۵۵ پر مذکور ہے۔ ۱۲۔

لگے اور صدائے نالہ و آہ ان سے بلند ہوئی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے سر مبارک اٹھا کر کہا کہ اے شخص کون ہے کہ ہماری مصیبت کو تازہ کیا اور ہمارے زخموں پر نمک چھڑکا ظاہر اتنا واقف ہے اور آنحضرتؐ کے فوت ہو جانے کا حال تجھے معلوم نہیں ایک ماہ کامل گذرا کہ ماہ فلک نبوت و رسالت غروب ہو گیا یہودی نے ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچ کر کہا کہ افسوس کہ میری محنت رائیگاں گئی میں نے شوق زیارت آنحضرتؐ میں طے راہ دراز کی تھی تم میں کوئی ایسا ہے کہ آنحضرتؐ کی صورت و شمائل و اخلاق و خصائل کو بیان کر سکے، حضرت نے فرمایا میں تجھ سے کہتا ہوں، یہودی نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے فرمایا علیؑ ابن ابی طالب کہا میں نے تمہارا نام توریت میں پڑھا ہے تم ہی آنحضرتؐ کے وصی ہو اب حلیہ مبارک آپ کا مجھ سے بیان کرو حضرت نے فرمایا روئے مبارک اس قدر روشن تھی کہ آفتاب بھی اس کے سامنے تیرہ معلوم ہوتا تھا، قد دلپذیر معتدل، سر بدور، پیشانی نورانی کشادہ، اور چشم ہائے فرخندہ سیاہ، ابرو پیوستہ اور دندان کشادہ، تبسم کرتے تو نور لبوں سے چمکتا، ہر دو کف پہن و فراخ اور شکم میموں پشت ہمایوں سے ملا ہوا، دودوش کے درمیان مہر نبوت ظاہر تھی جس میں قلم قدرت سے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر تھا، امیر المومنینؑ نے شمائل اقدس بیان کئے تو یہودی نے کہا صدقت یا علیؑ راست کہا تم نے، میں نے بھی اسی طرح توریت میں دیکھا ہے اگر ملبوسات آنحضرتؐ سے کوئی جامہ تمہارے پاس ہو تو مجھے دکھاؤ کہ اس کی خوشبو سونگھوں حضرت نے سلمان کو کہا کہ ردا رسول خدا لے آ۔ سلمان حسب الحکم در دولت پر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت سیدہ اپنے پدر بزرگوار کے فراق میں گریہ و بکا کر رہی ہیں اور حسنین علیہم السلام بھی ان کے ساتھ رو رہے ہیں سلمان نے کنڈی دروازے کی کھڑکائی تو فرمایا کون ہے کہ یتیموں کا دروازہ کھڑکاتا ہے اور بنیکوں کا تفقہ کرتا ہے۔ سلمان نے کہا میں ہوں سلمان خادم اہل بیت پھر حال یہودی کے آنے اور امیر المومنینؑ کے ردا رسول خدا طلب کرنے کا بیان کیا جناب سیدہ نے خرقة متبرکہ رسول خدا نکال کر سلمان کے حوالے کیا۔ منقول ہے کہ وہ خرقة سات مقام سے لیف خرما سے پیوند تھا۔ اصحاب نے سر اور آنکھوں سے ملا پھر یہودی کو دیا یہودی نے اس کی خوشبو سونگھی اور روضہ رسول اللہ پر آیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ اللہم ان قبلت اسلامی فاقبض روحی فی الساعۃ یعنی بار خدا یا اگر میرا اسلام تو نے قبول کیا ہے تو اسی وقت میری روح کو قبض کر، یہ کہنا تھا کہ جان اس کے بدن سے نکل گئی اصحاب متوجہ اس کی تجھیز و تکفین کے ہوئے اور اس کو بقیع غرقہ میں دفن کیا اور کتاب ذخار القبۃ تصنیف محبت الدین طبری سنی میں عبد اللہ بن عمر سے منقول ہے کہ کچھ یہود ابو بکر کے پاس آئے اور کہا کہ اے صاحب نبی رسول اللہ کا حلیہ ہم سے بیان کرو ابو بکر اس کے بیان سے عاجز رہے اور

امیر المومنین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے پوچھو چنانچہ فرمایا **مَعشَرَ الْيَهُودِ لَقَدْ كُنْتُ مَعَهُ فِي الْغَارِ كَاصْبَعِي هَاتَيْنِ وَلَقَدْ صَعِدْتُ مَعْجَلٍ حَرًّا وَخَنْصَرِي لَفِي خَنْصَرِهِ وَلَكِنَّ الْحَدِيثَ عَنْهُ شَدِيدٌ وَهَذَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ** یعنی اے گروہِ یہود میں آنحضرتؐ کے ساتھ غار میں اس طرح تھا جس طرح کہ یہ میری دو انگلیاں (اپنی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا) اور کوہِ حرا پر آنحضرتؐ کے ساتھ چڑھا حالاں کہ میری انگشت ان کی انگشت میں تھی۔ لیکن ان کا حال بیان کرنا دشوار ہے یہ علیؑ بن ابی طالب موجود ہیں ان سے پوچھو پس یہود حضرت کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی اے ابوالحسن آپ اپنے پیغمبرؐ کا حلیہ بیان کریں حضرت نے حلیہ مبارک رسولؐ خدا ان سے بیان کیا۔ اتنی یہاں حضرت عتیق نے بیان حلیہ رسولؐ اللہ میں اپنے عجز و نادانی ہی کے اظہار پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نہایت چالاکی سے مع اس کے آنحضرتؐ کے ساتھ اپنا کمالِ تقرب اختصا سے بگھارا ہے تاکہ سائلین کے نزدیک اس سے کوئی محب و مقصد خلافت مآب کی طرف عائد نہ ہو لیکن اگر وہ غور سے دیکھتے تو جانتے کہ یہ کلام ان کا زیادہ تر موجب عیب و عار واقعہ ہوا کہ باوجود اس قدر قرب و منزلت کے بھی شکل و شکل آنحضرتؐ کا بیان نہ کر سکے۔ اور جیسا یہاں یہود کے سامنے خلیفہ اول حلیہ مبارک رسولؐ اللہ بیان نہ کر سکے ایسا ہی اولیٰ قرنی کے سامنے حضرت خلیفہ ثانی اتنا بھی نہ بتلا سکے کہ ابروئے مبارک رسولؐ اللہ کشادہ تھیں یا پیوستہ مجالس المومنین میں کتاب تذکرۃ الاولیاء سے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ و عمرؓ خرقہ متبرکہ رسولؐ اللہ حسب وصیت آنحضرتؐ کے اولیٰ کے پاس لے گئے تو عمرؓ نے اولیٰ سے کہا۔ خلیفہ ثانی و اولیٰ قرنی کے سوال و جواب: اے اولیٰ تم کیوں نہ آئے کہ پیغمبرؐ خدا کی زیارت سے مشرف ہوتے اولیٰ نے کہا اے عمرؓ تو نے پیغمبرؐ خدا کو دیکھا ہے کہا ہاں دیکھا ہے اولیٰ نے کہا ان کی پیشانی نورانی کو دیکھا ہے اگر دیکھا ہے تو بتلا کہ ابروئے دلجو آپ کے باہم ملے ہوئے تھے یا کشادہ عمرؓ کچھ جواب نہ دے سکے قاضی صاحب نقل روایت کے بعد کہتے ہیں کہ اس کلام میں اولیٰ نے عمرؓ پر استہزا کیا اور معرفت رسولؐ اللہ سے ان کی جہل و نادانی کا اظہار فرمایا اور ان کو عوام کے آگے ذلیل و رسوا کیا۔ نیز کتاب مذکور سے نقل کیا ہے کہ عمرؓ نے اولیٰ کو دیکھا کہ ایک شتری کھلی اوڑھے سرو پا برہنہ کئے گویا دولت دو عالم کو اپنی بغل میں لئے ہوئے ہیں حکومت و بادشاہی سے دل کھٹا ہو گیا اور کہنے لگے کہ کون ہے کہ ایک روٹی کے عوض یہ خلافت مجھ سے خرید لے اولیٰ نے کہا کون بے وقوف ہے کہ تیرے اس قول کا اعتبار کرے بیچتا کیا ہے اگر دل سے کہتا ہے تو اس کو ڈال دے کوئی اٹھالے گا۔ صاحب مجالس کہتے ہیں کہ یہ کلام اولیٰ کا مشتمل ہے طعن عمرؓ پر کہ خلافت میں بیع و شرا کو جاری کرتے تھے حالاں کہ عقل شاہد ہے کہ وہ عطیہ ایزدی ہے **يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ** ابوبکرؓ سے اس کو خریدنا اور عثمانؓ کے ہاتھ بیچنا خلاف عقل و

شرع تھا اور نیز ان کا کلام مشعر ہے اس کا کہ عمر نے واقعی خلافت سے دل نہیں اٹھایا تھا اگر فی الواقع اس کو بیچنا منظور ہوتا تو طلحہ و زبیر و معاویہ اس کو ہزار جان سے خرید لیتے چہ جائے کہ ایک نان سے مگر وہ جانتے تھے کہ عمر بھی ابو بکر کے اقالہ کی طرح جھوٹی تواضع اور خلاف واقع زہد و تجربہ کا اظہار کرتے ہیں نیز نقل کیا ہے کہ عمر نے اولیس سے کہا کہ میرے لئے دعا کرو انہوں نے کہا میں ہر نماز و تشہد میں جملہ مومنین و مومنات کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں اگر تو ایمان پر مرے گا تو میری دعا تجھ کو نفع بخشے گی ورنہ میں اپنی دعا کو ضائع نہیں کرتا قاضی صاحب کہتے ہیں کہ یہ کلام اولیس کا ظاہر کرتا ہے کہ اولیس کو سوا عاقبتِ عمر کا حال معلوم تھا اور وہ بالخصوص ان کے لئے دعا کرنا نہیں چاہتے تھے نیز زین الفتی تفسیر سورہ ہل اتی تصنیف ابو محمد احمد عاصمی میں سلمان فارسی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا رسول خدا نے وفات پائی تو نصاریٰ قیصر روم کے پاس جمع ہوئے اور اس سے کہا کہ انجیل میں ہے کہ عیسیٰؑ کے بعد ایک رسول احمد نام خروج کرے گا ہم ان کے خروج کو دیکھتے رہے تا نیکہ اب ان کے مرنے کی خبر آئی ہے پس اب تو ہم کو اس امر میں مشورہ دے بہ تحقیق کہ ہمارے دین و دنیا کے کاروبار تیری رائے پر منحصر ہیں۔ قیصر نے اپنے ملک کے ایک سوا علموں کو جمع کیا اور ان سے عہد لیا کہ کوئی امر اس سے نہ چھپائیں اور ان کو بھیجا کہ جا کر اس پیغمبرِ عربی کے وصی سے سوالات کرو جیسے کہ انبیاء سے سوال کرتے ہیں اگر درست بتلا دیئے تو اس پر اور اس کے وصی پر ایمان لے آؤ اور مجھ کو یہ حال لکھو اور اگر جواب نہ دے گا تو جاننا کہ وہ ایک اپنی قوم کا مطاع تھا پس یہ لوگ وہاں سے چل کر بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ وہاں یہودیوں نے اس جالوت سے ایسی ہی درخواست کی تھی جیسی کہ نصاریٰ نے قیصر سے کی تھی پس اس نے بھی اپنی قوم سے ایک سوا آدمی جمع کئے اور یہ سب لوگ باہم روانہ ہوئے تا نیکہ مدینہ پہنچے۔ سلمان کہتے ہیں کہ روز جمعہ تھا کہ یہ مجمع داخل مدینہ ہوا۔ ابو بکر مسجد رسول اللہ میں بیٹھے لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے میں نے اس گروہ کے آنے کی آپ کو اطلاع کی۔ انہوں نے اجازت دی وہ داخل ہوئے۔ اس جالوت نے کہا کہ ہم یہود و نصاریٰ ہیں آئے ہیں کہ تم سے تمہارے دین کی فضیلت کا حال دریافت کریں اگر اس کو اپنے دین سے افضل پائیں گے تو اس کو اختیار کریں گے ورنہ ہمارا دین خیر ادیان ہے ابو بکر نے کہا سوال کرو جو تیرا جی چاہے کہا میں اور تو خدا کے نزدیک کیا چیز ہیں ابو بکر نے کہا میں خدا کے نزدیک اور اپنے نزدیک بھی اس وقت تک مومن ہوں اس کے بعد کا حال معلوم نہیں کیا ہو۔ یہودی نے کہا جنت میں اپنے مکان کی اور جہنم میں میرے مکان کی کیفیت بیان کرو تا کہ اس میں رغبت کروں اور اُس سے نفرت ابو بکر حیران رہ گئے اور کبھی حیرت سے معاذ بن جبل کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی عبد اللہ مسعود کی طرف اس جالوت نے عبرانی زبان میں اپنے اصحاب سے کہا کہ یہ شخص نبی نہ تھا سلمان کہتے ہیں کہ میں نے جب ان کی یہ کیفیت دیکھی تو کہا ایہا القوم اس شخص کو

بلاؤ کہ اگر مسند قضا اس کے لئے آراستہ کرو تو اہل توریت کے درمیان موافق ان کی توریت کے حکم کرے اور اہل زبور کے درمیان موافق ان کی زبور کے اور اہل انجیل کے درمیان بموجب ان کی انجیل کے اور اہل قرآن کے درمیان بموجب ان کے قرآن کے اور ظاہر و باطن آیات کو جیسا کہ چاہئے جانتے ہیں پس معاذ نے کہا علی ابن ابی طالب کو بلا لا میں گیا اور تمام ماجرا یہود و نصاریٰ کے آنے کا عرض کیا حضرت تشریف لائے اور آ کر رسول اللہ کے بیٹھنے کی جگہ بیٹھ گئے۔ عبد اللہ مسعود کہتے ہیں کان علینا ثواب الذل فلما جاء علی بن ابی طالب کشف اللہ عنا کہ ہمارے اوپر ثواب (کپڑا) ذلت و رسوائی کا پڑا ہوا تھا علی کے آنے سے حق تعالیٰ نے اس کو ہم سے اٹھا دیا۔ پس حضرت نے کہا اے یہودی سوال کر مجھ سے جو کچھ کہ چاہئے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی بابت خبر دوں گا۔ یہودی نے وہی سوال حضرت سے بھی کیا جو اول ابوبکر سے کیا تھا کہ میں اور تم خدا کے نزدیک کیا ہیں حضرت نے فرمایا کہ میں اس جل شانہ کے نزدیک اور اپنے نزدیک اس وقت تک مومن ہوں آئندہ کا حال نہیں جانتا علی ہذا تو خدا کے نزدیک اور میرے نزدیک اب تک کافر ہے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ یہودی نے دوسرا سوال مکان جنت و نار کا پیش کیا آپ نے فرمایا اے یہودی میں نے ہنوز ثواب جنت و عذاب دوزخ نہیں دیکھا کہ اس کو جانوں مگر حق تعالیٰ نے مومنوں کے لئے جنت اور کافروں کے واسطے جہنم مہیا کیا ہے اگر اس میں شک کروں تو پیغمبر کے خلاف ہوا اور اسلام پر نہ رہوں اس جالوت نے کہا درست ہے انبیاء جو کہتے ہیں اس میں امین ہوتے ہیں اگر ان کی تصدیق کرے تو مومن ہے ورنہ کافر مجھ کو خبر دو کہ تم نے اللہ کو برائے محمد پچھانا یا محمد کو برائے خدا پچھانا حضرت نے فرمایا اللہ کو برائے محمد نہیں محمد کو برائے خدا پچھانا ہے کیوں کہ محمد محمد و مخلوق ایک بندہ ہیں بندگان خدا سے حق تعالیٰ نے اپنی خلقت کے لئے ان کو برگزیدہ کیا اور چنا اور الہام کیا ان پر اپنی طاعت و بندگی کا جیسا کہ الہام کیا فرشتوں کو اور اپنی معرفت سے مطلع کیا بلا کیفیت و شبہ کے کہا صدقت راست کہاتم نے اب خبر دو مجھ کو کہ حق تعالیٰ دنیا میں ہے یا آخرت میں حضرت نے فرمایا اگر دنیا آخرت میں ہو تو محدود ہو جائے لیکن وہ دنیا و آخرت دونوں کا علم رکھتا ہے اور اس کا عرش ہوئے آخرت میں محیط دنیا ہے اور آخرت اس کے اندر بمنزلہ ایک قدیل کے ہے اگر اس کو چھوڑتے ہیں تو لوٹ جاتا ہے اور اس سے نکالتے ہیں تو کسی جگہ مستقیم نہیں رہتا۔ پس اسی طرح دنیا آخرت کے درمیان ہے اس نے کہا صدقت اب مجھ کو خبر دو کہ حق تعالیٰ حامل یعنی اٹھانے والا ہے یا محمول ہے فرمایا حامل ہے عرض کی یہ کیوں کر ہو سکتا ہے حالاں کہ توریت میں آیا ہے ویحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانیہ کہ اس روز اٹھائیں گے تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اپنے اوپر، حضرت نے فرمایا اے یہودی ملائکہ حاملان عرش ہیں اور ثریٰ حامل ہوا ہے اور ثریٰ قدرت پرنگی ہوئی ہے جیسا کہ

فرماتا ہے مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ کہ وہ چیز ہے کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں اور ان دونوں کے درمیان اور ثریٰ کے نیچے۔ یہودی نے کہا راست کہا تم نے رحمت خدا ہو تم پر۔ مولف کہتا ہے کہ بحار الانوار میں اس حدیث کو بہت شرح و بسط کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں سومر و نصاریٰ کا کہ قصیر روم کی طرف سے آئے تھے۔ مقدم جاثلیق کہا گیا ہے اور وہی ہے سوال کنندہ سوالات مذکورہ کا ابو بکر سے اور بعد ازاں امیر المومنین سے اور مذکورہ سوالات کے سوا اور بہت سے سوال اس نے حضرت سے دریافت کئے جن کو ہم بخوفِ طوالت یہاں نقل نہیں کر سکے آخر حدیث میں ہے کہ ان سب لوگوں نے کلمہ شہادتیں پڑھا اور رسول اللہ کی نبوت اور امیر المومنین کی وصایت و امامت کا اقرار کیا بعد ازاں حضرت نے بہت سے اسرار و حکم و اخبار و آثار ان سے بیان کئے اور امور آئندہ سے ظہور حضرت صاحب الزماں تک ان کو خبر دی راوی کہتا کہ حضرت کو رقت ہوئی اور گریاں ہوئے اور جاثلیق بھی مع اپنے توالع و لواحقین کے گریاں ہوا اور وداع کیا آنحضرت کے تئیں اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں تمہارے لئے وصایت و خلافت و اخوت رسول اللہ کی اور ہمارے پاس تمہاری صفت و صورت پہلے سے موجود ہے اور تمام انبیاء سابقین اور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ کی تصویریں مع تمہاری اور تمہارے دو فرزندوں حسن و حسین اور تمہاری زوجہ مطہرہ مریم کبریٰ سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کے موجود ہیں۔ اب ہم اپنے بادشاہ کی طرف جاتے ہیں اُس کو اس نورِ ہدایت و برہان و حجت سے کہ تم سے پایا اور اس صبر و سختی سے جس میں تم بسر کرتے ہو مطلع کریں گے اور ہم تمہارے ہی خواہ و دعا گو اور تمہاری سلطنت کے خواست گار ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ تمہاری مصیبت عظیم مصیبت ہے اور تمہاری مدتِ دراز مدت و السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حکایت ابو الضمہام عیسیٰ وادائے دین رسول خدا ﷺ

ابن شہر آشوب مازندرانی علیہ الرحمہ نے کتاب مناقب میں روایت کی ہے کہ ابو الضمہام عیسیٰ حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ بارش کب نازل ہوتی ہے اور میرے اس ناقہ کے پیٹ میں نہرے یا مادہ۔ اور کل کیا ہوگا۔ اور میں کب مروں گا۔ اور صاحب مناقب مرتضوی نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ابو الضمہام رسول اللہ کے آگے آیا اور کہا تم میں کون ہے کہ دعویٰ نبوت کرتا ہے سلمان نے کہا اے اعرابی کیا تو نہیں دیکھتا روئے انور مثل ماہِ شب چار دہم کے وہی بنی و مولیٰ و مقتدائے دین و دنیا ہیں پس اعرابی آنحضرت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اگر تم پیغمبر ہو تو بتلاؤ کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ اور بارش کس وقت برسی ہے۔ اور ناقہ کے پیٹ میں کیا ہے اور کل ہم کیا

کسب کریں گے۔ اور میں کس دن مروں گا۔ بہر حال رسول اللہ ان سوالات کے جواب میں خاموش تھے کہ اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور آیات ذیل لائے ان اللہ عنده علم الساعہ وینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ما ذاتکسب غذا وما تدری نفس بای ارض تموت یعنی بہ تحقیق کہ اللہ کے پاس ہے علم قیامت کا اور وہی مینہ برساتا ہے اور جو کچھ رحموں میں ہے اس کو وہ جانتا ہے اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کسب کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا پس ابو الضمہام ان آیات کو سُن کر ایمان لے آیا اور عرض کی کہ جا کر اپنی قوم کو بھی اسلام کی ہدایت کرتا ہوں۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا اے ابو الضمہام میرے ذمہ ہیں تیرے لئے اسی ناقہ سرخ پشت، سفید آنکھ اور سیاہ حرقہ چشم والے جن پر تحائف یمن اور نقد حجاز لدا ہو۔ پھر امیر المومنین سے فرمایا اے انخی لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اقرار کیا محمد بن عبد اللہ رسول خدا نے ثبات عقل و صحت بدن میں برضا و اختیار خود کہ میرے ذمہ ہیں ابو ضمہام عیسے کے لئے اسی ناقہ سرخ مو پشت سفید آنکھ، سیاہ حرقہ چشم والے۔ پر از تحائف یمن و نقد حجاز کے یہ کاغذ ابو ضمہام کو دیا وہ اس کو لے کر اپنے وطن کو لوٹ گیا اور وہاں تمام قبیلہ اس کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے چاہا کہ یہ ناقہ حاصل کرے تو معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ رحلت کر گئے۔ پوچھا ان کے بعد ان کا خلیفہ و جانشین کون ہوا کہا ابو بکر پس اس نے سندلی اور مدینہ میں ابو بکر کے پاس حاضر ہوا اور کہا اے خلیفہ رسول، رسول اللہ پر میرے اسی ناقہ ان صفات کے واجب الادا ہیں آنحضرتؐ نے کہا تھا کہ میرا وصی اس کو ادا کرے گا اور وثیقہ دکھلایا ابو بکر متحیر ہوئے کہا اے انخ العرب تیرا دعویٰ عقل میں نہیں آتا۔ رسول اللہ صرف ایک خچر دلدل اور حمار یعفور و تلواریں و ذوالفقار اور زرہ فاضل نام چھوڑ گئے ہیں یہ تمام چیزیں علیؑ کے پاس ہیں اور فدک چھوڑا تھا وہ تمام مسلمانوں کا حق ہے کیوں کہ انبیاء کے مال میں میراث نہیں ہوتی سلمان نے کہا تم نے کچھ نہ کیا کہ حق حضرت امیر کا دالیا اس کو آنحضرتؐ کی طرف واپس کر دو پس ابو ضمہام کا ہاتھ پکڑ کر اٹھالیا اور حضرت کے مکان پر لے جا کر دروازہ کھڑکایا۔ حضرت نے اندر سے فرمایا کہ اے سلمان اور اے ابو ضمہام اندر آ جاؤ ابو ضمہام کو تعجب ہوا کہ کس طرح بغیر دیکھے میرا نام حضرت نے لیا۔ سلمان نے کہا اے شخص علیؑ وصی رسول و مدینہ علم نبی ہیں اور آنحضرتؐ سے وہ نسبت رکھتے ہیں جو ہارون کو موسیٰ سے تھی اور وہ ہیں خیر بشر جس نے اس سے انکار کیا کافر ہوا آفتاب چھپ کر دوبارہ ان کے لئے آسمان پر لوٹا اور اس نے مہاجر و انصار کے ساتھ سات مرتبہ آنحضرتؐ پر سلام کیا۔ اور دیگر فضائل و مناقب اس جناب کے ذکر کئے حتیٰ کہ دونوں اندر داخل ہوئے ابو ضمہام نے خدمت میں پہنچ کر بعد سلام اپنا قرض طلب کیا حضرت نے فرمایا اے سلمان مدینہ میں پکار دو کہ جو شخص قرض رسول خدا کے ادا کرنے کو دیکھنا چاہے وہ

علی الصباح شہر کے باہر آ جائے پس اگلے دن حضرت مع اپنے فرزندوں اور دوستوں کے برآمد ہوئے اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے کان میں کچھ آہستہ سے کہہ کر ابو ضمہام سے فرمایا کہ میرے اس فرزند کے ساتھ اس ریت کے ٹیلے کے پاس جا کہ تیرا قرض وہاں ادا ہوگا ابی ضمہام امام علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوا۔ لوگ ان کو دیکھتے تھے اور منافق کہتے تھے کہ اس ریت کے ٹیلے میں کیا دھرا ہے جب قریب پہنچے تو امام حسن علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور کچھ کلمات زمین سے کہے اور عصائے رسول اللہ کو اس ٹیلے پر مارا ٹیلہ پھٹ گیا اور ایک پتھر سفید اس میں سے ظاہر ہوا جس پر دو سطر نور کی تحریر تھیں اول سطر میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دوسری میں لا الہ الا اللہ علی ولی اللہ تھا امام حسن نے پھر عصا کو اس پتھر پر مارا وہ پتھر شگافہ ہوا اور اس میں سے مہارنا قہ ظاہر ہوئی حضرت نے ابو ضمہام کو فرمایا کہ اس مہار کو پکڑو مہار کو کھینچتا تھا تا نکلیہ اسی ناقہ اسی صورت و صفت کے کہ ذکر ہوئے نکل آئے ابو ضمہام اس قطار کو لئے ہوئے حضرت امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ قرض رسول اللہ ادا ہوا، کہا ہاں ادا ہوا۔ حضرت امیر نے وہ وثیقہ اس سے لے لیا اور حضرت امام حسن کے سپرد کیا کہ میں رحلت کروں تو یہ میرے کفن میں رکھ دینا اور فرمایا ایہا الناس۔ جانو اور آگاہ رہو کہ رسول اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ حق تعالیٰ نے ان ناقوں کو اس پتھر کے اندر ناقہ کمال سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا ہے منافقوں نے کہا یہ بھی علی کا جادو ہے۔

یونانی حکیم کی آمد برائے معالجہ ختمی مرتبت اور اس سے جناب امیر المومنین کی ملاقات

احتجاج طبرسی میں امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ امیر المومنین ایک روز بیٹھے تھے کہ ایک مرد یونانی کہ مدعی طب و حکمت تھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا مجھے تمہارے صاحب (رسول خدا) کا حال معلوم ہوا کہ ان کو جنون ہے پس میں ان کے علاج کے لئے آیا تھا یہاں پہنچ کر سنا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے پس جس تمنائیں یہاں آیا تھا وہ جی کی جی ہی میں رہ گئی۔ اب سنا ہے کہ تم ان کے چچا زاد بھائی اور داماد ہو میں تمہارا رنگ زرد پاتا ہوں اور تمہاری ساقی پا (پنڈلیاں) پتلی اور باریک ہیں اس قابل نہیں کہ تمہارے جسم کے بوجھ کو اچھی طرح اٹھا سکیں اس زردی رنگ کی تو میرے پاس دوا ہے آپ کو دوں گا مگر ساتون کے مونا کرنے کا کوئی علاج میری سمجھ میں نہیں آتا بجز اس کے کہ تم چلنے پھرنے میں کمی کرو اور اپنی پشت پر یا بغل میں زیادہ بوجھ کی شے نہ اٹھاؤ کیوں کہ تمہاری ساقیں باریک ہیں

بھاری بوجھ اٹھانے میں مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں ٹوٹ نہ جائیں اور زردی کے لئے یہ دوا ہے (ایک دوا حضرت کے سامنے رکھ دی) اور کہا اس سے آپ کو کچھ تکلیف اور ایذا نہ ہوگی صرف چالیس روز گوشت سے پرہیز کرنا ہوگا پس یہ زردی جاتی رہے گی امیر المومنین نے فرمایا کہ تو نے اس دوا کا تو نفع بیان کیا کہ رنگ کی زردی کو دفع کرتی ہے آیا کوئی ایسی دوا بھی تیرے پاس ہے جو بجائے نفع کے ضرر کرے اور رنگت کی زردی کو بڑھائے کہا کیوں نہیں یہ دوا (دوسری دوا کی طرف اشارہ کیا) ہے اگر وہ آدمی جس کا رنگ زرد ہو اس کو کھائے تو اسی وقت ہلاک ہو اور جس کا رنگ زرد نہ ہو وہ کھائے تو اس کا رنگ زرد ہو جائے حتیٰ کہ اسی روز مر جائے حضرت نے اس مضر دوا کو اٹھالیا اور فرمایا اس کی مقدار خوارک کیا ہے۔ کہا کہ دو مثقال اس کا سم قاتل ہے اور ایک حبہ بھی انسان کے مارنے کے لئے کفایت کرتا ہے۔ حضرت نے اس کو اٹھا کر منہ میں رکھ لیا اور چبا کر نگل گئے اس سے تھوڑا سا عرق آیا مگر یونانی یہ دیکھ کر کانپ گیا کہ اب پیرا بوطالب کے خون میں پکڑا جاتا ہوں لوگ یہی کہیں گے کہ تو نے اس کو قتل کیا یہ کوئی نہ سنے گا کہ انہوں نے آپ اپنے تئیں مارا ہے حضرت یونانی کا اضطراب دیکھ کر متنبہ ہوئے اور کہا اے بندہ خدا میں اب پہلے سے زیادہ تندرست ہوں مجھ کو اس دوانے جس کو تو زہر قاتل بتلاتا تھا زہر بھی نقصان نہیں کیا پھر فرمایا تو اپنی آنکھوں کو بند کرے اس نے بند کر لیں پھر کہا کھول لے اس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ رنگ روئے مبارک نہایت سرخ و سفید ہے اور زردی کا کہیں نام و نشان باقی نہیں حیران رہ گیا آپ نے فرمایا کہاں گئی وہ زردی کہ تو مجھ میں بتلاتا تھا اس نے کہا قسم بخدا کہ گویا تم وہ نہیں ہو جس کو میں نے پہلے دیکھا تھا پہلے تمہاری رنگت زرد تھی اب گلاب کے پھول کی مانند ہے حضرت نے فرمایا تیرے اسی زہر قاتل سے میری زردی جاتی رہی لیکن میری یہ دونوں ساقیں جن کو تو کمزور بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں چلنے میں کوتاہی کروں اور کوئی ثقیل چیز نہ اٹھاؤں کہ وہ ٹوٹ نہ جائیں پس میں تجھ کو دکھلاتا ہوں کہ طب خدا تیرے طب کے خلاف ہے یہ کہہ کر ستون کلاں پر جس کے اوپر وہ چھت تھی جس کے نیچے بیٹھے تھے اور اس کے اوپر ایک حجرہ اور حجرہ کے اوپر ایک حجرہ تھا ہاتھ مارا اور حرکت دی اور اس کو بزور ید اللہ اٹھالیا کہ اس کے ساتھ ہی دیواریں اور چھت اور دو منزلہ مکان تمام اٹھ کھڑے ہوئے یونانی کو یہ دیکھ کر غش آ گیا حضرت نے فرمایا اس پر پانی چھڑکو، پانی چھڑکنے سے ہوش آیا تو بولا قسم بخدا کہ میں نے آج تک ایسی عجیب طاقت نہیں دیکھی تھی۔ حضرت نے فرمایا یہ انہیں باریک اور پتلی پنڈلیوں کی طاقت ہے کہ انہوں نے بارگراں کو اٹھالیا یونانی نے کہا محمد بھی تمہاری ہی مثل تھے حضرت نے فرمایا میرا علم و عقل ان کے علم و عقل سے ہے اور میرا زور و طاقت ان کے زور و طاقت سے ہے حارث ابن کلدہ ثقفی طبیب عرب ان کے پاس آیا تھا کہ میں تمہارے جنون کا علاج کروں گا حضرت نے اس سے فرمایا تو چاہتا ہے کہ میں تجھ کو ایک آیت و علامت

دکھلاؤں کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں تیری طبابت سے مستغنی اور تو میری طب کا محتاج ہے۔ اس نے کہا ہاں چاہتا ہوں حضرت نے ایک نخل بلند کی طرف اشارہ کیا وہ درخت زمین کو چھاڑتا آنحضرتؐ کے پاس آکھڑا ہوا۔ یونانی نے کہا یہ معجزہ پیغمبرؐ کا ہے میں تم سے اس کی نسبت کمتر بات چاہتا ہوں وہ یہ کہ میں تم سے دور جا کر کھڑا ہو جاؤں تم مجھ کو بلاؤ اور میں نہ آنا چاہوں پھر دیکھوں کہ تم کس طرح بزدل مجھ کو بلاتے ہو حضرت نے فرمایا یہ آیت فقط تیرے لئے ہوگی کہ تو آنا نہ چاہے گا اور میں بہ قہر و غلبہ ایزدی تجھ کو بلا لوں گا اور وہ کو معلوم نہ ہوگا کہ تو اپنے ارادہ سے آیا یا بہ اکراہ لایا گیا ہے۔ اس لئے ایسی درخواست کر کہ تمام عالم کے لئے آیت و معجزہ ہو۔ اس نے کہا تو میں چاہتا ہوں کہ آپ اس درخت کو کہیں کہ اس کے اجزا منفصل و متفرق ہو جائیں، اور ان کے درمیان بعد و دوری واقع ہو۔ پھر امر کریں کہ وہی اجزا منفصلہ باہم مجتمع ہو کر ویسا ہی درخت بن جائے فرمایا تو میری طرف سے اس کے پاس جا اور کہہ کہ وصی رسول اللہ محمد مصطفیٰؐ تجھ کو کہتا ہے کہ تیرے اجزا متفرق و متباعد ہو جائیں یونانی نے ایسا ہی کیا یہ کہنا تھا کہ تمام درخت ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑا اور خاک میں مل گیا تاہیکہ اس کا کوئی نشان باقی نہ رہا گویا کہ وہاں کبھی درخت تھا ہی نہیں۔ یونانی پر اس واقعہ کے دیکھنے سے ہبت چھا گئی اور کہا اے وصی رسولؐ ایک خواہش میری پوری ہوگئی دوسری باقی ہے کہ یہ درخت پھر اپنی اصلی حالت پر آجائے۔ حضرت نے حکم دیا کہ اجزا ریزہ جمع ہو کر پھر درخت بن جائے۔ پس یہ کہتے ہی ذرات خورد مثل غبار زمین سے اٹھے اور ہوا میں باہم پیوست ہو کر تاشاخیں پتے بننے لگے تاہیکہ سالم درخت جیسا کہ تھا بن گیا یونانی نے عرض کی یا حضرت ایک اور میری خواہش ہے وہ یہ کہ اس درخت پر پھل آجائے اور وہ سبز سے زرد اور پھر سرخ ہو کر پختہ تازہ خرما کھانے کے لائق ہو جائیں پھر آپ بھی اس میں سے تناول کریں اور میں اور جملہ حاضرین اس کو کھائیں حضرت نے فرمایا تو ہی میرا قاصد ہے میری طرف سے درخت کو یہ پیغام پہنچا یہ پیغام پہنچتے ہی درخت میں جنبش پیدا ہوئی اور اس میں سے سرسبز پھل نکل آیا پھر وہ زرد ہوا پھر سرخ ہو کر نفیس خرما ہو گئے اور بڑے بڑے خوشے لٹکنے لگے یونانی نے کہا اتنا اور چاہتا ہوں کہ یہ خوشے زمین پر میرے نزدیک آجائیں یا میرے ہاتھ اس قدر دراز ہوں کہ ان کے نزدیک پہنچ جائیں اور منتہائے آرزو یہ ہے کہ بعض خوشوں پر میرا ہاتھ پہنچ جائے اور بعض خود جھک کر دوسرے ہاتھ میں آجائیں حضرت نے فرمایا جس ہاتھ کو خوشوں تک پہنچانا چاہتا ہے اسے دراز کر اور کہہ یا مقرب البعد قرب یدہ الیہا اے دور کو نزدیک کرنے والے میرے ہاتھ کو اس تک پہنچا دے اور دوسرے ہاتھ کو سیئر لے اور کہہ یا مسهل العسیر سهل لی تناول ما یبعد عنی اے دشوار کام کے سہل و آسان کرنے والے جو شے مجھ سے بعید ہے اس کو لے لینا مجھ پر سہل کر یونانی نے حسب الارشاد عمل کیا اس کا داہنا ہاتھ دراز ہو کر درخت تک پہنچ گیا اور

دوسرے کے خوشہ ہائے خرم خود پاس آ گئے۔ اس وقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اے یونانی اگر تو نے یہ کھجوریں کھائیں اور جو امور تیرے لئے ظاہر ہوئے ہیں ان سب پر ایمان نہ لایا تو حق تعالیٰ تجھ کو عذابِ عاجل میں مبتلا کرے گا یونانی نے کہا اگر یہ معجزات بینات دیکھ کر بھی کفر پر ہوں تو معاندِ حق اور اپنا آپ دشمن ہوں گا۔ گواہی دیتا ہوں کہ تم خاصانِ خدا سے ہو جو کہتے ہو سب حق و صدق ہے جو چاہو مجھ کو حکم کرو کہ میں اطاعت کو تیار ہوں۔ پس حضرت نے اس کو مراسمِ اسلام دلوا کر ایمانِ تلقین کئے اور فرمایا پہلے اقرار کرو کہ خدا واحد و یکتا و جواد و دانا ہے اور عبثِ فساد و ظلم و بیداد اس سے نہیں ہوتا اور شہادت دے کہ محمد مصطفیٰ جن کا میں وصی و جانشین ہوں سیدنا ام و خیر خلق خدا ہیں اور علی جس نے یہ معجزات بابرکات تجھے دکھلائے بعداً خضرؑ کے بہترین خلائق اور ان کی خلافت کے لئے تمام سے اولیٰ ہے، اس کے دوست و دوستانِ خدا ہیں اور اس کے دشمن دشمنانِ الہ اور جو مومن کہ دینِ مبین میں تیرا مشارک اور بجا آوری احکام رب العالمین میں مددگار و مساعد ہو اس کو خلاصہ امت، اور ہمارا خالص شیعہ گن۔ شرائط و آدابِ دین میں سے بعض، جو جناب امیر المومنینؑ نے یونانی حکیم کو تلقین و تعلیم فرمائے: اور امر کرتا ہوں تجھ کو کہ برادرانِ مومن کے ساتھ جو رسول اللہؐ کی تصدیق اور ہماری اطاعت و انقیاد میں تیرے موافق ہوں بمواسات و غم خواری پیش آئے، اور رزقِ خدا میں کہ تیرے پاس ہو ان کو اپنا شریک گردانے۔ ان کی آتشِ جوع کو بجھا دے اور ان کا جبر نقصان فرمائے، یعنی جو کوئی ایمان میں تیرا مماثل و مساوی ہو بذلِ مال میں بھی اسے اپنے برابر جانے اور جو دین داری میں تجھ پر فضیلت و فوقیت رکھتا ہو مال میں بھی اس کو اپنے اوپر ترجیح دے حتیٰ کہ حق تعالیٰ جان لے دین خدا تجھ کو مال سے زیادہ عزیز ہے اور دوستانِ خدا اپنے اہل و عیال سے زیادہ گرامی اور تجھ کو تاکید کرتا ہوں کہ ان علوم کی جو تیرے سپرد کئے گئے اور ان اسرار کی جو تجھ پر حمل ہوئے کمالِ حفاظت کرے، اور معاندینِ اشرار سے کہ تجھ سے بغض و عناد رکھیں اور ہتکِ عرض و ناموس تیرا چاہیں ان کو پنہاں رکھے اور ہرگز ہمارے اسرار ان لوگوں پر ظاہر نہ کرے جو ہم پر طعن و تشنیع کریں یا ہمارے مدارجِ عالیہ سے بے خبر ہوں اور نیز تجھ کو تنقید کرتا ہوں کہ دین خدا میں تقیہ کا استعمال کیجیو کیوں کہ وہ ضرورت کے وقت مطلوب اور مامور بہ ہے حق تعالیٰ نے قرآن میں اس کا حکم دیا ہے اور عقلِ سلیم اس پر شاہد ہے کہ اگر زبان سے کوئی ناہموار کلمہ کہے۔ در انحالیکہ دل میں اپنے دین پر مضبوطی سے قائم ہو تو اس سے بہتر کہ آپ اپنے تئیں معرضِ ہلاکت میں ڈالے۔

خلافتِ خلیفہ اول کے بعض حالات اور خالد بن ولید کا کردارِ ناصواب:

جب خلیفہ اول کو ہم بیعت ستانی سے فراغت ہوئی اور اکثر اہل مدینہ طوعاً و کرہاً ان کے حلقہٴ اطاعت میں

داخل ہو گئے تو انہوں نے توجہ بیرونجات کی طرف معطوف کی بعض قبائل ادائے زکوٰۃ سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ نے علی بن ابی طالب اپنے ابن عم و داماد کو ہم پر حاکم اور خلیفہ مقرر کیا ہے اگر وہ ہم سے زکوٰۃ طلب کریں گے تو دیں گے ورنہ ابوبکر کوئی حق زکوٰۃ لینے کا نہیں رکھتے ہم ان کو کیوں زکوٰۃ دیں۔ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں رقم طراز ہیں کہ ابوبکر کو حسرت و افسوس تھا کہ میں نے تین امیر رسول اللہ سے کیوں نہ پوچھ لئے کہ ان کا دریافت ہونا میرے نزدیک شتران سرخ مو سے زیادہ عزیز تھا عن الخلیفۃ بعدہ وعن قوم قالو انقربا لزعکوة من اموالنا ولا نودیہا الیک ایحل قتالہم وعن الکلالۃ یعنی اول یہ کہ آنحضرت کے بعد خلافت کس کے لئے ہے۔ دوسرے یہ کہ آیا اس قوم کے ساتھ حرب و قتال جائز ہے یا نہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اس کا تو اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے اموال میں زکوٰۃ واجب ہے الا تم کو نہیں دیتے۔ سوم کلالہ کے معنی، اس سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو بہتہ ارتداد قتل اور قید کیا گیا اور آج تک بہ لقب اہل ردہ یا ارتداد موسوم ہیں۔ وہ ضروریات دین سے کسی امر کے منکر نہ تھے حتیٰ کہ زکوٰۃ مال کو بھی واجب جانتے تھے۔ الا ابوبکر کو مستحق خلافت نہیں جانتے تھے۔ اس لئے ان کو دینے سے انکار کرتے تھے۔ قاضی نور اللہ شستری نور اللہ مرقدہ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ اکثر وہ لوگ جن پر ابوبکر کے زمانہ میں ارتداد کی تہمت لگائی گئی اسلام پر ثابت قدم تھے۔ الا اہل بیت علیہم السلام کو حقدار خلافت جانتے تھے اور ابوبکر کی خلافت سے منکر تھے مؤید اس کے ہے جو کچھ کہ احمد (۱) بن اعثم کوئی نے اہل حضرموت کے قصہ میں حارث بن سراقہ وغیرہ کا حال لکھا ہے کہ جب مسلمہ کذاب مارا گیا تو ابوبکر نے زیاد بن لبید انصاری کو اپنی خلافت کے مقرر کرنے اور بیعت لینے کے لئے اہل حضرموت و کندہ و حنین کے پاس بھیجا بعض ان قبائل سے مثل کندہ کے کہ اشعث بن قیس ان کا سردار تھا بیعت ابوبکر سے انکاری ہوئے اور کہا جب تمام مسلمان اس پر متفق ہو جائیں گے تو ہم بھی بیعت کریں گے مگر بعض نے زیاد بن لبید کی چرب زبانی سے بیعت کر لی اور زیاد نے ان کے درمیان اقامت کر کے زکوٰۃ تحصیل کرنی شروع کر دی ایک روز ایک جوان یزید مغاویہ القرئی نام کا اونٹ داغ صدقات سے موسوم کر کے گلہ شتران بیت المال میں داخل کیا تھا کہ وہ جوان دوڑا آیا اور کہا یہ شتر مجھے بہت عزیز ہے اس کی عوض اس سے بہتر اونٹ لے لے اور اس کو رہا کر، زیاد نے نہ مانا وہ جوان حارث بن سراقہ کے پاس کہ اس ملک کے رؤسا سے تھا گیا اور اس سے یہ حال بیان کیا اور کہا اس اونٹ کے عوض اس سے زیادہ قیمت کا اونٹ اسے دلوادو، اور میرا اونٹ لے دو۔ حارث نے زیاد کے پاس جا

(۱) اس روایت کا ترجمہ تاریخ اعثم کوئی فارسی مترجمہ احمد بن مسنون الہردی مطبوعہ بمبئی سے مقابلہ کیا گیا صفحہ ۱۲ و ۱۳ پر موجود ہے۔ ۱۲۔

کر کہا کہ یہ امر سہل ہے اس شتر کے بدلے دوسرا اونٹ تجھ کو دیتا ہے لے لے اور وہ اونٹ اس کو واپس کر دے زیادہ
 کہا وہ اونٹ داغ صدقات سے موسوم ہو چکا اب واپس نہیں ہو سکتا۔ اس پر حارث کو غصہ آیا اور خود گلہ شتران میں جا کر
 اس جوان سے کہا کہ اپنا اونٹ کھول لے اور اپنے گھر لے جا اگر کوئی تجھے کچھ کہے گا تو اس تلوار سے مغز اس کے دماغ
 سے نکال لوں گا۔ ہم خدا کے حکم سے اس کے نبی کے تابع فرمان تھے جب تک زندگی میں رہے ان کی اطاعت کرتے رہے
 اب ان کا انتقال ہو گیا ہے اگر ان کے اہل بیت سے ان کا جانشین ہوگا تو اس کی اطاعت کریں گے پسر ابو قحافہ کو ہم پر
 حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں نہ ہم اس سے کچھ مطلب رکھتے ہیں اور چند شعر مشتمل برولائے خاندانِ مصطفیٰ و برات از
 ابوبکر کہہ کر زیادہ کے پاس بھیج دیئے زیادہ ان شعروں کو سن کر خائف و ترساں وہاں سے بھاگا، اشعث بن قیس وغیرہ کو یہ
 حال معلوم ہوا تو انہوں نے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ اپنے تئیں نگاہ رکھو اور اپنے ملک کی حفاظت کرو اور دشمنوں سے بچاؤ
 ہم کو ہرگز یقین نہیں کہ عرب بنی تیم بن مرہ (قبیلہ ابوبکر) کی سردامی پر راضی ہوگا اور بنی ہاشم کو کہ سردار بن بطحا و معدن
 رسالت و شایانِ امامت ہیں چھوڑ دے گا، اگر ان کے سوا خلافت کسی دوسرے کو پہنچ سکتی ہے تو ہم اس کے زیادہ سزاوار
 ہیں اس لئے کہ ہمارے باپ دادا پشتِ ہاپشت سے اس ملک کے بادشاہ چلے آئے ہیں۔ ادھر زیادہ نے بنی زبیدہ میں پہنچ
 کر بنی کنعہ کی شکایت کی اور ان کو اطاعتِ ابوبکر کی طرف مائل کیا انہوں نے کہا اے زیادہ کس لئے ہم کو ایسے شخص کی
 اطاعت کا حکم دیتا ہے جس کی اطاعت کی رسول اللہ نے وصیت نہیں کی، زیادہ نے کہا یہ درست ہے مگر مسلمانوں نے
 اتفاق کر کے ابوبکر کو خلافت کے لئے انتخاب و اختیار کیا ہے، انہوں نے کہا جب اجتہاد کرتے تھے تو کس لئے اہل بیت
 رسول اللہ کو اپنے ساتھ شامل نہ کیا حالانکہ خلافت ان کا حق تھا بموجب قول حق سبحانہ تعالیٰ کے **اولوالارحام**
بعضہم اولیٰ لبعض فی کتاب اللہ کہ صاحبانِ رحم و قربات بعض ان سے اولیٰ ہیں بعض دیگر کے لئے
 کتابِ خدا میں۔ زیادہ نے کہا مہاجرین و انصار مسلمانوں کے کاروبار میں تم سے زیادہ دانا ہیں انہوں نے کہا کچھ دانا
 نہیں قسم بخدا کی انہوں نے حسد کیا اور حق کو حق داروں سے چھین لیا، ہم کو یقین ہے کہ رسول اللہ دنیا سے نہیں گئے جب
 تک کہ اپنے اہل بیت سے کسی کو امت کا پیشوا مقرر نہیں کیا، اے زیادہ تو ہمارے قبیلہ سے باہر جا کہ تیری دعوت درست
 نہیں، ہم تیری باتوں میں نہ آئیں گے، صاحبِ مجالس کہتے ہیں کہ یہ ہے جو کچھ ابنِ اعثم نے اپنی کتاب فتوح میں وارد
 کیا ہے، اور بعض روایات میں ہے کہ جب ابوبکر نے مالک بن نویرہ سے مالِ زکوٰۃ طلب کیا تو اس نے کہا بھیجا کہ پیغمبر
 خدا نے حکم نہیں دیا کہ میں زکوٰۃ تجھ کو دوں، اور نہ تجھ کو ہماری زکوٰۃ وصول کرنے کا امر کیا ہے، پس کس حجت سے تو زکوٰۃ
 طلب کرتا ہے۔ اس سنت سے ابوبکر نے ان کا نام اہلِ ردّہ رکھ کر خالد کو ان پر مقرر کیا کہ ان کے مردوں کو قتل اوزن و

فرزند کو اسیر کرے۔ اور اصابہ ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول خدا نے مالک کو اس کی قوم پر عامل زکوٰۃ مقرر کیا جب آنحضرتؐ نے وفات پائی اور ابو بکر کے خلیفہ ہونے کی خبر مالک کو پہنچی تو اس نے مال زکوٰۃ کو جو اس کے پاس جمع تھا فقرا قوم پر قسمت کر دیا۔ پھر دوسرے مقام پر مالک کے حال میں لکھتے ہیں کہ مالک بن نویرہ حنفی یربوعی شاہان و شجاعان روزگار و فصحاء شیریں گفتار و صحابہ رسول مختار و مخلصان صاحب ذوالفقار سے تھا براء بن عازب سے منقول ہے کہ ایک روز رسول اللہ بیٹھے تھے کہ رؤسا بنی تمیم کہ از انجملہ ایک مالک مذکور تھا آنحضرتؐ کی خدمت میں داخل ہوئے۔ مالک نے عرض کی یا رسول اللہ مجھ کو آداب دین تعلیم فرمائیے آپ نے ارشاد کیا کہ ایمان یہ ہے کہ تو شہادت دے کہ کوئی معبود سوائے حق تعالیٰ کے نہیں اور میں رسول خدا ہوں اور نماز پنجگانہ بجالائے اور روز و ماہ رمضان رکھے اور زکوٰۃ دے اور حج خانہ کعبہ کا کرے اور یہ میرے بعد میرا وصی ہے امیر المومنین کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اس کی اطاعت کرے اور دوست رکھے اس کے تئیں اور جملہ بدکاریوں سے مثل ناحق خون ریزی اور زد و خیانت اور یتیموں کے مال کھانے اور شراب پینے سے پرہیز کرے اور بہت سی باتیں اس کو تلقین کیں حتیٰ کہ مالک نے ان کو یاد کر لیا اور خوشی خوشی دامن کشاں جاتا تھا اور کہتا تھا **تعلمت الایمان برب الکعبہ** یعنی بخدائے کعبہ کہ میں نے ایمان سیکھ لیا جب نظر رسول خدا سے غائب ہو گیا تو حضرت نے فرمایا **من اراد ان ينظر الی رجل من اهل الجنة فلينظر الی هذا الرجل** جو کوئی چاہے کہ ایک مرد اہل جنت کو نگاہ کرے اس کو چاہئے کہ اس شخص کو دیکھے ابو بکر و عمر نے یہ سنا تو حضرت سے اجازت لے کر اس کے پیچھے گئے اور یہ مژدہ اس کو پہنچایا پھر کہا تو حسب ارشاد رسول خدا اہل جنت سے ہے ہمارے لئے بھی دعائے مغفرت کر مالک نے کہا **لا غفر الله لکما تم کو خدا نہ بخشے** کیوں کہ حضرت رسول خدا کو صاحب شفاعت ہیں چھوڑ کر مجھ سے دعا کے طلب گار ہو وہ شرمندہ ہو کر واپس آئے حضرت نے فرمایا **فی الحقہ مبغضتہ کہ کلام حق کا سننا آدمی کو غضب ناک ورنجیدہ کرتا ہے۔ الغرض** حضرت رسول خدا نے وفات پائی۔ اور مالک نے سنا کہ ابو بکر خلیفہ ہوئے تو اس کو سخت ناگوار ہوا اور بادیہ سے مدینہ میں آیا جمعہ کا دن تھا اور ابو بکر منبر رسول خدا پر خطبہ کہہ رہے تھے کہ وہ مسجد میں داخل ہوا ابو بکر کو منبر پر دیکھ کر بے تاب ہو گیا اور بے ساختہ بولا اے ابو بکر کیوں اپنے تئیں اس جھنجٹ میں ڈالا گوشہ خانہ میں بیٹھ کر تم کو اپنے لئے دعائے مغفرت کرنی تھی یہ جگہ اختیار کرتے تم کو شرم نہیں آئی کہ اس جگہ بیٹھے ہو جس کو خدا اور رسولؐ نے اوروں کے لئے مقرر کیا ہے پس حق کو اہل حق کی طرف رد کرو مگر تم کو یاد نہیں رہا کہ علی علیہ السلام کو بلفظ امیر المومنین تم نے سلام کیا تھا اے مہاجر و انصار اگر حق کو اس کے مرکز پر قرار نہ دو گے تو تمہارے کام سخت و دشوار ہوں گے ابو بکر یہ باتیں سن کر افر و خستہ ہو گئے اور کہا کہ خاموش رہ کہ

تجھ کو سابقہ اسلام نہیں نہ راہ خدا میں کوئی جہاد تو نے کیا ہے مالک نے کہا تم نے کون سے جہاد کئے ہیں جن سے اوروں پر فخر و فضیلت چاہتے ہو۔ ابوبکر نے کہا اس اعرابی پاشنہ پا پر پیشاب کرنے والے کو میرے پاس سے دور کرو لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور مالک کو مسجد سے دھکیل کر باہر نکال دیا ابوبکر نماز سے فارغ ہو کر گھر گئے تو خالد ولید کو بلوایا، خالد اور مالک کے درمیان ایام جاہلیت سے کچھ کاوش چلی آتی تھی ابوبکر نے اس سے کہا جس قدر آدمی چاہئے ساتھ لے اور مالک کے قبیلہ پر چڑھائی کر اور یہ بہانہ منع زکوٰۃ اس کو قتل کر، اور اس کی قوم کو قتل اور اسیر کر، کیوں کہ مجھ کو اس سے اندیشہ ہے کہ ہمارے کام میں خلل نہ ڈالے۔ اور کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین و جملہ انصار و مہاجرین حتیٰ کہ خلیفہ ثانی و ثالث تک ابوبکر کی اس فوج کشی کے برخلاف تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ یہ چڑھائی کی جائے مگر ابوبکر نے کسی کی نہی اور خالد کو فوج دے کر ان کے سروں پر بھیج دیا۔ صاحب تشدید المطاعن علیہ الرحمہ نے کنز العمال سے بضمین ایک روایت طولانی نقل کیا ہے کہ ابوبکر نے مہاجرین و انصار سے اس جنگ کے بارے میں مشورہ کیا اول تو سب دیر تک خاموش رہے ثم تکلم عمر بن الخطاب فقال اری واللہ یا خلیفۃ رسول اللہ ان تقبل من العرب الصلوٰۃ و تدع لہم الزکوٰۃ فانہم حدیث عہد بالجاہلیۃ لم تقید ہم الا سلام فاما ان یردہم اللہ الیٰ خیر و امان یغیر اللہ الا سلام فتقویٰ علی قتالہم فما لیقیۃ المہاجرین و الانصار یدان بالعرب و العجم فاطمۃ فالتفت الی عثمان فقال مثل ذلک وقال علیؑ مثل ذلک و تا بعہم المہاجرون ثم التفت الی الانصار فتابعوہم یعنی پھر عمر خطاب نے کلام کیا اور کہا اے خلیفہ رسول خدا، قسم بخدا کہ میری رائے یہ ہے کہ تو عرب سے نماز کو قبول کرے اور زکوٰۃ کو ان پر چھوڑ دے کیوں کہ وہ زمانہ جاہلیت سے قریب ہیں اور جیسا چاہئے مقید بہ اسلام نہیں ہوئے یا تو اللہ تعالیٰ ان کو بہتری کی طرف پھیر دے گا یا اسلام کی یہ حالت بدل جائے گی اور ان کے مقابلے کی طاقت ہو جائے گی اس وقت بقایاے مہاجرین و انصار کے دو ہاتھ ہوں گے کہ ایک کو عرب کی طرف اور دوسرے کو عجم کی طرف دراز کریں۔ پس ابوبکر عثمان کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے بھی ایسا ہی کہا اور علی علیہ السلام نے بھی یہی رائے دی اور پیروی کی ان کے تمام مہاجرین نے پھر وہ انصار کی طرف ملتفت ہوئے انہوں نے بھی مہاجرین کی متابعت کی۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ابوبکر نے یہ لڑائی خلیفہ دوم و سوم و چہارم تین خلفا راشدین و جملہ انصار و مہاجرین کے خلاف رائے کھڑی کی تھی۔ پس اہل سنت کو چاہئے تھا کہ ان کی اس حرکت کو کہ اجماع مسلمانان کے

برخلاف تھی چھپاتے اور بھول کر بھی اس کو زبان پر نہ لاتے مگر وہ اٹھے اس فعل میں ان کی مدح سرائی کرتے اور اس کو آسمان پر پہنچاتے اور ان کی علیت کی دلیل گردانتے ہیں اور ابن حجر کی صواعق محرقہ میں کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب ابوبکر کی بزرگی علم پر دلیل لاتے ہیں ان کے اس قول سے کہ بخاری و مسلم میں ان سے ثابت ہے **وَاللّٰهُ لَا قَاتِلَ مِنْ فَرْقٍ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ** قسم بخدا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ ضرور جنگ کروں گا جو درمیان نماز و زکوٰۃ کے فرق کرتے ہیں یعنی نماز بجالاتے ہیں اور زکوٰۃ مجھ کو نہیں دیتے یہاں اہل سنت کے اقوال کا تعارض و تناقض قابل دید ہے کہ یہی اجماع اہل حل و عقد و اتفاق صحابہ کہ جس سے اکثر مقامات میں دلیل حجت لاتے ہیں اور اس کو سپر مذہب بنا رکھا ہے حتیٰ کہ انعقاد خلافت ابوبکر کی بنیاد بھی اسی پر رکھ چھوڑی ہے، اس مسئلہ حکم مانعین زکوٰۃ میں اس کی ذرا بھی قدر و قیمت نہیں رکھتے بلکہ اس کی مخالفت میں ابوبکر کو اعظم بتلاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کو اجماع و غیر اجماع کی کچھ بھی پروا نہیں ہر جگہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں، جہاں اجماع سے کارروائی دیکھی وہاں اس کو آگے کر دیا، ورنہ اس کا ذکر تک بھی زبان پر نہیں لاتے اگر اجماع کی درحقیقت کچھ وقعت ان کے نزدیک ہوتی تو جیسا اجماع قوی و فعلی قتل عثمان پر صحابہ وغیرہ کا ہوا ہے ویسا آج تک کسی مسئلہ اسلامیہ میں نہ ہوا ہوگا مگر انہوں نے اس کا ذرا بھی لحاظ نہیں کیا اور ویسا ہی اس کو خلیفہ راشد جانتے اور ذی النورین وغیرہ کے القاب سے پکارتے ہیں قتل عثمان کا ذکر اس کتاب میں آگے آتا ہے یہاں ہم کو خالد و لید سپہ سالار خلیفہ اول کے کچھ کثوت بیان کرنے مقصود ہیں، ناظرین اس کے گذشتہ حالات کو ان روایات کے ساتھ ملا کر خود دیکھ لیں گے کہ آیا اس شخص کے اوضاع و اطوار بہ نسبت سابق کے کچھ اصلاح پذیر ہوئے ہیں یا اسی ایک طرز و روش پر جیسے بحالت کفر و بت پرستی و صدر اسلام ظاہری میں تھے۔ اب بھی سرتا پابے باکی، صفا کچی، کینہ توزی، سنگدلی، سینہ زور تی، شہوت پرستی وغیرہ وغیرہ سے مملو ہیں افسوس کہ اسی شخص کا بڑے ادب سے رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ نام لیا جاتا ہے اور عموماً اس کو سیف اللہ کہا جاتا ہے۔ خالد بن ولید کے ہاتھوں مالک بن نویرہ یربوعی کا قتل: اب ہم خالد کے ظلم و زیادتیوں کو جو اس نے مالک مذکور کے حق میں کیں ذکر کرتے ہیں اور عبارات کتب اہل سنت کو زیادہ تر مولانا مفتی محمد قلی کستوری ثم الکھنوی اعلی اللہ مقامہ کی کتاب مستطاب تشہید المطاعن و کشف الضعائن سے نقل کرتے ہیں اور ہم کو ان پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ اصل کتب کو پچشم خود دیکھ کر ہوتا اس لئے کہ تصحیح نقل میں جو چھان بین اس دودمان عالیشان نے کی ہے، کمتر کسی نے کی ہوگی۔ الغرض خالد ولید حسب الحکم خلیفہ اول لشکر ساتھ لئے مونچھوں کو تاؤ دیئے قبیلہ مالک کی طرف روانہ ہوئے اور دل میں کہتے جاتے تھے کہ جس

طرح (۱) ہواس کو قتل کیا چاہئے ابوقتاوہ حرث بن ربیع انصاری اور عبد اللہ بن عمر خطاب وغیرہ جماعت مہاجرین و انصار اس کے ساتھ تھے قریب پہنچے تو کچھ آدمی ابوقتاوہ کو دے کر آگے روانہ کیا۔ ابوبکر نے کہہ دیا تھا کہ جس قوم سے اذان سنو ان کو کچھ نہ کہو جب تک کہ دریافت نہ کر لو کہ وہ کس لئے ادائے زکوٰۃ سے متقاعد ہیں اور جو اذان کی آواز تمہارے کان میں نہ آئے تو بے تحاشا ان کو قتل کرو اور اموال و اسباب کو لوٹ لو اور گھروں کو آگ لگا دو ابوقتاوہ نے اذان و نماز وغیرہ شعائر و علامات اسلام ان سے مشاہدہ کئے۔ لہذا وہ وہیں ٹھہر گیا۔ اتنے میں خالد بھی وہاں آ پہنچا رات کا وقت تھا قبیلہ مالک فوج کی آمد معلوم کر کے مسلح ہو گیا۔ اور پوچھا تم کون ہو، کہا مسلمان ہیں، انہوں نے کہا ہم بھی مسلمان ہیں، خالد نے کہا تو پھر یہ ہتھیار کس لئے لگائے ہیں، انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے، خالد نے اپنے لشکر کو حکم کیا کہ ان کو گرفتار کرو ابوقتاوہ نے کہا یہ مسلمان ہیں ہم نے نشان اسلام ان سے مشاہدہ کئے ہیں ان کا پکڑنا روا نہیں۔ کچھ اثر نہ ہوا۔ اور آخر کار اس سفاک بے باک نے لشکر کو حکم دیا کہ تمام کو قتل کریں بروایت خالد وہاں پہنچا تو شجاعت مالک سے ڈرا اور لڑنا مناسب نہ جان کر ظاہر کیا کہ ہم کہیں اور جاتے ہیں آج کی رات تمہارے مہمان ہیں نتیجتاً مالک اور اس کے قبیلہ نے ان کی خاطر تواضع کی اور کھانا کھلایا مگر آدھی رات کے وقت خالد تلوار لے کر مالک کے سر ہانے آیا اور اس کو مار ڈالا پھر اس کے لشکر نے اکثر قبیلہ کو تہ تیغ کیا، اور عورات و اطفال کو ان کے اسیر کر لیا۔ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں کہتا ہے

قیل ان المسلمین لما عشو امالکاً و اصحابہ لثلاً فقالو نحن المسلمون فقال اصحاب مالک ونحن المسلمون فقالو اضعوا السلاح وصلوا وکان خالد يعتذرنی قتله ان مالکاً قال ما اخل مالکاً قال ما اخل صاحبکم الا قال کذا قال او ما تعدہ لک صاحباً فقتلہ یعنی کہا گیا ہے کہ جب مسلمان، مالک اور اس کے اصحاب کے پاس رات کے وقت پہنچے تو انہوں نے ہتھیار لے لئے، انہوں نے کہا ہم مسلمان ہیں، اصحاب مالک نے کہا ہم بھی مسلمان ہیں، انہوں نے کہا

(۱) جس زمانہ میں حقیر جناب خاتم المتکلمین مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ کی خدمت میں بمقام لکھنؤ حاضر تھا اس وقت جو اہتمام اس جناب کو تھج نقل عبارات میں تھا چشم خود دیکھا ہے کہ اول تو بوقت مطالعہ کتب، عبارات مفید مطلب پر نشان بنادیئے جاتے تھے پھر ایک شخص ان کو ان کتابوں سے بقید صفحہ و سطر و فصل و باب جدا گانہ پرچہ نقل کر لیتا تھا پھر تیسرا شخص اس پرچہ کو اصل کتاب سے مقابلہ کرتا کہ ایک حرف کا فرق اس میں نہ رہتا ان پرچوں کی کثرت اس قدر ہوتی تھی کہ ان کو جو مضمون دار علیحدہ علیحدہ مجلد کرایا تھا تو ان مجلدات سے الماریاں پر ہو گئی تھیں بوقت تصنیف جس مضمون کو لکھنا ہوتا اس کی مجلد سے عبارات متعلقہ کو نکال کر پھر اصل کتب منقول عنہا سے مقابلہ فرماتے تھے فشکر اللہ مساعیہ و اعلیٰ فی علیین مدارجہ و معالیہ ۱۲۰۲ھ عنہ۔

مسلمان ہو تو ہتھیار ڈال دو اور نماز پڑھو، اور خالد مالک کے قتل کرنے کا یہ عذر کرتا تھا کہ اس نے اثنائے کلام میں کہا تھا **ما اخال صاحبکم الا قال کذا** کہ میں خیال نہیں کرتا کہ تمہارے صاحب (۱) نے یہ کہا ہو خالد نے اس سے کہا کہ تو اس کو ہمارا صاحب کہتا ہے اپنا صاحب نہیں جانتا اور اسی پر اس کو قتل کیا، اور واقدی سے نقل کیا ہے کہ جب خالد نے مالک کے قتل کا ارادہ کیا تو ابوققادہ نے کہا کہ میں تجھ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس کو قتل نہ کر قسم بخدا کہ میں نے ان سے اذان سنی ہے اور نماز پڑھتے ہوئے ان کو دیکھا ہے، خالد نے اس پر التفات نہ کی بلکہ اس کو جھڑکا، پس ابوققادہ کو غصہ آیا اور کہا **واللہ لا کنت فی حیث انت فیہ ابدًا** قسم بخدا کہ میں کبھی اس لشکر میں نہ رہوں گا جس میں تو ہو گا یہ کہہ کر ابو بکر کے پاس آیا اور اس سے ماجرایان کیا اور کہا خالد نے میری بات نہ مانی اور اعراب صحرائیوں کا قول باور کیا جن کی غرض لوٹ مار کرنا اور بڑھ واسیر بنانا تھی۔ اور پھر خالد کے پاس نہ گیا اور کہا گیا ہے کہ ابو بکر نے اسے حیث خالد میں چلے جانے کا حکم دیا تب بھی نہ گیا اور ایک قول ہے کہ وہ پلٹ گیا تا انیکہ خالد کے ہمراہ مدینہ میں آیا اور اس کے برخلاف شہادت دی۔ اور خالد نے مالک اور اس کے اصحاب کو قتل کیا۔ اور مالک کو ضرار بن ازور نے خالد کے کہنے سے مارا تھا۔ اور کتاب مراۃ الزماں تصنیف شیخ ابوالمظفر یوسف بن قزعلی معروف بہ سبط ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ ابوققادہ نے کہا ہم خالد کے ساتھ تھے جب کہ وہ اہل ردہ کی طرف روانہ ہوا جب بطاح میں پہنچا تو ادعا کیا کہ مالک مرتد ہو گیا ہے اور حجت گردانا اس کے ایک کلام کو جو اس سے پہنچا تھا مالک نے اسے انکار کیا اور کہا میں دین اسلام پر ہوں اس میں تغیر و تبدل نہیں کیا اور ابوققادہ و عبداللہ بن عمرو دونوں نے گواہی دی کہ وہ مسلمان ہے، لیکن خالد نے ضرار بن ازور اسدی

(۱) اب تک ہم کو یہی گمان تھا کہ خالد نے جو قتل مالک میں عذر کیا کہ اس نے اثنائے کلام میں صاحبکم کہا، صاحبنا نہ کہا، وہ حضرت رسول خدا کی نسبت تھا کہ اس پر اس نے مالک کو قتل کیا۔ کیوں کہ شاہ عبدالعزیز نے تحفہ میں یہی عذر کیا ہے کہ اتفاقاً مالک بخضر خالد سوال و جواب در حق جناب پیغمبرؐ این کلمہ گفت قال ر جلکم کذا او صاحبکم او الا آج ترجمہ تاریخ ابوالقداسریہ مولوی کریم الدین پانی پتی سے دریافت ہوا کہ مالک نے پیغمبر خدا کی نہیں حضرت ابو بکر کی شان میں یہ کلمہ کہا تھا اور اس پر خالد نے اسی قتل کیا تھا چنانچہ اصل عبارت ترجمہ ابوالقداسریہ یہ ہے ”مالک نے کہا تمہارے صاحب کا یہی حکم ہے، صاحب سے مراد حضرت ابو بکرؓ تھی، خالد نے کہا کیا تیرا صاحب نہیں، قسم خدا کی کہ تیرا سراژادوں گا، اس بات پر جھگڑا بڑھ گیا خالد نے کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا مالک نے کہا کیا تیرے صاحب نے یہی حکم دیا، خالد نے کہا یہی حکم اخیر ہے، بعد اس کلام کے ہر چند حضرت رسول خدا کو بھی بلطف صاحب کم تعبیر کرنے سے کوئی شخص ہرگز کافر مستوجب قتل نہیں ہو سکتا، جیسا کہ صاحب تشیید المطاعن نے شاہ صاحب کے اسی قول کے جواب میں اس کو پانچ کامل وجہوں سے ثابت کیا ہے الا ابو بکر کی نسبت صاحبکم کہنے سے مالک کا کافر ہو جانا ایسی عجیب و غریب بات ہے کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں ہو سکتی۔

کو حکم دیا اور اس نے اس کا سر قلم کیا۔ نیز مراۃ الزماں میں ہے کہ جب قبیلہ مالک نے لشکرِ خالد کو دیکھا پوچھا تم کون ہو، کہا مسلمان، انہوں نے کہا ہم بھی مسلمان ہیں فلم یسمع منهم خالد ووضعوا فیہم السیف خالد نے ان کے قول کو نہ سنا اور انہوں نے ان کو (قبیلہ مالک کو) قتل کرنا شروع کر دیا۔ پس مالک نے ہتھیار لگائے اور نکل کر پکارا اے آل عبید، بنی تیہان نے اس کی اجابت کی پس خالد کو خوف ہوا اور مالک جنگ پر آمادہ تھا۔ خالد نے اس کو کہا اے پسرِ نوریہ اسلام میں شامل ہو اور اس کو خدا اور رسول کا ذمہ اور اپنا اور ابو بکر کا ذمہ دیا۔ پس مالک نے اپنا ہاتھ خالد کے ہاتھ میں دے دیا و خالد علیٰ تلک الغریمة من ابی بکر فی قتله اور خالد اپنے اسی ارادہ قتل مالک پر تھا جیسا کہ ابو بکر نے اسے امر کیا تھا۔ پس اس نے مالک کے قتل کا حکم دیا مسلمانوں کو یہ امر ناگوار گذرا اور مہاجرین نے کہا۔ انتقل رجلا مسلما وقد اعطیتہ ذمة اللہ وذمة رسوله کہ تو ایک مرد مسلمان کو قتل کرتا ہے حالاں کہ اس کو خدا اور رسول کا ذمہ دے چکا پس ضرار بن ازور کہ نبی کو رسے تھا اٹھا اور اس کو قتل کیا بقولے عبید بن ازور برادرِ ضرار نے اس کو مارا اور منہال بن عصفہ ریاحی نے اس کا کفن دفن کیا۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ علاوہ اس ذاتی کاوش کے جو خالد کو مالک سے زمانہ جاہلیت سے تھی اور علاوہ حکمِ قطعی خلیفہ اول کے کہ اس کے قتل کرنے کے لئے دے چکے تھے اور اس کی اپنی خلقی خباثت نفس و سرشتِ خوکے، کہ خونِ ناحق پر اس کو برا بیچنے کرتی رہتی تھی۔ ایک اور علت بھی مالک کے قتل کی۔ مالک کی بی بی تھی کہ حسن و جمال میں سرآمدِ زنانِ جہاں تھی۔ خالد بن ولید نے مالک بن نو میرہ کو اس کی حسین و جمیل بیوی کے حصول کیلئے قتل کیا: اس لشکر کشی سے جو کھل بلی قبیلہ میں پڑی تھی اس میں وہ بے تابانہ روئے برہنہ نکل آئی، خالد کی نگاہ اس پر جا پڑی۔ اس وقت سے اس کے شوہر کے قتل کا ارادہ مصمم کر لیا۔ روایتِ گزشتہ واقدی میں جو مراۃ الزماں فی تاریخ الاعیاء سے لی گئی ہے مذکور ہے، کہ ایک روایت میں ہے کہ جب خالد نے مالک کے قتل کا ارادہ کیا تو اس کی عورت ام تمم بنت منہال کہ حسین ترین زنان سے تھی نکل آئی اور اپنے تئیں مالک پر گردایا اس وقت اس کا منہ کھل گیا مالک نے اس کو کہا کہ دور ہو میرے پاس سے بہ تحقیق کہ تو نے ہی مجھ کو قتل کرایا ہے، اس سے اس کا یہ اشارہ تھا کہ خالد اسے دیکھ کر عاشق ہو گیا تھا اور اس کے لینے کے واسطے اسے قتل کرتا تھا پھر واقدی کہتا ہے روى عن بعض من حضر هذا السرية قال رعى القوم تحت الليل فزیعت المرأة فخر جت عربانة فوالله لقد عرفنا حين رأيناها انه سيقتل عنها صاحبها یعنی ایک شخص جو اس جنگ میں شامل تھا کہتا ہے کہ ہم نے رات کے وقت ان لوگوں کو خوف دلایا اس وقت وہ عورت بے تاب ہو کر عربیاں نکل آئی قسم بخدا کہ جس وقت ہم نے اس کو دیکھا جان لیا کہ اس کا شوہر ضرور مارا جائے

گا۔ سبحان اللہ خالد کی شہوت پرستی اس درجہ کو پہنچی تھی کہ اہل لشکر نے ایک خوبصورت عورت کو دیکھتے ہی جان لیا تھا کہ وہ اس کو کبھی نہ چھوڑے گا اور ضرور اس کی خاطر اس کے شوہر کو مار ڈالے گا اور قوات الوفیات ذیل بن خلکان میں ہے ان **خالداً کان یھوی امرأۃ مالک فی الجاہلیۃ** کہ خالد زوجہ مالک پر زمانہ جاہلیت سے عاشق تھا۔ بہر کیف مالک کے قتل کرنے کے بعد خالد نے اسی رات زوجہ مالک سے جماع کیا اور اصلاً انتظار گزارنے عدہ کا نہ فرمایا۔ اہل سنت نے خالد کے اس صاف اور فاش زنا کے عذر میں بالکل لچر پوچج باتیں بنائی ہیں کبھی کہتے ہیں کہ شاید مالک کے مرنے کے بعد بوجہ وضع حمل اس کی زوجہ کا عدہ منقضی ہو گیا ہو کبھی کہتے ہیں کہ محتمل ہے کہ انقضاء عدہ کے بعد ازدواج سے بطریق جاہلیت اس کے پاس قید ہو۔ یہ باتیں ابن حجر کی ہیں صواعق محرقہ میں، شیعوں کے مقابلہ میں، اس کے بعد حسن ظن صحابہ کی کہ اکثر مقامات میں گریز گاہ اہل سنت ہے چنانچہ کہتے ہیں **وعلی کل حال خالد اتقی اللہ من ان یظن بہ مثل هذه الرزالة التي لا یصدر من ادنی المومنین فکیف من سیف اللہ المسلول علی الاعداء** یعنی بہر حال خالد زیاد پر بیزار ہے خدا کے لئے اس سے کہ اس کی نسبت ایسی رزالت کا گمان کیا جائے جو ادنیٰ مومنین سے بھی صادر نہیں ہوتی، چہ جائیکہ سیف خدا سے کہ دشمنوں پر کھنچی ہوئی ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں کہتے ہیں کہ عجائبات سے ایک یہ ہے کہ شارح جدید تجرید کا مدعی ہوا ہے کہ زوجہ مالک اس کی طرف سے مطلقہ تھی اور اس کا عدہ گزر چکا تھا پھر کہتے ہیں کہ جس پر شقاوت غالب ہو اور حیا اس سے مسلوب و مفقود ہو جائے اس سے عجب نہیں کہ ایسے طعن فاحش کے دفع کرنے میں ایسے ایسے احتمال پیدا کرے کہ اس سے پہلے ان کا ذکر تک بھی کسی نے نہیں کیا اور کسی روایت میں نہیں مذکور ہوا۔ مولف کہتا ہے کہ خالد کا ارتکاب قتل اور زنا اور خلیفہ اول کا اس پر اجراء حد شرعی نہ کرنے کا طعن حضرت عمر کے کلام سے ماخوذ ہے۔ پس انہوں نے نظر بصحابیت خالد کیوں اس حسن ظن کو ترک کیا اور کس لئے ایسے احتمالات پیدا نہ کئے اور کاہے کو فرماتے رہے **عذر علی مسلم فقتله ثم نزا علی امرأۃ** کہ اس نے مرد مسلمان سے دعا کی اور اس کو مار ڈالا، پھر اس کی زوجہ کے ساتھ زنا کیا۔ چنانچہ آگے اس کا ذکر آتا ہے۔ الغرض خالد کی آتش عداوت مالک کے قتل کرنے اور اس کی زوجہ کے ساتھ زنا کرنے سے بھی نہ بچھی اور اس نے اپنی قساوت قلبی کا ایک اور ثبوت دیا کہ اس کے سر پریدہ کو دو پتھروں کے ساتھ سنگ و گیدان بنایا اور اس چوٹھے کے اندر آگ روشن کر کے اس پر ہنڈیا گوشت کی پکائی اور پھر اس گوشت کو نوش جان فرمایا چنانچہ یہ حکایت کتاب انسان العیون برہان الدین حلبی اور تاریخ علامہ ابن کثیر شامی شافعی میں مذکور ہے اور موخر الذکر کتاب میں اس قدر اور زیادہ کیا ہے۔ **ویقال ان شعر مالک جعلت النار یعمل فیہ الی**

ان نضبح اللحم ولم یفرغ الشعر من کثرته کہ آگ مالک کے سر کے یالوں میں کار کرنے لگی حتی کہ گوشت پک کر تیار ہو گیا مگر بال تمام نہیں جلے تھے اس لئے کہ وہ کثرت سے تھے اور ترجمہ تاریخ ابوالفدا مولوی کریم الدین پانی پتی میں مذکور ہے کہ بوقت قتل مالک، عبداللہ بن عمر اور ابو قتادہ بھی اس جا حاضر تھے وہ دونوں خالد کو سمجھانے لگے آخر کار مالک نے کہا اے خالد تو مجھ کو ابو بکر صدیق کے پاس لے چل جو وہ حکم کرے گا میں بجالاؤں گا خالد نے کہا یہ نہیں ہو سکتا میں تو تجھے قتل ہی کروں گا ضرار ابن ازور کو حکم کیا کہ تلوار مار، اس وقت مالک نے اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اس نے مجھے قتل کروایا ہے وہ عورت بہت خوبصورت تھی خالد نے جواب دیا نہیں خدا نے تجھ کو قتل کروایا ہے کیوں کہ تو مسلمان ہو کر اسلام سے پھر گیا۔ مالک نے کہا نہیں میں اسلام پر قائم ہوں خالد نے کہا اے ضرار گردن مار اس نے ایک ضربت اسکے ایسی گردن پر ماری کہ سر الگ ہو گیا اور اس کے سر کو ہڈیا کے نیچے جلایا (اس شخص کے سر پر بہت بال تھے) اس کے مرتے ہی خالد نے اس کی زوجہ کو پکڑ کر اپنا دل ٹھنڈا کیا۔ اتنی۔ پھر ذرا آگے بڑھ کر لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ خالد نے ابن عمر اور ابن قتادہ کو کہا تھا کہ تم بھی مجلس عقد نکاح میں حاضر ہونا ان دونوں نے انکار کیا ابن عمر نے تو یہ کہا کہ میں ابو بکر کو لکھتا ہوں اور اس کو تیرے نکاح کرنے کی خبر بھیجتا ہوں اس وقت اس کے سامنے انکار کیا مگر پھر نکاح کر لیا اس باب میں ابو میر سعدی نے شعر کہے ہیں۔

مالک بن نویرہ کے مقدمہ قتل میں شیخین کی آرا کا اختلاف

واضح رہے کہ حضرت خلیفہ ثانی کو جو خالد سے قصاص لئے جانے اور اس پر حد شرعی جاری کرنے کی لاپتہا رغبت تھی اور جو کچھ انہوں نے اس معاملے میں غیر معمولی طور سے داد فریاد مچائی اس کا باعث کوئی درودین و ترویج احکام شرع مبین نہ تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ مالک مذکور کے ساتھ آپ کا پرانا زمانہ جاہلیت کا یا زمانہ تھا اور سلسلہ مصادقت و یک جہتی فیما بین محکم و استوار اور مالک آپ کے ہم عہد و خلفا سے شمار ہوتا تھا۔ اور نیز خالد سے بھی کما سیجی انفا انہی وقتوں کی کدورت و کشیدگی چلی آتی تھی یہی وجہ تھی کہ خالد کے ہاتھ سے اس کا مارا جانا سخت ناگوار طبع اقدس ہوا اور جوں ہی اس حادثہ حائلہ کے اخبار مدینہ پہنچے تو حضرت عمر افر وختہ ہو گئے اور انہوں نے نہ ایک مرتبہ بلکہ بار بار ابو بکر سے کہا ان فی سیف خالد لہرقا فاقتلہ کہ خالد کی تلوار میں ظلم و زیادتی کوٹ کوٹ کر بھری ہے اس کو قتل کرنا چاہئے مگر وہاں تو جو کچھ ہوا تھا دلی خواہش کے موافق اپنے حکم و اشارے سے ہوا تھا حضرت عمر کی کیوں کر شنوائی ہوتی لا محالہ سوکھا جواب ملا اور عمر تملاتے رہ گئے۔ ابن اثیر کامل میں کہتا ہے قال عمر لابی بکر

ان سیف خالد فیہ رھق واكثر علیہ کہ عمر نے ابو بکر سے کہا خالد کی تلوار نے ستم ڈھایا ہے اور بہت مبالغہ کیا اس میں۔ اور مرآۃ الزماں میں ہے کہ جب عمر کو خالد کے حالات معلوم ہوئے اور دریافت ہوا کہ اس نے مالک کو قتل اور اس کی زوجہ پر تصرف کیا تو کہا اے بندگان خدا اس عدو اللہ نے ایک مرد مسلم کو قتل کیا اور اس کی عورت پر سوار ہوا واللہ لنرجمنہ بالحجارة قسم بخدا کہ ہم پتھروں سے اس کو سنگسار کریں گے اور ابو بکر سے کہا کہ تجھ پر واجب ہے کہ اس کو معزول کرے مالک کا قصاص اس سے لے بہ تحقیق کہ اس کی تلوار میں رھق و طغیان ہے پس مالک کا بھائی متم بن نویرہ حاضر ہو کر خالد سے اپنے بھائی کے خون کا دعوے دار ہوا ابو بکر نے کہا اے عمر ارفع لسانک عنہ اپنی زبان کو خالد کی عیب جوئی سے باز رکھ وہ کوئی پہلا شخص نہیں جس سے خطا واقع ہوئی ہو عمر نے کہا وارثان مالک اس کے خون کے طلب گار ہیں خالد سے قصاص لینا تجھ پر فرض و واجب ہے ابو بکر نے کہا لا اشییم سیفا سلہ اللہ علی الکفار ابدا میں اس تلوار کو کبھی میان نہ کروں گا جس کو خدائے تعالیٰ نے کفار پر کھینچا ہے اور تاریخ ابو القدا سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر نے ابو بکر سے تین درخواستیں علی الترتیب کیں تینوں میں خشک جواب پایا اول کہا خالد نے زنا کیا ہے اسے سنگسار کرو۔ ابو بکر نے کہا میں نہ کروں گا پھر کہا ایک مرد مسلم کو ناحق مار ڈالا، کہا اس نے جلدی کی اور خطا کی پھر کہا عہدے سے معزول کرو ابو بکر نے کہا جس تلوار کو خدائے ان لوگوں پر کھینچا ہے میں اس کو میان نہیں کر سکتا۔ عجب تماشا ہے کہ خلیفہ ثانی خالد کو برابر عدو اللہ واجب القتل کہے چلے جا رہے ہیں مگر اول صاحب ان کے ارشاد پاسداد کی (کہ ہو جب روایت صحیح ترمذی وغیرہ حق ان کی زبان پر جاری ہوتا تھا) ذرا پروا نہیں کرتے اور برعکس اس کے اس کو سیف اللہ کا خطاب دیتے ہیں اب مقتدی لوگ کیا کریں کس کا اعتبار کریں کس کی بات کو صواب جانیں کس کو خطا۔ کیا اچھی خلافت راشدہ ہے۔ اور کیسا عدل و انصاف، تاریخ طبری کبیر میں ہے۔ فلما بلغ قتلہم عمر بن الخطاب تکلم فیہ عندابی بکر فاکثر فقال عدو اللہ غدر علی مسلم فقتلہ ثم نزا علی امرأۃ یعنی عمر خطاب کو قبیلہ مالک کے قتل ہو جانے کی خبر پہنچی تو انہوں نے ابو بکر سے اس مقدمہ میں گفتگو کی، اور زیادہ کیا کلام کو، اور کہا دشمن خدائے ایک مسلمان کو عذر و مکر سے مار ڈالا پھر اس کی زوجہ پر چڑھ بیٹھا تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ مالک کا بھائی متم بن نویرہ، ابو ہنشل شاعر مشہور کم رو اور یک چشم تھا، چون کہ اس کے جملہ اخراجات کا تکلیف اس کا بھائی مالک تھا، وہ نہایت فارغ البالی سے اپنے گھر پر رہتا تھا، جب اس کو مالک کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا تو مدینہ میں آیا اور نماز صبح مسجد رسول اللہ میں ابو بکر کے پیچھے پڑ ہی بعد ازاں ان کے سامنے کھڑا ہو کر گوشہ کماں پر تکیہ کر کے ایک دردناک مرثیہ مالک کے حال کا پڑھنے لگا، پڑھتا تھا اور روتا تھا، حتیٰ کہ روتے روتے کماں پر گر

پڑا، اور اس کی کانٹری آنکھ سے بھی اشک جاری ہوئے۔ روایت ہے کہ عمر نے کہا لو کنت قول الشعر کما تقول لرثیت اخی کما رثیت اخال اے متم اگر میں بھی تیری طرح شاعر ہوتا تو ایسا ہی اپنے بھائی کا مرثیہ کہتا جیسا کہ تو نے اپنے بھائی کا مرثیہ کہا۔ غرض متم کے واویلا کرنے اور حضرت عمر کے شور و غل مچانے کا اتنا اثر ہوا کہ پیش گاہ خلافت سے خالد کے نام حکم جاری ہوا کہ لشکر کو وہیں چھوڑ کر جریدہ یہاں ہو جائے اور خالد کو بھی دار الخلافہ کی طرف سے اطمینان کئی نہ تھا، اپنی زیادتیاں اور عمر کی اپنے سے رنجش اس کے نصب العین تھی، لہذا اس نے راستے میں یہ انتظام سوچا کہ خلوت میں ایسے وقت ابو بکر سے ملاقات کرے جب عمر وہاں نہ ہوں، اس کے لئے اس نے حاجب دربان ابو بکر کو گانٹھا۔ اور آدمی بھیج کر اظہار مطلب کیا اور دودینار زر سرخ اس کام کے حق الخدمت کے اس کو بھجوا دیئے کہ یہ اول رشوت تھی کہ اسلام میں دی اور لی گئی روضۃ الصفا میں ہے کہ ”خالد بن ابی بکر فرمودہ خلیفہ رسول خدا روئے توجہ بہ مدینہ نہاد و بدال بلدہ طیبہ نزدیک شدہ دودینار برسم تحفہ پیش ابوبکر فرستادہ التماس نمودہ کہ اور اتنا در محلے مناسب پیش ابوبکر گزار دودینار و دودینار بادلے شریک نہ گردانند دربان مبلغ مذکور گرفتہ ملتئم او قبول کرد گویند اول رشوتی کہ در اسلام صدور یافت آن بود“ الخ کہتے ہیں کہ ابو بکر کا معمول تھا کہ صبح سویرے نماز فجر پڑھ کر گھر میں چلے جاتے اور وہاں کچھ دیر تک درد و غنائف میں مشغول رہتے پھر دربان باہر آتا اور لوگوں کے لئے اندر داخل ہونے کی اجازت ہوتی پس اس نے دوا شرفی رشمت کی لے کر خالد کو کہلا بھیجا کہ علی الصباح چلا آئے تاریخ طبری میں ہے کہ یہ دربان مرثی بلال حبشی تھا اور روضۃ الاحباب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خالد کی ابو بکر سے علیحدہ ملاقات بلال ہی نے کرائی مگر راقم کے نزدیک صحیح نہیں کیوں کہ ہمارے نزدیک بلال حضرت رسول خدا کی وفات کے بعد مدینہ میں نہیں رہا شام کو چلا گیا تھا اور اس نے ابو بکر کی خدمت تو خدمت ان کی بیعت بھی نہیں کی۔ غرض خالد صبح کو اپنے ناقہ پر سوار ہوا قباجس میں نشان سیاہ زرہ کے رگڑوں کے نمودار تھے پہنی اور عمامہ میں دو تین تیر خون آلودہ، یہ رسم سپہداران جاہلیت، لگائے بڑے طمطراق سے مدینہ میں داخل ہوا بقول ابو جعفر محمد بن جریر طبری چوں کہ ابو بکر کے مکان کا دروازہ مسجد میں تھا مسجد میں آیا اور وہاں حضرت عمر نے اس کو دیکھا اور بروایت روضۃ الصفا ان کا مکان ایک مسجد کے متصل تھا جس کے دروازہ پر حضرت عمر کھڑے تھے بہر کیف عمر نے جو اس کو دیکھا بے تاب ہو گئے اور اچھل کر وہ تیر اس کے عمامہ سے کھینچ لئے اور پیروں میں پھل کر توڑ ڈالے اور کہا قتل مسلم و ترویت علی زوجہ تو نے ایک مسلمان کو ناحق قتل کیا اور اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا پھر تکبر کرتا ہے واللہ لارجمنک یا حجارک قسم بخدا کہ میں تجھ کو پتھروں سے سنگسار کروں گا، خالد خاموش تھا اور کچھ ہاں نہیں نہ کہتا تھا بگمان اس کے عمر اور ابو بکر کی اس کے حق میں ایک رائے ہے

اور جو کچھ وہ کہتے ہیں ابو بکر کے امر و اشارے سے کہتے ہیں۔ عمر خالد کو کشاں کشاں دروازہ ابو بکر پر لے گئے اور اندر جانا چاہا حاجب مانع آیا اور خود اندر گیا اور واپس آ کر کہا کہ صرف خالد کو بلایا ہے خالد اندر گیا اور عمر بیرون در ہاتھ ملتے رہ گئے طبری کہتا ہے کہ ”عمر دست بردست میزد و میفرمود در پیغا کہ خون مالک باطل گشت و ہم اکنون ابو بکر رضی اللہ عنہ را بزبان بفرمود و عذر خواہد داد و عذرش بہ ثبید۔“ تھوڑی دیر بعد جب خالد وہاں سے واپس آیا تو اس کی حالت بدل گئی تھی عمر کو دیکھا تو ان کی ماں کا نام لے کر کہا **هلم الی یا ابن جنتمه** اے پسر جنتمہ اب تو میرے پاس آ، اور بروایت تاریخ طبری کبیر، دست بقبضہ شمشیر ہو کر کہا، یا ابن الایسر، صاحب تاریخ کہتا ہے کہ خالد نے عمر کو ایسر اس لئے کہا کہ، وہ دست چپ سے وہ کام کرتے تھے جو کہ اوردہنے ہاتھ سے کرتے ہیں، یہ کہہ کر خالد جہاں سے آیا تھا وہاں چلا گیا عمر کے دل کی اس وقت جو کیفیت تھی ہر کوئی خیال کر سکتا ہے یہی وجہ تھی کہ وہ تمام زمانہ خلافت ابو بکر خالد پر دانت پیٹتے رہے۔ تاریخ مرآۃ الزماں میں ہے کہ عمر، ابو بکر کی مدت خلافت میں خالد پر غضب ناک رہے، بسبب اس کلام کے جو اس کی طرف سے ان کو پہنچا تھا کہ وہ ان کی ہتک حرمت کرتا ہے اور ذرا عزت نہیں سمجھتا اور کبھی ان کا سید ہی طرح نام نہیں لیتا ہے۔ حقارت سے ماں کے نام کے ساتھ یا ایسر کہتا ہے پس سب سے بڑا گناہ خالد کا عمر کے نزدیک مالک بن نویرہ کا قتل تھا باوجود اس کے اسلام کے اور اس کی عورت کے ساتھ زنا کرنا اور تیرہائے خون آلود عمامہ میں لگا کر مسجد میں داخل ہونا وہ ابو بکر کو ہمیشہ اس کے معزول کرنے کی ترغیب کرتے رہتے تھے اور اس سے مالک کے خون کا عوض لینے کو کہتے تھے مگر ابو بکر اس میں متوقف تھے، نیز مرآۃ الزماں میں، ابو یاش سے منقول ہے، کہ اس نے کہا کہ خالد مدینہ میں آیا تو زوجہ مالک اس کے ساتھ تھی پس عمر اٹھے اور علی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا حق خدا ہے کہ اس مرد سے جس نے ناحق ایک مسلمان کا خون بہایا اور اس کی زوجہ پر اس طرح کو دا جس طرح کبوتر کبوتری پر جست کرتا ہے، قصاص لیا جائے۔ پھر علیؑ و عمر دونوں سعد و قاص اور طلحہ بن عبد اللہ کے پاس گئے اور چاروں ہم عہد ہو کر ابو بکر کے پاس داخل ہوئے اور ان سے کہا **لَا بُدَّ مِنْ ذَلِكْ** ضرور خالد کو قتل کرنا چاہئے انہوں نے کہا **لَا عَمَدَ سَيِّفًا نَسْلُهُ** اللہ مالک بن نویرہ رضی اللہ عنہ کے شرف و جود و سخا کا کچھ احوال: تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ عرب اور غیر عرب سے کسی کو نہیں سنا کہ وہ اپنے مردے کے غم میں اس قدر رویا ہو جتنا کہ متم اپنے بھائی مالک کے غم میں رویا اور نوبت اس کے گریہ و بکا کی یہ پہنچی تھی کہ شعرانے بطور ضرب المثل اپنے اشعار میں اس کا ذکر کیا ہے واقدی نے کتاب الرواۃ میں روایت کی ہے کہ عمر خطاب نے ایک بار متم سے پوچھا **ما بلغ من حزنک علی اخیک** کہ تیرا حزن و الم تیرے بھائی پر کہاں تک پہنچا کہا ایک سال تک میری یہ کیفیت تھی کہ رات بھر نہیں سوتا تھا اور یوں ہی صبح

کر دیتا تھا۔ اور جہاں کہیں آگ روشن دیکھتا تو گمان ہوتا کہ میری جان بدن سے نکل جائے گی کیوں کہ اس کو دیکھ کر مجھ کو اپنے بھائی کی آگ یاد آتی جو اس کے حکم سے رات بھر روشن رہتی تھی تاکہ اس کا کوئی مہمان کہیں قرب و جوار میں رات کو نہ رہ جائے آگ دیکھ کر اس کی منزل پر چلا آئے اور نوبت اس کی مہمان نوازی کی یہ پہنچی تھی کہ رات کو چھپ کر اوزوں کے مہمانوں کو اپنے ہاں لے آتا۔ عمر نے کہا واقعی وہ بڑا سخی جواں مرد تھا۔ نیز عمر نے متم سے کہا کہ کچھ اپنے بھائی مالک کا حال بیان کر اس نے کہا اے امیر المومنین میں ایک بار قبائل عرب سے ایک قبیلہ میں اسیر ہو گیا تھا میرے بھائی کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ آیا جس وقت لوگوں نے اسے آتے دیکھا تو جو بیٹھے تھے کھڑے ہو گئے اور کوئی عورت باقی نہ رہی جس نے گھر میں سے اسے جھانک کر نہ دیکھا ہو پس ابھی اپنے ناقہ سے نہیں اتر ا تھا کہ مجھ کو رسن بستہ اس کے آگے لا کر حاضر کر دیا اس نے اپنے ہاتھ سے مجھے کھولا عمر نے کہا **هَذَا لَهْوُ الشَّرَفِ** کہ بے شک شرف و بزرگی اسی کو کہتے ہیں۔ قصہ خولہ بنت جعفر الکھفیہ واضح رہے کہ جناب خولہ مادر محمد بن حنفیہ فرزند دلبند امیر المومنین کہ اسی مہم خالد میں گرفتار ہو کر مدینہ آئیں۔ اس قوم کے بزرگان و رؤساء سے ایک شخص مسکی جعفر کی بیٹی ہیں حضرت امیر المومنین نے یہ تعیین مہر اس معطلہ کے ساتھ نکاح کیا اور ابو القاسم محمد بن حنفیہ ان سے متولد ہوئے۔ بحار الانوار میں منقول ہے کہ دوسرا امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے ابو جعفر تم کہتے ہو کہ امیر المومنین اپنے سے پہلے خلیفوں کی خلافت پر رضامند نہ تھے یہ تو فرمائیے کہ اگر ایسا تھا تو انہوں نے خولہ حنفیہ پر جو ابو بکر کے عہد میں گرفتار ہو کر آئی تھی کیوں تصرف فرمایا حضرت نے جابر بن عبد اللہ انصاری کو بلوایا حالانکہ بسبب ضعف پیری بصارت ان کی جاتی رہی تھی۔ پس جابر آئے اور سلام کیا آنحضرت پر حضرت نے جواب سلام دیا اور اپنے پہلو میں بٹھالیا اور فرمایا اے جابر حنفیہ کا قصہ تمہارا چشم دید ہے ان لوگوں سے بیان کرو کیوں کہ یہ چاہتے ہیں کہ اسے حقیقت خلافت ابو بکر کی دلیل گردانیں جابر نے یہ سنا تو گریاں ہوئے تا نیکہ ان کی ریش ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئی اور کہا اے مولیٰ میرے میں ڈرتا تھا کہ دنیا سے اٹھ جاؤں اور کوئی مجھ سے اس حال کی بابت سوال نہ کرے۔ قسم خدا کی کہ میں ایک روز ابو بکر کے پاس بیٹھا تھا کہ نبی حنیف کے اسیر اس کے سامنے حاضر کئے گئے جن کو خالد ولید نے پکڑ کر بھیجا تھا۔ ان کے درمیان ایک لڑکی جو ان تھی جب مسجد میں داخل ہوئی تو وہ لڑکی روضہ مبارک رسول اللہ کی طرف منہ کر کے پکاری **السلام علیک یا رسول اللہ** درود رحمت خدا ہو تم پر شہادت دیتی ہوں کہ تم میری آواز سنئے ہو اور جواب دے سکتے ہو۔ انہوں نے ہم کو اسیر کیا ہے حالانکہ ہم مسلمان کلمہ گو ہیں وحدانیت خدا اور تمہاری رسالت کا اقرار کرتے ہیں یہ کہہ کر بیٹھ گئی بروایت ابن شہر آشوب کہا یا رسول اللہ آپ کی امت نے ہم کو کافروں کی طرح اسیر کیا حالانکہ ہمارا کچھ گناہ

لسان الملک صاحب تاریخ التاریخ نے اس کی روایت کو مختلف مقامات میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے درج کیا ہے۔ بموجب اس روایت کے کوئی دو سو آدمی مہاجر و انصار کے سامنے حضرت نے ان فضائل کو ارشاد کیا اور اپنی امامت پر ان سے احتجاج فرمایا۔ بالجملة ہم یہاں تمام حدیث کو نقل نہیں کرتے صرف تھوڑا سا اس میں بطور نمونہ کے لکھتے ہیں اور پوری روایت کو کتب مبسوطہ پر حوالہ کرتے ہیں پس حضرت امیر المومنین نے اصحاب شوریٰ سے کہا کہ میں اب تم پر اس طرح سے حجت تمام کرتا ہوں کہ عرب و عجم بھی اس کے تغیر دینے پر قادر نہ ہوں گے انشدکم باللہ ایہا النفر جميعاً هل فيکم احدٌ وحده اللہ قبلہ فقالو اللہم لا یعنی قسم دیتا ہوں میں تم کو اے گروہ حاضرین خدائے بزرگ و برتر کی کہ آیا تمہارے درمیان کوئی ایسا ہے جس نے کہ خدا کو مجھ سے پہلے واحد و یکتا جانا یعنی سب سے پہلے اسلام لایا ہو۔ سب نے کہا اے بار خدا نہیں پھر فرمایا آیا تم میں ہے جس کا جعفر طیار سا بھائی حمزہ سید الشہد اس اچھا فاطمہ زہرا دختر رسول اللہ صی زوجہ حسنین سردار جوانان بہشت جیسے فرزند ہوں سب نے کہا نہیں غرض اسی طرح اپنے مناقب گناتے اور قسمیں دے دے کر ہر ایک کا اقرار لیتے چلے جاتے تھے تا انیکہ فرمایا انشدکم باللہ هل فيکم احد قال له رسول اللہ اللہم اننی ناحت باحب الناس الیک والی واشدہم لک حُباً ولی حُباً یا کل معی من هذا الطیر واناہ واکل معہ غیری یعنی تم کو قسم دیتا ہوں خدائے عزوجل کی کہ آیا تمہارے درمیان کوئی ایسا ہے کہ رسول اللہ نے اس کی نسبت دعا کی ہو کہ خداوند امیرے پاس اس شخص کو بھیج جو تیرے اور میرے نزدیک تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب ہو اور سب سے زیادہ تیرے اور میرے ساتھ محبت رکھتا ہو کہ آ کر میرے ساتھ اس مرغ بریاں کو تناول کرے اور وہ آنحضرت کے پاس آیا ہو اور آپ کے ساتھ اکل مرغ میں شریک ہو اور مجز میرے قال اللہم لا ان سب نے کہا نہیں۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ حدیث طیر کتب اہل سنت میں مشہورات متواترہ سے ہے۔ تا انیکہ کہتے ہیں پینتیس اشخاص نے اصحاب جناب رسالت مآب سے اس کو نقل کیا ہے اور بزرگان محدثین نے اس میں علیحدہ رسالے لکھے ہیں۔ مجمل اس قصہ کا بروایت انس بن مالک وغیرہ اس طرح پر ہے کہ ایک شخص بھنا ہوا مرغ حضرت رسول خدا کے کھانے کے لئے ہدیہ کے طور پر لایا تھا و بروایت علامہ طبری احتجاج میں بہشت سے آیا تھا اور جبرئیل امین اسے لائے تھے پس اس وقت آپ نے بطریق مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات دعا کی اللہم ائتنی باحب خلقت الیک یا کل معی من هذا الطیر پروردگار اس شخص کو کہ تیرے نزدیک محبوب ترین مخلوق ہو میرے پاس بھیج تاکہ میرے ساتھ اس پرند کے کھانے میں شریک ہو۔ یہ دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ امیر المومنین نے دروازہ پر آ کر دستک دی انس بن مالک کو کہ

عبدالرحمن کے درمیان ایسے پیر پڑے کہ ایک نے دوسرے کو ترک کیا اور مہاجرت اختیار کی اور با یک دیگر صورت دیکھنے اور ملنے کے روادار نہ تھے۔ اور نوبت ان کی یہ پہنچی تھی کہ عثمان عبدالرحمن کو منافق کہتے اور عبدالرحمن بیچ تاب کھاتا اور جھنجھلاتا کہ میں نے کس لئے اس کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ اگر اب میرا اختیار ہو تو جوتی کا تسمہ اسے نہ دوں اور عہد کیا کہ کبھی اس کے ساتھ ہم کلام نہ ہوں گا۔ ازالۃ الخفا میں ہے کہ ولید بن عقبہ نے عبدالرحمن سے کہا کہ تو امیر المومنین پر جفا کرتا ہے کہ اس سے نہیں ملتا کہا اس سے کہہ دینا کہ میں احد کے دن نہیں بھاگا جنگ بدر سے غیر حاضر نہ تھا اور سنت عمر کو میں نے ترک نہیں کیا۔ یعنی یہ سب باتیں تجھ سے عمل میں آئی ہیں مجھ سے نہیں۔ اور کتاب اخبار البشر میں ہے کہ عثمان عبدالرحمن کی عیادت کے لئے اس کے گھر گئے تو اس نے دیوار کی طرف منہ پھیر لیا اور ان کے ساتھ بات نہ کی۔ حدیث مناشدہ سنی و شیعہ نے روایت کی ہے کہ روز شوری امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے فضائل حاضرین سے بیان کئے اور اپنے حقوق ان کو جملہ کر حجت کو بطرز اکمل ان پر تمام کیا اخطب خطباء خوارزم نے اپنی کتاب مناقب میں اور ابن مغازلی شافعی ابن مردویہ وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں باسناد خود ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا بروز شوری میں دروازہ پر حاضر تھا کہ آوازیں اندر سے بلند ہوئیں پس سنا میں نے کہ علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کی اور قسم خدا کی کہ میں اس کار کے لئے اس کی نسبت احق واولی تھا مگر میں نے سن کر اطاعت کی بخوف اس کے کہ یہ لوگ پھر دین آباؤ کی طرف لوٹ کر کافر ہو جائیں اور ایک دوسرے کو قتل کریں اس کے بعد ابوبکر نے عمر کے لئے بیعت لی قسم بخدا کہ میں عمر سے بہتر تھا۔ مگر اسی خوف سے کہ یہ لوگ اسلام کے بعد مرتد نہ ہو جائیں سن کر خاموش رہا اب تم عثمان کے ساتھ بیعت کرنا چاہتے ہو۔ تو میں نہیں سنتا اور نہیں مانتا پس آپ نے فضائل بیان کرنے شروع کئے تمام حاضرین نے جملہ فضائل کو تصدیق و تسلیم کیا۔ ابن مغازلی نے پہنچتیس فضائل لکھے ہیں کہ اس وقت پیش کئے گئے اور طبری نے لکھا ہے فہذاہ اکثر من مائة حصة اور دھو علیہ السلام علی الافۃ فضلة اللہ بها یعنی سو سے زیادہ خصلتیں ہیں کہ آنحضرت نے امت کے سامنے بیان کیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے ساتھ آپ کو فضیلت بخشی ہے اور علامہ ابراہیم بن محمد الجعفی نے کہ بزرگان علماء اہل سنت سے ہے اس حدیث مناشدہ (۱) کو سلیم بن قیس ہلالی سے اور بھی اسطے سے اس کو روایت کیا ہے۔ چنانچہ مرزا محمد تقی

(۱) مناشدہ و نشانہ کھانا۔ چون کہ اس حدیث میں حضرت امیرؓ نے حاضرین کو قسمیں دے کر یعنی اللہ کم باللہ اللہ کم باللہ کہہ کر ایک ایک فضیلت کا اقرار لیا تھا۔ اس لئے یہ حدیث مناشدہ کے نام سے موسوم ہوئی ۱۲۰ منہ عنی عند۔

وطاقتی کہ بمقدار اپنے علم و طاقت کے عمل کروں گا۔ غرض کچھ ہو حضرت نے سیرت شیخین پر عمل کرنے کی ہامی نہیں بھری اور اس سے انکار ہی کیا۔ یہی انکار آنحضرت کا باعث ہوا کہ واضح کو عمر و عاص والی گزشتہ روایت وضع کرنی پڑی تاکہ ظاہر کرے کہ یہ انکار حضرت نے عمر و عاص کے کہنے سے کیا از خود نہیں کیا اور اس سے خلفاء راشدین کے باہمی تعلقات پر حرف نہ آنے پائے مگر بناوٹی باتوں میں ہی تو عیب ہوتا ہے کہ ان سے بنانے والے کا پورا مدعا حاصل نہیں ہوتا اس روایت انوار عمر و عاص سے یہ فائدہ ہوا کہ حضرت امیر المومنین سیرت شیخین کے منکر نہ تھے تو اس قدر نقصان بھی ہوا کہ عمر و عاص کی قلعی کھل گئی کہ وہ بھی تمام صحابہ کی عدالت کے قائلوں کے واسطے کچھ تھوڑی بات نہیں چنانچہ اسی نقصان کے خیال سے روضۃ الاحباب کا مثنوی بغیر اس کے کہ نکتہ مذکورہ بالا کو پہنچے اس کے مصنف سے بگڑ گیا کہ اس نے عمر و عاص کی توہین کی۔ بالجملہ حضرت امیر المومنین شیخین و غیر شیخین کو راہ راست بتانے والے تھے نہ کہ ان کی سیرت بحق و باطل پر عمل کرنے والے پس بلاشبہ آپ نے اس لزوم مالا یلزم سے تہ دل سے انکار کیا نہ کہ عمر و عاص کے سکھانے بہکانے سے عمر و عاص جیسوں کا مقدور نہ تھا ایسی باتوں کے لئے حضرت کے سامنے لب کشائی کر سکے ان کا سننا اور قبول کرنا (یعنی دھوکہ کھانا) تو بڑی بات ہے۔ القصہ عثمان نے عبدالرحمن کے کہنے کو فوراً قبول کر لیا اور بیعت ان کے ساتھ ہو گئی۔ ابن اشیر کامل میں کہتا ہے کہ اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے کہا اے عبدالرحمن یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم ہمارے ضرر رسائی پر متفق ہوئے ہو۔ **فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ** قسم بخدا کہ تو نے آج عثمان کو اس لئے خلافت دی ہے کہ کل وہ تجھ کو واپس دے **وَاللّٰهُ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَانٍ** اور شان کبریائی جناب الہی ہر روز ایک نئے رنگ پر ہے۔ بروایت ارشاد شیخ مفید فرمایا۔ دامادی عثمان تجھ کو اس کے باعث ہوئی جو تجھ سے ظاہر ہوا قسم بخدا کہ تو نے اس سے امید کی جو عمر نے ابو بکر سے کی تھی **مَذِقَ اللّٰهُ بَیْنَکُمَا عَطْرَ مَنْشَمٍ (۱)** منشم مکہ کی ایک مشہور عطر فروش عورت کا نام ہے قبیلہ خزاعہ و جرہم میں آئے دن جنگ و فساد رہتے تھے یہ لوگ کبھی کبھی اس کے عطر سے اپنے تئیں خوشبو کر کے لڑنے جاتے جس مرتبہ ایسا کرتے اسی مرتبہ زیادہ قتل ہوتے اس لئے اس کا عطر نحوست میں ضرب المثل ہو گیا تھا۔ حضرت نے اپنے اس قول **دَقِ اللّٰهُ بَیْنَکُمَا الْخ** میں اس کی طرف اشارہ کیا کہ حق تعالیٰ تمہارے درمیان عطر منشم کام میں لائے یعنی پھوٹ اور نفاق تم میں پڑے یہ دعا آپ کی جلد مستجاب ہوئی اور عثمان اور

(۱) منشم بروزن مجلس ایک خوشبو ہے جو دشواری سے کوئی جاتی ہے اور ایک حسین و جمیل لڑکی مکہ کی رہنے والی کا نام ہے کہ خوشبو بھیجتی تھی اور اسی سے ہے مثال مشہور **اَنْتُمْ مِنْ عَطْرِ مَنْشَمٍ** انتہی۔

مسلمین اور مسلمات کے مولیٰ تھے، دیدہ و دانستہ دھوکہ دیا اور انبیاء کرام بشمول ائمہ عظام جمیع گناہان خورد و بزرگ سے عہد اوسہوا پاک ہیں، ان کو عمر و عاص جیسے اشخاص انجاس سے نسبت دینا نور کو نار کہنا بلکہ محض تیرہ و تار پتلانا ہے غرض اگلے روز پھر انجمن آراستہ ہوئی آج عبدالرحمن تلوار کمر سے لگائے عمامہ سر پر باندھے بڑی کروفر سے دربار میں آئے۔ اور فیما بین گفتگوئیں ہونے لگیں۔ کہتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ و عمر و عاص دروازہ دار الشوریٰ پر حاضر ہوئے کہ ثانی الحال سند رہے کہ ہم بھی پانچوں سواروں میں داخل تھے مگر سعد و قاص ان کے مدعا کو تاڑ گئے اور ڈھیلے مار مار کر ان کو وہاں سے اٹھایا تاریخ طبری میں ہے کہ عمار یا سر نے کہا یا رو اگر چاہتے ہو کہ تمہارے درمیان اختلاف نہ رہے تو علی علیہ السلام کے ساتھ بیعت کرو و مقدار اسود نے ان کی تائید کی کہ عمار درست کہتے ہیں اگر علیؑ سے بیعت ہوگی تو اختلاف ہمارے درمیان سے اٹھ جائے گا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کہ زمانہ رسول خداؐ میں مرتد ہو گیا تا انیکہ آنحضرتؐ نے اس کا قتل مباح فرمایا تھا اور عثمان نے بروز فتح مکہ بہت منت سماجت سے جان بخشی کرائی بولا اگر چاہتے ہو کہ اختلاف رفع ہو تو عثمان کے ساتھ بیعت کرو عمار نے اس کو جھڑکا کہ اے مرتد تیرا یہاں کیا کام ہے اور تجھ کو مسلمانوں کے کاروبار میں کیا دخل۔ بنی مخزوم سے ایک شخص نے عمار یا سر کو ناسزا کہا اور بنی ہاشم و بنی مخزوم با یک دیگر برا کہنے اور دشنام دینے لگے۔ ابن اشم کو فی کہتا ہے کہ علی علیہ السلام نے کہا لو گو تم جانتے ہو کہ ہم اہل بیت رسالت امت کے نگہبان اور ان کو خوف و خشیت سے بچانے والے ہیں ہمارا حق ہم کو دو تو حق اپنے مرکز و مقام میں قرار پکڑے۔ ورنہ ہم اپنے اونٹوں پر سوار ہوں گے اور جہاں اصلاح دیکھیں گے نکل جائیں گے اور واپس نہ پھریں گے جب تک کہ جو وقت ہمارے لئے معین ہوا ہے آنہ جائے گویا ہماری غیبت دراز ہو۔ قسم بخدا کہ اگر رسول اللہؐ ہم سے عہد نہ لیتے اور ان حالات کی خبر نہ دیتے تو میں اپنا حق کسی کے پاس نہ جانے دیتا اور اس کی تحصیل میں ساعی ہوتا گو اس کے پیچھے اپنی جان گناتا اتنی۔ ایک اور ہوشیاری حضرت عبدالرحمن سرہنچ صاحب نے یہ کرا رکھی تھی کہ وہ ابتدا سے اس وقت تک بھی دھوکہ دیتے اور ظاہر کرتے تھے کہ علی علیہ السلام ہی کو خلافت دینے والے ہیں چنانچہ روضۃ الاحباب میں ہے ”روایت از مسعود آنکہ گفت بامداد کردیم و گماں نمی بردیم بروے الا آنکہ با علیؑ بیعت خواہد کرد۔ یعنی از آنچہ ظاہری ساخت از قرآن تقدیم و تملطف ما۔“ الغرض عین موقعہ پر عبدالرحمن نے وہی اثر لگا لگایا جس کو پہلے سے صلاح و شوریٰ و سوچ سمجھنے کے بعد مہیا کر رکھا تھا یعنی امیر المومنینؑ سے کہا یا علیؑ اگر تم سے بیعت کی جائے تو آیات کتاب خدا و سنت رسول و سیرت ابو بکر و عمر پر عمل کرو گے یا نہ آپ نے اس کا جواب مناسب اس طرح پر ارشاد کیا کہ سیرت شیخین سے جس قدر کتاب اللہ و سنت رسولؐ کے مطابق ہے اس پر عمل کروں گا نہ اس کے مخالف پر کامل ابن اثیر میں ہے کہ فرمایا **عمل بمبلغ**

علیؑ کے اوپر ٹھہر گیا ہے ہر چند کثرتِ رائے عثمان کی طرف ہے الا اندیشہ ہے کہ علیؑ اپنی ہوشیاری سے کام نکال لے جائے اور عثمان منہ دیکھتا رہ جائے عمرو نے کہا کچھ فکر نہ کرو میں آج شب کو وہ تدبیر کرتا ہوں کہ کل عثمان لا بد خلیفہ ہو جائیں فریبِ بازی عمرو عاصؓ: پس علیؑ کے پاس گیا اور بہت خوشامد اور ہمدردی کی باتیں بنا کر کہنے لگا کہ عبدالرحمنؓ کل آپ سے پوچھے گا کہ اگر خلافت تم کو ملے تو کتابِ خدا و سنتِ رسولؐ و سیرتِ شیخین پر عمل کرو گے یا نہیں پس صلاح یہ ہے کہ آپ فی الفور اس کا اقرار نہ کریں کہ کثرتِ رغبت و حرص خلافت پر محمول ہوگا بلکہ یہ کہیں کہ بقدر رطافت و تواضع عمل کروں گا۔ اور ظاہر ہے کہ عثمان سے بھی یہی سوال ہوگا وہ بھی اسی خیال سے پہلے خودداری کرے گا پس جب دوبارہ پوچھے تو بلا قید قبول کرنا۔ اس تدبیر سے امید قوی ہے کہ امر خلافت تم پر قرار دیا جائے حضرت علیؑ نے شکر گزاری کے ساتھ اس صلاح کو قبول کیا یہاں سے نبٹ کر ابنِ عاص عثمان کے پاس گیا اور اسے اس منصوبہ سے آگاہ کر کے کہا کہ تم بے تامل عبدالرحمنؓ کے کلام کو قبول کر لینا اتنی۔ مولف اور اراق کہتا ہے کہ اس روایت کے تراشنے والے نے اس کو بہت باریک اور دقیق نظر سے تراشا ہے اس کی وضع کی علت غائی ہم ذرا آگے چل کر بتائیں گے یہاں اس قدر گزارش ہے کہ محشی صاحبِ روضۃ الاحباب دل دادہ نصرتِ اصحاب وضع روایت کی اس تہ کو نہ پہنچے صرف عمرو عاصؓ کی دعا بازی پڑھ کر آپ سے باہر ہو گئے کہ روضۃ الاحباب جیسی مشہور و مستند کتاب پر طعن کرنے لگے چنانچہ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں ”اس قصہ حیلہ عمرو بن عاصؓ را از کتب معتبرہ باید جست و بر تقدیر ثبوت آں آزار باقتضائے بشری کہ کسے از حضرات انبیاء ازاں محفوظ نیست حمل باید کرد۔“ اقول روضۃ الاحباب خود بڑے پایہ کی معتبر کتاب ہے جس کو شاہ عبدالعزیز، صاحب تحفہ جیسے بزرگوں نے معتبر گنا ہے اس کے مصنف جمال الدین محدث شاہ صاحب کے سلسلہ شیوخ صاحبانِ اجازہ میں داخل ہیں وہ آپ جیسوں کے کہنے سے غیر معتبر نہیں ہو سکتی۔ اور نہ اس کی روایت میں آپ کلام کر سکتے ہیں مگر خیر ہم نے آپ کی خاطر سے دیگر کتب معتبرہ اہل سنت کو بھی دیکھا ان میں سے بھی عمرو عاصؓ کی حیلہ سازی و روباہ بازی اظہر من الشمس ہے اور خاص یہ قصہ بھی تاریخ ابو جعفر محمد بن جریر طبری مطبوعہ مطبع مشی نوالکھنور کے صفحہ ۵۱ پر ہو بہو موجود ہے بلکہ جس مقام پر صاحبِ روضۃ الاحباب نے کچھ مصلحت جان کر فرو گذاشت کی اور مبہم لکھ دیا کہ ”بعضے از بنی امیہ بہ نزو عمرو عاصؓ رفتہ گفتند“ اس میں ان بعض نبی امیہ کو بتلایا ہے کہ وہ حضرت ابوسفیانؓ پدر امیر معاویہؓ تھے اور یاد رہے کہ ابو جعفر طبری وہ شخص ہے کہ آپ کی تو کیا حقیقت ہے اس کے کلام سے ابن حجر مکیؒ اور ابن اثیرؒ جزی جیسے متعصب و مستند لوگ استناد کرتے ہیں۔ پس اب جب کہ یہ روایت دیگر کتب معتبرہ سے بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تو عمرو عاصؓ کی یہ مکاری بمقتضائے بشریت نہیں بتھنضائے شیطنت کہنی چاہی کہ اس نے نفسِ رسولؐ کو بالاتفاق اُس کے، اور جملہ

نہیں چاہتا کہ اہل بیت کے لئے نبوت و خلافت دونوں جمع ہوں پس میں نے چاہا کہ وہ اپنی تکذیب اپنی زبان سے کرے اور لوگ جان لیں کہ پہلا کلام اس کا دروغ و باطل تھا۔ ہم خلافت کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ہمارے گھر میں نبوت و خلافت جمع ہو سکتی ہے۔ عباس خاموش ہو گئے۔

نفاذِ وصیت بکمالِ فراست و فطانت: خلیفہ صاحبِ توبہ وصیت کر کے اور اس طرح کام ٹھیک ٹھاک کر کے عالمِ بقا کو سدھارے اصحابِ شوریٰ حسب الامر ان کے دفن کے بعد ایک جگہ جمع ہوئے اس وقت پہلی چال جو میاں عبدالرحمن چلے یہ تھی کہ اپنے تئیں خلافت سے نکال لیا تاکہ لوگ ان کی کاروائی کو بے غرضانہ محض نصیحت و خیر خواہی امت خیال کریں اور ان کے کہنے سے باہر نہ ہوں پس زبیر نے اپنا حق امیر المومنین کو بخشا اور طلحہ نے عثمان کو اور سعد نے عبدالرحمن کو۔ عبدالرحمن پہلے ہی اس سے پہلو تہی کر چکے تھے۔ اس لئے امر خلافت امیر المومنین عثمان بن عفان کے درمیان دائر ہوا۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ عبدالرحمن نے کہا تم دونوں مجھ کو اختیار دے دو تاکہ بروئے انصاف تمہارے درمیان فیصلہ کر دوں عثمان نے کہا مجھ کو منظور ہے مگر علی خاموش تھے عبدالرحمن نے کہا اے ابوالحسن تم میری بات کا جواب نہیں دیتے آپ نے فرمایا اے عبدالرحمن عہد کر کہ راہِ راست سے انحراف نہ کرے اور ظلم روا نہ رکھے اور اصلاً رورعایت و قرابت کا لحاظ نہ فرمائے عبدالرحمن نے قسم کھائی کہ ایسا نہ کروں گا اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے ابوحنیف سے نقل کیا ہے کہ عبدالرحمن نے اہل شوریٰ سے کہا کہ مجھے اختیار دو اور میرے اوپر وثوق و اعتماد رکھو کیوں کہ میں اپنے تئیں اس سے نکال چکا ہوں سب نے اسے قبول کیا الا امیر المومنین نہیں مانتے تھے تاہم ابوطحہ نے عبدالرحمن کے کہنے سے حضرت پر زور دیا اس وقت آپ نے اس سے حلف لیا کہ ایسا اور ایسا نہ کرے پھر کہتے ہیں کہ یہ منہجائی امر تھا جو کہ امیر المومنین اس موقع پر کر سکتے تھے اس لئے کہ عبدالرحمن نے اپنے تئیں علیحدہ کر لینے سے ان کے دلوں میں اعتبار جمالیا تھا پس حضرت کو قدرت نہ تھی کہ ان سب کے خلاف کریں پس آپ نے جن باتوں کا اندیشہ تھا، تصریح ان کو بیان کر کے اس سے حلف لے لیا مگر کچھ فائدہ اس حلف کا نہ ہوا اور اس کو جو کچھ کرنا تھا وہی کیا۔ پھر صاحبِ روضۃ الاحباب کہتے ہیں کہ اس روز مجلس اسی پر ختم ہوئی کہ عبدالرحمن امر خلافت مرجع و مدارِ خلافت ٹھہر گیا جس کسی کو کچھ کہنا سننا ہوتا اس کے پاس جاتا۔ بہتوں کی رائے عثمان کے حق میں تھی بوجہ اس کے حلم و حیا و جود و سخا و دروغ و تقویٰ و حسن سلوک و مدارا کے بعض علی کی جانب کو ترجیح دیتے تھے یہ سب اس کے وفورِ علم و کیاست و فضیلت و فراست و قرابت و نجابت و منہجائی دلیری و دلاوری و کمالِ تقویٰ و پرہیزگاری و فتوت و جوانِ مردی و عدالت و انصاف پروری و ہیبت و صلاحیت کے نیز روضۃ الاحباب میں ہے کہ بنی امیہ سے ایک شخص نے عمرو عاص کے پاس جا کر کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ اب یہ کار عثمان

یہ اس صورت میں تھا کہ ہارون رشید نے عہد خلافت کو بترتیب یکے بعد دیگرے ان کے درمیان قرار دیا تھا پس کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو ترتیب وار بھی نہیں بلکہ کنگھی کے دندانون کی طرح سب برابر و یکساں رکھے جائیں۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر، اس روایت کے راوی سے کہا کہ یہ سب تو محمد بن سلیمان سے روایت کرتا ہے تیرا اس میں کیا قول ہے تو اس نے محمدؓ کو رکھ کر تصدیق کی اور کہا وہ درست کہتا ہے۔ جب بدعت شوریٰ اور اس کی قباحتیں کسی قدر ذہن نشین ناظرین باتمکین ہو گئیں تو اب اس کے بعد کے حالات سناتے ہیں۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ابو بکر جوہری کے حوالے سے سہل بن سعد انصاری سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ جب علیؓ عمر کے پاس سے باہر آئے تو میں حضرت کے پیچھے ہولیا عباسؓ بن عبدالمطلب ان کے ساتھ جاتے تھے۔ راہ میں انہوں نے عباسؓ سے کہا قسم بخدا کہ خلافت ہم سے نکل گئی عباسؓ نے کہا تم نے کیوں کر جانا۔ کہا نہیں سنا تم نے قول عمرؓ کا کہ اس طرف ہو جدھر عبد الرحمن بن عوف ہو پس سعد عبد الرحمن سے مخالفت نہ کرے گا کیوں کہ اس کے بچا کا بیٹا ہے اور عبد الرحمن عثمان کے خلاف نہ ہوگا کیوں کہ اس کا داماد ہے جب یہ تینوں متفق ہو گئے تو دوبارہ باقی اگر میرے ہمراہ بھی رہے تو کیا فائدہ ہوا حالاں کہ مجھ کو بجز ایک کے دو کی بھی اپنی طرف ہونے کی امید نہیں قطع نظر اس کے عمر نے یہ بات ظاہر کرنی چاہی ہے کہ عبد الرحمن کو ہم پر فوقیت ہے قسم بخدا کہ حق تعالیٰ نے ان کو ہمارے اوپر فضیلت نہیں دی اور نہ ان کی اولاد کو ہماری اولاد پر بزرگی بخشی ہے بخدا سو گند کہ اگر عمر زندہ رہا تو میں اس کو جتلا دوں گا کہ وہ اول سے آخر تک ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتا رہا ہے اور اس کی رائے ہمارے حق میں کیسی زیوں تھی۔ اور اگر مر گیا اور ضرور مر جائے گا تو یہ لوگ بلاشبہ ہمارا حق مار لینے پر اتفاق کریں گے جب ایسا کریں گے اور ضرور کریں گے تو البتہ مجھ سے وہ امر مشاہدہ کریں گے کہ ان کے مکروہ طبع اور ناپسند ہوگا قسم بخدا کہ مجھ کو حکومت و بادشاہی مطلوب نہیں الا چاہتا ہوں کہ عدل و انصاف کروں اور کتاب خدا و سنت رسول اللہ کو اس امت میں رواج دوں راوی (سہل بن سعد) کہتا ہے کہ پھر آپ ملتفت ہوئے تو مجھ کو پس پشت پایا پس میرا وہاں ہونا ناگوار ہوا میں نے کہا اے ابوالحسن اندیشہ نہ کر واللہ کہ میں آپ کی ایک بات بھی کسی سے نہ کہوں گا پس قسم بخدا کہ مجھ سے کسی تنفس نے یہ روایت نہیں سنی جب تک کہ علیؓ زندہ رہے۔ اور محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب عمر نے نامہ شوریٰ تحریر کیا تو عثمان کا نام اول لکھا اور علیؓ کا نام سب سے آخر درج کیا عباسؓ نے کہا تمہارا نام سب سے پیچھے لکھا ہے تم کو ضرور اس سے نکال دیں گے میرا کہنا مانو تو شوریٰ میں داخل نہ ہو حضرت نے کچھ جواب نہ دیا جب عثمان سے بیعت ہو گئی تو عباسؓ نے کہا میں نہ کہتا تھا کہ ایسا ہوگا حضرت نے فرمایا اے عمومیرے داخل شوریٰ ہونے کی ایک وجہ تھی جو کہ تم پر پوشیدہ تھی۔ کیا تم نے نہیں سنا تھا کہ عمر سر منبر کہتے تھے کہ حق تعالیٰ

خواہش ظاہر کی اور لوگوں کو اس پر اسکا نے اور ترغیب دینے لگا اگر مالکِ اشتر و دیگر شجاعانِ عرب علیؑ کے طرف دار نہ ہوں تو خلافت اس وقت بھی ان کو نہیں پہنچ سکتی تھی۔ پس جب خلافت طلحہ و زبیر کے ہاتھ سے نکل گئی تو انہوں نے علیؑ کی حکومت میں بکھیرا کھڑا کر دیا۔ ام المومنین کو نکال کر عراق لے گئے اور فتنہ و فساد قائم کیا کہ بنام جنگِ جمل مشہور ہے بعد ازاں یہ جنگِ جمل صفین کا مقدمہ و پیش خیمہ بنا کیوں کہ معاویہ کو علیؑ کے مقابلہ کی جرأت جنگِ بصرہ سے پیدا ہوئی اس نے اہل شام کو بھڑکایا کہ علیؑ ام المومنین و دیگر مسلمین سے جنگ کر کے (العیاذ باللہ) فاسق ہو گئے، انہوں نے طلحہ زبیر کو قتل کیا کہ اہل جنت سے تھے جو کسی مومن جنتی کو قتل کرے وہ خود جہنمی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ فسادِ صفین نتیجہ و شرہ تھا فسادِ جمل کا۔ پھر تمام فتنہ و فساد عہدِ بنی امیہ کے اسی جنگِ صفین و ضلالتِ معاویہ سے پیدا ہوئے اور فتنہ ہائے عبداللہ بن زبیر شاخیں ہیں فتنہ روزِ دار و گیر (قتل عثمان) کی کیوں کہ ابن زبیر کہتا تھا کہ عثمان نے مرنے کے وقت مجھ کو خلافت دی اور مروان حکم وغیرہ کو اس دعوے میں اپنا گواہ بنایا تھا پس حاجب نے کہا، دیکھا تو نے کہ کس طرح پر یہ امور سلسلہ وار ایک جڑ کے پودے اور ایک درخت کی شاخیں اور ایک آتش کے شعلے ہیں اور کیوں کر با یک دیگر متعلق و وابستہ اور چھ اشخاص کے درمیان شوریٰ مقرر کرنے سے پیوستہ ہیں اس سے بھی عجیب یہ ہے کہ کسی نے عمر سے کہا تو زید بن ابوسفیان و سعید بن عاص و معاویہ و فلاں و فلاں کو تلقاء و مولفۃ القلوب سے عامل و حاکم مقرر کرتا ہے اور علیؑ و عباسؑ و طلحہ و زبیر وغیرہ کو نہیں کرتا تو اس نے کہا کہ علیؑ بسببِ تمکنت مجھ سے کوئی عمل قبول کرنے والے نہیں، اور دیگر قریش سے مجھ کو خوف ہے کہ مختلف علاقوں میں متفرق ہو کر فتنہ انگیزی کریں۔ پس جو شخص ڈرے کہ یہ لوگ شہروں میں جا کر فتنے برپا کریں گے اور خلافت کے دعوے دار ہو جائیں گے وہ کیوں کر نہ ڈرا جب کہ شوریٰ میں چھ اشخاص کو مساوی قرار دیا آیا اس سے زیادہ کوئی امر قریب تر بہ فساد ہے، پھر حاجب مذکور کہتا ہے کہ روایت ہے کہ ہارون رشید نے ایک روز اپنے بیٹوں محمد و عبداللہ کو دیکھا کہ باہم کھیلتے اور ہنستے ہیں یہ دیکھ کر خوش ہوا مگر جب وہ اس کی نظر سے پوشیدہ ہو گئے تو رونے لگا فضل بن ربیع نے کہا اے امیر المومنین آپ روتے ہیں حالاں کہ یہ مقام شادی و سرور کا ہے نہ کہ رنج و الم کا، کہا اے فضل تو دیکھتا ہے کہ وہ کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ کھیلتے اور محبت کرتے ہیں قسم بخدا کہ ان کی یہ محبت بغض و عداوت سے بدل جائے گی اور وہ عنقریب ایک دوسرے کی جان لینے کو تلوار کھینچیں گے اور ملک و سلطنت عقیم (۱) ہے۔ حاجب کہتا ہے کہ

(۱) عقیم بروزن امیر مرد جس کے اولاد نہ ہوتی ہو اور کہا جاتا ہے الملک و عقیم کہ ملک عقیم ہے یعنی قرابت و رشتہ داری اس میں فائدہ نہیں دیتی کیوں کہ آدمی بادشاہت کے واسطے باپ بھائی بیٹے چچا ماموں سب کو قتل کر ڈالتا ہے۔ ۱۲۔ کذا فی القاموس۔

بلکہ گفرمحض ہے اس لئے ہم نے بھی ان ہزلیات کو نقل نہیں کیا۔ ہاں قضیہ شوریٰ کی نسبت وہ جو کچھ اعتراض کرے قبول و منظور ہے اور اس پر اور ابن ابی الحدید پر حجت ہے اس لئے کہ دونوں سنی المذہب اور عام اہل سنت کی طرح ترتیب خلافت اور ارشادات خلفاء ثلاثہ کے قائل ہیں پس حاجب مذکور نے کہا لیکن دوسرا امر سبب اختلاف امت کا پس وہ عمر کا خلافت کو چھ شخصوں کے شوریٰ میں مقرر کرنا ہے کہ ان میں سے یا اوروں میں سے کسی ایک کو معین و مخصوص نہ کیا۔ اس لئے ان میں سے ہر ایک کو یہ خیال رہا کہ وہ ریاست و حکومت کے لائق اور ملک و سلطنت کے شایاں ہے اور یہ بات ان کے دلوں میں قائم اور ان کے ذہنوں میں مرتکز و مرتسم ہو گئی پس ان کی طبیعتیں اس پر نزاع کرتیں اور ان کی آنکھیں اس طرف تکتی تھیں۔ نتیجتاً علی و عثمان کے درمیان اس سے شقاق و دشمنی پیدا ہوئی اور حتیٰ کہ عثمان کے قتل کی اسی وجہ سے نوبت پہنچی، کیوں کہ اصل باعث اس قتل کا طلحہ تھا اس کو شبہ نہ تھا کہ خلیفہ اس کے بعد میں ہوں گا، بوجہ اپنے سابقہ جہاد کے اور باعث اس کے کہ وہ ابو بکر کا چچا زاد بھائی تھا۔ اور ابو بکر کی قدر و منزلت اس زمانے کے لوگوں کے دلوں میں اس سے زیادہ تھی جتنی کہ اب ہے اور نیز اس وجہ سے اس کو امید تھی کہ وہ سیر چشم و دلیر تھا۔ اور ابو بکر کی حیات میں عمر کا مقابلہ کر چکا تھا۔ یعنی اس سے خواست گار ہوا تھا کہ مجھ کو خلیفہ بنائے پس طلحہ عثمان کے درپے رہا اور اس میں ترقی کرتا اور زیادہ ہوتا رہا۔ قلوب کو اس کی طرف سے پھیرتا اور دلوں کو مکدر کرتا تھا اور مدینہ والوں و دیگر اہل شہر و بادیاہ کے سامنے اس میں عیب نکالتا تھا اور زبیر اس کا معاون و مددگار تھا۔ کیوں کہ وہ بھی اپنے لئے خلافت کا امیدوار تھا اور ان دونوں کی امیدیں خلافت کی علیؑ کی امیدوں سے کمتر درجہ کی نہ تھیں بلکہ ان سے بڑھ کر تھیں کیوں کہ علیؑ کا رتبہ اول و ثانی پست کر چکے تھے اب لوگوں کے نزدیک ان کی وہ وقعت نہ رہی تھی جو پہلے تھی جو اشخاص کہ آپ کے عہد نبوت کی خصوصیات و فضائل سے واقف تھے اکثر ان میں سے فوت ہو چکے تھے جو گروہ اس وقت اٹھا اور جوان ہوا تھا وہ ان کو صرف مسلمانوں میں سے ایک مرد خیال کرتا تھا اور یہ کہ وہ رسول خدا کے چچا کے بیٹے اور ان کی دختر کے شوہر اور ان کے نواسوں کے باپ ہیں ماسوا اس کے تمام باتیں ان کی فضیلت کی بھول بسر گئی تھیں علاوہ بریں ان کو قریش کے بغض و انحراف سے وہ امر پیش آیا تھا کہ کسی کو نہ آیا ہو گا یہ لوگ جس قدر آنحضرت سے عداوت رکھتے تھے ویسے ہی طلحہ زبیر کے دوست تھے کیوں کہ کوئی وجہ عداوت کی ان کے ساتھ نہ تھی اور وہ آخر عہد عثمان میں قریش کی تالیف قلوب کرنے اور عطا و بخشش کا ان کو وعدہ دینے لگے تھے۔ پس وہ اپنے نزدیک اور اوروں کے بھی بالفعل نہیں تو بالقوہ خلیفہ بنے ہوئے تھے کہ عمر نے ان پر نص کی تھی اور ان کی خلافت پر اپنی رضا مندی کا اظہار کیا تھا۔ اور عمر کا قول و فعل عموماً مقبول و پسندیدہ تھا اور وہ زندگی میں اور مرنے کے بعد دونوں حالتوں میں نافذ الامر و قابل اطاعت تھا۔ پس عثمان قتل ہوا تو طلحہ نے اس کی

یاشد کہ ادا حق است بخلاف از صاحب خود بنا بر بس باخلفہ وقت مخالفت نمودہ مقاتلہ و محاذ کند دوم آنکہ کتاب اللہ را یہ مند عا خود تاویل کند بغیر تاویل حقیقی و غیر معنی مراد۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کو امیر المومنین کی طرف سے کھٹکا تھا کہ شاید بوجہ اپنی حقیقت کے وہ عثمان سے لڑائی کریں اور جو آیات قرآن کہ ان کے حق میں نازل ہوئیں اور ہم نے بہ اغراض نفسانی ان کے معنی بدل رکھے ہیں وہ اصلی معنی بیان کر کے اپنی طرف خلقت کو دعوت کریں، اس لئے اس کا یہی بندوبست کر دیا کہ اگر وہ ایسا کریں تو قتل کرو۔ ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور تدبیر انہوں نے یہ کی کہ معاویہ و عمر و عاص کو چلتے چلتے خلافت کی چاٹ لگا گئے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ جب عمر کے خنجر لگا اور انہوں نے جانا کہ میں اس زخم سے جانبر نہ ہوں گا تو انہوں نے کہا اے اصحاب محمد تم باہم اتفاق رکھو اور ایک دوسرے کی نصیحت و خیر خواہی میں سرگرم رہو ایسا نہ کرو گے تو مجھ کو اندیشہ ہے کہ معاویہ و عمر و عاص تم سے اس امر کو لے لیں گے اس کے بعد شیخ مفید علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ غرض عمر کی اس کلمہ سے یہ تھی کہ اگر علیؑ تک خلافت پہنچ جائے تو عمر و عاص مصر کا اور معاویہ شام کا حاکم ہے وہ ان ملکوں کو دبالیں گے۔ اور نیز ابن ابی الحدید نے قضیہ شوری کی دیگر مفاسد پر ایک روایت طولانی محمد بن سلیمان بن قنشلح حاجب الحجاب سے بواسطہ ابو جعفر بن مکی حاجب کے نقل کی ہے، اس کے صدر میں کہتا ہے کہ محمدؐ مذکور ایک مرد ظریف و اویب تھا چوں کہ علوم حکمیہ ریاضیہ میں دسترس رکھتا تھا اس لئے کسی خاص مذہب میں تعصب اس کو نہ تھا ابو جعفر مسطور نے اس سے اختلافات واقعہ در باب خلافت کا سبب دریافت کیا، تو اس نے دو امر اصل اور منبع ان تمام تنازعات اور اختلافات کے بتلائے۔ ایک یہ کہ خود رسول اللہؐ نے اس امر میں (معاذ اللہ) اہمال و سستی کی کہ معاملہ یکسو نہ فرمایا پس اس بیان کو مشرح لکھ کر اس کی نسبت آپ کے عذروں کو بالتفصیل ذکر کیا ہے ہمارے نزدیک تمام جھک مارا اور بے ہودہ بگا ہے۔ کیوں کہ ہم بار بار کہہ چکے کہ آنحضرت صلوٰات اللہ علیہ نے اس مقدمہ میں سر مو کو تاہی نہیں فرمائی۔ خلافت امیر المومنین کو حسب ارشاد رب العالمین بوجہ اتم و اکمل امت کو پہنچایا۔ اور کیوں کہ نہ پہنچاتے جب کہ اس مقدمہ میں وعید و شدید وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ وارد تھی یعنی ارشاد حق تعالیٰ تھا کہ اے محمدؐ اگر تم امر امامت علی بن ابی طالب کا اُمت کو نہ پہنچاؤ گے تو گویا تم نے خدا کی کچھ بھی رسالت نہیں ادا کی، پس اس میں ذرا شبہ نہیں کہ خدا و رسولؐ کی طرف سے اس کا اعلان کما حقہ ہوا اور جن کو توفیق الہی شامل حال تھی انہوں نے اس ارشاد خدا و رسولؐ کو قبول کیا باقی بطمع مال و جاہ اس کے منکر ہوئے سو وہ جانیں آنحضرتؐ کا اس میں کیا قصور آپ کی نبوت کی بھی تو تمام عالم نے تصدیق نہیں کی، کروڑوں اس کے منکر رہے اور ہیں اس سے تبلیغ رسالت کو کیا عیب لگ سکتا ہے پس اس حاجب محبوب العقل نے جو کچھ نبوت کو سلطنت دنیا پر قیاس کر کے اپنی عقل ناقص کے موافق یہاں کلام کیا ہے سراسر لغو

معاف ہی رکھیں تو بھی غنیمت ہے۔ اس کے بعد ابن الحدید کہتا ہے کہ عمر نے ابو طلحہ انصاری کو بلوا بھیجا، حاضر ہوا تو کہا اے ابو طلحہ دیکھو جب مجھ کو دفن کر کے واپس پھر تو پچاس مرد انصار کے ساتھ ننگی تلواریں لے کر حاضر ہوا اور اہل شوریٰ سے کہو کہ کارروائی شروع کریں، ان کو ایک مکان میں داخل کر کے تم اس کے دروازے پر کھڑے رہنا کہ وہ شوریٰ کر کے ایک کو اختیار کر لیں، پس اگر پانچ شخص ایک طرف ہو جائیں اور ایک جدار ہے تو اسے قتل کرو، اور جو چار اتفاق کریں اور دوا نکار کریں تو ان دو کی گردن مارو، اور اگر تین علیحدہ ہو جائیں تو عبدالرحمن والے تین کو دیکھو کہ کون سے ہیں دوسرے تین کو جو اس کے خلاف ہوں مار ڈالو۔ اور اگر تین روز گزر جائیں اور یہ لوگ کسی امر پر متفق نہ ہوں تو تمام کو قتل کرو، مسلمان اپنے آپ کسی کو اپنے لئے اختیار کر لیں گے، تمام ہوئی روایت، سبحان اللہ کیا فیصلہ ناطق ہے کہ تین روز میں اتفاق نہ کریں تو سب مارے جائیں کوئی پوچھے تین دن کی قید آپ نے کون سی آیت اور کس حدیث سے استنباط کی۔ اگر نصبِ خلیفہ اتنا اہم و ضروری امر تھا کہ اس میں کوتاہی کرنے والا کوئی کیوں نہ ہو آپ کے نزدیک واجب القتل تھا (اور درحقیقت ایسا ہی تھا بھی نہ ہوتا تو آپ رسول اللہ کے جنازے کو بے غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ کیوں دوڑے جاتے) تو اسی روز بلکہ اسی وقت طے ہو جانا چاہئے تھا۔ یہ کہ تین روز تک اس کا انتظار کرنا۔ علاوہ برائیں جب آپ بایں تسلط و جرات سے عرصہ دراز میں خود اس معاملے کو طے نہ کر سکے یعنی ان چھ اشخاص میں سے کسی ایک کو ترجیح نہ دے سکے تو ان سے بحالتِ ہمسری تین دن کے اندر تفسیفہ کر لینے کی کیوں کر آپ کو امید ہو گئی، اس حساب سے تو آپ نے تین دن کے بعد چھیوں کے قتل کا حکم دے کر اسلام ہی کا خاتمہ کرنا چاہا تھا۔ حق یہ ہے کہ یہ صرف خلیفہ صاحب کی ظاہری باتیں تھیں کہ اپنے تئیں اس طرح سے صاف اور بے لاگ ثابت کرنا چاہتے تھے ورنہ اصلی مدعا تو آپ کا اس سارے گورکھ دھندے سے حضرت عثمان کو خلیفہ بنانا تھا کیوں کہ ان کو اپنے ڈھپ کا دیکھ لیا تھا اور جان گئے تھے کہ کنبہ قبیلہ والا ہے کام بھی چلا لے گا۔ چنانچہ اسی غرض کی تکمیل کے لئے عبدالرحمن والی خچ بڑھائی تھی کہ آپ کو یقین تھا کہ اس صورت میں بے شبہ عثمان خلیفہ ہو جائیں گے۔ اول تین شخص عبدالرحمن سعد طلحہ ان کی طرف ہوں گے، نہیں تو، ببا عث قرابت ہرگز ان سے تجاوز نہیں کر سکتے پس باقی دو یا تین اگر مخالفت بھی کریں گے تو چون کہ عبدالرحمن کے خلاف ہوں گے تو مارے جائیں گے۔ پس اس تمام منصوبہ سے درحقیقت آپ کے دو مقصود تھے ایک عثمان کو خلافت دلانا دوم نفسِ رسول کا قتل کرنا جس کے وہ آج نہیں، خلیفہ اول کے عہد سے خواہاں تھے۔ جب کہ دونوں نے خالد و اید کو اس کار کے لئے مقرر کیا تھا۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ اس کے لئے وہ تقریر خلیفہ صاحب نے، وفات سے پہلے عام مسلمانوں کے خطاب میں فرمائی، جو روضۃ الاحباب میں بدیں عبارت نقل ہوئی ہے ”بدرستیکہ نمی ترسم برشا مگر از دو شخص بکے آنکہ لگمان دے

ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا جب یہ باتیں ہوں اور ضرور ہوں گی تو اس وقت مجھ کو یاد کرنا۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ تمام روایت ہے جس کو جاحظ نے کتاب سفیانہ میں نقل کیا ہے اور ایک اور جماعت نے اس کو در باب فراست عمر ذکر کیا ہے اور علامہ ابوالحسن مادر روی نے کتاب احکام سلطانیہ میں نقل کیا ہے کہ عمر نے عثمان سے کہا **کیف تحب المال والجنۃ** کہ تو کیوں کر مال اور بہشت کی محبت کو جمع کر سکتا ہے اور بعض روایات میں خلیفہ ثالث کو بدتر از روشہ و سرگین ارشاد کیا۔ غرض ان تمام حکایات و روایات سے ظاہر ہے کہ خلیفہ ثانی نے اکابر صحابہ و بزرگان امت کو کہ بعد شیخین کے دوسرا ان کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ بھرے مجمع میں ذلیل کیا اور پیٹ بھر کر ان کی توہین و تحقیر فرمائی عثمان ذی النورین ثالث خلفاء راشدین کی بہت بری طرح خبر لی کہ ان کو فقی و فہم کرنے کا مسلمانوں پر مسلط کرنے والا اور مال خدا کا ناحق تاروا لٹانے والا بتایا اور نیز ان کو طالب مال اور معتقد خیال محال روپیہ اور جنت کی دوستی کا جامع فرمایا اور بموجب بعض روایات روشہ و سرگین سے بھی بدتر کہا۔ قبیلہ زہرہ کی کہ سعد و قاص و عبدالرحمن عوف جیسے دور کن رکن اسلام اس سے تھے بہت بے قدری کی کہ ان کو عموماً ناقابل حکومت و ریاست قرار دیا۔ ابن عوف کی ہر چند بموجب بعض روایات مدح کی مگر ساتھ ہی ضعیف و ست کہا لیکن بعض دیگر کے موافق اس کو فرعون امت فرمایا اور بیوی کے کہنے پر چلنے والا یعنی مطیع زن عبدالزنج کا لقب عنایت کیا۔ طلحہ جواری رسول الثقلین کی وہ مٹی خراب کی کہ عمر بھر اس صحبت کو نہ بھولے ہوں گے۔ زبیر کو صاف صاف کافر کہا شیطان فرمایا انتہا درجہ کائنات کبھی چوس بتایا طلحہ کو کافر دشمن خدا ایدہ ہندہ رسول جو کچھ کہیے ارشاد کیا، اور یہ کہا کہ وہ ایک انگلی جہاد میں کٹوا کر اتنا غرور کرتا ہے کہ آپے میں نہیں رہا۔ غرض بہت برا سلوک خلافت مآب نے جماعت بزرگان اصحاب سے کیا۔ اس سے بڑھ کر صحابہ کی مذمت اور بدگوئی اور کیا ہوگی تعجب ہے کہ شیعہ خلفاء ثلاثہ کی نسبت کچھ لب کشائی کریں تو حضرات اہل سنت کے نزدیک کافر زندیق قرار پائیں اور یہاں حضرت عمر بر ملا ان بزرگوں کی کہ خود ان کے ہی قول کے موافق رسول اللہ جن سے آخر تک رضامند رہے یوں مٹی پلید کریں اور ان پر ذرا حرف نہ آئے بلکہ الٹا اور یہ امر ان کے مناقب و مآثر میں شمار کیا جائے۔ اگر ثلاثہ کی بدگوئی شیعہوں کے مناقب میں شمار نہ کریں تو کاش ان کو معذور و

کتاب کی زبانی پہلے سے یہ حالات معلوم ہو گئے تھے۔ صاحب حدائق الحقائق علیہ الرحمہ نے سنن ابوداؤد و جامع الاصول سے نقل کیا ہے کہ عمر نے بیت المقدس میں اسقف عالم نصاریٰ سے خلفاء کے حالات دریافت کئے تھے اور اس نے ہر ایک کی کیفیت آپ سے بیان کی تھی اور ابن ابی الحدید نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کعب الاحبار نے آپ کو اس سے مطلع کیا تھا اور ممکن ہے کہ حضرت رسالت پناہ سے یہ باتیں سنی ہوں۔ بہر کیف صاحب الزلزالہ الخفا وغیرہ نے جو اس کو فراست عمر میں داخل کر کے اتنی درجہ کی آپ کی مدح سرائی فرمائی ہے جو ایک قسم کی دھوکہ دہی ہے ۱۲ منہ غفی عنہ۔

ان کو راستی سے بھٹکا دے۔ نیز ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ ایک بار امیر المومنینؑ عمر کے پاس بیٹھے تھے اٹھے تو اس کے اصحاب سے ایک مرد نے آپ کو کبر و فخر سے نسبت دی عمر نے کہا سزاوار ہے کہ وہ تکبر کریں بہ تحقیق کہ اگر ان کی تلوار نہ ہوتی تو عمود اسلام راست نہ ہوتا اور وہ علمِ قضا میں سب سے فائق ہیں اور ان کے لئے ہے سوابق اسلام اور شرف اس امت کا۔ حاضرین سے ایک شخص نے کہا ایسا ہے تو کیوں تم ان کے تین خلیفہ نہیں بناتے۔ کہا ہم ان کی جگہ خلافت کرتے ہیں بسبب ان کی صغر سنی کے اور نیز اس سے کہ وہ اولاد عبدالمطلب کو بہت دوست رکھتے ہیں۔ مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کم سنی جب عیسیٰ و یحییٰ و سلیمان کے لئے مانعِ نبوت نہ ہوئی تو امیر المومنینؑ کے لئے مانعِ امامت کیوں کر ہو سکتی ہے اور محبتِ صلحا۔ اقربا قریبہ اللہ تھی۔ لطیفہ ایک مرتبہ حضرت خلیفہ ثانی کو بھی اپنے عہدِ خلافت میں چہل و ذل لگی ہو سکتی ہے۔ مگر خلافِ عادت بات تھی جامعہ عاریت کی طرح اس نے آئی خفت اٹھائی۔ استیعاب وغیرہ میں ہے کہ سواد بن قارب نام ایک شخص بنی سدوس سے تھا بعض نے اس کو صحابہ میں بھی گنا ہے وہ پیشتر کھانت کا پیشہ کیا کرتا تھا اب مسلمان ہو کر تمام نام شروع کاموں سے توبہ خالص کر چکا تھا۔ خلافت پناہ ایک روز اس سے مزاح کرنے لگے کہ **ما فعلت کھانتک یا سواد** اے سواد اب وہ تمہاری کھانت کہاں گئی، سواد اس کلام سے بوئے طنز پا کر مارے غصہ کے سرخ ہو گیا اور بولا جو باتیں کفر و جاہلیت کے زمانے میں ہم تم کیا کرتے تھے وہ کھانت سے بھی بدتر تھیں تم کس لئے اس امر پر طعن کرتے ہو جس سے میں توبہ کر چکا ہوں اور حق تعالیٰ سے امیدوار غفور و مغفرت کا ہوں۔ القصہ ریاض النضرہ وغیرہ میں ہے کہ جب اصحاب شوریٰ عمر کے پاس سے باہر نکلے تو انہوں نے امیر المومنینؑ کی طرف اشارہ کر کے مکرر کہا کہ اگر لوگ ان کو والی امر کریں گے تو وہ ان کو طریقِ حق پر لے جائیں گے۔ اس وقت آپ کے لختِ جگر عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ اے امیر المومنینؑ پھر آپ کس لئے ان کو اپنے سامنے خلیفہ نہیں کر دیتے تو فرمایا میں کراہت کرتا ہوں کہ زندہ و مردہ اس بوجھ کا متحمل ہوں۔ بروایت ابن ابی الحدید حضرت امیرؑ سے فارغ ہو کر عثمان کی طرف متوجہ ہوئے اور کلمہ **ہاھا الیک جس** سے اونٹوں کو زجر کرتے اور جھڑکتے ہیں ان سے خطاب کیا۔ پھر فرمایا گویا میں دیکھتا ہوں کہ قریش نے بے باعثِ محبت کے کہ تیرے ساتھ ہے تجھ کو فرمانروا مقرر کیا ہے اور تو نے بنی امیہ اور پسرانِ ابی معیط کو خلافت کی گردنوں پر سوار کیا یعنی ان کا حاکم بنایا اور اموالِ فیکوان کے لئے مخصوص کر دیا ہے پس ایک گروہِ رگاز عرب نے آ کر تیرے فرش پر تجھ کو قتل کیا ہے قسم بخدا کہ اگر تجھ کو خلافت ملی تو تو ایسا کئے بغیر نہ رہے گا اور تو نے یہ کیا تو وہ تجھے قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے پھر حضرت عثمان کی پیشانی (۱) کو

(۱) بغرض صحتِ روایت خلیفہ ثانی کی حضرت عثمان کی نسبت اس وثوق کے ساتھ پیشین گوئی کرنے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ آپ کو علماء اہل (بقیہ اگلے صفحے پر)

خلاف ہوتب بھی کچھ حرج نہیں۔ جب کہ یہ خصلت سلیم الطبع لوگوں کے نزدیک مکارم اخلاق و محاسن آداب میں شمار ہوتی ہے اور انبیاء کرام تک اس صفت سے موصوف ہیں انی لاقول الاحقا۔ ترجمہ نہیں کہتا ہوں میں مگر حق۔ عائشہ رضی اللہ عنہا گوید پیغمبرؐ بسیار مزاح میکرد میگفت ان الله لا يؤخذ المزاح الصادق فی مزاحہ کہ حق تعالیٰ مواخذہ نہیں کرتا سچا مزاح کرنے والوں سے اس کے مزاح کرنے میں اتنی۔ علامہ ابو یسعی محمد بن سؤر ترمذی نے جس کی کتاب صحیح ترمذی صحاح ستہ اہل سنت میں داخل ہے کتاب شمائل النبیؐ میں مزاحات پیغمبرؐ خدا کو تفصیل وار بیان کیا ہے حتیٰ کہ ایک علیحدہ باب اپنی کتاب میں اس کے لئے ترتیب دیا ہے۔ اس میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہؐ سے سواری طلب کی آپ نے براہ خوش طبعی فرمایا میں تجھ کو بچہ ناقد، سوار ہونے کو دوں گا اس مرد نے کہا یا رسول اللہؐ میں ناقد کے بچے کو لے کر کیا کروں فرمایا هل تلد الابل الا النوق یعنی کون سا اونٹ ہے جو ناقد (اونٹنی) کا بچہ نہ ہو۔ اور انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ ایک مرد زاہر نام اہل بادیہ سے کوتاہ قد زشت رو تھا رسول اللہؐ اس کو دوست رکھتے تھے ایک روز وہ بازار میں بیٹھا مال بیچ رہا تھا کہ رسول اللہؐ نے پیچھے سے آ کر اس کو آغوش میں لے لیا چوں کہ اس نے آنحضرتؐ کو نہ پہچانا تھا بولا کون ہے مجھ کو چھوڑ دے پھر جو مر کر دیکھا اور حضرت کو پہچانا تو پیچھے کو سرکنے لگا تا کہ پشت کو سینہ اطہر سے ملا دے رسول خداؐ نے فرمایا من يشتري العبد کون اس غلام کو خریدتا ہے زاہر نے کہا قسم بخدا یا رسول اللہؐ آپ فروخت کریں گے تو مجھ کو کا سدا رکھو مال پائیں گے حضرت نے فرمایا مگر تو خدا کے نزدیک کا سدا نہیں۔ بروایت فرمایا انت عبد الله تو بندہ خدا ہے دیکھئے حضرت رسول خداؐ اس فراخ دلی کے ساتھ اپنے اصحاب کے ساتھ مزاح کرتے تھے پس چاہئے کہ حضرت خلیفہ ثانی کے نزدیک وہ حضرت بھی قابل نبوت نہ ہوں بہت بجا کہا ہے اس موقع پر مولانا مفتی محمد قلی علیہ الرحمہ نے کہ یہ اعتراض خلافت مآب کا امیر المومنینؑ پر نہیں درحقیقت حضرت خاتم المرسلینؑ پر ہے اور کلمہ ان الرجل لیہجو سے کمتر نہیں۔ اور مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ مراد عمر کی مزاح سے وہ مزاح ہے کہ منافی تمکین و وقار ہو کہ نفاذ حکم میں اس سے خلل پڑے، اور متضمن ہو اوپر لہو و لعب کے، سو تمام جہان جانتا ہے کہ وہ حضرت ان اوصاف کے برخلاف سے موصوف تھے کیوں کہ آپ کا رعب کفار و منافقین کے دلوں میں اس قدر جاگزین تھا کہ صرف نام سن کر تھراتے تھے بلکہ اسی سبب سے اکثر منافقین ان کے برخلاف پر رضامند نہ ہوتے تھے ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب آپ خاموش ہوتے تو ہم کو جرأت نہ تھی کہ بات شروع کر سکیں عمر خود آنحضرتؐ کو فخر و تکبر سے منسوب کرتے تھے چنانچہ ابن ابی الحدید نے زبیر بن بکار سے روایت کی ہے کہ عمر نے ابن عباسؓ سے کہا کہ اگر تمہارے صاحب والی ولایت و امامت ہوں تو مجھ کو خوف ہے کہ ان کی خود پسندی و عجب

ایمان تیرے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ہر آئینہ تیرا ایمان راج نکلے۔ مگر خلافت کے کام کے واسطے تجھ ساست و ضعیف آدمی لائق نہیں و ما زہرۃ و هذا الامر اور کہاں بنی زہرہ اور کہاں امر خلافت و بروایت ازالۃ الخفا فرمایا انہ رجل ضعیف لوصار الامر الیہ لوضع خاتمہ فی ید امراتہ کہ عبدالرحمن ایک ضعیف اور ست آدمی ہے اگر وہ خلیفہ ہو تو اپنی انگوٹھی اپنی زوجہ کے ہاتھ میں پہنادے یعنی تمام کاروبار خلافت اس کے رائے اور صلاح سے کرے اور خود کچھ نہ کر سکے اور عبداللہ بن مسلم بن قبیہ نے کتاب الامامۃ والسیانہ میں روایت کی ہے کہ عبدالرحمن کو کہا تو اس امت کا فرعون ہے بروایت اول ثم اقبل الی علیؑ کہ خلافت پناہ ان سب کے بعد علی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ انت لولا دعا بته فیک کہ تو خدا کے لئے ہے یعنی پسندیدہ و اختیار کردہ خدا ہے اگر مزاج و خوش طبعی تجھ میں نہ ہوتی پھر کہا قسم خدا کی اگر تو ان پر والی ہو تو حق واضح اور راہ روشن پر ان کے تئیں چلائے۔ مولف کہتا ہے کہ اکثر روایات اہل سنت سے کہ صاحب تشہید علیہ الرحمہ نے اس مقام پر نقل کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ ثانی نے مدح و ستائش امیر المومنین میں اس موقع پر کوتاہی نہیں فرمائی اور اپنے تئیں صاف اور بے لاگ ثابت کرنے کے لئے بار بار آپ کے الحق و اولیٰ بخلافت ہونے کا اقرار کیا ہے۔ کبھی فرمایا کہ یہ ان کو حق پر رکھیں گے گو تلو اران کی گردن پر ہو۔ کبھی آپ کے ایمان کو تمام جہان کے ایمان سے با وزن و راج فرمایا۔ بالخصوصیت کے ساتھ آپ کے خلیفہ کر دینے میں عذر بار و مزاج اور خوش طبعی کا فرماتے رہے بادی النظر میں حیرت ہوتی ہے کہ باوصف اقرار فضیلت بایں شہود کے پھر اس عذر پوچ اور لغو کے کیا معنی مگر قاعدہ ہے کہ حق الامر کا مخالف خواہ کسی ہی سنجیدگی سے کیوں نہ کام کرے کبھی سرخرو و سرسبز نہیں ہونے پاتا بلکہ جس قدر وقت نظر و بار یک بینی کو کام میں لاتا ہے اسی قدر التاب نام و رسوا ہوا کرتا ہے اس کی مثال ٹھیک ایسی ہے جیسے کوئی مسافر راہ راست سے منحرف ہو جائے تو جس قدر وہ تیز و تند چلے گا اسی قدر منزل مقصود سے دور ہوتا جائے گا۔ یہی حال بعینہ خلیفہ ثانی کا اس مقام پر ہے کہ حق کو حق دار سے روکنے میں جو حیلہ وہ کرتے ہیں ٹھیک نہیں بیٹھتا اور جتنا رفع تہمت کی نیت سے امیر المومنین کے مناقب و مفاخر بیان کرتے ہیں۔ اتنا ہی الزام کے دلدل میں پھنستے جاتے ہیں۔ بھلا جب وہ حضرت بقول آپ کے امت کو راہ راست پر چلانے والے اور اس امر میں یہاں تک سخت و شدید ہیں کہ کبھی ان کو حق سے ادھر ادھر نہ ہونے دیں گے گو آنحضرتؐ کے گلے پر تلوار بھی رکھ دی جائے تو فرمائیے کہ مزاج و خوش طبعی ان کو کیا نقصان پہنچا سکتی ہے واضح رہے کہ یہ مزاج و خوش طبعی جس کو خلیفہ صاحب نے خلافت نہ دینے کا عذر قرار دیا اور جسے بعدہ عمر و عاص جیسے چلتے پرزوں نے آنحضرتؐ کا مستقل عیب گردان کر موجب طعن ٹھہرایا۔ اگر حضرت عمر جیسے چڑھے اور عبوس طبیعت والوں کے واقع میں بھی

میں تجھے اس وقت سے جانتا ہوں جب کہ بروز احد تیری انگلی کٹ گئی تھی اور بدیں سب نخت تجھ میں پیدا ہو گئی تھی۔
 وروایت از الہ الخفافریا ما کان اللہ لیرانی اولیہ امرامہ محمدؐ وهو علی مافیہ من الزہو
 کہ البتہ مجھ کو خدا نہ دیکھے گا کہ میں امت محمدؐ پر اس کو والی کروں حالاں کہ جو کچھ کہ غرور اس میں ہے سو ہے بروایت اول
 کہا۔ رسول اللہؐ نے انتقال کیا اور وہ حضرت تجھ سے بوجہ ایک کلمہ کے کہ تو نے بروز نزول آ یہ حجاب کہا تھا نا خوش
 تھے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ ہمارے شیخ ابو عثمان جاحظ نے کہا کہ کلمہ مذکورہ یہ تھا کہ جب آ یہ حجاب نازل ہوئی تو طلحہ
 نے ان لوگوں کے سامنے جنہوں نے اس کے کلام کو رسول اللہؐ سے نقل کیا یہ کہا ما الذی یغیبہ حجابہن
 الیوم و سیموت غذا فنکحہن کہ آج اپنی ازواج کا پردہ میں رکھنا ان کو کچھ فائدہ نہ دے گا کل جب کہ وہ
 مرے گئے تو ہم ان کے ساتھ مقرر نکاح کریں گے۔ حقیر مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابو عثمان جاحظ جس سے ابن ابی الحدید
 نے یہ تمام حدیث نقل کی ہے بزرگان اہل سنت اور ان کے مشہور علما میں سے ہے کہ جمہور علما اس کے کلام کو جابجا سنداً
 نقل کرتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ جاحظ مذکور عدو خاص امیر المومنینؑ کا ہے بحدیکہ تو اتر حدیث غدیر، کا تمام جہان کے
 خلاف منکر ہے، چاہئے کہ ان کے نزدیک معمول سے زیادہ موقر و مقبول ہو۔ پس اب دیکھئے کہ ایسے ثقہ و سند کی روایت
 سے کس قدر شوخ چٹشی و بے باکی جناب طلحہ کی عیاں ہے کہ نگ و ناموس رسول اللہؐ بھی ان کی زبان سے نہ چھوٹا۔ اور وہ
 کلمہ انہوں نے کہا جس کے تصور سے ایک مسلمان پسینہ پسینہ ہو جائے چہ جائیکہ اس کو منہ سے نکالا جائے یہ ناہنجار کلام
 سن کر، کیا کچھ صدمہ حضرت رسالت پناہ کو نہ ہوا ہوگا۔ آخر یہی باعث ہوا کہ آ یہ شریفہ وما کان لکم ان توذو
 ارسول اللہؐ ولا ان تنکحو ازواجہ ابدان نازل ہوئی (ترجمہ) تم کو کوئی حق نہیں اور تمہارے لئے جائز
 نہیں کہ رسول اللہؐ کو آزار دو اور نہ یہ کبھی ان کی ازواج کے ساتھ نکاح کرو۔ اور ازواج رسول اللہؐ ہمیشہ کے لئے امت
 پر حرام ہو گئیں پس ایسے دشمن خدا اور رسولؐ، دریدہ دہن کو مسلمان مومن جاننا اور ممدوح و مومن ماننا اہل سنت ہی کا کام ہے
 پھر ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ جاحظ کہتا ہے کہ اگر کوئی کہنے والا اس وقت عمر سے یہ کہتا کہ تم پہلے کہہ چکے ہو کہ رسول اللہؐ نے
 وفات پائی در آنحالیکہ وہ چھ شخصوں سے رضا مند تھے۔ اب اس کے خلاف طلحہ سے آنحضرتؐ کا ناراض مرنا، بیان
 کرتے ہو یہ تو تمہارے کلام میں صریح تناقص ہے مگر کس کا مقدور تھا کہ عمر کے سامنے اس سے کترات پر بھی جرأت
 کر سکتا چہ جائیکہ یہ کلمہ کہہ سکتا۔ غرض پھر خلافت مآب سعد بن ابی وقاص کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ تو صرف
 لشکر کشی اور جنگ آوری کے کام کا آدمی ہے تجھ سے کمان و تیرو صید و خنجر کے سوا دوسرا کام نہیں ہو سکتا اور نیز قبیلہ زہرہ کو
 خلافت و حکمرانی سے کوئی نسبت نہیں بعد ازاں عبدالرحمن عوف پر آئے اور کہا اے عبدالرحمن اگر تمام مسلمانوں کا نصف

درمیان سے کسی ایک کو انتخاب کر لیں پھر کہنے لگے کہ اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں تو بہ تحقیق کہ خلیفہ مقرر کیا ہے مجھ سے بہتر شخص نے یعنی ابوبکر نے، اور ترک کروں تو ترک کیا ہے مجھ سے بہتر نے یعنی رسول اللہ نے پھر کسی کو بھیج کر ان سب کو بلوایا حاضر ہوئے تو خلیفہ اس وقت بستر مرگ پر لیٹے دم توڑ رہے تھے سامنے آئے تو ان کی طرف دیکھ کر کہنے لگے۔ **اَکَلَمَکُمْ یَطْمَعُ فِی الْخِلَافَةِ** آیاتم سب کو میرے بعد خلافت کی امید ہے وہ بیچ تاب کھا کر خاموش ہو رہے عمر نے پھر اسی کلام کا اعادہ کیا تو زبیر نے جواب دیا **مَا لَذِی یَبْعَدُ نَامِنُهَا وَلِیْتَهَا اَنْتَ فَقَمْتَ لَهَا وَلَسْنَا دُونَکَ فِی قَرِیشٍ وَلَا فِی السَّابِقَةِ وَلَا فِی الْقَرَابَةِ** یعنی کون چیز ہم کو اس سے مانع ہے۔ تم نے اس کو لیا اور اس پر قیام کیا ہم تمہاری نسبت قریش میں کمتر درجہ کے نہیں نہ سبقت اسلام و قرابت پیغمبر میں تم سے گھٹ کر ہیں۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ شیخ ابو عثمان جاحظ نے کہا قسم بخدا کہ اگر زبیر نہ جانتا ہوتا کہ عمر اسی مجلس میں مرجائیں گے تو اس کلام سے ایک کلمہ اور ایک حرف بھی منہ سے نہ نکال سکتا۔ پھر عمر نے کہا آیاتم تم کو تمہارے نفسوں سے خبر دوں یعنی تم سے ہر ایک کے عیب بیان کروں سب نے کہا کہ جو کچھ تم کو کہنا ہے بہ تحقیق کہ اگر ہم تم سے معافی چاہیں گے تو تم باز نہ رہو گے۔ پس عمر نے کہا **فَاَمَا اَنْتَ یَا زَبِیرُ فَوَعَقَهُ نَفْسٌ مِّنْ الرِّضَا کَافِرِ الْغَضَبِ یَوْمَ اِنْسَانٍ وَ یَوْمَ شَیْطَانٍ وَلَعَلَّهَا لَوْ اَفْضَتْ اِلَیْکَ لَظَلْتَ یَوْمَکَ تَلَا طِم بِالْبَطْحَاءِ عَلٰی مَدٍّ مِّنْ شَعْبِیْرٍ** یعنی لیکن تو اسے زبیر مرد وعق و لقس یعنی حریص جاہل تنگ نفس کج خلق ہے حالت رضا میں مومن ہوتا ہے اور غیظ و غصہ میں کافر ہو جاتا ہے ایک روز انسان ہے تو دوسرے دن شیطان اگر تجھ کو خلافت ملے تو دن بھر بطحا میں ایک ایک مد جو پر لڑتا جھگڑتا طنپا نچہ کھاتا رہے گا۔ پس اگر تو خلیفہ ہوا تو میں نہیں جانتا کہ جس روز باعث غلبہ غیظ و غضب کے تو شیطان ہوگا اس روز امام و پیشوائے خلق سے کون ہوگا۔ خدا تجھ کو اس امت کا حکمراں نہ کرے جب تک کہ تو اس صفت پر ہے یہ کہہ کر خلافت مآب طلحہ کی طرف متوجہ ہوئے راوی کہتا ہے کہ جب سے طلحہ نے بروز وفات ابوبکر سے عمر کی نسبت ایک کلمہ کہا تھا عمر اس روز سے اس کی طرف سے سینہ صاف نہ تھے بلکہ بغض و عداوت رکھتے تھے۔ مولف کہتا ہے کہ طلحہ نے ہنگام رحلت ابوبکر بر ملا اعتراض کیا تھا کہ عمر جیسے غلیظ کو ہماری گردنوں پر سوار کرتے ہو۔ کل کو خدا کے آگے کیا جواب دو گے۔ چنانچہ یہ اعتراض ان کا تمام کتب اہل سنت میں مذکور ہے مگر بعض معصوموں نے طلحہ کا نام نہیں لکھا بلفظ قائل تعبیر کیا ہے تاریخ الخلفاء میں ہے **وَدَخَلَ بَعْضُ الصَّحَابَةِ وَقَالَ قَائِلٌ مِنْهَا** کہ ابوبکر کے پاس بعض صحابہ آئے اور ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا۔ غرض خلیفہ صاحب نے طلحہ سے کہا تیرے حق میں بھی کچھ کہوں یا خاموش رہوں طلحہ نے کہا بہ تحقیق کہ تم کبھی اچھی بات نہ کہو گے۔ عمر نے کہا اے طلحہ

کس کو کروں، اگر ابو عبیدہ جراح زندہ ہوتا اس کو خلیفہ کرتا اگر حق تعالیٰ سوال کرتا تو کہتا کہ میں نے تیرے پیغمبر سے سنا تھا کہ کہتے تھے "انہ امین" **هَذِهِ الْأَمَّةُ** کہ وہ امین ہے اس امت کا یا اگر سالم مولائی ابو حذیفہ جیتا تو اس کو کرتا اور خدائے تعالیٰ کے جواب میں کہتا کہ میں نے تیرے نبی کو اس کے حق میں یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ **ان سالماً** **شديد الحب في الله** کہ بے شک سالم سخت محبت رکھنے والا ہے راہ خدا میں۔ یہ اور مثل اس کے دیگر روایات قرینہ قوی ہیں صحت روایات شیعہ پر کہ ابو بکر و عمر ابو عبیدہ جراح و سالم و عتیم نے باہم عہد کیا اور صحیفہ لکھا تھا کہ پیغمبر خدا کے بعد سلطنت اسلام حاصل کریں اور اہل بیت کو خلافت نہ پہنچنے دیں چنانچہ اسی صحیفہ کی نگہبانی کی بدولت ابو عبیدہ امین امت کہلائے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ نہیں تو ابو عبیدہ و سالم میں کون سا سرخاب کا پر تھا کہ خلیفہ ثانی مرتے دم ان کے زندہ ہونے کی آرزو کریں اور حضرت امیر المومنین و جملہ انصار و مہاجرین پر ان کو ترجیح دیں حضرت امیر کبیر باوجود ان مناقب و مناقر کثیر کے کہ سنیوں کی کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں اس جراح کے بیٹے اور ابو حذیفہ کے غلام کے بھی معاذ اللہ برابر نہ تھے کہ ان کے ہوتے ان کی تمنا کرتے تھے۔ پس یہاں سے ظاہر ہے کہ حضرت خلافت پناہ کی یہ آرزو اسی عہد نامہ کے نشہ کی ترنگ تھی جس کے موافق شیخین کے بعد اب بادشاہت کرنے کی ان کی باری آئی تھی ورنہ اہل سنت کے مذہب کے موافق بھی عمر کے بعد فضیلت میں عثمان کا نمبر ہے نہ ابو عبیدہ و سالم کا پھر عثمان کے ہوتے ان کی تمنا چہ معنی دارد ایک اور لطف یہ ہے کہ آنحضرت کے یہاں حدیث **الائمۃ من قریش** کہ خلفاء صرف قریش سے ہونے چاہئیں متواترات سے ہے چنانچہ اسی حجت سے شیخین نے بروز سقیفہ انصار کے دعوے کو ڈس مس کیا اور خلافت ان سے جیتی تھی۔ غرضیکہ یہ روایت مشہورات مسلمہ سے ہے کہ اس کی صحت وغیرہ میں چون و چرا نہیں ہو سکتا حالانکہ خلیفہ ثانی کے آخر وقت کی یہ آرزو بالکل اس کے مخالف و متناقض ہے کیوں کہ سالم، قریش سے کیا، ملک عرب سے بھی نہ تھا بلکہ جیسا کہ علامہ جال نے تصریح کی ہے وہ فارس اصطخر یا کسی اور عجمی شہر کا رہنے والا تھا اور ایک زین انصار مسامہ لیلی بنت یغرز و جہاکی حذیفہ بن عتبہ کا غلام تھا۔ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں قضیہ شوری کی شرح میں لکھتا ہے کہ صورت اس واقعہ کی یہ ہے کہ جب عمر ابو لؤلؤ کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور جانا کہ اس زخم سے جانبر نہ ہوں گے تو انہوں نے امر خلافت میں مشورہ کیا کسی نے کہا اپنے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ کر دیجئے تو فرمایا اولاد خطاب سے ہرگز دو مرد خلافت کے کفیل نہ ہوں گے بس ہے عمر کے لئے جو کچھ کہ اس نے برداشت کیا۔ میں ہرگز زندہ و مردہ اس بار کا متحمل نہ ہوں گا۔ پھر کہا رسول اللہ نے انتقال کیا درالحالیکہ وہ قریش سے ان چھ اشخاص عثمان علی طلحہ زبیر سعد بن ابی وقاص و عبدالرحمن بن عوف سے رضامند تھے میری صلاح یہ ہے کہ اس امر کو ان کے درمیان شوری میں قرار دوں تاکہ وہ اپنے

دو مخالف تہ تیغ ہوں اور جو دو ایک پر اور دو ایک پر متفق ہوں تو جس فریق میں عبدالرحمن ہو وہ کامیاب مراد ہو فریق ثانی قتل کیا جائے خلاصہ یہ کہ ابن عوف اپنے سالے (۱) صاحب عثمان کو شوق سے پکڑی بندھوائے سعد و قاص کا چچا زاد بھائی ہے کبھی مخالفت نہیں کرے گا باقی تین علی و طلحہ و زبیر سے جو عثمان کو خلیفہ جانے زندہ رہے ورنہ مارا جائے چلیے چھٹی ہوئی واہ کیا ہی خیال زرین و فکر متین ہے کہ سقیفہ کے دن کی کارستانی میں تو پھر بھی امید ہو سکتی تھی کہ شاید کبھی نہ کبھی حق اپنے مرکز کی طرف رجوع کرے۔ آج خیر سے وہ چال چلے ہیں کہ اپنے نزدیک تمہ لگانیں رکھا سرے سے قضیہ ہی چکا دیا اب بعض روایات متعلقہ قصہ شوریٰ جن سے منصوبہ مذکورہ بالا کے سوا دیگر حالات و خیالات حضرت خلیفہ ثانی کی توضیح و تشریح ہوتی ہے کتب معتبرہ اہل سنت سے نقل ہوتی ہیں۔ ریاض النضرہ میں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کرنا نہیں چاہتے۔ اے پدر بزرگوار اگر کوئی چرواہا تمہارے اونٹوں یا بھیڑ بکریوں پر مقرر ہو اور وہ ان کو جنگل میں چھوڑ کر چلا آئے تو تمہارے نزدیک ملزم و قصور وار ہو گا حالاں کہ آدمیوں کی رعایت بھیڑ بکری کی رعایت سے زیادہ ضروری ہے۔ اگر تم کسی کو خلیفہ مقرر نہ کرو گے تو خدا کو کیا جواب دو گے۔ عمر نے یہ سن کر سر جھکا لیا اور دیر تک سوچا کئے پھر منہ اٹھا کر بولے ان **لہ حافظ الدین** کہ حق تعالیٰ اس دین کا نگہبان ہے میرے لئے دونوں راستے کھلے ہیں ترکِ استخلاف کروں تو رسول اللہ نے ترکِ استخلاف کیا ہے اور خلیفہ مقرر کروں تو ابوبکر نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھ کو اس سے معلوم ہوا کہ یہ اپنی طرف سے کسی کو خلیفہ نہیں مقرر کریں گے۔ اور مایوس ہو گیا۔ مولف کہتا ہے کہ حضرت رسول خدا پر ترکِ استخلاف کی تہمت محض تہمت ہی تہمت ہے آنحضرتؐ نے تو سوالا لاکھ کے مجمع میں حضرت امیر المومنینؑ کو اپنا وصی و جانشین مقرر فرمایا جس پر خود حضرت عمرؓ نے بڑے تپاک سے مبارک باد دی تھی۔ آپ تو دو روز کے لئے بھی مدینہ سے باہر جاتے تھے تو کسی نہ کسی کو اپنے مقام پر خلیفہ کرتے تھے کیوں کر ہو سکتا ہے کہ سفر آخرت میں جس کی کوئی حد نہیں جانشین نہ کریں اور امت کو حیران پریشان مثل گلہ بے چوپان چھوڑ جائیں اگر وہ ایسا کرتے تو کیا بقول ابن عمر خدائے اکبر کے آگے جواب دہ نہ ہوتے اور کیا آنحضرتؐ کے نزدیک امت کی رعایت بھیڑ بکری کی رعایت سے بھی معاذ اللہ کمتر تھی۔ تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ عمر خطاب مجروح ہوئے تو کسی نے ان سے کہا اے امیر المومنینؑ آپ کسی کو اپنا قائم مقام کر جائیں۔ انہوں نے کہا

(۱) ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط عثمان کی مادری بہن تھی کہ عبدالرحمن کے نکاح میں تھی وہ ان کی ماں کے شکم سے تھی جس نے عفان کے بعد عقبہ مذکور سے نکاح کیا تھا۔ ۱۲۔ کنذانی الکامل ابن اثیر۔

بعد ازاں تم کو اختیار ہے، خاص کر بنی ہاشم سے زیادہ ضرورتِ اخفا کی ہے، پھر دوبارہ آہ کی اور کہا افسوس کہ اس ناکس بنی تیم بن مرہ (ابوبکر) نے مجھ پر ظلم کیا اور خلیفہ ہونے میں مجھ پر سبقت کی اور عصیانِ طغان اختیار کیا۔ مغیرہ نے کہا ایسا تھا تو بروز سقیفہ جب کہ اس نے بیعت کے لئے ہاتھ دراز کیا کیوں تم نے بیعت کر لی۔ اور کاہے کو اس سے انکار نہ کیا عمر نے کہا اے مغیرہ میں تجھ کو عقلاً عرب سے جانتا ہوں جس وقت اس نے ہاتھ دراز کیا تھا۔ وہ وہ وقت تھا جب کہ لوگ کہتے تھے کہ ہم ابوبکر کے سوا دوسرے کو نہیں جانتے۔ اس کو اطمینان تھا کہ یہ کام اس سے تجاوز نہیں کرے گا پس اس نے میرا امتحان کرنا چاہا تھا اگر میں بیعت قبول نہ کر لیتا تو وہ میرا دشمن ہو جاتا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آج میں خلیفہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بموجب اس بیان کے حضرت عمر کی پہلی پچھلی حالتوں میں کوئی تناقض نہیں رہتا۔ پس جو کچھ انہوں نے حدیثِ فلتہ میں ارشاد کیا سب درست تھا۔ خیر ہم یہاں عمر کی اس حالت فکر و تردد کو بیان کر رہے تھے جس نے انجام کار ان کو ایجادِ تجویزِ شوریٰ پر براہِ راست کیا۔ شیخین کی باہمی صفائی و عدم صفائی سے ہماری زیادہ غرض متعلق نہیں ہاں اتنا ضرور اس بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ بات بہت قرین قیاس ہے کہ جو لوگ حکومت و بادشاہی کی دھن میں اپنے مولیٰ و امام حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ اس بے اعتنائی و کج ادائی سے پیش آئے وہ اگر اسی کی کھینچا تانی میں با یک دیگر بھی سیدہ صاف نہ رہے ہوں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں القصہ عمار کے اس کلمہ سے خلیفہ صاحب کا فکر و تردد اور بھی بڑھ گیا تھا۔ اور ہر چند انہوں نے فوراً بیعتِ ابوبکر کی مذمت اور ویسی بیعت کرنے والے کے لئے حکمِ قتل دے کر حتی المقدور اس خیال کی پیش بندی کر دی الا بالکل اس مکر کے دفع ہو جانے کی تو کوئی صورت نہیں تھی حتی کہ ان ہی ایام میں بابا شجاع الدین نے ان کے شکم میں خنجر لگایا تو عمر سے وہ منصوبہ ظاہر ہوا جسے ان کے اس فکر و تردد و تاثر و تدبیر کا نتیجہ کہا جائے اور جو ان کے ارشادات و اعلیٰ قابلیت کے شایانِ شان تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو وہ پہلے ہی طے کر چکے تھے کہ عثمان ان کی حکمتِ عملی کی پیروی کرتے رہیں گے اور چوں کہ وہ کنبہ قبیلے والے شخص تھے لہذا یہ بھی امید تھی کہ وہ اس بار کو سنبھال بھی لیں گے الا صاف صاف ان کے خلیفہ بنا دینے میں وہی رکاوٹیں تھیں جن کی طرف پیشتر اشارہ کیا گیا۔ بنا بریں انہوں نے حضرت امیر المومنین کو خلافت پر نامزد کیا مگر اس خوبصورتی سے کہ بجائے اس کے کہ خلافت پائیں زندگی سے بھی ہاتھ دھوئیں۔ وہ تجویز و تعینِ شوریٰ تھی۔ یعنی آپ نے حضرت امیر مومنان و عثمان بن عفان و عبدالرحمن بن عوف و طلحہ و زبیر و قاص ان چھ شخصوں کو بہ حصہ مساوی مستحقِ خلافت قرار دے کر حکم کیا کہ ہمارے بعد یہ چھوں ایک کو اپنے درمیان سے خلافت کے لئے انتخاب کر لیں جس پر پانچ شخص اتفاق کریں وہ خلیفہ ہو اور جس پر چار اتفاق کریں وہ بھی خلافت پاوے اور ایک مخالف مارا جائے۔ علی ہذا تین کے اتفاق سے بھی خلافت دے دی جائے اور

نے کہا ایسا نہیں۔ بلکہ وہ با یک دیگر مخالف تھے۔ بہ تحقیق میں ایک روز اپنے باپ کے پاس بیٹھا تھا۔ انہوں نے کہا رکھا تھا کہ کسی کو اندر نہ آنے دوں کہ اتنے میں معلوم ہوا کہ عبدالرحمن بن ابی بکر دروازے پر کھڑا اذن دخول طلب کرتا ہے۔ عمر نے کہا دوپیہ سوء ولہو خیر من ایہ یعنی عبدالرحمن چار پایہ زشت ہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ اپنے باپ سے بہتر تھے۔ عبداللہ نے کہا یہ سن کر میرے ہوش اڑ گئے اور میں نے تعجب سے کہا کہ اے پدر کیا ہو سکتا ہے کہ عبدالرحمن ابو بکر سے بہتر ہو۔ کہا من لیس بخیر من ایہ لا ام لك کہ کون ہے کہ اس کے باپ سے بہتر نہ ہو۔ پھر کہا عبدالرحمن کو اندر آنے دو۔ وہ اندر آیا، حطیہ شاعر بامر قید تھا۔ عبدالرحمن اس کے واسطے آیا تھا۔ کہ عمر اس کا قصور معاف کر کے اس کو رہا کر دیں۔ عمر نے اس کی سفارش نہ سنی اور عبدالرحمن بے نیل و مرام چلا گیا۔ اس وقت پھر مجھ سے کہا اے فرزند تجھے اب تک معلوم نہیں کہ اس احمق بنی تیم نے تیرے باپ پر کیا ظلم کیا کہ خلیفہ ہونے میں مجھ پر سبقت لے گیا میں نے کہا مجھ کو معلوم نہ تھا۔ قسم بخدا کہ لوگ اسے آنکھوں کے نور سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ کہا یہ بھی تیرے باپ کے برخلاف ہے۔ میں نے کہا ایسا ہے تو کیوں سب کے سامنے یہ باتیں نہیں کہتے۔ اور کس لئے اس کو اس شرف و منزلت سے نہیں گراتے کہا اے فرزند تو خود کہتا ہے کہ لوگ اس کو نور چشم سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ اگر راست کہوں تو مجھ پر پتھر برسے لگیں۔ اور باسناد معتبر روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ سفر مکہ میں ابو موسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ با ہم ملاقات عمر کو جا رہے تھے۔ ابو موسیٰ نے کہا عمر کو خلافت ابو بکر سے ملی۔ اس نے بھی تو اس کے کام کی اصلاح میں بہت سردردی اٹھائی ہے۔ مغیرہ نے کہا سردردی نہ اٹھاتا تو کیا کرتا کون سی اس نے بخوشی خاطر سردردی اٹھائی ہے اگر اس کے قبضہ قدرت میں ہوتا تو وہ کبھی ابو بکر کو خلیفہ نہ ہونے دیتا۔ مگر تجھ کو قریش کے مسئلے کا حال معلوم نہیں۔ اگر گھل حسد کے دس حصے کئے جائیں تو اس کے نو حصے قریش میں ہوں گے اور ایک دسواں تمام جہان میں۔ یہی باتیں تھیں کہ عمر کی قیام گاہ پر پہنچے وہ طواف کعبہ کو جانے کے لئے تیار تھے۔ ساتھ ہو لئے راہ میں عمران کے درمیان ہو گئے اور مغیرہ پوچھنے لگے کہ کیا باتیں تھیں جو تم کرتے تھے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ نو عشر حسد کا قریش میں ہے اور ایک عشر تمام عالم میں، اور اگر ابو بکر سے ہو سکتا تو عمر کو اپنے بعد بھی خلیفہ نہ کرتا۔ عمر نے یہ سنا تو ایک آہ سرد کھینچی اور کہا تکلمتک انک یا مغیرہ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ صرف نو عشر نہیں بلکہ سو میں سے ننانوے حصے حسد کے قریش میں ہیں اور عشر العشر یعنی سواں حصہ تمام جہان میں اور قریش اس سو میں بھی ان کے شریک ہیں۔ یہ کہہ کر ذرا خاموش ہو گئے پھر کہا اگر تم کہو تو میں تم کو اس شخص کو بتا دوں جس میں تمام قریش سے زیادہ حسد تھا۔ پھر دو شعر کعب بن زبیر کے پڑھے جن میں اخفاز اذکی تا کید تھی پھر کہا جو کچھ میں تم کو کہتا ہوں اس کو کم از کم میری زندگی تک تو پوشیدہ رکھو

میں علی بن ابی طالب سے بیعت کروں گا۔ غرض یہ فقرہ سن کر عمر کے ہوش باختہ ہو گئے اور کمال ہیج و شدت اضطراب میں انہیں اور کچھ تو نہ سوچھا بجز اس کے کہ بیعت ابو بکر کی مذمت پر اتر آئے۔ چنانچہ منبر پر چڑھ کر ایک خطبہ بہت زور سے انہوں نے پڑھا اور اس میں بہت سے اتار چڑھاؤ کے بعد ارشاد کیا کہ میں نے سنا ہے کہ تم میں سے کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ امیر المومنین مر جائے گا تو میں فلاں شخص سے بیعت کر لوں گا تم ابو بکر کی بیعت سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ **الا ان بیعتہ ابی بکر کانت فلتہ آگاہ رہو کہ ابو بکر کی بیعت ایک فلتہ یعنی بن سوچی سمجھی بات تھی۔** یا ایسی بات تھی جس پر یحییٰ سے ندامت و پشیمانی اٹھانی پڑی **وفی اللہ شرھا** اس پر بہت سے فتنہ و فساد اٹھنے چاہئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس کی شرارتوں سے بچالیا **فمن عاد الی مثلھا فافتلوه** جو پھر ایسا کرنا چاہے اسے قتل کرو۔ افسوس یہ وہی بیت ابو بکر تھی جس کی تمہید و تکمیل میں خلیفہ ثانی کیسے کچھ نہ سرگرداں تھے۔ اور جس کے پروان چڑھانے کے لئے ان کو آگ اور ایندھن دروازہ بیت الرسالت پر لے جانا پڑا۔ اس وقت ان کو کہاں معلوم تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب کہ اپنی ہی زبان سے ان کو اس بیعت کی مذمت کرنی ہوگی اور یا تو وہ بیعت ان کے نزدیک ایسی محبوب اور اتنی مطلوب تھی کہ اس کی خاطر رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہوئے یا زمانے نے ایسا پلٹا کھایا کہ اسی کو مجمع عام میں شرارت و فساد کہنا پڑا۔ اور اس کے مرتکب کو قتل کا فتویٰ دے کر آپ اپنے تئیں مستوجب قتل ٹھہرایا۔ وہ کیا جانتے تھے کہ وہ درخت جیسے آپ نے لگایا اور خود سینچا تھا۔ یوں اپنے ہی ہاتھوں اس کی جڑیں کاٹنی پڑیں گی۔ اور وہ بنائے عالی جو ان کی اپنی چابک دستی سے بن کر کھڑی ہوئی تھی۔ اُس کو آپ ہی ڈھائیں گے اور یوں **یحز بون بیوتھم بایدیہم** کے مصداق قرار پائیں گے۔ یعنی جس امر کی سوچ بچار میں کیا کیا خون جگر نہیں پایا۔ اس کو فلتہ بتائیں گے۔ ہم کو اس حدیث کی ذیل میں شیخین کے باہمی تعلقات کی نسبت کچھ اور نفیس حالات دریافت ہو گئے ہیں۔ جنہیں بجنسہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر کا حضرت ابو بکر کی بیعت پر رضا مند ہونا اس لئے تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ امر خاندان رسالت سے باز رہے اور علی علیہ السلام تک خلافت نہ پہنچنے پائے۔ اور نیز ان کو امید تھی کہ اس صورت میں ایک نہ ایک روز میں بھی اس سے منقطع رہوں گا۔ اگر ممکن ہوتا کہ خود خلیفہ بن بیٹھیں تو ہرگز ابو بکر کی بیعت پر راضی نہ ہوتے اور مقرر ان کی خلافت کو ناروا اور خطا بتلاتے۔ چنانچہ یہ باتیں اکثر اوقات حضرت عمر سے سنی گئی ہیں۔ پھر باسناد خود سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ اس نے کہا میں ایک مرتبہ عبد اللہ بن عمر کے پاس حاضر تھا کہ ان کے باپ عمر اور ابو بکر کا ذکر درمیان آیا۔ ایک مرد نے کہا قسم بخدا کہ وہ دونوں اس امت کے شمس و قمر تھے۔ عبد اللہ نے کہا تو نے یہ کہاں سے جانا کہا اس الفت و دوستی سے کہ باہم رکھتے تھے۔ عبد اللہ

مندول سے ایسی نگلی کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں ظننت ان نفسه قد خرجت میں نے گمان کیا کہ ان کی روح شریف اس آہ کے ساتھ بدن سے نکل گئی، میں نے کہا واللہ ما اخرج هذا امنك الا هم شدید کہ قسم بخدا کہ یہ آہ کسی الم شدید ہی کے باعث تم سے نکلی ہے، عمرو بولے ہم واللہ شدید غم سا غم ہے قسم بخدا سخت غم ہے ان هذا لا مر لہم اجد له موضعاً یعنی الخلافتہ یعنی اے ابن عباسؓ باعث اس غم جان کاہ کا یہ ہے کہ امر خلافت کا مجھ کو کوئی محل وموقع نظر نہیں آتا، جہاں اس کو قرار دوں۔ یہ روایت محبت الدین طبری کی ہے ریاض النضرہ میں اور شاہ ولی اللہ پدر صاحب تحفہ کی ازالۃ الخفا میں مگر علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں نیز شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں اس کو دوسرے لفظوں میں یوں روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے کہا میں ایک روز خلیفہ صاحب کے ساتھ جارہا تھا اذ تنفس نفساً ظننت انه قُضت اضلاعہ کہ ناگاہ انہوں نے ایک آہ کی کہ میں نے خیال کیا کہ وہ ان کے استخوان ہائے پہلو چھید کر پار نکل گئی۔ دوسرے مقام پر ہے ظننت ان اضلاعه قد انفرجت کہ میں نے جانا کہ ان کے پہلو کی ہڈیاں شکافتہ ہو گئیں۔ بروایت اول اپنی غایت فکرو تردد کا باعث بیان کرنے کے بعد خلیفہ صاحب نے دفع دخل مقدر کی طرح پرفرمایا۔ یا ابن عباسؓ لعلک تری صاحبک لہا اھلاً یعنی اے پسر عباسؓ شاید تو اپنے صاحب یعنی امیر المومنینؓ کو اس امر کا اہل ولائق جانتا ہوگا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں میں نے کہا وما یمنعه من ذلك مع جہادہ وسابقتہ وقرابتہ وعلمہ کون چیز ان کو اس سے مانع ہے باوصف ان کے جہاد کے وسبقت اسلام وقرابت قریبہ خیر الانام و علم کامل و تمام کے یہ سن کر عمرؓ نے کہا صدقت ولکنہ امرء فیہ دعابتہ تم یہ درست کہتے ہو مگر علیؓ ایک مرد ہیں جن میں خوش طبعی ومزاج ہے۔ یہ نیا مانع خلافت، خوش طبعی کا جو خلافت پناہ نے اب تازہ تراشا ہم ذرا آگے چل کر اس پر گفتگو کریں گے یہاں صرف اس قدر گزارش ہے کہ گودہ زبان سے ایسا کہتے تھے مگر دل میں خود بھی جانتے تھے کہ ہمارا یہ بودا عذر کہاں تک قابل قبول ہے لہذا وہ بدستور اپنی اسی ادھیڑ بن میں لگے ہوئے تھے کہ اس معاملے میں کیا کیا جائے اور کس طرح آنحضرتؐ کو ٹالا جاوے۔

حدیثِ قلتہ: انہی دنوں میں حضرت خلافت مآب نے سنا کہ کوئی کہتا ہے لو ان مات عمر بایعت فلاناً یعنی عمر مر جائیں تو میں فلان شخص سے بیعت کر لوں گا آخر ابو بکرؓ کی بیعت بھی تو یوں ہی ہو گئی تھی جو پوری ہو گئی یعنی خلافت ابو بکرؓ بھی تو صرف ایک عمر ہی کی بیعت کر لینے سے منعقد ہو گئی تھی۔ یہ روایت بخاری و مسلم وغیرہ محتاط کردہ کی ہے مگر ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں پردہ اٹھا دیا اور صاف کہہ دیا کہ یہ کلمہ عمارؓ یا سرنے کہا تھا کہ عمرؓ کے مرنے پر

غارت کرے تو نے اس کلام سے رضائے الہی نہیں چاہی جو شخص اپنی زوجہ کو درست طلاق نہ دے سکے اس کو کیوں کر مسلمانوں پر خلیفہ کر دوں۔ صواعقِ محرقہ میں ہے کہ عمر کی مراد اس کلام سے یہ تھی کہ عبداللہ نے ایک مرتبہ حضرت رسولؐ خدا کے زمانہ میں بہ حالتِ حیض اپنی زوجہ کو طلاق دے دیا تھا۔ حضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو عمر سے فرمایا کہ عبداللہ سے کہو کہ اپنی بی بی کی طرف رجوع کرے۔ پس عبداللہ کے ولی عہد کرنے میں بڑا بھاری کھڑکا اس کا تھا کہ وہ اس کو سنبھال نہ سکے گا اور پھر خلافت ایسے ہاتھوں میں جا پھنسے گی جن سے بموجب ان کے گمان کے پھر کبھی نکلنے کی امید نہ تھی یعنی حقِ بحق دارِ پنج بجائے گا۔ اس لئے انہوں نے اول ہی سے اس کا ارادہ نہیں کیا۔ ادھر وہ حق دار بھی وقت گزرنے کے ساتھ اب پہلے سے نہ رہے تھے یعنی کہ ابتدا میں جو عذر بدتر از گناہ صغریٰ کا کہ عمر ہی کی فطانت کا نتیجہ تھا وہ عرصہ تیرہ چودہ سال کے گزر جانے سے اب فرسودہ ہو چکا تھا قطع نظر اس کے دورانِ خلافت میں وقتاً فوقتاً ایسے قضئے پیچیدہ اور مشکل معاملے آن پڑتے تھے جن سے عہدہ برا ہونے میں ان کا اپنا قافیہ ننگ ہو جاتا تھا اور چارنا چار حضرت حلال مشکلات کی طرف رجوع کرنا اور آپ کے فیضانِ علم سے مستفید ہونا پڑتا تھا بنا بریں آپ کے وفورِ علم کو سراہنا اور آپ کے علم و افتخار امت ہونے کا علانیہ اقرار کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ شہدائے اس کا مباحثہ گذشتہ میں ناظرین کتاب ہذا نے بھی دیکھا ہے۔ بیسیوں مرتبہ زبانِ وحی ترجمان سے ارشاد ہوا تھا۔ **لولا علیؑ لہلک عمر** اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا اور شدہ شدہ نوبت پہنچی تھی کہ حکم دے دیا تھا کہ مسجدِ رسولؐ اللہ میں کوئی فتویٰ نہ دینے پائے جب کہ علیؑ تشریف رکھتے ہوں **وکان یتعوذ من معضلة لیس لها ابو حسن** اور حضرت عمرؓ کے پناہ مانگتے تھے خدا سے ایسی مشکل سے جس کے حل کرنے کو ابوالحسن موجود نہ ہوں **کما فی تاریخ الخلفاء** وغیرہ پس ایسی باتوں سے کہ بے شک اقرار العقل علیٰ انفسہم کی مصداق تھیں کا زیادہ دشوار ہو گیا تھا انہوں نے منزلِ مقصود یعنی امیر المومنین کو خلافت سے محروم رکھنے کی راہ میں اور بھی کانٹے بودیئے۔ نیز وہ حضرت جیسے خدا اور رسولؐ کی طرف سے منصوب و منصوب تھے ویسے ہی اپنے حق کی طلب پر تلے ہوئے تھے کبھی اس سے خاموش نہیں بیٹھے تھے۔ ہمیشہ خلوت و جلوت میں بہ تصریح و کنایہ اپنا حق مانگتے رہتے تھے اور صلحاء صحابہ و اخیار امت ان کے طرف دار بھی تھے۔ پس ان خیالات سے عمر کی جان عجب طرح کے خمیے اور غلچان میں تھی وہ جانتے تھے کہ اگر علیؑ خلیفہ ہوئے تو ہماری خیر نہیں جو شہرت و نیک نامی بڑی جانفشانی سے برسوں میں حاصل ہوئی ہے تمام پر پانی پھر جائے گا یعنی جو باتیں کہ اب خاص جلسوں میں پردوں کے پیچھے ہوتی ہیں سر عام منبروں پر پکاری جائیں گی پس صدرِ خلافت ابوبکرؓ میں کیا فکر و تردد لاحق حال ہوگا جو اس وقت ان کو تھا۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن عباسؓ حاضر درگاہ تھے۔ اور عمر اپنے اسی در و درونی میں غلطاں و پیچاں، کہ بیک ناگاہ ایک آہ سرد ان کے درد

انجامِ حال قاتلِ خلیفہ ثانی

سنی کہتے ہیں کہ ابولؤلؤ فیروز عمر کے خنجر لگا کر چلا تو لوگ اس کے پیچھے دوڑے نزدیک پہنچ کر چاہتے تھے کہ اس کو پکڑیں مگر اس نے پہلے اپنے تئیں ہلاک کر ڈالا۔ لیکن کامل بھائی وغیرہ کتبِ شیعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی کے ہاتھ نہ آیا اور اس مہلکے سے صاف نکل گیا۔ حتیٰ کہ اپنی طبعی موت سے فوت ہوا چنانچہ اس کی قبر کا شان میں بیرون شہر موجود ہے۔

ذکرِ شوریٰ جو حضرت عمر نے اپنے بعد

انتخابِ خلیفہ کے لئے بنائی

عظیم واقعات و نوادر و اردات میں ہے کہ حضرت مولائے مومنین یعسوب المسلمین کو اپنی مدتِ حیات میں پیش آئے ایک قضیہ شوریٰ بھی ہے، یا تو وہ زمانہ تھا کہ حضرت ابو بکر کہتے تھے کہ خلافت علی بن ابی طالب کو کسی راہ نہیں پہنچتی، کیوں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرما دیا ہے کہ حق تعالیٰ نبوت و خلافت کو ایک گھر میں جمع نہ کرے گا۔ اور بڑے گواہ اس حدیث کے حضرت عمر تھے کہ آمنا و صدقنا کا شور مچاتے تھے یا اب قہر و سطوتِ حقانیت کو ملاحظہ کیجئے کہ خود حضرت عمر نے آپ کو نامزدِ خلافت کر کے داخلِ شوریٰ فرمایا گو اس کے ساتھ کچھ ایسی تجویزوں اور تدبیروں کا دم چھلا بھی لگا دیا جس سے وہ حضرت خلیفہ ہرگز نہ ہو سکیں مگر روایات موضوعہ کی تو تکذیب اچھی طرح ہو گئی نیز اس قدر اور فائدہ ہوا کہ حضرت کو اپنے تعظم اور ستم رسیدگی کے اظہار کا حسبِ دلخواہ موقع مل گیا اور ایک مجمعِ عام کے رو برو اپنے حقوق کو بوجہ اتم بیان کر کے اتمامِ حجت فرمایا چنانچہ آگے اس کا بیان واضح طور سے آتا ہے یہی وجہ تھی کہ آپ نے بھی اس میں شریک ہونا قبول کر لیا۔ اب ہم حکایات متعلقہ بشوریٰ کو شروع کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ عمر کو اپنی آخر زندگی میں سخت قلق و اضطراب و کمالِ پچتاہ اس لئے تھا کہ اپنے بعد کس کو اپنا جانشین کر جائیں۔ اپنے خاندان میں تو وہ کسی کو اس دل و دماغ کا نہ پاتے تھے کہ یہ بار اٹھائے عبداللہ بن عمر اپنے نورِ نظرِ فرزندِ اکبر کی صاف اور کھلی نااہلی سے ان کا دل پہلے ہی سے کھٹا تھا وہ بقول خود عمر زوجہ کو سیدھی طرح طلاق دینا بھی نہ جانتے تھے۔ اس لئے عمران کو ایک شہر یا ایک قریہ کی حکومت کے قابل بھی نہ گنتے تھے چہ جائیکہ حکومتِ عامہ مسلمانان کے اہل جانتے۔ اس لئے جب مغیرہ بن شعبہ جیسے دل سوزوں نے خلافت پناہ کو یہ صلاح دی تو انہوں نے نہ سنی بلکہ اس کو جھڑکا کہ قاتلک اللہ ما اردت اللہ بھذا خدا تجھ کو

سے رخصت ہوئے ان کی مدت خلافت بنا بر مشہور دس سال پانچ مہینے بیس روز ہے جنازے کی نماز ان کی وصیت کے موافق صہیب رومی نے پڑھائی اور حجرہ رسول اللہ میں پہلوئے ابو بکر میں دفن ہوئے۔ کہتے ہیں کہ سر ابو بکر محاذی شانہ رسول اللہ تھا عمر کا سر ابو بکر کے شانہ کے برابر رکھنا چاہا تو پاؤں دیوار حجرہ میں اڑے لہذا دیوار حجرہ توڑ کر بنیاد کو شامل قبر کیا۔ آپ گندمی رنگ خفیف العارضین یعنی رخسارے سے کم گوشت کے تھے اور دراز قد اور دراز ریش تھے جو اکثر سفید رہتی تھی گاہ گاہ جنا سے رنگین بھی کرتے تھے اور بانیں ہاتھ سے کام کرتے تھے۔

توسعہ کرنا اپنے اہل و عیال کے نفقہ میں اور لباس جدید پہننا، اور عبادت کرنا۔ اور وہ روزے دور ہونے غموں کا اور اس روز روزہ نہیں، اور جمہور شیعہ کہتے ہیں کہ اس روز عمر خطاب قتل ہوئے یہ درست نہیں، اس کے بعد محمد بن اور صاحب سرایر اور شیخ مفید علیہ الرحمہ کا کلام اس کی تائید میں لکھ کر مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں لیکن مشہور ہمارے اس زمانہ میں شہروں اور ملکوں میں یہ ہے کہ یہ واقعہ نویں ربیع الاول ہی کو ہوا ہے۔ اور وہ روز عید ہے پھر کہتے ہیں کہ اصل اس کی روایت محمد بن عطاء ہمدانی واسطی و یحییٰ بن محمد جریج بغدادی ہے کہ اس کو خلف الرشید سید علی بن طاؤس علیہما الرحمہ نے کتاب زوائد الفوائد میں اور شیخ حسن بن سلیمان نے کتاب مختصر میں نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر دو مذکورہ اشخاص نے کہا ہم ایک بار نهم ربیع الاول کو احمد بن اسحاق قمی صاحب امام ہمام ابو الحسن علی بن محمد ثانی علیہما السلام سے ملنے کے لئے قم میں اس کے گھر پر گئے تو دیکھا کہ وہ لوازم عید میں مشغول ہے۔

غسل کیا ہے اور منک سے اپنے تئیں معطر کر رکھا ہم نے کہا کیا آج کسی عید کا دن ہے کہا ہاں آج نهم ربیع الاول عید بزرگ ہے پھر نقل کیا کہ میں بھی آج کے دن اپنے اصحاب کے ساتھ اپنے مولیٰ و امام علی ثانی علیہما السلام کی خدمت میں بمقام سامرہ حاضر ہوا جیسا کہ تم میرے پاس آئے ہم نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے اپنے خادموں کو امر کیا کہ لباس نو پہنیں اور حجر آپ کے سامنے رکھا تھا اور دست مبارک سے اس میں عود ڈالتے اور خوشبو کے لئے جلاتے تھے ہم نے کہا ہمارے ماں باپ تم پر فدا ہوں یا ابن رسول اللہ کیا آج کے دن کوئی تازہ فرحت اہل بیت رسالت کو حاصل ہوئی فرمایا کون سادہ اس سے بزرگ تر ہے آپ کے لئے یہ کہہ کر حدیث حذیفہ جعفر بن فضال سے اس دن کے اپنے آباء طاہرین سے روایت کی کہ بخاریں بالتمام مذکور ہے محمد بن علا و یحییٰ بن محمد کہتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث شریف کو احمد بن اسحاق سے سنا تو اٹھ کر اس کے سر کو بوسہ دیا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ ہم کو تمہاری وجہ سے اس دن کے فضائل معلوم ہوئے ہیں ہم نے اپنے گھروں پر آ کر عید کی۔ پھر مجلسی علیہ الرحمہ نے عبارت کتاب اقبال سید ابن طاؤس کی جس میں روایت محمد بن بابویہ اس واقعہ کا نهم ربیع الاول کو واقع ہونا مذکور ہے نقل کیا ہے اس کے بعد کہتے ہیں کہ خلف سید نے اور چند روایتیں اس قول کی تائید میں نقل کی ہیں۔ پس استبعاد ابن ادریس وغیرہ علماء شیعہ کا بجائے خود نہیں اس لئے کہ شیعہ خلفا سلف ان روایات کو اعتبار کرتے رہے ہیں اور ان کا پورا اعتبار کرنا مورخین مخالفین کے اس کے برخلاف روایت کرنے سے ہرگز کمتر نہیں اور ممکن ہے کہ انہوں نے اس خیال سے کہ صحیح تاریخ شیعوں کو معلوم ہوگی تو وہ اس روز خوشی دسروں کریں گے اس کو بدل کر بیان کیا ہو۔ اور اگر کوئی کہے کہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ایسا عظیم امر باوجود کثرت وداعی نقل مستبہر رہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ قتل عمر حضرت رسالت پناہ کی وفات سے تو عظیم تر نہیں جب اس میں شیعہ دینی کے درمیان اختلاف رہا تو اس میں کیا تعجب ہے۔ علی ہذا القیاس مسائل نماز روزہ و حج وغیرہ میں ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ہے باوصف کثرت نقلین و ضرورت نقل کے تو اگر قتل عمر کی تاریخ میں اختلاف رہا تو کون سا موقع تعجب کا ہے۔ ۱۲۔ منہ عنہ۔

من النار عینیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بہ کجا۔ القصہ بی بی عائشہ حجرہ رسول اللہ کی جس میں آپ مدفون تھے مالک بن ربیع تھیں چنانچہ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر اس میں دفن ہوئے، اب حضرت عمر کی باری آئی حجرہ میں تین قبروں سے زیادہ کی جگہ نہ تھی دو بن چکی تھیں باقی جگہ کے لئے انہوں نے درخواست کی عائشہ نے کہلا بھیجا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھ چھوڑی تھی مگر عمر کو اپنے اوپر ایثار و اختیار کرتی ہوں۔ عبد اللہ بن عمر یہ خوشخبری لے گئے عمر سنتے ہی باغ باغ ہو گئے۔ لطیفہ فضال بن حسن نے ایک مرتبہ ابو حنیفہ کی مجلس میں داخل ہو کر کہا اے ابو حنیفہ میرا ایک بھائی ہے جو کہتا ہے کہ افضل خلق بعد رسول اللہ علی بن ابی طالب ہے میں کہتا ہوں کہ افضل ابوبکر پھر عمر پھر عثمان ہیں تم مجھ کو کوئی دلیل تلقین کرو کہ اس پر حجت لاؤں ابو حنیفہ سوچنے لگے تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر بولے کہ ابوبکر و عمر کی فضیلت میں یہی کافی ہے کہ وہ حضرت رسول خدا کے پہلو میں ایک حجرے کے اندر دفن ہیں فضال نے کہا میں نے یہ کہا تھا میرا بھائی کہتا ہے کہ وہ حجرہ یا رسول اللہ کی ملکیت تھا یا ابوبکر و عمر کی، اگر آنحضرت کا مملوک تھا تو انہوں نے ظلم کیا کہ اس پر متصرف ہوئے، اور جو ان کا تھا اور رسول اللہ کو ہبہ کر چکے تھے تو آپ کو دے کر چھین لیا اور بھی برا کیا، ابو حنیفہ تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگے کہ وہ اپنی بیٹیوں کے مہر میں دفن ہوئے، فضال نے کہا میں نے یہ کہا تھا میرا بھائی کہتا ہے کہ رسول خدا جب تک اپنی ازواج کا مہر ادا نہیں کر لیتے تھے تب تک آنحضرت پر حلال نہیں ہوتی تھیں بموجب قول حق سبحانہ تعالیٰ انا احللنا لك ازواجك اللتي اجورهن کہ ہم نے تیرے اوپر حلال کیا تیری ان ازواج کو کہ دیا تو نے ان کا اجورہ، یعنی مہر۔ امام صاحب نے کہا ان کو کہہ کہ وہ اپنی بیٹیوں کی میراث میں دفن ہوئے فضال نے کہا میں نے کہا تھا، وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے وقت آنحضرت کی نو بیٹیاں تھیں تمام کا اس مکان میں آٹھواں حصہ تھا۔ پس ہر ایک بی بی کو نوواں آٹھویں کا یعنی بہتر واں حصہ ملا، جس کی بالشت بھر زمین سے زیادہ نہیں ہوتی پس ایسی دراز قد لاشیں اس میں کیوں کر سائیں اور نیز فاطمہ زہرا کو میراث نہیں ملی، اور کہا گیا کہ پیغمبروں کی میراث نہیں ہوتی تو عائشہ و حفصہ کیوں کر میراث پاسکتی ہیں، جب نوبتِ کلام اس مقام تک پہنچی تو ابو حنیفہ نے کہا یہ خود رافضی ہے اس کا بھائی کوئی نہیں اسے یہاں سے نکالو۔ حضرت عمر زخم کے بعد تین روز زندہ رہ کر بروز چار شنبہ ۲۶ (۱) ذی الحجہ ۲۳ ہجری تریسٹھ سال کی عمر میں دنیا سے نکالو۔

(۱) مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں کہتے ہیں کہ حضرت عمر کا ماہ ذی الحجہ میں قتل ہونا فقہاءِ شیعہ میں ویسا ہی مشہور ہے جیسا کہ علماء عامہ میں اور ابراہیم بن علی کفعمی جندہ الواقعہ میں ربیع الاول کے اعمال کے ذکر میں لکھا ہے کہ صاحبِ مسار الشیعہ نے نقل کیا ہے کہ جو اس مہینہ کی نوین تاریخ گورہ خدا میں اتفاق کرے اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور مستحب ہے اس روز کھانا کھانا برابر دارانِ مومن کو اور خوشبو لگانا ان کے، اور (بقیہ اگلے صفحے پر)

لوگ ان کی مدح کرتے تھے کہ آپ ایسے اور ایسے خلیفہ ہیں تو وہ کہتے تھے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ یہ امر میرے لئے کفایت کرے کہ نہ کوئی نفع اس سے مجھے پہنچے نہ نقصان، اور صحبت رسول اللہ میرے لئے باقی رہ جائے پس ان کی منہجائے آرزو یہ تھی کہ برابر برابر ہیں کسی فضیلت و شرف کا حاصل ہونا ان کے گمان و وہم میں بھی نہ تھا۔ بلکہ روضۃ الاحباب میں ہے کہ وہ خلافت کو اپنے لئے وبال و عذاب تجویز کرتے تھے، چنانچہ کسی نے ان کے بیٹے عبد اللہ کے خلیفہ بنانے کی صلاح دی تو فرمایا کفی لال عمر ماعلیٰ عمر من وبال هذا الامر یعنی آل عمر کے لئے وہی وبال کافی ہے، جو اس امر سے عمر کے اوپر پڑا ہے۔ لکھا ہے کہ ایک گھاس کا تنکا آپ نے اٹھالیا اور کہا کاش میں پر کاہ ہوتا اور میری ماں مجھ کو نہ جلتی، اور حلیۃ الاولیاء و تاریخ الخلفاء وغیرہ میں ہے کہ عمر زرع کے وقت کہتے تھے کہ اے کاش میں اپنے گھر والوں کا مینڈھا ہوتا وہ کھلا پلا کر مجھ کو فرہہ کرتے اور جب کوئی مہمان عزیز ان کے ہاں وارد ہوتا تو مجھ کو ذبح کرتے اور کچھ گوشت تو بریاں کرتے باقی کو خشک کر رکھتے کہ بتدریج کھائیں غرض میں ان کے شکم میں جا کر فضلہ ہوتا تو یہ اس سے بہتر تھا کہ انسان ہوا سبحان اللہ عجیب خلیفہ راشد تھے کہ ایسی نجس و ناپاک شے بننے کی آرزو رکھتے تھے کہ جس کے ذکر سے بھی گھن آئے اندریں صورت ان کو خلافت راشدہ نے کیا نفع بخشا۔ کفار بھی اپنے اعمال بد کو دیکھ کر آرزو کریں گے تو یہ کہ کاش وہ خاک ہوتے جیسا کہ حق تعالیٰ اپنے قول ویقول الکافر یا لیتنی کنت ترابا میں اس سے خبر دیتا ہے اور یہ خلیفۃ المسلمین و امیر المومنین اس سے بھی پلید شے یعنی نجاست انسانی بننا چاہتے تھے۔ واضح رہے کہ حضرت عمر ہی اس آرزو میں کہ کاش میں فضلہ ہوتا۔ منفرد نہ تھے حضرات ابوبکر کو بھی مرتے وقت یہی تمنا تھی کہ میں بجائے آدمی ہونے کے بشکل شتر یعنی اونٹ کی لید ہوتا۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ ابوبکر کہتے تھے کہ دوست رکھتا تھا کہ میں راستہ کے سرے پر ایک پیٹر ہوتا ایک شتر میرے پاس سے گذرتا اور مجھ کو لے کر اپنے منہ میں رکھ لیتا اور دانتوں میں چبا کر نگل جاتا تا انیکہ لید ہو کر اس کے پیٹ سے نکلتا، اور آدمی نہ ہوتا ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنے اعمال کو ہیدہ کو یاد کر کے اپنی مغفرت سے ناامید ہو گئے تھے نہیں تو ہرگز ایسی باتیں نہ کرتے دوستانہ خدا و اولیاء اللہ کا قاعدہ ہے کہ گزند گانی دنیا میں ہمیشہ خائف و ترساں رہتے ہیں کہ مہادا کوئی امر خلاف رضائے حق سبحانہ تعالیٰ ان سے سرزد ہو۔ لیکن مرنے کے وقت چوں کہ جانتے ہیں کہ کشاکش دنیا سے نجات پا کر نعمات آخرت و غایت قرب حضرت رب العزت پر فائز ہونے والے ہیں ایک حالت بدل جاتی ہے اور اس کرب و اضطراب میں سکون و آرام ہو جاتا ہے دیکھو حضرت امیر المومنینؓ کے مسجد کوفہ میں ضربت لگی تو پہلا کلمہ جو آپ کے منہ سے نکلا یہ تھا کہ فرمایا فوزت برب الکعبۃ فائز ہوا اور مطلوب و مدعا کو پہنچا میں قسم بخداے کعبہ برعکس اس کے حضرت عمر خنجر کھا کر گرے تو کہا ویلی

آئے، مگر وہ باز نہ آتا تھا آخر کار حضرت عمرؓ نے مغیرہ سے کہہ کر اس کا محصول بڑھوا دیا، اور ایذا دیتے تھے اس کو۔ اور عجب نہیں کہ عمر تمام عجمیوں سے عداوت رکھتے تھے اور ان کے حقوق گھٹانے کو بھی اس میں دخل ہو۔ بہر کیف ایک بار عمر نے اس سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تو اشیائے بادی جو ہوا کے زور سے چلے اچھی بنانا جانتا ہے اگر راست ہے تو ہمارے لئے بھی ایک بنا دے ابولؤلؤ نے کہا اے امیر اگر میں زندہ رہا تو تمہارے لئے ایسی چکی بناؤں گا کہ مشرق سے مغرب تک اس کا شہرہ ہو جائے، عمر کو اس کلام سے دہشت معلوم ہوئی اور دل پر چوٹ لگی کہ اس نے یہ کیا بات کہی۔ آپ کو چکی کا شوق از حد تھا۔ ہمیشہ دیکھنے جاتے، تیار ہوئی تو اس نے ایک مکان کے گوشے میں لگا دی عمر اس کے اشتیاق میں مکان کے اندر گھس گئے فیروز نے موقعہ پا کر وہاں خنجر پیٹ میں بھونک دیا۔ یعنی دعا جناب سیدہ کی کہ بوقت چاک کرنے بہہ نامہ فدک کے فرمائی تھی درجہ اجابت کو پہنچی۔ کہتے ہیں کہ اس نے بارہ آدمیوں کو زخمی کیا چھ جانبر ہوئے باقی کھیت رہے۔ خلیفہ صاحب کو اٹھا کر گھر لے گئے، طبیب آیا نمید پلائی جو خون میں شامل ہو کر نکلی، دودھ پلایا بجنہ زخم کی راہ باہر آیا۔ کہایہ اب زندہ نہ رہیں گے، جن راہوں نے عمر کے قتل کا حال لکھا ہے سب اس پر متفق ہیں کہ ان کو آخر حیات میں اذعان مرگ کے ساتھ سخت پیچ تاب و قلق واضطراب عارض تھا جو ظلم و زیادتیاں غصب خلافت وغیرہ میں ان کے ہاتھوں اہل بیت اطہار پر ہوئے تھے سب اس وقت نصب العین تھے۔ ان کی یہ حالت مختلف عبارتوں اور صورتوں میں ان سے ظاہر ہوتی ہے۔ کبھی گذشتہ گناہوں کو یاد کر کے روتے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

وما بی حذار الموت انی لمیت

ولکن حذار نب یتبعہ الذنب

مجھ کو موت سے تو اندیشہ نہیں کیوں کہ موت تو آنے والی ہے۔ مگر خوف گناہوں کا ہے جو یکے بعد دیگرے ہوتے رہے، کبھی کہتے تھے کہ اگر میرے پاس بمقدار تمام زمین کے سونا ہوتا تو تمام کو قیامت کے خوف پر فدا کرتا۔ واقدی فتوح الشام میں کہتا ہے کہ جب ضربت لگی اور حضرت عثمان نے دوڑ کر زمین سے اٹھانا چاہا تو کہا مجھ کو یہیں رہنے دے ویلی من النار الان لو كانت الدنيا لی لا فتدیت من النار ولم ارها یعنی ویل وعذاب ہے میرے لئے آتش جہنم سے اگر اس وقت تمام دنیا میری ہوتی تو آتش جہنم سے بچنے کے لئے اس کو فدا کرتا۔ نیز واقدی کہتا ہے کہ ابو بکر بھی اپنے مرض موت میں کہتے تھے کہ یہ تو مجھ کو معلوم ہے کہ میں جہنم میں داخل ہوں گا، کاش یہ بھی جانتا کہ اس میں سے نکلوں گا بھی یا نہیں، طرفہ یہ کہ خلفاء ثلاثہ کو معتقدان کی خلافت کو خلافت راشدہ، مورث حسنات و علودرجات خیال کرتے ہیں۔ لیکن وہ خود، بلا ثواب یا عذاب اس سے نکل جانے ہی کو غنیمت جانتے تھے۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ

خواست گار ہوئے کہ زمان ناگزیر پیش آئے تاکہ عوام الناس میں جو بات ان کی نزدیک و دور بن گئی ہے، اس میں فرق نہ آئے پس وہ دعا مانگتے تھے۔ **اللهم قد کبر سنی ورق عظمی وضعف قوتی وانتشر عینی** **ماقبضتے الیک** پروردگار امیری عمر بہت آئی اور میری ہڈیاں بڑھاپے سے رقیق و باریک ہو گئیں اور قوتی میں ضعف و سستی نے اثر کیا۔ اور رعیت بار غبت پریشان و متفرق ہوئی پس مجھ کو اپنے پاس قبض کر لے۔ حضرت عمر مسلمانوں کی طرف سے ایسے متوہم و مشتبہ ہو گئے تھے کہ ابولؤلؤ نے ان کے شکم میں خنجر لگایا تو انہوں نے منادی کرائی کہ اے اہل مدینہ یہ کار تمہاری صلاح و رضا سے تو واقع نہیں ہوا۔ کذا فی روضۃ الاحباب اور کامل ابن اثیر میں ہے کہ زخم لگنے کے بعد جو لوگ مہاجر و انصار سے خلیفہ سے ملنے آتے وہ ان سے پوچھتے کہ تم تو اس میں شریک نہیں ہو، وہ انکار کرتے ہر چند عمر کا یہ شبہ کہ ان کا قتل صحابہ کی شہ سے ہوا ہے بے بنیاد نہ تھا الا اس طرح پر بازاروں میں منادی کرانا اور یوں ہر آنے جانے والے سے استفسار کرنا کہ تم تو اس میں شامل نہیں ہو، ہم نہیں جانتے کہ کون سی دانائی کی بات تھی۔ یہ امور ایسے نہیں ہوتے کہ اس طرح کوئی ان کا اقرار کر لے۔ عمر تو عمروہ تو زندہ و قائم اور بھرنوع اپنا بدلا لینے پر قادر تھے۔ عثمان کے قتل پر باوجودیکہ ہر کس و ناکس کا اتفاق تھا اور کھلم کھلا ہفتوں اور مہینوں شکنجہ حصار میں رکھ کر ان کو مارا ان کے قتل کا تو کوئی یوں زبان سے اقرار کرتا ہی نہ تھا۔ حضرت امیر المومنین تک نے تو کہ بقول اہل جمل و صفین کہ اس و رئیس قاتلان عثمان تھے اپنے عہد حکومت میں اس کا اعتراف کیا ہی نہیں، جب ذکر آیا یہی کہا **قتله اللہ وانا معہ** کہ خدا نے اسے مارا ہے اور میں خدا سے جدا نہ تھا۔ پس عمر کے منہ پر کیوں کر کوئی کہہ دیتا کہ ہاں میں نے تم کو مروادیا ہے یا میں اس مشورے میں شریک تھا۔ بہر حال جس نے ظاہر میں خلیفہ صاحب کے پیٹ میں خنجر لگایا وہ ابولؤلؤ فیروز تھا کہ بابا شجاع الدین کے لقب سے معروف ہے، یہ شخص عجم کا رہنے والا تھا اور جس زمانہ میں فتح فارس کے بعد دختران کسریٰ مدینہ میں آئیں یہ بھی اسی وقت یہاں آیا تھا۔ سنی مورخ کہتے ہیں کہ اس نے عمر سے شکایت کی کہ مغیرہ بن شعبہ نے اس کے اوپر سودرہم ماہوار کا بھاری جزیہ لگا رکھا ہے، آپ اس سے کہہ کر کم کرادیں، عمر نے کہا تو لو ہار بڑھتی نقاش کے کام جانتا ہے تیرے اوپر یہ رقم چنداں گراں نہیں، پس ابولؤلؤ اس بات پر عمر سے بگڑ گیا اور اس نے طیش میں آ کر قتل خلیفہ پر اقدام کیا، ہمارے نزدیک بہت بعید ہے فقط اتنی بات پر کہ عمر نے اس کے آقا سے اس کی سفارش نہ کی وہ ایسا غصے میں آتا کہ اتنے بڑے خطرناک کام کا ارتکاب کر بیٹھے اور یوں اس کی اپنی جان پر بن جائے۔ اگر گرانی جزیہ ہی کی کوفت تھی تو چاہئے تھا کہ اول مغیرہ نابکار کو قتل کرتا، پس صحیح اس بارے میں وہ ہے جو صاحب کامل بہائی وغیرہ علما شیعہ نے نقل کیا ہے، کہ ابولؤلؤ شیعان و دوستان امیر المومنین علیہ السلام سے تھا اور آنحضرت کی خدمت میں آمد و رفت رکھتا تھا۔ اس کو اس سے مانع

وغیرہ میں درج ہے دوسری ام کلثوم بنت عقبہ ابی معیط تھی کہ بقول فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں بعد صلح حدیبیہ نکاح عمر میں آئی تھی۔ تیسری ام کلثوم بنت ابی بکر ہے کہ عمر کا اس سے نکاح کی درخواست کرنا کامل ابن اثیر جزری و اسماء الرجل و دیگر کتب سے ثابت ہے، بلکہ بعض کتب مثل کتاب ابو الحسن جرجانی و بوارق محرقہ وغیرہ سے اس کے انکار کے بعد عمر کے ساتھ نکاح کر لینا بھی پایا جاتا ہے اور رجال مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق دہلوی اس طرح لکھتے ہیں کہ ابو بکر کے مرنے کے بعد ایک لڑکی زوجہ ابو بکر سے پیدا ہوئی عائشہ نے اس کا نام ام کلثوم رکھا۔ عمر نے اس سے نکاح کی درخواست کی تو اس نے انکار کیا اور عائشہ سے کہا کہ تم جانتی ہو کہ عمر فظ غلیظ یعنی نہایت بد مزاج و تند خو ہے میرا نکاح اس سے کرو گی تو میں روضہ رسول اللہ پر جا کر فریاد کروں گی انتہی۔ الحاصل ان ام کلثوموں کے حالات بروئے اولاد، ومہر، وسن، وبراہ انکار از نکاح اولاً، قبول مجبوری بعد اصرار ثانیاً، راویان اہل سنت نے ام کلثوم بنت فاطمہ کی طرف منسوب کر دیے۔ بعض نے نام کے اشتباہ سے، اور بعضوں نے دیدہ دانستہ بغرض فاسد، اثبات فضیلت عمر و توہین و تحقیر حضرت امیر المومنین، اور اظہار مجبوری و مقہوریت آنحضرتؐ کے، باضافہ چند لغویات، مثل بوس و کنار و کشف ساق وغیرہ کے، مگر ان سب باتوں سے آنحضرتؐ کا کچھ نہ بگڑا۔ کیوں کہ غایۃ الامر اس سے آپ کی مظلومیت ثابت ہوئی۔ سومردان خدا کے لئے مظلوم ہونا فخر کی بات ہے، عیب نہیں۔ جناب امیر خود معاویہ کے خط کے جواب میں تحریر کرتے ہیں لا عضاۃ للمراء المسلم فی ان یکون مظلوما یعنی مرد مسلمان کے لئے کوئی برائی نہیں اس میں کہ وہ مظلوم ہو، اور مظلوموں اور ستم دیدوں کی، گونا گوار حال میں ہتک حرمت ہو مگر حقیقت میں ان کی عزت و حرمت دنیا و آخرت میں بدرجہ و مراتب بلند ہوتی ہے، دیکھئے کہ بلا میں جناب سید الشہد اصولات اللہ علیہ کے ساتھ کیا سلوک ہوا کہ بنات رسول اللہؐ بے موقع و چادر ہوئیں، انہی ام کلثوم بنت فاطمہ کے شانوں میں رسن ظلم و ستم باندھی گئی مگر اس سے کچھ کسر شان ان کی نہ ہوئی وہ دنیا میں بھی ہر ایک کی نظر میں معزز و محترم رہے اور آخرت میں بھی مدارج عالیہ پر فائز ہوئے اور یزید پلید کے کہ باعث اس ظلم کا تھا گلے میں لعنت کا طوق پڑا اور عقوبات اخروی تو جو اس کے لئے ہیں ان کی کوئی حد ہی نہیں۔

قتل خلیفہ ثانی

ظاہر خلافت پناہ کی غلط و سخت گیری سے خلقت تنگ آ گئی تھی، اس لئے وہ بھی آخر میں ان کی امارت و حکومت سے اکتا گئے اور جان لیا تھا کہ ان لوگوں کی طبیعتیں اب مجھ سے سیر ہو گئیں ہیں اگر اور زندہ رہا تو بار خلافت میرے سنبھالے نہ سنبھلے گا اور عجب نہیں کہ کوئی فتنہ عظیم ایسا برپا ہو کہ اس کا دبانہ ہمارے احاطہ قدرت سے باہر ہو جائے بنا بریں وہ

بوقت شصت سالگی عمر کے چار پانچ برس سے زیادہ کی نہ تھی۔ ام کلثوم بنت فاطمہ زہراؑ تھیں یا کوئی اور جہاں تک دیکھا جاتا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اکثر مورخین کے قول کے موافق یہ ام کلثوم بنت زہراؑ ہونیں سکتی کیوں کہ عمر تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۲ھ ہجری میں قتل ہوئے۔ پس وہ ساٹھ برس کے ۲۰ھ ہجری میں تھے اور ولادت حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ زہراؑ حسب تصریح علما اہل سنت قبل ولادت رقیہ و حسن السقطہ سات یا آٹھ ہجری میں ہوئی تھی بنا بریں وہ ۲۰ھ ہجری میں تیرہ یا چودہ برس کی ہوتی ہیں اس سن کی کوئی لڑکی خصوصاً دختر ان بنی ہاشم بچہ نہیں رہتیں پس ثابت ہوا کہ وہ ام کلثوم بنت فاطمہؑ نہ تھی دیگر یہ کہ شارح موافق نے حضرت ام کلثوم کا نام گواہان فدک میں شمار کیا ہے گوان کی اور حسین علیہم السلام کی گواہی بوجہ رشتہ داری قبول نہیں کی۔ مگر اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ جناب بوقت دعویٰ فدک لائق ادائے شہادت یعنی کم از کم پانچ سال کی تھیں۔ نیز بعض روایت اہل سنت نے جناب فاطمہؑ سے بواسطہ ان کی دختر ام کلثوم کے روایت کی ہے جیسا کہ کتاب مستطاب معقات الانوار میں مفصل مذکور ہے اس بنا پر بھی ضرور ہے کہ وہ جناب بوقت وفات اپنی مادر گرامی کے قابل تحمل روایت یعنی کم از کم پانچ سال کی ہوں کیوں کہ اس سے کم سنی کی روایت اہل سنت کے یہاں مقبول نہیں پس اس حساب سے ۲۰ھ میں پندرہ سولہ برس کی ہوتی ہیں نہ کہ چار پانچ سال کی پس معلوم ہوا کہ جس ام کلثوم کے نکاح کے یہ حالات نقل کئے ہیں وہ بنت فاطمہؑ ہرگز نہ تھیں علاوہ ان سب باتوں کے شاہ عبدالعزیز تحفہ اثنا عشریہ میں رقم طراز ہیں کہ متواترات سے ہے کہ زید بن عمر خطاب ایک خانہ جنگی میں قتل ہوا اور اس کی ماں ام کلثوم دختر فاطمہ زہراؑ اسی روز مرض میں جاں بحق ہوئیں دونوں جنازے ایک وقت میں اٹھائے گئے اور عبداللہ بن عمر و امام حسین علیہ السلام نے ان پر نماز پڑھی اب اس متواتر کو ایک اور متواتر سے ملائیے کہ جناب ام کلثوم بنت فاطمہ زہراؑ شہادت جناب سید الشہد اکے بعد تک زندہ رہیں اور انہوں نے بروایت صاحب روضۃ الصفا و روضۃ الشہد او حسب السیر و مقتل ابوحنیف و مشہد ابواسحاق و تحریر الشہادۃ تین مولوی سلامت اللہ پانی پتی وغیرہ نے وہ مرثیہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

مدینہ جدنا لا تقبلینا

فبالعبرات والحسرات جینا

اے ہمارے جد کے شہر تو ہم کو قبول نہیں کرتا، پس ہم گریہ و بکا و حسرتوں کے ساتھ آئے ہیں۔ ان دو متواتروں کے جمع کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ام کلثوم مادر زید کہ زوجہ عمر خطاب تھی، اور تھی، اور ام کلثوم بنت امیر المومنینؑ اور، صاحب رمی الجمرات لکھتے ہیں کہ شیعوں کو اس سے انکار نہیں کہ ازواج عمر میں کوئی عورت ام کلثوم نام نہیں تھی، بلکہ ایک ام کلثوم بنت جروں خزاعی زمانہ جاہلیت سے ان کی زوجہ تھی۔ چنانچہ عید اللہ وزید اسی سے پیدا ہوئے تھے جیسا کہ کامل ابن اثیر

صحیح بخاری میں کہتے ہیں۔ ان علیا لما ابن عن نکاح ابنتہ لعمر و استعذر بصغرہا لم یکن یقبل منه ذلک العذر حتی الجاء انیراھا ایاہ کہ جب علی علیہ السلام نے اپنی لڑکی عمر کے ساتھ بیاہ دینے سے انکار کیا اور عذر اس کی کم سنی کا فرمایا تو عمر اس عذر کو قبول نہ کرتے تھے حتیٰ کہ آنحضرت کو بلایا و مجبور کیا کہ اس کے تئیں عمر کو دکھلائیں فارسلھا الیہ فلما راھا عمر اخذھا و ضمھا الیہ و قبلھا پس علی نے اس دختر کو عمر کے پاس بھیج دیا جب عمر نے اسے دیکھا تو اس کو لیا اور اپنے سینے سے لگایا اور بوسے لئے اس کے۔ و براویت استیعاب وضع یدہ علی ساقھا کہ عمر نے اپنا ہاتھ اس کے ساق پر رکھا اور اسے کھولا تو اس لڑکی نے کہا کیا کرتا ہے تو اگر امیر المومنین نہ ہوتا تو میں تیری ناک توڑ ڈالتی۔ پس دیکھنا چاہئے کہ اس فرقہ کو ان حالات کے وضع کرنے سے کیا مقصود ہے، ان کا مدعا یہی نہیں کہ اس فرضی رشتہ سے خلیفہ صاحب کی قدر افزائی کریں، بلکہ اس کے ساتھ حضرت شاہ مرداں شیر بزاں کی توہین و تحقیر بھی مد نظر ہے، یعنی معاذ اللہ تو بہ تو بہ آپ ایسے بے حمیت تھے کہ اپنی لڑکی کو گو وہ صغیر ہی تھی، ایک مرد اجنبی کے پاس بھیج دیا۔ نیز صواعق میں ہے کہ علی نے اس کو امر کیا کہ زینت کرے، بعد ازاں عمر کے پاس بھیج دیا انہوں نے اس کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو گود میں بٹھالیا اور بوسے لیتے تھے جب وہاں سے چلی تو عمر نے اس کی پیروں کی پٹنلی پکڑی اور اپنی رضامندی ظاہر کی اتھی۔ لعنة الله علی الکاذبین بھلا اس افترا پر دازی کا بھی کوئی ٹھکانا ہے، کہ حضرت امیر کبیر اپنی دختر صغیر کو بنا سنوار کر بوڑھے خرافات کے پاس کہ اس کے ساتھ نکاح کرنے کے درپے ہے، بھیجیں کہ جس طرح چاہے وہ اس کے ساتھ پیش آئے، خیر ہم ان دروغ زن زادوں کو کہ آبروریزی اہل بیت اطہار پر تلے ہوئے ہیں کچھ نہیں کہتے، ان کی سزا جیسا کہ چاہے حضرت رب العزت بروز قیامت ان کی بخوبی دے گا۔ یہاں اس بات کا ذکر ہے کہ ان روایات کتب معتبرہ سے جو ان حضرات پر حجت ہیں اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ یہ ام کلثوم اس وقت اس قدر کم سن تھیں کہ بے تکلف مجلس عمر میں چلی آئیں، اور عمر نے بھی ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جیسا چھوٹے بچوں کے ساتھ کرتے ہیں چنانچہ صاحب صواعق محررقہ بھی عمر کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے لکھتے ہیں وضمہ وھیلہ علیٰ جهة الاکرام لانھا لضعف ہا لم تبلغ حد التشہی حتیٰ یحرم ذلک کہ سینہ سے لگانا اور بوسے لینا عمر کا بروجہ اکرام تھا، اس لئے کہ وہ اپنی کم سنی کی وجہ سے خواہش کے درجہ کو نہ پہنچتی تھی۔ تاکہ یہ آخران پر حرام ہوتا۔ پس یہاں سے بخوبی ثابت ہے کہ ام کلثوم اس وقت بہت ہی کم سن تھی۔ بلکہ جیسا کہ صاحب کتاب المودۃ نے تصریح کی ہے اس کی عمر فقط چار سال کی یا چار و پانچ کے درمیان تھی۔ حالاں کہ عمر کی عمر اس وقت ساٹھ سال کو پہنچی تھی، پس اب دیکھنا چاہئے کہ یہی ام کلثوم کہ

حقیقتِ نکاح اُم کلثوم با خلیفہ ثانی

جو فضائل و کمالات و خرقِ عادات و کرامات حضرت خلافت مآب کے کتبِ اہل سنت میں مذکور ہیں آنحضرت نے انہی پر بس نہیں کی بلکہ ان کو حضرت علی مرتضیٰ و جناب سیدہ کا داماد بنا کر خاندانِ رسالت سے رشتہ قائم کرانے میں بھی سعی بلیغ فرمائی ہے یعنی بزرگم خود حضرت ام کلثوم بنتِ فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے ساتھ اس پیرانہ سری میں حضرت کی شادی رچائی اور اسی فرضی وصلت پر بہت کچھ دھوم مچائی ہے اور اتنا نہیں سوچا کہ جب ہمارے قول کے موافق دخترِ انِ رسول اللہ زینب و ام کلثوم و رقیہ ابوالعاص بن ریح و عقبہ و عتبہ پسران ابوالہب کافروں کے ساتھ بیاہی گئیں اور کوئی فخر و فضیلت ان کافروں کو اس سے حاصل نہ ہوا تو اگر حضرت امیر کی بیٹی بھی عمر کے نکاح میں آئی تو کیا بڑی بات ہوئی۔ صاحبِ رمی الجمرات لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ کافروں کو بیٹی دینا پہلے جائز تھا پھر منع ہو گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کافروں کے لئے منع ہو گیا مطہرانِ اسلام سے تو منع نہیں ہوا اور بلا ضرورت منع ہوا، ضرورت میں تو منع نہیں سو روایاتِ اہل سنت بہ ندائے بلند پکار رہی ہیں کہ حضرت اس نکاح پر بدل راضی نہیں تھے۔ غلبہ اور دباؤ سے اس طرح مجبور کئے گئے جیسے کہ دیگر امور میں مثل بیعت وغیرہ کے مجبور کئے گئے اور چاروناچار ان کو یہ خیالی نکاح کرنا پڑا پس کیا ایسے نکاح سے کوئی فخر و فضیلت حاصل ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ واضح رہے کہ علما شیعہ ہمیشہ سے اس عقد کے منکر چلے آئے ہیں اور اس انکار پر آئمہ کرام علیہم السلام سے روایات نقل کرتے ہیں جو اس فرقہ کی تسکین خاطر کے لئے کافی و وافی ہیں، مگر ہم یہاں ان روایات کا مطلقاً ذکر نہیں کرتے، صرف سنیوں کی روایتیں لکھتے ہیں، انہی سے اس گمانِ فاسد کا بطلان بوجہ احسن ظاہر ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور نیز ان کی روایت کی کہ درپے تفضیح و تذلیل حضراتِ عالیاتِ اہل البیت ہیں قلعی کھل جائے گی۔ صواعقِ محرقہ میں ابن حجر کی لکھتے ہیں کہ عمر سے صحیح ہوا ہے کہ انہوں نے علی علیہ السلام سے ام کلثوم کی درخواست کی آپ نے ان کی کم سنی کا عذر پیش کیا اور یہ بھی کہا کہ میں نے اس کو اپنے بھتیجے جعفر کے بیٹے کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ عمر نے کہا میں خواہشِ نفسانی کی راہ سے یہ درخواست نہیں کرتا بلکہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ تمام نسب و سبب بروز قیامت منقطع ہو جائیں گے الا میرانِ نسب و سبب کہ بدستور سلامت رہے گا اس لئے چاہتا ہوں کہ آنحضرت کے ساتھ رشتہ سببی قائم کروں اور ذِخائرِ العقبیٰ سے نقل ہوا ہے قال علیؑ ”انہا صغیرۃ فقال عمر لا والله ما ذلک بک ولكن اردت منعی یعنی علی علیہ السلام نے کہا وہ کم سن ہے عمر نے کہا نہیں قسم خدا کی یہ بات نہیں ہے بلکہ تم اس حیلہ سے چاہتے ہو کہ مجھ کو اس نکاح سے باز رکھو اور ابن حجر عسقلانی شرح

اسرارِ توحید و نبوت و آثارِ قضا و قدر و احوالِ قیامت جس قدر آپ کے کلام و خطب میں پائے جاتے ہیں کسی عالم کسی حکیم کے کلام میں نہیں پائے جاتے۔ علاوہ برائیں تمام فرقِ اسلامیہ اپنے اپنے علوم کا سلسلہ آنحضرتؐ تک پہنچاتے ہیں۔ لیکن متکلمین پس معززلہ کا آنحضرتؐ سے منتسب ہونا ظاہر ہے کیوں کہ اکثر اصول ان کے آپ کے ظواہر کلام سے ماخوذ ہیں۔ نیز وہ اپنے مشائخ حسن بصری و واصل بن عطاء وغیرہ سے علوم اخذ کرتے ہیں اور وہ سب علیؑ سے منسوب اور ان سے علم حاصل کرنے والے ہیں۔ اور اشعریہ کا حال بھی معلوم ہے اس لئے کہ ان کا پیر و مرشد ابوالحسن اشعری شاگرد ابوعلیؑ جسائی کا ہے وہ خود مشائخ معززلہ سے ایک تھا اس ابوالحسن کو معززلہ کے خلاف کچھ امور دریافت ہوئے تھے اس لئے اس نے اپنے استاد کا مذہب چھوڑ دیا تھا علیؑ ہذا شیعوں کا آپ تک انتہی ہونا مثل آفتاب نیم روز ظاہر ہے وہ علوم اپنے اماموں سے کہتے ہیں اور آئمہ بایکدگر علم حاصل کرتے ہیں اور سلسلہ ان کا امیر المومنینؑ تک ختم ہوتا ہے اور وہ ہیں امام اول شیعوں کے اور خوارج باوصف اس کے آنحضرتؐ سے کمال بعد و دوری رکھتے ہیں تاہم سب اپنے مشائخ کے علوم میں دست نگر ہیں جو سب علیؑ کے کا سہ لیس تھے لیکن مفسرین پس راس و رئیس ان کا عبداللہ بن عباسؓ ہے جو شاگرد امیر المومنینؑ ہے پس ان کے چار مذہب ہیں پہلا مذہب ابوحنفیہ کوئی کا ہے جو بنا بر مشہور شاگرد امام جعفر صادقؑ کا تھا اور علم احکام کو ان سے اخذ کیا اور امام جعفر صادقؑ کا تعلق امیر المومنینؑ سے جو کچھ ہے ظاہر ہے دوسرا مذہب مالک کا ہے مالک نے ربیعہ رازی سے علم حاصل کیا اور ربیعہ نے عکرمہ مولائی ابن عباسؓ سے اور اس نے ابن عباسؓ سے اور ابن عباسؓ سے تلمیذ با تمیز امیر المومنینؑ ہیں۔ تیسرا مذہب شافعی کا ہے اور شافعی شاگرد ہے امام مالک مذکور کا۔ چوتھا احمد بن حنبل کا اور وہ شاگرد ان شافعی سے تھا۔ پس چاروں اماموں کی فقہ آنحضرتؐ کی طرف رجوع ہوئی اور موید ہے آپ کی کمال فقہت کے ارشاد حضرت رسول خدا کا اقصا کم علیؑ اس لئے کہ اقصا ہونے کے لئے علم دافقہ ہونا اور فقہ و اصول فقہ کے اعلیٰ مدارج کو پہنچنا ضروری ہے پس اس میں شبہ نہیں کہ جو لوگ مثل اصغ بن بنا تہ کے اس فن میں مشہور ہیں وہ سب آنحضرتؐ سے منسوب ہیں اور آپ کے الفاظ و عبارات سے انہوں نے اپنے ظروف پر کئے ہیں لیکن اہل نحو و واضع اس علم کا ابوالاسود دیکلی ہے اس نے آپ کے ارشاد و اشارے سے اس علم کے تئیں تدوین کیا۔ اور لیکن صوفیہ انہوں نے تصفیہ باطن و کیفیت سلوک آنحضرتؐ کی تعلیم سے سیکھا ہے اور شجاع و ماہران حرب و ضرب آپ کی طرف منسوب اور آپ کے خرمن کمالات کے خوشہ چین ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ کے بعد آپ استاذ خلق اور ہادی بطریق حق آپ، ہیں تمام ہوا کلام ابن مثنیٰ علیہ الرحمہ کا۔ اب ہم بحثِ علم امیر المومنینؑ کو کہہ دیا ہے ناپیدا کنار ہے اسی مقام پر چھوڑ کر بقیہ حالاتِ خلیفہ ثانی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

طرح پر کرتے رہے کہ اس کا شتمہ بھی کسی کے دل پر نہ گذرا تھا۔ پھر حار الحمد کی شرح میں ایک پہرہ اور گزرا پھر فرمایا اے عبد اللہ جو کچھ میں نے بیان کیا تو نے سنا کہا ہاں اے امیر المومنین میں نے سنا اور مبہوت و متحیر رہا۔ پھر فرمایا یا عبد اللہ لو کتبت فی معانی الفاتحة لا وقرت سبعین بعبراً اے عبد اللہ اگر میں معانی سورہ الحمد کے لکھنے لگوں تو بلاشبہ ستر اونٹ اس کتاب سے بار ہو جائیں۔ صحیح قرأت سورہ الحمد اور اُس کے معنی جاننے والے کا ثواب: نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص سورہ فاتحہ کو درست پڑھے آتش دوزخ سے بے خوف ہو جائے اور جو اس کے معانی ٹھیک ٹھیک جانے جنت اس پر واجب ہو اور حق تعالیٰ اس کو اپنے قرب و جوار سے عزت بخشے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے علم کو آنحضرتؐ کے علم کے سامنے ایک قطرہ پایا دریا کے سامنے۔ اور ابن فخری سے نقل کیا ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا لوشئت لا وقد بباء بسم اللہ لسبعین بغیرہ کہ اگر میں چاہوں تو فقط بائے بسم اللہ کی تفسیر سے ستر (۷۰) شتر بار میا کر دوں۔ نیز اس جناب سے روایت ہے کہ فرمایا قسم بخدا اگر میں چاہتا تو تمام آدمیوں کے حال سے خبر دیتا مگر یہ خیال ہے کہ مبادا لوگ میری محبت میں شرع و دین رسولؐ سے کافر نہ ہو جائیں۔ محقق لاثانی ابن مثمین بحرانی بحثِ علمِ امیر المومنینؑ میں لکھتے ہیں کہ آپؐ نے اپنے مشہور خطبہ موسوم بقاصعہ میں فرمایا کہ میں پیروی کرتا تھا رسول اللہ کی اور آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ رہتا تھا جس طرح کہ بچہ شتر اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے وہ حضرت ہر روز ایک نشان اپنے اخلاق کریمہ کا بلند کرتے اور مجھ کو اس کے اقتدا کرنے کا حکم فرماتے اور ہر سال کچھ عرصہ تک کوہِ حرا پر مقیم رہا کرتے تھے اس وقت کوئی ان کی خدمت میں بجز میرے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ گھر میں تشریف رکھتے تو خدیجہ ہوتیں اور میں ان کا تیسرا ہوتا میں نور و وحی و رسالت کو دیکھتا اور بوئے نبوت کو سونگھتا۔ مبعوث بہ نبوت ہوئے تو میں نے صدائے گریہ شیطانی پوچھا یہ کیسی آواز ہے فرمایا نوحہ شیطانی ہے کہ اپنی عبادت سے مایوس ہوایا علیؑ تو دیکھتا ہے اور سنتا ہے جو کچھ کہ میں دیکھتا اور سنتا ہوں۔ اور گو تو نبی نہیں الا میرا وزیر ہے اور خیر و خوبی پر ہے۔ اس کے بعد ابن مثمین کہتے ہیں کہ نتیجہ اس ملازمت و اتباع اور اس تعلیم و تربیت کا یہ ہوا کہ وہ حضرت جمیع علوم میں پیغمبر خدا کے بعد استاد عالم ہو گئے۔ چنانچہ مجمالاً بیان اس کا یہ ہے کہ بموجب حدیث شریف انا مدینۃ العلم الخ حضرت رسول خدا تمام علوم اسلامیہ و اسرارِ حکیمہ کے کہ قرآن و حدیث ان پر شامل ہے حاوی و محیط تھے جیسا کہ شہرِ جملہ ما فیہا پر حاوی و محیط ہوتا ہے اور علیؑ ان علوم و حکم کے خلقت تک پہنچنے اور ان سے منفعہ ہونے میں واسطہ و ذریعہ تھے کیوں کہ شہر سے جس قدر لین دین ہوتا ہے اور جتنا نفع خلق کو پہنچتا ہے سب دروازہ کی راہ پہنچتا ہے پس ثابت ہوا کہ منبع و ماخذ تمام علوم دینیہ کے امیر المومنینؑ ہیں اور تفصیل اس کی اس طرح پر ہے کہ افضل علوم اور اعلیٰ و اہم ان کا علم الہیات ہے پس ہر شخص جانتا ہے کہ

اور تعلیم فرماتے پس میرا حدیث کہنا کیوں کر اوروں سے زیادہ نہ ہو۔ مروی ہے کہ حضرت رسول خدا پر رات کو وحی نازل ہوتی تو دن سے پہلے حضرت کو اس سے آگاہ کرتے اور جودن کو آتی تو رات نہ ہونے دیتے کہ ان کو اس کی خبر دیتے اس لئے علما صحابہ مثل سلمان، عمارہ، حذیفہ ابوذر و ابی بن کعب و جابر انصاری و ابن عباس و ابن مسعود و زید بن صوحان سب آنحضرت کے تابع تھے اور نہیں تخلف کیا آپ سے مگر زید بن ثابت و ابو موسیٰ و معاذ و عثمان نے حالاں کہ وہ بھی آپ کی فضیلت کے معترف تھے۔ ابو عثمان جاحظ کہتا ہے کہ اجماع امت ہے کہ صحابہ چار شخصوں علی و ابن عباس و ابن مسعود و زید بن ثابت سے و بقولے عمر خطاب سے بھی علم حاصل کرتے تھے پھر سب متفق ہیں کہ چار پہلے عمر سے زیادہ قاری قرآن تھے اور رسول اللہ نے فرمایا کہ امامت کے لئے سب سے زیادہ قاری ہونا لازم ہے پس عمر اس شرط سے ساقط ہو گئے پھر بموجب ارشاد رسول **الائمة من قریش** کہ امام صرف قریش سے ہونے چاہئے ابن مسعود اور زید ان سے گر گئے اور باقی رہے علی و ابن عباس یہ دونوں عالم فقیہ و قریشی ہیں لیکن امامت اس کو چاہئے کہ سن میں بڑا اور ہجرت میں سابق ہو اس قید سے ابن عباس بھی خارج ہو گئے اور صرف امیر المومنین رہ گئے پس شک نہیں کہ وہ حضرت لائق امامت تھے سب لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے اور وہ کسی سے کچھ نہ پوچھتے تھے۔ ابوالموید خوارزمی نے نقل کیا ہے کہ ابوذر و اصحابی کہتا تھا کہ اسلام میں اس وقت تین عالم ہیں ایک شام میں ایک کوفہ میں ایک مدینہ میں عالم شام سے وہ اپنے تئیں مراد لیتا اور کوفہ سے عبد اللہ مسعود کو اور عالم مدینہ سے حضرت امیر المومنین کو پھر کہتا **فالذی بالشام یسئل الذی بالكوفہ ھو یسئل عن الذی بالمدینہ وھو لا یسئل احدا** یعنی شام کا عالم تو کوفہ والے سے پوچھتا ہے اور کوفہ کا صاحب مدینہ سے اور وہ یعنی اہل مدینہ کبھی کسی سے نہیں پوچھتا۔ مگر مولائے ابن عباس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک بار عمر خطاب نے امیر المومنین سے کہا اے ابوالحسن قصے تمہارے سامنے ہوتے ہیں تو تم بہت جلد ان کو فیصلہ کر دیتے ہو۔ ذرا وقفہ نہیں ہوتا حضرت نے اپنا پنجہ مبارک عمر کے سامنے کیا کہ یہ کے انگلیاں ہیں، کہا پانچ آپ نے فرمایا بہت جلد بتلادیا تم نے اس کو، ابو حفص نے کہا میرے سامنے تھیں پوشیدہ تو نہ تھیں کہ بتانے میں دیر ہوتی آپ نے ارشاد کیا کہ تفصیل خصوصیات بھی میرے آگے اسی طرح روشن تھے اور ذرا مخفی نہیں واقعی جملہ معارف و علوم آپ پر منکشف و ظاہر تھے اور نوبت کشف و یقین کی آپ کے یہ پہنچی تھی، کہ مکرر فرماتے تھے **لو کشف الغطاء لما ارددت یقینا** کہ پردہ میرے سامنے سے اٹھا دیا جائے تو میرا علم و یقین ذرا بھی زیادہ نہ ہو۔ مناقب مرتضوی میں تفسیر بحر الذرر و ریاض القدس سے منقول ہے کہ امیر المومنین نے ایک بار نماز عشاء کے بعد عبد اللہ بن عباس کو اپنے پاس بلایا اور ایک پہر کامل تک الف و لام الحمد کی تفسیر و تشریح اس

سبحانہ تعالیٰ سے بخشے گئے تھے اس لئے بصریہ مجہول اس کو ادا کیا اور علیؑ کو جو امع علم عطا کرنا اپنی طرف منسوب نہ فرمایا۔ پھر علامہ بن شہر آشوب کہتے ہیں کہ ابن ابی الجری نے چھ طریق سے اور ابن مفصل نے دس طریق سے اور ابراہیم سقسی نے چودہ طریق سے۔ عدی بن حاتم واصغ بن نباتہ وعلقمہ بن قیس ویحییٰ بن ام الطویل وریز بن جیش وعبادہ بن ربیع وعبادہ رفاعہ وابو الطفیل سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے مجمع مہاجرین و انصار کے سامنے فرمایا اور اشارہ کیا طرف اپنے سینہ حقائق گنجینہ کے کہ یہ علم سے مملو ہے اگر کوئی اس کا طلب گار ہو سلونی قبل ان تفقدونی یعنی سوال کرو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ۔ یہ صندوق علم ہے یہ لعاب رسول اللہؐ ہے یہ وہ ہے جو آنحضرتؐ نے مجھ کو چکھایا ہے۔ سوال کرو مجھ سے یہ تحقیق کہ میرے پاس علم اولین و آخرین ہے قسم بخدا کہ اگر مسند میرے لئے بچائی جائے تو حکم کروں درمیان اہل توریت کے موافق ان کی توریت کے اور درمیان اہل زبور کے موافق ان کی زبور کے اور درمیان اہل انجیل کے موافق ان کی انجیل کے اور درمیان اہل فرقان کے بموجب ان کے فرقان کے تائیکہ ہر ایک کتاب ان سے آواز دے کہ علیؑ نے بموجب حکم خدا کیا ہے۔ بروایت فرمایا سلونی قبل ان تفقدونی قسم بخدا کہ اگر تم مجھ سے کسی آیت کی نسبت سوال کرو گے کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو، کبھی ہے یا بدلتی سفر میں اتری یا حضر میں، ناسخ ہے یا منسوخ، محکم ہے یا متشابہ، اور اس کی تاویل و تنزیل کی بابت پوچھو گے تو میں یہ سب باتیں تم کو بتا دوں گا۔ اور بروایت نہج البلاغہ فرمایا قسم ہے اس خدائے عزوجل کی کہ میری جان اس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ اگر اس وقت سے لے کر قیامت تک کا حال پوچھو گے اور ہر ایک گروہ کی بات جن سے سومر در راہ راست پائیں یا سومر دگر راہ ہوں، سوال کرو گے تو میں ان کے ناعق (اونٹوں کا آواز دینے والا) اور قاکد (پیش رو) اور ساق (پس رو) اور ان کے اونٹ بٹھانے اور پالان رکھنے کے مقام سے، اور جوان سے قبل ہوگا، اس سے اور جو اپنی موت سے مرے گا، اس کے حال سے خبر دوں گا۔ ابن مسیب کہتا ہے کہ اصحاب رسول اللہؐ میں سوائے علیؑ ابن ابی طالب کے کوئی ایسا نہ تھا کہ سلونی کہہ سکے اور ابن شبرمہ نے کہا کسی نے سر منبر سلونی نہیں کہا سوائے علیؑ ابن ابی طالب کے اور حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمام علوم انبیاء اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ کو عطا فرمائے اور آپ نے وہ سب علیؑ کو بخشے اس سبب سے وہ حضرت وہ کلمہ (سلونی) کہتے تھے جو آج تک کسی نے نہیں کہا اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں ابن سعد سے روایت کی ہے کہ کسی نے امیر المومنینؑ سے کہا کیا باعث ہے کہ تم اصحاب رسول اللہؐ میں سب سے زیادہ احادیث آنحضرتؐ سے نقل کرتے ہو تو آپ نے فرمایا انی کنت اذا سئلته انبانی واذا سکت ابتدانی کہ میری آنحضرتؐ کے سامنے یہ کیفیت تھی کہ جب آپ سے کچھ پوچھتا تو اس سے خبر دیتے اور جو خاموش ہوتا تو خود ابتدا کرتے

ہوا کہ ملا کے عقیدے کی تحقیق کرے۔ اتفاقاً اس وقت ملا حسین کی زبان سے نکلا کہ جبریل امین حضرت رسول خدا پر بارہ ہزار مرتبہ نازل ہوئے پیر روشن ضمیر نے موقع پا کر فوراً کہا کہ علی ابن ابی طالب کے پاس کتنی مرتبہ آئے۔ ملا سوچے کہ اگر کہتا ہوں کہ علی پر بھی جبریل نازل ہوئے تو ظاہر خلاف واقعہ ہے اور جو اس سے انکار کرتا ہوں تو پیر صافی ضمیر کہہ چکے ہیں۔ مقرر عصائے تعذیر سر پر لگائے گا۔ پس حیران تھے کہ کیا کہیں آخر حسن عقیدت ملے ان کی امداد کی اور انہوں نے کہا کہ علی بن ابی طالب پر جبریل چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئے بوڑھے نے کہا میری خوشامد کرتا ہے یا اس دعویٰ پر کوئی دلیل بھی تیرے پاس ہے۔ ملا نے کہا دلیل اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے انا مدینۃ العلم وعلی بائہا پس جب کہ جبریل بارہ ہزار مرتبہ شہر میں آئے تو امیر المؤمنین کے پاس کہ دروازے اس شہر کے ہیں کیوں کر چوبیس ہزار مرتبہ نہ آئے ہوں گے۔ صدائے تحسین و آفرین اس پر بلند ہوئی۔ نیز تفسیر نفاس سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن عباس نے کہا کہ علی علم و علامت علم ہیں۔ ان کو رسول اللہ نے علم تعلیم کیا ہے۔ پس علم رسول خدا کا علم خدا سے ماخوذ ہے اور علم علی کا علم رسول خدا کے علم سے اور علم میرا علی کے علم سے۔ لیکن میرے اور جملہ اصحاب محمد کے علم کو علی کے علم سے وہ نسبت ہے جو قطرہ آب کو سمات سمندروں سے اور حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں باسناد خود امیر المؤمنین سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا علمی رسول اللہ الف باب یفتح کل باب الی الف باب یعنی رسول اللہ نے مجھ کو ہزار باب علم کے تعلیم کئے ہر ایک باب سے ہزار باب اور مجھ پر کھل گئے۔ ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ روایت کیا ہے اس حدیث کو شیخ صدوق محمد بن بابویہ نے اپنی کتاب خصال میں چوبیس طریق سے اور سعد بن عبد اللہ نے بصائر الدرجات میں چھتیس طریق سے علامہ کمال الدین ابن مثنیٰ جرائی شرح نہج البلاغہ میں کہتے ہیں کہ تعلیم رسول اللہ سے آنحضرت کے تئیں صرف صورتی علم پر آپ کا واقف کر دینا کہ آپ ان کو حفظ و ضبط کر لیتے مراد نہیں کیوں کہ جزئی باتوں کا سمجھنا اور یاد رکھنا ایک خفیف اور ہلکا امر ہے جس کو ادنیٰ فہم ہو وہ بھی ان کو سمجھتا اور یاد رکھتا ہے بلکہ مدعا اس سے یہ ہے کہ بوجہ طول صحبت حضرت رسالت و ارشاد کیفیت سلوک و ریاضت کے نفس قدسی اس جناب کا قابل و صالح اس کا ہوا تھا کہ صور غائبہ خفیہ اس میں منقش ہوں اور بانواع اعدادات آمادہ و مہیا تھا واسطے ادراک امور کلیہ عامہ کے اور واسطے دریافت کیفیت منشعب و متفرع ہونے جزئیات کے ان کلیات سے چنانچہ اسی وجہ سے آنحضرت نے فرمایا کہ رسول اللہ نے مجھے ہزار باب تعلیم کئے اور ہر باب سے مجھ پر ہزار باب اور کھل گئے اور رسول خدا نے فرمایا اعطیت جوامع الکلم و اعطی علی جوامع العلم عطا کئے گئے مجھ کو کلمات جامعہ اور عطا کئے گئے علی کو علوم جامعہ چوں کہ آنحضرت کو اور حضرت امیر کو جوامع کلم و جوامع علم حضرت حق

مزید تاکید کی اس کے ساتھ فقرہ **فلیات الباب** کے کہ آنا چاہئے صرف دروازہ سے۔ پس معلوم ہوا کہ علومِ نبوی میں سے کسی علم کے حاصل کرنے کے لئے علیؑ کے در پر جانا اور ان سے ملتی ہونا ضروریات سے ہے اور نیز یہ حدیث دلیل ہے اوپر معصوم ہونے اس جناب کے، کیوں کہ غیر معصوم سے صدور خطا جائز ہے اور بصورت صدور خطا اس کی اقتدا قبیح و باطل ہوگی اور محال ہے کہ پیغمبر خدا امر باطل و قبیح کا حکم دیں پس ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ سے خطا کبھی ہوئی ہی نہیں، اور یہی معنی عصمت کے ہیں اور نیز اس سے ظاہر ہے کہ وہ حضرت اعلم امت ہیں، چنانچہ اسی وجہ سے اور لوگ با یک دیگر مسائل میں اختلاف کرتے تھے اور ایک دوسرے کی طرف رجوع لاتے تھے بخلاف امیر المومنینؑ کے کہ تمام سے مستغنی تھے۔ اور نیز آنحضرتؐ نے اس حدیث سے امیر المومنینؑ کی خلافت کو بیان کیا ہے یعنی کہ آپؐ نے ظاہر کیا کہ علم دین آپؐ کی حیات میں اور وفات کے بعد سوائے آنحضرتؐ کے اور کسی سے نہیں لینا چاہئے کیوں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **واتوا الیوت من ابوابہا** کہ آؤ تم گھروں میں ان کے دروازوں کی راہ ہے۔ اور یہی استخلاف ہے۔ مولف کہتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے شیدائیوں نے حدیث مذکور کی اصلاح اس طرح پر کی ہے کہ **انا مدینۃ العلم و ابوبکر اسامہا و عمر حیطانہا و عثمان سقفا و علیؑ بابہا** یعنی حضرت نے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور ابوبکر اس کی بنیاد اور عمر اس کی دیواریں اور عثمان اس کی چھت اور علیؑ اس کا دروازہ ہے اور اس پر بھی بس نہ کر کے اس قدر اور زیادہ کیا ہے ان کلامن **الاساس والحیطان والسقف اعلیٰ من الباب** کہ بہ تحقیق کہ بنیاد اور دیواروں اور چھت سے ہر ایک شے دروازہ کی نسبت اعلیٰ ہے۔ کتاب مستطاب قطب شاہیہ میں لکھا ہے کہ ایک رات بادشاہ جم جاہ یعنی صاحب قرآن ثانی کی مجلس میں اراکین دولت و امرا و علما و زہاد و عباد حاضر تھے کہ علما اہل سنت سے ایک شخص نے یہ حدیث پڑھی اور دو تین مردوں نے اس کی تصدیق کی ایک ظریف نے آگے بڑھ کر کہا کہ حدیث مذکور کا تہمت بھی تو ہے اس کو کیوں نہیں نقل کرتے کہا وہ کیا ہے اس نے کہا اس کے بعد یہ ہے **وہ معاویۃ مزبلتہا** کہ معاویہ اس شہر کا کوڑا اور نجاست ڈالنے کی جگہ ہے اس پر ایک فرمانشی قہقہہ لگا اور بادشاہ اور حاضرین کو مبلغ صحت روایت کا معلوم ہو گیا۔ جناب قاضی نور اللہ، نور اللہ مرقدہ اس مقام پر ایک دلچسپ حکایت لکھتے ہیں مناسب مقام جان کر ہم بھی اسے نقل کرتے ہیں۔ حکایت ملا حسین واعظ کاشفی سبزواری ہرات میں میر علی شیر کی صحبت میں گرفتار رہے اور ملا عبدالرحمن جامی کی دامادی میں مبتلا ہوئے لہذا ان کے ہم وطن ایک جانب سے بدگمان ہو گئے کہ وہ سنی ہو گئے ہیں عرصہ دراز کے بعد جو ملا کو اپنے وطن مالوف کی طرف واپس آنے کا اتفاق ہوا تو وہ لوگ ان کے امتحان کی فکر میں تھے تا ایک ایک روز مسجد جامع سبزواری میں وعظ کر رہے تھے کہ ایک پیر مرد عصا ہاتھ میں لئے اٹھا اور ان کے منبر کے قریب آ کر کھڑا

ہو جانے پر اونٹوں کی قربانی کی نذر قبولے سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو آخر ایام خلافت میں نسیان بھی بہت ہو گیا تھا حتیٰ کہ عدد رکعات تک یاد نہ رہتی تھی۔ محمد بن سرین سے نقل کیا ہے کہ خلافت پناہ نماز میں ایک مرد کو آگے کھڑا کر لیتے وہ ان کو رکوع و سجود وغیرہ اشارہ سے بتاتا رہتا تھا۔ رہی یہ بات کہ حضرت امیر المومنین کا علم عبداللہ بن عباس کے علم سے بدمارج بڑھا ہوا تھا۔ یہ بھی اہل سنت پر پوشیدہ نہیں۔ شیخ عبدالحق دہلوی رجال مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ علی کو علم کے کل دس حصوں سے نو حصے مرحمت کئے گئے اور ایک حصہ تمام عالم پر تقسیم ہوا اور قسم بخدا کہ وہ اس دسویں حصہ میں بھی سب کے شریک ہیں اور ابن اثیر نے نہایت یہ میں نقل کیا ہے کہ ابن عباس کہتے تھے کہ علمی بالقرآن الی علم علی کالقراءة فی المنعجر کہ میرا علم قرآن علی کے علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسا کہ چھوٹا تالاب دریائے عمیق کے سامنے ہم اس مقام پر کچھ بیان علم و معرفت حضرت امیر المومنین بھی کرتے ہیں۔

شرح شمعہ از علم و معرفت حضرت امیر المومنین علیہ السلام

علوم وہی لدنی جو حضرت امیر المومنین کو عطا ہوئے ایسے نہیں کہ کوئی ان کے بیان کا ارادہ کر سکے بڑے بڑے علما و عرفانے اس مقام پر اپنے عجز و قصور کا اعتراف کیا ہے خود وہ حضرت بخوف گرا ہی خلافت پورے طور سے ان کا اظہار نہیں کر سکے الا یہاں بمناسبت مقام حسب اسلوب اس کتاب کے چند احادیث مشہورہ اس باب کی نقل ہوتی ہیں۔ از انجملہ متفق علیہ فریقین ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا انا مدینۃ العلم و علی بابہا فمن اراد العلم فلیات الباب یعنی میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ، جو علم حاصل کرنا چاہے چاہئے کہ دروازہ سے آئے۔ یہ حدیث بہت مشہور ہے حتیٰ کہ علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی اس کی شرح میں کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل نے اس کو آٹھ طریق سے روایت کیا ہے۔ اور ابراہیم سقفی نے سات طریق سے اور ابن بطہ نے چھ طریق سے اور قاضی جعانی نے پانچ طریق سے اور ابن شاہین نے چار سے اور خطیب تاریخی نے تین طریق سے اور یحییٰ بن معین نے دو طریق سے اور روایت کیا ہے اس کو سمعانی نے اور قاضی نے اور ماوردی اور ابوالمصور سمری اور ابوالصلت ہروی اور عبدالرزاق اور شریک نے۔ ابن عباس اور مجاہد اور جابر سے۔ پھر کہتے ہیں کہ بموجب اس حدیث کے ہر شخص پر آنحضرت کی طرف رجوع لانا واجب و لازم ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ نے اپنے تئیں شہر علم کہا اور دروازہ اس شہر کا جس کے بغیر اس میں داخل ہونا ممکن نہیں علی کو بتایا پس مقرر کر دیا آنحضرت نے کہ کوئی علم نبی کو بلا واسطہ علی نہیں پاسکتا۔ پھر

ہے۔ مگر نہیں سنا تو نے قول عبید بن امرص کا کہ وہ کہتا ہے۔

فجائو ایھر عون الیہ حتی

یکونوا حول منبرہ عزینا

یعنی وہ دوڑتے ہوئے اس کی طرف آئے تا انیکہ اس کے منبر کے گرد پراگندہ ہو گئے۔ اسی طرح وہ سوال کرتے اور ابن عباسؓ پیہم ان کا جواب دیتے اور اشعار عرب سے اس پر استشہاد لاتے تھے۔ حتیٰ کہ دو سو سوال مجلس واحد میں کئے اور تمام کے خاطر خواہ جواب پائے منجملہ ان کے آیہ فاکھۃ وَاَبَا سے بھی لفظ اب کے معنی دریافت کئے ابن عباسؓ نے کہا مَا يَغْتَلِفُ مِنْهُ الدَّوْ آبُ کہ وہ گھانس جو چوپاؤں کی خوراک ہے چنانچہ شاعر عرب کہتا ہے۔

تری به الاب والیقطین مختلطا

علی الشریعة تجری تحتہا العرب

تو دیکھتا ہے گیاہ و روئیدگی باہم آمیختہ کو اس کے کنارے پر، کہ ان کے نیچے آب تیز و تند رواں ہے۔ فرمایے کہ جو شخص دو سو مسئلے قرآن کے جلسہ واحد میں حل کرے اور ہر ایک کے ساتھ اشعار عرب سے بھی سند دیتا جائے تو حضرات شیخین اس کی برابری کیونکر کر سکتے ہیں جن کا معانی قرآن سے بے خبر ہونا طشت از بام ہے۔ پیشتر گذرا کہ وہ لفظ اب کے سیدھے معنی بھی نہ جانتے تھے اقوال عرب سے مستند کرنا تو بڑی بات ہے۔ نیز یہ دونوں بزرگ لفظ کلامہ کے معنوں سے نا آشنا محض تھے خلیفہ اول ابو بکر کا تودم واپس تک اس میں پریشان رہنا پیشتر گذرا، خلیفہ ثانی کے حال میں بھی صاحب تشہید علیہ الرحمہ نے بہت سی عبارتیں کتب اہل سنت سے نقل کی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ باوجود صراحت بسیار انہوں نے اس کے جاننے کی توفیق نہ پائی آخر میں اپنی بی بی بی بی حفصہ زوجہ رسول خدا سے ملتی ہوئے کہ کسی اچھے موقعہ پر آنحضرتؐ سے سوال کرے انہوں نے موقعہ پا کر دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا تیرے باپ نے اس کے لئے تجھ سے کہا ہوگا۔ ماری اباک یعلہا ابداء میں نہیں دیکھتا کہ تیرا باپ کبھی بھی اس کو جانے۔ راوی کہتا ہے کہ عمر اس کے بعد کہا کرتے تھے کہ میں کبھی اس کو نہ جانوں گا کیوں کہ رسول اللہ یہ کہہ چکے ہیں اور وہ آرزو رکھتے تھے کہ میں کلامہ کے معنی جانتا ہوتا تو یہ میرے لئے بہتر تھا قصص ہائے شام سے بروایت فرماتے تھے واللہ لئن اعلمہا احب الی من ان یکون لی ماعلی الارض من شیء قسم بخدا کہ اگر میں اس کو جانوں تو یہ میرے لئے ان تمام اشیاء سے بہتر ہے جو روئے زمین پر ہیں ہکذا فی کنز العمال بھلا اس کندہنی کا بھی کوئی ٹھکانا ہے کہ ایک لفظ کے معنی بارہا زبان مبارک رسول اللہ سے سنیں اور پھر اس کو نہ جانیں، یہ سورہ بقرہ کے یاد

والی سرخی کے بچے لکھ آئے ہیں کہ اپنے کام کے لوگوں کو نہال کر دیتے تھے باقیوں کے آنسو پوچھ دیئے جاتے یہ نہیں تو آپ ہی فرمائیے کہ آپ نے شرع اقدس کے ایک سیدھے سادھے قاعدے یعنی برابر کی تقسیم کو کیوں نہ وبالاکر ڈالا۔ خیر ہم کو اس خطبہ میں خلیفہ صاحب سے ذرا بھی محل شکایت نہیں انہوں نے جو کچھ کہا بہت درست کہا اور ایسا ہی چاہئے تھا اس لئے کہ انہوں نے جو اسلام کا کھڑاگ اپنے سر پر لیا تھا تو اسی مال کی خاطر لیا تھا اب جب کہ بعد از انتظار بسیار شاہد مقصود ہم کنار ہوا۔ پس انہوں نے یہ خطبہ کہہ کر سارا جھگڑا ہی چکا دیا واہ کیا خطبہ بلیغ کہا ہے گویا حضرت امیر کبیر اسی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔

رضینا قسمتہ الجبار فینا

لنا علم و للجهال مال

کہ ہم خداوند جبار کی تقسیم کہ اس نے ہمارے درمیان کی راضی ہو گئے کہ ہمارے لئے علم مقرر کیا اور دشمنوں کے لئے مال، ہاں شکایت ان کے مریدوں اپنے سنی بھائیوں سے ہے کہ وہ بمفاہد مدعی ست گواہ چست ان کو چرخ ہفتم پر لے جاتے۔ اور علوم دین فقہ و احکام کا ماہر بتلاتے ہیں اور جب تک خطیب منبر سلونی وارث مرتبہ ہارونی جناب مرتضوی پر انہیں ترجیح و تفضیل نہیں دے لیتے آرام نہیں پاتے۔ یہی شاہ ولی اللہ کہ خطبہ مذکورہ کے راوی ہیں۔ ازالہ الخفا میں کس کس پیرایہ میں اس مطلب کو لکھتے اور بزعم خود ثابت کر کے چھوڑتے ہیں۔ صاحبو را انصاف کرو، تحقیقی عدالت نہیں تو عدل تقدیری عمری ہی کام میں لاؤ، تو بھی معلوم کر سکتے ہو کہ ان لوگوں کو اس جناب کے مقابل کرنا، پرکاہ کو کوہ عظیم الشان سے ٹکرانا اور ذرو نا چیز کو آفتاب عالم تاب کی برابر ٹھہرانا ہے، حضرت امیرؑ تو اپنی جگہ ہیں، تمہارے خلفا علم و معرفت میں عبد اللہ بن عباسؓ کی برابری تو کر سکتے ہی نہیں، جو آپ کی شاگردی پر فخر کرتے اور اپنے علم کو اس جناب کے علم کے آگے تالاب کے سامنے قطرہ بتاتے تھے، اب اس کی سند اپنی کتابوں سے لیجئے۔ جلال الدین سیوطی تفسیر اتقان میں نقل کرتے ہیں کہ ایک بار ابن عباسؓ خانہ کعبہ کے آگے بیٹھے اور لوگ چار طرف سے انہیں گھیرے تفسیر قرآن کے سوال کر رہے تھے، نافع بن ازرق نے نجدہ بن عویمر سے کہا آؤ ذرا اس مرد کے پاس چلیں کہ قرآن کی تفسیر میں بلا علم جرأت کرتا ہے یہ کہہ کر دونوں ان کے پاس آئے اور کہا ہم تم سے کچھ کلام مجید کی باتیں دریافت کیا چاہتے ہیں تم ان کی تفسیر بیان کرو اور کلام عرب سے ان کی سند لاؤ کیوں کہ قرآن عرب کی زبان میں نازل ہوا ہے ابن عباسؓ نے کہا سوال کرو جو کچھ چاہو۔ نافع نے کہا تلاؤ قول حق سبحانہ تعالیٰ عن الیمین و عن الشمال عزیزین میں لفظ عزیزین کے کیا معنی ہیں اور کلام عرب سے اس کو مدلل فرماؤ ابن عباسؓ نے بے تامل کہا کہ عزیزین سے مراد خلق رفاق

سی باتوں سے جن کے لکھنے میں طول ہے ظاہر ہے کہ خلیفہ صاحبِ اول تو حضرت رسالتِ پناہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہی کم ہوتے تھے۔ کیوں کہ جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں بیشتر اوقات تحصیلِ اغراضِ دنیوی کے واسطے بازاروں میں گھومتے اور چکر لگاتے رہتے تھے اور بیشتر گزرا کہ وہ مدینہ میں بھی دلالی کا پیشہ کرتے تھے۔ اور جو گاہ گاہ حاضر ہونے کا اتفاق ہوتا تھا تو قرآن وحدیث کے سیکھنے سے مطلقاً سرکار نہ رکھتے تھے۔ نہیں تو ممکن نہ تھا کہ ایسے ایسے ادنیٰ مسائل ان پر پوشیدہ رہیں اور یوں بات بات میں شرمندگی اٹھائیں اب اس آئے دن کی رسوائی اور ان مشکلات کی دلدل میں پھنسے رہ جانے سے نجات کی تدبیر کہ حضرت نے سوچی وہ بھی سننے کے قابل ہے۔ خلیفہ ثانی نے اپنے فرائضِ خلافت دوستوں پر تقسیم کر دیئے: توجہ سے سننے اور آپ کے کمالِ عقل وفطانت کی داد دیجئے اور اس پر صاد کیجئے وہ تدبیر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے فرضِ منصبی کو حصہ حصہ کر کے اپنے خاص دوستوں اور ہوا خواہوں پر بانٹ دیا اور آپ ہلکے پھلکے ہو گئے یعنی مقرر کیا کہ قرآن اور اس کی تفسیر و تشریح کے مسائل ابی ابن کعب سے پوچھا کریں اور فرائض و حصہ کشی کے مشکلات زید بن ثابت حل کیا کرے اور فقہ و احکام کا بکھیرا معاذ بن جبل چکائے اپنے لئے کیا رکھا فقط مال کہ سینہ کا سکھ، کلیجہ کی ٹھنڈک، آنکھوں کا نور، دل کا سرور تھا شاہ ولی اللہ از اللہ الخفا و قرۃ العینین میں علی بن ریحان لخمی سے روایت کرتے ہیں ان عمر بن الخطاب خطب الناس فقال من اراد ان يستل من القرآن فلیات ابی بن کعب ومن اراد ان يستل عن الحلال والحرام فلیات معاذ بن جبل ومن اراد ان يستل عن الفرائض فلیات زید بن ثابت ومن اراد ان يستل من المال فلیاتنی فان الله جعلنی خازناً کہ عمر خطاب نے خطبہ میں کہا ایہا الناس جو کوئی قرآن سے کوئی بات پوچھنا چاہے ابی ابن کعب کے پاس جائے اور جس کو حلال وحرام سے کچھ دریافت کرنا ہو معاذ بن جبل سے دریافت کرے اور فرائض کے مسائل پوچھنا چاہے تو زید بن ثابت سے پوچھے اور جو احکام مال کا طلب گار ہو وہ میرے پاس آئے بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو اس کا خازن بنایا ہے اتنی۔ کیا کہنے آپ کی اس صاف گوئی کے قرآن کو فلاں سے پوچھو اور حلال وحرام کو فلاں سے ہم تو فقط مال کے لئے ہیں درحقیقت آپ مال کے لئے تھے اور مال آپ کے لئے دریں چہ شک پس طلب گار مال آپ کے پاس نہ جائے تو اور کہاں جائے گا اس کے خازن جو آپ ٹھہرے اور نہ خود بخود بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص وحی کے ذریعہ آپ کو اس پر مسلط کیا تھا ایک خزانہ دار کسی زمانہ میں قارون دون تھا دوسرے اس عہد کے آپ قارون ہوئے مگر وہ کجخت ایک کوڑی کسی کو نہ دیتا تھا چنانچہ اپنا خزانہ سر پر لئے تحت الثریا کو گیا مگر آپ خدا نخواستہ ایسے نہیں تھے آپ دیتے بھی تھے الا ویسا ہی دینا جیسا کہ ہم تصرفات بیت المال

سودے میں خلیفہ صاحب سے دو غلطی ہوئی۔ ایک بیگانی شے میں بلا رضا مالک تصرف کرنا دوم اتنی بات نہ جاننا کہ اونٹ کے ہمراہ اس کا ساز و سامان نہیں بک جاتا۔ ایک اور عجیب امر کہ سرسبد عجائب و غرائب ہے یہ ہے کہ آپ کو باوجودیکہ حضرت متمم مکارم اخلاق کے ساتھ اس قدر دراز مدت صحبت رہی یہ معلوم نہ ہوا کہ اگر کوئی کسی کے مکان پر جائے تو چاہئے کہ مالک مکان سے اذن دخول طلب کرے اگر وہ اذن دے تو جائے ورنہ لوٹ جائے۔ بخاری نے عبید بن عمران سے روایت کی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے عمر کے یہاں جا کر اذن طلب کیا آپ اس وقت کسی کام میں مصروف تھے اجازت نہ ہوئی ابو موسیٰ لٹے پاؤں پھر گیا تھوڑی دیر بعد عمر کو شغل سے فراغت ہوئی تو پوچھا عبید اللہ بن قیس یعنی ابو موسیٰ کی آواز نہیں سنائی دیتی اس کو اندر آنے دو کسی نے کہا وہ واپس چلا گیا کہا اس کو بلواؤ حاضر ہوا تو اس نے کہا ہم کو رسول اللہ نے امر کیا ہے کہ اجازت نہ پاؤ تو پلٹ جاؤ۔ عمر نے کہا اس پر کوئی شاہد رکھتا ہے تو ابو موسیٰ مجالس انصار میں جا کر خواست گار ہوا کہ کسی نے یہ حدیث پیغمبر خدا سے سنی ہو تو شہادت دے۔ انصار نے کہا کوئی ہم سے اس امر میں شہادت نہ دے گا، الا عمر میں سب سے چھوٹا۔ پس ابو سعید خدری کو بھیجا اس نے جا کر گواہی دی عمر نے کہا یہ امر مجھ پر مخفی رہا اور بازاروں میں پھرنے اور سیر کرنے نے مجھ کو اس سے باز رکھا۔ بخاری کہتا ہے سیر بازار سے مراد تجارت کے کاروبار میں جو عمر کو درپیش رہتے تھے۔ سبحان اللہ کیا علم و فقہات تھی کہ ایسی چھوٹی بات جس کو علم اخلاق کی الف بے کہنا چاہئے اس بزرگوار پر مخفی رہی۔ اگر یہ حدیث بالخصوص حضرت رسول خدا سے نہیں سنی تھی تو کیا آنحضرت کارات دن کا برتاؤ بھی مشاہدہ نہ کیا تھا۔ اسی سے یہ قاعدہ معلوم ہو سکتا تھا ملا جامی نے راست کہا ہے۔

ہر کراروئے بہ بہبود نداشت

دیدن روئے بنی سود نداشت

ہمارے نزدیک انصار نے خوب سمجھا کر ایسی چھوٹی بات کی گواہی کو اپنی کسر شان جانا اور سب سے کم سن کو اپنے درمیان سے اس کار کے لئے انتخاب کر کے بھیجا کرمانی شارح بخاری کہتا ہے قال النودی قال الانصار انکار اعلیٰ عمر فیما قالہ قالوا انہ حدیث مشہور متنا معروف عندنا حتی ان اصغرنا حفظہ و سمعہ من رسول اللہ یعنی نووی نے کہا کہ انصار نے کلام عمر کے رد کرنے اور اس پر انکار کرنے کی غرض سے یہ کہا تھا کہ یہ حدیث از روئے متن کے ہمارے نزدیک معروف و مشہور ہے حتیٰ کہ ہم میں سب سے چھوٹی عمروالے نے بھی اس کو رسول اللہ سے سنا اور یاد رکھا ہے۔ شاباش انصار یو شاباش کیا ہی لطافت سے تم نے اس بوڑھے شیخ کی خبر لی ہے اور ان کی حدیث دانی کو عالم پر روشن کیا ہے جزاکم اللہ المختصران سے اور ان کی مثل اور بہت

باتیں نہ جاننے کو ذرا نخل خلافت نہ جانتے تھے نیز عمر کو اس قدر معلوم نہ تھا کہ نماز عیدین میں جو بآواز بلند پڑھی جاتی ہیں اور بارہا حضرت رسول خدا کے ساتھ آپ کو یہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ کیا کیا سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ سورہ ہائے نماز عیدین: حمیدی جمع بین المحسنین میں لکھتا ہے کہ عمر نے ابواونی سے دریافت کیا کہ رسول اللہ نماز عیدین میں کیا پڑھتے تھے و سئل الواقد الليثي ما كان يقرأ رسول الله في الاضحى والفطر يعني واقديثي سے پوچھا کہ رسول خدا عید الفطر وعید الاضحیٰ کی نمازوں میں کیا کیا پڑھا کرتے تھے اس سے بھی عجیب تر یہ کہ اس قدر معلوم نہ تھا کہ روزہ میں جماع کرنا مفید صوم ہے۔ کنز العمال میں سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ عمر نے اپنے اصحاب سے کہا کہ فتویٰ دو مجھ کو اس کار میں کہ آج میں نے کیا ہے، کہا کیا کام کیا ہے تم نے اے امیر المومنین، فرمایا ایک کنیز میرے سامنے سے گذری کہ مجھ کو خوب معلوم ہوئی میں نے اس کے ساتھ نزدیکی کی حالاں کہ میں روزہ سے تھا۔ جماع بحالت صوم: پس یہ امر لوگوں پر عظیم گزرا علی علیہ السلام خاموش تھے عمر نے کہا یا ابن ابی طالب تم اس میں کیا کہتے ہو آپ نے کہا تم نے حلال کام کیا ہے روزہ کی عوض روزہ رکھ لو۔ عمر نے کہا انت خیر ہم فتویٰ کہ تمہارا فتویٰ ان سب سے بہتر ہے۔ یہاں دو صورتیں ہیں یا تو خلیفہ صاحب جانتے تھے کہ جماع مفید صوم ہے اور انہوں نے دیدہ و دانستہ یہ حرکت کی تو بڑی دلیری و جسارت کہ مرتکب ہوئے گوان سے بعید نہیں اور یا اس حکم سے مطلقاً واقف نہ تھے تو پرلے سرے کی نابلدی و غبات ہے کہ باوجود اس قدر تقرب کے حضرت رسول خدا کے ساتھ، کہ ان کے معتقد اس کے دعوے دار ہیں آپ کو یہ معلوم نہ ہوا کہ مقاربت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے نیز کنز العمال میں ہے کہ خلافت مآب ایک مرتبہ کچھ اونٹ خرید کر رہے تھے قیمت ہنوز طے نہیں ہوئی تھی کہ آپ ان کو ٹھوکریں مار مار کر اٹھاتے اور دوڑاتے اور کداتے تھے اعرابی مالک شتران اس سے مانع آیا مگر وہ باز نہ آئے حتیٰ کہ اس نے خفا ہو کر کہا خل ابل لا ابالک یعنی عرب کے محاورے میں کوس کر کہا۔ میرے اونٹ چھوڑ دے مگر عمر پر اس کا بھی اثر نہ ہوا تاہم انہوں نے اس طرح پر ایک ایک اونٹ کو دوڑایا اعرابی نے کہا لا ظنک رجل سوء کہ میرا گمان یہ ہے کہ تو بڑا آدمی ہے۔ غرض معاملہ طے ہوا اور اونٹ خریدے گئے تو آپ کی پالان و دیگر ساز و سامان پر تکرار ہوئی مالک کہتا تھا میں نے صرف اونٹ بیچے ہیں خلافت پناہ سب چیزوں کو اپنی بتلاتے تھے آخرش حضرت امیر المومنین کو حکم کیا آپ نے فرمایا اے امیر اگر تم نے خریداری کے وقت شرط کی تھی تو خیر ورنہ یہ اشیا تمہاری نہیں ہو سکتیں کیوں کہ بیشتر اوقات تاجر لوگ اپنے مال کی ایسی چیزوں سے زینت کرتے ہیں کہ ان کی قیمت اصل مال کی قیمت سے زیادہ ہوتی ہے۔ پس وہ تم کو کیوں کر دیں گے آخر معلوم ہوا کہ کوئی شرط نہیں ہوئی تھی پس مالک نے صرف اونٹ دیئے اور قیمت لے کر لہا ہوا۔ اس

معلومات کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں لیکن یہاں چند ایسے خاص مسئلے نقل ہوتے ہیں جن کے کثیر الوقوع ہونے اور بیشتر اوقات کار آمد ہوتے رہنے سے ادنیٰ مسلمان بھی ناواقف نہیں ہو سکتا مگر خلافت پناہ باوجود سربراہ ریاست مسلمانان ہونے کے ان کو نہ جانتے تھے۔ مثلاً مسائل متعلقہ نماز و حج گناہ کہ ان کا جاننا ہر مکلف کو لازم ہے مگر عمر اتنا بھی نہ جانتے تھے کہ اگر کوئی جنب ہو اور پانی نہ پائے تو خاک پاک سے تیمم کرے اور نماز بجلائے وہ اس صورت میں سرے سے نماز ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ کسی نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھا تو فرمایا چاہئے کہ نماز نہ پڑھے، اور ابو داؤد نے اپنے سنن میں روایت کی ہے کہ ایک شخص عمر کے پاس آیا اور کہا ہم بعض مقامات میں مہینے مہینے اور دو دو مہینے رہتے ہیں اور پانی نہیں پاتے آپ نے فرمایا میں تو ایسی جگہ ہوں تو نماز نہ پڑھوں جب تک پانی نہ ملے گویا آئیریفہ فلم تجدو ماء فتیممو صعیداً طیباً کہ اگر پانی نہ پاؤ تو پاکیزہ مٹی سے تیمم بجلاؤ آپ کے گوش زد نہ ہوئی تھی اور طرفہ یہ کہ بموجب تتمہ حدیث حضرت عمار نے آپ کو آگاہ کیا کہ اے عمر تم کو یاد نہیں رہا کہ ایک مرتبہ ہم دونوں ہمراہ تھے جنب ہوئے تو میں نے زمین پر لوٹ کر تیمم کیا اور نماز پڑھی تم نے نہ پڑھی۔ حضرت رسول خدا کی خدمت میں آ کر یہ قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ کافی تھا تجھ کو یہ کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارے اور جھاڑ کر پیشانی اور دونوں ہاتھوں کا ان سے مسح کرے تو خلافت پناہ سخن پروری کی راہ سے حدیث عمار کو خاطر میں نہ لائے اور مرتے دم تک اپنے اسی قول پر ثابت قدم رہے مگر شکر ہے کہ اہل سنت نے دیگر مسائل متعدہ وغیرہ کی طرح اس مسئلہ میں حضرت کی تقلید نہیں کی اور ان کے برخلاف جنب فاقد الما کے لئے بالاتفاق تجویز تیمم کرتے ہیں ازالۃ الخفا میں ہے

ترك الفقهاء الاربعته قول عمر لانهم وجدوه مخالفاً له صح عن النبي من مسند عمران بن الحصين و ابى ذر و عمر و بن العاص وغيرهم امره للجنب بالتيمم اذالم تجدوا لماء يعني فقهاء الراية ابو حنيفة شافعي احمد بن حنبل و مالک نے قول عمر کو ترک کیا، اس لئے کہ اس کو مخالف پایا اس کے جو صحیح ہوا ہے پیغمبر خدا سے حدیث عمران بن حصین و ابو ذر و عمر و عاص وغیرہ سے کہ آپ نے جنب کو تیمم کر لینے کا حکم دیا جب کہ پانی نہ پائے۔ رکعات نماز میں شک: نیز آپ کو عدد رکعات میں شک کا حکم معلوم نہ تھا ازالۃ الخفا میں ہے کہ عمر نے صحابہ سے احکام شک رکعات دریافت کئے تو عبدالرحمن بن عوف نے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ دو اور تین رکعت میں شک کرے تو دو پر بنا رکھے اور تین چار میں شک ہو تو تین پر تاکہ زیادہ نماز بجلا یا ہو۔ فرمائیے جس کو شکایات نماز کے مسائل تک معلوم نہ ہوں تو وہ اور کیا جانے گا تعجب ہے کہ خلافت مآب عبد اللہ اپنے بیٹے کے حکم طلاق عورت کے نہ جاننے کو مانع استحقاق خلافت بتلاتے تھے لیکن اپنے لئے ایسی موٹی

شانی حضرت خطیب منبر سلونی سے سنے تو ایک چیخ ماری اور اپنا کتیج (چھوٹا زنار) توڑ کر پھینک دیا اور کلمہ شہادتیں زبان پر جاری کیا اور کہا گواہی دیتا ہوں کہ تم وحی رسول خدا ہو اور سزاوار ہو سب سے بلند رتبہ پانے کے اور کسی کو تم پر فوقیت نہیں پہنچتی حضرت اس کو اپنے ساتھ دولت سرا میں لے گئے اور معالم دین و معارف صدق و یقین تلقین فرمائے۔ صاحب تشیید علیہ الرحمہ نے کتاب زین الفتی احمد بن محمد بن علی عاصمی سے نقل کیا ہے کہ عمر خطاب کے پاس نصارائے بخران سے ایک اسقف باحسن و جمال و جاہ و جلال آیا انہوں نے اس کو دین اسلام کی طرف دعوت دی اور فضیلت اسلام اور خیر و برکت کے مسلمانوں کے واسطے بیان فرمائی۔ سوالات پادری نجران: پادری نے کہا اے عمر تمہارے قرآن میں لکھا ہے **جنة عرضها كعرض السماء والارض** جب جنت کا عرض زمین و آسمان کے عرض کی برابر ہو تو پھر دوزخ کی کہاں گنجائش رہی۔ خلیفہ صاحب کو جواب بن نہ آیا علی علیہ السلام تشریف رکھتے تھے فرمایا اے نصرانی تو بتلا کہ جب رات ہوتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے، اور دن کو رات کہاں رہتی ہے۔ اسقف حیران تھا کہ کیا جواب دے کہا یہ جوان مجیب کون ہے عمر نے کہا ابن عم و داماد رسول الثقلین پد رحسن و حسین علی بن ابی طالب ہیں اسقف نے کہا وہ قطعہ زمین کون ہے جس پر صرف ایک مرثبہ آفتاب چکا نہ اس سے پہلے کبھی چکا ہے نہ کبھی بعد کو چمکے گا حضرت نے فرمایا وہ دریائے نیل کا وہ قطعہ زمین ہے جہاں نبی اسرائیل کے لئے راستہ کھل گیا تھا پادری نے کہا راست ہے۔ آیا دنیا میں کوئی شے مثل میوہ ہائے جنت موجود ہے کہ ہر چند اس سے صرف کریں کم نہ ہو فرمایا ایسی شے کلام اللہ ہے کہ لوگ جتنا چاہتے ہیں فائدہ اٹھاتے ہیں مگر وہ بحال خود باقی ہے۔ کہا راست کہا تم نے پھر پوچھا آسمانوں کے قتل کیا ہیں اور ان کی کنجیاں کیا۔ آپ نے فرمایا شرک کرنا خدا میں ان کے قتل ہیں، اور اقرار وحدانیت خدا کلید ان قفلوں کی، کہ اس کے لئے عرش تک کہیں روک نہیں۔ عرض کی کہ اول خون کہ زمین پر گر اکون سا ہے فرمایا بقول تمہارے چمکاؤ کا خون ہے مگر صحیح یہ ہے کہ نفاس حوا ہے بوقت تولد ہائیل کے، اس نے کہا صدقت پھر عرض کی کہ ایک مسئلہ اور باقی ہے، فرمائیے حق تعالیٰ کہاں ہے عمر کو غصہ آیا مگر علی نے کہا میں جواب دوں گا اے اسقف ہم ایک روز رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک فرشتہ آپ کے پاس آیا پوچھا کہاں سے آتا ہے کہا ساتویں آسمان سے خداوند عالمیان کے پاس سے دوسرا فرشتہ پہنچا اس نے بیان کیا کہ طبقہ ہفتم زمین سے حضرت رب العالمین کے پاس سے علی ہذا تیسرا مشرق سے اور چوتھا مغرب سے آیا اور اظہار کیا کہ خدا تعالیٰ کے پاس سے آ رہے ہیں پس حق تعالیٰ یہاں وہاں بالائے عرش بریں وزیر زمین سب جگہ موجود ہے۔ خلیفہ ثانی کی روزمرہ واقع ہونے والے مسائل سے بھی عدم واقفیت۔ ہر چند جو کچھ اوپر مذکور ہوا اس سے ناظرین خلیفہ صاحب کی عام دینی

باتیں ہم کو اور بتائیے اول یہ کہ پیغمبر خدا کے بعد کتنے امام ہوں گے۔ دوسرے وہ حضرت کس بہشت میں ہوں گے۔ تیسرے پہلا پتھر کہ آسمان سے نازل ہوا کون سا ہے حضرت نے فرمایا اے یہودی بہ تحقیق کہ آنحضرتؐ کے بعد بارہ امام ہوں گے کہ ان کو کسی ظالم کا ظلم نقصان نہ پہنچا سکے گا اور نہ کسی مخالف کی مخالفت سے دل تنگ ہوں گے اور سید کائنات معہ ان بارہ اماموں کے جنت عدن میں ہوں گے اور سنگ اول کہ آسمان سے نازل ہوا تمہارے قول کے موافق صحرہ بیت المقدس ہے مگر درحقیقت حجر الاسود خانہ کعبہ ہے کہ جبرئیل اس کو آسمان سے لائے یہودی نے کہا قسم خدا کی میں نے کتاب ہارون علیہ السلام میں اسی طرح لکھا دیکھا ہے اب ایک بات اور باقی ہے کہ وصی خاتم الانبیا کی کتنی عمر ہوگی اپنی موت سے مرے گی یا کوئی ان کو قتل کرے گا حضرت نے فرمایا وصی پیغمبرؐ آخر الزماں میں ہوں میری عمر ترسیٹھ سال کی ہوگی اور تلوار کے دھم سے شہید ہوں گا میرا قاتل ناقہ صالح کے قاتل سے بدتر ہوگا یہودی یہ سن کر زار زار رونے لگا اور کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدؐ ارسل اللہ وانک وصی رسول اللہ بعد ازاں ایک ورق کاغذ جس پر بخط عبرانی لکھا ہوا تھا اپنی آستین سے نکال کر حضرت امیرؑ کو دیا آپ نے اس کو پڑھا اور اپنا اسم مبارک اس میں دیکھ کر گریاں ہوئے اور فرمایا الحمد للہ کہ میرا نام کتب و صحف ابراہیم میں ثبت ہے فراموش نہیں ہوا۔ حقیر مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث بخاری و ترمذی میں چند طریق سے روایت ہوئی ہے ایک روایت میں ہے کہ یہ یہودی سائل جو ان خوبصورت خوش لباس اولاد ہارون پیغمبرؐ سے تھا اور بدایتے بزرگان یثرب و عظماء یہود سے بگمان یہود مدینہ اس زمانہ کے تمام یہودیوں سے اعلم و دانا تھا۔ پس اس نے عمر سے کہا اے امیر المومنین تم اس امت میں سب سے زیادہ خدا و سنت رسول اللہ کے عالم ہو عمر نے جواب نہ دیا اور سر جھکا کر خاموش رہ گئے یہودی نے دوبارہ کہا میں تم ہی کو کہتا ہوں کہا کیا مدعا تیرا ہے کہا مجھ کو اپنے دین میں شک عارض ہوا ہے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں کہا تو اس جوان (امیر المومنین کی طرف اشارہ کیا) سے پوچھ یہودی نے وہی ان سے کہا کہ ایسا ہے تو تم کس لئے خلیفہ بنے ہو آپ نے حضرت کی مدح سرائی کی۔ یہودی نے حضرت امیرؑ سے کہا میں تین اور تین اور ایک سوال کرنا چاہتا ہوں آپ متبسم ہوئے اور فرمایا کیوں نہیں ایک مرتبہ کہتا کہ سات سوال رکھتا ہوں یہودی ہارونی نے کہا اول تین سوال کروں گا اگر ان کے جواب باصواب پائے تو تین اور کروں گا ورنہ جانوں گا کہ تمہارے درمیان کوئی عالم نہیں حضرت نے اس سے اقرار لیا کہ در صورت حق و صدق جواب پانے کے دین اسلام قبول کرے گا۔ بعد ازاں وہی سوال و جواب مذکور ہیں جو ابھی بروایت مناقب گزرے۔ سنگ اسود کی نسبت آپ نے یہی فرمایا کہ وہ بہشت سے آیا تو برف سے زیادہ سفید تھا بعد ازاں عصا و بدکاران بنی آدم کے اسلام سے سیاہ ہو گیا۔ آخر حدیث میں ہے کہ یہودی نے یہ جوابات

بندوں کو کافروں پر مظفر و منصور فرما اور حمار عشرار کو لعنت کرتا ہے اور شیاطین کی نظر کے سامنے ریگلتا ہے اور مینڈک کہتا ہے سبحان ربی المعبود یسبح فی بحج البحار پاک ہے میرا معبود جو گرداب ہائے بحار میں پیدا ہوا ہے یا تسبیح کردہ شدہ ہے۔ اور قبرہ (چنڈول) کہتا ہے خداوند لعنت کر دشمنان آل محمد کو۔ راوی کہتا ہے کہ یہود تین شخص تھے یہ جوابات سن کر رونے ان میں سے کلمہ شہادتین پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ تیسرے نے کہا یا علی ایک سوال اور ہے اس کو بتلا دو گے تو میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا فرمایا سوال کر جو کچھ کہنا چاہے، کہا وہ کون لوگ ہیں کہ تین سو نو برس تک موئے پڑے رہے پھر حق تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا ان کا قصہ بتلائیے کس طرح پر ہے، فرمایا وہ اصحاب کہف ہیں اور ان کا قصہ قرآن میں مذکور ہے تو کہے تو میں اسکو قرأت کروں یہودی نے کہا قرآن مجمل ہے آپ مفصل ان کا نام اور ان کے شہر بادشاہ کا اور کہتے اور پہاڑ اور غار کا نام بتلاویں اور تمام داستان اول سے آخر تک بیان کریں حضرت نے تمام قصہ مع جملہ اسامیہ احوال کے تقریر کیا اور وہ یہودی بھی مشرف باسلام ہوا۔ اس مقام پر دیکھنا چاہئے کہ کیسا معرکہ آرا تھا اگر حضرت حلال مشکلات یہ جواب شافی ان یہودیوں کو نہ دیتے تو دین اسلام کی سبکی تھی اور یہودیوں نے اقرار حقیقت اسلام اور نبوت خیر الانام کو جواب مسائل پر منحصر کیا تھا پس اگر یہ جواب ان کو نہ ملے تو وہ بعض اس کے اسلام لائیں اسلام پر ہنستے چلے جاتے۔ مناقب مرتضیٰ میں احسن الکبار سے نقل کیا ہے کہ ابو بکرؓ کے بعد عمرؓ کے لئے مسند حکومت آراستہ ہوئی تو علما یہود سے ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا تم میں کتاب خدا اور سنت مصطفیٰؐ کا سب سے زیادہ کون عالم ہے عمر نے علی مرتضیٰ کی طرف اشارہ کیا یہودی نے کہا اے خلیفہ جب کہ تم خود اقرار کرتے ہو کہ وہ اعلم ہیں تو تم باوجود ان کے لوگوں سے کیوں بیعت لیتے ہو آپ نے فرمایا کہ وہ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے پس یہودی امیر المومنین کی طرف رجوع ہوا اور کہا اچھا آپ بتلائیے کہ اول قطرہ خون جو زمین پر ٹپکا کون سا تھا۔ اور اول چشمہ کہ روئے زمین پر جاری ہوا کون سا۔ اور پہلا درخت کون سا زمین پر پیدا ہوا۔ حضرت نے فرمایا تمہارے عقیدت کے موافق پہلا خون ہائیل کا تھا جب کہ قابیل نے اسے قتل کیا۔ مگر یہ درست نہیں بلکہ پہلا خون حوا کا تھا کہ قبل ولادت شیت زمین پر گرا اور تمہارے عندیہ میں پہلا چشمہ بیت المقدس کا تھا ایسا نہیں بلکہ وہ چشمہ آب حیات ہے کہ خضر ذوالقرنین کے عہد میں اس پر پہنچے اور ماہی مردہ اس کے پانی سے زندہ ہوئی۔ اور موسیٰ و یوشع بن نون بھی اس چشمہ پر پہنچے ہیں اور تم کہتے ہو کہ پہلا درخت زیتون کا ہے کہ نوح نے اس کو کشتی میں رکھا یہ صحیح نہیں وہ درخت عجوة (ایک قسم کا خورما) ہے کہ آدم بہشت سے اپنے ساتھ لائے تھے اور ہر قسم کے اشجار اس سے بہم پہنچے۔ یہودی نے کہا قسم بخدا کہ جو کتاب میرے باپ ہارون نے موسیٰ کے بتانے سے لکھی ہے اس میں ایسا ہی لکھا ہے جیسا آپ نے ارشاد کیا۔ اب تین

چاہو۔ کہا آسمانوں کے قتل کیا ہیں اور ان کی کنجیاں کیا۔ اور وہ قبر کون سی ہے کہ اپنے صاحب کو لئے پھری ہے۔ اور وہ نبی کون تھا جس نے اپنی قوم کو انداز کیا اور ڈرایا حالاں کہ نہ نوع بشر سے تھا نہ جنات سے۔ اور خبر دو ہم کو ان پانچ جانداروں سے کہ روئے زمین پر رواں ہوئے اور سیر کی باوجود یکہ پشت پدر و رحم مادر سے متولد نہیں ہوئے تھے۔ اور تیز بولتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ اور مرغِ خانگی کیا کہتا ہے اور اسپ و حمار کیا آوازیں نکالتے ہیں۔ اور مینڈک اور چنڈول کیا کیا صداں لگاتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ عمر یہ سوالات سن کر سرنگوں ہو گئے اور کہا لا عیب لعمر اذا سئل عما لا یعلم ان تقول لا اعلم کہ عمر سے ایسی باتیں پوچھیں کہ وہ ان کو نہ جانتا ہو۔ اور کہے کہ میں نہیں جانتا تو یہ اس کے لئے کوئی عیب کی بات نہیں پس یہود اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ محمدؐ بنی نہ تھے اور دین اسلام باطل ہے اس وقت سلمان فارسی اٹھے اور کہا ذرا ٹھہرو اور دوڑے ہوئے علی علیہ السلام کی خدمت میں گئے اور کہا اے ابوالحسنؑ دین اسلام کی فریاد کو پہنچو فرمایا کیا بات ہے۔ سلمان نے تمام قصہ بیان کیا تو حضرت روئے رسولؐ خدا زیب تن کے خراماں خراماں تشریف لائے عمر نے یہودیوں کو طلب کیا اور جناب امیر نے فرمایا سوال کرو جس امر سے کہ چاہو بہ تحقیق کہ حضرت رسولؐ خدا نے ایک ہزار باب علم کے مجھے تعلیم کئے ہیں کہ ہر باب سے ہزار باب اور مجھ پر منکشف ہوتے ہیں پس یہود نے پوچھنا شروع کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا لیکن شرط یہ ہے کہ اگر میں نے تمہاری توریت کے موافق ٹھیک ٹھیک جواب دیئے تو تم کو دین اسلام قبول کرنا ہو گا یہود نے اقرار کیا پس وہ ایک ایک بات پوچھتے تھے اور حضرت اس کا جواب فرماتے تھے۔ قفلہائے آسمان کی نسبت آپؐ نے فرمایا کہ وہ شرکِ خدائے وحدۃ لا شریک لذہ ہے کہ مشرک کا کوئی عمل خیر اور پر نہیں جاتا اور کنجیاں اس کی شہادت و حدانیتِ خدا و رسالتِ محمدؐ مصطفیٰؐ ہیں یہ سن کر یہودی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ یہ جو ان راست کہتا ہے پھر آپؐ نے فرمایا کہ جو قبر اپنے صاحب کو لئے پھری وہ مچھلی ہے کہ یونس بن مٹی پیغمبرِ گونگل گئی تھی اور ان کے سمیت سات سمندروں میں پھری۔ اور رسولؐ جس نے اپنی قوم کو انداز کیا مورچہ سلیمان بن داؤد ہے کہ اس نے کہا یا ایہا النمل ادخلوا مساکنکم لایحطمنکم سلیمان و جنودہ وہم لایشعرون اے گروہ مورچگان اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہ مبادا سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تم کو پاؤں میں نہ کچل ڈالے۔ اور پانچ چیزیں کہ زمین پر رواں ہوئیں حالاں کہ ارحامِ مادران سے پیدا نہ ہوئیں تھیں ایک آدمؑ ہیں دوسری حواتیرے ناقہ صالحؑ چوتھے ذنبہ ابراہیمؑ پانچویں عصائے موسیٰؑ۔ اور دُراج کہتا ہے الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی کہ اللہ عرش پر مستوی ہے اور مرغِ پکارتا ہے اذکر اللہ یا غافلین غافلُو خدا کو یاد کرو اور گھوڑا جب مومن کا فر پر جہاد کو جاتے ہیں تو دعائے خیر کرتا ہے کہ خداوند اپنے مومن

الفرح کہتا ہے کہ عمر نے ابو بکر، سے کہا کہ تو بہ کر اس نے کہا تو اس لئے مجھ سے تو بہ کراتا ہوگا تاکہ آئندہ میری گواہی قبول نہ ہو کہا ہاں۔ ابو بکر نے کہا جب تک تو زندہ ہے میں کبھی دو شخصوں کے درمیان گواہ نہ ہوں گا پس جب اس کو گواہی کے لئے بلاتے وہ کہتا کسی اور کو اس کا رکے لئے طلب کرو بہ تحقیق کہ زیاد نے میری گواہی فاسد کر دی۔ حد لگ چکی تو مغیرہ نے کہا اللہ اکبر خدا کا شکر ہے کہ اس نے تم کو خوار کیا۔ عمر نے کہا خاموش رہ خوار وہ جگہ ہوئی جہاں کہ انہوں نے تجھ کو دیکھا ہے ابو الفرح کہتا ہے کہ اس کے بعد عمر حج کو گئے تو ام جلیل اور مغیرہ دونوں وہاں ان کو ملے کہا دئے ہو تجھ پر اے مغیرہ تو جان بوجھ کر میرے سامنے جاہل بنتا ہے قسم بخدا کہ میرا گمان نہیں کہ ابو بکر انے تجھ پر جھوٹ لگایا ہو میں جب تجھ کو دیکھتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسیں اور امیر المومنین علیہ السلام کہتے تھے کہ مجھ کو قدرت ہوگی تو مغیرہ کو سنگ باراں کراؤں گا۔ بعض مسائل جو یہود و نصاریٰ نے عہد خلیفہ ثانی میں پوچھے اور ان کے جوابات امیر المومنین کے سوا کسی سے ممکن نہ ہوئے: علامہ سبط ابن الجوزی نے کتاب تذکرہ خواص الامہ میں روایت کی ہے کہ ابن ہشیب نے یحییٰ بن سعید سے کہا تو جانتا ہے کہ عمر خطاب جو کہا کرتے تھے اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ مَعْضَلَةِ لَيْسَ لَهَا اَبُو الْحَسَنِ پناہ لے جاتا ہوں میں خدا کی طرف اس شدت و سختی سے کہ جس کے حل کرنے کو ابوالحسن موجود نہ ہوں۔ تو اس کا کیا سبب تھا۔ اس کا یہ باعث تھا کہ شاہ روم نے چند مسائل عمر سے دریافت کرائے تھے خلافت پناہ نے وہ مسئلے تمام صحابہ کو دکھلائے کوئی ان کا جواب نہ دے سکا علی علیہ السلام کے سامنے پیش کئے تو آپ نے بہت جلد تمام کے جواب لکھ دیئے۔ پھر سوال و جواب نقل کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ قیصر روم نے یہ جواب دیکھے تو کہا درست ہیں اور یہ کلام سوائے خاندان نبوت کے دوسری جگہ سے نہیں نکل سکتا۔ پھر دریافت کیا کس نے یہ جواب لکھے معلوم ہوا نبی کے ابن عم علی مرتضیٰ نے پس قیصر نے امیر المومنین کی خدمت میں نامہ لکھا۔ اما بعد مجھ کو تمہارے جوابات پہنچے معلوم ہوا کہ تم اہل بیت نبوت و معدن رسالت سے ہو۔ اور موصوف ہو ساتھ علم و شجاعت کے۔ سبحان اللہ کفار تک بھی جانتے تھے کہ علوم پوشیدہ مخصوص اہل بیت رسالت ہیں۔ اور امیر المومنین ان کے جاننے میں ممتاز ہیں، اور نہیں جانتے تو ہمارے سنی بھائی اس کو نہیں جانتے حضرات شیخین کو آنحضرتؐ سے افضل و اعلم بتلاتے ہیں اور خود حضرت عمر کے ارشاد **لَوْ لَا عَلِيٌّ لَهْلَكَ عَمْرُو اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْمَعْضَلَةِ الْخ** وغیرہ کو خیال میں نہیں لائے۔ ثعلبی نے قصص الانبیاء میں روایت کی ہے کہ عمر خطاب خلیفہ ہوئے تو چند نفر علما و اخبار یہود سے ان کے پاس آئے اور کہا اے عمر تم محمدؐ کے بعد ان کے خلیفہ و جانشین ہو ہم تم سے سوال کرتے ہیں اگر تم نے درست جواب دیئے تو جانیں گے کہ دین اسلام برحق ہے اور محمدؐ رسول خدا ہیں ورنہ اس کے برعکس جانیں گے۔ عمر نے کہا سوال کرو جو

کتاب آغانی میں کہتا ہے کہ اس وقت رنگ روئے عمر متغیر ہو گیا اور حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا ذہب ربیع
یا مغیرہ اے مغیرہ چوتھائی ایمان تیرا گیا اور ہلاک ہوا پس نافع گواہ دوم طلب ہوا اس نے کہا میری گواہی بھی مثل
ابوبکر کی گواہی کے ہے عمر نے کہا لاحتی تشهد انک رایتہ یلج فیہا ولوج المروء فی
المکحلۃ نہیں جب تک گواہی نہ دے کہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ سلائی کی طرح سرمہ دان میں اس کو داخل کرتا تھا
اس وقت تک کچھ فائدہ نہیں اس نے کہا میں یہی گواہی دیتا ہوں اور ایسا ہی میں نے دیکھا ہے کہ پرسو فار تک اس میں
داخل ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس سے اثر عظیم عمر میں ہوا امیر المومنین نے فرمایا ذہب نضفک کہ اے مغیرہ تیرا
نصف ایمان گیا گذرا۔ پس تیسرا گواہ آیا اور وہ ثعل بن مغبد تھا اس نے بھی ویسی ہی گواہی دی آپ نے فرمایا تین ربع
مغیرہ کے گئے۔ اور رنگ روئے عمر اس وقت ایسا ہو گیا گویا خاکستر اس پر ملا ہے گواہ چہارم زیاد بن ابیہ تھا کہ ہنوز داخل
مدینہ نہ ہوا تھا مغیرہ روتا تھا اور مہاجرین سے استغاثہ کرتا تھا کہ اس کی سفارش کریں اور ازواج رسول اللہ کے پاس جا کر
آہ و زاری و نالہ و بے قراری کرتا کہ اس اثنا میں زیاد بھی آ گیا عمر نے دوبارہ مجلس آراستہ کی تو دیکھا کہ وہ جوان مغرور
ہے ہاتھوں کو ہلاتا چلا آ رہا ہے عمر نے اس کو دیکھ کر کہا اری رجلا لا یجزی اللہ علی لسانہ رجلا من
المہاجرین کہ میں ایک مرد کو دیکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس کی زبان سے ایک مرد کو مہاجرین سے رسوا نہ کرے گا یہ
اس کو سمجھانا اور سکھانا تھا پاس آیا تو ڈرانے اور دھمکانے کی غرض سے چیخ مار کر کہا ما عندک یا سلح العقاب کہ
اے بچہ عقاب تو کس امر کی گواہی دیتا ہے عبدالکریم یکے از راویان حدیث کہتا ہے کہ ابو عثمان ہندی مجھ سے یہ حدیث
نقل کرتا تھا جب اس مقام پر پہنچا تو عمر کی چیخ کی نقل و حکایت میں اس نے ایک نعرہ مارا جس کو سن کر قریب تھا کہ میں غش
کھا کر گر پڑتا۔ غرض اسی نرمی و گرمی کا یہ اثر ہوا کہ زیاد اپنی گواہی کو اس طرح سوئی کے ناکے سے نہ نکال سکا جیسا پہلوں
نے نکالا تھا۔ یعنی میل و مکملہ والی مثال پر پہنچ کر اس کے پاؤں ڈگمگائے۔ ابو الفرج کہتا ہے کہ بہت سے راویوں نے
روایت کی ہے کہ زیاد نے کہا میں نے مغیرہ کو دیکھا کہ ام جمیل کے پاؤں اٹھائے ہے اور اس کے خیمے اس کی رانوں کے
درمیان ترد کرتے ہیں اور صدائے بلند و انفاس تند میں نے سنی عمر نے کہا تو نے یہ بھی دیکھا ہے کہ اس طرح اس میں
ڈالتا اور نکالتا ہے جیسے کہ سلائی سرمہ دان میں ڈالتے اور نکالتے ہیں۔ کہا نہیں عمر نے فرط سرور میں صدائے تکبیر بلند کی
اور کہا اٹھ مغیرہ اور ان گواہوں کو حد قذف یعنی اسی کوڑے لگا۔ راوی کہتا ہے کہ عمر کو زیاد کا قول اور مغیرہ سے حد کا دفع
ہونا بہت ہی خوش معلوم ہوا مگر ابوبکر انے حد لگنے کے بعد کہا گواہی دیتا ہوں کہ مغیرہ نے زنا کیا ہے عمر نے چاہا کہ دوبارہ
اس کو حد لگوائے امیر المومنین مانع آئے اور کہا اگر تو پھر اس کو حد لگائے گا تو میں مغیرہ کو سنگسار کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ ابو

شور مچانے کی پروا نہیں کی، عمر کا ہر ایک فعل سے دار ہوتا تھا وہ شہوت جرم مغیرہ ہی میں سدراہ ہوئے اور گواہوں کو ذرا دھمکا سکھا و سمجھا کر تکمیل شہادت زنا نہ ہونے دی۔ لکھا ہے کہ یہ مغیرہ زمانہ جاہلیت میں انتہا درجہ کازانی تھا اسلام میں داخل ہوا تو چار ناچار دین کے قیود میں جکڑا گیا تاہم اس میں اس خصلت زبوں کا بقیہ رہ گیا تھا جو حکومت بصرہ کے دنوں میں اس سے ظاہر ہوا ابن ابی الحدید نے اقرار کیا ہے کہ وہ دور جاہلیت کا ایک مشہور زنا کار تھا اور اپنے اصحاب اہل بغداد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا جس کا اسلام یہ ہو کہ بخوف و مصلحتہ مسلمان ہو، اور خاتمہ یہ کہ منبروں پر چڑھ کر امیر المومنین علی کی سب کرے اور مرتے دم تک اس بدکاری سے باز نہ آئے اور وسط عمر میں مشغول زنا رہے اور خواہشات شکم و فرج کے پورا کرنے اور فساق و فجار کی اعانت میں مصروف ہو اور نافرمانی خدا میں عمر بسر کرے، ہم ایسے شخص کو کس لئے دوست رکھیں، اور کیوں اس کافق و فجور جہان پر ظاہر نہ کریں۔ غرض مغیرہ عامل عمر ہو کر بصرہ میں گیا تو وہاں ایک عورت مسماۃ اقطار سے کہ بنی ہلال سے تھی اور ام جمیل کنیت کرتی تھی اس کی آشنائی ہو گئی وہ خفیہ اس کے مکان پر جاتا اہل بصرہ کو یہ حال معلوم ہوا تو ان کو سخت ناگوار ہوا طبری کہتا ہے کہ مغیرہ و ابوبکر کے مکان پاس پاس تھے صرف ایک راستہ درمیان تھا دونوں مکانوں میں ایک کھڑکی مقابل یک دیگر واقعہ تھی ایک روز ابوبکر اپنے مکان میں بیٹھا اپنے اصحاب سے باتیں کر رہا تھا کہ ہواسے کوڑ کھڑکی کا کھل گیا اور وہ اس کے بند کرنے کو اٹھا تو اس کی نظر مقابل کی کھڑکی پر کہ اس کے کوڑ بھی ہواسے کھل گئے تھے جا پڑی کیا دیکھتا ہے کہ مغیرہ ام جمیل پر چڑھا ہوا اس سے زنا کر رہا ہے آہستہ سے اپنے سب اصحاب کو بلایا کہ دیکھو سب نے دونوں کو اس حال میں دیکھا فارغ ہو کر اٹھی تو پہچانا کہ ام جمیل ہے پس مغیرہ نے مسجد میں جا کر چاہا کہ بدستور نماز پڑھائے ابوبکر نے منع کیا کہ ہم تیرے ساتھ نہ پڑھیں گے اور یہ تمام حال عمر کو لکھ بھیجا خلافت پناہ نے ابو موسیٰ اشعری کو اس کی جگہ بھیج کر مغیرہ کو معہ شہود کے مدینہ بلوایا۔ واقدی کہتا ہے کہ مغیرہ روانہ مدینہ ہوا تو اس نے راہ میں ایک عورت کے ساتھ بنی مرہ سے جماع کیا۔ عمر کے سامنے گیا تو اس نے کہا **انک لفارغ القلب شدید الشبق طول العزمول** یعنی تو بہت بے پرواہ ہے اور شہوت جماع از حد رکھتا ہے اور عزمول تیرا دراز ہے۔ پس مجلس قضا مرتب ہوئی تو پہلے ابوبکر اپیش ہوا خلافت پناہ نے اس سے پوچھا کیا گواہی دیتا ہے۔ کہا میں نے مغیرہ کو اس کے دورانوں کی درمیان دیکھا ہے۔ گویا دیکھ رہا ہوں کہ چیچک کے داغ عورت کی ران پر نمایاں ہیں مغیرہ نے کہا نظر دقیق و لطیف کی تو نے۔ ابوبکر نے کہا ہاں۔ تیری نصیحت و رسوائی کا پورا ثبوت دوں گا عمر نے کہا لا واللہ جب تک کہ گواہی نہ دے کہ مثل سلانی کے سرمہ دانی میں داخل ہوتے اور نکلتے دیکھا ہے تب تک شہادت پوری نہ ہوگی ابوبکر نے کہا میں نے ایسا ہی دیکھا ہے اور اسی پر شہادت دیتا ہوں۔ ابو الفرح اصفہانی

وہاں لکھ کر اجازت منگالوں پس عمرو عاص نے حقیقت حال مدینہ کو لکھی حضرت فاروق نے جواب میں لکھا کہ جو کچھ تو نے کتابوں کے بارے میں کہ اس ملک کے بادشاہوں کے خزانے میں تھیں لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو جمع کر کے تمام کو جلا دے اس لئے کہ اگر جو کچھ ان میں لکھا ہے قرآن کے موافق ہے تو قرآن اس کے لئے کافی ہے اور ان کی احتیاج نہیں اور جو ان کا مضمون خلاف قرآن ہے تو ان کا جلا دینا واجب ہے امیر المومنین علیؑ نے یہ سنا تو عمر کو منع کیا اور کہا کہ ان کا مضمون قرآن کے مطابق ہے الا قرآن مجمل ہے اور ہر شخص ان مضامین کو اس سے استنباط نہیں کر سکتا اور بالفرض قرآن کے خلاف بھی ہوں تب بھی ان کا جلا نا روانہ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ شرائع و لواہیں سابقہ پر مشتمل ہوں اور پہلی شریعتوں کا جلا نا کسی صورت میں جائز نہیں مگر فاروق پر اس سے ذرا اثر نہ ہوا۔ ادھر عمر عاص کو عمر کا فرمان پہنچا تو اس نے مصر اور اس کے گرد و نواح سے تمام کتابیں جمع کرا کر اس ملک کے حماموں پر تقسیم کر دیں کہ بجائے گھاس پھونس کے جلا کر ان سے پانی گرم کریں یہ درخواست کر کے بہت پشیمان ہوا مگر کچھ فائدہ نہ تھا۔ حقیر مترجم کہتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب کو کتب عقل و حکمت کے ساتھ کچھ خاص عداوت تھی وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ان کو دیکھے یا ان کا وجود روئے زمین پر رہے۔ روضۃ الاحباب میں ایک اور قصہ اسی قسم کا لکھا ہے کہ ایک شخص نے عمر سے کہا کہ مدائن فتح ہوا تو ہم کو وہاں سے ایک کتاب ہاتھ آئی جس میں بہت سی خوب مرغوب باتیں کہ باعث طمأنینہ قلب ہوں درج تھیں، آپ نے کہا وہ باتیں کتاب اللہ سے مستند تھیں کہا نہیں تو خلافت مآب نے اس شخص کی درہ سے خبر لی کہ کس لئے اس کتاب کو دیکھا پھر کچھ آیتیں فضیلت قرآن میں پڑھیں گویا وہ قرآن کا منکر تھا۔ بعد ازاں فرمایا کہ پہلی امتیں کتب حکما کو دیکھ کر اور اسقفوں کی باتیں سن کر ہلاک ہوئیں، اور احکام تورات و انجیل کو چھوڑ بیٹھیں۔ ہم کہتے ہیں کہ احکام تورات و انجیل کو چھوڑ انہیں بلکہ ان میں تحریف و تبدیل کی، سو یہ ان کی اپنی نفسانی شرارت و خیانت تھی یا شیطانی وساوس کتب حکمت کا اس میں کیا تصور حکمت بموجب آیہ وانی ہدایہ مَنْ يُؤْتَى الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا بموجب خیر و برکت ہے اور ہرگز کتب آسمانی کے خلاف نہیں بلکہ ان پر متفرع اور ان کے اجمال کی تفصیل ہے جیسا کہ حضرت باب مدینہ علم نبیؐ نے ارشاد کیا پس مسلمانوں کو چاہئے کہ مضامین حکمیہ کو کتاب اللہ سے مطابقت بخشیں نہ کہ سرے سے اس کو چھوڑ بیٹھیں اور ڈریں کہ ان کتابوں کو دیکھیں گے تو عقائد مختل ہو جائیں گے ایسا کہنا بودے پن کی دلیل ہے۔ دفع حدیثنا از مغیرہ بن شعبہ: اگر خلیفہ اول نے خالد ولید کی خاص رعایت کر کے حدیثنا وغیرہ اس پر جاری نہیں کی تو خلیفہ ثانی نے بھی اپنے عہد حکومت میں یہ رعایت مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ استعمال کی ہے۔ تفاوت اتنا ہے کہ ابو بکرؓ نے صاف کہہ دیا تھا کہ خالد ہمارے کام کا آدمی ہے ہم اسے قتل نہیں کریں گے اور عمرؓ وغیرہ کے

میں ایک کلمہ الصلوٰۃ خیر من النوم محل المعنی اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ بھلا خواب صبح میں کون سی دینی خوبی تھی کہ نماز کو اس سے خوب تر کہا اور صرف خواب صبح سے بہتر ہوئی تو یہ کیا اس کی مدح و منقبت ٹھہری۔ غرض ایسی ہی نو ایجاد باتیں (بدعتیں) ہیں جن کی طرف اشارہ کر کے حضرت امیر مکرر فرماتے تھے **لَوْ قَدْ اسْتَوَتْ قَدَمَاۤی فِی ہٰذِہِ الْمَدَاحِضِ لَغَیْرَ اَشْیَآءٍ** کہ اگر میرے دو قدم ان لغزش گاہوں میں قرار پکڑتے تو میں بہت سی باتوں کو بدل ڈالتا۔ کتب خانہ مصر: ایک اور عظیم نادانی کا کام جو خلافت پناہ سے حضرت نفس رسول صلوات اللہ علیہ کے برخلاف سرزد ہوا یہ تھا کہ آپ نے اسکندریہ مصر کا بہت بڑا کتب خانہ کہ علوم قدیم کا بے بہا ذخیرہ تھا ایک لخت جلوادیا۔ اس زمانہ میں کہ ملک فرنگستان میں حکمت و فلسفہ کا چرچا کمال کو پہنچا تو نصاریٰ وہاں کے باشندے اس کتب خانہ کو یاد کر کے اس کے تلف ہو جانے پر اندوہ و ملال کرتے ہیں اور خلفیہ صاحب کی اس حرکت پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ عقل و علم سے کورے تھے نہیں تو کتابوں کو کیوں جلواتے۔ ہمارے سنی بھائی خصوصاً نیچری جب ان کے مقابلے میں عمر کے اس فعل کی کوئی توجیہ و تاویل نہیں کر سکے تو اصل قصے سے انکار کرنے لگے ہیں مگر ان کا یہ انکار کسی نادان کے آگے چل سکتا تھا فرنگیوں کے پاس مسلمانوں کی تاریخیں اس قدر ہیں کہ شاید خود مسلمانوں کے پاس بھی نہ ہوں گی۔ اس قصے سے انکار کرنے والے اس کو ان کتب سے کیوں کر نکال دیں گے۔ صاحب تاریخ الفی نے کتاب طبقات الامام قاضی ساعد اندلسی سے نقل کیا ہے کہ عمر کے زمانہ میں ملک مصر عمرو عاص کے ہاتھ پر فتح ہوا تو مشہور حکیم یحییٰ نام کہ زمانہ نصرانیت میں عمر ماطیغوس کے نام سے معروف تھا۔ عمرو عاص کے پاس آیا۔ عمرو نے اس کی بہت آؤ بھگت کی اور اس کی صحبت سے محظوظ ہوتا تھا پس یحییٰ کا مرتبہ عمرو عاص کے نزدیک دن بدن بڑھنے اور بلند ہونے لگا اس لئے کہ وہ باوصف حکیم متبحر ہونے کے خوش صحبت اور ادب داں بھی تھا چوں کہ عرب میں حکیم کم ہوتے تھے اس کی حکمت آمیز باتوں پر فریفتہ ہو گیا پس اس کے نزدیک اس کا تقرب راسخ اور اس کی صحبت مستحکم ہو گئی تو ایک روز اس نے بڑے بھروسے سے کہا اے امیر مصر و اسکندریہ کے نفائس، غنائم، سونا، چاندی، جواہرات وغیرہ پر تم قابض ہوئے مجھ کو اس میں ذرا طمع نہیں ایک چیز باقی ہے کہ تمہارے کام کی نہیں نہ تمہاری سپاہ کی نظر میں کچھ قدر قیمت رکھتی ہے اور ہم اس کے حاجت مند ہیں اگر اس کو ہمارے لئے چھوڑ دو تو کمال عنایت ہے عمرو عاص نے کہا وہ کیا چیز ہے یحییٰ نے کہا وہ حکمت کی کتابیں ہیں کہ یہاں کے بادشاہوں کے خزانے میں جمع تھیں از بسکہ وہ علوم حکمیہ کے پڑھنے پڑھانے اور شائع کرنے اور پھیلانے میں خاص اہتمام رکھتے تھے ان کی بہت نگہداشت کرتے تھے۔ عمرو عاص نے کہا ہر چند یہ کتابیں ہمارے کار آمد نہیں۔ الا امیر المومنین عمر خطاب سے اجازت حاصل کئے بغیر میں تجھ کو ان میں تصرف کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا اتنا صبر کر کہ

زیادہ واضح و صریح معاندہ رسول خدا کے ساتھ اور کیا ہوگا کہ آنحضرتؐ کی سنت کو دیدہ و دانستہ برطرف کر کے بدعت کفر و جاہلیت کا احیا کیا جائے۔ از انجملہ یہ کہ چون کہ حضرت رسول خدا و امیر المومنینؑ کو کہتے سنا تھا کہ ہمارے دوست و انصار اہل عجم سے ہوں گے اس لئے ان سے عداوت رکھتے تھے حتیٰ کہ احکام اسلام ان پر جاری نہ ہونے دیتے تھے امر کیا تھا کہ قریش عرب و عجم سے دختر لیں اور عرب عجم سے لیں، مگر قریش عرب و عجم سے کسی کو بیٹی نہ دیں اور عرب عجم کو نہ دیں حالاں کہ بموجب ارشاد نبوی تمام مسلمان ایک دوسرے کے کفو ہیں اور صاحب جامع الاصول نے موطا مالک سے نقل کیا ہے کہ عمر نے منع کیا تھا کہ عرب کی میراث عجم کو نہ دی جائے الا اس عجم کو جو عرب میں پیدا ہوا ہو یہ بلا تشبیہ ایسی ہی صورت ہے جیسی کہ آج کل انگریزوں نے فاتح و مفتوح کا فرق کر کے یورپ زادہ کے ہندوستانیوں کے مقابلہ میں کچھ خاص خاص حقوق مقرر کر رکھے ہیں اور یہ ہدایات اخوت اسلام کے اور احکام میراث کے جو قرآن میں نازل ہوئے برخلاف ہیں از انجملہ تقسیم فرائض میں عول کا اختراع کرنا یعنی ترکے کو حسب زیادتی سہام بڑھا کر تمام ورثا کو نقصان پہنچانا، باوجودیکہ بموجب شرع نقصان صرف بنات و اخوت وغیرہ پر پڑتا ہے۔ جس کے دو سہم فرائض میں مقرر نہیں مثلاً کوئی عورت مرے اور شوہر و مادر و خواہر تین غرض وارث چھوڑے تو شوہر اپنا مفروض حصہ شوہری ایک نصف لے گا اور مادر کو ایک ثلث بلا کم و کاست پہنچے گا کی خواہر پر ہوگی کہ ان کو بجائے نصف کے بقیہ ترکہ یعنی چھٹا حصہ اصل کا ملے گا کیوں کہ شوہر کے نہ ہونے میں زیادتی تھی اسی کو ملتی کہ دو ثلث پاتی یہی ہے مذہب علما امامیہ کا۔ اس مسئلہ میں مگر حضرت خلیفہ ثانی نے زید بن ثابت وغیرہ اپنے مشیروں کے مشورہ سے عول ایجاد کیا۔ مثلاً صورت مذکورہ میں بجائے اس کے کہ چھ سے تقسیم کریں آٹھ سہم کر کے نصف چھ کا یعنی تین سہم شوہر کو اور ثلث اس کا یعنی دو سہم مادر کو اور باقی کے تین سہم رہے ان کو نصف سمجھ کر خواہر کو دے دیئے گویا اپنے نزدیک ایک شے میں سے دو نصف اور ایک ثلث نکال دیا۔ کنز العمال میں ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ اس تقسیم کے اس قدر خلاف تھے کہ اس کے قائلوں کے ساتھ مباہلہ کرنے کو تیار تھے اور کہتے تھے کہ خدائے کریم کہ بیابانِ عالج کے ریگ کی تعداد جانتا ہے کیوں کر ہو سکتا ہے کہ وہ اتنی بات کو نہ جانے کہ ایک شے میں سے نصف اور نصف اور ثلث نہیں نکل سکتے جب دو نصف نکل گئے تو پھر ثلث کہاں رہا۔ علی ہذا نماز جنازہ میں خلافت مآب نے پانچ تکبیر سے ایک کم کر کے چار مقرر کی تاریخ الخلاف میں ہے **وہو اول من جمع الناس فی صلوٰۃ الجنائز علی اربع تکبیرات** کہ عمر پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو نماز جنازے میں چار تکبیروں پر جمع کیا۔ اسی طرح فصول اذان میں آپؐ نے یہ کتر بیوت کی کہ ایک فصل **حی علی خیر العمل** یہ کہہ کر نکال دی کہ لوگ نماز کو خیر عمل جانیں گے تو جہاد کو چھوڑ بیٹھیں گے اور بجائے اس کے اذان صبح

کیفیت سنئے جن سے پوچھ کر خلیفہ صاحب بقول خود تمام کاروبار کرتے تھے اسی کنز العمال میں ہے۔ **عن علی ان شاء اعتق الرجل ام ولده وجعل عتقها مهرها** کہ اگر کوئی مرد چاہے کہ اولاد والی کنیز کو آزاد کر کے اس کی آزادی کو اس کا مہر قرار دے تو ایسا کر سکتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت کے نزدیک ام ولد از خود آزاد نہیں ہو جاتی تھی۔ نیز کنز العمال میں حکم بن عیینہ سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ علی علیہ السلام نے ام ولد کے مقدمہ میں عمر خطاب سے مخالفت کی کہ وہ مجھ دیکھنے کے آزاد نہیں ہوتی اور ”شاہ عبدالعزیز باب امامت تحفہ میں کہتے ہیں کہ علی در زمانہ خلیفہ ثانی و خلیفہ ثالث در مقدمہ بیع امہات اولاد و حج تمتع و دیگر مسائل مناظرہ فرمودہ و از جانبین نوبت بعث و خشونت رسیدہ“ اتھی۔ بلکہ کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے امیر المومنین کے دیگر بزرگان اصحاب مثل ابو بکر ابن عباس و ابن مسعود و زید بن ثابت و عبداللہ زبیر وغیرہ کا یہی مذہب تھا کہ بیع امہات اولاد پر مثل دیگر کنیزوں کے فتویٰ دیتے تھے۔ مگر عمر کسی کی نہیں سنتے تھے اور انہوں نے اس مسئلہ میں ایسا غلو کیا تھا کہ جو ایسی کنیزیں فروخت ہو کر دور کے شہروں میں چلی گئی تھیں ان کو واپس منگایا اور ان کی قیمتیں ان کے مالکوں سے واپس دلوائیں۔ از انجملہ: حرم کعبہ کے اندر خلافت پناہ نے یہ تصرف کیا کہ مقام ابراہیم کو اس کے مقام سے اٹھوا کر وہاں رکھوا دیا جہاں کہ ایام جاہلیت میں رکھا تھا مقام مذکور ایک سنگ بزرگ ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم خلیل نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا ہے وہ سنگ اس وقت آنحضرت کے اعجاز سے بقدر ضرورت پست و بلند ہو جاتا تھا چنانچہ اس میں پائے مبارک ابراہیم کے نشان اب تک موجود ہیں اور اس کے نزدیک کھڑے ہو کر نماز بجالانا ارکان حج میں داخل ہے۔ چوں کہ تعمیر کعبہ میں یہ پتھر پہاڑ کا کام دیتا تھا اس لئے ظاہر ہے کہ اس کا اصلی مقام دیوار کعبہ کے قریب تھا لیکن کفار قریش نے ایام جاہلیت میں براہ جہالت وہاں سے اٹھا کر فاصلہ سے رکھ دیا تھا حضرت رسول خدا نے مکہ فتح کیا تو اس کو پھر اس کی اصلی جگہ رکھوا یا چنانچہ عمر کے زمانہ تک وہیں تھا آپ نے سنت کفر کو پھر تازہ کیا اور مقام ابراہیم کو اسی مقام پر رکھوا دیا جہاں مشرکوں نے رکھ چھوڑا تھا سنی حضرات فخر یہ اس کا ذکر کرتے ہیں۔ تاریخ الخلفاء میں اس کو بھی اولیات عمر میں شمار کیا ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ حق الیقین میں کہتے ہیں کہ عمر سال اول خلافت حج کو گئے تو پوچھا کہ جاہلیت میں یہ مقام کہاں رکھا تھا۔ ایک منافق نے کہا میں نے تم سے اس کا اندازہ لگا رکھا ہے اور وہ تمہ میرے پاس موجود ہے عمر نے اس کو منگایا اور خود ناپ تول کر فاصلہ ٹھیک کیا اور مقام کو عین اس جگہ رکھوا یا جہاں سے رسول اللہ نے اٹھوا یا تھا چنانچہ اب تک اسی جگہ پر ہے اور وہیں رہے گا جب تک کہ حضرت صاحب العصر علیہ السلام پھر اس کو اصلی جگہ پر نہ پہنچائیں بعد ازاں صاحب کشف اور ابن ابی الحدید کی عبارتیں اس کے شہادت میں نقل کر کے کہتے ہیں کہ اس سے

موجب حرمت نہ ہوگا بن سوچے سمجھے دیا تھا کہ حضرت کو اس میں صلاح کی ضرورت ہوئی بالجملہ بہت لوگوں نے عمر کی اس سیدہ زوری کو نہیں مانا اور وہ ویسے ہی حکم شرع پر قائم رہے کہ ان سے تین طلاق کو طلاق واحد گنتے تھے ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں کہتے ہیں کہ علی و عبد اللہ مسعود و عبد الرحمن عوف و زبیر کا یہی مذہب تھا اور مشائخ قرطبہ مثل محمد بن تقی بن مخلد و محمد بن عبد السلام حسی وغیرہ اس پر فتویٰ دیتے تھے اور ابن منذر نے اصحاب ابن عباس عطلو طاؤس و عمر بن دینار سے اسے نقل کیا ہے اور احمد بن حنبل نے تصریح کی ہے کہ محمد بن اسحاق کا یہ مذہب تھا اور طاؤس و عکرمہ اس کے قائل تھے۔ اور لکھا ہے کہ ابن عباس اس مذہب پر حدیث ابو رکانہ سے سند لاتے تھے کہ اس نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دیئے تھے اور ملول تھا کہ مبادا زوجہ سے ہاتھ دھوئے حضرت رسول خدا نے اس سے پوچھا کہ تو نے کس طرح طلاق دیئے آیا مجلس واحد میں تو نہیں دیئے کہا ہاں یا رسول اللہ مجلس واحد ہی میں دیئے ہیں فرمایا تو یہ ایک طلاق ہوا اگر تو چاہے تو اپنی زوجہ کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ از انجملہ خلاف پناہ نے ایک اور اصلاح شرع میں یہ کہ حکم دیا جو کنیز اپنے آقا سے بچہ جنے وہ کنیز، کنیز نہ رہے، آزاد ہو جائے، بلکہ اگر حاملہ ہو اور وہ حمل گر بھی جائے تب بھی مالک اس کو فروخت نہیں کر سکتا، یہ حکم بموجب روایات کثیرہ سنیہ شارع مقدس کے خلاف تھا، اور نیز حضرت ابوبکر کے بھی، جن کے زمانہ میں کنیز ان ذات الوالد برابر فروخت ہوتی تھیں بلکہ حضرت عمر کے ابتدائی عہد میں بھی یہ عمل جاری رہا۔ کنز العمال میں زید بن وہب سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا بائیع عسمر امہات الاولاد ثم رجع کہ عمر اول اول بیع ام ولد کے قائل تھے، بعد ازاں انہوں نے اس مسئلہ سے رجوع کیا، مشکوٰۃ میں سنن داؤد سے نقل کیا ہے کہ جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے تھے کہ ہم، رسول اللہ اور ابوبکر، دونوں کے زمانہ میں کنیز ان ذات الوالد کو فروخت کرتے تھے حتیٰ کہ عمر نے اپنے عہد خلافت میں اس سے منع کیا پس باز رہے۔ تاریخ الخلفاء میں اولیات (بدعات) عمر میں لکھتے ہیں واول من منع عن بیع امہات الاولاد کہ وہ یعنی حضرت عمر پہلے ہیں جنہوں نے بچے والی لونڈیوں کے بیچنے سے ممانعت کی پس کیا یہ ترمیم شریعت بھی آپ نے حضرت امیر کے اذن و اجازت سے فرمائی تھی؟ نیز کنز العمال میں ہے کہ عبد اللہ بن فارط نے چار ہزار درہم کو ایک لونڈی خریدی، جو اپنے مالک سے حاملہ تھی۔ اس کا حمل ساقط ہوا تو عمر نے ابن فارط کو کہ آپ کے دوستوں میں سے تھا اس کے خریدنے پر بہت سرزنش کیا اور کنیز بیچنے والے مالک کی تازیانہ سے خبر لی۔ کہ کس لئے تم ان کو بیچتے ہو اور ان کی قیمتیں کھاتے ہو جب کہ تمہارے گوشت و خون ان کے گوشت و خون کے ساتھ مل چکے ہیں۔ سبحان اللہ یہ نکتہ خدا و رسول پر پوشیدہ تھا۔ اور وہ نہ جانتے تھے کہ جب گوشت و خون شامل ہو گیا تو پھر بیچنا سزاوار نہیں کہ بیع امہات اولاد سے قطعاً ممانعت نہ فرمائی۔ اب حضرت امیر علیہ السلام کی

اس حدیث کے بدعت تراویح کا راستہ بھی مع اس کے عاملوں کے جہنم کی طرف ہوگا۔ طرفہ یہ کہ حضرات اہل سنت خود نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ ثانی نے یہ نماز آپ نہیں پڑھی صرف اوروں ہی کو اس کے بجالانے کا حکم دیا ہے اس پر ان کو اس بلا کا اہتمام ہے اگر خود تکلیف مسجد میں آنے اور جماعت کرانے کی گوارا فرماتے تو نہ معلوم یہ لوگ کیا کچھ کرتے۔ ملا علی قاری شرح مؤطا میں حدیث مذکور کے فقرہ ثم خرج لیلة اخرى والناس یصلون بصلواتہم قارئہم کہ عمر دوسری شب مسجد میں آئے تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری (امام) کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ کی شرح میں لکھتا ہے وهو صریح فی ان عمر کان لا یصلی بہم لانہ کان بری ان الصلوۃ فی بیتہ ولا سیما فی اخر اللیل افضل کہ اس سے صریح ظاہر ہے کہ عمر خود ان لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے کیوں کہ ان کے نزدیک نماز کو گھر میں پڑھنا خاص کر آخر شب میں بجا لانا افضل تھا۔ بہر کیف حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے عہد خلافت میں اس بدعت کے مٹانے میں بہت سعی کی مگر کارگر نہ ہوئی اور بدعت تراویح بدستور جاری رہی چنانچہ جلد (حالات خلافت ظاہری) میں اس کا ذکر گزرا۔ منجملہ اس کے خلافت پناہ نے حکم طلاق میں خدا و رسول کے خلاف عظیم تبدیلی اپنی طرف سے کی تفصیل اس کی یہ ہے کہ طلاق بموجب آیہ وانی ہدایہ الطلاق مرتان دو مرتبہ ہے یعنی دو مرتبہ ایک طلاق کے بعد رجوع ہو سکتا ہے ہاں تیسری طلاق پر عورت مرد طلاق دہندہ پر حرام ہو جاتی ہے اور پھر حلال نہیں ہوتی حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ تا انیکہ وہ کسی اور مرد سے نکاح کرے یعنی نکاح کر کے جب تک طلاق وغیرہ سے اس سے جدا نہ ہو تب تک شوہر اول پر حلال نہ ہوگی۔ حضرت خلیفہ ثانی نے دو مرتبہ تک جواز رجوع کی سہولت کو مسلمانوں سے اٹھا کر صرف تین طلاق زبان سے کہہ لینے کو تین مرتبہ جدا جدا طلاق دینے کے قائم مقام گردانا گو وہ تینوں ایک ہی مجلس میں دیئے ہوں اور گو ایک ہی مرتبہ لفظ تین طلاق زبان سے کہا ہو پس اس پر حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ کا حکم عائد کر کے مرد طلاق دہندہ پر اس کی زوجہ کو حرام گردانا۔ صحیح مسلم و سنن ابوداؤد وغیرہ صحاح اہل سنت میں مروی ہے کہ زمانہ رسول خدا ابو بکر و دو سال اول خلافت عمر تک یہ قاعدہ تھا کہ تین طلاق کو ایک گنتے تھے پس جو شخص تین طلاق بغیر درمیان میں رجوع کرنے کے دیتا وہ ایک ہی طلاق اعتبار ہوتا۔ مگر عمر نے کہا ان الناس استعجلوا فی امر کانت لہم فیہ اناة فلوامضینا علیہم کہ لوگ جلدی کرتے ہیں اس امر میں کہ ان کے لئے درنگ و توقف تھا پس بہتر ہے کہ ہم اس کو ان پر جاری کریں یعنی ان کے تین طلاق کو ہر چند کہ مجلس واحد میں ہوں تین شمار کر کے ان کی ازواج کو ان پر حرام کریں فامضاه پس انہوں نے اس حکم کو جاری کر دیا کہ خدا و رسول نے یہ حکم کہ جب تک دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع ہو تب تک تیسرا طلاق

ہے۔ تاریخ الخلفاء میں ہے **وہو اول من حرم الممتعہ** کہ عمرؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے متعہ حرام کیا پس کیا انہوں نے یہ مخالفت رسول اللہ بھی امیر المومنین کی اجازت سے اور ان سے پوچھ کر کی تھی۔ صحیح ترمذی میں روایت کی ہے کہ کسی نے عبد اللہ بن عمر سے نکاح متعہ کی نسبت سوال کیا انہوں نے کہا حلال ہے سائل نے کہ اہل شام سے تھا کہا تمہارے باپ اس کو حرام کہتے تھے کہا باپ حرام کہتے تھے اور رسول اللہ نے حلال فرمایا تو میں باپ کے کہنے سے رسول اللہ کے قول کو تو نہیں چھوڑ سکتا۔ پس جب کہ عمر کے تحت جگر تک اس مسئلہ میں ان کے ساتھ نہ رہے تو امیر المومنین تو اس کو کیوں کر گوارا کر سکتے تھے۔ واضح رہے کہ امیر المومنین و جملہ اہل بیت اطہار نے حلت متعہ پر اجماع و اتفاق کیا ہے اور بزرگان صحابہ مثل عبد اللہ بن عباس و جابر بن عبد اللہ انصاری و عبد اللہ بن مسعود ابوسعید خدری وغیرہ حلت متعہ کے برخلاف خلیفہ صاحب قائل تھے اور حضرت امیر علیہ السلام افسوس کرتے تھے کہ اگر عمر متعہ سے منع نہ کرتے تو پھر کوئی شقی ہی زنا کرتا تو کرتا و نہ کوئی نہ کرتا چنانچہ **لولا ما نہی عمر عن الممتعہ ما زنی الا شقی** آپ کا قول مشہور ہے اور تفسیر ثعلبی اور تاریخ طبری میں مذکور اور بعض نے شقی بقاف کو شقی بفا کی نقطہ پڑھا ہے یعنی بصورت عدم ممانعت عمر کوئی کمتر ہی زنا کرتا۔ ابن اثیر نہایت میں کہتا ہے کہ عبد اللہ بن عباسؓ نے کہا متعہ نہ تھا مگر ایک رحمت خدا کی، کہ حق تعالیٰ نے امت محمدؐ پر اس سے رحم کیا تھا **لولا نہیہ عنہا ما احتاج الی الزنا الا شفا** یعنی اگر عمر اس سے منع نہ کرتا تو کوئی زنا کا محتاج نہ ہوتا مگر قلیل و کثر۔ اور اکثر کتب فقہ اہل سنت میں ہے کہ امام مالک اباحت متعہ پر فتویٰ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ ایک امر مشروع ہے جب تک کوئی ناخ ظاہر نہ ہو۔ ویسا ہی مشروع رہے گا جملہ ان امور کے ایک بدعت تراویح ہے یعنی ماہ مبارک رمضان میں نماز نافلہ کو بجماعت کرانا حضرت عمرؓ کی ایجاد ہے تاریخ الخلفاء میں تعداد اولیات عمر میں لکھتے ہیں **واول من سنّ قیام شہر رمضان** کہ خلیفہ ثانی اول ہیں جنہوں نے قیام شہر رمضان کو سنت کیا۔ بخاری وغیرہ میں ہے کہ عمر ایک رات کو شب ہائے رمضان سے مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ لوگ علیحدہ علیحدہ نمازیں پڑھ رہے ہیں فرمایا اچھا ہوتا اگر کل کر ایک قاری کے ساتھ بجماعت پڑھتے۔ پھر حکم دیا کہ ابی بن کعب نماز پڑھائے اور سب اس کے ساتھ پڑھیں چنانچہ دوسرے روز جو مسجد میں گذر رہا تو دیکھا کہ حکم کی تعمیل ہو رہی ہے یعنی ابی بن کعب کھڑا تراویح پڑھا رہا ہے بہت خوش ہوئے اور فرمایا **انعمت البدعتہ التراویح** کہ تراویح اچھی بدعت ہے۔ پس تراویح کا بدعت ہونا خود بقول عمر ثابت ہے۔ اور بدعات کے لئے جو کچھ شارع مقدس نے ارشاد فرمایا ہے ہر کوئی جانتا ہے مشہور ہے کہ فرمایا **کل بدعتہ ضلالۃ وکل ضلالۃ سبیلہا الی النار** کہ ہر ایک بدعت ضلالت و گمراہی ہے اور تمام گمراہیوں کی راہ آتش دوزخ کی طرف ہے پس بموجب

عمر نے کہا اگر میں توبہ نہ کروں فرمایا اس وقت تیری گردن ماریں۔ جب حضرت سے یہ کلام سنا اور دیکھا کہ وہ حضرت حمایت دین ختم المرسلین میں ویسے ہی مستعد سرگرم ہیں جیسے کہ جنگ بدر واحد کے وقت تھے تو عمر اس کے تئیں اور طرف لے گئے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس امت میں ایسے شخص کو مقرر کیا ہے کہ جب ہم راہ راست سے منحرف ہوں تو وہ ہماری خامیوں کو درست کرے اور ہم کو سیدھے راستے پر لاوے۔ صاحب کشف الغمہ اس حدیث کے نقل کے بعد لکھتے ہیں وھذا عجیب و فیه حب یظهر لمن تأملہ کہ یہ عجیب سوال و جواب ہے، اور اس میں ایک راز ہے کہ جو اس میں تامل کرے اور سوچے اس پر ظاہر ہوگا۔ صاحب قطب شاہیہ جس سے مولف اوراق نے حدیث مذکور نقل کی ہے کہتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ وہ راز بھی تھا کہ خلیفہ صاحب کو دین سے پھر جانے کی فکر تھی۔ اور اس میں رفقا چاہتے تھے۔ لہذا یاروں سے استفسار کرتے تھے کہ کوئی موافقت کرتا ہے یا نہیں جب کسی سے جواب نہ سنا اور حضرت امیرؓ نے جواب دیا تو ایسا کچھ دیا تو اپنے آپ کو شکر و حمد پر لائے اور حاضرین کو راضی کرنے میں سعی ہوئے۔

وہ مقامات جہاں خلیفہ ثانی نے ”الحق مع علی“ کو جاننے

کے باوجود ارشادات امیر المومنینؓ کی مخالفت کی

اب ہم ان امور کا ذکر کرتے ہیں جن میں خلیفہ اپنی خلافت کے زمانے میں امیر المومنینؓ نفس رسولؐ رب العالمین کی مخالفت کے مرتکب ہوئے۔ واضح رہے کہ خلافت پناہ کا یہ کہنا کہ واللہ ما تقطع امرادونہ ولا نعمل شیئا حتی تستاذنہ کہ خدا کی قسم کہ ہم بغیر آنحضرتؐ کے کوئی امر طے نہیں کرتے اور کوئی کام نہیں کرتے جب تک کہ ان سے اجازت نہیں لے لیتے کہ پیشتر بروایت راغب اصفہانی وابن مردودہ سے نقل ہوا ہرگز صحیح نہ تھا۔ کیوں کہ جو باتیں انہوں نے دوران خلافت میں خلاف شرع کیں اور جس قدر بدعتیں دین میں جاری فرمائیں آنحضرتؐ ان سب کے خلاف تھے ہر چند ایسے امور بکثرت آپؐ سے سرزد ہوئے، الا یہاں حسب حیثیت اس رسالہ کے تھوڑے سے ذکر ہوتے ہیں۔ از انجملہ ایک آپؐ کا برخلاف حکم خدا و رسولؐ متعہ نساء و متعہ حج کو حرام کرنا ہے یہ مخالفت خلافت مآب سے ایسی صریح و صاف واقع ہوئی ہے کہ خود آپؐ کی عبارت متعتان کما نفا فی عہد رسولؐ اللہ وانا احر مہما و اعاقب علیہا متعته النساء و متعته الحج کہ دو متعہ یعنی متعہ زنان و متعہ حج زمانہ رسولؐ خدا میں تھے میں ان کو حرام کرتا ہوں ان کے کرنے والے کو عذاب کروں گا، بہ ندائے بلند اس کی شہادت دیتی

سے کرتے ایسا ہی حرمین کو بھی بالکل خالی کر دینا قرین مصلحت نہیں، اعراب بدوی کہ لوٹ مار کے عادی ہیں فوراً آپڑیں گے پس مسلمانوں کی جان و مال و عزت و آبرو کی نگہداشت سب سے زیادہ ضرور ہے۔ علاوہ برائیں اہل عجم خلیفہ کو بہ بیت کذائی دیکھیں گے کہ اصل عرب و راس و رئیس اسلام یہ ہے، اسے مار لیا تو تمام خو خشمہ مٹ جائے گا۔ پس جہاں تک ان سے بنے گا جی توڑ کر لڑیں گے اس لئے مصلحت یہ ہے کہ خلیفہ اصلاً یہاں سے حرکت نہ کرے۔ اور یہ بات کہ ان کی تعداد زیادہ ہے اور ہماری کم سو ہم کبھی کثرت عدد پر نہیں لڑے، بلکہ ہمارے محار بے فقط تائید الہی و ابدائی پر ہوئے ہیں، سواب بھی وہی جل شانہ مسلمانوں کی نصرت کرے گا۔ کم من فتنہ قلیلته غلبت فتنہ کثیرۃ باذن اللہ بہت سے چھوٹے گروہ بڑے گروہوں پر باذن خدا غالب آئے ہیں پس بہتر ہے کہ تو اہل بصرہ کو لکھے کہ ایک حصہ ان میں سے اپنے اہل و عیال پر رہے ایک حصہ اس نواح کے ذمی کفار کی نگرانی رکھے کہ عہد شکنی کر کے اہل حرب کے ساتھ نہ شامل ہو جائیں باقی کوفیوں کی امداد کو معرکہ جنگ میں جائیں، علاوہ برائیں یہاں سے جس قدر ممکن ہو ان کی مدد کے لئے سپاہ بھیجی جائے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ خلیفہ ثانی شاہ مرداں کی یہ باتیں سن کر شاد ہو گئے اور شدت سرور میں انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا بخدا سو گند میں بھی یہی چاہتا تھا۔ مگر منتظر تھا کہ اصحاب الباب سے کوئی اور بھی میرا ہم رائے ہو۔ کیوں نہیں بے شک آپ کا یہی مقصود تھا کہ گھر میں بیٹھے آرام سے مزے لوٹیں، اور ذرا اپنے ہاتھ پاؤں کو تکلیف نہ دیں، سو آپ کو یہ حاصل تھا۔ ایک عجیب حمایت دینی و مسلمانی و غریب حفاظت و نگہبانی خلیفہ ثانی کہ حضرت علی عمرانی سے بمصیبت ظہور و شہود جلوہ گر ہوئی وہ تھی جس کو صاحب کشف علی بن عیسیٰ الاربلی اور ابوالموید خوارزمی نے محمد بن خالد جہنی سے روایت کیا ہے کہ ایک روز عمر خطاب نے مہر پر جا کر خطبہ کہا اور اس کے درمیان میں فرمایا۔ لو صرفناکم عما تعرفون الی ما ینکرون ما کنتم صانعین قال فازمو افعال ذلک ثلاثا فقام علیہ السلام وقال اذا کنا نستنبک فان ثبت قبلناک فقال عمرو ان لم قال تضرب الذی فیہ عیناک فقال الحمد للہ الذی جعل فی ہذہ الامتہ من اذا اعوجنا اقام او دنا۔ اے امت محمد اگر ہم تم کو اس چیز سے جس کو تم پہچانتے ہو یعنی دین اسلام سے اس شے کی طرف پھیریں جس کے تم منکر ہو یعنی مسلمانی سے ہٹا کر تمہارے اصلی کفر و بت پرستی کی طرف تم کو لے جائیں تو تم کیا کرو گے۔ راوی کہتا ہے کہ لوگ یہ عیق سوال سن کر خاموش تھے حتیٰ کہ خلیفہ صاحب نے تین مرتبہ اس کو زبان مبارک سے ارشاد کیا اس وقت امیر المومنین نے کہ گوشہ مسجد میں نماز پڑھتے تھے بے تاب ہو گئے اٹھے اور فرمایا کہ ایسا ہو ہم تجھ سے توبہ کرائیں اگر توبہ کرے تو (چوں کہ عمر اصلی مسلمان نہ تھے کافر سے مسلمان ہوئے تھے) تیری توبہ قبول کریں، پس

نے یہ شرط بھی قبول کی اور جا کر جزیرہ پر فتح یاب ہوا۔ دیگر بحار الانوار میں تہذیب الاخبار شیخ طوسی سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنینؑ اور عمرؓ خطاب حمام میں داخل ہوئے عمرؓ نے کہا بئس البیت الحمام یکثر فیہ العناء ویقل فیہ الحیا کہ حمام بری جگہ ہے کہ زحمت اس میں زیادہ ہوتی ہے اور حیا کم۔ حضرت نے فرمایا نعم البیت الحمام یذهب الا ذی ویذکر بالنار کہ اچھا مکان ہے حمام، کہ مرض کو دفع کرتا ہے اور آتشِ جہنم کو یاد دلاتا ہے۔ دیگر حضرت امیر المومنینؑ کا خلیفہ ثانی کو جنگ ہائے روم و ایران کی شرکت سے باز رکھنا عظیم مصلحت و جزیل منفعت پر شامل تھا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بعض موقعوں پر جب کہ کفار نابکار ہجوم کرتے اور مسلمانوں پر کار دشوار ہو جاتا تو بعض اصحاب کی یہ صلاح ہوتی کہ خلافت پناہ برائے چند سے درالخلافت کو خیر باد کہیں اور بہ نفس نفیس شریکِ معرکہ جہاد ہو کر جو ہر مردانگی دکھائیں تاکہ ان کو دیکھ کر مسلمانوں کا جوش دوبالا ہو جائے اور دادِ جہاد دے کر نصرت پائیں مگر حضرت امیرؑ کبیر نظر بمصالح، اس رائے کے خلاف ہوتے اور خلیفہ کا خود شریکِ معرکہ ہونا تجویز نہ کرتے ایک مرتبہ جنگِ یرموک میں جب کہ ماہانِ رومی بھاری جمعیت کے ساتھ چڑھ آیا اور ابو عبیدہ نے بکمال تشویش و اضطراب یہ حال خلافت مآب کو لکھ کر مدد و معاونت طلب کی تو صلاح ہوئی کہ خلیفہ خود اس طرف متوجہ ہوں۔ شیر خدا پر آپ کی دلیری و دلاوری کا حال بخوبی روشن تھا اور ان کی پائیداری کو جنگِ احد وغیرہ میں ملاحظہ فرما چکے تھے اس سے مانع آئے اور فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں نظر بند چاہئے جس جل شانہ نے جب کہ ہم قلیل تھے مظفر و منصور کیا ہے وہ اب بھی زندہ ہے تم خود لڑائی میں جاؤ گے تو مسلمانوں کی پشت پناہ جس کی طرف وہ بازگشت کریں باقی نہ رہے گی، اس لئے بہتر ہے کہ کسی جنگِ آزمائختہ کار کو اس طرف بھیج دو اور خود یہیں رہو اگر کام حسبِ دلخواہ انجام پایا تو بہتر و نہ اور مدد یہاں سے جاسکتی ہے فائدہ کی بات تھی خلیفہ صاحب کے فوراً سمجھ میں آ گئی اور شکریہ کے ساتھ قبول فرمائی اور بقولِ اعثم کونی سوید بن صلامت انصاری کو تین ہزار سپاہ کے ساتھ بھیج دیا گیا اور کام سب ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ علیٰ ہذا ہجرت کے اکیسویں برس عراق سے خبر آئی کہ اہلِ عجم پھر جمع ہو گئے ہیں حتیٰ کہ ڈیڑھ لاکھ کے قریب ان کی بھیڑ بھاڑ ہو گئی ہے عمرؓ نے اصحاب کو جمع کر کے مشورہ کیا حضرت عثمانؓ کی یہ رائے تھی کہ افواجِ شام و یمن طلب کی جائیں اور مکہ و مدینہ سے جس قدر آدمی بہم پہنچیں خلیفہ صاحب سب کو ساتھ لے کر خود عزمِ جہاد کریں خلیفہ آپ خاموش تھے امیر المومنینؑ نے فرمایا شام کی فوج آئے گی تو رومی دلیر ہو جائیں گے اور اکٹھے ہو کر مسلمانوں کے اہل و عیال و اسباب و اموال کو لوٹ لیں گے، پس ایسا وسیع ملک جو اس قدر عرقِ ریزی سے لیا ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ نیز یمن سے فوج منگانے میں اندیشہ ہے کہ اہلِ حبش کی رگ طمع جنش میں آئے اور وہ یمانیوں کے ساتھ وہ سلوک کریں جو رومی شامیوں

میں لکھتا ہے فجعل عمر علیٰ نفسه ان لا يحمل فی البحر احداً بدال یعنی عمر نے اپنے دل میں ٹھان لیا تھا کہ وہ کسی کو دریا پر جہاد کے لئے سوار نہ ہونے دیں گے اور نیز انہوں نے حکم دیا تھا کہ جو کشتیاں مصر سے غلہ لاتی ہیں وہ اصلاً تردد نہ کریں اور ظاہر یہ کیا کہ یہ امر شتر بانوں کے جو کرایہ پر غلہ بھر کر لاتے ہیں نقصان کا باعث ہے۔ ابنِ اعثم کہتا ہے کہ معاویہ نے کنارِ بحر پر پہنچ کر عمر کو لکھا کہ جزیرہ قبرس کہ نہایت سرسبز و زرخیز ملک ہے اور نعمات گونا گوں سے مملو و مشحون ہے ہم سے اس قدر نزدیک ہے کہ صدائے مرغان وہاں سے سنتے ہیں اگر امیر المومنین اجازت دیں تو کشتیوں میں بیٹھ کر اس کو فتح کر لیں یقین ہے کہ بے شمار غنیمت وہاں سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے گی۔ عمر کو دریا کے نام سے عداوت تھی سن کر غوطے میں چلے گئے بڑی دیر میں سرابھارا تو عمرو عاص کو کہ اسکندر یہ مصر میں تھا یہ حال لکھا اور اس سے مشورہ طلب کیا۔ عمرو کو رشک ہوا کہ معاویہ یہ میدان مار لے جائے گا۔ جواب میں لکھا کہ امیر المومنین جو دریا میں سوار ہونے سے کراہت رکھتے ہیں بہت درست ہے وہ نہایت خوف و خطر کا مقام ہے جو کچھ کہ میں نے اس کے ہول و ہیبت و تلاطم امواج کا مشاہدہ کیا ہے آپ دیکھتے تو اس سے زیادہ اس کو کمرہ جانتے جتنا کہ اب جانتے ہیں غرض پیش گاہِ خلافت سے حکمِ ممانعت صادر ہوا۔ اور جزیرہ کی فتح برسوں پر جا رہی معاویہ کو فرمانِ ممانعت پہنچا تو کہا عمرو عاص کو گوارا نہ ہوا کہ یہ کام میرے ہاتھوں نکلے۔ اس لئے یہ صلاح دی اگر اس کو کہتے تو فوراً چلا جاتا۔ مورخ مذکور کہتا ہے کہ خلیفہ صاحب کو معاویہ کا قول پہنچا تو فرمایا سچ کہتا ہے اگر ہم اس کو اجازت دیتے تو وہ کبھی نہ چوکتا۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ جب آپ کو عمرو کی دیانت داری یہاں تک معلوم تھی تو اس سے صلاح ہی کیوں لی۔ اور نیز جب جزیرہ قبرس خشکی سے اتنا نزدیک تھا کہ جانوروں تک کی آوازیں وہاں سے سنائی دیتی تھیں تو اس سے ڈرنے کی ہی کیا وجہ تھی اور سرے سے آپ کشتی میں سوار ہونے اور دریا میں سفر کرنے سے اس قدر کیوں گھبراتے تھے اس کا سبب کہیں یہ تو نہ تھا کہ سفینہ اہل بیت سے کہ مثل کشتی نوح کشتی نجات ہے اور **من تخلف عنها فقد غرق وهوئ** اس کی شان میں آیا تھا آپ نے تخلف کیا تھا۔ اور نیز ان حالات سے صحت قولِ شیعہ کہ فتح ممالک کسریٰ و قیصر بموجب ارشادِ پیغمبرؐ موعود من اللہ تھی ہوتی ہے اور ہونی ہی چاہئے تھی خلیفہ ثانی کا اس میں کچھ احسان نہیں۔ بخوبی ظاہر ہے کہ آپ اور اہل ترقی اسلام کے سردار ہوتے تھے کبھی خراساں پر چڑھائی کے تصور سے ہراساں ہوتے کبھی دریائی سفر کے خوف سے جزیرہ قبرس پر لشکر کو نجانے دیتے تھے مگر جو کچھ منظورِ الہی تھا وہ ہو کر ہا خراساں بھی فتح ہوا اور جزیرہ قبرس پر بھی اسلام کا تسلط ہو گیا۔ طرفہ یہ ہے کہ بقولِ اعثم کوئی حضرت عثمان بھی بہت سنی خلیفہ ثانی اول اول دریائی جہاد کو تجویز نہ کرتے تھے اور آخر میں معاویہ کے اصرار سے اس پر رضامند ہوئے تو اس شرط پر کہ وہ اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے جائے چنانچہ اس

ان کے گلے سے نہ اترے گا۔ یعنی دل پر اس کا ذرا اثر نہ ہوگا اور دین سے اس طرح نکل جائیں جیسا کہ تیرکمان سے اور آخر زمانے میں ان پر ریگ بر سے گی حتیٰ کہ اس کے نیچے دب جائیں گے۔ سختی ہو تو سیخ پر کہ وہاں سے تیس دجال نکلیں گے کہ ہر ایک ان میں سے ایسا بے باک ہوگا کہ اگر تمام بندگانِ خدا اس کے ہاتھ پر قتل ہوں تو ذرا اندیشہ نہ کرے۔ لیکن نیشاپور کے باشندے رعد و برق سے ہلاک ہوں گے اور وہ شہر کمال رونق و آبادی کے بعد ایسا ویران ہوگا کہ پھر آباد نہ ہوگا اور گرگان کے لوگ سگدل ہیں اور بدکاران میں زیادہ، برخلاف اس کے تو مس میں نیکوکار بہت ہیں اور وہ اہل صلاح سے کبھی خالی نہیں رہتا۔ اور دامغان پوری ترقی پر پہنچ کر اجڑ جائے گا، اور اہل سمنان ظہورِ مہدی علیہ السلام تک تنگی سے زندگی بسر کریں گے۔ طہرستان میں مومن کم فاسق فاجر بہت ہوں گے دریا اس شہر کے نزدیک ہے اس لئے اس کے پہاڑ اور میدان سب زرخیز ہیں شہر رے فتنہ و فساد کا مقام ہے آخر عہد میں دیلموں کے ہاتھ سے تباہ ہوگا اور دروازہ متصل بکوہ میں بے انتہا خلقِ اللہ ماری جائے گی اور نیز اس دروازے پر آٹھ شخص بزرگانِ نبی ہاشم سے نماز پڑھیں گے کہ ہر ایک ان سے دعوے دار خلافت ہوگا اور ایک بزرگ ہمنام پیغمبر علیہ السلام کو چالیس روز محاصرے میں رکھ کر قتل کریں گے اور سفیانی کے زمانے میں رے والوں کو سخت مصیبت پیش آئے گی اور خطِ عظیم ان میں پڑے گا خلیفہ ثانی نے یہ حالات خراساں کے شہروں کے امیر المومنین سے سنے تو کہنے لگے اے ابوالحسن تم نے مجھ کو فتح خراساں کی رغبت دلائی حضرت نے فرمایا کہ ہر چند جو کچھ میں نے بیان کیا اس میں ذرا شک و شبہ نہیں الا چاہئے کہ تو اس کی فتح کا ارادہ نہ کرے۔ اس لئے مقدر یہ ہے کہ اس کی فتح کی ابتدا بنی امیہ سے ہو اور انتہا بنی ہاشم پر ہو۔ مؤلف کہتا ہے کہ بعض ان شہروں میں سے کہ اس روایت میں مذکور ہیں مثل تالقان وغیرہ کے بعض اوقات مجمعِ اہلِ ایقان و مظہرِ انوار ایمان رہے ہیں چنانچہ تفصیل اس کی مجالسِ المومنین وغیرہ کتبِ شیعہ میں مذکور ہے اور سب سے زیادہ جو فخر و فضیلت خراساں کو حاصل ہے بوجہِ روضہ منورہ امامِ ضامن علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ علیہا کے ہے کہ لوگ اطراف و اکنافِ عالم ہے اس بقعہ مبارکہ کی زیارت کو آتے ہیں اور اجر و ثواب بے حساب پاتے ہیں۔ لیکن خلیفہ ثانی کی باتیں اکثر ایسی ہی ہوتی تھیں وہ اپنی بوالفضولی سے جس امر کے چاہتے خلاف ہو جاتے اور مذمت کرنے لگتے تھے جیسے یہاں خراساں کی فتح سے پرلے سرے کی نفرت ظاہر فرمائی اور آرزو کی کہ کاش ہمارے اور اس کے درمیان کوہِ آہن اور دریائے آتش ہوتے ویسے ہی ایک اور دانائی کی بات آپ کی یہ تھی کہ وہ سفرِ دریا کے بالکل خلاف تھے۔ حتیٰ کہ دریائی جہاد سے مسلمانوں کو قطعاً منع کر دیا تھا۔ یعنی جو فوائد کہ بحری سفر سے خلائق کو خاص کر مسلمانوں کو آپ کے بعد پہنچے یا اس سے محض غافل تھے یا دیدہ و دانستہ ان کو اس برکت سے محروم رکھنا چاہتے تھے گویا ترقیِ اسلام کو محدود بلکہ مسدود کرنا چاہتے تھے ابنِ شیر کامل

تاریخِ اَشم کوئی میں ہے کہ جب ابو موسیٰ اشعری نے فارس و کرمان کو فتح کیا تو عمرؓ خطاب کو نامہ لکھا عمر نے اس کے جواب میں لکھا کہ تیرا خط پہنچا مضمون معلوم ہوا جو فتح و نصرت عنایتِ الہی سے تجھ کو حاصل ہوئی اور فارس و کرمان ہاتھ آئے اس پر خدا کا شکر ادا کیا گیا اور یہ جو لکھا ہے کہ میں یہ خط سرحدِ خراسان سے لکھتا ہوں ظاہراً تیرا ارادہ آگے بڑھنے اور خراسان پر چڑھائی کرنے کا ہے، سو خبردار اس طرف کا عزم نہ کرنا بلکہ مقبوضہ شہروں پر حکمران نصب کر کے واپس چلا آ اور بصرہ میں مقیم ہو کہ ہم کو خراسان سے، اور خراسان کو ہم سے کچھ سروکار نہیں، کاش ہمارے اور خراسان کے بیچ میں لوہے کا پہاڑ اور آگ کے دریا ہوتے اور سد سکندر جیسی ہزار سدیں درمیان حائل ہوتیں، کیوں کہ وہ ایک ملک پر شور و شر ہے اور وہاں کے باشندے حیلہ جو اور منافق ہیں حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا اے ابو حفص ایسا نہیں بلکہ خراسان میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ امیر المومنینؑ کی زبانِ مبارک سے خراسان کے اوصاف: اس کی زمین پاکیزہ ہے اور چشمہ ہائے آب اس میں جاری ہیں اور ایک شہر اس میں ہے جسے ہرات کہتے ہیں سکندر ذوالقرنین نے اسے آباد کیا ہے۔ اور عزیز پیغمبرؐ نے اس میں نماز پڑھی ہے اس کے ہر ایک دروازہ پر ایک فرشتہ ششیر بکف کھڑا ہے کہ آفات و بلیات کو اس شہر اور اس کے گرد و نواح سے دور کرتا ہے اور دور کرتا رہے گا تا روزِ قیامت اس شہر کو کوئی بزد نہیں لے سکتا اور نہ کبھی لے سکے گا الا قائم آل محمدؐ صلوات اللہ علیہ نیز خراسان میں ایک شہر خوارزم نام ہے وہ اسلام کی سرحدوں میں سے ایک سرحد ہے جو کوئی وہاں جا کر آباد ہو اس قدر ثواب اس کو ملے کہ گویا تلوار ہاتھ میں لے کر کفار پر جہاد کر رہا ہے پس خوشا حال اس کا جو خوارزم میں سکونت اختیار کرے عبادتِ خدا اور کوع و سجود وہاں بجالائے۔ اور خراسان میں ایک شہر بخارا ہے کہ وہاں کے باشندے کثرتِ ریاضت سے اپنے بدن کو مثل ادھوڑی کے زمین پر ملتے ہیں۔ نیکی ہواہلِ سمرقند پر کہ وہ عبادت و پرستش کا مقام ہے الا آخر میں برکت ان پر غلبہ پائے گی اور وہ ترکوں کے ہاتھ پر ہلاک ہوں گے۔ اور اہلِ شاش و فرغانہ کے حق میں حق تعالیٰ کی نیکِ تقدیرات ہیں خوشا حال اس کا جو اس مقام پر چند رکعت نماز بجالائے اور شخاب میں جو مرے رتبہ شہادت پائے۔ بلخ ایک مرتبہ خراب ہو چکا ہے دوبارہ ویران ہو گا تو پھر کبھی آباد نہ ہو گا۔ نیکی ہواہلِ خالقان پر کہ وہاں حق تعالیٰ کے خزانے ہیں لیکن سونے چاندی کے نہیں بلکہ کچھ مردہوں گے کہ حق تعالیٰ کو جیسا چاہیے پہنچائیں گے۔ اور جب میرا فرزند مہدیؑ پیدا ہو گا تو وہ اس کے اصحاب سے ہوں گے۔ اور ترمذ میں موشین ہوں گے کہ سوائے رضائے حق سبحانہ تعالیٰ و دوستی محمدؐ مصطفیٰؐ اور ان کے اہل بیتِ نجا کے کوئی چیز ان کے دلوں پر نہ گذرے گی۔ مگر وہ طاعون سے ہلاک ہوں گے اور سرخس میں زلزلہ عظیم آئے گا کہ اس کی ویرانی کا باعث ہو گا۔ اکثر باشندگانِ شہر اس کے خوف سے مرجائیں گے اور سیستان میں کچھ لوگ ہوں کہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن

نے بنی آدم سے ان کی پشتوں سے ان کی ذریت کو، اور اس کو ان کے نفوس پر گواہ گردانا، آیا نہیں ہوں پروردگار تمہارا، انہوں نے کہا ہاں ہم گواہی دیتے ہیں، پس جب انہوں نے حق تعالیٰ کی ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا، تو حق سبحانہ تعالیٰ نے اس عہد و میثاق کو ایک کاغذ پر لکھ کر حجرِ اسود کے منہ میں ودیعت رکھا، اور بہ تحقیق کہ ہیں اس سنگِ اسود کے زبان اور دو آنکھیں، اور دو ہونٹ، کہ گواہی دے گا۔ اس کی جو اس کے پاس پہنچا، اور اس کا استلام و تقبیل کیا، اور وہ حق تعالیٰ کا امین ہے اس مکان میں۔ عمر نے یسن کر کہا لا ابقانی اللہ تعالیٰ بارض لست بیہایا ابا الحسن اے ابوالحسن حق تعالیٰ مجھ کو اس ملک میں باقی نہ رکھے کہ تم نہ ہو۔ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں اس روایت کی نقل کے بعد لکھتا ہے کہ ہم نے عمرؓ سے ایسی بہت سی باتیں دیکھی ہیں چنانچہ انہوں نے اُس شجرہ مبارکہ کو جس کے نیچے بیٹھ کر رسول اللہؐ نے بیعت رضواں کا انصرام کیا تھا کٹوا دیا رسول اللہؐ کی وفات کے بعد لوگ اس مبارک درخت کے پاس آتے اور اس کے سایہ میں آرام لیتے عمرؓ نے پہلے لوگوں کو دھمکایا کہ کوئی اس کے پاس نہ جائے اس کے بعد حکم دیا کہ اس کو کاٹ ڈالیں۔ تاریخ ہجری کی ابتدا: کہ جس پر مسلمانوں کے حساب کتاب و اور داد و ستد وغیرہ تمام معاملات و جملہ کاروبار کا مدار ہے اور قیامت تک رہے گا۔ بالاتفاق حضرت امیر المومنینؑ کے ارشاد ہدایت بنیاد کے موافق قائم ہوئی۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ عاملِ بصرہ نے عمرؓ کو لکھا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں حالاں کہ بعض ان میں سے باعتبار مضامین با یک دیگر متضاد و متخالف ہوتے ہیں، معلوم نہیں ہوتا کہ متقدم کون ہے اور متاخر کون سا، کہ ناخ و منسوخ جان کر ٹھیک ٹھیک تعمیل کی جائے۔ لہذا اگر ہر حکم کے آخر تاریخ لکھ دی جایا کرے تو یہ وقت رفع ہو جائے۔ بروایت محمد بن سیرین اہل مجلس میں سے کسی نے تقرر تاریخ کا التماس کیا، عمرؓ تاریخ کے نام تک سے واقف نہ تھے فرمانے لگے کہ تاریخ کیا چیز ہوتی ہے عرض کی وہ بڑے کام کی چیز ہے وثیقوں خطوں اور واقعات پیدائش و اموات وغیرہ میں اس کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے اہل عجم اس کا بڑا اعتبار کرتے ہیں۔ اس وقت سمجھے اور فرمایا کہ واقعی فائدہ مند شے ہے پس صحابہ کو جمع کر کے کمیٹی کی، کہ ابتدائی تاریخ کس وقوعہ سے کرنی چاہئے۔ کسی نے ولادتِ حضرت رسالت پناہ کی صلاح دی کوئی بعثت آنحضرتؐ کی رائے دیتا تھا مگر لوگ ان پر اعتراض کرتے تھے حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ ہجرت رسول خداؐ سے ابتدائی تاریخ مقرر ہو۔ کیوں کہ وہ حق و باطل میں فرق ہونے اور ظہورِ علیہ السلام و نزولِ شرع و احکام کا زمانہ ہے سب نے اس کو پسند کیا اور اسی پر تاریخ کی بنیاد رکھی گئی اور ماہِ محرم کہ شہرِ حرام ہے اور لوگ اس میں حج سے اپنے گھروں کو واپس آتے ہیں ابتدائی سال کے لئے مقرر ہوا۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ عمرؓ نے سوہویں سال ہجرت سے اپنی خلافت کے اڑھائی سال بعد علیؑ علیہ السلام کی صلاح سے تاریخ ہجری لکھنی شروع کی۔ دیگر

مقرر سزاوارحہ ہے اس لئے کہ جب آیہ حرمت شراب نازل ہوئی تو بعض اصحاب نے کہا یا رسول اللہ ہمارے ان بھائیوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے مسلمان ہو کر شراب پی اور اب مر گئے اس وقت یہ آیہ نازل ہوئی پس یہ آیہ ان مردوں کے حق میں ہے قدامہ تو زندہ ہے عمر نے یہ سن کر اس کو بلایا کہ حد لگائیں مگر جانتے نہ تھے کہ حد شرب نحر کیا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی تازیانے لگائے جائیں۔ فان شارب الخمر اذا شربها سکر و اذا سکر هذى و اذا هذى افترى بہ تحقیق کہ شراب خوار جب شراب پیتا ہے تو مست ہوتا ہے اور ہذیان کہنے لگتا ہے اور ہذیان میں افتر کرتا ہے۔ حق تعالیٰ نے افتر پر داز کی حد اسی تازیانے مقرر فرمائے ہیں۔ اسی قضیہ میں آپ نے دو مرتبہ خطا کی ایک واجب الحد کو چھوڑ دیا دوم حد شرب الخمر ان کو معلوم نہ تھی، جو خلیفہ رسول کا اول فرض ہے۔ زیورات بیت المال: بیت اللہ کے خزانے میں سونا چاندی زیورات بکثرت تھے عمر کے منہ میں ان کو دیکھ کر پانی بھرا آیا اور بحیلہ تجنیہ لشکر و تیاری جہاد اس پر قبضہ کرنا چاہا، امیر المومنین علیہ السلام مانع آئے اور فرمایا قرآن رسول اللہ پر نازل ہوا تو اموال چار طرح پر تھے ایک مسلمانوں کا اپنا مال اس کو ان کے ورثہ پر حسب فرائض تقسیم فرمایا۔ دوسرے مال غنیمت اس کو اس کے مستحقوں پر قسمت کیا۔ تیسرے غنم اس کو اس کے محل پر خرچ کیا، چوتھے صدقات ان کا جو مصرف مناسب جانا ارشاد کیا اموال خانہ کعبہ اس وقت بھی موجود تھے حق تعالیٰ نے ان کو بحال خود رہنے دیا اور یہ رہنے دینا از روئے سہو و نسیان کے نہ تھا اور نہ ان کا محل و مکان باری تعالیٰ پر مخفی تھا، پس تم بھی ان کو اسی طرح رہنے دو جس طرح خدا اور رسول نے رہنے دیا، بروایت جلال الدین سیوطی رسالہ اخبار مہدی میں آپ نے فرمایا

امض یا امیر المومنین فلست بصاحبه انما صاحبه شاب من قریش و یقسمه فی سبیل اللہ فی اخر الزمان اس خیال سے درگزر، یہ کار تم سے تعلق نہیں رکھتا اس کا صاحب ہم میں سے ایک جوان قرشی (امام مہدی) ہے وہ اس کو راہ خدا میں تقسیم کرے گا، آخر زمانہ میں، پس حضرت عمرؓ نے فرمایا یا علیؓ تم نہ ہوتے تو ہم فضیحت و رسوا ہو گئے تھے، یہ کہا اور ان اموال کو بحال خود چھوڑ دیا۔ دیگر روضۃ الاحباب میں ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہم ایک دفعہ عمرؓ کے ساتھ حج میں تھے جب حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو انہوں نے کہا حضرت عمرؓ اور بجر اسود کی تو ہیں: اگر میں پیغمبر خدا کو تقبیل کرتے نہ دیکھتا تو ہرگز یہ کام نہ کرتا تو صرف ایک پتھر ہے نہ کوئی نفع تجھ سے متصور ہے نہ ضرر علی مرتضیٰ نے فرمایا اس سے نفع و ضرر دونوں متصور ہیں اگر تم اس آیہ کی تاویل و تفسیر جانتے ہوتے تو میرے کلام کی راستی تم پر ظاہر ہوتی۔ و اذا اخذ ربك من بنی ادم من ظهورهم ذریعتهم و اشهدهم علی انفسهم الست برکم قالوا بلی شہدنا یعنی جب کہ لیا تیرے رب

گناہگار نہیں ہوتا۔ پس بچہ کس لئے ماں کے جرم میں سزا پائے خلافت مآب اپنی غلطی پر نادم ہوئے اور فرمایا عجزت النساء ان یلدن مثل علیؑ ابن ابی طالب عورتیں عاجز ہیں کہ علیؑ بن ابی طالب کی مثل بچہ جنیں لولا علیؑ لہلک عمر اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ عمر کو اس عورت کے حمل کا حال معلوم نہ تھا اس لئے یہ حکم دیا تھا نہ یہ کہ ان کو مسئلہ عدم جواز رحم حاملہ معلوم نہ تھا۔ واضح رہے کہ یہ صرف دھوکہ دہی ہے اگر خلیفہ صاحب یہ مسئلہ جانتے ہوتے اور امیر المومنینؑ صرف حمل کی خبر دیتے تو اس طرح نہ کہتے ان یکن لک علیہا سلطان الخ کہ اگر تجھ کو اس عورت پر دست قدرت ہے تو اس بچہ پر دست قدرت نہیں جو اس کے پیٹ میں ہے صرف اس قدر کہنا کافی تھا کہ یہ عورت حاملہ ہے اور نہ عمر صرف خبر حمل دینے پر آنحضرتؐ کی لمبی چوڑی مدح فرماتے۔ بعض خیر خواہاں خلفائے اس روایت میں ایک اور ہوشیاری کی ہے کہ بجائے حضرت امیرؑ کے معاذ بن جبل کا نام روایت کیا ہے یعنی معاذ نے عمر کو ان کی غلطی پر آگاہ کیا۔ اور انہوں نے معاذ کی نسبت فرمایا کہ عورات معاذ کی مانند بنے سے عاجز ہیں لولا معاذ لہلک عمر مگر اس سے کچھ فائدہ بحال عمر نہیں پہنچا اس کا ایسے عام مسئلہ سے ناواقف رہنا بدستور ثابت رہا بلکہ ہمارے نزدیک تو بجائے باب مدینہ علم نبی کے معاذ جیسوں کا خلافت پناہ کو ان کی غلطی پر ٹوکنا اور عمرؑ کا ان کی اس طرح مدح سرائی کرنا ان کے لئے اور بھی کسر شان کا باعث ہے۔ علیؑ ہذا ایک زن مجنونہ کی نسبت بھی جس سے وقوع زنا ثابت ہوا تھا رجم کرنے کا حکم فرما دیا تھا۔ چنانچہ اس کو سنگسار کرنے کو لے جا رہے تھے کہ راہ میں حضرت امیر المومنینؑ ملے اور فرمایا اس مجنونہ کو کہاں لئے جاتے ہو۔ کہا خلیفہ وقت نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت اس کو اپنے ساتھ واپس لے آئے اور خلافت پناہ سے ارشاد کیا اما سمعت النبی یقول رفع القلم عن ثلاث کہ کیا نہیں سنا تم نے کہ تین شخصوں سے قلم اٹھایا گیا ہے۔ یعنی کوئی گناہ ان پر نہیں لکھتے عن النائم حتیٰ یستيقظ وعن الصغیر حتیٰ یکبر وعن المجنون حتیٰ یفیک سونے والے سے جب تک کہ بیدار نہ ہو، اور کم سن سے جب تک کہ بالغ نہ ہو، اور دیوانہ سے جب تک کہ اس حالت سے آفاقہ نہ پائے۔ خلیفہ ثانی مدح و ثنائے امیر مومنوں میں رطب اللسان ہوئے۔ اور فرمایا لولا علیؑ لہلک عمر دیگر قدامہ بن مظعون نے شراب پی خلافت پناہ کے سامنے لائے کہ اجراء حد کریں قدامہ نے اس آبیہ شریفہ کو تلاوت کیا لیس علی الذین امنوا و عملوا الصالحات جناح فیما طعموا الخ کہ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے انہوں نے جو کچھ کھایا پیا اس میں ان پر کوئی گناہ نہیں عمرؑ نے یہ آبیہ سنی تو اس کی حد سے درگزر کرے۔ حضرت امیرؑ کو خبر ہوئی تو فرمایا قدامہ ان لوگوں سے نہیں جن کے حق میں آبیہ نازل ہوئی ہے اور وہ

حالتِ احرام میں شتر مرغ کے انڈے کھانے کا کفارہ: کہا ہم چند جوان حج کے لئے چلے تھے۔ راہ میں ہم کو شتر مرغ کے بیضے ملے ان کو توڑ کر کھا گئے حالاں کہ حالتِ احرام میں تھے بعد فراغت حج عمر خطاب کے پاس آئے اور یہ مسئلہ ان سے پوچھا انہوں نے کہا میرے ساتھ آؤ ہم کو لے کر حجرہ ہائے رسول خدا کی طرف گئے اور ان میں سے ایک حجرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا ایک عورت نے اندر سے کہا کہ کون ہے عمرؓ نے کہا ابوالحسن کہاں ہیں کہا وہ اپنے مزرعہ پر تشریف لے گئے ہیں پس عمروہاں سے چلے اور ہم کو کہا میرے ساتھ چلے آؤ حتیٰ کہ آنحضرتؐ کے پاس پہنچے آپ اس وقت اپنے دست مبارک سے مٹی کو برابر کر رہے تھے۔ امیر المومنینؑ کو دیکھ کر عمرؓ نے کہا ان لوگوں نے حالتِ احرام میں شتر مرغ کے بیضے توڑے ہیں ان کا کفارہ کیا ہے امیر المومنینؑ نے فرمایا تم نے کس لئے زحمت اٹھائی مجھ کو کیوں نہ بلا بھیجا کہا میں زیادہ سزاوار ہوں تمہارے پاس آنے کے لئے پس فرمایا کہ جتنے بیضے توڑے ہیں اسی قدر شتران زکوٰۃ دوں پر چھوڑیں پس جو بچے ان سے پیدا ہوں ان کی قربانی کریں عمرؓ نے کہا کبھی وضع حمل سے پہلے حمل ساقط ہو جاتا ہے فرمایا ایسا ہی کبھی بیضے بھی گندے نکلتے ہیں عمروہاں سے چلے اور کہتے جاتے تھے۔ **اللھم لا تنزل بی شدۃ الاوابوالحسن الی جنبی** خداوند اکوئی سختی مجھ پر نازل نہ کر مگر یہ کہ ابوالحسن میرے پہلو میں موجود ہوں اور مودۃ القربیٰ میں سید علیؑ ہمدانی نے عبد اللہ بن خولقہ سے روایت کی ہے کہ عمر خطاب کے پاس دو مرد آئے اور ان سے طلاق کنیز کی بابت سوال کیا وہ ان کو ہمراہ لئے حلق ہائے مردم سے ایک حلقہ میں گئے جس میں ایک مرد صالح بیٹھے تھے ان سے دریافت کیا کہ لوٹڈی کے طلاق میں آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ اطلاق کنیز: انہوں نے اپنی دو انگلیوں ایک انگشت شہادت اور ایک اس کے پاس کی انگلی سے اشارہ کیا عمرؓ نے ان سے کہہ دیا کہ دو یعنی دو طلاق ہیں ان دو مردوں میں سے ایک نے کہا **سبحان اللہ** ہم امیر المومنینؑ سمجھ کر تمہارے پاس مسئلہ پوچھنے آئے تھے تم ایک مرد کے پاس گئے جس نے تمہارے ساتھ قسم خدا کی زبان سے بات تک بھی نہ کی۔ عمرؓ نے کہا جانتے ہو کہ یہ شخص کون ہے کہا نہیں کہا یہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ کہتے تھے اگر اہل آسمان وزمین کے ایمان ایک پلے میں رکھے جائیں اور علیؑ کا ایمان دوسرے پلے میں تو بھی علیؑ کے ایمان کا پلہ جھک جائے گا۔ امیر المومنینؑ کا حضرت عمرؓ کی بعض غلطیوں پر ان کو تنبیہ کرنا: منقول ہے کہ ایک حاملہ عورت کو حضرت خلیفہ صاحب کے سامنے لائے اور کہا اس نے زنا کیا آپ نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کریں، حضرت امیر المومنینؑ کو یہ حال معلوم ہوا تو مانع آئے اور کہا اگر تم کو اس عورت پر دست قدرت ہے تو بچے پر کہ اس کے شکم میں ہے اختیار نہیں رکھتے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لا تذروا ذرۃ و ذرا اخری**۔ کوئی گناہ گار دوسرے کے گناہ میں

آقا سے اس کے مرنے کے بعد کرول حضرت نے ذرا ناخوشی ظاہر کر کے خنجر دوسرے غلام کو دیا اور کہا تو اس کا سر کاٹ کر وہ اسی سزا کا مستوجب ہے اس نے چند قدم چل کر سوچا کہ کیوں کر اپنے ولی نعت و مخدوم سے اس طرح پیش آؤں۔ پلٹ کر وہی عذر کیا جو غلام اول نے کیا تھا۔ حضرت نے تیسرے کو کہا وہ سنتے ہی خنجر لے کر تیر کی طرح سے چلا آپ نے ایک شخص کو مقرر کیا کہ اس کے پیچھے رہے اگر قبر کھودنے کا ارادہ کرے تو نہ کھودنے دے اور واپس لے آئے غلام نمک حرام وہاں پہنچ کر بنش قبر میں مشغول ہوا اس مرد نے اس کو پکڑ لیا اور حضرت کی خدمت میں لا کر ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا غلام اول جس نے اپنے آقا کے حقوق کا خیال کر کے خنجر ہاتھ سے بھی نہیں چھوا مستحق اس کی دختر اور مال و جائیداد کا ہے۔ اور دوسرا جو چند قدم جا کر لوٹ آیا اس کو ہزار دینار دے کر آزاد کریں اور تیسرا بموجب وصیت خواجہ واجب القتل ہے الا بحسب شرع اس کو قتل نہیں کر سکتے اس لئے چاہئے کہ غلام اول یعنی شوہر دختر کی خدمت کرتا رہے کہ یہ بھی قائم مقام قتل ہے۔ خلیفہ ثانی نے اس حکم کو نافذ کر کے درمیان دو چشم امیر المومنین کے بوسہ دیا اور کہا اے ابوالحسن حق تعالیٰ مجھ کو تمہارے بغیر دنیا میں زندہ نہ رکھے اور ازالۃ الخلفاء و تذکرہ خواص الامۃ میں ہے قصہ امانت دار عورت کا: کہ دو شخصوں نے ایک زن قرشیہ کے پاس سودینار امانت رکھے اور کہا ہم میں سے کسی ایک کو یہ مال نہ دینا۔ جب تک کہ دونوں اکٹھے ہو کر تیرے پاس نہ آئیں سال بھر گزرا تھا کہ ان میں سے ایک شخص آیا اور کہا میرا صاحب مر گیا ہے وہ مال مجھ کو واپس دے عورت نے انکار کیا وہ اصرار کرتا تھا تا انیکہ رشتہ داران عورت سے شفاعت خواہ ہوا آخر عورت نے وہ سودینار اس کو دے دیئے ایک سال بعد دوسرا آیا اور طالب مال ہوا عورت نے کہا کہ تیرے رفیق نے آ کر کہا کہ میرا صاحب مر گیا ہے وہ مال مجھ کو دے۔ میں نے اسے دے دیا اس میں تنازعہ ہوا اور یہ قضیہ عمر کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے فیصلہ کرنا چاہا۔ بروایت حکم دے دیا کہ عورت اس مال کی ضامن ہے عورت نے کہا خدا کے لئے امیر المومنین اس قضیہ کو علی بن ابی طالب کے پاس بھیج دو خلیفہ صاحب نے فریقین کو حضرت کی خدمت میں بھیج دیا آپ اس قصہ کو سنتے ہی جان گئے کہ ان دونوں مردوں کی چالاکی ہے مل کر فریب کیا چاہتے ہیں فرمایا تم نے نہیں کہا کہ ہم میں سے تھا ایک کو مال نہ دینا کہا ہاں کہا فرمایا تو تمہارا مال موجود ہے تو جا کر اپنے صاحب کو بلا لا کہ تم دونوں کو دیا جائے، چونکہ ان کا فریب تھا اور سازش کر کے اس عورت کو لوٹنا چاہتے تھے لہذا وہ خاموش چلا گیا عمر نے یہ سنا تو کہا لا ابقانی اللہ بعد ابن ابی طالب کہ حق تعالیٰ مجھ کو علی بن ابی طالب کے بعد زندہ نہ رکھے۔ ریاض النضرہ میں محمد بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا میں مسجد دمشق میں داخل ہوا۔ ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اس کے دو استخوان گردن ضعف پیری سے مڑ گئے ہیں پس میں نے پوچھا کہ اے شیخ تو نے کس کا زمانہ ادراک کیا کہا عمر کا جبکہ یرموک میں ان کے ساتھ تھا، میں نے کہا کوئی حدیث بیان کر جو تو نے سنی ہو

میراث اس کے باپ یعنی اپنے شوہر کے ترکے سے طلب کرتی تھی۔ عمرؓ نے اصحاب رسولؐ کو جمع کر کے فتویٰ طلب کیا وہ کچھ حکم نہ دے سکے پس جناب امیر علیہ السلام کو بلایا۔ حضرت نے فرمایا اس کی خبر بعد میں معلوم ہوگی فی الحال اس عورت کو معہ اس مولود کے اپنے پاس نظر بند رکھو اور اس کے مال کو ضبط کرو اور اس میں سے ان کے لئے ایک خادم مقرر کرو حضرت عمرؓ نے ایسا ہی کیا کچھ عرصہ بعد وہ عورت مر گئی اور عجیب الخلق بڑا ہو کر طالب میراث ہوا حضرت نے حکم دیا کہ ایک خادم حسی ان دو فرجوں کے لئے مقرر ہو پس ایک بدن ان سے طالب جماع ہوا عمرؓ نے اس کی بابت استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ اس کا ایک بندہ اپنی زوجہ سے جماعت کرے اور دوسرا اس کو دیکھے اس کو تین روز رہنے دو کہ عنقریب حق تعالیٰ اپنا حکم اس میں جاری کرے گا اس شخص نے جماع کی خواہش نہیں کی الایہ کہ اجل اس کے نزدیک آگئی پس تین روز بعد وہ بدن کے طالب جماع ہوا تھا مر گیا پس عمر حیران ہوئے کہ اب کیا کریں اس کو کاٹ کر علیحدہ کرتے ہیں تو زندہ بھی مر جاتا ہے نیز اس زندہ نے غل چایا کہ یارو مجھ کو مارتے ہو حالانکہ میں مسلمان ہوں قرآن پڑھتا ہوں پھر حضرت حلال شکلات کی طرف رجوع کی آپ نے فرمایا کہ مردے کو غسل و کفن کر کے اس کے بھائی کے ساتھ چھوڑ دو کہ وہی معین و مددگار ہے وہ اپنے ساتھ اٹھائے پھرے جب خشک ہو جائے تو اس کو قطع کرنا تاکہ زندہ کو ایذا نہ پہنچے مگر میں جانتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس کو بھی تین دن سے زیادہ زندہ نہ رکھے گا اس کے بوئے بد کی اذیت پا کر وہ بھی جلد مر جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا دوسرا بدن بھی تین دن میں مر گیا اس وقت عمرؓ نے کہا یا ابن ابی طالب مازلت کاشف کل شبهة و موضح کل حکم اے پسر ابی طالب تم ہمیشہ ہر شبہ کے کھولنے والے اور ہر حکم کے واضح کرنے والے ہو۔ قصہ تین غلاموں اور ان کے مالک کا: مناقب مرتضوی میں احسن الکبار سے نقل کیا ہے کہ عمر خطاب کے زمانہ میں ایک خواجہ مال دار صاحب عزت و جاہ فوت ہوا اس کے تین غلام تھے مرض کی شدت میں وصیت کی کہ ایک غلام کو اس کی دختر معہ تمام مال و متاع و املاک و جائیداد کے ملے۔ دوسرے کو ایک ہزار دینار دے کر آزاد کر دیں۔ تیسرا قتل کیا جائے آقا کے مرنے پر غلاموں میں ٹکڑا ہوا ہر ایک کہتا تھا کہ دختر و تمام مال میرا ہے کوئی نہ جانتا تھا کہ کس کے لئے دختر و مال کی وصیت کی ہے اور کس کے واسطے ہزار دینار کی اور کون قتل ہونا چاہئے دختر خواجہ تینوں غلام سمیت دارالشرع میں حاضر ہوئی، خلیفہ صاحب معہ جماعت اصحاب حیران تھے کہ کیا کریں آخر سب کے سب حاضر درگاہ جناب ولایت پناہ ہوئے امیر المومنینؑ ان کے ساتھ دارالشرع میں تشریف لائے اور تین غلاموں میں سے ایک کو کہا کہ باعث اس فتنہ و فساد کا تمہارا آقا ہے جس نے علیحدہ علیحدہ ہر شخص کو معین نہیں کیا، یہ خنجر مجھ سے لے اور جا کر اس کا سر کاٹ لا غلام نیک انجام نے کہا یا امیر المومنینؑ یہ مجھ سے نہ ہوگا کہ ایسی بے ادبی اپنے

کہ میں جانتا ہوں جو اس مشکل کا حل کرنے والا اور ایسی شدتوں میں فریادرس و جائے پناہ ہے، کہا گویا آپ کا مقصود علی ابن ابی طالب ہیں۔ کہا ہاں وہی حضرت ہیں کہ ان کا مثل و مانند شکم مادر سے پیدا نہیں ہوا۔ اٹھو کہ ان کے پاس چلیں عرض کی آپ ان کو ہمیں بلوایں فرمایا ہیبت وہ بنی ہاشم سے ہیں اور رسول اللہ سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں اور بقیہ علم و آثار اولین ہیں علم حاصل کرنے کو ان کے پاس جانا چاہئے نہ ان کو بلوانا پس اس طرف روانہ ہوئے حضرت امیر اس وقت اپنے باغ میں تشریف رکھتے تھے اور آیہ شریفہ **ایحسب الانسان ان یتروک سدی ترجمہ آیا** گمان کرتا ہے انسان کہ مہمل چھوڑ دیا جائے۔ کی تلاوت کر رہے تھے بار بار اس کو پڑھتے اور گریاں ہوتے عمر نے شریح قاضی سے کہا خبر دے ابو الحسن کو یہ بات کہ تو نے مجھ سے کہی شریح نے کہا کہ ایک شخص اپنی دو عورتیں ایک آزاد اور ایک کنیز ایک کے سپرد کر گیا کہ جب تک میں سفر سے نہ پھروں ان کے نان نفقہ کی خبر لیتا رہے۔ آج شب کو دونوں کا حمل وضع ہوا ایک کے لڑکا دوسری کے لڑکی پیدا ہوئی مگر ہر ایک کہتی ہے کہ لڑکا میرا ہے لڑکی سے انکار کرتی ہے تاکہ میراث پسر ہاتھ آئے حضرت نے شریح سے پوچھا کہ تو نے اس میں کیا حکم کیا اس نے کہا اگر میں اس کا حکم جانتا تو آپ کے پاس کیوں ان کو لاتا پس حضرت نے ایک گھاس کا تنکا زمین سے اٹھالیا اور فرمایا میرے نزدیک اس معاملے میں حکم کرنا۔ اس پر کاہ سے بھی آسان تر ہے پس ایک پیالہ منگوایا اور ان میں سے ایک عورت سے کہا کہ اپنا دودھ اس میں دو ہے اس کو وزن کیا پھر دوسری کا دودھ دو پایا اور اس کو تولایا پس اس کا دودھ پہلی عورت کے دودھ سے وزن میں آدھا نکلا اس کو فرمایا کہ لڑکی تیری ہے۔ اور لڑکا پہلی کا اور شریح سے فرمایا کہ لڑکی کا دودھ لڑکے کے دودھ سے نصف ہوتا ہے اور اس کی میراث نصف اور اس کی عقل نصف اور شہادت نصف اور خون بہانصف ہوتا ہے عمریہ صورت دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہا **یا ابالحسن لا ابقانی اللہ لشدیدۃ لست لہا ولا فی بلد لست فیہ اے ابو الحسن حق تعالیٰ مجھ پر کوئی سختی نہ ڈالے جس کے دور کرنے کو تم موجود نہ ہو، اور نہ کبھی ایسے شہر میں رکھے جس میں تم نہ ہو۔ مخفی نہ رہے کہ** اس حدیث کے راویوں میں ایک یحییٰ بن عبد الحمید ہے کہ بعض علما اہل سنت ذہبی وغیرہ نے اس کے بارہ میں کلام کیا ہے مگر اوروں نے اسے رد کیا ہے۔ یحییٰ بن معین سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ اس کی مدح کرتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ ایک ہے محدثوں کا اور مشہور راست گو ہے کوفہ کا رہنے والا جو کچھ اس کی نسبت لوگ کہتے ہیں حسد سے کہتے ہیں اور تقریب ابن حجر و کاشف ذہبی سے ظاہر ہے کہ مسلم نے اپنی صحیح میں یحییٰ مذکور سے روایت کی ہے اور یہ اس کی روایت کے قبول کرنے میں کافی ہے۔ نیز کنز العمال میں ہے کہ عمر خطاب کے پاس ایک عورت آئی کہ عجیب الخلقت بچہ جنمی تھی جس کے دوسرے دو سینے، چار ہاتھ، دو شکم اور دو فرج تھے لیکن نیچے کا جسم اکہرا یعنی دو رانیں دو ساقیں دو پانوں رکھتا تھا پس عورت اس کی

امسك على و التمس والتم فان سمعتها من غيرك لم انم بين لا (۱) بٹيھا کہ چپ رہ اور اس کو چھپا اور مخفی رکھ کیوں کہ اگر میں تیرے سوا کسی اور سے یہ بات سنوں گا۔ تو درمیان دو سکستان مدینہ خواب نہ کر سکوں گا عجیب ارشاد ہے آپ جو تنہا باغ میں حیران پریشان بیٹھے تھے ظاہر ہے قضیہ خلافت ہی میں غلطیاں پہچان تھے پس امیر المومنینؑ کو دیکھ کر بے اختیار آہ دہکا کرنا قطعاً دلالت کرتا ہے کہ اس وقت غصب خلافت کا مواخذہ آخرت آپ کو یاد آ گیا تھا اس لئے بے تاب ہو گئے چنانچہ ابن عباس کے قول **بِم قناوہ یا امیر المومنین** اے امیر کس لئے آپ آہ آہ کرتے ہیں کے جواب میں انہوں نے جودل میں تھا ظاہر کر دیا **من اجل صاحبك الخ** کہ تیرے صاحب یعنی امیر المومنینؑ کی وجہ سے کہ وہ تمام اہل بیت رسولؐ میں بے مثل و یکتا ہیں اور اسی سبب سے کوئی ان کے برابر خلافت کے لائق نہ تھا۔ پھر سنبھل کر اپنے عذر دربارے غصب خلافت ابن عباس سے بیان کئے جن کے انہوں نے وہ شافی جواب دیئے کہ خلیفہ صاحب لا جواب ہو گئے اور ابن عباس کو اخفا کیفیت جلسہ کی تاکید اکید کی پس اس تاکید سے انہوں نے دنیوی انتظام تو کر لیا کہ خلافت میں خلل و خسر خستہ پیدا نہ ہو اگر مواخذہ آخرت کا کیا انتظام سوچا دو سکستان مدینہ کے درمیان خواب و آرام کا بند و بست کیا تھا تو قبر کی دود یواروں کے بیچ میں بھی بیٹھی نیند سونے کا فکر کرنا چاہئے تھا۔ بڑا روناتو وہاں کا تھا۔ **فان عذاب الاخرۃ اشد و اقوی والعاقبۃ خیر لمن اتقى** بہ تحقیق کہ عذاب آخرت شدید تر و قوی تر ہے اور نیکیاں آخرت کی پرہیزگاریوں کے لئے ہیں۔ بعض مشکل فیصلے جن کو حل کرنے کے لئے امیر المومنینؑ سے حضرت عمرؓ نے درخواست کی اور آنحضرتؐ نے تفکر و تدبر سے ان کو فیصلہ فرمایا: ایسے قضیے بکثرت ہیں مگر ہم یہاں چند ان میں سے نقل کرتے ہیں۔ از انجملہ کنز العمال میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو ایک قضیہ مشکل پیش آیا بحمدیکہ آسائش و آرام ان کا جاتا رہا اور فکر و تردد عارض ہوا، اور حال ان کا متغیر ہوا، ماتھے پہ پل ابرو پہ چین پڑ گئے۔ پس آپ نے اصحاب رسولؐ اللہ کو جمع کر کے وہ قضیہ ان کے روبرو بیان کیا اور مشورہ چاہا سب نے کہا اے امیر المومنینؑ تم ہمارے جائے پناہ اور ملجا و ماویٰ ہو ہر بات کو ہم سے بہتر جانتے ہو عمرؓ کو غصہ آیا اور کہا خدا سے ڈرو اور وہ بات کہو جس سے تمہارے کام اصلاح پذیر ہوں پس انہوں نے کہا اے امیر المومنینؑ جو بات آپ دریافت کرتے ہیں اس کا جواب ہم کو معلوم نہیں عمرؓ نے کہا قسم بخدا

(۱) طائفہ سنگ لاخ سوختہ، حدیث میں ہے کہ رسولؐ خدا نے درمیان دو لایتہ مدینہ کے حرم قرار دیا اور وہ دو پہاڑ کی چوٹی ہیں جس کے درمیان مدینہ آباد ہے۔ ۱۲ مئی۔

میں نہ ہوتیں تو خلافت رسول اللہ کا ان کے سوا کوئی دوسرا لائق نہ تھا میں نے کہا وہ کیا باتیں ہیں کہا ایک کثرت مزاج و خوش طبعی دوم عداوت قریش کہ ان سے رکھتے ہیں تیسرے ان کی کم عمری، حضرت امیرؑ نے پوچھا پھر تو نے کیا جواب دیا ابن عباس نے کہا یہ سن کر مجھ کو وہ جوش آیا جو ایک ابن عم کو اپنے ابن عم بھائی کی خاطر آتا ہے پس میں نے کہا اے امیر المومنین لیکن کثرت مزاج و خوش طبعی پس رسول اللہ مزاج بحق کرتے تھے، اور بچوں سے ایسی باتیں کرتے جن سے ان کی دلجوئی ہو اور ان کو ناگوار نہ گزریں اور قریش کا آنحضرتؐ سے بغض و عداوت رکھنا قسم بخدا کہ اس کی ذرا پرواہ نہیں چاہئے کیوں کہ آنحضرتؐ نے راہ خدا میں ان پر جہاد کیا اور بہ تائید ایزدی ان کے سرداروں کو قتل فرمایا اور ان کے معبودوں کو خاک میں ملایا اور ان کی عورتوں کو بیوہ بنایا لیکن صغریٰ پس تم کو معلوم ہے کہ جب سورۂ برات نازل ہوئی تو رسول اللہ نے ابو بکر کو دی کہ آنحضرتؐ کی طرف سے مکہ میں لے جائے پس آپ پر وحی نازل ہوئی کہ اس کو وہ شخص لے جائے جو تمہارے اہل سے ہو اس لئے علیؑ کو ابو بکر کے پیچھے روانہ کیا کہ اس سے یہ سورہ لے لیں، پس کس لئے حق تعالیٰ نے ان کو کم سن نہ جانا، عمر نے یہ سن کر کہا خاموش رہ۔ اور ان باتوں کو مخفی رکھا اگر کسی اور نے یہ سن پایا تو میں مدینہ میں آرام نہ لے سکوں گا۔ مترجم کہتا ہے کہ عداوت قریش کا بھی عذر ہے قریش رسول اللہ کے بھی شروع شروع میں دشمن تھے بلکہ وہ دشمنی بدرجہا زیادہ تھی۔ پس چاہئے تھا کہ حضرت عمرؓ نبی کو نبی بھی نہ ہونے دیتے۔ اس کے سوا حضرت امیر المومنینؑ نے جو قتل وقع کیا کسی اپنی ذاتی غرض سے نہیں کیا دین کے لئے کیا پس قریش سے جو دین دار مومن خالص تھے وہ کاہے کو یہ عمل برا جانتے اور کیوں آنحضرتؐ کے دشمن ہوتے۔ رہے منافقین بدکار، ان کا کیا لحاظ و پاس تھا، اور کم سنی کا عذر بالکل لغو و پوچ ہے کیوں کہ رسول اللہ کی رحلت کے وقت امیر المومنینؑ کا سن شریف موافق مشہور تینتیس سال کا تھا اس سن و سال کا آدمی ہرگز صغیر السن نہیں ہوتا بلکہ اس وقت شباب ختم ہو کر سن کہولت شروع ہو جاتا ہے دیگر یہ کہ معلوم ہے کہ حضرت سلیمان و عیسیٰ و یحییٰ وغیرہم انبیائے کرام کم سنی میں نبی ہو گئے تھے پس کم سنی مانع نبوت نہ ہوئی مانع امامت کیوں کر ہو سکتی ہے اور مانا کہ اس وقت آپ کم سن ہی تھے خلیفہ ثانی کا انتقال تو رسول خدا سے بارہ تیرہ سال بعد ہوا اس وقت تو کم سن نہیں رہے تھے اور خوش طبعی کی نسبت عبداللہ بن عباس نے بہت درست کہا کہ رسول اللہ خود مزاج بحق کرتے تھے علیؑ ہذا امیر المومنینؑ بھی مزاج بحق کرتے تھے۔ پس یہ مزاج آنحضرتؐ کی مدح و منقبت تھی نہ کہ عیب و منقصت۔ ہم حضرت رسول خدا کی مزاحیں آئندہ بحث شوریٰ میں کتب اہل سنت سے انشاء اللہ تعالیٰ نقل کریں گے جن کو دیکھ کر معلوم ہوگا کہ خلیفہ صاحب کا یہ مزاج کا اعتراض بہت ہی بے ہودہ تھا۔ اور آخر روایت میں خلافت پناہ کا ارشاد

اس کو اختیار کرتے، اور تمہارا یہ کہنا کہ انہوں نے نہ چاہا کہ خلافت و نبوت ہمارے لئے جمع ہوں پس بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے اس قوم کا حال بیان کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ **ذٰلِكَ بَانَہُمْ کَرُہُو اَمَّا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ** یعنی یہ اس لئے کہ انہوں نے مکروہ جانا اس امر کو جو اللہ نے ان کے لئے نازل کیا تھا پس حبط و ضائع ہو گئے ان کے عمل۔ عمر نے کہا اے پسر عباس مجھ کو تیری طرف سے کچھ باتیں پہنچی ہیں کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ راست ہوں اور جو قدر و منزلت تیری میرے نزدیک ہے جاتی رہے ابن عباسؓ نے کہا وہ کیا باتیں ہیں بیان کیجئے اگر صحیح ہوں گی تو کیوں میری قدر و منزلت ان سے جانے لگی اور باطل ہیں تو اپنے تئیں ان سے پاک اور بڑی کروں گا۔ عمر نے کہا میں نے سنا ہے کہ تو کہتا ہے کہ ہم سے خلافت حسد و ظلم و بغاوت کی راہ سے چھینی گئی ہے ابن عباسؓ نے کہا لیکن ظلم سے لی گئی ہے پس یہ بات ہر جاہل و حلیم پر روشن ہے، اور حسد سے، پس بہ تحقیق کہ آدم علیہ السلام پر حسد کیا گیا اور ہم ان کی اولاد محسود ہیں عمر نے کہا بیات بیات اے بنی ہاشم تمہارے دلوں سے حسد نہیں نکلتا، ابن عباسؓ نے کہا اے امیر المومنین ذرا ٹھہرو اور ان لوگوں کے دلوں کو حسد و غش سے نسبت نہ دو جن کی شان میں آ یہ تطہیر نازل ہوئی ہے بہ تحقیق کہ رسول اللہ کا دل بھی بنی ہاشم کے دلوں میں شامل ہے یہ سن کر خلیفہ صاحب بھڑک اٹھے اور وہ عبداللہ بن عباسؓ ابن عم خیر الناس کو جھڑکنے لگے اور کہا **اَلِیْکَ عَنّی** دور ہو میرے پاس سے عبداللہ اٹھنے لگے تو کچھ حیا آئی۔ کہا بیٹھ جا اے ابن عباس قسم بخدا کہ میں تیرے حق کا رعایت رکھنے والا اور تیرا خیر خواہ ہوں ابن عباسؓ نے کہا اے امیر المومنین میرا حق تم پر اور تمام مسلمانوں پر ہے پس جس نے اس کی حفاظت کی اپنا بہرہ حاصل کیا جس نے اسے ضائع کیا اپنا حصہ و نصیبہ کھو دیا۔ یہ سن کر اٹھے اور چلے گئے۔ مولانا مفتی محمد قلی علیہ الرحمہ نے کتاب **نظم در راہ السطین زرندی مدنی** سے نقل کیا ہے کہ عیض بن شریط نے کہا کہ میں علیؓ ابن ابی طالب کے ساتھ چلا عبداللہ بن عباسؓ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ چلتے چلتے ایک انصاری کے باغ میں پہنچے دیکھا کہ عمر خطاب وہاں تنہا سراسیمہ و پریشان بیٹھے ہیں علیؓ علیہ السلام نے کہا اے عمر کس لئے آپ یہاں اکیلے بیٹھے ہیں کہا میں ایک امر میں متردد ہوں، حضرت نے کہا کہو تم ہم میں سے ایک مرد تمہارے پاس ٹھہر جائے کہا یہی ہے تو عبداللہ عباسؓ کو چھوڑ دو پس عبداللہ ان کے پاس رہ گئے اور ہم دونوں روانہ ہو گئے تھوڑی دیر بعد عبداللہ بھی ہمارے پاس آ گئے علیؓ علیہ السلام نے ان سے ماجرا پوچھا تو انہوں نے کہا عجیب و غریب کیفیت ہے اے ابا الحسن میں آپ کو سنا تا ہوں آپ پوشیدہ رکھیں جب آپ نے وہاں سے پشت موڑی تو میں نے دیکھا کہ عمر تمہاری طرف دیکھتے ہیں اور ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہیں میں نے کہا اے امیر المومنین کس لئے آپ آہ آہ کرتے ہیں کہا تیرے اس بھائی کے سبب اے ابن عباسؓ انہوں نے وہ فضل و کمال پایا ہے کہ آل محمدؐ سے کسی کو نصیب نہیں ہوا اگر تین باتیں ان

ہوا کہ خلیفہ صاحب حضرت امیرؑ کے مظلوم ہونے اور اپنے بظلم خلافت پر متصرف ہونے کا اقرار رکھتے ہیں **فللہ الحمد** اور راعب اصفہانی نے محاضرات میں مطابق روایت ابن مردویہ کے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن عباس نے کہا کہ میں ایک رات عمر خطاب کے ساتھ جا رہا تھا عمر خنجر اور میں گھوڑے پر سوار تھا کہ انہوں نے ایک آہ پڑھی۔ جس میں علی بن ابی طالب کا ذکر تھا پھر کہنے لگے اے پسران عبدالمطلب قسم بخدا کہ علیؑ مجھ سے اور ابوبکر سے زیادہ اولیٰ بخلافت تھے میں نے اپنے دل میں کہا **لا اقالنی اللہ ان اقلت** کہ خدا مجھ سے درگزر نہ کرے اگر میں اس وقت تجھ سے درگزر کروں۔ پس میں نے کہا اے امیر المومنین تم اور تمہارے یار ابوبکر ہی نے تو ہمارا حق غصب کیا ہے کسی اور نے نہیں یہ سن کر خلیفہ صاحب بگڑ گئے اور لگے اولاد عبدالمطلب کی توہین کرنے اور ابن عباسؑ کو بھی دھمکایا ابن عباس کہتے ہیں کہ اس وقت میں ذرا پیچھے کو کھسک گیا اور عمر آگے بڑھ گئے پھر مڑ کر کہنے لگے پھر تو وہ بات کہہ جو تو نے پہلے کہی تھی میں نے کہا اے امیر المومنین تم نے ایک بات کہی میں نے اس کا جواب دیا اگر تم خاموش رہتے تو میں بھی کچھ نہ بولتا پس فرمایا قسم بخدا کہ ہم نے جو کچھ کیا عداوت کی رو سے نہ تھا۔ مگر ان کو کم سن دیکھا اور جانا کہ عرب ان پر اتفاق نہیں کرے گا اور قریش ان کے ساتھ دشمنی رکھتے تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میرا ارادہ ہوا کہ کہوں کہ رسول خدا ان کو لڑائیوں پر بھیجتے تھے اور وہ وہاں جا کر لشکروں کو تہ و بالا کر ڈالتے تھے آنحضرتؐ نے کبھی ان کو کم سن نہ جانا تم کم سن جانتے ہو الا ابھی زبان سے کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ عمر خود بولے کہ جیسا کہ تم دیکھتے ہو ہم کوئی کام ان کے بغیر طے نہیں کرتے ہر کام میں ان کی صلاح لے لیتے ہیں۔ حقیر مترجم کہتا ہے کہ ہر چند خلیفہ ثانی بعض مشکلات میں حضرت حلال مشکلات کی خدمت میں التجا لے جاتے اور وہ حضرت ان کی عقدہ کشائی فرماتے تھے تاہم بہت سی باتوں میں آنحضرتؐ کو خبر تک بھی نہ کرتے اور بعض اوقات آپ کا کہنا نہ مانتے اور صریح آپ کی مخالفت کرتے تھے جیسا کہ ہم آگے اس کا ذکر مفصل کرنے والے ہیں۔ روایات کامل ابن اثیر میں ہے کہ ایک مرتبہ ابن عباسؑ کچھ اشعار زہیر بن ابی سلمیٰ کے بنی غطفان کی مدح میں کہے گئے تھے خلافت مآب کے سامنے پڑھ رہے تھے عمران کو سن کر بولے کہ خوب شعر ہیں یہ، اور قسم بخدا کہ غطفانیوں کی نسبت بنی ہاشم اس مدح کے زیادہ سزاوار ہیں کیوں کہ ان کو رسول اللہ کی قرابت کی وجہ سے خاص فضیلت ہے ابن عباس نے کہا تو فقیہ پائی تم نے اے امیر المومنین اور تم ہمیشہ توفیق پاتے رہتے ہو۔ عمر نے کہا یا ابن عباس تجھے معلوم ہے کہ خلافت رسول اللہ کو تم سے کس لئے منع کیا۔ اس لئے کہ نبوت اور خلافت دونوں تمہارے لئے جمع نہ ہو جائیں اور تم لوگوں پر فوقیت نہ چاہو، پس قریش نے اپنے درمیان سے ایک کو خلیفہ بنایا اور خوب کیا اور توفیق پائی انہوں نے، ابن عباس نے کہا کہ خوب جب ہوتا جب کہ جسے حق تعالیٰ نے ان کے لئے اختیار کیا تھا

کھلا اور آشکارا ہوتا تھا۔ یعنی کہ انہوں نے سر منبر فرمایا تھا لَسْتُ بِخَيْرِكُمْ وَعَلَيْكُمْ فِتْنٌ کہ میں تم سے بہتر نہیں در آنحالیکہ علی علیہ السلام تمہارے درمیان ہیں چنانچہ روایت طبری وغیرہ میں پیشتر گزرا۔ لیکن عمر تدبیر ملک داری کے ماہر خیال کئے جاتے ہیں لامحالہ وہ اس بارے میں سخت محتاط ہوں گے۔ مگر پھر بھی حق ان کے چھپائے نہ چھپا اور چارنا چار ان کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا اور نہ ایک مرتبہ بلکہ بارہا ہم اس جگہ چند روایتیں اس مضمون کی کتب اہل سنت سے نقل کرتے ہیں۔ مولانا علی بن طاووس علیہ الرحمہ نے کتاب مناقب حافظ ابن مردودہ سنی سے نقل کیا ہے کہ عمر شام کو گئے تو عباس بن عبدالمطلب آپ کے ہمراہ تھے چون کہ عباس مردِ کلیل دوجیہ تھے تو جو لوگ خلیفہ صاحب سے ملنے آتے عباسؓ کو خلیفہ جان کر خطاب امیر المومنین ان پر سلام کرتے عباسؓ عمر کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہذا صاحبکم تمہارا مقصود یہ ہیں جب بار بار ایسا ہی اتفاق ہوا تو عباسؓ عمر سے کہنے لگے تری واللہ احق لهذا الامر ضی ومنک رجل خلفته انا وانت بالمدينة علی بن ابی طالب یعنی دیکھتے ہو تم بخدا کہ اولے و احق امر خلافت کے لئے مجھ سے اور تم سے زیارہ علی ابن ابی طالب ہیں جن کو ہم نے مدینہ میں چھوڑا ہے خلافت پناہ یہ سن کر خاموش ہو گئے یعنی کچھ جواب نہ سوچا جس سے اس کی تردید کرتے اس لئے سکوت کیا ان کا یہ سکوت قبول و تسلیم پر دال تھا اور نیز اس روایت سے آپ کی شان و شوکت و شکل و صورت کا بھی پتا لگتا ہے اور ابن الحدید مغزلی نے شرح نہج البلاغہ میں کتاب موقوفیات زیر بیر بکار سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ میں ایک مرتبہ بعض کو چہ ہائے مدینہ میں عمر خطاب کے ساتھ جا رہا تھا انہوں نے کہا اے ابن عباس میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے صاحب یعنی علی ابن ابی طالب پر ظلم ہوا ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ قسم بخدا مجھ کو پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئے گا پس میں نے کہا اے امیر المومنین ایسا ہے تو جو شے تم نے ان سے ظلم لی ہے اس کو واپس کیوں نہیں کر دیتے، اس پر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوڑ لیا اور کچھ بڑبڑ کرتے آگے چلے تھوڑی دور جا کر پھر ٹھٹکے اتنے میں بھی ان کے پاس پہنچ گیا کہنے لگے اے پسر عباس میرا گمان یہ ہے کہ ان لوگوں نے جو ان کو خلافت نہیں دی تو صغیر السن جان کر نہیں دی میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پہلے سے بھی بدتر ہے اور ان سے کہا قسم بخدا، خدا اور رسول نے ان کو کم سن نہیں جانا جب کہ تمہارے دوست ابو بکر سے سورۃ برات لے لینے کا حکم دیا یہ سن کر خلیفہ صاحب نے میری طرف سے منہ پھیر لیا اور جلد جلد وہاں سے روانہ ہو گئے۔ مخفی نہ رہے کہ زیر بیر بکار جس سے یہ روایت نقل ہوئی ہے۔ زیر بیر بن عوام کی اولاد سے پکاسٹی اور ان کے ثقہ و سند عالموں میں سے ہے ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ علما اعیان سے ہے اور مکہ کا قاضی تھا اور اسی قضا کے درمیان ۲۵۶ ہجری میں اس نے قضا کی اور وہی مصنف ہے فائدہ مند کتابوں کا پس ایسے ثقہ و سند کی روایت سے ثابت

گو اس روایت میں بیت المال کا ذکر نہیں کیا مگر فتح الباری میں صاف لکھا ہے کہ یہ مال خلیفہ صاحب کے ذمہ بیت المال کا تھا اور عمر نے عبداللہ کو بطریق مذکور گدائی کر کے بیت المال ہی میں اس کے داخل کرنے کی وصیت فرمائی تھی اور وہاں تتمہ روایت میں اس قدر اور ذکر کیا ہے کہ اس وقت عبدالرحمن بن عوف نے خلیفہ صاحب سے اس قرضہ کی بابت استفسار کیا تو انہوں نے کہا میں حج کرتا تھا اور مشکلات و سختیاں مجھ پر پڑتی رہتی تھیں اس سبب سے قرض دار ہو گیا اٹھلی۔ کوئی ذاتی سختی و مصیبت جس میں خلیفہ صاحب کو اس قدر قرض اٹھانے کی ضرورت ہوئی ہو دورانِ خلافت میں ہم کو نظر نہیں آتی، باقی رہا حج وہ خود قرض لے کر جانا ضرور نہ تھا۔ قطع نظر اس کے آپ سفر حج میں ایسی تنگ چشمی سے خرچ کیا کرتے تھے کہ اس میں واجبی ہی خرچ ہوتا تھا۔ تاریخ الخلفاء میں ہے **عن ابن عمران عمر حج فانفق فی حجتہ ستۃ عشر دینار افاقال یا عبداللہ اسرفنا فی هذا المال** کہ عبداللہ عمر نے کہا کہ عمر نے ایک بار حج کیا اس میں کل سولہ دینار خرچ ہوئے تو مجھ سے کہا اے عبداللہ ہم نے اس مال میں فضول خرچی کی۔ پس جن جوں میں سولہ دینار خرچ ہونا فضول خرچی سمجھی جائے وہ کیا قرض داری کا باعث ہو سکتے ہیں۔ علاوہ آپ کا ہی قول **اسرفنا فی هذا المال** ہم نے اس مال میں فضول خرچی کی صاف بتاتا ہے کہ یہ ان کا اپنا مال نہ تھا بلکہ جیسے تمام خرچ خوراک پوشاک وغیرہ اپنا اور اپنے عیال کا بیت المال سے لیتے تھے ویسا ہی مضارف حج بھی وہیں سے نکالتے تھے ابن ابی الحدید نے کتاب طبقات میں بن سعد سے نقل کیا ہے کہ عمر نے خطبہ کہا لوگو مجھ کو اس مال سے صرف اس قدر حلال ہے کہ ایک حلہ گرمی میں اور ایک سردی میں پہننے کے لئے لوں اور سواری جس پر کہ حج و عمرہ بجالاؤں اور اپنا اور اپنے عیال کا خرچ خورد و نوش جتنا کہ قریش سے ایک متوسط درجہ کے آدمی کو جو نہ بہت امیر ہو نہ نہایت غریب درکار ہے حاصل کروں بس اس کے سوا میں سب مسلمانوں کی برابر ہوں میرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ اوروں کا اور تاریخ الخلفاء میں ہے کہ خلافت پناہ لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ وہ جواب دیتے کہ بادشاہ ظلم سے مال وصول کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے دے ڈالتا ہے خلیفہ وہ ہے کہ بحق مال لے اور بحق خرچ کرے بعض خوشامدی یہ بھی کہہ دیتے کہ آپ فضل الہی سے ایسے ہی ہیں لیکن سلمان فارسی سے جو ایک مرتبہ سوال کیا تو انہوں نے کہا اگر تو نے مسلمانوں کے مال سے ایک درہم یا اس سے کم و زیادہ لیا ہے اور اس کو بے جا صرف کیا ہے تو بادشاہ ہے خلیفہ نہیں فاستعبہ عمر عمریہ بن کر رونے لگا۔ عبداللہ بن عباس سے خلیفہ ثانی کے مباہشات و اعتراضات کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا حق خلافت اولیٰ ہے: واضح رہے کہ حضرت امیر علیہ السلام کے حق خلافت رسول اللہ ہونے کا اقرار خلیفہ اول نے بھی کیا ہے اور خلیفہ ثانی نے بھی، خلیفہ اول کا اقرار تو مجمع عام میں

ہے کہ وہ اس کو نہ مانتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ کیوں کر قرض دار ہو سکتے ہیں حالاں کہ اتنے بڑے مال دار تھے کہ مرنے کے بعد ترکہ تقسیم ہوا تو متعدد ورثا سے بعض کو لاکھ روپے کی مالیت ملی۔ حقیر مترجم کہتا ہے کہ علامہ حسین علی رضاؒ اردکانی شیرازی نے استیعاب ابن عبدالبر سے سفنہ النجات میں نقل کیا ہے کہ خلیفہ صاحب اس قدر متمول تھے کہ ان کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ سے ان کی ایک ایک زوجہ کو کہہ کر روایت چار و بقولے تین تھیں اسی ہزار دینار زر سرخ ملے تھے۔ غرض ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے روایت گذشتہ نافع کو نقل کر کے جب دیکھا کہ یہ توجیہ نافع کی محض لغو پوچ اور اصلاً نافع بحال عمر نہیں تو اس کو بدیں عبارت رد کیا ہے لہذا لا ینفی ان ینفون علیہ دین عند موتہ فقد یكون النلخص کثیر المال ولا یستلزم نفی الدین عنہ یعنی یہ (عمر کا اس قدر مال کثیر ورثا کے لئے چھوڑ جانا) نافع نہیں اس کا بوقت مرگ وہ قرض دار ہوں، کیوں کہ بعض اوقات آدمی مال دار ہوتا ہے اور یہ اس کے قرض دار نہ ہونے کو محتوم نہیں ہوتا۔ اور یہ بہت درست ہے خاص کر ایسی صورت میں جب کہ قرضہ حاصل کرنے میں دشواری نہ ہو، نہ اس کے ادا کی کوئی ضرورت تو اس وقت کتنا ہی مال دار کیوں نہ ہو اس کو بھی قرض لینے میں کچھ تامل نہ ہوگا اس کے بعد ابن حجر کہتے ہیں فلعل نافعاً انکر ان یکون دینہ لم یقض کہ شاید نافع نے اس قرضہ سے انکار کیا ہو کہ ادا نہیں ہوا۔ یعنی انکار قرض سے نافع کی یہ مراد ہوگی کہ قرض ان کے ذمہ باقی نہیں رہا سب ادا ہو گیا تھا۔ مگر یہ تاویل ابن حجر کی اس وقت درست ہو سکتی تھی کہ جب کسی صحیح روایت سے وہ یہ ثابت کر دیتے کہ یہ قرضہ واقعہ میں بھی ادا ہو گیا وانی لہ ذلک یہ بات ان کو کہاں میسر تھی۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ عمر خطاب کو جب ضرورت پیش آئی تو وہ دار و نہ بیت المال کے پاس جاتے اور روپیہ قرض لے لیتے جب وہ اس کے ادا کرنے کا تقاضا کرتا تو ٹالتے اور حیلہ کرتے اور بعض اوقات جب کہ ان کا حصہ عطیات برآمد ہوتا تو ادا کرتے۔ مگر اس ادا کرنے کے باوجود بھی چھیا سی ہزار کی رقم مرتے وقت ان کے ذمہ نکلی کیوں کہ تاریخ الخلفاء ہی میں ہے کہ انہوں نے آخر وقت میں اپنے بیٹے سے کہا اے عبداللہ دیکھ میرے ذمہ کس قدر مال قرض ہے لوگوں نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ چھیا سی ہزار درہم ہے عمر نے عبداللہ سے کہا کہ آل عمر کا مال اس کو وفا کرے تو ان سے لے کر اس کو ادا کرے ورنہ بنی عدی سے اس کی درخواست کرنا ان کی املاک بھی کافی نہ ہوں تو تمام قریش سے سوال کرنا کہ اس کو ادا کریں، انتہی۔ اس وصیت ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر کے نزدیک اس کا ادا کرنا کوئی ضروری امر نہ تھا۔ ورنہ وہ باوجود اس قدر مال چھوڑ جانے کے کہ ایک ایک زوجہ کو اسی ہزار دینار ملیں۔ اس کی ادائیگی ایسی مہمل، پادر ہوا، باتیں نہ بناتے اور ادائے قرض بیت المال جیسے اہم مسئلہ کو یوں برات عاشقان برشاخ آہو کا مصداق نہ بناتے واضح رہے کہ علامہ سیوطی نے

بعد خلیفہ اول بھی اسی سنت پر کار بند رہے مگر خلیفہ دوم نے یہ دونوں باتیں بدل دیں بجائے فوری تقسیم کے انہوں نے سال بسال بانٹنے کا رویہ نکالا اور علی السویہ تقسیم آپ کو مطلقاً پسند نہ تھی، لہذا اس کو یک قلم موقوف کر کے مسلمانوں کے درجے اور رتبے قرار دیئے مہاجرین کو انصار پر اور ان کو دیگر مسلمانوں پر ترجیح دی اور عرب کے رہنے والوں کو اور ملک کے باشندوں پر فوقیت بخشی اور مہاجر و انصار میں بھی شرکت بدر وغیرہ کے لحاظ سے تفریق کی تا انیکہ پندرہ پندرہ ہزار درہم سالانہ تک لوگ پاتے تھے اور مسلمانوں ہی میں ایسے بھی تھے جن کو صرف دوسو درہم سال میں ملتا تھا۔ ازواج رسولؐ سے بعض کو پانچ پانچ چھ ہزار ماہی کو دس دس ہزار الا عائشہ بقول عائشہ و حصہ دونوں کو بارہ بارہ ہزار درہم ہر سال ملتے تھے خلاصہ یہ کہ جس کی رعایت منظور تھی۔ یا جس کو ذرا چلتا ہوا اپنے کام کا پایا، جس سے اندیشہ ہوا اسے نہال کر دیا یا قیوں کو کچھ یوں ہی سانشک شوی کے طور پر دے دیا جاتا تھا۔ بخاری و مسلم وغیرہ نے باسناد متعددہ نقل کیا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے قرب زمان وفات میں انصار کو تسلی دیتے وقت کہا ستلقون بعدہ اثرۃ فاصبر واحتسب تعلقونی علی الحوض یعنی میرے بعد تم پر زیادتی کریں گے پس تم صبر کرنا تا انیکہ مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کرو پس وہ زیادتی یہی تھی کہ انہیں مہاجرین سے کم دیا حالانکہ رسول اللہ انہیں ان کے برابر رکھتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انتظام تفاوت درجات کا بہت سوچ سمجھ کر کیا گیا تھا اس سے اس وقت جس قدر سلطنت کو فائدہ پہنچا اس سے چوگنا نفع یہ ہوا کہ عہد خلافت امیر المومنین میں بیعت کے ہوتے ہی بکھیرے کھڑے ہو گئے۔ طلحہ زبیر نے کہ ان بردوں کے عادی ہو رہے تھے آنحضرتؐ کی بالسویہ تقسیم سے ناراض ہو کر نکلتے بیعت کی اور جنگ جمل اس سے قائم ہوئی پھر جنگ صفین و نہروان بلکہ خلافت آل ابوسفیان و بنی مروان و قتل و قمع اولاد رسولؐ اسی شاخ کے شگوفے ہیں اگر وہی برابر تقسیم کا قاعدہ جاری رہتا تو اس وقت طلحہ زبیر کا فساد نہ اٹھتا شاید معاویہ کی بغاوت ہوتی جو رفع دفع ہو جاتی۔ غرض کہاں برابر کی سیدھی سادھی تقسیم کہاں سلطانی عہدہ داروں کی طرح اعلیٰ و ادنیٰ تنخواہیں اس کے لئے ویسے ہی لازمی منشی محرر دفتر رجسٹر تمام شاہانہ سامان درکار ہوا جو کسریٰ و قیصر کے ڈھنگ پر مہیا کیا گیا کہتے ہیں کہ ابو بکر کو بھی خلافت مآب نے یہی صلاح دی تھی۔ مگر وہ اس تک نہ پہنچے یا کچھ اور مصلحت سمجھ کر خاموش ہو رہے کہ یہ امور اس وقت رائج نہ ہو سکے لیکن عمر نے اپنی خلافت کے دوسرے ہی سال اس پر عمل درآمد شروع کر دیا اس بند و بست میں جیسا کہ امید تھی خاطر خواہ کامیابی ہوئی خزانے میں ان گھوڑا شیوں سے کافی بچت ہونے لگی۔ حضرت عمر کے ذمہ بیت المال کا قرضہ: گاہ گاہ قرض کے نام سے روپیہ نکالا جاتا تھا حتیٰ کہ بڑھتے بڑھتے رقم قرضہ چھپاسی ہزار کو پہنچ گئی جس کو خلیفہ صاحب قبر میں اپنے سر پر لے گئے بعض علما نے ازراہ جہل یا تجاہل، عمر کے مقروض مرنے سے انکار کیا ہے، اور نافع غلام عمر سے نقل کیا

کے قابل ہے کبھی اسے ناقہ صالح کی کھال کا بتلاتے ہیں کبھی اس دنبہ کی جلد کا جو فد یہ اسمعیلؑ میں حضرت خلیل اللہ پر نازل ہوا تھا۔ کبھی شعیب پیغمبرؑ کی بکریوں کے چمڑے کا۔ غرض یہ سب کچھ بطیب خاطر، قبول و منظور ہے الاذوالفقار حیدر کراڑ کی نسبت جس سے بنا اسلام قائم ہوئی اگر کوئی انہی کے علاوہ قول کے موافق یہ کہہ دے کہ آسمان سے نازل ہوئی تو پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے فوراً روایت پر کذب و وضع کے اور راوی پر کفر و نفی کے فتوے لگ جاتے ہیں خدا ایسے تعصب سے بچائے۔

مسلمانوں کے بیت المال میں حضرت عمر کے تصرفات

عمر کے زمانہ میں کچھ تو کثرت فتوحات سے مال کی خود ہی فراوانی تھی۔ کچھ انہوں نے نفس کہ حق اقرباء رسولؐ خدا تھا اور حق تعالیٰ نے بعوض اس کے صدقہ ان پر حرام کیا تھا، یہ حصہ ان کو عنایت کیا تھا، ضبط کر لیا، فذک اس سے پہلے خلیفہ اول کی نذر ہو چکا تھا ذوی القربی دوسرے صاحب نے لیا، چلے کوئی صورت خاص اہل بیت علیہم السلام کی اوقات ببری کی نہ رہی۔ اس کے علاوہ خلیفہ ثانی نے توفیر مال کی ایک اور تدبیر یہ کی کہ برخلاف حکم خدا و رسولؐ زکوٰۃ کو موقوف کر کے زمین پر بروئے پیمائش محصول لگا دیا چنانچہ عراق میں یہ محصول فی جریب (۱) ایک درہم وصول ہوتا تھا اور مصر میں ایک دینار فی جریب ٹھیک اسی شرح سے کہ شاہان مصر فراغہ کے زمانہ میں لیتے تھے۔ غرض کچھ ہو، ان تدابیر سے روپے کی ریل پیل ہو گئی پھر مال بھی مال ہے اس نے بھی اپنا اثر دکھلایا اور خلافت پناہ کی رگ طمع نے زیادہ جنبش کی اور ان کو جمع مال اور خزانہ رکھنے کی خواہش ہوئی۔ آگے مسلمانوں کا بیت المال برائے نام بیت المال تھا اور نہ جو روپیہ آتا فوراً تقسیم ہو جاتا ٹھہرنے نہیں پاتا تھا۔ اور سب کو برابر ملتا۔ چنانچہ عہد عدالت مہد رسولؐ اللہ میں یہی دستور تھا، آپ کے

(۱) یہ موافق مشہور کے ہے لیکن علامہ علی علیہ الرحمۃ جنتی المطلب میں رقم طراز ہیں کہ خراج مذکورہ اس شرح سے لگایا گیا تھا کہ زمین خرمائیں فی جریب دس درہم اور زمین انکور میں اٹھارہ درہم اور دیگر اشجار میوہ دار و تر و تازہ پر چھ درہم اور ارضی گندم پر چار درہم اور جو پر دو درہم تھا اور یہ تمام اس زمین پر لگایا گیا تھا کہ فارس سے قہر و غلبہ ہاتھ آئی تھی۔ اور سواد عراق کے نام سے موسوم تھی پھر اس کے حدود اربعہ بتلائے ہیں اور لکھا ہے کہ عثمان بن حنیف انصاری نے حضرت عمر کے حکم سے اس کو پیمائش کیا تو تین کروڑ بیس لاکھ جریب برآء ہوئی اس کا مالیانہ سالانہ عمر کے زمانہ میں سولہ کروڑ درہم تھا اور ارض سواد اس کو اس لئے کہا کہ اول جو لشکر اسلام بادیہ عرب سے اس زمین پر داخل ہوا تو کثرت اشجار سے وہ ان کو سیاہ نظر آئی پس انہوں نے ارض سواد کے نام سے اس کو موسوم کیا۔ امیر المومنین علیہ السلام خلافت پر فائز ہوئے تو اس بدعت کو تغیر نہیں دے سکے لہذا آپ کے عہد میں بھی یہ خراج اسی طرح وصول ہوتا تھا۔ ۱۲۔ منہ۔ غنی عنہ۔

انہوں نے فرمایا کہ کون سا آسمان مجھ پر سایہ ڈالے گا اور کون سی زمین مجھ کو اپنے اوپر اٹھائے گی اگر میں کتاب خدا میں وہ بات کہوں گا جو مجھ کو خود نہ آتی ہو۔ غرض ابا کے معنی ابو بکر و عمر دونوں کو نہیں آتے تھے فرق اتنا تھا ابو بکر نے سادگی سے اپنی نادانی کا اقرار کر لیا عمر چالاکی سے اس کے جاننے ہی کو فضول بتلانے اور بتلانے والے کو مارنے لگے گویا کیا آپ کو الفاظ قرآن کو زبان سے کہہ لینے کا حکم ہے اس کے معانی کے کہنے اور سننے سے منع کئے گئے ہیں۔ کیا خوب کہا ہے اس مقام پر مولانا مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار میں کہ روایات اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر لفظ ابا دونوں شیخوں کے نزدیک عقدہ لاتعل تھی۔ اور انہوں نے اس کے جاننے کی توفیق نہیں پائی حالاں کہ گدھے (۱) تک اس کو جانتے ہیں۔ بنیاد اعتقاد مولانا مفتی سید محمد عباس شوشتری۔

جمع الجوامع ایک سیوطی کی ہے کتاب لکھی ہے اس میں نقل یہ سنئے باب و تاب ایک شخص تھا نماز حق بے نیاز میں کوڑا اسے عمر نے لگایا نماز میں اُس نے کہا اشارہ سے بیٹھ اس مقام پر جب پڑھ چکا نماز تو بولا کہ اے عمر کس واسطے نماز میں ایذا یہ مجھ کو دی بولا کہ بعد عصر نماز اور کیوں پڑھی اس شخص نے کہا کہ عبث تو خفا ہوا پڑھتے تھے یہ نماز اسی وقت مصطفیٰ نیز مفتی صاحب مرحوم فرماتے ہیں۔

مارا ہے تازیانہ اسی نے بتول " کو ایذا ہے جس کی ہوتی تھی ایذا رسول " کو دروازہ علی " پہ جو وہ تند خو گیا آنے میں کچھ جو دیر ہوئی آگ ہو گیا توڑا در مدینہ علم نبی کا در سرگرم اس پہ تھا کہ جلانے علی " کا گھر اس کو ہراس آتش عقبی کا کچھ نہ تھا پاس و لحاظ فاطمہ زہرا " کا کچھ نہ تھا القصہ خلافت مآب کی اس درہ بازی سے خلقت کا ناک میں دم تھا حتی کہ آپ کے بعد بھی مدتوں تک عرب میں اس کے ظلم و ستم کا چرچا رہا۔ اور لوگ اس کو حجاج کی تلوار ستم آثار سے زیادہ خوف ناک گنتے تھے چنانچہ لَدْرَةُ عَمْرٍ اٰهِيْبٌ مِّنْ سَيْفِ الْحِجَا ح مشہور و معروف ہے۔ باوجود اس کے متعصین جو اس تازیانے کی مدح سراہی کرتے ہیں تماشا

(۱) اب لغت میں چوپاؤں کے کھانے کی چیز کو کہتے ہیں اور وہ بہائم کے لئے ایسا ہے جیسا کہ انسان کے لئے فاکہہ (میوہ) پس کون گدھا ایسا ہوگا جو اپنی خوراک کو نہ پہچانے۔ ۱۲ منہ۔

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ ایک مرتبہ خود بدولت گھر میں داخل ہوئے ایک لڑکا بالوں میں کنگھی کئے اچلے کپڑے پہنے نظر پڑ گیا۔ کوئی بات نہ چیت اس کے کوڑا کھینچ مارا بچہ بلبلاتا اٹھا بی بی حصہ آپ کی دسترنیک اختر حاضر تھیں یہ بے دردی دیکھ کر بولیں کیوں تم نے اس کو مارا کیا خطا اس کی تھی فرمایا یہ اپنے تئیں دیکھتا اور خوش ہوتا تھا میں نے چاہا کہ اس کے نفس کو اس کے آگے ذلیل کروں۔ اور تو اور صحابہ کبار تک کو تو اس تازیانہ ستم نشانہ سے امان نہ تھی سعد بن ابی وقاص کہ مشربہ نعیم جنت و داخل عشرہ مبشرہ تھے اور خود عمر نے اپنے بعد ان کو بنام نہاد خلافت داخل شوریٰ فرمایا ایک مرتبہ کسی مقام میں بیٹھے تھے شامت نفس سے کہیں خلیفہ ثانی بھی وہاں آئے ان کو بیٹھا دیکھ کر ایک کوڑا سر پر رسید کیا اس لئے کہ تعظیم کو نہیں اٹھا اور فرمایا کہ تو خلافت سے ہیبت نہیں مانتا تو خلافت بھی تجھ سے ہیبت نہیں مانتی۔ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں مطاعن عثمان کے جواب میں اس حکایت کو نقل کر کے کہتے ہیں جب عمر ایسا کرتے تھے اور کوئی دم نہ مار سکتا تھا تو عثمان نے بھی اگر عبداللہ مسعود کو پتوایا عمار یا سرکوشو کریں ماریں تو کیا ہوا کہتے ہیں کہ یہ بنائے فاسد علی الفاسد ہے عمر نے سعد و قاص کو بے خطا تازیانہ لگایا تو بے جا کیا عثمان نے ان حلیل القدر صحابیوں پر دست درازی کی تو اور بھی برا کیا ایک کی ظلم و زیادتی سے دوسرے کی تعدی جائز نہیں ہو سکتی عمر کی یہ حرکت بلاشبہ ظالمان بے باک کی حرکت کی مانند تھی کہ خواہی خواہی لوگوں کو اپنی تعظیم کے لئے اٹھانا چاہتے تھے نہ اٹھتے تو کوڑوں سے انہیں سد ہاتے تھے اس ظلم کو اگر کوئی نہ گیا اور زبان سے کچھ نہ بولا تو وہ نہ جائز ہو سکتا ہے نہ اوروں کے لئے مثال بن سکتا ہے اور عمر کا یہ کہنا کہ **انک لم تھب الخلافة فاردت ان تعرف ان الخلافة لا تھابک** کہ تو خلافت کا رعب نہیں مانتا اس لئے میں نے چاہا کہ تجھ کو معلوم کراؤں کہ خلافت بھی تیرا رعب نہیں مانتی عجیب و غریب استدلال ہے سعد سے ڈرتے ہیں کہ کوڑا مار کر اسے بتلایا گیا کہ ہم تجھ سے نہیں ڈرتے۔ اور سنئے جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں نقل کرتے ہیں کہ کسی نے آیہ شریفہ **فاکھتہ و اباً** میں لفظ ابا کے معنی آپ سے دریافت کئے آپ کو علم نہ تھا چاہئے تھا کہ خاموش رہتے یا حاضرین سے سوال کرتے فرمانے لگے **ما کلفنا بھذا و ما امرنا بھذا** ہم کو اس کی تکلیف نہیں دی گئی۔ ہم کو اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ حاضرین میں سے کسی نے اس کے بتلانے کا ارادہ کیا تو عمر درہ لے کر اس کے سر پر آئے اور بضر تازیانہ اسے تادیب کیا۔ کیا خوب خود تو معانی قرآن سے بے خبر ہوں اور جو کوئی اور بتانا چاہے تو اس کی دروں سے خبر لی جائے۔ اس کا احسان مند ہونا چاہئے تھا نہ کہ الٹا کوڑوں سے مارنا۔ ہاں ہم کو یاد آیا یہ بالفاظ ہی غضب کا بجا ہوا ہے اس کے معنی حضرت ابوبکر کو بھی نہ آتے تھے پس اس حساب سے تو انہوں نے خلیفہ کو ل کی خیر خواہی کی، کیوں کہ اس میں ان کی بھی رسوائی تھی اس لئے اس شخص کو ڈانٹا۔ سیوطی نے تفسیر اتقان میں روایت کی ہے کہ ابوبکر سے یہ سوال کیا گیا تو

تھا۔ عقلاً کمال انسانی ہے اور مظنہ خیر و خوبی، ملا جلال الدین دوانی اخلاق جلالی میں لکھتے ہیں کہ حکیموں نے کہا ہے کہ آدمی کے باطنی اخلاق بیشتر اس کے ظاہری خلقت کے تابع ہوتے ہیں یعنی جس کی صورت شکل چہرہ مہرہ اچھا ہے اس کی عادت و اخلاق بھی اکثر اوقات اچھے ہوتے ہیں اور اس کے خلاف شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اور فارس کے حکیم کہتے ہیں کہ بد صورت بھونڈی شکل والے میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہوتی اس کے بعد کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا سے حدیث وارد ہوئی ہے کہ **اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ** کہ خیر و خوبی کو خوبصورتوں سے طلب کرو اور نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب چاہیں کہ کہیں قاصد بھیجیں، چاہئے کہ نیک نام اور خوبصورت ہو کیوں کہ حسن صورت پہلی نعمت ہے کہ آدمی سے پہنچتی ہے اور ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ تمام انبیاء خوبصورت اور خوش آواز گزرے ہیں۔ پس یہاں دیکھنا چاہئے کہ خلیفہ کبانی نے بخلاف ارشاد پیغمبرؐ (**اللہ جمیل "یحب الجمال"**) نصر بن حجاج کی خوبصورتی بے بدی طلب کی اور بے حجت و برہان اس کے حسن صورت کو منشا شر و فساد گنا، بہر حال چوں کہ حضرت خود بھڑے بے ہنگم ناموزوں لمبے اور سیاہ (۱) قام عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے خوبصورتوں سے عداوت رکھتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی ایک قبول صورت بی بی کو طلاق دے دیا تھا۔ گو پیچھے سے ارادت مندوں نے یہ بات بنائی کہ اس خوف سے کہ مبادا کاروبار خلافت میں دخل دے اور آپ کو فسطحیت سے اس کا کہنا ماننا پڑے اس کو طلاق دیا تھا۔

حضرت عمر کا دُرہ : آثار مشہورہ خلیفہ ثانی سے ایک آپ کا تازیانہ تھا کہ ہر وقت حضرت کے ہاتھ میں رہتا تھا اور جا بے جا جہاں چاہتے تھے اس کو بھیج کر مارتے تھے۔ ظاہر ان کی شوکت عوام میں بہت مشہور ہے اس کی بنیاد اسی تازیانہ پر ہے۔ مسجد میں نماز کے لئے صفوف جماعت کھڑی ہوتیں تو عمر درہ لئے نمازیوں کے آگے دیوانہ وار پھرتے تھے جس کا پاؤں ذرا آگے یا پیچھے پاتے تراق سے اس کے کوڑا مارتے۔ بچے اور عورتیں تک اس تازیانے کی زد سے نہ چھوٹتے تھے۔ کوچہ ہائے مدینہ میں جہاں آپ کا گذر ہوتا ٹکڑے شکل دیکھتے ہی پتا توڑ وہاں سے بھاگتے کہ مبادا اس کوڑے کے ہاتھوں کسی کی شامت نہ آجائے۔ روایت ہے کہ خلافت پر پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جس پر اس کوڑے سے ہاتھ صاف کیا گیا وہ ام فروہ خواہر خلیفہ اول حضرت ابوبکر تھیں ابوبکر کے جنازہ پر زنان قربات دار حسب معمول مشغول گرید و بکا تھیں عمر نے ان کو منع کیا باز نہ آئیں پھر کہا چپ نہ ہوںیں آخر عورتوں میں گھس گئے اور ان کے درمیان سے ام فروہ کو جس کی آواز سب میں بلند سنائی دیتی تھی پکڑ لیا اور عورتوں سے علیحدہ کر کے کوڑوں سے اس کی خبری دیگر خواتین یہ دیکھ کر منتشر ہو گئیں۔

(۱) مروج الذهب میں ہے کہ خلیفہ ثانی کی ماں حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ سیاہ رنگ تھی ۱۲۔ منہ۔

عورت کے ٹوکنے سے اپنی رائے بدل دی اور لوگوں کو زیادہ مہر مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی کنز العمال میں ہے
ثم رجع الى المنبر فقال للناس انى كنت نهيتكم ان لا تغالوا فى صداق النساء فليفعل رجل فى ماله ما شاء يعنى بعد اس کے عمر واپس آئے اور دوبارہ منبر پر جا کر کہا میں نے تم کو بھاری مہر باندھنے سے منع کیا تھا اب ہر شخص کو اختیار ہے اپنے مال میں جو چاہے سو کرے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کے تنبیہ کرنے سے خلیفہ صاحب کو اپنی رائے کی غلطی معلوم ہوئی اور وہ اس سے باز رہے۔ پس انکسار کی کہاں گنجائش رہی۔ خیر اس مقام پر تجس عیوب و شب گردی کا مذکور تھا یہاں جو امر درپیش ہے اس کی نسبت سنئے خلیفہ صاحب کے اس راتوں دوڑے دوڑے پھرنے سے بجائے نفع کے خلقت کو نقصان پہنچتے تھے بے چارہ۔ نصر بن حجاج سلمیٰ حضرت کے اسی کوچہ گردی کا شکار ہوا ہے۔ مجمل کیفیت اس کی اس طرح پر ہے کہ ایک رات عمر حسب معمول روند کو اٹھے تو ایک مقام سے ایک عورت کی آواز آئی کہ یہ شعر پڑھتی ہے۔

هل من سبيل الى خمر فاشربها

ام هل سبيل الى نصر بن حجاج

اے کاش مجھ کو شراب کی طرف راستہ ملتا کہ اس کو پیتی یا کوئی راہ نصر بن حجاج ہی کی طرف پاتی۔ خلیفہ صاحب کے یہ شعر سن کر کان کھڑے ہو گئے اور صبح سویرے اٹھ کر پوچھنے لگے کہ یہ نصر بن حجاج کون شخص ہے معلوم ہوا کہ قبیلہ سلیم سے ایک جوان رعنا جمال باکمال و زلف و خال بے مثال رکھتا ہے حکم دیا کہ فوراً حاضر کریں سامنے آیا تو دیکھا کہ فی الواقع حسن و خوبی کا پتلا ہے۔ غرض خلیفہ صاحب دیکھتے ہی اس کے دشمن ہو گئے۔ کیوں کہ اپنی کمال دانائی سے یہ سمجھ لیا کہ ضرور وہ عورت اس پر عاشق ہے اس کے فراق میں اشعار پڑھتی تھی اور اس کا یہ قصور ہے کہ عورتیں اس کے اوپر فریفتہ ہو کر آوارہ ہوتی ہیں۔ حالاں کہ یہ گمان ان کا باطل تھا اس لئے کہ ممکن ہے کہ کسی شاعر نے اپنے اشعار میں نصر کے حسن کو تمثیلاً ذکر کیا ہو اور وہ عورت بطور نقل و حکایت اس کو پڑھتی ہو اور سلیمان کہ شعر بھی عورت ہی کا تھا اور وہ نصر پر عاشق بھی تھی اور اپنا ہی حال اس شعر میں بیان کرتی تھی۔ تاہم نصر کا اس میں کیا قصور تھا۔ غرض پیش گاہ خلافت سے حکم صادر ہوا کہ اس کے موئے سرہ کر کے باعث زیب و زینت ہیں تراش دیں۔ مگر حسن خدا داد اس سے کم نہ ہوا بلکہ زیادہ تر دکنے لگا۔ تو خلافت مآب نے بے گناہ بلا خطا اس کو بصرہ کی طرف جلا وطن کر دیا۔ مدینہ میں اس کی ضعیف ماں تھی اس نے بہتیرا دوا فریادی شور و غل مچایا خود نصر نے بہت کچھ منت و سماجت کی خطوط لکھے۔ مگر یہاں ایک سماعت نہ ہوئی بے چارہ یوں ہی کرب و غربت میں وطن کی صورت کو ترستا مر گیا۔ تنبیہ: واضح رہے کہ حسن ظاہری کہ حضرت عمر کے نزدیک بدظنی کا منشا ٹھہرا

جس طرح اس شرابی کا جواب بن نہ آیا اسی طرح وہ اکثر مقامات میں بند و لا جواب ہو جایا کرتے تھے حتیٰ کہ لڑکوں اور عورتوں کے مقابلے میں مبہوت و حیران رہ جاتے تھے۔ اور کبھی کبھی بھرے مجمع میں اپنی جہالت کا اقرار بھی کر لیتے تھے حتیٰ کہ تمام عالم کو اپنے سے فقیہ اور عالم تر بتلاتے تھے چنانچہ اسی سبب سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے تھے

هویکثر العثار والاعتذار منها کہ عمر بار بار غلط اور خطا کرتے تھے اور اس سے عذر چاہتے تھے۔ ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ عمر ایک روز انصار سے ایک جوان کے پاس سے گزرے چوں کہ تشنہ تھے پانی مانگا اس نے شہد کا شربت آپ کے لئے حاضر کیا آپ نے اس کے پینے سے انکراہ کیا اور فرمایا حق تعالیٰ فرماتا ہے اذہبتم ظیباتکم فی حیوٰتکم الدنیا یعنی لے گئے تم اپنی اچھی چیزوں کو زندگانی دنیا میں اس جوان نے کہا اسے امیر المومنین یہ کافروں کا حال ہے مسلمانوں کا نہیں اور قبل آیہ کو آپ کے سامنے پڑھا ویوم نعرض الذین کفرو علی النار اذہبتم ظیباتکم فی حیوٰتکم الدنیا جس روز کہ عرض کئے جاویں وہ لوگ کہ کافر ہیں آتش جہنم پر اور کہا جائے ان کو کہ لے گئے تم اپنی طیبات کو زندگانی دنیا میں۔ پس عمر نے وہ شہد پیا اور کہا کل الناس اقلہ من عمر کہ تمام آدمی عمر سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اور مشہور ہے کہ ایک مرتبہ سر منبر فرمایا ایہا الناس اپنے ازدواج کے مہر کو گراں اور بھاری نہ کرو بہ تحقیق کہ جو کوئی چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرے گا میں اس زیادتی کو چھین کر بیت المال میں داخل کروں گا۔ خطبہ کہہ کر واپس آ رہے تھے کہ قریش سے ایک عورت نے آگے آ کر کہا اے پسر خطاب خدا کا کلام پیروی کے لائق ہے یا تمہارا کہا خدا کا عورت نے کہا پھر تم زائد مہر کو کیوں کر لے سکتے ہو جب کہ خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے و اقیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا اگر تم کسی عورت کو بقدر قنطار (۱) مال بھی دے دو تو اس میں سے ذرا سا بھی واپس نہ لو۔ بروایت بہادر عورت نے مسجد ہی میں یہ جواب دیا تھا بہر تقدیر عمر نے دو یا تین مرتبہ فرمایا کل الناس اقلہ من عمر حتی النساء کہ تمام آدمی عمر سے زیادہ فقیہ ہیں یہاں تک کہ عورتیں بھی۔ بروایتے فرمایا تم تعجب نہیں کرتے ایک عورت سے کہ اس نے درست بات کہی اور ایک امام سے کہ خطا کی بروایت دیگر کہا امرأۃ خاصمت عمر فخصمتہ کہ ایک عورت نے عمر سے خصومت کی اور اس پر غالب آئی۔ شاہ عبدالعزیز تحفہ میں کہتے ہیں کہ ایسا کہنا عمر کا براہ انکسار تھا نہ کہ واقعہ میں ان سے خطا ہوئی تھی ہم کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں اگر انکسار کی راہ سے ہوتا تو وہ اس مسئلے سے رجوع نہ فرماتے حالاں کہ انہوں نے

کے ساتھ دورہ کر رہے تھے کہ ایک چراغ کی روشنی نظر آئی اس کی طرف چلے قریب پہنچے تو مکان کے اندر سے صدائے شور و غل سنی ابن عوف سے کہا تو جانتا ہے کہ یہ کس کا مکان ہے کہا نہیں فرمایا ربیعہ بن امیہ بن خلف کا اب ہم کو کیا کرنا چاہئے عبدالرحمن نے کہا ہم نے وہ کام کیا جس سے حق تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے یعنی تجسس کیا کہ اس سے نہی فرمائی ہے پس عمر نے ان سے تعرض نہ کیا اور وہاں سے واپس چلے آئے اور کنز العمال میں ایک اور موقع کا ذکر کیا ہے کہ عمر کسی کے گھر کے اندر جا گئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہے اور زوجہ بیالے میں بھر بھر کر اسے شراب پلا رہی ہے۔ اس وقت عبدالرحمن نے کہا یہ عیب جوئی و تجسس ہے خلافت پناہ نے کہا اس کی تو بے کیا ہے کہا یہ کہ تو اپنے علم سے اسے آگاہ نہ کرے اور بجز بھلائی کے اس کی طرف سے دل میں کچھ نہ رکھے یہ کہہ کر دونوں پلٹ آئے اور نیز کنز العمال میں ابو جحش ثقفی اور اس کے اصحاب شراب خوار کے سر پر آپ کا دفعۃً جا پہنچنا روایت کیا ہے اس مرتبہ زید بن ثابت و عبدالرحمن بن ارقم اردلی میں تھے دونوں نے کہا اے امیر المومنین یہ تجسس منہی عنہ ہے غرض اس قسم کی بہت سی حکایتیں صاحب تشہید علیہ الرحمہ نے کتب اہل سنت سے نقل کی ہیں کہ لوگ آپ کو اس خصلت زبوں سے منع کرتے تھے مگر وہ باز نہ آتے تھے۔ ازالۃ الخفا میں ہے کہ عمر ایک دفعہ مدینہ میں رات کے وقت تجسس کر رہے تھے کہ ایک مکان سے ایک مرد کے گانے کی آواز سنی دیوار پھاند کر اندر گئے تو دیکھا ایک عورت بھی بیٹھی ہے اور شراب رکھی ہے کہا یا عدو اللہ اظننت ان اللہ یسترك وانت علیٰ معصیتہ کہ اے دشمن خدا تو جانتا ہوگا کہ حق تعالیٰ تیری پردہ پوشی کرے گا درانحالیکہ تو اس کی نافرمانی میں مشغول ہے وہ بے باک بھی بڑا چالاک تھا۔ ایک شرابی کا حضرت عمر کو ملزم ٹھہرانا: بولا اے امیر المومنین جلدی نہ کرو اگر میں نے خدا کی ایک معصیت کی تو تم سے تین گناہ سرزد ہوئے اول یہ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تجسس مت کرو تم نے تجسس کیا دوسرے تم دیوار پھاند کر گھر میں آئے اللہ جل شانہ فرماتا ہے واتوا الیوت من ابو ابہا کہ آؤ تم گھروں میں ان کے دروازوں سے۔ سوم ارشاد فرماتا ہے لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتیٰ یستأنسوا وتسلموا علیٰ اہلہا کہ تم بے گانے گھروں میں مت جاؤ جب تک کہ موانست نہ ہو اور سلام کرو گھر والوں پر۔ تم بے محابہ بلا کسی موانست کے چلے آئے اور سلام کا تو کیا ذکر ہے۔ خلیفہ صاحب یہ برجستہ تقریریں کر بغلیں جھانکنے لگے اور کہا تو یہ کہا کہ اگر میں تیرا قصور معاف کر دوں تو تیرے پاس کوئی بھلائی ہے اس شخص نے کہا ہاں اے امیر المومنین آپ یہ خطا معاف کر دیں گے تو میں پھر ایسا کام کبھی نہ کروں گا۔ پس وہاں سے چلے آئے۔ ابن ابی الحدید اس روایت کی نقل کے بعد شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے وروی فی روایۃ اخریٰ فلحقہ اخجل یعنی دوسری روایت میں ہے کہ خلیفہ صاحب کو بہت شرمندگی عارض ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ خلافت پناہ سے

دیا ہے مسلمان ان سے سن کر کہنے لگے رسول خدا سے اس بارے میں کچھ نہیں پہنچا۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ محمد بن سعد کاتبِ واقدی از زہری روایت کردہ کہ گفت ہمارسیدہ کہ اہل کتاب اول وے (عمر) را فاروق خواندند و مسلماناں متابعت ایشان کردند و از پیغمبر ﷺ در اس باب چیزے ہمارسیدہ۔ اتلی۔

تجسسِ خلیفہ ثانی: غرائبِ حالاتِ خلافتِ پناہ سے ایک آپ کا راتوں کو گلی کو چوں میں چکر لگانا اور مسلمانوں کے خفیہ عیوب کی تلاش کرنا ہے یہ بدعتِ اسلام میں ان سے شروع ہوئی پیشتر نہ تھی کیوں کہ شرع میں تجسس کی سخت ممانعت آئی ہے حق تعالیٰ قرآن شریف میں بصیغہ نہی لَا تَجَسَّسُوا اس سے منع کرتا ہے اور حضرت رسول خدا سے احادیثِ کثیرہ تجسس کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں ازاں جملہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے لوگو کہ ظاہرِ ازبان سے اسلام لائے اور ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا مسلمانوں کو ایذا نہ دو اور ان کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کی لغزش اور خطاؤں کی تلاش میں نہ رہو۔ بہ تحقیق کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی خطائیں ڈھونڈتا ہے حق تعالیٰ اس کی خطائیں ڈھونڈتا ہے اور اس کو اس کے گھر کے اندر فضیحت اور رسوا فرماتا ہے یہ حدیثِ کتبِ معتبرہ اہل سنت میں بطرق متعددہ متکثرہ وارد ہوئی ہے اور نیز ان کے یہاں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص ان پلیدیگوں سے کسی میں مبتلا ہووے چاہئے کہ اس کو مخفی رکھے۔ کیوں کہ ہمارے سامنے ظاہر ہوں گی تو ہم ان پر حدودِ شرعی جاری کریں گے۔ صاحبِ شرحِ مواقف ایسے احادیثِ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں وَقَدْ عَلِمَ مِنْ سِيرَتِهِ أَنَّهُ كَانَ لَا تَجَسَّسَ عَنْ الْمُنْكَرَاتِ بَلْ يَسْتَرْهَا وَيَكْرَهُ أَظْهَارَهَا یعنی معلوم ہے کہ رسول اللہ کی عادت تھی کہ بدکاریوں کی تجسس و تفتیش نہ کرتے تھے بلکہ ستر پوشی کو کام میں لاتے اور اس کے اظہار سے کراہت فرماتے تھے۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ درحقیقت آنحضرتؐ کی ایسی ہی شریف عادت تھی۔ مگر خلیفہ ثانی اس کے برعکس مسلمانوں کی پردہ دری سے رغبت اور ان کی عیب جوئی کا شوق رکھتے تھے اور گوان کے خیر خواہ ان کو روکتے اور مانع آتے بلکہ وہ خود بار بار اس میں ندامت و خجالت اٹھاتے مگر اس سے باز نہ آتے تھے وہ راتوں کو اکیلے دوکیلے راستوں بازاروں میں گشت لگاتے اور بے دھڑک گھروں میں گھس جاتے دروازے بند پاتے تو بکمالِ چستی و چالاکی دیواروں کو پھانڈ جاتے یا پشتِ خانہ سے چھت پر چڑھ کر دفعۃً لوگوں کے سر پر جا پہنچتے اور ان کو غل و شرمندہ فرماتے تھے گویا حضرت مخبرِ صادقؑ ان ہی کے حال و مال پر نظر فرما کر یہ تکرار کہتے تھے يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بَلْسَانُهُ وَلَمْ يَدْخُلْ أَلَا يُؤْمِنُ فِي قَلْبِهِ لَا تَتَّبِعُوا أَعْوَارَ الْمُسْلِمِينَ اے ظاہر کے مسلمانوں دلی ایمان کی دولت سے بے نصیب ہو تم مسلمانوں کی عیب جوئی کرو گے تو حق تعالیٰ تم کو فضیحت و رسوا کرے گا۔ شاہ ولی اللہ از الہ الخفا میں رقم طراز ہیں کہ خلیفہ صاحب ایک رات عبد الرحمن عوف

سے وہ بچانا جائے گا قسم بخدا کہ مکرو فریب کام میں نہ لاؤں گا اور اپنے تئیں اس شدت و تکی میں نہ ڈالوں گا۔ اور یہ بات کہ امیر المومنین اقب خاص حضرت امیرؓ کا ہے کتب اہل سنت میں متواترات سے ہے اور اس کتاب میں بھی جا بجا اس کا ذکر آیا ہے۔ صاحب مودۃ القربی نے کہ ان کی کتاب رشید الدین خاں جیسے بزرگوں کے لئے مایہ ناز ہے ایک علیحدہ باب اس امر کے بیان میں ترتیب دیا ہے چنانچہ کہتے ہیں۔ المودۃ الرابعہ فی انہ امیر المومنین وسید الوصیین کہ چوتھی مودت اس کے بیان میں ہے کہ وہ حضرت امیرؓ ہیں مومنوں کے اور سید و سردار ہیں وصیوں کے پھر پیغمبر خدا سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ان فی اللوح المحفوظ تحت العرش مکتوب علی بن ابی طالب امیر المومنین کہ لوح محفوظ پر زیر عرش لکھا ہوا ہے کہ علیؓ ابن ابی طالب علیہ السلام امیر المومنین ہیں و دیگر حذیفہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ علیؓ کب سے امیر المومنین کے نام سے نامزد ہوئے کبھی بھی ان کی فضیلت کا انکار نہ کرتے آپ کا نام امیر المومنین رکھا گیا حالانکہ آدمؑ ہنوز روح و جسد کے درمیان تھے یعنی روح ان کے بدن میں داخل نہ ہوئی تھی انتہی۔ فقط امیر المومنین ہی پر موقوف نہیں صدیق و فاروق بھی اسی جناب کے خاص القاب ہیں کہ اہل سنت زبردستی ابو بکر و عمر کے ناموں کے ساتھ لگاتے ہیں۔ ابن حجر کی صواعق محرکہ کی تیسوں حدیث میں فضائل امیر المومنین سے بروایت عبد اللہ بن عباس نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا الصدیقون ثلثہ حزقیل مومن آل فرعون وحسب النجار صاحب یسین وعلی بن ابی طالب کہ صدیق کل تین ہیں حزقیل مومن آل فرعون اور حسب النجار صاحب یسین اور علی بن ابی طالب، اور ابو نعیم اور ابن عساکر سے اس قدر اور زیادہ نقل کیا ہے وعلی بن ابی طالب وھو افضلھم یعنی تیسرے ان تین کے علی بن ابی طالب ہیں اور وہ ان سب میں افضل ہیں اور یہ بہت صحیح ہے چنانچہ اسی وجہ سے وہ جناب اپنے آپ کو صدیق اکبر کہا کرتے تھے جیسا کہ نسائی نے خصائص میں نقل کیا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میں ہوں بندہ خدا اور برادر رسول اللہ کا اور صدیق اکبر ہوں سات سال پہلے سب سے ایمان لایا۔ میرے سوا کوئی اس کو نہ کہے گا مگر کذاب۔ اور طبرانی نے بسند خود سلمان و ابو ذرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے علیؓ علیہ السلام کی نسبت فرمایا کہ وہ سب سے پہلے ایمان لائے اور سب سے پہلے بروز قیامت میرے ساتھ مصافحہ کریں گے اور وہ ہیں صدیق اکبر اور فاروق اس امت کے کہ فرق کنندہ ہیں درمیان حق و باطل کے اور وہ ہیں یعسوب مومنوں کے بموجب ان روایات کے صدیق و فاروق صرف حضرت امیرؓ کے القاب ہیں اور اوروں نے جو یہ نام اپنے مقرر کر لئے وہ جھوٹے کذاب ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ اہل سنت نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کو فاروق کا لقب پہلے یہود و نصاریٰ نے

لقب و نام بھی نہ چھوڑا۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ عمر نے کہا لوگ ابو بکر کو خلیفہ رسول اللہ کہتے تھے مجھ کو خلیفہ رسول اللہ کہیں گے تو طول ہوگا اور روزمرہ کی گفتگو میں تکلیف اور تنگی واقع ہوگی۔ مغیرہ بن شعبہ حاضر درگاہ تھا بولا ہم مومنین ہیں اور تم ہمارے امیر پس تمہارا نام امیر المومنین ہونا چاہئے عمر نے اس کو پسند کر لیا۔ بروایت دیگر جس نے سب سے پہلے خلافت پناہ کو اس نام سے آگاہ کیا وہ عمرو عاص تھا۔ مدارج النبوة میں ہے کہ مغیرہ بن شعبہ عمرو عاص معاویہ بن ابوسفیان زیاد بن ابیہ یہ چار شخص عقلاء عرب سے شمار کئے گئے ہیں یعنی دنیا طلبی کے ہتھکنڈے ان کو خوب آتے تھے خواہ بحق یا باطل اپنا کام نکال لینے میں مشق و مہارت رکھتے تھے۔ کیوں کہ ذرا آگے بڑھ کر صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ لفظ عقل تین معنوں میں بولا جاتا ہے ایک قوت عاقلہ نفس نااطقہ دوسرے دریافت ہونا ان امور کا جن سے انسان کے مبداء و معاد کے کاروبار اصلاح پذیر ہوں۔ تیسرے تحصیل اغراض دینی اور اس کی تدابیر کو چھوٹ و بطل سے ہوں اس تیسری قسم کی مثال میں شیخ عبدالحق دہلوی مصنف مدارج عمرو عاص وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں وغیرہ سے وہی معاویہ و مغیرہ بقرینہ سابق مراد ہیں مگر ہم حیران ہیں کہ جب یہ جماعت صحابہ کی بقول اس فاضل کے حق و ناحق دنیا طلبوں کی سرگروہ ٹھہری تو کلیہ الصحابة کلہم عدول کہ ضروری مذہب سنت و جماعت ہے کہاں سلامت رہا۔ علاوہ برائیں ان لوگوں کی حالت ظاہری کو اس حدیث کے ساتھ ملائیے کہ **أَضْحَايَ كَالنُّجُومِ بَائِهِمُ اقْتَدَيْنِمُ اهْتَدَيْتِمُ** کہ میرے اصحاب مثل ستارہ ہائے آسمان ہیں ان سے جس ایک کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اس وقت دیکھئے کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ اس دنیا سازی و حیلہ بازی میں بھی ان کی اقتدا موجب ہدایت ٹھہرتی ہے پس دیکھنا چاہئے کہ یہ حضرات صحابہ کی طرف داری میں کس قدر حق سے دور جا پڑے۔ یہی مغیرہ بن شعبہ دیگر خلفا کی طرح حضرت امیر المومنین کے نزدیک بھی قرب و رسوخ حاصل کیا چاہتا تھا چنانچہ ابتدائی خلافت اس جناب میں حاضر خدمت ہو کر کہنے لگا یا امیر المومنین آپ معاویہ وغیرہ عاملان عثمان کو ابھی معزول نہ کریں ثانی الحال جب کہ بنائے خلافت مضبوط ہو جائے تو اختیار ہے جو چاہے سوئیچئے یہ صلاح نظر ہے معالج سلطنت اچھی تھی۔ مگر دنیوی بادشاہی کے لئے نہ کہ دینی فرمانروائی کے، اس لئے وہاں قبول نہ ہوئی، جواب میں ارشاد ہوا **لَا وَاللّٰهِ لَا اتَّخِذُ الْمُضْلِينَ عَضْدًا** نہیں قسم خدا کی نہیں، میں گمراہوں کو اپنا مددگار نہ بناؤں گا مغیرہ اپنا سامنے لے کر رہ گیا۔ دوسرے موقع پر اس مضمون کو زیادہ وضاحت سے ارشاد کیا ہے فرماتے ہیں قسم بخدا کہ معاویہ مجھ سے عقل و ذہانت میں زیادہ نہیں مگر وہ فسق و فجور و کمزور کا مرتکب ہے میں اس سے کراہت کرتا ہوں ایسا نہ ہوتا تو سب سے زیادہ داہی میں تھا۔ لیکن قیامت کے روز ہر غدار بدکار کے لئے ایک نشان ہوگا جس

کہ وہ لکڑی کا گٹھا اپنے سر پر لا دکر لاتا تھا اور نیز اس کے باپ خطاب کے سر پر ویسا ہی گٹھا ہوتا تھا حالاں کہ میرا باب عاص بن وائل لباس ہائے ابریشمین اور عشرت اور عیش میں تھا اب وہ خلیفہ ہے اور مجھ کو اس کا تابع و عامل ہونا پڑا انتہی۔ کبھی کبھی عمر کو پہلی باتیں یاد آتیں تو کہا کرتے تھے کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ میں خطاب کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور اس میں غفلت ہوتی تو وہ مجھ کو مارتا تھا۔ یا اب میں ہوں کہ میرے اور خدا کے درمیان کوئی تیسرا نہیں جس سے کہ میں خوف کروں۔ مروی ہے کہ حضرت عمر آخری حج میں جس کے بعد پھر حج نہیں کیا، مکہ سے واپس آرہے تھے وادیِ ضحبان میں پہنچے تو اپنی پچھلی کیفیت کو یاد کر کے بولے الحمد للہ لا الہ الا اللہ یعطی من یشاء ما یشاء خدا کا شکر ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں جس کو جو چاہتا ہے بخشتا ہے قسم بخدا کہ میں اس جنگل میں خطاب کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور وہ تند و سخت مزاج آدمی تھا۔ کام کرتا تو تعب میں ڈالتا کوتاہی ہوتی تو مارتا تھا ولقد اصبحت وامسیت ولیس بینی و بین اللہ احد الا خشاء اللہ اور ابن اثیر نہایت میں لفظِ خط کے معنوں میں لکھتا ہے کہ وہ ورقِ شجر یعنی برگِ درخت ہے چنانچہ حدیثِ عمر میں ہے۔ لقد رامیتنی فی هذا الجبل احتطب مرة واختبط اخرى کہ میں نے اپنے تئیں اس پہاڑ میں دیکھا ہے کہ کبھی سوکھی لکڑیاں چنتا تھا اور کبھی درختوں سے پتے جھاڑتا تھا یہ حضرت عمر کے ابتدائی حالات ہیں جب ذرا بڑے ہوئے تو ولید بن مغیرہ مخزومی کے یہاں نوکر ہو گئے اس کے اونٹ چراتے اور بوجھ اٹھاتے اور اسباب کی نگاہ بانی کرتے اس سے ترقی کی تو بازاروں میں دلالی کا پیشہ کرتے تھے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار میں نہایت ابن اثیر سے نقل کیا ہے کہ عمر زمانہ جاہلیت میں مبرطش تھے اور وہ مثل دلال کے ایک شخص ہوتا ہے کہ بائع و مشتری کے درمیان سعی کرتا ہے اور یہ لفظِ سہین مہملہ کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی مبرطس اور وہ صاحبِ قاموس کے نزدیک وہ شخص ہے کہ لوگوں کو اونٹ اور گدھے کرایہ پر لے دے اور اپنا بھی کچھ حق اس میں ٹھہرا لے۔ اور یہ پیشہ آپ کا اسلام میں بھی رہا ہے۔ چنانچہ زمانہ خلافت میں جب کوئی حدیث ان کو معلوم نہ ہوتی اور لوگ اس کو بتلاتے تو وہ اس کے عذر میں کہا کرتے تھے الہا نی عنہ الصفق بالا سواق کہ مجھ کو بازاروں میں پھرنے نے اس کے جاننے سے باز رکھا۔

خلافتِ خلیفہ ثانی کے بعض حالات

حضرت ابو بکر کے مرنے پر جناب عمر خطاب نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی ابو بکر اپنے آپ کو خلیفہ رسول اللہ کہلاتے تھے عمر کو یہ پسند نہ آیا انہوں نے اپنا نام امیر المومنین مقرر کیا یعنی جس طرح حضرت امیر علیہ السلام کا منصب و مقام لیا تھا

کام سے باز رہو۔ نیز ان کا خاندانی قبیلہ تمیم عرب میں کوئی نامی قبیلہ نہ تھا ان کے درمیان کبھی کوئی سردار مشہور و تاجر معروف نہیں گزرا جریر شاعر کہتا ہے۔

ویقضى الامردون رجال تیم

ولا يستاذنون وهم شهود

یعنی کاروبار بلا شرکت مردان نبی تیم طے ہوتے تھے اور ہر چند وہ حاضر ہوتے تھے پر کسی بات میں دخل نہ دے سکتے تھے۔ وغفل نسبتاً معاویہ سے قبائل عرب کا حال بیان کرتا تھا۔ آخر میں تیم کا ذکر آیا تو کہا وہ ایک جماعت ہے کہ فحش و زنا ان میں ظاہر و عام ہے ان شعبو اشحووان افتقر والحوان کی خصلت ہے کہ سیر ہوتے ہیں تو بخل کرتے ہیں، اور فقر و احتیاج میں بالخاص و سماجت پیش آتے ہیں۔ ابوبکر سے بیعت ہوئی اور اس کی خبر ابوقافہ کو پہنچی تو بہت تعجب کیا اور کہا کیف رضی بنو عبد مناف بذلك کہ اولاد عبد مناف اس پر کیوں کر رضامند ہوئے چوں کہ جانتے تھے کہ اشرف قریش ان کے بیٹے کی اطاعت نہیں کریں گے، تو حیرت میں تھے اور یقین نہ کرتے تھے جب تحقیق ہوا تو کہا اللہم لا مانع لہما اعطیت پروردگار تو جس کو عطا کرے کوئی روک نہیں سکتا مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ ابوبکر کو ابوسفیان بن حرب کی طرف سے ایک امر پہنچا تھا اس لئے اس کو بلوایا تھا اور اس پر خفا ہو رہے تھے اور چلا رہے تھے۔ اور ابوسفیان خوشامد کی باتیں کرتا تھا اتنے میں ابوقافہ بھی وہاں آ نکلے ایک آدمی ان کی لاشی پکڑے لئے آ رہا تھا ابوبکر کی چیخیں سن کر اس مرد سے پوچھا کہ میرا بیٹا کس پر خفا ہو رہا ہے اس نے کہا ابوسفیان پر ابوقافہ نے ابوبکر کے پاس جا کر کہا اے عتیق تم اپنے طور و طریق پر نہ رہے اور اپنی مقدار سے تجاوز کر گئے یعنی اپنے آپ کو نہیں دیکھتے اور ابوسفیان سے اس طرح پیش آتے ہو یہ سن کر ابوبکر و دیگر مہاجر و انصار کہ وہاں موجود تھے ہنسنے لگے اور ابوبکر نے کہا ان اللہ قدر فح بالاسلام قوماً واذل بہ اخرین اے پدرحق تعالیٰ نے اسلام کی وجہ سے پست مرتبہ لوگوں کو بلند کیا اور بلند درجہ والوں کو پست فرمایا ہے۔ فی الواقع ابوبکر انہیں لوگوں سے تھے جو کہ پستی سے بلندی کو پہنچے تھے جو حال ابوبکر کے قبیلہ کا ہے اسی کے قریب قریب بنی عدی خلیفہ ثانی کے کنبہ کا ہے اور خود حضرت عمر اور ان کے باپ خطاب محنت و مزدوری کر کے لکڑیوں کا گٹھا اپنے سروں پر لاتے تھے جب بسراوقات ہوتی تھی۔ عقدا بن رتہ میں ہے کہ عمر نے عمرو عاص کا مال جرمانہ کر کے ضبط کر لیا تو اس نے کہا قبح اللہ زمانا يعمل فیہ عمرو بن العاص لعمر بن الخطاب براہو اس زمانے کا جس میں عمرو عاص عمر (خطاب کے بیٹے) کا عامل بنے واللہ انی لا عرف یحمل علی رأسہ حزمة حطب وعلی ایہ مثلہا قسم بخدا کہ مجھ کو یاد ہے

حاضر نہ تھے کیوں کہ اس وقت سقیفہ بنی ساعدہ میں اخذ بیعت میں مشغول تھے لیکن تعینِ روز و فات کی بابت ان کا استفسار کرنا، پس ہو سکتا ہے کہ چوں کہ وہ حضرت شب چار شنبہ کو دفن ہوئے تو ان کو تردد ہو گیا کہ آیا انتقالِ دو شنبہ کے روز ہوایا نہ شنبہ کے الحاصل خلیفہ اول بقول مشہور میانِ علماء اہل سنت شب ۲۳ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو فوت ہوئے اور عمر خطاب نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی اور اسی رات کو حجرہ رسول خدا میں پہلوئے چپ آنحضرت کے دفن ہوئے اور اس دفن میں جو ان کے اعلیٰ فضائل سے شمار ہوتا ہے علمائے شیعہ نے بہت سی معقول بحثیں وارد کی ہیں بخوفِ طوالت مناسب اس کتاب کے نہ جان کر ترک کی گئیں۔ تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ وہ کشیدہ قامت ہلکے چہرہ کے معروق الوجہ تھے۔ یعنی رگیں منہ پر نمودار تھیں اور آنکھیں اندر کو بیٹھی ہوئیں اور استخوانِ رخسار باہر کو ابھرے ہوئے تھے انگلیوں کے پوروں پر بال نہ رکھتے تھے اور نیل و مہندی سے خضاب کیا کرتے تھے۔ تہ حضرت ابوبکر کو جو عزت و امتیاز دنیوی حاصل ہوئی اسلام کی بدولت حاصل ہوئی۔ ورنہ وہ پہلے سے قریش میں کوئی خاص مقام نہ رکھتے تھے خاص شرافت تو درکنار وہ ایک معمولی اوسط درجہ کے آدمی بھی نہیں گنے جاتے تھے ان کے باپ ابوقحافہ پہلے چڑی مار کا پیشہ کر کے پیٹ پالتے تھے۔ فاختہ وغیرہ پکڑتے اور ذوالحلیفہ میں بیچ آتے۔ بعد کو جب ناپید ہو کر اس سے بھی بیٹھ رہے تو عبداللہ بن جذعان رئیس مکہ سے التجا کی یہ شخص بہت بڑا مال دار اور بخشنے والا تھا۔ اس کا دسترخوان ہر وارد و صادر مقیم و مسافر کے لئے کھلا رہتا تھا۔ اس نے ابوقحافہ کو مہمانوں کے بلانے پر نوکر رکھ لیا وہ آوازیں لگاتے کہ لوگو کھانا کھانے چلو اور اس کی اجرت میں ان کے آگے کا بچا کچھا کھانا ان کو مل جاتا بعض علما نے کہا ہے کہ پس خوردے کے علاوہ ایک درہم بھی ہر روز پاتے تھے اور بعض کا قول ہے کہ ابوقحافہ منادی گری پر نوکر تھے اور ابوبکر کھانا پکانے پر باورچی تھے مگر بعض نے ابوبکر کا پیشہ معلم اطفال بیان کیا ہے اور بقولے اول خیاطی اس کے بعد بزازی سے بسر اوقات کرتے تھے یعنی گا ہڑہ گزی موٹے کپڑوں کا گٹھ لے کر دروازے دروازے بیچتے پھرتے تھے چنانچہ منصبِ خلافت پر فائز ہوئے تو بھی یہی پیشہ کرتے تھے حضرت عمر خطاب و ابو عبیدہ جراح نے خلافِ شانِ خلافت جان کر اس سے روکا۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب امرِ خلافت ابوبکر پر قرار پایا تو اگلے روز بازار کو چلے کہ بدستور عہدہ رکھنے کے باوجود خرید و فروخت کریں عمرو ابو عبیدہ راستے میں ملے کہا تم اب مسلمانوں کے سردار اور حاکم ہو مناسب نہیں کہ پہلے کی طرح سودا بیچتے پھر و فرمایا عیال کو کیا کھلاؤں۔ انہوں نے دیگر اصحاب کے مشورہ سے کھانا کپڑا ان کا اور ان کے عیال کا بیت المال سے مقرر کر دیا اور حاشیہ زین العرب مشکوٰۃ سے منقول ہے کہ ابوبکر سے بیعت ہوئی تو دیکھا کہ کپڑوں کا پستارہ کندھوں پر رکھے لئے جارہے ہیں مسلمانوں کو یہ سخت ناگوار گزرا انہوں نے کہا مالِ خدا اور ہمارے اموال موجود ہیں اس میں سے جتنا چاہو لے لو اور اس

الائمة من قریش جسے پیش کر کے آپ نے سقیفہ میں انصار سے میدان مارا اور جواب تک بھی ارادت مندوں کی زبان پر ہے کدھر گئی۔ غرض خلیفہ اول کے ان آخری کلمات پر بہت کچھ گفتگو ہو سکتی ہے مناسب رسالہ ہذا نہ جان کر چھوڑ دی گئی۔ کامل بھائی وغیرہ میں کتب شیعہ سے ابو غسان مالک بن اسماعیل نہدی نے روایت کی ہے کہ محمد بن ابی بکر نے کہا کہ میں بوقت نزع اپنے باپ کے پاس حاضر تھا ان کو حالت کرب و اضطراب میں دیکھ کر میں نے کہا اے پدر میں تم کو اس وقت بہت زبوں حالت میں پاتا ہوں انہوں نے کہا اے محمد ایک شخص کا مجھ پر مظلمہ ہے اگر وہ غفوکرے تو امید نجات ہے ورنہ نہیں میں نے پوچھا وہ کون شخص ہے کہا علی بن ابی طالب میں نے کہا میں جانتا ہوں کہ علی سے معافی کی درخواست کروں بہ تحقیق کہ وہ ایک مرد سلیم ہیں ضرور معاف کر دیں گے پس امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرے باپ اس وقت بہت بری حالت میں ہیں چوں کہ انہوں نے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اور آپ کا حق بزور دبا لیا ہے لہذا سوء عاقبت پر یقین کامل رکھتے ہیں میں ضامن ہوا ہوں کہ آپ سے ان کی عفو و بخشش کا خواست گار ہوں حضرت نے فرمایا کر امتہ لك يا محمد اے محمد میں تیری خاطر سے کل کرتا ہوں الا اس کو کہہ کہ سب کے سامنے اقرار کرے کہ خلافت و امامت میرا حق نہ تھا بظلم اس پر متصرف ہو گیا تھا میں اس کو غفوکردوں گا میں نے واپس آ کر ابو بکر سے کہا تو انہوں نے کہا اگر ایسا کروں تو قیامت تک مجھ کو لعن و نفرین کریں پس تلاوت کیا اس آیت شریفہ کو

وجاءت سكرة الموت بالحق ذالك ما كنت منه تحيد (ترجمہ) آئیں موت کی سختیاں بحق راستی کہ جن سے تو جدا اور علیحدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ پس ایک آہ سرد کھینچی اور کہا کاش مجھ کو فاطمہ و خانیہ فاطمہ سے کچھ سرکار نہ ہوتا۔ اور کاش میں فاطمہ کو آگ میں نہ جلاتا، اور اشعث قیس کو زندہ نہ چھوڑتا، اور اپنی بہن کا اس کے ساتھ نکاح نہ کرتا۔ یہ کہتے تھے اور آہ و فغاں کرتے تھے تا انیکہ جان بحق تسلیم ہوئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب وقت وفات ابو بکر کا نزدیک آیا تو انہوں نے عائشہ سے پوچھا فی کم کفنتم النبی کہ تم نے رسول خدا کو کتنے پارچوں میں کفن دیا اس نے کہا تین پارچہ سفید تحویلہ (۱) میں کہ قیص و عمامہ ان میں شامل نہ تھا۔ پھر پوچھا کس روز آنحضرت نے وفات پائی کہا بروز دو شنبہ فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بعید ہے کہ باوصف قرب عہد کے ابو بکر کو تعداد پارچہ کفن حضرت رسالت پناہ یاد نہ رہی ہو۔ لیکن اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ رسول اللہ کی تجہیز و تکفین کے وقت

(۱) تحویلہ تحول بروزن صورت ایک موضع ہے یمن میں کہ جہاں عمدہ کپڑا بنا جاتا ہے یا تحول کے معنی گذر یعنی دہوئی کے ہیں اور پارچہ تحویلہ منسوب ہے اس موضع کی طرف یا دھوئی کی طرف کہ اس کو دھوے ۱۲۔ کذا فی فتی اللارب۔

افعال مشہور ہیں آخر مختار کے ہاتھ سے فی النار ہوا اور جعدہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کیا غرض شرارتیں اشعث اور اس کی اولاد کی کسی پر مخفی نہیں۔ بروایت بیضاوی اس نے زوجہ رسول خدا سے جس نے بوقت خلوت آپ سے معذرت کی اور اس وجہ سے حضرت نے اس سے کنارہ کیا تھا نکاح کیا اور امیر المومنین کے ساتھ جو کچھ اس ملعون نے کیا تھوڑا سا اس میں سے۔ اسی کتاب کی دوسری جلد ”حالاتِ خلافتِ طاہری امیر المومنین“ میں مذکور ہے اور نوبتِ عداوت اس کی آنحضرت کے ساتھ اس درجہ کو پہنچی تھی کہ حسبِ روایت ابن ابی الحدید اس نے اپنے گھر میں ایک ماذنہ (مینارِ اذان) بنایا تھا جب مسجد کوفہ سے صدائے اذان حضرت امیرؑ سنتا تو اپنے اس ماذنہ پر چڑھ کر پکارتا اے مرد تو ساحر و کذاب ہے، کہتے ہیں کہ اشعث بعد شہادت آنحضرت کے کل چالیس روز زندہ رہا چالیسویں دن اپنے رہنے کی جگہ کو چلا گیا۔ اور قول ابو بکر **وَدْتُ اَنِي سَلَّةٌ مِّنْ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ فَلَا تَنَازَعُ اَهْلُهُ** کہ دوست رکھتا تھا کہ رسول اللہ سے امر خلافت کی بابت دریافت کرتا کہ کس کا حق ہے کہ پھر اس کے ساتھ نزاع نہ کرتا۔ اور نیز ان کا ارشاد **وَسَلَّيْتُهُ هَلْ لِلْاَنْصَارِ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ شَيْءٌ** کہ پوچھتا کہ آیا انصار کے لئے بھی اس میں کچھ شرکت ہے، عجیب و غریب سے حیرت ہے کہ جب نہ اصل حق و امر خلافت آپ کو معلوم تھا، نہ انصار کی عدم شرکت ہی کا یقین رکھتے تھے۔ تو پھر کس طرح خلافت ان کو حلال ہوئی اور کس حجت و دلیل سے اموال و نفوس مسلمانان میں اتنے دنوں تصرف فرماتے رہے ایسے تذبذب کی حالت میں اس سے علیحدہ رہنا چاہئے تھا نہ کہ خلیفہ بن بیٹھنا۔ الایہ کہ کہا جائے کہ یہ بے چارے تو اپنی سی بہت کچھ کرتے رہے بہتر اسر منہر غل چپایا کئے **اَقِيلُوْنِيْ لَسْتُ بِخَيْرٍ كُمْ وَ عَلٰی فَيْكُمْ** مجھ کو خلافت سے نکالو کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں در انحالیکہ علی علیہ السلام تمہارے درمیان موجود ہیں مگر یہ تمام کار سازی و سقیفہ پردازی حضرت ثانی و لا ثانی کی تھی، انہوں ہی نے اول ان کو اس جنجال میں پھنسایا اور وہی اس سے مستغنی نہ ہونے دیتے تھے کچھ روز آپ نے وزارت کے لطف اٹھائے پھر امارت و خلافت پر ترقی پائی مگر اس خود مطلبی کو تو دیکھئے کہ جب اپنا مطلب سیدھا کر چکے تو آخر میں آپ بھی کانوں پر ہاتھ دھر کر الگ ہو گئے اور صاف کہہ دیا، کہ بیعت ابو بکر ایک فلتہ یعنی بن سوچی سمجھی بات تھی، خدا نے مسلمانوں کو اس کے شر سے بچالیا جو کوئی پھر ایسا ارادہ کرے اسے قتل کرو۔ جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر آتا ہے۔ اور نیز ہم کہتے ہیں کہ جب خود حضرت ابو بکر کو مستحقِ خلافت معلوم نہ تھا اور وہ اس میں مشتبہ و مذنب تھے اور رسول خدا سے اس کے پوچھنے کی حسرت گور میں اپنے ساتھ لے گئے تو ان کے مریدوں نے کس طرح اطمینان کر لیا کہ انعقادِ خلافت کے لئے اجماع اہل حل و عقد درکار ہے اور وہ خلافت ابو بکر میں حاصل ہو گیا تھا۔ اور جب کہ انصار کا امر خلافت میں شریک ہونا حضرت عتیق کے دل میں آخر وقت تک کھلتا رہا تو صحت حدیث

جو لشکر اہل ردہ پر بھیجا تھا آپ بھی اس کے ساتھ جاتا اور ذی القصد میں توقف کرتا کہ جب ان کو ضرورت امداد ہوتی تو میں ان کی مدد کرتا۔ اور تین سوال کہ رسول اللہ سے نہ پوچھے ایک یہ کہ چاہئے تھا کہ خلافت کی نسبت آنحضرتؐ سے پوچھ لیتا کہ کس کا حق ہے کہ پھر اس کے ساتھ ذرا نزاع نہ کرتا۔ دوم آنحضرتؐ سے استفسار کرنا چاہئے تھا۔ مولف کہتا ہے کہ یہ حدیث کنز العمال و مروج الذهب وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں مذکور ہے اس کی صحت میں کلام نہیں ہو سکتا۔ پس پہلا یعنی کشف خانہ فاطمہ زہراؑ جس پر حضرت خلیفہ اول اپنے آخر وقت میں تاسف کرتے تھے اور کہتے تھے **لَمَّا اَكُنْ اَكْشَفُ بَيْتِ فَاطِمَةَ وَانْ اَغْلِقُ عَلٰی الْحَرْبِ** کہ کاش میں خانہ فاطمہ کو بے پردہ نہ کرتا اور اس کو بحال خود رہنے دیتا گو وہ میرے ساتھ جنگ کرنے پر بند کیا جاتا۔ کثرت نقل سے کتب اہل سنت میں حد تو اترو پہنچ گیا ہے روایت مروج الذهب میں بعد عبارت مذکورہ اس قدر اور لکھا ہے **وَذَكَرَ فِي ذَلِكَ كَلَامًا كَثِيرًا** یعنی ابو بکر نے اسی امر کشف خانہ فاطمہ میں بہت سا کلام ذکر کیا۔ ظاہر وہ کلام کثیر انہیں شدید اور سختیوں کا ذکر ہوگا جو اس معصومہ اور ان کے شوہر علیؑ کے ساتھ کی گئیں کہ خانہ ملائک آشیانہ کے جلانے کو آتش اور ایندھن لے گئے اور وہ تشدد و تنگ اس معصومہ کے لئے جن کے تصور سے بدن کے بال کھڑے ہوتے ہیں کہ کچھ ان سے پہلے اس کتاب میں ذکر ہوئے دل سوز راویوں نے ابو بکر کی زبان سے ان کا شائع ہونا نامناسب جان کر روایت سے نکال دیئے اور فجارۃ سلی جس کا نام ایاس بن عبد یلیل لکھا ہے اعراب سے ایک مومن مسلمان شخص تھا اس کا یہ تصور تھا کہ اس نے بیعت خلافت مآب سے انکار کیا تھا اور ہر چند اس سے بیعت کو کہا گیا مگر اس نے نہ مانا نتیجتاً بہت رنج و فراقی اس کو پکڑ کر اور آگ روشن کر کے زندہ جلا دیا خلیفہ اول کے اس جوش غضب پر حضرت عمرؓ نے بھی اعتراض کیا تھا اور حدیث پیغمبرؐ **لَا يَعْذِبُ بِالنَّارِ اِلَّا رُبُّ النَّارِ** کہ سزاوار نہیں کہ آگ سے سوائے خدا کے کوئی کسی کو عذاب کرے ان کو یاد دلانی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ منقول ہے کہ فجار مذکور آگ کے درمیان کلمہ توحید کی تکرار کرتا اور خدا و رسول کو یاد کرتا تھا تا نیکہ درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ حال اشعث بن قیس: اور اشعث بن قیس کے ساتھ حضرت خلافت پناہ نے یہی رعایت نہیں کی کہ باوصف اس کے کفر و ارتداد کے اس کی جان بخشی فرمائی بلکہ اس کے قرب و قرابت کو موجب فخر و عزت جان کر اپنی ناپیما ہمیشہ ام فروہ بنت ابی قحافہ کا اس کے ساتھ نکاح کر دیا چنانچہ لوگ آپ کے اس فعل پر اعتراض کرتے تھے اور کہتے تھے **اَكَانَ ثَوَابُ الْكَفْرِ تَرْوِيحُهُ الْبُكْرَةِ** کہ آیا اس کفر کا اجر و ثواب یہ تھا کہ اپنی خواہر و شیزہ کی اس کے ساتھ شادی کر دی ام فروہ سے اشعث کے گھر میں محمدؐ و اسمعیلؑ و اسحاقؑ تین بیٹے اور جعدہ بنت اشعث ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ از انجملہ محمدؐ بن اشعث معرکہ کربلا میں عمر سعد کے لشکر میں حاضر تھا اور اس کے اعمال و

کرے گا۔ بی بی عائشہ راوی حدیث کہتی ہیں کہ ابو بکر کو یہ باتیں سن کر اس قدر غصہ آیا کہ اس سے پہلے کبھی اس کو اس قدر غصہ میں نہ دیکھا تھا اور کہا تم مجھ کو خدا سے ڈراتے ہو جس وقت وہ سبحانہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا کہ میرے بندوں پر کس کو امیر مقرر کیا تو میں کہوں گا کہ ایسے شخص کو مقرر کیا ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری میں تمام آدمیوں سے بڑھا ہوا اور رضائے خدا کو رضائے مخلوق پر مقدم جانتا ہے اور بہت سے محامد و اوصاف خلیفہ ثانی کے بیان کئے۔ نیز روضۃ الصفا میں ہے کہ ابو بکر نے ایک کاغذ سر بھر اپنے ایک معتمد کے ہاتھ مہاجر و انصار اصحاب رسول مختار کے پاس بھیج کر پیغام دیا کہ جو مسلمان مطیع و فرمان بردار ہے چاہئے کہ جس شخص کا نام اس کاغذ میں درج ہے اس کے ساتھ بیعت بجالائے حاضرین نے حسب الایما بیعت کی جب علی بن ابی طالب کی باری آئی تو انہوں نے کہا **بایعت مہمن کان فیہا وان کان عمرو** مولف روضۃ الصفا اس کے بعد کہتا ہے کہ اہل بصیرت جانتے ہیں کہ یہ قول خالی از ضعف نہیں۔ نیز روضۃ الصفا میں ہے کہ ابو بکر نے علی علیہ السلام کے خطاب میں کہا کہ **ما ہمہ کار گزاریم و سرور بادشاہ و امیر توئی و ما ہمہ نجوم سپہر ہجستیم** و تو بد منیری بعد ازاں فرمود کہ من عمر را بر شما والی و خلیفہ ساختم باید کہ ہچک از شما ہائے از دائرہ مطاعت و متابعت او بیروں نہ نمود و گردن از فرماں واجب الاذعان او نکشد یا وجود حسن تدابیر او حال شما منتظم و ہم تمام خواہد بود۔

سبحان اللہ اس مختصر اور چھوٹی سی تقریر میں اتنا تاقص آپ ہی حضرت امیر المومنین کو اپنا سردار و بادشاہ و امیر کہتے ہیں اور آپ ہی ان پر ایک تند خود رشت گو کو فرمانروا مقرر کر کے اس کی اطاعت کی تاکید اکید فرماتے ہیں جب وہ حضرت بدر کامل اور دیگر صحابہ ستارے تھے تو ان کے ہوتے عمر کو خلیفہ کرنا چاند کو چھوڑ کر ستارے سے روشنی طلب کرنا کون سی دانائی کی بات تھی۔ روایت ہے کہ ابو بکر مرض الموت میں کہتے تھے کہ میں کبھی اس قدر آرزوہ و دلگیر نہیں ہوا جتنا کہ تین امر سے دلگیر ہوں جن کا مرتکب ہوا اور سزاوار یہ تھا کہ ان کو نہ کرتا اور تین امر سے جن کو ترک کیا حالاں کہ چاہئے تھا کہ ان کو عمل میں لاتا اور دیگر تین امر سے کہ حضرت رسول خدا سے ان کی بابت استفسار نہ کیا۔ لیکن وہ تین امر جن کا مرتکب ہوا اور لائق تھا کہ نہ کرتا یہ ہیں پہلے یہ کہ دوست رکھنا تھا کہ خانہ فاطمہؑ کی پردہ دری اور اس کو کشف نہ کرتا۔ گواس میں بیٹھ کر میرے ساتھ جنگ کرنے کی تدبیریں سوچتے۔ دوسرے فجارۃ سلی کو آگ میں نہ جلاتا۔ قتل کرنا تھا تو قتل کرتا ورنہ چھوڑ دیتا۔ تیسرے بروز سیفہ بنی ساعدہ امر خلافت کو ان دو مرد یعنی عمر و ابو عبیدہ میں سے کسی ایک کے گلے میں ڈالتا، کہ وہ امیر ہوتا اور میں اس کا وزیر۔ لیکن وہ تین امر جو کرنے سے رہ گئے ایک اشعث بن قیس مرتد ہے کہ جب اسیر ہو کر آیا تو اس کو قتل کرنا چاہئے تھا میں نے اس کو چھوڑ دیا بہ تحقیق کہ وہ شریر ہے جہاں شرارت پائے گا البتہ اس کی مدد کرے گا۔ دوم خالد ولید کو شام پر بھیجا تھا تو عمر خطاب کو عراق پر بھیجتا کہ اپنا دہنا اور بایاں ہاتھ راہ خدا میں مشغول رکھتا۔ سوم

مالک بن نویرہ کو قتل کیا اس نے کہا اے امیر المومنین خفا نہ ہوے اگر میں نے اپنی عداوت میں مالک کو تہ تیغ کیا تو تمہاری عداوت کی وجہ سے سعد عبادہ کو بھی تو قتل کیا ہے عمر یہ بن کر خاموش ہو گئے اور اس کو سینہ سے لگا لیا اور فرمایا افسوس سیف اللہ وسیف رسولہ کہ تو ہے شمشیر خدا اور شمشیر اس کے رسول کی۔ ذکرِ وفاتِ حسرتِ آیات ابو بکر: حضرت خلیفہ اول تقریباً تریسٹھ سال دنیا میں زندہ رہے ہیں منجملہ اس کے زمانہ حکومت و امارت جس کے لئے اتنے بکھیرے کئے اس قدر مواخذے آخرت کے سر پر لئے کل دو سال تین مہینے چند روز ہے مرض الموت جس میں آپ نے قضا کی یہ تھا کہ ایک روز ہوائے خنک تھی نہا لئے سردی لگ کر بخار چڑھ آیا پندرہ روز اس میں مبتلا رہ کر راہی دار البقا ہوئے۔ خلافت آپ کو زیادہ تر جنابِ عمر کی جدوجہد سے حاصل ہوئی تھی ان کے بعد اس کے حق دار وہ تھے چنانچہ پہلے ہی سے پخت ویز ہو چکی تھی اب وعدہ وفا کی کا وقت آیا بنا بریں آپ کو خلیفہ و جانشین بنایا اور اس معاملہ میں ایک وثیقہ تحریر کیا کا تب وثیقہ حضرت عثمان تھے جو خود ہر قسم کے محرم راز ہم پیالہ ہم نوالہ ہونے کا شرف رکھتے تھے۔ ابو بکر نے ان سے کہا لکھ یہ عہد ہے کہ خلیفہ رسول اللہ ابو بکر نے اس کو لکھا ہے کہ خلیفہ اس کے بعد۔ اتنا کہہ کر بے ہوش ہو گئے عثمان نے یہ لکھ کر اپنی طرف سے لکھ دیا۔ ”عمر بن خطاب ہوگا“۔ ابو بکر کو اس آئے تو عمر کا نام کاغذ میں درج پایا پوچھا یہ نام کس نے لکھا عثمان نے کہا میں نے تحریر کیا بہت خوش ہوئے اور کہا مر جاشا باش۔ ناظرین اس حکایت کو کہ ابن اثیر وغیرہ مورخین معتبرین نے نقل کیا ہے۔ حدیث قرطاس بخاری سے ملائیں اور آنحضرتؐ کی خود غرضی کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہاں تو حضرت عقل کل کی وصیت کو ہجر و ہذیان کے حیلے سے روک دیا اور نہ لکھنے دیا اور یہاں کہ واقعی حضرت ابو بکر وصیت نامہ لکھاتے وقت بے ہوش ہو جاتے تھے ان کی بات سرو آنکھوں پر رکھی جاتی ہے اس کی کوئی وجہ نہیں بجز اس کے کہ وہ وصیت امیر المومنین کے حق میں تھی اور یہ خود اپنے لئے الغرض سب سے پہلے جس نے اس تجویز و تحریر سے مخالفت کی وہ طلحہ بن عبید اللہ تھے کہ داخل عشرہ مبشرہ ہیں انہوں نے دو بدو خلیفہ اول پر اعتراض کیا کہ عمر ایک درشت خوشخت آدمی ہے تیری زندگی میں خلقت اس کی شدت و غلظت سے نالاں رہتی تھی تیرے بعد تو کیا حال ہوگا اے ابو بکر جب کہ دنیا سے رحلت کر کے حق جل و علا کے سامنے جائے گا تو تجھ سے سوال کریں گے کہ رعایا و زیر دستوں پر کس کو چھوڑا تو وہاں کیا جواب دے گا۔ بروایت کنز العمال یہ اعتراض امیر المومنین اور طلحہ دونوں نے کیا۔ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ اصحاب رسول اللہ جمع ہو کر ابو بکر کے پاس آئے اور کہا تو عمر کو ہم پر حاکم مقرر کرتا ہے حالاں کہ وہ مرد تندخو، درشت گو ہے اور ریاست و حکومت کے لئے رفیق و مدارا مطلوب ہے فردا قیامت جب کہ حق تعالیٰ تجھ سے سوال کرے گا کہ میرے بندوں پر کس کو والی مقرر کیا تو کیا جواب دے گا اور خطاب باعتاب حضرت رب الارباب کو کس حجت سے دفع

خالد مدینہ میں آیا تو عمر نے اس سے پوچھا کہ یہ ثروت و توانگری تجھ کو کہاں سے حاصل ہوئی، کہا غنائم سے اور اپنے حصول سے کہ ساٹھ ہزار درہم سے زیادہ اگر میرے پاس ہو وہ تمہارا مال ہے، لے لو، عمر نے اس کے جملہ اموال و اثاثہ کی قیمت کرائی تو بیس ہزار زیادہ کا نکلا وہ بیت المال میں شامل کیا گیا۔ تمام ہوئی روایت ابن اثیر کی کسی قدر اختصار سے اور روضۃ الصفا میں ہے کہ ”خالد بجانب مدینہ رواں شد بعد از انکہ ہاں بلدہ مکرمہ رسید بسعادت خدمت عمر استعافا یافتہ باردیگر از موقف خلافت بہ تصنیف مال او حکم صادر شدہ و چہل ہزار درہم دیگر از وے گرفتہ اضافہ بیت المال مسلمین کردہ“ اور تاریخ طبری میں ہے وکان عمر کلما مرّ بخالد قال یا خالد اخرج مال اللہ من تحت استک (۱) فیقول واللہ ما عندی من المال یعنی جب عمر خالد کے پاس سے گزرتے اس کو کہتے کہ اے خالد مال خدا کو اپنی مقعد کے نیچے سے نکال، وہ کہتا قسم بخدا کی میرے پاس کچھ بھی مال نہیں۔ جب زیادہ اصرار کیا تو کہا اے امیر المومنین میں نے جو کچھ تمہاری سلطنت میں کمایا ہے اس تمام کی قیمت چالیس ہزار درہم کو نہیں پہنچتی عمر نے کہا ہم نے اس کو چالیس ہزار پر خرید لیا، خالد نے کہا بہتر ہے میں نے بیچا۔ پس اس کی قیمت کرائی گئی تو کل اسی ہزار درہم کی مالیت کا تھا عمر نے اس کو نصف نصف کر لیا چالیس ہزار کا اس کو دیا اور چالیس ہزار باقی کو داخل بیت المال فرمایا۔ لوگوں نے کہا اے امیر المومنین خالد کا مال رو کر دیتے تو بہتر ہوتا فرمایا میں مسلمانوں کا تاجر ہوں، ان کی تجارت میں یہ نفع ہوا ہے واللہ کہ ہرگز اس کو واپس نہ کروں گا اس کے بعد مورخ مذکور لکھتا ہے فکان عمریرانہ قد اشتفی من خالد حین صنع به ذلک کہ عمر خیال کرتے تھے کہ ایسا کرنے سے انہوں نے خالد کی طرف سے اپنے دل کو شفا بخشی تھی۔ لیکن مولف اور اراق کہتا ہے کہ گویہی کس قدر شفا غیظ خلیفہ صاحب کا باعث ہوا ہو کہ انہوں نے بار بار اس کو ذلیل و رسوا کیا اور بہت سا مال اس کا چھین کر داخل خزانہ فرمایا الا تمام تر ان کے غصہ کے فرو ہونے بلکہ بہ کلی اس سے رضا مند ہو جانے کا باعث خالد کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو اس سے قتل سعد بن عبادہ انصاری میں بروئے کار آیا پیشتر گزارش ہوا کہ سعد عبادہ شروع خلافت عمر میں شام کو چلے گئے تھے۔ اس وقت خالد نے وہاں پہنچ کر عمر کے خوشنود کرنے کے لئے اس کو حیلہ سے قتل کیا اور یاروں نے شوشہ یہ اڑایا کہ جن اس کو مار گئے ہیں مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں رقم طراز ہیں کہ عمر ایک روز بعض حیطان (۲) مدینہ میں خالد سے ملے اور کہا تو وہی نہیں جس نے

(۱) است بالکسر کون اصل اس کی بستہ ہے۔ ۱۲

(۲) حیطان جمع حائل بمعنی باغ ولا رست ۱۲ انتہی

معزول کیا اس پر ایک مرد نے بنی مخزوم سے کہا کہ تو اس شخص کو معزول کرتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کے ہاتھ میں شمشیر براں کھینچی اور اس کو دفاع اہل شرک بنایا ہے، بہ تحقیق کہ ابو بکر سے کہا گیا تھا کہ اس کو معزول کرے تو اس نے کہا تھا کہ میں تلوار کو میان نہیں کرتا جس کو خدا نے کھینچ رکھا ہے، اور اپنے دین کی اس سے نصرت فرمائی ہے پس اے عمر ضرورتاً کو حق تعالیٰ معذور نہ رکھے گا، اور نہ مسلمانوں کے نزدیک تو معذور ہوگا۔ اگر تو نے شمشیر خدا کو میان کیا اور اس شخص کو معزول کیا جس کو خدا نے امیر مقرر فرمایا ہے تو اس میں شک نہیں کہ تو نے قطع رحم کیا اور اپنے پسر عم پر حسد کیا ہے پس عمر یہ باتیں اس مخزومی کی جس کا نام بعض روایات میں عمرو ابن حفص لیا گیا ہے سن کر بجائے اس کے کہ اپنی صولت و شوکت کا اثر دکھاتے اور اس گستاخی کی اس کو سزا دیتے۔ اور خوشامد کی سی باتیں بنانے لگے چنانچہ اسی روایت و اقدی میں ہے ثم

نظر عمر الی مخزومی فراہ غلاما حدث السن فقال شاب حدث السن غضب لا بن عمہ یعنی عمر نے اس مخزومی کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ ایک جوان نوخیز ہے۔ فرمایا جوان نوعمر ہے اس کو اپنے چچا زاد بھائی (خالد) کے لئے غصہ آ گیا ہے۔ فرمائیے یہاں صولت عمر کہاں چلی گئی کہ اس جوان مخزومی نے جودل میں آیا کہہ ڈالا اور برملا خلافت پناہ کو قاطع رحم و حاسد بتلایا اور ان سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ القصہ عزل خالد دو مرتبہ عمل میں آیا ایک امارت لشکر ہائے شام سے صدر خلافت عمر میں دوم حکومت قسریں سے جہاں کہ وہ ابو عبیدہ کی طرف سے حکومت کرتا تھا بے اجبری میں اس دوسری معزولی کی وجہ ابن اشیر وغیرہ نے یہ بتلائی ہے کہ کچھ لوگ جن میں اشعث بن قیس بھی شامل تھا طلب احسان خالد کے لئے اس کے پاس گئے تھے اس نے ہر ایک کو زرو مال بخشا چنانچہ ایک اشعث کو دس ہزار درہم ملے اس کی خبر عمر کو پہنچی تو بہت برہم ہوئے اور انہوں نے اسی خواری سے قسریں سے اس کا معزول کرنا تجویز کیا، جیسا کہ پیشتر سپہ سالاری سے ہو چکا تھا چنانچہ انہوں نے ابو عبیدہ کو کہ حص میں حکومت کرتا تھا لکھا کہ اس کو ویسے ہی ٹوپی پگڑی اتار کر اور پگڑی سے مشکیں باندھ کر کھڑا کر اور پوچھ کہ یہ دس ہزار درہم کہاں سے اشعث کو دیئے اگر اپنے پاس سے دیئے تو سخت فضول خرچ وہ ہے، نہیں تو اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کا مال لٹاتا ہے اور پکا خائن ہے اور کسی صورت لائق حکومت نہیں اس کے علاقہ کو اپنی حکومت میں شامل کر لے پس ابو عبیدہ نے اس کو قسریں سے طلب کیا اور اہل لشکر کو جمع کر کے منبر پر گیا اور قاصد عمر نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ امیر المومنین دریافت کرتے ہیں کہ اس قدر مال اشعث کو کہاں سے دیا خالد خاموش تھا اور ابو عبیدہ بھی منبر پر چپکا بیٹھا تھا۔ اس وقت بلال نے اٹھ کر کہا کہ امیر المومنین کا تیرے بارے میں ایسا اور ایسا حکم ہے اور اس کا عمامہ اتار لیا اور ٹوپی نیچے ڈال دی پھر کھڑا کر کے عمامہ سے اس کو باندھا اور وہی سوال کیا کہ دس ہزار اشعث کو کس گھر سے دیئے خالد نے کہا اپنے مال سے دیئے پس اس کو رہا کیا اس کے بعد

میں سے بھی ایک پوائی لے لی۔ پس لوگوں میں عمر کی نسبت گفتگوئیں ہونے لگیں اور انہوں نے کہا قسم بخدا کہ یہ خالد کی عداوت کے سبب سے ہے اور صحابہ کو اصلاً پسند نہ آیا جو کچھ خالد کے ساتھ کیا گیا۔ اور کہتے ہیں کہ خالد نے مجمع میں اس طرح بے غیرت ہونا گوارا نہ کیا جب بلال بن حمامہ موذن کھڑا ہوا کہ اس کو اس کے عمامہ سے باندھے تو اس نے بلال کو جھٹکا اور کہا ایہہ (۱) تو کیا چاہتا ہے اور اس کو دشنام دی پھر تھوڑی دیر بعد کہا کر جو چاہے، پس بلال نے اس کے عمامہ سے اس کو باندھا۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ نے یہ فعل عمر کا پسند نہیں کیا اور اس میں لوگوں نے گفتگوئیں کیں، اور بخلف شرعی کہا کہ عمر نے صرف عداوت سے خالد کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اور نیز خالد نے بھی سید ہی طرح سے اس حکم کو نہیں مانا بلکہ بلال حشی جیسے بزرگوار صحابی کو جب کہ وہ اجرا حکم کے لئے کھڑا ہوا دھتکار اور گالیاں تک اسے دیں کہ **لَقَدْ نَالَ مِنْهُ** کہ روایت میں ہے، اس پر دلالت صریح رکھتا ہے، پس صاحب از التہ الخلفا نے جو جوش مدح خلیفہ ثانی میں لکھ دیا کہ **تَحْفَظُ تَرَانِيْكَ خَالِدَ بْنَ سُلَيْمٍ جَلَادِيْ** کہ داشت بر اس ماجرا محال دم زدند و دیگر لشکریاں و امر از دید ابن معاملہ بد دل نداشتند از سرتاپا باطل ہے، اور علی ہذا جو کہ بمقاد بنائے فاسد علی الفاسد اس پر منفرع و مترتب فرمایا ہے، کہ **اس از خصائص صولت حضرت فارودہ است** وہ بھی صحیح نہ ہوگا، کیوں کہ یہاں ناظرین نے دیکھ لیا کہ خالد نے بھی اس میں کم زنی نہیں کی، اور اہل لشکر بھی خلیفہ صاحب کی عیب جوئی سے باز نہ رہے، بلکہ وہاں تو وہاں خود مدینہ میں حضرت عمر کی رو برو عین اس وقت جب کہ وہ منبر پر فخریہ اس عزل و نصب کا ذکر فرما رہے تھے لوگوں نے ان پر رد و انکار کیا ہے، اور ذرا پاس و لحاظ صولت عمر کا نہیں رکھا۔ و اقدی فتوح الشام میں کہتا ہے کہ عمر نے عزل خالد کے بعد خطبہ کہا **ايها الناس اني امرت ابا عبيدة الرجل الامين وقد راية ذلك اهلا وقد عزلت خالد اعن امارته فقال رجل من بنى مخزوم العزل رجلا اشهر الله بيده سيفنا طاقا جعله دافعا للمشركين وقد قيل لابي بكر اعزله فقال لا اعزل سيفا سله الله ونصربه دينه وان الله يعذك ولا المسلمون انت غمدت سيف الله وعزلت امير امره الله لقد قطعت الرحم وحسدت ابن العم** یعنی عمر نے کہا، لوگوں میں نے ابو عبیدہ کو کہ مرد امین ہے امیر مقرر کیا ہے اور میرے نزدیک وہ اس عہدہ کے لائق ہے اور خالد کو میں نے

(۱) مراد ان بعض کتب سے انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون تصنیف علی بن برہان الدین الحلبي الشافعی ہے کہ یہ اصلی وجہ عداوت کی اس میں بضمن سر یہ خالد بن الولید ابی بنی خذیمہ ذکر کی ہے جیسا کہ مولانا مفتی محمد قلی علیہ الرحمہ نے تحفہ المطالعین میں نقل کیا ہے۔ ۱۲۔

کہ مسلمانوں کو مال حرام کھلایا اور ناجائز لونڈی غلاموں پر ان کو تصرف بخشا کہ انہوں نے ان کی عورتوں سے بھرا جماع کیا اور اولادِ زنانہ سے پیدا ہوئی اور جو ان کا فعل حق و درست تھا تو نہایت ناروا جسارت حضرت عمر سے سرزد ہوئی کہ انہوں نے یہ مال حلال مسلمانوں سے اگلوایا اور غلام کینروں کو ان کے جائز مالکوں سے چھینا اور غیر مستحقوں کو بلا بیع و نکاح بخشا کہ وہ بھرا جماع ان پر تصرف ہوئے۔ غرض دونوں باتوں سے ایک بات ضرور لازم آئے گی۔ الغرض کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ بعد بیعت، اول کلمہ کہ خلیفہ ثانی کی زبان سے نکلا ان کا خالد کو امارت لشکرِ شام سے معزول کرنا تھا، وہ کلمہ یہ تھا۔ **لایلی لی خالد عملاً ابداً** یعنی خالد کبھی میرے کسی کام کا والی نہ ہوگا۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ یہ پہلا خط جو خلافتِ پناہ نے لکھا ابو عبیدہ کی طرف تھا۔ جس میں خالد کو سپہ سالاری سے معزول کر کے ابو عبیدہ کو اس کی جگہ مقرر کیا تھا۔ کیوں کہ وہ تمام زمانہ خلافت ابو بکر خالد سے ناراض تھے، باعثِ قضیہ مالک بن نویرہ کے، اور بوجہ ان افعال کے جو وہ لڑائیوں میں کرتا تھا اور بعض کتب میں ہے کہ اصلی باعثِ عداوت کا خالد اور عمر کے درمیان یہ تھا کہ ایک مرتبہ شروعِ جوانی میں ان دونوں کی باہم کشتی ہوئی خالد از بس طاقتور مسٹنڈا تھا اس نے جو عمر کو اٹھا کر پیکا تو ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی، جو بہت سے علاج معالجہ کے بعد درست ہوئی تھی، اس وقت سے عمر اس کی طرف سے بغض و عداوت رکھتے تھے۔ بہر کیف آپ نے ابو عبیدہ کو لکھا کہ خالد کو مجمعِ عام میں کھڑا کر کے اس کے سر سے ٹوپی اور عمامہ اتارے اور اسی عمامہ سے اس کے ہاتھ باندھ کر اس سے ان افعال کے بابت جو اس سے سرزد ہوئے دریافت کرے اگر وہ اپنی تکذیب کرے تو اپنے کام پر بدستور برقرار رہے انکار کرے تو امیر تو ہے اس کے اموال مقاسمہ کر کے نصف اس کا بیت المال میں داخل کر۔ ابو عبیدہ نے مضمون خط خالد کو سنایا تو اس نے کہا اتنی مہلت دے کہ میں اس بارے میں مشورہ کر لوں ابو عبیدہ نے مہلت دی پس خالد نے فاطمہ بنت ولید اپنی بہن سے کہ حارث بن ہشام کے نکاح میں تھی۔ صلاح لی۔ اس نے کہا **واللہ لایحبک ابداً وما یرید الا ان تکذب بنفسک ثم ینزعک کہ قسم خدا کی عمر کبھی تجھ سے دوستی نہ کرے گا وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ تو اپنے تئیں تکذیب کرے پھر تجھ کو علیحدہ کر دے خالد یہ کلام دانش نشان اپنی عاقلہ بہن سے سنا تو بے اختیار اس کے سر پر بوسہ دیا اور کہا **صدقہ واللہ قسم** بخدا تو نے راست کہا پس اس نے اپنی تکذیب سے انکار کیا۔ اور مراۃ الزماں میں ہے کہ خالد نے یہ حکم خلیفہ صاحب کا ابو عبیدہ سے سنا تو کہا **فعلہا الا عیسر بن ختمہ** یعنی حسبِ عادت خود عمر کی دونوں طرح کی مذمت کی کہ پسرِ حتمہ اور چپہ دست (بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا) کا یہ کام ہے **لا ینزال کذا** وہ ہمیشہ ایسا ہی کرے گا اور ابو عبیدہ کو کہلا بھیجا کہ میں اپنی تکذیب نہیں کر سکتا تو آ کر میرے مال کا منصفہ کر لے۔ ابو عبیدہ نے ٹھیک نصفاً نصف کر لیا تا ایکہ اگر ایک جفت نعلین پایا تو اس**

خلیفہ صاحب کو پہنچا اور ادھر خلیفہ ثانی کا بھائی زید بن الخطاب اس معرکہ میں قتل ہوا تھا ان کو یہ حالات معلوم ہوئے تو بہت زور سے خالد کی شکایت کی اور کہا اس کو اب امیر لشکر نہیں رکھنا چاہئے بارے حضرت ابو بکر نے اسے معزول تو نہ کیا لیکن ایک نامہ بکمال زجر و عتاب تحریر کیا جس کو ہم اصل عبارت روضۃ الصفا سے نقل کرتے ہیں وہ ہوا ہذا اے خالد دائم الاوقات بازدواج و اختلاط نسواں اشتعال مینائی و استیلائے شہوت میان تو و حیا و شرم و مصلحت حائل است و از مصیبت ہزار و دو بیست مسلمانان کہ ہفتصد ازاں قرآن خواں بودند فراغت داری و غراے یاران پیغمبر گاہے نداشتی و فیداری داریں حرکات ناشایستہ علاوہ قتل مالک بن نویرہ شد۔ نفرین بر تو و احوال و اقوال قبیح و اعمال شنیع تو باد کہ نسبت بنی مخزوم را معیوب گردانیدی و السلام۔ کہتے ہیں کہ ابو بکر نے زوجہ مالک کے ساتھ زنا کرنے پر بھی خالد کو بہت جھڑکا تھا کیوں کہ لڑائی کے موقعوں پر یوں لذاتِ نسائیں منہمک ہو جانا عرب میں نہایت معیوب گنا جاتا تھا اور اس وقت تو بے حیا و بے شرم، یارانِ پیغمبر کے قتل سے بے پروا، بنی مخزوم کی ذات کو بیٹہ لگانے والا، سبھی کچھ کہہ ڈالا۔ اور لعن و نفرین تک ثوبت پہنچا دی اگر اہل تشیع کسی ادنیٰ صحابی کی نسبت بھی یہ کلمات زبان پر لاتے تو خدا جانے اہل سنت ان کا کیا حال کرتے مگر یہ خلیفہ اول ہیں انہیں کچھ نہیں کہتے۔ طرہ یہ کہ خالد نے خلیفہ صاحب کی اس دراز نفسی پر ذرا بھی خیال نہیں کیا اور خالی باتوں میں بلکہ اسے ٹھٹھے میں اڑا دیا، اس لئے کہ اس خط پڑھنے کے بعد کی جو اس کی کیفیت روضۃ الصفا میں تحریر ہے وہ یہ ہے۔ چوں نامہ ابو بکر بخالد رسید و از فوائے آل وقوف یافت قہقہہ خندید و گفت اس کلمات از سخنان عمر است و ابو بکر از ہمہ آنہا بخیر۔ ایہا الناظرین آپ نے خالد کے حالات پڑھے اور معلوم کیا کہ وہ کس قماش کا آدمی تھا ہم نے بھی ان کوائف کو ذرا ربط سے اس واسطے قلم بند کیا تا کہ آپ دیکھیں کہ یہ وہی شخص ہے جس نے نور خدا کے مٹانے اور عمو دین کے گرانے یعنی امیر المومنین نفس رسول رب العالمین کے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا ہر چند کہ وہ عمل میں نہیں آیا مگر وہ کسی طرح پسر ملجم قاتل امیر المومنین سے کم نہیں رہا۔ پس آپ جانیں کہ آنحضرت کی دشمنی ایسے ہی لوگوں کا کام ہے جو اس طرح دین و ایمان سے بے گانہ اور فسق و فجور میں مستغرق ہوں، اب ہم کچھ سلوک خلیفہ ثانی کے جو انہوں نے اپنے باختیار ہونے کے زمانہ میں خالد کے ساتھ کئے اور لکھتے ہیں اور اس قصہ کو تمام کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ حضرت عمر کو جو حصہ غنائم قبیلہ مالک سے ملا تھا انہوں نے اس پر اصلاً تصرف نہ کیا بلکہ بجنہ اٹھا رکھا تا انیکہ خلافت پر فائز ہوتے ہی جو لوگ اس قبیلہ کے رہ گئے تھے ان کو بلایا اور وہ حصہ دیگر اموال و نفوس کے جو مسلمانوں کے پاس سے دستیاب ہوئے ان کو دلوادیا، تا انیکہ کہتے ہیں کہ کچھ عورات نواحی شستر سے واپس منگائی گئیں کہ بعض ان میں سے حاملہ تھیں۔ یہاں قدرتی طور سے اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس مقدمے میں حضرت ابو بکر برسر خطا تھے تو وہ سخت مواخذہ دایر آخرت ہیں

اسما بنت عمیس مومنہ پاک کے پاس کہ ان ایام میں زوجہ ابوبکر تھی بھیج دیا کہ اچھی طرح رکھے تاہیکہ کچھ دنوں بعد اس کا بھائی آیا اور حضرت نے اس کے ساتھ نکاح پڑھا لیا۔ جابر نے اتمام حدیث کے بعد عرض کی اے ابو جعفر قسم بخدا کہ غلی نے بعد اتمام حجت و ثبوت شہادہ و بینہ اسیر بنکاح اس پر تصرف فرمایا، پس لعنت خدا کی اس پر کہ حق اس پر واضح اور روشن ہو جائے پھر وہ آنحضرتؐ کی فضیلت سے انکار کرے اور ان کے اور حق کے درمیان اوروں کو حائل گردانے۔ رجوع بحال خالد ولید: خالد میں جہاں اور اوصاف شیعہ جمع تھے۔ وہاں یہ بھی ایک وصف تھا کہ وہ فضول خرچ پر لے سرے کا تھا۔ اموال غنیمت کو وہ بہت بے دردی سے اڑاتا تھا اور ابوبکر کو مطلقاً اس کا حساب نہ بھیجتا تھا ہر چند ابوبکر بھی اس سے ناواقف نہ تھے مگر وہ دیدہ و دانستہ اغماض کرتے تھے عمر نے چاہا کہ اس کا ہاتھ روکا جائے ابوبکر سے کہا کہ اس کو لکھو کہ بغیر تمہاری اجازت کے کسی کو کچھ نہ دے ابوبکر نے اس کو لکھا تو اس نے حضرت کو لکھا امان تدعنی وعملی و الافشانک وعملک یعنی یا تو مجھ کو میرے کام پر چھوڑ دے کہ میں جو چاہوں سو کروں ورنہ تو جان اور تیرا کام، عمر نے کہا اس کو معزول کرنا چاہئے ابوبکر نے کہا اس کو معزول کروں تو اس کی بجائے کون میرا کام انجام دے، عمر تیار ہو گئے کہ سپہ سالاری کا کام میں کروں گا مگر اوروں نے ابوبکر کو کہا کہ عمر کو تمہارے پاس رہنا چاہئے اور خالد اسی کام کے لئے موزوں ہے جس پر کہ ہے اور معاملہ رفت گذشت ہوا۔ چنانچہ یہ تمام کیفیت زبیر بن بکار کی روایت سے ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں نقل کی ہے۔ اور ایک اور حرکت اس پر ولید کی یہ ہے کہ جنگ یمامہ میں بارہ سو مرد اصحاب رسول اللہؐ سے شہید ہوئے تھے کہ اکثر ان سے مہاجرین و انصار و حافظان قرآن تھے اس مصیبت عظیم میں کہ اسلام و مسلمین پر واقع ہوئی چاہئے تھا کہ وہ محزون و مغموم ہوتا۔ مگر اس نے اسی موقع پر دختر مجاہد بن مرارہ سے کہ ارکان دولت مسیلہ کذاب سے تھی شادی کی ٹھہرائی ہر چند خود مجاہد نے کہا اے امیر اس وقت مصیبت میں کہ کثرت قتل وقع سے گھر گھر میں سوگ و ماتم پنا ہے کون موقع شادی کا ہے مگر اس شہوت پرست نے ایک نہ سنا اور مزے سے شادی کد خدائی رچائی اور ایک لاکھ درہم دلہن کے مہر میں دے کر نکاح کیا اور وہیں عیش و عشرت میں غرق ہو گیا اور ایسا مست بادہ و سرور ہوا کہ بجز اقربا دلہن کے اس کی نظر میں کسی کی وقعت نہ رہی صحابہ کبار رسول مختار کو وہ منہ نہ لگاتا تھا چنانچہ کبراء صحابہ اس کی اس حرکت سے ناخوش ہو گئے اور حسان بن ثابت نے ایک قطعہ ابوبکر کو بدیں مضمون لکھ کر بھیجا کہ تو خلیفہ رسول اللہؐ ہے روار کہتا ہے کہ ہمارے شہیدوں کا خون خشک نہ ہوا اور خالد عروس کے ساتھ جملہ عشرت میں پاؤں پھیلائے اور اعضا و جوارح مسلمانوں کے ہنوز خاک و خون میں غلطاں میدان میں پراگندہ ہوں اور وہ دلجمعی سے مسند حریر و دیبا پر تکیہ لگائے خویش و اقارب منکوحہ کو محترم رکھے اور ہمارے سلام کا جواب بھی مشکل سے دے، یہ قطعہ

ماں کہتی تھی کہ تو ایک منحوس حمل ہے جو ایسے نحس وقت میں رہا۔ جب نومبینے پورے ہوئے تو تیری ماں نے خواب میں دیکھا کہ گویا تو تولد ہوئی اور اس نے تجھے کہا تو منحوس ہے کہ نامبارک زمانہ میں پیدا ہوئی تو نے کہا اے مادر ایسا نہ کہو بہ تحقیق کہ میں بابرکت ہوں مبارکی سے نشوونما پاؤں گی پھر ایک سید و سردار سے میرا عقد ہوگا اور اس سے میرے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بنی حنیف کے لئے عزت اور فخر کا باعث ہوگا خولہ نے کہا راست کہا تم نے اب فرمائیے کہ میرے اور میری ماں کے درمیان کیا علامت تھی۔ فرمایا جب تو پیدا ہوئی تو اس نے اس خواب کو تیرے کلام سمیت ایک تانبے کی تختی پر کھدوا کر عقبہ خانہ کے نیچے دفن کر دیا جب پانچ برس کی ہوئی تو یہ ماجرا تجھ سے بیان کیا تو نے اس کی تصدیق کی چھ سال کی ہوئی تو پھر اس قصے کو تجھ پر دوہرایا۔ تو نے پھر اس کا اقرار کیا اس وقت اس نے وہ تختی نکال کر تیرے حوالہ کی اور کہا اس کو بازو پر باندھ لے اور حفاظت کر اس کی جب اس قبیلہ پر مصیبت پڑے اور وہ شخص ان پر چڑھ آئے جو ان کے مردوں کو قتل اور زن و بچہ کو امیر کرے اور مال و اسباب کو لوٹ لے اور تو بھی ان کے درمیان قید ہو جائے تو اس لوح کو اپنے پاس رکھنا جو شخص اس خواب کا حال تجھ سے بیان کرے اور عبارت لوح تجھ کو بتلائے اس سے نکاح کرنا خولہ نے کہا **صَدَقْتَ يَا امير المومنين** راست کہا تم نے اے امیر مومنوں کے یہ کہہ کر وہ تختی نکال کر حضرت کے آگے ڈال دی یہ روایت ابن شہر آشوب و خراج حضرت نے فرمایا جب تو گرفتار ہوئی تو بڑا اہتمام تجھ کو اس کا تھا کہ وہ تختی تجھ سے گم نہ ہو جائے پس تو نے اسے اپنے بازوئے راست پر محکم باندھا اب وہ تختی مجھ کو دے کہ میں اس کا صاحب ہوں اور میں ہی باپ ہوں اس پسر ارجمند کا اور نام اس کا محمد ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ خولہ رو بقبلہ ہوئی اور کہا **اَللّٰهُمَّ (۱) انت المتفضل المنان او دعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي ولم تعطها لاحد الا و اتممتها عليه اللهم بصاحب النبوة التي اخبر بما هو كائن الا اتممت فضلك علي** یہ دعا پڑھ کر اس لوح کو نکال کر حضرت کے آگے ڈال دیا۔ ابو بکر نے اسے اٹھایا اور عثمان کو دی کہ قرأت کرے عثمان نے پڑھا قسم خدا کی کہ جو کچھ امیر المومنین نے فرمایا تھا اس سے نہ ایک حرف زیادہ تھا نہ کم تھا۔ دوست شاد دشمن نامراد ہوئے اور صدائے مجلس سے بلند ہوئی کہ راست کہا ہے رسول اللہ نے **انا مدينته العلم وعلى بابها** کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ابو بکر نے خولہ کو امیر المومنین کے حوالہ کیا اور آپ نے

(۱) ترجمہ پروردگار تو ہی ہے فضل و احسان کرنے والا پروردگار ملہم و موافق کرتو مجھ کو کہ میں تیری نعمت کا کہ تو نے مجھ کو عطا کی شکر بجالاؤں، اور خداوندانے کسی کو کوئی نعمت عطا نہیں کی الا یہ کہ اس پر تمام کی، خداوندانے اس صاحب نبوت کے جس نے خبر دی اس امر کی جو کہ ہونے والا ہے تو اپنے فضل و کرم کو مجھ پر تمام کر۔ ۱۲۔

نہیں بجز اس کے کہ تمہارے اہل بیت کو دوست رکھتے ہیں پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا ایہا الناس کس لئے تم نے ہم کو قید کیا بحالیکہ ہم شہادتیں کا اقرار کرتے ہیں ابو بکر نے بقولے زیر اُس سے کہا اس سبب سے کہ تم نے مال خدا کے ہمارے پاس ادا کرنے سے انکار کیا کہا انکار نہیں کیا، ایسا اور ایسا کہا اور مانا کہ انکار ہی کیا تھا، تو مردوں نے کیا تھا، عورتوں کا اس میں کیا قصور تھا ابو بکر کو اس کا کچھ جواب نہ آیا پس مہاجرین سے دوسرے یعنی طلحہ زبیر نے اس پر چادر ڈال دی (یہ نشان تھا خریداری کنیز کا) خولہ نے کہا اے معشر اعراب تم کو کیا ہوا کہ اپنی عورتوں کو چھوڑ کر پرانی عورتوں کی ہتک حرمت کرتے ہو، کہا ہم تجھ کو بھاری قیمت پر خرید کریں گے خولہ نے کہا تم مجھ کو نہیں لے سکتے قسم خدا کی اور محمد مصطفیٰ کی کہ مجھ کو وہ لے سکتا ہے جو بتلائے کہ میرے حمل کے وقت میری ماں نے کیا خواب دیکھا اور کیا میں نے اس سے کہا، اور میرے اور اس کے درمیان کیا علامت تھی۔ اور جو بغیر اس کے میرا قصد کرے گا میں اپنے ہاتھ سے اپنا پیٹ پھاڑ لوں گی اور یوں میری قیمت ضائع ہوگی ابو بکر نے کہا اگر تو نے کوئی خواب دیکھا ہے تو بیان کر کہ اس کی تعبیر کی جائے بروایت الخراج والخراج فرمایا اس مجمع کو دیکھ کر خوف اس پر چھا گیا اور بے ہوشانہ یہ باتیں کرتی ہے۔ خولہ نے کہا جو میرا شوہر بننا چاہتا ہے وہی اس خواب کی تعبیر بتلائے گا دوسرا نہیں بتلا سکتا پس طلحہ زبیر نے مایوس ہو کر اپنے اپنے کپڑے اٹھائے بروایت اس نے کہا ایہا الناس لست بعزاینة فنبلسو نی ولا سائلة فتصدقون علی لوگوں میں ننگی نہیں ہوں کہ تم مجھ کو ڈھانپتے ہو نہ سائل ہوں کہ مجھے خیرات دیتے ہو۔ غرض یہی باتیں تھیں کہ حضرت امیر کبیر وہاں تشریف فرما ہوئے لوگوں نے یہ حکایت حضرت سے بیان کی آپ نے فرمایا راست کہتی ہے یہ حال اس سے بیان کرو اور اس پر متصرف ہو جاؤ کہا اے ابوالحسن تم جانتے ہو کہ جب سے رسول اللہ نے رحلت کی تو اخبار سماوی ہم پر بند ہو گئے پھر علم غیب کے دریافت ہونے کی کیا صورت ہے فرمایا اگر میں اس سے خبر دوں تو معترض تو نہ ہو گے کہا نہیں پھر خولہ سے فرمایا اگر تجھے تیرے قصہ سے آگاہ کروں گا تو تجھ پر قبضہ کر لوں گا کہا تو کون ہے فرمایا علی ابن ابی طالب کہا تم وہی ہو جن کو رسول اللہ نے بروز غدیر امامت پر نصب فرمایا۔ فرمایا ہاں وہی ہوں خولہ نے کہا ہم تمہاری ہی وجہ سے تباہ ہوئے کیوں کہ ہمارے مرد کہتے تھے کہ ہم سوائے امام نصب کردہ پیغمبر خدا کے کسی کی اطاعت نہیں کریں گے اور کبھی زکوٰۃ نہ دیں گے امیر المؤمنین نے فرمایا اجرکم غیر ضائع وان اللہ توفی کل نفس ما عملت من خیر کہ تمہارا اجر ضائع نہ ہوگا اور حق تعالیٰ پورا کرے گا ہر شخص کے لئے بدلہ نیکی کا جو اس نے کی ہے۔ پھر فرمایا اے حنفیہ کیا یہ راست نہیں کہ تیرا حمل قحط سالی میں رہا تھا جب کہ آسمان سے قطرہ آب نہ برستا تھا اور نہ زمین سے پرکاہ نکلتا، نہریں اور چشمے خشک ہو گئے تھے اور جانوران صحرا چراگاہ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے نہ پلتی تھی۔ تیری

خدمتِ درباری پر مامور تھار شک پیدا ہوا اور یہ کہہ کر حضرت رسالت پناہ اس وقت کسی کام میں مشغول ہیں حضرت کو اندر نہ جانے دیا تھوڑی دیر میں پھر رسول خدا نے دعا کی پھر امیر المؤمنین تشریف لائے انس نے پھر وہی خلاف واقع جواب دے کر حضرت کو لوٹا دیا۔ غرض تین مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت رسول دعا کرتے اور امیر المؤمنین بر طبق اس کے در دولت پر حاضر ہوتے اور انس جھوٹ بول کر آپ کو ٹال دیتا۔ چوتھی مرتبہ جو حضرت نے دعا کی تو حضرت امیر نے آ کر بزورِ دروازہ کھٹکایا رسول اللہ نے آواز سن کر اندر بلا لیا۔ فرمایا اے انس کیا باعث ہوا کہ تو نے علی کو میرے پاس نہ آنے دیا عرض کی میں چاہتا تھا کہ یہ دعا آپ کی انصار میں سے کسی کے حق میں قبول ہو فرمایا کہ کوئی انصار میں ہے کہ علی سے بہتر و افضل تر ہو بروایت کہا **أَجَبْتُ أَنْ يَكُونَا فِي رَجُلٍ مِنْ قَوْمِي** کہ میں نے چاہا کہ یہ دعا میری قوم میں سے کسی کے حق میں ہو فرمایا **أَنْ يَكُونَا فِي رَجُلٍ مِنْ قَوْمِي** بے شک آدمی اپنی قوم کو دوست رکھتا ہے۔ غرض نبی و وصی نے ساتھ بیٹھ کر وہ مرغِ تناول کیا بموجب اس روایت کے امیر المؤمنین محبوب ترین خلائق تھے خدائے رب العالمین کے نزدیک اور یہ ایک بے نظیر منقبت ہے آپ کے لئے افسوس کہ خلیفہ ثانی آپ کے ہوتے سالم مولائی ابی حدیفہ کی آرزو کرتے تھے کہ بموجب ان کے اپنی روایت کے شدید الحب فی اللہ تھے نہ کہ احب الخلق الی اللہ ان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے القصہ حضرت امیر المؤمنین نے حدیث وصایت حدیث مواخات حدیث منزلت وغیرہ کو مجمع کے سامنے پڑھا اختلافِ عظیم روزِ غدیر خم کو یاد دلویا۔ ابلاغِ سورۃ برات کا عزل و نصب جتلیا۔ غرض فضیلتوں کے انبار اور جنتوں کے تودے لگا دیئے مگر ناحق شناس عبدالرحمن بن عوف پر کہ یک طرفہ کارروائی کر چکا تھا ذرا اثر نہ ہوا۔ اور کہا تو یہ کہا جو کہ روضۃ الاحباب میں منقول ہے ”دریں حال عبدالرحمن گفت ما ابو الحسن ہمہ فضائل را کہ شمر دی چنین است کہ تحت تصرف بیان آوردی و جمیع اصحاب بدیں امور اقرار و اعتراف در آمد۔ لیکن انکوں اکثر مردم بعثمان بیعت نموده اند متوقع از جناب تو آں کہ با جمہور موافقت نمائی و بقدم قبول پیش آئی“ حضرت نے اس کا جواب بموجب روایت اسی روضۃ الاحباب کے اس طرح پر دیا بخدا سو گند کہ شامیدانید کہ الحق بخلافت کیست و با این بمقتضاء علم خود عمل نمی نمائید بنا بر ملاحظہ اغراض و مصالح دینی خود واللہ کہ من مسلم داشتم بر خود تیرا کہ مے دامنم کہ سلامت مسلمانان در اس تسنزل و تسلیم است چہ در اس تسلیم حیف خاصہ برس است و بر اسلام و مسلمانان ترک مناقبہ و منافہ کردم طلبا لالہ جہر پھر صاحب روضہ کہتے ہیں کہ یہ اشعار آبدار اس ابرگو ہر بار سے صفحہ روزگار پر یادگار ہے مناسب اس قول و گفتار کے ہیں۔

قد يعلم الناس انا خيرهم نسبا
ونحن افخرهم نسبا اذا فخرنا
رهط النبی وهم ماوی کرامة
وناصر الدین والمنصور من نصروا

کما یشہد بہ البطحاء والمدروا
نادی بذلک رکن البیت والحجروا

والارض تعلم انا خیر ساکنها
والبیت ذی السر والارکان لوسالوا

اور مناسب مقام ہیں یہ اشعار

کمال قدر تو ہرگز کجا تواند دید
فراز قدر تو قدر دگر چنان باشد
اگر ز کوہ پُرسد کس ز بانگ بلند
کسے نظیر تو خیز از زمانہ دید

پچشم سرفلک کحل گر شود زرقا
کہ وہم ازاں سوئے گردن گماں برد صحرا
کہ در میانہ اولاد آدم و خا
ہر انچہ گفت گواہی دہد زبان صدا

اور احتجاج میں ہے کہ بعد اتمام مناشدہ کے حضرت امیر المومنین نے جماعت حاضرین سے فرمایا کہ اب جب کہ تم نے ان باتوں کا اقرار کیا۔ اور بہ ارشاد حضرت رسول خدا یہ امر اچھی طرح تمہارے اوپر ظاہر و آشکار ہو گیا تو خدا سے ڈرو اور اس جل شانہ کی مخالفت و نافرمانی نہ کرو پس حق کو اہل حق کی طرف واپس کرو تا کہ سنت رسول اللہ کی متابعت ہو۔ پس وہ یہ سن کر ایک دوسرے کو دیکھنے اور باہم غمزہ و کنایہ کرنے لگے کہ بے شک یہ سب سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں اور تمام پر فضیلت و فوقیت رکھتے ہیں۔ الا اگر خلافت ان کو ملی تو سب کو برابر رکھیں گے اور کسی کو کسی پر ترجیح و تفضیل نہ دیں گے بخلاف عثمان کے کہ تمہاری مرضی کے موافق کام کرے گا پس عثمان کے ساتھ بیعت کی۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے فخرج عثمان علی الناس ووجہہ متہلل وخرج علیٰ وہو کاسگ الباطل مظلم کہ عثمان لوگوں میں برآمد ہوئے۔ حالانکہ ان کا چہرہ مارے خوشی کے چمکتا تھا اور علی علیہ السلام شکستہ دل و غمگین تھے۔ پس منیرہ بن شعبہ نے عثمان سے کہا کہ اگر تمہارے سوا کسی دوسرے کے ساتھ بیعت ہوتی تو ہم نہ کرتے عبدالرحمن نے کہا جھوٹ کہتا ہے تو قسم بخدا کہ اور سے بیعت ہوتی تو لابد تجھ کو بیعت کرنی پڑتی تجھ کو اس میں دخل ہی کیا ہے اے پسر زن دباغت کنندہ چرم کے۔ قسم بخدا کہ اگر کوئی اور خلیفہ ہوتا تو اس کے سامنے بھی خوشامد و طمع دنیا سے ایسی ہی باتیں بناتا جیسی عثمان کے آگے بناتا ہے دور ہو یہاں سے منیرہ نے کہا اگر امیر المومنین (عثمان) کا لحاظ نہ ہوتا تو میں بھی تجھے ایسا جواب دیتا جو تیرے تئیں ناگوار گزرتا پس دونوں وہاں سے چلے گئے۔ پھر شعبہ سے نقل کرتا ہے کہ عثمان اپنے مکان پر پہنچے تو بنی امیہ اس کے گرد جمع ہو گئے حتیٰ کہ تمام مکان ان سے پر ہو گیا۔ پس دروازہ بند کر لیا۔ اس وقت ابوسفیان بن حرب نے کہنا پینا ہو گیا تھا پوچھا آیا تمہارے درمیان کوئی غیر شخص تو نہیں۔ کہا نہیں۔ اس نے کہا اے گردہ بنی امیہ اب تم اس بادشاہت سے کہ تمہارے درمیان آگئی ہے متنع ہو۔ اور ایک دوسرے کی طرف

گیند کی طرح اس کو لڑکاؤ اور اس سے کھیلو۔ ابوسفیان بن حرب کا دین: فوالذی یحلف بہ ابوسفیان مامن عذاب ولا حساب ولا جنة ولا نار ولا بعث ولا قیامة یعنی اسی کی قسم ہے۔ جس کی کہ ابوسفیان قسم کھایا کرتا ہے کہ کوئی عذاب ہے نہ حساب و کتاب نہ بہشت نہ دوزخ نہ حشر و نشر نہ قیامت راوی کہتا ہے کہ اس پر عثمان نے اسے جھڑکا اور یہ کلام اس کو برا معلوم ہوا اور اس کو وہاں سے نکال دیا۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ عثمان نے جھڑکا اس نے فقرہ راوی نے ظاہر اصلاح معاملہ اور عثمان کو اعتراض سے بچانے کی غرض سے بڑھایا ہے نہیں تو خلیفہ ثالث ایسے ہی جھڑکنے والے ہوتے تو پہلے سے مکان کا دروازہ کا ہے کو بند کیا جاتا دروازہ بند کرنے سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ خلوت کر کے ایسا ہی زہرا گلنا اور کفر و زندہ کی باتیں کرنی چاہتے تھے۔ نیز اگر عثمان ٹھیک ٹھیک پائے بند شرع ہوتے تو اس ظاہر و باطن کے اندھے کو پکڑوا کر اس سے توبہ کراتے نہ کرتا تو اس کو قتل کرواتے۔ یہ جھڑک کر چپکا ہو رہنا کیسا۔ مرتد کے لئے صرف جھڑک دینا اور گھر سے نکلوانا کب کافی ہے۔ بہر کیف امیر معاویہ کے باوا صاحب کے دین و ایمان کی شعھی جیسے بزرگوں کے قول کے موافق یہ کیفیت تھی۔ مگر تعصب بھی کیا بری بلا ہے کہ آدمی کو از خود رفته کر دیتا ہے۔ ابن حجر کی تجلی نے رسالہ تطہیر النجبان واللسان عن مثالب سیدنا معاویہ بن ابی سفیان میں اسی ابوسفیان کی کیا کچھ مدح گستری نہیں کی اور تو اور اس کے ایمان کو سراہا یعنی اس کو اکابر صادقین و افاضل مومنین میں سے ایک قرار دیا ہے لاحول ولا قوة الا باللہ عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں ایک رات نماز عشاء کے بعد مسجد میں بیٹھا تھا اور لوگ سب متفرق ہو گئے تھے صرف ابوسفیان اور اس کا بیٹا معاویہ رہ گئے تھے۔ میں ستون کی اوٹ میں تھا کہ ابوسفیان نے معاویہ سے کہا دیکھ کہ اس مسجد میں کوئی آدمی تو باقی نہیں چلا کہ ابوسفیان اس وقت ناپیدا تھا۔ معاویہ نے مسجد کا چراغ ہاتھ میں اٹھالیا اور اسے لے کر چار طرف گھومتا اور تلاش کرتا تھا میں ستون کے پیچھے گردش کرتا جاتا تھا تا انیکہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے جب اچھی طرح دیکھ بھال کر چکا تو کہا یہاں کوئی نہیں ابوسفیان نے کہا یا نبی اوصیک بدین الالباء والاحداد اے فرزند میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ تو اپنے باپ دادا کے دین کو نہ چھوڑے وایاک و دین محمدؐ فانہ سبب فقرنا اور خبردار کہ محمدؐ کا دین نہ اختیار کرنا کیوں کہ وہ باعث ہمارے فقر اور رویشی کا ہے۔ ولا یھولنک قول محمدؐ من البعث والنشور اور زہار کہ تو محمدؐ کی باتوں سے ڈرے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں گے اور حشر و نشر بہشت و دوزخ ہوگا۔ جب نصیحت تمام ہوئی تو معاویہ نے کہا ذلک رائی یا ابتاہ اے پدر گرامی اطمینان رکھو کہ میرا یہی اعتقاد ہے جو تمہارا ہے۔ پھر ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ علیؑ اپنے مقام پر پہنچے تو اپنے کنبے والوں کو خطاب کر کے کہنے لگے اے پسران عبد المطلب یہ لوگ پیغمبر خدا کی

وفات کے بعد تم سے ویسی ہی عداوت کرتے ہیں جیسی کہ آنحضرتؐ کی حیات میں ان کے ساتھ کرتے تھے۔ جہاں تک ان کا مقدور ہوگا وہ کبھی خلافت و امارت کو تم تک نہ پہنچنے دیں گے اور بلا زور شمشیر ہر گز حق کی طرف نہ رجوع لائیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت عبداللہ بن عمر خطاب امیر المومنینؓ کے پاس آئے اور انہوں نے آتے ہوئے حضرت کا یہ کلام سنا اندر آئے تو کہا اے ابوالحسن تم لوگوں کو با یک دگر لڑوانا اور قتل کروانا چاہتے ہو۔ آپ نے فرمایا خاموش ہو وائے ہوتھ پر اگر تیرا باپ اور اس کے پہلے پچھلے سلوک ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو آج پسر عفان اور ابن عوف کی مجال نہ تھی کہ میرے ساتھ نزاع کرتے عبداللہ اتنا سن کر وہاں سے اٹھ پھرے اور چل دیئے۔ اگلے روز مقداد، عبدالرحمن سے ملے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے جو تو نے کیا ہے اگر اس سے رضائے خدا کا ارادہ کیا ہے تو حق تعالیٰ ثواب دینا و آخرت تجھ کو دے گا ورنہ محض دنیا چاہی ہے تو دنیا تجھے ملے گی اور مال تیرا زیادہ ہوگا یعنی آخرت سے بے نصیب رہے گا۔ عبدالرحمن نے کہا خدا تجھے رحمت کرے سن، مقداد نے کہا میں کچھ نہیں سنتا، اور اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھوڑا کر چلے گئے۔ اور ابن اشیر کامل میں کہتا ہے کہ مقداد اسود نے عبدالرحمن سے کہا تو نے اس شخص کو چھوڑا ہے جو بحق فیصلہ کرنے والا اور عدل و نصفت میں یکتا ہے۔ عبدالرحمن نے کہا قسم بخدا میں نے مسلمانوں کی خاطر بہت جدوجہد کیا مقداد نے کہا کسی کو وہ پیش نہیں آیا جو اہل بیت پیغمبرؐ کو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد پیش آیا تعجب ہے کہ قریش نے اس شخص کو ترک کیا جس کے برابر حاکم عادل ہونے میں سکتا۔ قسم بخدا کہ اگر مجھ کو مددگار ملیں تو ان سے جنگ کروں عبدالرحمن نے کہا اے مقداد خدا سے ڈر اور فتنہ انگیزی نہ کر بروایت اول علی علیہ السلام کے پاس جا کر کہا اٹھو اور جہاد کرو اس قوم پر کہ ہم بھی تمہارے ساتھ جہاد کریں۔ آنحضرتؐ نے کہا **اللہ کن** لوگوں کو لے کر ان پر جہاد کروں اتنے میں عمار یا سر بھی وہاں آئے اور اس شعر کو زور زور سے پڑھتے تھے۔

بناعی الاسلام قم فانعه

قدمات عرف وید انکر

یعنی اے اسلام کی موت کے خبر دینے والے اٹھ اور اس کے مرگ کی خبر دے تحقیق کہ کون کا رہی اور بدکاری ظاہر ہوئی۔ پھر کہا قسم بخدا کہ اگر میں معاون و مددگار پاتا تو ان لوگوں پر جہاد کرتا اور قسم خدا کی اگر ایک آدمی بھی ان سے جنگ کرے تو میں اس کا دوسرا ہوں، علیؑ نے کہا اے ابوالیقظان قسم بخدا کہ میرے پاس اعوان و انصار نہیں کہ ان کو ساتھ لے کر جنگ کروں اور نہیں چاہتا کہ تم کو تمہاری طاقت سے زیادہ تکلیف دوں۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد علیؑ معہ چند نفر اپنے اہل بیت کے اپنے گھر میں بیٹھے رہتے تھے اور بخوف عثمان کوئی ان کے پاس آتا جاتا نہ تھا۔ شیخ مسدید مفید

علیہ الرحمہ نے جناب ابن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں عثمان کی بیعت کے بعد علی بن ابی طالب کے پاس داخل ہوا دیکھا میں نے کہ وہ حضرت سر جھکائے ملول و حزین بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کی عجب صدمہ عظیم آپ صاحبوں کو پہنچا ہے۔ فرمایا فصیح "جمیل" میں نے کہا سبحان اللہ قسم بخدا کہ آپ بڑے صابر ہیں فرمایا اگر میں صبر نہ کروں تو کیا کروں۔ عرض کی گھر سے نکل کر ان لوگوں کے درمیان کھڑے ہوں اور ان کو اپنی طرف دعوت کریں اور قرابت پیغمبر اور سبقت اسلام کا واسطہ دیں اور ان غاصبوں پر ان سے طلب گار اعانت ہوں اگر سو میں دس آدمی بھی آپ کی نصرت کریں تو ان دس سے ان سو کو مغلوب فرمادیں اطاعت کریں تو فیہا دور نہ ان کے ساتھ جنگ کریں فتح ہوئی تو وہ ایک سلطنت ایزدی ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو بخشی آپ سب سے زیادہ اس کے حق دار ہیں اور جو اس میں کام آئے تو درجہ شہادت آپ کو ملیگا اور بوجہ وراثت رسول اللہ آپ خدا کے نزدیک معذور و ماجور ہوں گے۔ فرمایا اے جناب تیرے نزدیک سو میں سے دس آدمی اس دعوت کو قبول کر لیں گے میں نے کہا ہاں مجھ کو اس کی امید ہے آپ نے فرمایا لیکن مجھ کو تو یہ امید نہیں بلکہ سو میں سے دو کی بھی امید نہیں کرتا اور میں اس کی وجہ تجھے بتلاتا ہوں یہ اس لئے ہے کہ تمام خلایق کی نظر اس مقدمے میں قریش کی طرف ہے اور قریش کہتے ہیں کہ آل محمد اپنے تئیں اوروں سے برتر گنتے ہیں اور سب سے زیادہ آپ کو اس کا مستحق جانتے ہیں پس اگر ہم ان کو حکومت دیں تو وہ ہمیشہ ان ہی کے درمیان رہے گی اور کوئی دوسرا اس سے منفع نہ ہوگا اور جو اوروں کو خلیفہ مقرر کریں گے تو باری باری سب اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے قسم بخدا کہ قریش بطور و رغبت کبھی ہم کو خلافت نہ دیں گے۔ میں نے کہا کہ میں جا کر آپ کی یہ باتیں لوگوں کو سنا کر آپ کی طرف دعوت کروں فرمایا اے جناب ابھی اس کا موقع نہیں جناب کہتا ہے کہ میں اس کے بعد عراق کو واپس آیا پس جہاں کہیں آپ کے فضائل و مناقب اور آپ کے حقوق مسلمانوں کے سامنے بیان کرتا تو وہ مجھ کو دھمکاتے اور جھڑکیاں دیتے تا انیکہ میری باتیں ولید بن عقبہ تک کہ عثمان کی طرف سے حاکم کوفہ تھا پہنچیں اس نے مجھ کو بلا کر قید کر لیا اور اس وقت تک جب تک میرے حق میں اس کے پاس شفاعت نہ ہوئی مجھ کو رہا نہ کیا۔

خطبہ خلیفہ ثالث

حضرت عثمان کو اخذ بیعت سے فارغ ہو کر گھر پر آئے بہت دیر نہ ہوئی تھی اور ابھی وہ اپنے بھائی بندوں کے ساتھ مبارک سلامت ہی میں مصروف تھے کہ اتنے میں عبدالرحمن بن عوف آپ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ یہ وقت گھر میں بیٹھنے کا نہیں چلو چل کر مسجد میں خطبہ کہو اور لوگوں کو وعظ و پند کرو اور عدل و احسان کے وعدے سے ان کے دل کو تسلی و اطمینان

بخشود بنا برین عثمان مسجد میں آئے۔ حضرت رسول خدا کا منبر تین درجے کا بنا ہوا تھا۔ حضرت سب سے اوپر کے درجہ پر جلوہ فرما ہوتے تھے ابو بکر خلیفہ ہوئے تو پاسبان ادب اس درجے کو چھوڑ کر درمیان کے زینے پر بیٹھنے لگے عمر نے ان کا بھی لحاظ کیا اور آخری درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ عثمان فرط مسرت میں سب کا پاس و لحاظ بھول گئے آپ سیدھے درجہ مقام رسول خدا پر جا بیٹھے۔ اس مرد آدمی نے اتنا بھی خیال نہ کیا کہ اور تو اور سیرت شیخین کی پیروی کا تو ابھی قول و اقرار کر چکا ہوں کہ اسی اقرار سے میدان مارا اور خلافت جیتی ہے اسی دم اس کے خلاف کرنا کون سی انسانیت ہوگی۔ حضرت باحیا کا ابو بکر و عمر کی سنت کے برخلاف منبر کے اوپر کے درجہ پر بیٹھ جانا صاحب روضۃ الاحباب نے بیان کیا ہے الا وہ یہ عذر کرتے ہیں کہ پایہ زیرین پر بیٹھتے تو عمر کی برابری کا گمان ہوتا دوسرے پر بیٹھنے میں ابو بکر کی ہمسری پائی جاتی اس لئے وہ رسول اللہ کی جگہ بیٹھ گئے کہ اس قسم کا خیال ہی نہ ہو خیر پیچھے سے بات کو سنو ارنا اور بگڑی کا بنانا مریدوں اور معتقدوں کا کام ہی ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ قبیح جسارت جناب عثمان سے سرزد ہوئی کہ جو مقام حضرت رسول خدا کا مخصوص تھا اور ان کے بعد امام بحق علی مرتضیٰ کے سوا کسی کو شایاں نہ تھا اس پر چڑھ بیٹھے حضرت رسالت پناہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ بندر آنحضرت کے منبر پر بازی کرتے ہیں اور اس کی تعبیر بنی امیہ سے کی تھی گویا اس کی تصدیق اسی وقت سے شروع ہو گئی۔ الغرض اس مقدس جگہ پر پہنچ کر کچھ خلائق کا اثر دہام کچھ رعب مقام رسول انام اور زیادہ تر علم و لیاقت کی کمی اوسان خطا ہو گئے۔ سنی گم ہو گئی بھتیہرا چاہا کہ کچھ کہیں مگر بولا نہ گیا اب تمام مجمع کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں کہ نئے خلیفہ کچھ زبان مبارک سے ارشاد کریں۔ وعظ و نصیحت فرمائیں مگر وہاں منہ خشک زبان سے ایک حرف نہیں نکلا۔ کریں تو کیا کریں۔ آخر خلیفہ مگر جناب عبدالرحمن ہی نے اپنے گئے کی لاج رکھی۔ اٹھے اور کہا **الحمد لله رب العالمین** کہو اور نیچے اتر آؤ عثمان نے الحمد للہ کہا اور شکر خدا کیا کہ اس ورطہ سے نجات ملی۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس مکان کے بول و درشت سے عثمان کی زبان ادائے خطبہ سے عاجز رہی اور انہوں نے کہا **ایہا الناس انکم الی امام فعال احوج منکم الی قول اقول قولی او استغفر اللہ لی ولکم لو کتم کار کثندہ** امام کے زیادہ حاجت مند ہو بہ نسبت بہت بولنے والے امام کے یہ کہہ کر استغفار کی اور اتر آئے۔ پھر کہتے ہیں ”روایت آئی کہ گفت الحمد للہ وراہ کلام بروے بستہ شد“ بروایت فرمایا ہر کام کا آغاز سخت ہوتا ہے ابو بکر و عمر اس جگہ کے واسطے پہلے سے کلام بنا کر لایا کرتے تھے۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ جیسا چاہے تم کو خطبہ سنایا کروں گا۔

قضیہ قتل ہرمزان : سب سے پہلا مقدمہ کہ بیعت کے بعد خلیفہ سوم کے اجلاس میں پیش ہوا ہرمزان کا قتل تھا۔ یہ

ہرمزان شاہانِ عجم سے ملک انہواز کا فرمانروا تھا عمر خطاب کے زمانے میں اس کا ملک مسلمانوں نے فتح کیا تو وہ مدینہ آ کر عباس بن عبدالمطلب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اس وقت سے زیر سایہ حمایت بنی ہاشم میں رہتا تھا ابولولو نے عمر کو قتل کیا تو ان کے بھٹے بیٹے عبید اللہ کے سر میں یہ جنون سایا کہ جتنے عجمی مدینہ میں ہیں سب کو نابود کر ڈالے کیوں کہ اس کے حساب میں وہ سب خلیفہ کے قتل میں شریک تھے عمر کو دفن کر کے پلٹے تھے کہ عبید اللہ نے تلوار سنت لی اور پہلے ابولولو کی صغیر بن معصوم لڑکی کو مارا پھر ہرمزان کے گھر پر آ کر اس بے گناہ کو قتل کیا بعد ازاں سعد وقاص کے گھر پر چڑھ گیا۔ وہاں بھٹہ نام نصرانی کو تہ تیغ کھینچا سعد یہ غلغلہ سن کر بیٹا بانہ باہر نکل آیا اور عبید اللہ سے کہا تو نے ہمارے آدمی کو کیوں مارا، عبید اللہ شدتِ غیظ میں ایسا از خود رفتہ ہو رہا تھا کہ بولا مجھ کو تجھ سے بھی عمر کے خون کی بو آتی ہے تجھے بھی مارنا چاہئے یہ روایت محمد بن جریر طبری کی ہے۔ اور بقول ابن اثیر کامل میں عبید اللہ کہتا تھا کہ قسم بخدا کہ میں ان تمام کو قتل کروں گا جو میرے باپ کے خون میں شریک تھے اور مراد اس کی اس تعریض سے مہاجرین و انصار تھے کہ انہوں نے اسے قتل کر لیا ہے۔ غرض سعد وقاص نے جھپٹ کر عبید اللہ کے سر کے بال شانوں تک لٹکتے تھے پکڑ لئے اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھین کر اسے زمین پر پچھاڑا پھر اپنے نوکروں کو کہا کہ اس کو فلا نے مکان میں لے جا کر قید کرو۔ عثمان تختِ خلافت پر بیٹھے تو یہ خونی مجرم ان کے سامنے پیش کیا گیا مسلمان نگران تھے کہ دیکھئے خلافت مآب اس سے قصاص لیتے ہیں یا عمر کی رعایت سے چھوڑ دیتے ہیں عثمان نے اس سے پوچھا کس چیز سے تو نے مرد مسلم کا خون گرایا۔ عبید اللہ نے کہا اس خنجر سے دوسرے جس سے عمر قتل ہوئے اور عبدالرحمن ابن ابی بکر نے دو روز پہلے ہرمزان کے پاس دیکھا اس لئے وہ قتل عمر میں شریک تھا۔ مگر شرع میں ایسی باد ہوائی باتوں سے اثباتِ خون کسی کے ذمہ نہیں ہو سکتا۔ علاوہ برائیں عبید اللہ کو اس کی طرف سے شبہ تھا تو صبر کرنا چاہئے تھا۔ اور امر خلافت کے تصفیہ ہو جانے پر، حاکمِ شرع سے رجوع کرنا وہ اپنے آپ کسی کے مارنے کا مجاز نہیں تھا۔ اس لئے اکثر صحابہ اس قتل کو ناحق ناروا بتلاتے تھے اور عبید اللہ سے قصاص لینے پر بلا اتفاق فتویٰ دیتے تھے۔ امیر المومنین نے عثمان سے کہا کہ اس فاسق خبیث کو کہ ناحق مسلمان کا خون کیا قتل کرنا واجب ہے، لیکن عمرو عاص نے کہا یہ وقوعہ تیرے عہدِ حکومت سے پہلے کا ہے، کل عمر قتل ہوا آج اس کا بیٹا مارا جائے گا۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ عثمان نے عبید اللہ کا قصور معاف کیا اور ہرمزان کا خون بہا بیت المال سے دلوادیا، پس یہ پہلا امر تھا کہ مسلمانوں کو عثمان سے ناپسند ہوا۔ اور وہ اپنی خلافت کے پہلے ہی روز اس طعن سے مطعون ہو گئے امیر المومنین نے عبید اللہ سے کہا اے فاسق مجھ کو جس وقت تجھ پر دسترس ہوگا ہرگز قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ اسی لئے بعد قتل عثمان آنحضرت سے بیعت ہوئی تو عبید اللہ مدینہ میں نہ ٹھہر سکا معاویہ کے پاس چلا گیا اور جنگِ صفین میں شامیوں کے ساتھ مارا گیا اور قول

امیر المومنین کا ان فاتنی اليوم فلن يفوت غدا کہ اگر آج وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا تو کل نہیں چھوٹے پائے گا صادق آیا چنانچہ اس کا قصہ اپنے محل میں مفصل مذکور ہے۔ سید مرتضیٰ علم الہدی شافی میں نقل کرتے ہیں کہ عثمان نے عبید اللہ کو غفوکیا تو مسلمانوں نے کہا یہ تجھ کو جائز نہیں امیر المومنین مسلمانوں کے قول کی تائید کرتے تھے عثمان نے دیکھا کہ یہ لوگ اس کے قتل کے بغیر راضی نہ ہوں گے تو اس کو کوفہ بھیج دیا اور وہاں ایک مکان اور کچھ زمین اس کی مدد معاش کے لئے عطا کی کہ بنام کرشہ ابن عمر معروف ہے فعظم ذلك عند المسلمين واكبروه وكثر كلامهم پس مسلمانوں کے نزدیک یہ امر عظیم ہوا اور انہوں نے اسے بزرگ جانا اور اس میں بہت سا کلام کرتے تھے حضرت عثمان نے حکومت پاتے ہی پہلے طرز و طریق بدل دیئے خلافت رسول اللہ ان کے عہد میں بادشاہت دنیوی کے رنگ پر آگئی قصر ہائے عالی شان اپنے رہنے کے لئے تعمیر کرائے۔ غلامان رومی ترکی خطائی۔ خدمتوں پر مقرر ہوئے حکم بن عاص و مروان بن حکم کو کہ طریدان (۱) رسول و ابوبکر و عمر تھے واپس مدینہ بلوایا اور مروان اور اس کے بھائی سعید بن حکم سے اپنی دو بیٹیوں کی شادی کر کے مروان کو اپنا وزیر اعظم و مختار کل کیا۔ عاملان و نائبان عمر خطاب میں سے ایک معاویہ تو حکومت شام پر بحال رہا باقی معزول ہو کر ان کی جگہ جو انان بنی امیہ بھرتی ہوئے۔ ولید بن عتبہ برادر مادری عثمان کو حکومت کوفہ ملی عبد اللہ بن عامر بن کریم کہ آپ کا ماموں زاد بھائی پچیس برس کے سن و سال میں تھا ولایت بصرہ پر سرفراز ہوا، عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح برادر رضاعی عثمان نے امارت مصر پائی۔ بیت المال پر دست تصرف دراز ہوا تو ہزاروں لاکھوں کا شمار نہ رہا جو کچھ چاہا اپنے رشتہ داروں کو بخش دیا شرار و بنی امیہ اس سلطنت میں مالا مال تھے اور صلحاء مسلمین محتاج و پریشاں حال۔ چار لاکھ دینار اپنی لڑکیوں کے جہیز میں دیئے مال افریقہ سے آیا تو مروان کو اس میں سے ایک لاکھ بقولے دو لاکھ دینار دیئے اور بموجب قول و اقدی کل مال سب کا سب اس کو بخش دیا۔ حکم بن عاص پدر مروان کو عامل زکوٰۃ قضاہ مقرر کیا تین لاکھ دینار وہاں سے وصول ہوئے سب کے سب اسی نابکار کو دے ڈالے ایک لاکھ سعید بن عاص کو دیئے علی ہذا حکم بن حارث بن حکم کو مال کثیر عنایت کیا۔ عبد اللہ بن خالد داماد عثمان کہیں گیا ہوا تھا حاضر ہوا تو ایک لاکھ دینار اس کو عطا کئے صحابہ ان کی ان حرکات پر معترض تھے۔ سعد و قاص خازن بیت المال نے خزانہ کی کنجیاں

(۱) طرید مطر و بمعنی دور کیا گیا نکالا گیا۔ حکم بن عاص کہ بروز فتح مکہ ظاہر اسلام لایا۔ دل میں حضرت رسول خدا کا سخت دشمن تھا اور اپنی پاجیانہ حرکات سے حضرت کو اس قدر ایذا کیں دیتا تھا کہ آخر آپ نے اس کو معاہدہ کے اہل و عیال کے طائف کی طرف اخراج کیا ابوبکر و عمر نے اپنے اپنے عہد خلافت میں اسے اور بھی دور کر دیا تھا عثمان نے خلافت پاتے ہی اسے واپس مدینہ بلوایا تھا۔ ۱۲ مئی غنی عنبر۔

مسجد میں ڈال دیں کہ میں خازن نہیں رہ سکتا جب کہ طرید رسول خدا مستحق ایک لاکھ دینار کا ہو۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ عثمان نے عبداللہ بن ارقم خازن بیت المال کو لکھا کہ عبداللہ بن خالد بن اسد بن ابی العاص بن امیہ کو تین لاکھ دینار اور اس کے ہمراہیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ دینار عطا کیا عبداللہ نے وہ نوشتہ رد کیا اور روپیہ نہ دیا عثمان نے کہا تو خزانی ہے جو کچھ میں کہوں اس کے موافق عمل کر عبداللہ نے کہا میں خازن اموال مسلمین ہوں تیرا خزانی تیرا غلام ہوگا یہ کہہ کر کنجیاں بیت المال کی منبر پر لٹکا دیں اور بروایت عثمان کے آگے پھینک دیں اور قسم کھائی کہ پھر کبھی یہ کام نہ کروں گا۔ عثمان نے وہ کنجیاں لے کر نائل نام اپنے غلام کے سپرد کیں۔ واقعہ یہ کہ اس واقعہ کے بعد عثمان نے تین لاکھ درہم عبداللہ بن ارقم کے پاس بھیجے زید بن ثابت حامل مال نے اس سے کہا کہ امیر المومنین نے یہ مال تجھے دیا ہے کہ اپنے اہل و عیال پر صرف کرے عبداللہ نے کہا مجھ کو اس کی حاجت نہیں میں نے بیت المال کی خدمت اس لئے نہیں کی کہ عثمان مجھ کو اجرت دے قسم بخدا کہ اگر یہ مال مسلمانوں کا ہے تو میرا کام اس قدر نہیں کہ اس کی اجرت تین لاکھ درہم ہو اور جو عثمان کا اپنا ہے تو نہیں چاہتا کہ اس کو اتنا ضرر پہنچے تاکہ وہ بیت المال سے حق و ناحق جسے جو کچھ چاہے دے دے ابن ابی الحدید نے زہری سے روایت کی ہے کہ ایک جوہر غنائم عجم سے عمر کے پاس آیا تھا جب آفتاب اس پر پڑتا تو مثل مشعل روشن ہو جاتا۔ عمر نے خازن سے کہا کہ اس کو جلد مسلمانوں پر قسمت کر کہ مبادا فتنہ عظیم اس کے سبب سے حادث ہو خازن نے کہا یہ ایک عدد تمام مسلمانوں میں کیوں کر تقسیم ہو سکتا ہے بالفعل کسی کو ایسی قدرت ہی نہیں کہ اس کو خرید لے کہ اس کی قیمت تقسیم ہو جائے۔ سال آئندہ شاید کوئی فتح مسلمانوں کو میسر ہو تو کوئی اس کو خرید سکے پس ابھی اس کو بیت المال میں رہنے دینا چاہئے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ گوہر خزانے میں تھا تا ایک عمر قتل ہوئے اور عثمان نے خلافت پائی اس وقت انہوں نے وہ دانہ اپنی لڑکیوں کو دے دیا علیؑ ہذا اس قسم کی اور بہت سی حکایتیں کتب تاریخ میں ہیں کہ بخوف طوالت یہاں نقل نہیں ہو سکتیں ابن اعثم کوئی کہتا ہے کہ حرکات ناشائستہ عثمان مسلمانوں کو از بس ناگوار معلوم ہوئیں اور انہوں نے اس کی شکایت عبدالرحمن عوف سے کی کہ مصرع اے باد صبا ایں ہمہ آوردت۔

چوں کہ تو نے ان کو خلافت دی ہے لہذا ان تمام غلط کاموں کا وبال تیری گردن پر ہے۔ علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام نے عبدالرحمن سے ملاقات کر کے کہا کہ تو دیکھتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے اس نے کہا اگر جو کچھ کہ عثمان کی نسبت مشہور ہے بیان واقعی ہے تو ہم کو چاہئے کہ تلوار میان سے نکالیں یہ خبر عثمان کو پہنچی تو بہت برہم ہوئے اور کہا عبدالرحمن مرد منافق ہے اس سے بعید نہیں کہ میرے خون میں ہاتھ رنگیں کرے عبدالرحمن نے یہ سنا تو آتش خشم دوبالا ہو گئی اور کہا میرا گمان نہ تھا کہ یہ وقت دیکھوں کہ عثمان مجھ کو منافق کہے اور قسم کھائی کہ تا بزیت عثمان سے کلام نہ کروں گا۔ نیز ابن اعثم کہتا ہے کہ

افعال ناصواب عثمان کے حد سے گزر گئے تو اصحاب رسول اللہ نے جمع ہو کر کہا کہ لازم ہے کہ ہم اس مرد کو اس کے عیبوں پر مطلع کر کے حق نصیحت بجالائیں قبول کیا تو فیہا ورنہ کوئی اور تدبیر سوچنی چاہئے۔ پس جملہ افعال کو ہیئہ کہ ابتدائے خلافت سے ان سے سرزد ہوئے تھے ایک کاغذ میں درج کئے اور وہ کاغذ عمار یا سر کو کہ بزرگان صحابہ سے صاحب منصب جلیل تھے دیا کہ عثمان کو پہنچائیں عمار وہ کاغذ لے کر دار الخلافہ کے دروازے پر آئے۔ عثمان اس وقت اندر سے باہر آرہے تھے کہ انہوں نے وہ نوشتہ ان کے حوالے کیا۔ عثمان نے چند سطریں اس کی پڑھی تھیں کہ غضب ان پر مستولی ہوا اور کاغذ کو ہاتھ سے پھینک دیا عمار نے کہا کہ اس کو اصحاب رسول اللہ نے لکھا ہے زمین پر مت ڈالو۔ بلکہ غور و تامل سے اس کا مطالعہ کرو میں تمہاری خیر خواہی کی رو سے یہ کہتا ہوں فرمایا تو جھوٹ کہتا ہے اپنے غلاموں کو امر کیا کہ ان کو ٹھوکریں ماریں۔ چنانچہ انہوں نے اس قدر مارا کہ عمار زمین پر گر گئے بعد ازاں خلافت پناہ نے خود آگے بڑھ کر چند لائیں ان کے شکم اور اعضاء اسفلہ پر لگائیں کہ اس کے صدمے سے حالت غشی ان پر طاری ہوئی اور علت فتن (۱) ان کو عارض ہو گئی بے ہوش زمین پر پڑے تھے بنی مخزوم کہ بنی اعمام ورشتہ داران عمار تھے یہ سن کر دوڑے آئے اور ان کو اٹھا کر گھر لے گئے بستر پر لٹایا مگر وہ ایسے ہی بدحواس تھے انہوں نے قسم کھائی کہ اگر عمار اس ضرب سے مر گئے تو ہم اس کی عوض عثمان کو قتل کریں گے عمار آدھی رات تک بے ہوش پڑے تھے چنانچہ چار نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء ان سے فوت ہوئیں بعد نصف شب ہوش آیا تو اٹھے اور وضو کر کے نمازیں قضا پڑھیں۔

قصہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ: جن لوگوں نے حضرت خلیفہ ثالث کے دست تعدی سے ایذا و اہانت پائی ان میں سب سے بڑا حصہ ابوذر غفاری صحابی رسول خدا کا ہے۔ حضرت ابوذر بڑے پرہیزگار باخدا اول درجہ کے صابرو شاکر شخص تھے ان کا قصہ بہت دردناک ہے اور کچھ تعجب نہیں کہ حضرت قتیل دار کو ایذا و آزار قتل و حصار سے جو کچھ پیش آیا وہ ایسے ہی ستم دیدوں کے نالہ سحری و سوز درونی کا اثر ہو۔

آتش سوزاں کند باسپند

آنچه کند دود و دل درد مند

منقول ہے کہ ابوذر عمر خطاب کے زمانہ میں شام گئے اور وہیں رہ گئے تھے چوں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں ان کو خاص اہتمام تھا اور حاکم شام معاویہ ابن سفیان کافق و فجور و مکرو زور ظاہر و علانیہ تھا تو ہمیشہ اس کے ساتھ ان کی ان بن رہتی تھی یہ اس پر باب پند و نصائح کھولتے، نہ مانتا، خفا ہوتے، اور ذم و تہنیں کرتے وہ تخم عداوت دہیں بوتا۔ عثمان کے حالات و عمار وغیرہ صحابہ کے ساتھ ان کے سلوک شام میں شائع ہوئے تو ابوذر نے ان پر طعن کیا، اور ان کی اور ان کے

عالموں کی مذمت کرنے لگے قطع نظر اس کے فضائل اہل بیت اطہار و مناقب حیدر کرار ان کا وظیفہ تھا۔ اٹھتے بیٹھتے ان کا تذکرہ کرتے اور لوگوں کو آنحضرتؐ کی محبت و ولایت کی طرف دعوت فرماتے، تاہم ان کے فیضِ صحبت سے بہت سے اشخاص تشیع کی طرف مائل ہو گئے۔ حتیٰ کہ مشہور ہے کہ دمشق و جبلِ آمل وغیرہ میں جس قدر شیعہ مذہب رائج ہوا بہرکتِ ابازر ہوا، معاویہ نے ان کی شکایت خلافتِ پناہ کو لکھی، کہ جلد اس کو یہاں سے طلب کرنا چاہئے، اگر چندے اور اس جگہ رہا تو ملکِ شام کو ہم پر تباہ کر دے گا، عثمان نے جواب میں لکھا کہ جس وقت میرا خط تجھ کو پہنچے فوراً ابوذر کو ایک شتر تیز و تند پر بے کجاوے و پالان کے سوار کر کے ایک سرہنگ زشت و زورشت خو کو اس کے ہمراہ کہ جو رات دن اونٹ کو ہٹکا تا رہے اور کہیں آرام نہ لینے دے تاکہ خواب اس پر غلبہ کرے اور ہماری اور تیری یاد اس کے دل سے فراموش ہو جائے، اس فرمان کے پہنچتے ہی معاویہ نے ابوذر کو بلوایا اور حسبِ ارشادِ خلیفہ صاحب کو ہان شتر بے جامہ و جہاز پر سوار کر کے روانہ مدینہ کیا، اور راہبر سے تاکید کر دی کہ اثناءِ راہ میں آرام و قرار نہ لینے دے ابوذر مردِ دراز قامت و لاغر اندام تھے اور پیری نے ان کے بدن میں اثر تمام کیا تھا، سر اور داڑھی کے بال سفید و ست ہو گئے تھے راہ میں دلیل کی سختی اور شتر کی ناہمواری سے ان کو سخت زحمت ہوئی۔ ٹانگیں چھل کر زخمی ہو گئیں، اور رانوں کا گوشت اڑ گیا تھا کوفتہ و بیمار مدینہ پہنچے اور عثمان کے حضور میں حاضر کئے گئے تو انہوں نے کہا کوئی آنکھ تیرے دیدار سے روشن نہ ہو، اے جندب، ابوذر نے کہا میرا نام میرے باپ نے بے شک جندب ہی رکھا تھا۔ مگر رسول اللہؐ نے اس کو بدل دیا اور عبد اللہ رکھا، عثمان نے کہا تو دعوائے مسلمانی کرتا ہے اور ہماری طرف سے لوگوں میں کہتا ہے کہ اللہ فقیر و نحن اغنیاء خدا فقیر ہے اور ہم تو انگریز ہیں نے یہ بات تجھ سے کب کہی تھی۔ ابوذر نے کہا یہ کلمہ میری زبان سے نہیں نکلا۔ الا میں نے حضرت رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ فرمایا جب پسرانِ ابوالعاص (۱) تیس نفر کو پہنچیں گے تو مالِ خدا کو اپنی حشمت و جاگیر قرار دیں گے اور دینِ خدا میں خیانت کریں گے اور بندگانِ خدا کو چاکر و خدمت گار بنائیں گے۔ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے ہاتھ سے نجات دے۔ عثمان نے برہم ہو کر کہا تو دروغ کہتا ہے حاضرینِ مجلس نے بھی براہِ خوشامد کچھ ایسا ہی کہا۔ عثمان نے حضرت امیر المومنینؑ کو بلوایا۔ اور ان سے اس حدیث کی بابت استفسار کیا آپ نے فرمایا اے عثمان ابوذر دروغ گو نہیں تحقیق کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے مَا أَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَأَقْلَتِ الْغُبْرَاءُ اَصْدَقُ لَهْجَةٍ مِنْ ابِي ذَرٍّ کہ آسمان سبز کسی پر سایہ لگن نہیں ہوا اور زمینِ غبار آلود نے کسی کو اپنے اوپر نہیں اٹھایا

(۱) ابوالعاص عثمان کے دادا کا نام ہے یعنی عفان پدر عثمان کے باپ کا۔ ۱۲ منہ غنی عنہ۔

کہ ابوذر سے زیادہ راست گو ہو۔ جملہ حاضرین نے حضرت کی تصدیق کی کہ بے شک ہم نے یہ حدیث پیغمبر خدا سے سنی ہے ابوذر نے کہا اے جماعت حاضرین میں نے حدیث اولاد ابو العاص زبان مبارک سید المرسلین سے سنی ہے انفس کہ تم نے مجھ کو جھٹلایا میرا گمان نہ تھا کہ یہ زمانہ دیکھوں کہ تم میری تکذیب کرو اس پر عثمان کا غصہ اور بڑھ گیا اور کہا مجھ کو بتلاؤ کہ اس پیر کذاب کا کہ قنہ پر دازی کرتا اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتا ہے کیا علاج کروں امیر المومنینؑ نے فرمایا اس کو بحال خود چھوڑ دے اگر اس روایت میں کاذب ہے تو اس کا وبال اس کو پہنچے گا عثمان یہ سن کر آپ سے باہر ہو گئے اور کہا کہ خاک ہو تیرے منہ میں امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ خاک تیرے منہ میں ہوگی۔ تو ابوذر کو کہ دوست و مصاحب رسول اللہ ہے ایسی باتیں کہتا ہے اور معاویہ کی ایک بے سرو پا تحریر پر اس کو تفرقہ پر داز قنہ انگیز ٹھہراتا ہے عثمان خاموش ہو گئے یہ روایت ابن اعثم کوئی کی ہے کہ بقول صاحب کامل بہائی اپنے مذہب میں اس قدر متعصب تھا کہ ایک مقام پر لکھتا ہے کہ جو کچھ روایات اہل سنت ہیں یہ ہیں باقی روایتیں میں نہیں لکھتا کہ مبادا شیعوں کے ہاتھ لگیں اور وہ ہم پر حجت لائیں پس دیکھنا چاہئے کہ باوجود اس قدر احتیاط اور حفظ ما تقدم کے کیا کچھ اس مورخ کے قلم سے نکل گیا ہے خاص کر کلمہ کہ حضرت باحی نے حضرت علی مرتضیٰ کے خطاب میں فرمایا قابل غور ہے سبحان اللہ یہ حضرات نفس رسول کے ساتھ ایسے بے باک اور اس قدر دریدہ دہن تھے کہ ایسی گستاخی سے بھی درگزر نہ کرتے تھے کہ جس کے جواب میں آنحضرتؐ کو بھی مضمون جواب ترکی بہ ترکی وہی کلمہ کہنا پڑا۔ احادیث شیعہ میں ہے کہ جب عثمان شکنجہ عقوبت کے بعد قتل ہوئے تو ان کے منہ میں باعجاز حضرت امیرؑ خاک بھری ہوئی تھی۔ اور نیز مروی ہے کہ ایک روز ابوذر عثمان کی مجلس میں حاضر تھے کہ کچھ مال بیت المال کا ان کے پاس لائے تاکہ بنی امیہ کے درمیان قسمت کریں عثمان نے کہا اس کو رہنے دو تاہیکہ اسی قدر اور آجائے اس وقت تقسیم ہوگا۔ ابوذر نے کہا اے امیر تم کو یاد ہے کہ ایک روز صبح کو ہم رسول خدا کی خدمت میں گئے تو آپ کو محزون پایا شام کو حاضر ہوئے تو اس کے برخلاف شاد و خرم تھے میں نے صبح کی دلگیری اور اس وقت کی بشارت کا حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ صبح اموال بیت المال مسلمانوں میں تقسیم کیا چار درہم اس سے باقی رہ گئے کوئی مستحق نہ تھا کہ اس کو دیئے جاتے اس وقت تمہارے آنے سے ذرا پہلے وہ دراہم مستحق کو دے دیئے لہذا خوش وقت و مسرور ہوں عثمان نے کعب الاحبار سے پوچھا اگر خلیفہ وقت کچھ مال اہل استحقاق کو پہنچائے باقی اپنے پاس رہنے دے کہ بتدریج صرف ہو تو اس میں کیا قباحت ہے کعب نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ابوذر نے کہا اے کعب تو احکام شرع سے واقف نہیں پس تلاوت کیا آ یہ شریفہ **وَالَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الْخُكُوكَ** حاصل ترجمہ اس کا یہ ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں سونے اور چاندی کو اور اس کو راہ خدا میں نہیں صرف کرتے بشارت دے

تو (اے محمدؐ) ان کے تئیں ساتھ عذاب دردناک کے۔ عثمان یہ سن کر برہم ہوئے اور یہ باعثِ زیادتی عداوت ہوا ابوذر کے ساتھ بروایتِ کعب نے کہا اگر امام وقت ایک خشتِ طلا اور ایک نقرہ کی بنا لے جب بھی کچھ ڈر نہیں ابوذر نے یہ سن کر کعب کے سر پر عصا ماری اور کہا اے یہودی زادے تیرا کیا منصب ہے کہ مسلمانوں کے احکام میں دخل دے خدا کا کلام تیرے کلام سے زیادہ راست ہے پس آئیہ مذکورہ کو پڑھا بہر کیف خلیفہ ثالث نے حضرت ابوذر سے ناراض ہو کر سزائے جلا وطنی ان کے لئے تجویز کی۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ ”بعد از رد و قدح بسیار و قیل و قال بے شمار عثمان ابوذر را از افتامع کرد حکم باخراج او نمود۔“ تاریخ ابنِ اعثم کوئی میں ہے کہ عثمان نے کہا کہ تو ہمارے شہر سے باہر نکل ابوذر نے کہا میں تمہارے پاس رہنا نہیں چاہتا تو کہے تو شام کو چلا جاؤں۔ کہا شام سے تو تجھ کو بلوایا ہے کہ اس ملک کو فاسد کرتا تھا پھر وہاں کیوں کر جا سکتا ہے کہا عراق کو جاؤں عثمان نے کہا اہل عراق فتنہ جو ہیں وہاں نہ بھیجوں گا ابوذر نے کہا پھر کہاں بھیجنا چاہتا ہے جہاں جاؤں گا کلمہ حق سے باز نہ رہوں گا عثمان نے کہا کون مقام تجھ کو زیادہ ناپسند و ناگوار ہے ابوذر نے کہا ربذہ جہاں قبل اسلام مقیم تھا۔ عثمان نے کہا تو وہیں جا اور وحشی جانوروں اور درندوں کی ہمسائیگی میں زندگی بسر کر۔ اور مروان کو حکم دیا کہ اس کو شتر پر سوار کر کے شہر سے نکال دو اور خبردار کوئی اہل مدینہ سے اس کی مشائعت نہ کرنے پائے۔ پس مروان حسب الامر خلیفہ ان کو اونٹ پر بٹھا کر لے گیا۔ کلینی علیہ الرحمہ نے مطابق روایت ابوہریرہ جوہری صاحب کتابِ سفیہ روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے عثمان کے حکم کی اطاعت نہ کی اور وہ حضرت معہ امام حسنؑ و امام حسینؑ و عقیل بن ابی طالب و عمار یا سر مشائعت ابوذر کے لئے بیرون شہر تک تشریف لے گئے پس امیر المومنینؑ نے فرمایا و داع ابوذر کے وقت کلماتِ امیر المومنینؑ: اے ابوذر تیرا غیظ و غضب محض حق تعالیٰ کے لئے تھا اسی جل شانہ سے امیدوار رہ بہ تحقیق کہ ان لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ مبادا تو ان کی دنیا میں تصرف کرے اور تو ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ تیرے دین کو بگاڑ دیں، پس تو نے ہی دین کی حفاظت کی اور اس کے ہاتھ سے اپنے تئیں بچایا، انہوں نے تجھے آوارہ وطن بتلائے درد و محن کیا قسم بخدا کہ اگر زمین و آسمان کے راستے کسی پر بند کر دیں اور تقویٰ و پرہیزگاری اس کے ساتھ ہو تو ضرور حق تعالیٰ اس کے لئے مخرج نکال لے گا۔ پس تیری مونس تنہائی تیری حقانیت ہوگی۔ اور باطل سے تیرا وحشت کرنا، پس حسنین علیہما السلام سے فرمایا و داع کرو اپنے چچا کے تئیں اور عقیل و عمار کو کہا کہ و داع کرو اپنے بھائی کو سب حضرات ابوذر کو تسلی و دلاسا دیتے اور صبر و شکیبائی کی وصیت کرتے تھے۔ ابوذرؓ یہ جوشِ محبت و غایتِ لطف و عنایت آنحضرات سے دیکھ کر گریاں ہوئے اور کہا رحمتِ خدا ہو تم پر اے اہل بیت، راحت میں تم کو دیکھتا تھا تو رسول اللہؐ مجھ کو یاد آتے مجھ کو اس شہر سے تمہارے سوا کوئی علاقہ دل بستگی نہیں، تحقیق کہ عثمان کو میرا مدینہ میں رہنا

ناگوار ہوا اور اس نے نہ چاہا کہ میں کوفہ و بصرہ میں بھی اس کے دو بھائیوں کے ساتھ رہوں کہ مبادا ملک ان سے برگشتہ ہو جائے پس ایسے مقام کو بھیجا جہاں بجز ذات پروردگار کوئی میرا معین و مددگار نہیں قسم بخدا کہ وہ سجانہ مجھ کو کافی دوائی ہے اور میں ذرا وحشت تنہائی سے نہیں ڈرتا۔ قصہ مروان نے یہ ہمدردی آنحضرات سے مشاہدہ کی تو بولا کیا عثمان نے امر نہیں کیا کہ کوئی اس کو وداع نہ کرے۔ پھر کس لئے تم یہاں جمع ہوئے امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ دور ہوا ہے پسر زرقا تیری یہ مجال نہیں کہ ہمارے قول و فعل پر اعتراض کرے یہ کہہ کر ایک تازیانہ شتر مروان کے لگایا پس ابوذر نے منزل مقصود کی راہ لی اور حضرت امیر معہ اصحاب واپس تشریف لائے لیکن مروان نے عثمان کے پاس جا کر شکایت کی اور ماجرائے گزشتہ بیان کیا۔ عثمان نے حضرت امیرؓ کو بلوایا اور کہا میں نے منع کیا تھا کہ کوئی وداع ابوذرؓ کے لئے باہر نہ جائے پھر تم کس لئے وہاں گئے اور نیز مروان تم سے گلہ کرتا ہے کہ اس کے شتر کے سر پر تازیانہ مارا اور اس کو سب و شتم کیا۔ آپ نے فرمایا واجب نہیں کہ جو تو امر کرے ہم اس کو بجالائیں اور رہا تازیانہ لگانا۔ سو میرا شتر دروازہ پر کھڑا ہے مروان کو کہہ کہ اس کے تازیانہ لگائے یہ آپ کی کمال حاضر جوابی اور منتہائے ظرافت تھی پھر فرمایا لیکن اگر کوئی کلمہ بے جا مروان زبان سے نکالے گا تو اس کا جواب زبان تیغ سے دوں گا کیوں کہ وہ میرا ہمسر نہیں یہ کہہ کر خشم ناک وہاں سے اٹھے۔ اب حضرت ابوذرؓ کا حال سنئے وہ چلتے چلتے ربذہ پہنچے یہ مقام ویران جنگل میں ایسی جگہ واقع تھا کہ بقول مورخین دور دور تک اس کے چاروں طرف کہیں آبادی کا نشان نہ تھا۔ ابوذرؓ ناچار قہر درویش بجان درویش اسی ویرانے میں رنجِ اقامت ڈال کر رہنے لگے کوئی نہ تھا کہ منس تنہائی و موجبِ شکیبائی ہوتا الا ایک زوجہ پیرزن و بروایت ایک دختر کہ حق خدمت بجالاتی اور ابوذرؓ ریل و نہار مصروفِ عبادت پروردگار رہتے چوں کہ یہ مقام راہ کوفہ و حجاز پر واقع تھا تو گاہ گاہ حجاج و زوار وہاں سے گزرتے اور بعض اوقات بعض دین داروں کی طرف سے کچھ تحائف بھی لاتے مگر وہ ایک قبول نہ فرماتے اور اسی وحشت سرا میں یا د خدا میں بسر اوقات کرتے حتیٰ کہ رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ مروی ہے کہ جب ربذہ میں کسی نے ابوذرؓ سے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ جس کو رسول اللہ سب سے زیادہ دوست رکھتے تھے اسی کو تم رکھو گے پس بتلاؤ کہ تمہارے نزدیک سب سے زیادہ دوست کون ہے ابوذرؓ نے کہا محبوب ترین خلق میرے نزدیک وہ پیرِ مظلوم ہے کہ جس کا حق غصب کیا ہے، یعنی علیؓ ابن ابی طالب۔ نعیم بن ثعلب کہتا ہے کہ میں ابوذرؓ کے ملنے کے شوق میں ربذہ گیا وہاں ایک بوڑھی عورت کو دیکھا اس سے پوچھا ابوذرؓ کہاں ہیں کہا کسی اپنے حاجت کے لئے باہر گئے ہیں تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ وہ آئے اور دوشتر کو کہ ان کی گردن میں ایک ایک مشک پُر آب بندھی ہوئی لاتے تھے میں نے اٹھ کر سلام کیا جواب سلام دیا اور گھر میں گئے۔ پس ایک کانہہ جس میں ایک پرند مثل اسفرد کے پکا ہوا تھا لا کر میرے

آگے رکھ دیا اور کہا میں روزے سے ہوں پھر اٹھے اور دو رکعت نماز پڑھی پھر آ کر میرے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے میں نے کہا تم کہتے تھے کہ میں روزے سے ہوں۔ کہا ہاں میں اس مہینہ میں تین روزے رکھ چکا ہوں اور تمام مہینے کے روزوں کا ثواب رکھتا ہوں اب چاہوں روزہ رکھوں چاہوں افطار کروں۔ ابنِ اعثم کو فی کہتا ہے کہ جب وقت وفات ابوذرؓ کا نزدیک پہنچا تو نیک بی بی سرہانے بیٹھی رو رہی تھی۔ سب گریہ دریافت کیا تو کہا اپنے حال زار پر روتی ہوں کہ بے خانہ و خانماں اس صحراءِ غربت میں پڑے ہیں کوئی پرسان حال شریکِ رنج و ملال نہیں رکھتے اور نیز اندیشہ مند ہوں کہ تم کو زمانِ ناگزیر پیش آئے تو میں تنہا تمہاری تجہیز و تکفین سے کیوں کر عہدہ برآ ہوں گی۔ ابوذرؓ نے کہا اے ام ذرؓ اندیشہ کو دل میں راہ نہ دو کہ حضرت رسولؐ خدا نے مجھ کو خبر دی ہے کہ تیری وفات غربت میں ہوگی اور چند مومن نیکو کار اس وقت وہاں پہنچیں گے اور تجہیز و تکفین کے متکفل ہوں گے۔ پس میں رحلت کروں تو تو ایک گوسفند ذبح کر کے طعام تیار کر، اور راہِ گزر پر بیٹھ، ایک جماعت مسلمانوں کی وہاں گزرے گی ان کو اس حال سے خبر دے وہ تجھ سے اس مہم کو کفایت کریں گے اس وقت ان کو کھانا کھلا اور چندے ربذہ میں قیام کر پھر مدینہ کو چلی جا اور بقیہ زندگی وہاں بسر کر لکھا ہے کہ رسول اللہؐ جنگِ تبوک کو روانہ ہوئے تو ابوذرؓ بھی ہم رکاب تھے لیکن ان کا شتر از بس لاغر و ناتواں تھا ساتھ نہ چل سکا پیچھے رہ گئے آخر انہوں نے شتر کو چھوڑا اور اپنا اسباب اپنی پشت پر رکھا اور پیادہ پاروانہ ہوئے گرمی کا موسم تھا دن چڑھا اور آفتاب گرم ہوا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ ایک مرد تنہا اپنا سامان اٹھائے ہانپتا چلا آ رہا ہے حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہونہو ابوذرؓ رہے اور وہ پیاسا ہے جلد پانی پہنچاؤ لوگ پانی لے کر دوڑے ابوذرؓ پانی پی کر حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پانی سے بھری ہوئی چھاگل ان کے پاس تھی آپؐ نے فرمایا اے ابوذرؓ پانی موجود تھا کس لئے نہ پیاسا عاشق رسولؐ اللہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں ایک پتھر پر پہنچا کہ آبِ باراں وہاں جمع تھا چکھا تو سرد و شیریں پایا دل میں کہا کہ جب تک میرے حبیب رسولؐ خدا اس میں سے نہ پییں گے میں نہ پیوں گا۔ حضرت نے فرمایا اے ابوذرؓ رحمت خدا ہو تم پر تم تنہا غربت و بیکسی میں زندگی بسر کرو گے تمہارے گے اور تمہا مبعوث ہو گے اور اکیلے ہی جنت میں جاؤ گے اور ایک جماعت اہل عراق سے توفیق تمہاری تجہیز و تکفین کی پائے گی۔ القصہ ابوذرؓ اپنی زوجہ کو وصیت کر کے عالم باقی کو سدھارے۔ ام ذرؓ اٹھی اور ان کے کہنے کے موافق طعام مرتب کیا۔ پس سر راہ بیٹھ کر انتظار کرنے لگی ناگاہ حاجیوں کا ایک گروہ مکہ سے واپس آ رہا تھا وہاں پہنچا اس میں شرفاء عراق مثل اخف بن خیس تمیمی و حصصہ بن صوحان عبدی و جریر بن عبد اللہ بجلي و مالک بن حارث الاشتر النخعی۔ و خارجہ بن انصلت التمیمی وغیرہ شامل تھے۔ ایک بوڑھی عورت کو سر راہ بیٹھا دیکھ کر سمجھے کہ سائل ہے کچھ چاہتی ہوگی۔ نزدیک آئے تو ام ذرؓ نے کہا اے مسلمانو ابوذرؓ صحابی رسولؐ اللہ

نے انتقال کیا میں غریب الوطن یکس اس کی زوجہ ہوں تم سے التجا کرتی ہوں کہ برائے خدا اس کے کفن دفن میں میری مدد کرو انہوں نے یہ حال سنا تو گریاں ہوئے اور دعائے مغفرت کی ابوذرؓ کے لئے اور اپنی سوار یوں سے اترائے اور انکو غسل دیا لیکن کفن کے لئے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ اپنے پاس سے دے آخر بہت قیل و وقال کے بعد قرار پایا کہ سب اس میں شریک ہوں اور تھوڑا تھوڑا پارچہ سب نے دیا اس سے کفن تیار ہوا کفن کے بعد حنوط کیا اور نماز پڑھ کر دفن فرمایا اس وقت مالک اشتر قبر ابوذرؓ پر کھڑے ہوئے اور کہا پروردگار! یہ ابوذرؓ تیرے پیغمبر کا مصاحب ہے کہ تیری کتابوں اور نبیوں پر ایمان لایا اور تیری راہ میں جہاد کیا۔ اور آخر وقت تک دین اسلام پر ثابت قدم رہا چند امور خلاف شرع دیکھ کر ان پر انکار کیا تھا اس لئے اسے ستایا اور آزار دیا اور جو پیغمبرؐ سے نکالا کہ اس غربت کربت میں جان دی خداوند اتوا علیٰ درجہ بہشت میں اس کو عطا کرو اور جن لوگوں نے اسے آوارہ وطن کیا سزائے واجبی ان کو دے اشتر یہ دعا مانگتے تھے اور حاضرین آمین کہتے جاتے تھے دن آخر ہوا تو ام ذر نے وہ کھانا حاضر کیا سب نے کھانا کھایا رات کو وہاں رہے صبح رہ گزرے مقصد ہوئے۔ ابن اعثم کہتا ہے کہ خبر وفات ابوذرؓ مدینہ میں پہنچی تو عمارؓ یا سراس وقت حاضر مجلس خلیفہ ثالث تھے اس خبر کو سن کر کہنے لگے **رحمہ اللہ ابا ذرؓ** خدا رحمت کرے ابوذرؓ پر میں دل و جان سے یہ کہتا ہوں۔ عثمان برہم ہوئے کہ اے ناکس تو خیال کرتا ہوگا کہ میں نے جو اس کو اخراج کیا تو اس سے پشیمان ہوں گا۔ عمارؓ نے کہا لا واللہ میرا یہ گمان نہیں۔ عثمان نے چیخ مار کر کہا اس کو مارو اور وہیں بھیج دو جہاں ابوذرؓ تھا۔ عمارؓ نے کہا قسم بخدا مجھ کو تیری نزدیکی سے کتوں اور درندوں کی ہمسائیگی پسندیدہ تر ہے یہ کہہ کر وہاں سے اٹھے عثمان نے ارادہ کیا کہ عمارؓ کو بھی مدینہ سے اخراج کریں لیکن بنی مخزوم اقرباء عمارؓ یہ سن کر افر و خستہ ہو گئے اور کہا ہم ہرگز ایسا نہ ہونے دیں گے امیر المومنین عثمان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو فہمائش کی کہ اس ارادہ سے باز آئیں عثمان نے جھنجھلا کر کہا مجھ کو چاہئے کہ سب سے پہلے تجھ کو اس شہر سے نکالوں کہ عمارؓ و غیر عمارؓ کو تو مجھ پر تباہ کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تیرا مقدر نہیں کہ ایسا خیال بھی دل میں لائے عمل میں لانا تو درکنار اگر یقین نہیں تو امتحان کر کے دیکھ لے کہ حقیقت حال تجھ پر کھل جائے خود تو خلاف شرع کام کر کے لوگوں کو آزر دہ کرتا ہے جب وہ شکایت کرتے ہیں تو اللہ ان پر خفا ہوتا اور سزائیں تجویز کرتا ہے یہ حرکات مروت و انصاف سے بسا بعید ہیں۔ غرض اس قسم کی نرم گرم باتیں کر کے وہاں سے باہر آئے اور عثمان بنی مخزوم کے اتفاق کرنے اور شاہ مردان کی حمایت سے عمارؓ کے جلا وطن کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔ نیز حضرت عثمان کو ایک اور معاملہ پیش آیا جو عام ناراضگی کا باعث ہوا انہوں نے چاہا کہ تمام مسلمانوں کو قرأت زید بن ثابت پر جمع کریں بنا بریں جس جس کے پاس قرآن تھے ہجر و قہران سے چھین لئے جناب عثمان کا نسخہ ہائے قرآن کو جلو انا: عبد اللہ

بن مسعود کہ پرانے قرآن داں اور اپنے مصحف کی صحت پر بہت نازاں تھے بقدم انکار پیش آئے عثمان خود ان کے گھر پر گئے اور ہر چند وہ عذر کیا کئے مگر مسعود نہ ہوا اور ان کا قرآن بھی اوروں کی طرح لے لیا گیا بعد ازاں ان سب کو جمع کر کے کچھ حذف و اسقاط و تقدیم و تاخیر کے بعد ایک نسخہ تیار کیا۔ اور اس کی چار نقلیں کر کر چار بڑے بڑے شہروں میں بھیج دیں اور باقی تمام مصاحف کو آگ میں جلوا دیا بروایت پہلے ان کو پانی میں دھویا پھر آگ میں جلایا۔ یہ حرکت مسلمانوں کو بہت ناپسند ہوئی اور قرآنوں کا جلانا ان کے نزدیک اس کی کمال بے حرمتی اور توہین ٹھہرا پس اس سے نہ صرف وہی اشخاص ناخوش ہوئے جن کے مصاحف جلائے گئے بلکہ تمام صحابہ وغیر صحابہ نے ان کے اس فعل کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ ام المومنین عائشہ نے کہ بمفاد خذواثلثی دینکم من الحمیراء دو تہائی دین حمیرا (عائشہ) سے حاصل کرو مقبول القول تھیں اور خصوص اس زمانے میں دین کا بہت کچھ مدار ان کے فتویٰ پر آ رہا تھا صاف صاف کہہ دیا **اقتلوا حراق المصاحف** کہ قتل کر دو اس قرآنوں کے جلانے والے کو زیادہ تر عبد اللہ مسعود کو اپنے قرآن کا جلایا جانا سخت ناگوار تھا۔ وہ برملا مذمت عثمان کرتے اور ان کے اس فعل کو بدعت و ضلالت سے تعبیر فرماتے تھے بالآخر عثمان نے اپنے غلاموں کو اشارہ کیا انہوں نے اس قدر مارا کہ بے چارہ تیسرے روز جان سے گزر گیا، کہتے ہیں کہ اس زد و کوب میں ایک یادداشتخوان ان کے پہلو کا ٹوٹ گیا۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ شدت مرض عبد اللہ کی خبر عثمان کو پہنچی تو ان کی عیادت کو گئے اور سر ہانے بیٹھ کر پوچھا جس چیز کو تیرا دل چاہتا ہو بیان کر کہا سوائے رحمت الہی کے کوئی آرزو نہیں رکھتا فرمایا تو کہہ تو طیب کو تیرے لئے حاضر کروں کہا طیب ہی نے تو مجھ کو بیمار کیا ہے پھر کہا چاہتا ہے کہ رزق و عطیہ جو تجھ سے بند ہو گیا ہے کھول دوں کہا جب اس کی حاجت تھی تو تو نے بند کیا اب کہ اس سے مستغنی ہوں عطا کرتا ہے کہا اگر تجھ کو حاجت نہیں تو تیری اولاد کے لئے کام آئے گا عبد اللہ نے کہا اولاد کا رزق خدائے تعالیٰ پر ہے وہ کریم ضرور ان کو پہنچائے گا۔ عثمان نے کہا یا ابو عبد الرحمن میرے لئے حق تعالیٰ سے طلب بخشش کر کہا میں اس جل شانہ سے دعا کرتا ہوں کہ بروز قیامت میرا انصاف تجھ سے لے پس عثمان وہاں سے اٹھ کر دارالامارہ کو آئے اور ابن مسعود نے رحمت خدا کی طرف انقال کیا۔ نیز ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے عمار یا سر کو وصیت کی تھی کہ عثمان میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے پائے بنا بریں عمارؓ نے چند آدمیوں کے ساتھ اس پر نماز پڑھ کر دفن کیا عثمان کو یہ حال معلوم ہوا تو اس کی قبر پر آئے اور عمارؓ سے کہا کیا باعث ہوا کہ تو نے ہم کو اطلاع نہ کی عمارؓ نے کہا مجھ کو یہی وصیت کی تھی۔ عثمان عمارؓ پر ناراض ہوئے اور یہ ایک اور سبب تھا ناراضگی عثمان کا عمارؓ سے۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود جو اس طرح سر بخیر ستم عثمانی سے ناچیز ہوئے بزرگان صحابہ سے

داخل عشرہ مبشرہ ہیں۔ تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ حضرت رسول خدا نے ابو عبیدہ جراح کو ان دس سے نکال کر ابن مسعود کو ان میں داخل کیا تھا۔ عمرو عاص عمر خطاب کے عہد سے حاکم مصر تھا اور خلیفہ ثالث کی بہن کلثوم نام سے اس کا نکاح بھی ہو گیا تھا۔ بنا بریں اس کو گمان تھا کہ ریاست مصر پر برقرار رہوں گا چنانچہ اول اول وہ ان کی خوشامد کرتا اور طرف دار بنا ہوا تھا۔ مگر جب پیش گاہ خلافت سے حکومت مصر اس سے چھینی جا کر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو دے دی گئی تو اس نے بھی اپنا ڈھنگ بدل دیا۔ کلثوم کو طلاق دے کر دشمن جانی حضرت عثمان بن گیا۔ محمد بن جریر طبری کہتا ہے کہ یہ طلاق دینا اس کا عثمان کو سخت ناگوار گزارا اور وہ اس وقت سے عمرو عاص سے عداوت رکھنے لگے۔ علی ہذا مغیرہ بن شعبہ و سعد بن ابی وقاص بھی یکے بعد دیگرے ایالت کوفہ سے معزول ہوئے تھے وہ بھی خلافت پناہ سے سیدہ صاف نہ تھے۔ نیز ایک اور امر عام برا بیچختگی کا باعث یہ ہوا کہ ذک جس پر جناب سیدہ کا خلیفہ اول کے ساتھ کیا کچھ نزاع و تکرار نہ ہوا تھا اور جس کو ابو بکر نے حدیث موضوع نحن معاشر الانبیاء کی سپرمنہ پر لے کر آنحضرت سے چھینا اور داخل بیت المال کیا تھا عثمان نے اسے مروان کو بخش دیا چنانچہ تادم زیت اس کے قبضہ میں رہا اور اس کے بعد اس کی اولاد کے تصرف میں تھا تا انیکہ عمر بن عبدالعزیز کو خلافت ہوئی اس نے ان سے لے کر بدستور بیت المال میں شامل کیا جیسا کہ کتاب ابی الفداء میں ہے بالجملہ دار الخلافہ کی یہ کیفیت تھی اور صوبجات میں عاملان عثمان نے کہ اکثر بنی امیہ ان کے رشتہ دار تھے ایک طوفان برپا کر رکھا تھا قانون شریعت بالکل بالائے طاق، نفسانی خواہشوں سے جو چاہتے تھے سو کرتے تھے شام سے معاویہ کے فسق و فجور کی متواتر شکایتیں آتی تھیں، اہل مصر ابن ابی سرح کے پنچہ ظلم سے جدا نالاں تھے، ولید بن عتبہ کا شراب پی کر مسجد میں نماز پڑھانا: ولید بن عقبہ حاکم کوفہ کہ نبص قرآن فاسق و فاجر تھا۔ علانیہ شراب پیتا و دیگر منہیات کا مرتکب ہوتا تھا۔ ایک روز صبح کی نماز تھی کہ ولید پلید نشہ شراب میں سرشار مسجد میں آیا اور بجائے دو رکعت فریضہ صبح کے چار رکعت پڑھ گیا اور پھر مقتدیوں کی طرف پھر کر کہتا ہے کہ آج مجھ کو سرخوشی و سرور ہے کہو تو اور رکعات تمہارے لئے زیادہ کر دوں عبداللہ بن مسعود کہ جملہ ماموین سے تھے بولے ہم اول دن سے تیرے ساتھ زیادتی میں ہیں اور ہمیشہ زیادتی میں رہیں گے اہل کوفہ پر کہ اس امامت و اقتدا سے مارے شرم کے پانی پانی ہوئے جاتے تھے یہ واقعہ بہت گراں گزارا عثمان نے ولید کو معزول کر کے سعید بن عاص کو کوفہ کا فرمانروا کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اس کی درشت خوئی زیادہ تر خلقت کی وحشت کا باعث ہوئی ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص سعد و قاص کے برادر زادے سے باتوں باتوں میں بگڑ گیا اور اس کو اس قدر زد و کوب کیا کہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ پھر اس کے مکان کو آگ لگا کر جلوا دیا سعد نے اس کی شکایت مدینہ میں خلافت پناہ کے آگے کی کچھ شنوائی نہ ہوئی سعد تو پہلے ہی سے کبیدہ

خاطر تھے۔ اس سے زیادہ بے آبروی کیا چاہتا تھا مگر ام المومنین عائشہ کے منع کرنے سے باز رہا۔ نیز اس سعید نے سعادت کی آتش مزاجی سے مالک اشتر سے کہ کوفہ میں اول درجہ کے شخص تھے اس کی ان بن ہو گئی اور اس نے بائیماء خلیفہ ان کو معہ بعض دیگر رؤساء صصہ بن صوحان و کمیل بن زیاد وغیرہ کے پکڑ کر شام کو اور وہاں سے حمص کو جلا وطن کیا یہ باتیں کوفیوں کے دل میں خاص کر اور جملہ مسلمانوں میں عموماً اثر پیدا کرتی تھیں اور طرفہ یہ کہ جب ان بے باک ظالموں کی بارگاہ خلافت میں شکایت و فریاد ہوتی تو ادھر سے الٹی ان کی حمایت کی جاتی کہ اس سے یہ چھٹانک تھے تو، سیر و باہ سے شیر بن جاتے تھے اور رعایا کو پاؤں میں پیسے ڈالتے تھے۔ پس مشہور ہے کہ **الملك یبقی مع الکفر والشک ولا یبقی مع الظلم والجور** کہ ملک و بادشاہت کفر و شرک کے ساتھ بھی قائم رہتی ہے نہیں رہتی تو ظلم و ستم کے ساتھ نہیں رہتی۔ لازماً ان سب باتوں کا وہی نتیجہ ہوا جس کا بیان آگے آتا ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام عثمان کے پاس داخل ہوئے اور فرمایا اے ابو عمر تجھ کو معلوم ہے کہ خلقت تیرے عالموں کی نسبت کیا کچھ کہتی ہے میں حیران ہوں کہ تجھ کو کیا سمجھاؤں تو سالہا سال حضرت رسول خدا کی خدمت میں رہا۔ پسر ابو قحافہ و ابن خطاب ملک داری میں تجھ سے اولی لائق نہ تھے کیا تو نہیں جانتا کہ عدل و انصاف کیا چیز ہے اور جور و ظلم کیا شے؟ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے اور اس کا ثمرہ کیا ہے مجھے خوف ہے کہ اگر چندے اور یہی حال رہا تو ملک چار طرف سے اٹھ کھڑا ہوگا اور تو اس بلوائے عام میں مارا جائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو دروازہ ہائے فتنہ و فساد اس امت پر کھل جائیں گے اور روز قیامت تک بند نہیں ہونے کے، عثمان نے کہا اے ابوالحسن تم میری جگہ ہوتے اور اپنے عزیزوں کے ساتھ اس طرح کے سلوک کرتے تو میں تم کو ملامت نہ کرتا۔ مغیرہ بن شعبہ کے اطوار سب کو معلوم ہیں عمر نے اسے عامل کوفہ مقرر کیا معاویہ کو شام کی حکومت بخشی میں نے اگر اپنی قرابت کے لحاظ سے عبداللہ بن عامر کو دلی بصرہ کہا معاویہ کو شام کی حکومت پر برقرار رکھا تو کیا برا کیا امیر المومنین نے کہا عمر اگر اپنے کسی عامل کی نسبت ایک حرف بھی شکایت کا سن پاتا تھا تو اس کو معزول کر کے شکنجہ عتاب میں کھینچتا تھا اور بدرجہ عانت زجر و ملامت کرتا تھا تو یہ کچھ دیکھتا اور سنتا ہے اور کچھ نہیں کرتا معاویہ و دیگر عاملان، عمر سے اس قدر ڈرتے تھے کہ اس کے غلام بھی اتنا نہ ڈرتے ہوں گے۔ امیر المومنین اس گفت و شنید کے بعد گھر تشریف لے گئے اور عثمان پر اثر معکوس اس نصیحت کا یہ ہوا کہ لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا اور خود منبر پر جا کر ان کو سخت سرزنش و لعنت و ملامت کی اور کہا میں تم سے ایسی باتیں سنتا ہوں میرے سے پہلے عمر کی نسبت بھی تم یہی باتیں کیا کرتے تھے مگر وہ درشت خوخت آدمی تھا تم کو کوفہ و مالیدہ رکھتا تھا میں تمہارے ساتھ نرمی و مدارا کرتا ہوں لہذا تم دلیر ہو گئے ہو۔ اس کے ساتھ ہی مروان نے کھڑے ہو کر بہت سا لوگوں کو ڈرایا دھمکایا اور خوف قتل دلایا عثمان نے اسے

منع کیا۔ بالکلہ کچھ مروان وغیرہ کی شرارت و بدذاتی سے اور بہت کچھ خلافت پناہ کی اپنی کوتاہ اندیشی سے کارِ خلافت میں خلل کلی پڑ گیا۔ رعب دابِ سلطنت مطلقاً جاتا رہا اور لوگ ان کے اختیارات میں دخل دینے لگے بلکہ رُودر رُوبرا کہتے اور ڈانٹ بتلانے لگے اور آخر میں مار پیٹ تک بھی نوبت پہنچ گئی تھی۔ ابن اثیر جزری کامل التواریخ میں کہتا ہے کہ اول جس نے عثمان پر لوگوں کو دلیر کیا عبدالرحمن بن عوف تھا راقم حروف کہتا ہے کہ وہی عبدالرحمن عوف کہ عقد اخوت کی رو سے خلافت پناہ کا سگابھائی اور علاقہ سببی میں آپ کا بہنوئی اور محبت و یک جہتی میں آپ کا گہرا یار عار جس کو خلیفہ ثانی مجلس شوریٰ کا صدر انجمن بنا گئے تھے اور جس نے، ابھی ذکر ہوا، کہ انصاف و دیانت کا خون کر کے عثمان کو ذاتِ مجموعہ صفات حضرت مرتضوی پر تفضیل و ترجیح دی تھی۔ قدرتِ خدا ہے اور اثرِ دعائے مولیٰ کہ وہی عبدالرحمن باوجود اتنے رابطوں کے آج اپنی حرکت پر اس قدر نادم و پشیمان ہے کہ اپنے ہاتھ کا لکھا آپ مٹاتا ہے اور خود خلیفہ صاحب کی بے حرمتی کرتا اور اوروں کو بغاوت و سرکشی کا سبق دیتا ہے۔ کامل میں ہے ان ابلًا من الصدقہ قدم بها علی عثمان فوہبها لبعض بنی الحکم فبلغ ذالک عبدالرحمن بن عوف فاخذها و قتمها بین الناس و عثمان فی الدار یعنی کچھ اونٹ شتران صدقہ سے پیش گاہِ خلافت میں آئے تھے عثمان نے (حسب معمول) وہ حکم بن عاص کے بیٹوں میں سے ایک کو بخش دیئے۔ عبدالرحمن نے یہ سنا تو بابِ عالی کا ذرا پاس ادب نہ کیا اور وہ اونٹ اس سے واپس لے کر لوگوں کے درمیان ان کو تقسیم کیا۔ عثمان گھر میں بیٹھے رہے کچھ نہ کر سکے۔ سبحان اللہ عجب انقلاب و نادر نیرنگیاں زمانہ کی، حضرت امیر علیہ السلام معائنہ فرماتے تھے، پہلے بیعت ابوبکر کے لئے خلیفہ ثانی کا وہ تمللانا آپ نے دیکھا، کہ آگ اور ایندھن لائے تھے کہ بیت الرسالت کو جلا ڈالوں گا نہیں تو نکل کر بیعت کرو، پھر اسی منہ سے اس بیعت کو فتنہ و شرارت کہتے ہیں، اور اس جیسے کے مرتکب کے لئے قتل کا فتویٰ دیتے تھے، آپ نے سماعت فرمایا، عثمان کے خلیفہ بنانے میں جناب ابن عوف کیسے کچھ سرگرم تھے کہ وہ چالیس اس کے لئے چلے پھر تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی تخریب کے درپے ہو گئے اور اس قدر اس پر پشیمان ہوئے کہ مرتے مرتے مگر خلیفہ صاحب کی صورت دیکھنے کے روادار نہ ہوئے اس سے بھی غریب تر بی بی عائشہ اور میاں طلحہ زبیر و عمر و عاص کا قصہ ہے کہ کس اہتمام کے ساتھ انہوں نے عثمان کو قتل کرایا۔ بعد کو حضرت ہی سے ان کے خون کے طلب گار بنے اور کیسے کچھ فتنے و فساد برپا کئے کہ الاماں۔ زبیر کو دیکھئے کہ ابتدا میں کس قدر عقیدت و اخلاص کی ڈینگ مارتے اور تلوار گھماتے پھرتے تھے کہ علی کو چھوڑ کر ہم ابوبکر کی بیعت کریں یہ کبھی نہ ہوگا۔ آخر کو جنگِ جمل میں وہی تلوار حضرت کے سامنے کھینچ کر کھڑے ہو گئے۔ کبھی اپنے اصحاب کے ایک فرقہ کے بے ہودہ اصرار سے

آپ تحکیم حکمین پر مجبور ہوتے تھے۔ پھر انہی اصحاب کو اس تحکیم پر معترض ہو کر لا حکم الا اللہ کہتے اور اپنا دین و ایمان گنواتے ملاحظہ فرماتے تھے الحق طالبان دنیا جس وقت جس صورت میں اپنی مصلحت جانتے تھے گرگٹ کی طرح ویسا ہی رنگ بدل لیتے تھے لیکن آنحضرت کا چنداں نفع و نقصان اس تغیر و تبدیلی سے وابستہ نہ تھا آپ لاکلام خدا کی طرف سے نائب رسول و امام انا م تھے پس امت کی فلاح و بہبودی تمام تر آپ کی اطاعت و فرمان برداری میں تھی یہ ان کا اختیار تھا کہ اس فرض کو ادا کریں یا نہ کریں۔ اور اس بارہ میں آنحضرت کی مثال ٹھیک خانہ کعبہ کی سی تھی۔ پس اگر کوئی واجب الحج، حج نہ کرے تو کعبہ کو اس سے کیا ضرر ہے، اپنا سر کھائے۔ یزیدیوں نے عبداللہ زبیر کے محل رہنے سے اس پر سنگ و آتش برسائے تو کیا کعبہ، کعبہ نہ رہا، علی ہذا اگر کچھ لوگ آپ کی امامت کی تصدیق سے محروم رہے تو انہوں نے کچھ اپنا کھویا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو احادیث متفق علیہ میں خانہ کعبہ سے تشبیہ دی ہے یا علیؑ انت مثل الکعبہ قوتی ولا قاتی ترجمہ اے علیؑ تو مثل کعبہ کے ہے تیرے پاس لوگ آئیں تجھ کو کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ اور صواعق محرقہ میں ہے علیؑ باب حطۃ من دخل فیہ کان مؤمناً ومن خرج منه کان کافراً کہ علیؑ کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بنی اسرائیل میں بابِ ہٹ تھا جو اس میں داخل ہوا مومن ہوا اور جو خارج ہوا کافر پھرا۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ کہا گیا ہے کہ جس نے عثمان کے سامنے گفتگو میں جرأت کی وہ جملہ بن عمر و السعدی تھا ایک مرتبہ عثمان جارہے تھے وہ اپنی قوم کے ساتھ مجلس میں بیٹھا تھا اور ایک رن اس کے ہاتھ میں تھی عثمان نے ان لوگوں کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا جملہ نے کہا کس لئے تم نے ایسے شخص کے سلام کا جواب دیا جس نے ایسا اور ایسا کیا ہے اور عثمان سے کہا قسم بخدا کہ تو اپنے ان خبیث رفیقوں مروان و ابن عامر و ابن سعد وغیرہ سے کنارہ کش ہو جن کی مذمت میں قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ نے ان کا خون حلال کیا ہے ورنہ یہی رسی تیری گردن میں ڈالوں گا اور نیز وہ ایک روز خطبہ کہہ رہے تھے اور ہاتھ میں وہ عصا تھی جس پر رسول اللہ خطبہ کہا کرتے تھے پھر ابو بکر و عمر بھی اسی کو ہاتھ میں لے کر خطبہ کہتے تھے حجاجہ غفاری اٹھا اور وہ عصا خلیفہ کے ہاتھ سے چھین لی اور گٹھنوں میں دے کر اسے توڑ ڈالا قتل عثمان بن عفان اور حضرت امیرؑ کا اس بارے میں روئے: مورخین نے لکھا ہے کہ جب جو رعد و ان عاملان عثمان کا اہل قریات و بلدان خصوصاً ساکنین مصر و عراق پر حد سے گزر گیا اور باوجودیکہ وہ لوگ بار بار بارسل عرائض و چند بار خود حاضر درگاہ ہو کر مستدعی انصاف و فریاد رسی ہوئے مگر بابِ خلافت سے کوئی انتظام و انسداد اس جو روئے داد کا عمل میں نہ آیا اور سوائے حیل و حوالے کے کوئی ٹھیک بات عتبہ خلافت سے حاصل نہ ہوئی بلکہ یہ امر زیادتی غیظ و غضب و شور و شغب ان ظالموں کا ہو کر نتیجہ برعکس پیدا ہوا، چنانچہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے کہ حاکم

مصر اور ظلم و جور میں وحید عصر و فرید ہر تھا بعض فریادیوں کو تہ تیغ بے دریغ کھینچا اور بہتوں کو ضرب و شتم سے تادیب کیا باقی کو قید کر لیا تو اہل مصر حرکاتِ ناشایستہ عبداللہ مذکور سے بیش از بیش خستہ و دل ریش ہو کر رؤساء و شرفاء مصر بحیثیت سات سو مرد کے، اور نیز جمیعت اہل کوفہ و بصرہ کے متوجہ مدینہ منورہ ہوئے اور مسجد نبی میں داخل ہو کر اوقات نماز میں صحابہ کبار سے شکایت ان حرکات کی کرتے تھے۔ ابنِ اعثم کہتا ہے کہ اول شخص جو اہل کوفہ سے داخل مدینہ ہوا مالک اشتر تھا ان کے ساتھ ایک سو مرد کوفیوں سے تھے ان کے بعد حکیم بن جملہ عبدی اہل بصرہ سے اڑھائی سو مرد کے ساتھ وارد ہوا اور اس کے ساتھ ہی عمرو بن بدیل و وہب بن ورقاء خزاعی و کنانہ بن بشر نخعی و اسید بن حمران مرادی چار سو مصریوں کے ساتھ وہاں پہنچے اور جماعۃ مہاجر و انصار سے جن کو عثمان کے ہاتھ سے ایذا و آزار پہنچے تھے متفق ہو کر اس مقدمے میں گفتگو کرنے لگے۔ ابن ابی الحدید اپنے شیخ و استاد ابو جعفر سے نقل کرتا ہے کہ اہل مدینہ صحابہ و غیر صحابہ نے اطراف و اکناف ملک میں خطوط لکھے کہ جہاد کا ارادہ رکھتے ہو تو یہاں آؤ اور خلیفہ کو جس نے دین محمد کو فاسد کر دیا خلافت سے خلع کر دو مؤلف کہتا ہے کہ یہ روایت تنہا ابن ابی الحدید کی نہیں ابنِ اثیر نے بھی کامل میں اس کو اسی طرح روایت کیا ہے کہ اہل مدینہ صحابہ و غیر صحابہ نے باہر کے مسلمانوں کو یہ لکھ کر بلایا تھا کہ اگر جہاد کرنا چاہتے ہو۔ تو یہاں آؤ اور عثمان کو معزول کر دو جس نے دین محمد کو بگاڑ رکھا ہے پس اس سے زیادہ ثبوت صحابہ کے خلافت پناہ سے ناراض ہونے کا اور ان کے قتل میں اعانت کرنے کا اور کیا ہوگا۔ شاہ عبدالعزیز تحفہ میں زبردستی اس سے انکار کرتے ہیں۔ القصہ بہت سے صلاح مشورے کے بعد ان سب کی رائے اس پر ٹھہری کہ خلیفہ ثالث کو مجبور کریں کہ اپنے تئیں خلافت سے خلع کریں نہ مانیں تو ان کو قتل کرنا چاہئے۔ ابنِ اعثم کوئی کہتا ہے کہ عثمان نے یہ صورت دیکھی تو عبداللہ بن عمر خطاب کو طلب کیا اور کہا اے عبداللہ تو دیکھتا ہے کہ یہ لوگ کیا ارادہ رکھتے اور چاہتے ہیں کہ مجھ کو خلافت سے خلع کریں۔ عبداللہ نے کہا زہرا ایسا نہ کرنا تحقیق کہ تیری زندگی اب زیادہ نہیں رہی اور جو زیادہ ہوتی تب بھی سزاوار نہ تھا کہ یہ بدعت اسلام میں چھوڑ جائے کہ جب رعایا امام سے آزرده ہوئی اس کو خلع کر دیا۔ پس جو خلعت کہ حق تعالیٰ نے تم کو پہنایا ہے اسے بدن سے نہ اتارنا نصیحت عثمان کہ بہت پسند آئی۔ اور انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ کچھ ہو خلافت سے دستبردار نہ ہو جتنے پس امیر المومنین علیہ السلام کو بلایا اور کہا اے ابوالحسن بذل احسان کرو اور بآبِ پند و نصیحت اس آتش سوزاں کو بجھاؤ آئندہ کوئی امر خلافِ شرع مجھ سے صادر نہ ہوگا، جو کچھ وہ کہیں سب میری طرف سے قبول و منظور کرو آپ نے فرمایا میں آج تک جو کچھ نیک صلاح تجھ کو دیتا رہا اس پر کاو بند نہیں ہوا اب بھی اپنے قول و قرار پر قائم نہ رہے گا۔ مروان و سعید و معاویہ و عبداللہ بن ابی سرح جو تجھے کہیں گے وہ کرے گا، عثمان نے کہا یا علی گزشتہ باتوں کو جانے دو اب جو تم کہو گے وہی کروں

گا اور ہرگز تمہارے کہنے سے باہر نہ ہوں گا غرض حضرت عہد استوار لے کر اس مجمع میں تشریف لے گئے پہلے تو یہ لوگ کچھ مانتے نہ تھے بارے حضرت کی فہمائش سے ڈھیلے ہوئے اور کہا عثمان ایک اقرار نامہ لکھ دیں کہ آئندہ ہر کار میں کتاب خدا و سنت رسول اللہ پر کار بند ہوں گے اور جو امور خلاف شرع ان سے سرزد ہو چکے ہیں حتی المقدور ان کی اصلاح عمل میں لائیں جن کو آوارہ وطن کیا ہے واپس بلا لیں جن کا رزق روزینہ بند کیا ہے اجرا کریں اور عبد اللہ بن ابی سرح کو معزول کر کے محمد بن ابوبکر کو ان کی جگہ والی مصر مقرر کریں غرض اس پر تراضی طرفین ہو کر وثیقہ مرتب ہوا عظماء مہاجر و انصار نے اپنی اپنی گواہی ثبت کی پس اہل مصر محمد کو ہمراہ لے کر اور اہل کوفہ و بصرہ بوعبد ہائے واثق تسلی پا کر اپنے اپنے وطن کو واپس ہوئے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس وقت مروان حکم نے عثمان سے کہا اہل مدینہ کہتے ہیں کہ تو نے بہت وسعت مصریوں کو واپس کیا ہے اگر ایسے وقت میں خاموش رہے گا تو یہ بات ان کو متیقن ہو جائے گی پس اوروں کو جرأت ہوگی۔ جس کا جی چاہے گا چڑھ آیا کرے گا۔ صلاح وقت یہ ہے کہ لوگوں کو جمع کر کے کہو کہ یہ گروہ فتنہ و فساد کی نیت سے یہاں آیا تھا جب دیکھا کہ ہمارا مدعا حاصل ہونے والا نہیں، اور محض باطل پر ہیں، تو خائب و خاسر پلٹ گئے، یہ خطبہ مسجد میں مجمع عام کے سامنے پڑھا گیا تو عمر و عاص نے اٹھ کر کہا اے عثمان خدا سے ڈر کس دقت اور حسن حیل سے تو وہ لوگ واپس کئے گئے ہیں، تو کہتا ہے کہ نادم و پشیمان ہو کر گئے، توبہ کر، آئندہ ظلمہ بنی امیہ کے ہاتھ سے خلافت کو نجات دے، ورنہ ایسی مصیبت میں مبتلا ہوگا کہ اس سے رہائی نہ ملے گی عثمان نے اس کو دھتکارا کہ اے پسر نابالغ تو تمام گناہوں سے توبہ کر چکا ہے کہ مجھ کو تاب ہونے کا امر کرتا ہے، تیرا تمام شور و شر اس لئے ہے کہ حکومت مصر سے معزول ہوا عمر نے کہا میں رسول اللہ اور ابوبکر و عمر کے زمانہ میں کہ ہمراہ تھے سے بہتر تھے عامل رہا ہوں تو نے معزول کیا تو کیا ہوا، تیرے تمام کام سنت خیر الانام کے خلاف ہیں اپنی حرکت نکو ہیدہ سے تاب ہو ورنہ پشیمان ہوگا پس ایک گوشہ مسجد سے آواز آئی **تَبَّ اَلٰی اللّٰہُ یَا عِثْمَانُ** عثمان اس کی طرف دیکھنے لگے کہ چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں، اے عثمان خدا سے ڈر اور توبہ کر، کہتے ہیں کہ اس روز عثمان نے حیران ہو کر کہا **اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ** پروردگار میں توبہ کرتا ہوں تیری جانب اور میں ہوں اول توبہ کرنے والوں کا، اس کے بعد عمر و عاص جس سے ملتا اس کو عثمان کے برخلاف بھڑکاتا۔ یہ روایت روضۃ الاحباب کی ہے لیکن تاریخ ابن اعثم کوئی میں ہے کہ اس وقت ہر طرف سے پتھران پر برسے لگے، اور اس پر بھی بس نہ کر کے کسی نے ناگ پکڑ کر منبر سے گھیٹ لیا، عثمان بے ہوش ہو کر زمین پر گرے اور ان کے غلام ان کو اٹھا کر گھر لے گئے۔ پھر صاحب روضۃ الاحباب کہتے ہیں کہ ایک روایت یہ ہے کہ جب علی مصریوں کو واپس کر کے عثمان کے پاس واپس آئے تو ان سے کہا اب مناسب یہ ہے کہ جلسہ عام کر کے

تو ایسی باتیں کہے کہ لوگ ان کو سن کر امیدوار اور مسرور ہوں اور جان لیں کہ تو اپنے عاملوں سے بے زار ہے، اور ان کے افعال نکو ہیدہ ناپسند کرتا ہے، تاکہ یہ امر نزدیک و دور معروف و مشہور ہو اور جو لوگ تجھ سے متنفر ہو گئے ہیں درست ہو جائیں ورنہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ مصریوں کی طرح اور شہروں کے باشندے بھی چڑھ آئیں، اور تو پھر کہے کہ یا علیؑ ان کو جاکر واپس کرو، نہ جاؤں تو کہے کہ علیؑ قطع رحم کرتے اور میرے حق کو خفیف جانتے ہیں، پس عثمان نے مسجد میں جا کر حمد و صلوة کے بعد کہا ایہا الناس اولاد آدم سے خطا و عصیان سرزد ہوتے ہیں میں آدمی ہوں معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا رسول اللہؐ نے فرمایا ہے **التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ** کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں پس تمام ناہموار کاموں سے جو مجھ سے سرزد ہوئے توبہ کرتا ہوں، جب یہاں سے فارغ ہو کر گھر کو جاؤ تو چاہئے کہ تم سے چیدہ لوگ میرے پاس حاضر ہوں اور کاروبار میں مجھے مشورہ دیں کہ میں ان کی صلاح سے کام کروں گا، اور مروان وغیرہ کو جن سے تم ناراض ہو اپنے پاس سے نکال دوں گا۔ حاضرین عثمان کی رفیق آ میر و رقت خیز باتوں کو سن کر رونے لگے خود عثمان بھی گریاں ہوئے علیؑ مرتضیٰ نے کہا جو کچھ اس شخص پر واجب تھا بجالایا، حق تعالیٰ تو فیق دے کہ اپنے عہد پر استوار رہے، پس اکابر و اشراف مدینہ عثمان سے امیدوار ہو کر اپنے گھروں کو پلٹے۔ ثانیلیہ زوجہ عثمان اور مروان کے درمیان گفتگو: راوی کہتا ہے کہ مروان و سعید بن عاص وغیرہ بنی امیہ، کہ ادائے خطبہ کے وقت حاضر نہ تھے یہ سن کر عثمان کے پاس داخل ہوئے از انجملہ مروان نے مبادرت کر کے کہا یا امیر المومنینؑ میں کلام کروں یا خاموش رہوں نالکہ بنت فرافصہ زوجہ عثمان کہ زن عاقلہ تھی پس پردہ سے بولی اے مروان تیرا خاموش رہنا ہی بہتر ہے، تو جو کہے گا سنی جانتی ہوں تو امیر المومنینؑ کو آج کے خطبہ میں ملامت کرنا چاہتا ہے، آگاہ رہ کہ آج وہ یہ باتیں نہ کہتا تو اس کو قتل اور اس کے بچوں کو یتیم کر دیا جاتا قسم بخدا کہ اس نے جو اقرار کیا ہے اس سے تجاوز کرنا ہرگز قرین مصلحت نہیں، مروان نے کہا اے نالکہ تجھ کو ان باتوں سے کیا نسبت بخدا کہ تیرا باپ فوت ہوا حالاں کہ اچھی طرح وضو کرنا بھی نہ جانتا تھا، نالکہ نے کہا اے مروان اپنی زبان کو تھام اور اموات کی عیب جوئی سے باز رہ، تیرا باپ میرے باپ سے ہرگز فائق نہ تھا اگر وہ امیر المومنینؑ کا چچا نہ ہوتا تو ابھی تجھ کو اس کی حقیقت سے آگاہ کرتی۔ تجھ کو مطلق عقل و شعور نہیں، امیر المومنینؑ کو لازم ہے کہ تجھ سے دوری اختیار کرے۔ مروان نے نالکہ کے جواب سے اعراض کر کے پھر کہا اے امیر میں کچھ بولوں یا چپ رہوں عثمان نے اجازت دی تو کہا جو خطبہ امیر المومنینؑ نے آج کہا ہے ہرگز مناسب واقع نہیں ہوا، اس سے سخت بے آبروی ہوئی اور عزت و اعتبار کو بے لگا علیؑ ابن ابی طالب کا مقصود یہی تھا کہ خلقت کے سامنے تم کو رسوا کریں اور تمہاری خطاؤں کا اقرار تمہاری زبان سے کرائیں، سو وہ مقصود حاصل ہو گیا اب

لازم ہے کہ ان لوگوں کو کہ پہاڑوں کی طرح صف باندھے تمہارے دروازہ پر کھڑے ہیں یہاں سے دور کرو کہ مبادا کوئی کلمہ بے جا سامنے منہ سے نکالیں اور باعث فتنہ و فساد ہو، عثمان نے کہا تو جا کر کہہ دے کہ لوٹ جائیں، مجھ کو ان کے سامنے جانے سے شرم آتی ہے مروان نے باہر جا کر کہا تم لوگ کس لئے یہاں جمع ہوئے ہو کیا اس گھر کو غارت کر دو گے، یا خلافت و بادشاہی ہم سے چھیننے کو آئے ہو اور بہت سخت و ست باتیں کمال نخوت و غرور سے کہیں، کہ لوگ از بس دل شکستہ و آزرده ہو کر متفرق ہوئے، اور بعض نے علی مرتضیٰ کی خدمت میں جا کر ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث سے پوچھا کہ تو نے بھی عثمان کی یہ باتیں سنی ہیں عرض کی ہاں، یہی حال ہے جو ان لوگوں نے بیان کیا، ولایت مآب بن کر کمال پیچ تاب میں آئے اور فرمایا بندگان خدا مجھ کو اس شخص کے ساتھ عجب طرح کا معاملہ پڑا ہے، اگر اس کے قصے جھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہوں تو کہتا ہے کہ قطع رحم کرتے اور حق قرابت نہیں بجالاتے ہیں، اور جو اس میں دخل دیتا ہوں تو یہ امور اس سے ظاہر ہوتے ہیں، باوجود صحبت رسول خدا اور اس سن و سال کے مروان نے اس کو اپنا کھلونا بنا رکھا ہے اور مثل شتر اس کی مہار پکڑ کر جس طرف چاہتا ہے دوڑاتا ہے اور اسی جوش غضب میں عثمان کے مکان پر جا کر کہا، کہ مروان نے تیرا عقل و دین سب لے لیا ہے، اونٹ کی طرح تیری ناک میں کیل ڈال کر جدھر چاہتا ہے کھینچتا ہے قسم بخدا کہ وہ اہل عقل و دانش سے نہیں پس تیری وہ مثال ہے کہ کہا ہے **من میشی علی العزاب سیر جمع الی الخراب**۔

ہر کرا راہبر غراب بود

بے گماں منزلش خراب بود

شعر

اذا کان الغراب دلیل قوم

سیہد یہم طریق الہالکینا

کہ جس قوم کا راہبر کوا ہوتا ہے، وہ عنقریب ان کو ہلاک ہونے والوں کا راستہ دکھائے گا، پھر فرمایا کہ تو نے مروان کے کہنے سے اپنا اعتبار کھویا اور جماعت مسلمین میں رسوا ہوا۔ میں اب تیرے کاروبار میں ہرگز دخل نہ دوں گا۔ اور کبھی تیرے پاس نہ آؤں گا۔ یہ کہہ کر اپنے گھر چلے آئے۔ آپ کے اٹھ جانے کے بعد نالہ وہاں آئی اور کہا میں نے علی کی باتیں سنیں وہ بہت دلگیر ہو کر گئے ہیں اب مشکل ہے کہ تیرے پاس آئیں، معلوم نہیں کہ مروان کی متابعت کو کس لئے اس قدر لازم جان رکھا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے وہی کرتا ہے، گو اہل بیت کرام و اصحاب عظام اس سے ناخوش ہوں۔ عثمان

نے کہا اب کیا کرنا چاہئے۔ نالکھ عاقلہ بولی۔ کرنا کیا چاہئے خوفِ خدا و اتباعِ سنتِ رسول خدا و اتباعِ سیرتِ ابوبکر و عمر کرنا، اور ظلمہ بے باک کو ان کے کاموں سے معزول فرمانا، اور مردان کی پیروی ترک کرنا چاہئے۔ القصہ نالکھ نے بہت کہہ سن کر عثمان کو مجبور کیا کہ علی ابن ابی طالب کے گھر جا کر جس طرح ہو ان کو رضامند کریں اور عثمان اس کے کہنے کے بموجب رات کے وقت آنحضرتؐ کے مکان پر گئے ہر چند امداد و اعانت کی درخواست کی، مگر فائدہ نہ ہوا علی اس کے بعد اپنے تئیں ان کے کام سے علیحدہ رکھتے تھے تا انیکہ عثمان کے گھر کا محاصرہ ہو کر پانی ان پر بند کیا گیا، اس وقت بہ نفسِ نفیس ان کے دروازہ پر تشریف لے گئے اور آبِ شیریں کی مشکیں اندر بھجوائیں۔ منقول ہے کہ ابھی اہل مصر کہ مدینہ سے واپس ہوئے تھے راستہ ہی میں تھے کہ تیسری منزل پر انہوں نے غلامِ سیاہ عثمان کو دیکھا کہ شہرِ خاص پر سوار مدینہ سے بجانبِ مصر رواں، اور تشویش و اضطراب اس کے بٹھے سے عیاں ہے گویا کسی سے بھاگا ہے یا کسی گریختہ کی تلاش میں باختر حواس ہے دریافت کیا تو غلام نے کہا کہ قاصدِ عثمان ہوں والی مصر کو اس کی طرف سے پیغام لئے جاتا ہوں حاضرین نے محمد بن ابی بکر کی طرف اشارہ کیا کہ والی مصر یہ ہے غلام نے کہا ان سے غرض نہیں میرا مقصود عبد اللہ بن ابی سرح سے متعلق ہے پوچھا کیا پیغام لئے جاتا ہے غلام نے کہا اپنے آقا کا راز افشا نہ کروں گا۔ پوچھا کوئی مکتوب تیرے پاس ہے، کہا نہیں، تبھی کیا تو اس کے اسباب سے ایک خط برآمد ہوا، ایک طرف آبِ خشک چڑے کا اس کے پاس تھا۔ اس کو ہلایا تو کوئی شے کھڑکتی اندر معلوم ہوئی اسے چیر کر دیکھا تو ایک شیشہ سر بہر اس سے نکلا شیشہ میں ایک خط تھا جس کے اوپر لکھا ہوا تھا من عبد اللہ امیر المومنین عثمان بن عفان الی عبد اللہ بن ابی سرح خط کو کھولا تو لکھا تھا کہ محمد بن ابی بکر وہاں پہنچے تو اس کو معہ فلاں و فلاں کے قتل کر، اور فلاں و فلاں کے ہاتھ پیر کان ناک کاٹ کر باقی کو مقید و محبوس کر لے اور اپنے کام پر مستقل رہ جب تک کہ اور حکم تیرے پاس نہ پہنچے۔ بروایت لکھا تھا کہ یہ لوگ فتنہ انگیزی کے لئے مدینہ آئے تھے کامیاب مراد نہیں ہوئے وہاں پہنچیں تو قتل و جس و قطعِ اعضا سے ان کے تئیں سیاست کر، تاکہ آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرنے پائے۔ خاتمہ مکتوب پر مہرِ خلافت پناہ کی ثبت تھی، اہل مصر مہاجر و انصار، کہ اس قافلہ میں تھے یہ دیکھ کر حیران و انگشت بدندان ہوئے اور عذر و خیانت حضرت باحیا سے العجب گویاں۔ المختصر عزمِ مصر ملتوی کر کے بارادہ انتقام مدینہ کو پھرے اور اہل عراق کو بھی بار سال خطوط واپس بلا لیا۔ علاوہ برائیں یہ سانحہ ہوشِ ربا حیرت افزا جس نے سنا زبانِ نفرین دراز کر کے ساتھ ہولیا حتیٰ کہ یہ انبوہ کثیر و جم غفیر دوبارہ وارد مدینہ ہوا، اور ایک مجلس میں کہ بہ وجود ذی جود مولائے مومنین و وجود انصار و مہاجرین رشکِ فردوس بریں تھے حاضر ہو کر زبانِ شکایت کھولی اور مکتوبِ مکیدت اسلوبِ پیش کیا، تو

حضرت امیر المومنینؑ اس خط کو لے کر معہ طلحہ زبیر و سعد و قاص وغیرہ عثمان کے پاس داخل ہوئے اور یہ عجیب داستان ان سے بیان کی خلیفہ صاحب نے تحریر خط بلکہ اطلاع کیفیت سے انکار کیا حضرت نے کہا اے عثمان خدا سے ڈر تیرا غلام تیرے شتر پر سوار ہو کر تیری مہر کا خط مصر کو لے جائے اور تجھ کو خبر نہ ہو۔ کیوں کر قیاس میں آسکتا ہے دیگر حاضرین نے کہا اگر تحریر میں تو شریک تھا تو قتل سزا واجب ہے کہ ناحق ناروا چند مسلمانوں کے خون گرانے کا امر کیا ورنہ واجب العزل ہے اور خلافت تجھ کو شایاں نہیں کہ ایسے غدار مکار لوگوں کو کار خلافت سپرد کر کے خود خواب غفلت میں سوتا ہے۔ خط کو دیکھا تو مروان کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا پس عثمان سے کہا اگر تیری مرضی سے نہیں لکھا تو مروان کو ہمارے حوالہ کرتا کہ تحقیقات کریں اور بعد ثبوت جرم سزا دیں، عثمان نے مروان کے دینے سے انکار کیا حالاں کہ مروان اس وقت ان کے گھر میں موجود تھا پس صحابہ خشم ناک وہاں سے اٹھے اور جانا کہ یہ کام بلا اطلاع عثمان اکیلے مروان کا نہیں۔ نہیں تو وہ اس کی حمایت میں ایسا سرگرم کیوں ہوتے، ہمارے دل اب ان سے کبھی صاف نہ ہوں گے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب خیر مکتوب وقاصد مدینہ میں شائع ہوئی تو اہل مدینہ سے کوئی نہ رہا الا یہ کہ عثمان کو طعن کرتا اور عیب لگاتا تھا۔ اہل کوفہ و بصرہ کو خبر پہنچی تو وہ بھی مدینہ کی طرف واپس آئے اور قبیلہ بنی زہرہ و بنی مخزوم و بنی ہزیل کہ عبداللہ بن مسعود و عمار یاسر و ابوذر غفاریؓ کے مقدمے میں عثمان سے پہلے سے کدھر خاطر تھے یہ امر ان کی زیادتی جوش و خروش کا باعث ہوا محمد بن ابی بکر نے قبیلہ تمیم سے امداد چاہی ایک جماعت اس کی مدد کو اٹھ کھڑی ہوئی۔ اہل مدینہ سے کچھ لوگ ان کے مددگار ہو گئے آخر کار ان سب نے اتفاق کر کے قصر خلافت کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ چالیس شبانہ روز اور بقولے چھ ماہ رہا کہ عثمان نماز کے لئے بھی مسجد میں نہ جاسکتے تھے اور منع کیا کہ آب شیریں کوئی ان کے پاس نہ لے جائے تاکہ لاچار ہو کر یا اپنے تئیں خلافت سے خلع کریں یا مروان کو ان کے حوالے کریں مگر ان کو دونوں باتوں سے انکار تھا بالجملمہ اکابر صحابہ نے قتل خلافت مآب پر فتوے دے دیئے اور ایسا تو مدینہ میں کوئی نہ رہا کہ اس قتل پر راضی نہ ہوا کثر و بیشتر ان سے ان کے قتل میں ساعی و سرگرم تھے اور اہل مصر و عراق کی امداد و اعانت کرتے تھے اور بعض نے کنارہ کشی میں مصلحت جان کر خانہ نشینی اختیار کی تھی چنانچہ مولائے مومنین ان بعض سے تھے اور اعلیٰ و افضل پہلے گروہ کے ام المومنین عائشہ و طلحہ بن عبید اللہ و عمر و عاص تھے کہ بعدہ عہد خلافت امیر المومنینؑ میں ان کی خون خواہی کے ٹھیکہ دار بنے تھے ابن ابی الحدید

(۱) نعلیل بروزن جعفر گفتار مرد پیر نادان اور ایک یہودی کا نام ہے کہ مدینہ میں رہتا تھا اور نیز ایک مرد لبنی ڈاڑھی والا۔ عثمان کی مذمت کرنی ہوتی تھی تو ان کو اس سے تنبیہ دے کر نعلیل کہا کرتی تھی۔ ۱۲ انتہی الارب۔

کہتا ہے کہ سب سے زیادہ حریص قتل عثمان پر عائشہ تھی۔ وہ لوگوں کو ترغیب و تحریص کرتی تھیں کہ انہیں قتل کریں و اقدی مورخ اہل سنت نے اس زیادتی عائشہ کا سبب یہ لکھا ہے کہ جو روزینہ ابو بکر و عمر کے زمانہ میں ان کا مقرر تھا عثمان اس کے دینے میں مضائقہ کرتے تھے اس لئے عائشہ ان سے ناراض رہتی تھیں اب کہ مسلمان ان کے قتل کے درپے ہوئے تو اس کا حوصلہ کھل گیا اور بالمشافہ عثمان سے کہا کہ تو نے بیت المال مسلمانان پر دست تصرف دراز کیا اور امت محمدؐ کو رنج و کلفت میں ڈالا، اشارہ بنی امیہ کو بلا و اسلام پر مسلط کیا، حق تعالیٰ آب آسمان سے تجھے سیراب نہ کرے اور برکات زمین سے بے نصیب رکھے اگر ظاہری سلام مانع نہ ہوتا کہ تو نماز پنج گانہ بجالاتا ہے تو مثل شتران قربانی تجھے ذبح کرتے عثمان نے اس کے جواب میں یہ آیت قرآنی پڑھی جس میں حق تعالیٰ زن نوح و لوط کی مثال لایا ہے کہ باوجودیکہ وہ دو پیغمبروں کی بیویاں تھیں مگر خیانت صادر ہوئی تو اس زوجیت نے ان کو کچھ نفع نہ بخشا اور دیگر جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوئیں۔ القصہ بی عائشہ بقدر اپنی وسعت و طاقت کے قتل عثمان کی ترغیب دیتی تھیں اور کہتی تھیں کہ ہنوز پیرہن رسول اللہ کہہ نہیں ہوا کہ عثمان نے ان کی شرع کو کھنہ کر دیا **اقتلوا فنعثلاً قتل اللہ نعثلاً** اس یہودی ریش دراز کو قتل کرو اللہ اس پیر گستا کو قتل کرے۔ و اقدی کہتا ہے کہ جب عثمان محصور تھے تو عائشہ نے مکہ جانے کا ارادہ کیا مروان حکم اس کے پاس گیا اور کہا اے مادر مومنان اگر اس وقت یہاں ٹھہرتی کہ یہ فتنہ فرو ہوتا اور عثمان قتل سے نجات پاتا تو اس کا ثواب حج سے زیادہ تھا عائشہ نے کہا میں ارادہ مصمم کر چکی ہوں اور حج مجھ پر واجب ہو گیا ہے ٹھہر نہیں سکتی مروان نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا۔

حرق قیس علی البلاد

حتى اذا اضرمت احجما

یعنی قیس نے شہروں میں آگ لگا دی جب وہ آگ جل اٹھی تو علیحدہ ہو گیا۔ مراد یہ کہ عائشہ اس فتنہ کو برپا کر کے اب علیحدہ ہوتی ہے اور کنارہ کرتی ہے عائشہ نے یہ شعر سن کر کہا میں تیرا مدعا سمجھی تیرا گمان یہ ہے کہ میں عثمان کے حال سے بے خبر ہوں۔ قسم بخدا کہ میری دلی آرزو ہے کہ اس کو ایک تھیلے میں ڈال کر گلے میں لٹکاؤں اور لے جا کر بحر خضر میں ڈال آؤں مروان نے کہا آخر جو تیرے دل میں تھا ظاہر ہوا، پر ہوا۔ عائشہ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے یہ کہہ کر مکہ کو روانہ ہو گئی اثناءِ راہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے ملی تو کہا یا ابن عباسؓ تجھ کو حق تعالیٰ نے دل بینا و زبان گویا عطا کی ہے زہرا کہ اس طاغی (عثمان) کے قتل سے کسی کو مانع آئے تحقیق کہ یہ اپنی قوم کے لئے ایسا شخص ہے جیسا کہ ابوسفیان بروز بدران کے لئے شخص تھا، یہ حال بی بی عائشہ کا ہے لیکن طلحہ کی کیفیت روضۃ الاحباب میں اس طرح پر مسطور ہے کہ ایام محاصرہ

میں ایک روز عثمان بالائے بام چڑھ کر اہل محاصرہ کے سامنے ہوئے اور کہا السلام علیکم کوئی اس طرف ملتفت نہیں ہوا۔ عثمان نے کہا آیا طلحہ بن عبد اللہ تمہارے درمیان ہے، کہا ہاں ہے، عثمان نے کہا **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ** افسوس کہ میں ان لوگوں پر کہ مدعی اسلام ہیں سلام کروں اور طلحہ کھسکانا ہو کر بولا میں نے جواب سلام دیا تھا عثمان نے کہا سنت جواب میں یہ ہے کہ سلام کرنے والا اس کو سن لے میں نے تیرا جواب نہیں سنا پھر کہا اے طلحہ قسم ہے خدائے عزوجل کی کہ آیا پیغمبر خدا سے تو نے نہیں سنا کہ کسی مسلمان کا خون تین باتوں سے ایک کے بغیر روا نہیں، یا اسلام کے بعد کافر ہو جائے، یا محسن ہو کر زنا کا مرتکب ہو، یا ناحق کسی مسلمان کا خون کرے، میں ان میں سے ایک امر کا مرتکب نہیں ہوا سامعین میں سے ایک نے کہا کہ حدیث مذکور ماول بامقید ہوگی اس لئے کہ سماعی فساد اور باغی مصر کا قتل کرنا نبص قرآن جائز و مباح ہے۔ نیز روضۃ الاحباب میں عبد اللہ بن عباس بن ربیعہ سے نقل ہے کہ اس نے کہا میں ایام محاصرہ میں ایک روز عثمان کے پاس حاضر تھا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ آ، سنیں کہ یہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں پس ہم نے دروازہ کے قریب کھڑے ہو کر سنا کہ بعض ان میں سے کہتے ہیں کہ اس مرد کو مہلت نہ دینی چاہئے۔ اوروں نے کہا نہیں مہلت دینی چاہئے کہ شاید راہِ راست پر آجائے اس اثنا میں طلحہ عبید اللہ ان کے پاس آیا اور پوچھا عبد الرحمن (۱) بن عدیس کہاں ہے پس ابن عدیس اس کے پاس آیا تھوڑی دیر دونوں میں بطور سرگوشی کچھ باتیں ہوتی رہیں۔ بعد ازاں ابن عدیس نے امر کیا کہ کسی کو اندر سے باہر اور باہر سے اندر نہ جانے دو تا کہ تشدد و سختی زیادہ ہو۔ راوی کہتا ہے کہ عثمان نے مجھ سے کہا کہ دیکھا تو نے کہ یہ طلحہ کی تعلیم و ترغیب کا اثر ہے۔ خداوند اطلحہ نے ان لوگوں کو مجھ پر دلیر کیا ہے اس کی شرارت کو مجھ سے دفع کر، اور جو آرزوئے خلافت اس کے دل میں جاگزیں ہے تیرے کرم سے امیدوار ہوں کہ اس مراد کو نہ پہنچے اور اس کی طلب میں ذلت و خواری سے مارا جائے۔ لیکن عمرو عاص۔ پس ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ وہ لوگوں کو قتل عثمان پر برا بھینٹہ کرتا اور بہکا تا تھا اور اس بارے میں اس قدر سخت و شدید تھا کہ کہتا تھا کہ ایک گڈریے سے بھی ملوں گا تو اس کو بھی قتل عثمان پر ترغیب دوں گا چہ جائیکہ رؤساء و شرفاء کو، جب مدینہ میں آتش فتنہ کو اچھی طرح سلگا چکا تو فلسطین میں اپنے مقام کو چلا گیا ایک روز وہاں قصر میں بیٹھا تھا اور محمد و عبد اللہ اس کے بیٹے معہ سلامہ بن روح جذامی کے اس کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک سوار مدینہ سے آیا اس نے عثمان کا حال دریافت کیا تو اس نے

(۱) یہ عبد الرحمن بن عدیس صحابی شریک بیعت رضوان تحت الشجرہ تھا۔ ابن عبد البر کتاب استیعاب میں لکھتا ہے کہ عبد الرحمن بن عدیس بلوی مصری ان لوگوں سے ہے جنہوں نے حضرت رسول خدا سے زیر شجر بیعت کی اور وہ اس لشکر کا کہ مصر سے مدینہ آیا اور جنہوں نے عثمان کو محصور کر کے قتل کیا امیر تھا۔ ۱۲ منہ غنی عنہ۔

کہا ہنوز محصور ہے عمرو نے کہا ابو عبد اللہ العیر یضطر والمکواة فی النار یعنی اے ابو عبد اللہ ہمارے گوز لگاتا ہے اور مکواة (آلہ داغ کردن جانوراں) ہنوز آگ میں ہے پھر ایک اور سوار وارد ہوا۔ اس نے عثمان کا قتل ہونا بیان کیا۔ عمرو نے کہا انا ابو عبد اللہ اذا حککت قرحة ادمیتھا کہ میں ابو عبد اللہ ہوں، قرحہ یعنی ذبل کو کھجلا یا تو اس کو بولہاں ہی کر کے چھوڑا، سلامہ بن روح نے کہا اے معشر قریش تمہارے اور عرب کے درمیان ایک دروازہ لگا ہوا تھا تم نے اسے توڑ ڈالا۔ عمرو نے کہا ہاں ہم نے چاہا کہ حق کو باطل کے پہلو سے نکالیں تاکہ لوگ اس امر میں ایک طریقہ پر ہوں۔ نقل ہے کہ ایام محاصرہ میں جب تشنگی عثمان اور ان کے متعلقان پر غالب ہوئی تو وہ بام قصر پر آئے اور پکار کر کہا کہ کوئی تمہارے درمیان ہے کہ علی بن ابی طالب کو ہماری پیاس سے آگاہ کرے یہ خراب میر المومنین کو پہنچی تو رحم جلی و سخائے عادی اس جناب کی جوش زن ہوئی اور چند مشک پر از آب شیریں دار الخلافہ کو روانہ کیں اہل محاصرہ اندر نہ جانے دیتے تھے بارے بنی ہاشم کی سعی موفور سے پانی اندر پہنچا اور محصورین سیراب ہوئے۔ مولف کہتا ہے کہ حضرت ساقی کوثر نے خاص کر زنان و اطفال بے خطا پر رحم کھا کر پانی بھیجا اور غالباً امام حسن کو اس کے ہمراہ کیا کہ بحفاظت اندر پہنچا آئیں تو ہوا خواہان خلیفہ صاحب نے اس پر یہ حاشیہ چڑھایا، کہ حضرت امیر نے امام حسن و امام حسین کو خلافت پناہ کی ڈیوڑھی پر ان کی نگہبانی کے لئے مقرر کیا تھا، اور حاشا کہ ایسا واقع ہوا ہو، یا امیر المومنین اصلاً عثمان کی حفاظت و حمایت کا خیال خصوصاً ان خرابیوں کے بعد رکھتے ہوں اگر آپ کے نزدیک خلیفہ کی نگہبانی لازم تھی تو حسین کو اس کے لئے بھیجا کیسا، چاہئے تھا کہ خود تلوار لے کر موقع پر جاتے اور محاصرین کو منتشر و پرانگندہ فرماتے نہ یہ کہ آپ تو گھر میں بیٹھ رہے اور بیٹوں کو بھیج دیا۔ کیوں؟ کیا خود تفتیح کی حالت میں تھے اور یہی کلام طلحہ زبیر کے بیٹوں کے حق میں جاری ہے کہ وہ بھی ہرگز ان کی حفاظت پر متعین نہ ہوئے تھے بلکہ چوں کہ تلحہ خود اہل محاصرہ کے شریک اور ان کے مشیر بنے ہوئے تھے تو کیا انہوں نے اپنے بیٹوں کو اپنے ساتھ لڑنے کو مقرر کیا تھا۔ اس سے بھی گرم تر، یہ فقرہ تراشا گیا ہے کہ خبر قتل عثمان امیر مومنان کو پہنچی تو وہ بے تابانہ دوڑے ہوئے گھر سے آئے اور حسن کے منہ پر طمانچہ اور حسین کے سینہ پر مکار کر کہا کہ تم موجود تھے اور امیر المومنین (عثمان) قتل ہو گئے تم نے مدد نہ کی۔ بھلا اس افترا کا بھی کوئی ٹھکانا ہے امیر المومنین اور فرزندان رسول اللہ کو بے خطا بے گناہ طمانچے ماریں اگر وہ بالفرض وہاں گئے ہوتے تو بھی کیا حضرت اس قدر نہ جانتے تھے کہ یہ تنہا ہزاروں کے زرعہ کو کیوں کر روک سکتے ہیں۔ طرفہ یہ کہ اہل سنت خود ناقل ہیں کہ قاتلان عثمان دروازہ کی راہ سے اندر نہیں گئے پشت مکان سے دیوار توڑ کر گھسے تھے پس اس صورت میں حسین علیہا السلام کا کہ بقول ان کے دروازہ پر تھے کیا قصور تھا کہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا۔ روضۃ

الصفا میں ہے کہ ایامِ محاصرہ میں ایک شخص نے کہ اصحابِ جناب رسالت مآب سے تھا درخواست کی کہ عثمان بامِ خانہ پر آئیں کہ چند کلمات نصیحت ان سے کہے جائیں سامنے آئے تو صحابی نے کہا یا ابنِ عفان اب قرین مصلحت یہ ہے کہ بساطِ خلافت نہ کر رکھو کہ اس بلا سے نجات ہو۔ ابھی اس کا کلام پورا نہ ہوا تھا کہ کثیر بن صلت کندی نے کہ ہوا خواہاں عثمان سے تھا ایک تیر جگر دوز بامِ قصر سے تاک کر اس صحابی پر ایسا لگایا کہ بے چارہ جان سے گزر گیا اہلِ محاصرہ نے کثیر رامی تیر کو عثمان سے طلب کیا کہ قصاص صحابی میں قتل کریں۔ عثمان نے اس سے صاف انکار کیا اور کہا کب ہو سکتا ہے کہ میں اپنے معین و مددگار کو دشمنانِ جفا کار کے ہاتھ میں دے کر خود اس کے قتل کا باعث ہوں۔ اسی اثناء میں غلط مشہور ہو گیا کہ معاویہ سپاہِ شام لے کر عثمان کی امداد کو آتا ہے۔ مجبوراً انہوں نے قدمِ سعی آگے رکھ کر بابِ دار الخلافہ میں آگ لگا دی، اور پس پشت سے دیوار پھاند کر یاد یوار توڑ کر گھر میں داخل ہوئے ابنِ اعثم کوئی کہتا ہے کہ جب کار، عثمان اور ان کے متعلقین پر تنگ ہوا تو محمد بن ابی بکر آگے گئے اور کہا اے پیر حماقت شعار ہشیار ہو عثمان نے کہا میں عثمان بن عفان خلیفہ رسول اللہ ہوں تو دروغ کہتا ہے کہ درپے میری تذلیل و اہانت کے ہے محمدؐ نے ہاتھ بڑھا کر ان کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا تقدیر الہی کو اپنے حق میں کس طرح پاتا ہے کہا اس جل شانہ نے ہمیشہ میرے ساتھ نیکی کی ہے اے برادر زادے خدا سے ڈر اور میری ڈاڑھی سے ہاتھ اٹھا اگر ابو بکر زندہ ہوتا تو ہرگز راضی نہ ہوتا کہ یہ ذلت مجھ کو پہنچے۔ محمدؐ (۱) نے کہا میرا باپ زندہ ہوتا تو گوارا نہ کرتا کہ تو یوں خلافِ شرع کام کرے عثمان نے قرآن اٹھالیا اور کہا یہ کتاب خدا میرے اور تمہارے درمیان ہے اس کے موافق تمہارے ساتھ عمل کروں گا اور بہر نفع تمہاری رضامندی کا خواہاں رہوں گا۔ جو مطلوب تیرا ہے کہہ کہ سب قبول و منظور ہے اصلاً مضائقہ نہ ہوگا محمدؐ نے کہا الان وقد عصیت من قبل و کنت من

(۱) ہر چند اہل سنت محمد بن ابی بکر سے ان کے خلیفہ ثالث کے ساتھ ایسی گستاخی سے پیش آنے سے سخت ناخوش ہیں اور زیادہ تر اس خلیفہ زادے کا ان کے نزدیک یہ جرم ہے کہ وہ صحابہ تابعین اور شیعیان و مخصوصان حضرت امیر المومنین سے تھے اور آنحضرتؐ کے دامن تربیت میں پرورش پاتے تھے چنانچہ صاحبِ تحفہ نے بھی اسی وجہ سے ان کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا۔ الاہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ حق کسی کے چھپائے نہیں چھپتا باوجود ان سب باتوں کے بھی بزرگانِ اہل سنت کو محمدؐ کی مدح سرائی اور ان کی اوصاف بیان کرنے پڑے ہیں۔ امام ابوالحسن علی بن الحسین الموسوی مروج الذهب میں بمقام مقدار اولاد ابو بکر محمدؐ مذکور کے ذکر میں لکھتے ہیں وکان محمد بن ابی بکر یدعی عابد قریش لنسبکم و زہدہ و رباہ علی بن ابی طالب کہ تھے محمدؐ بن ابی بکر کو پکارے جاتے تھے ساتھ لقب عابد قریش کے بوجہ ان کے زہد و عبادت کے اور پرورش کیا تھا ان کو علی ابن ابی طالب نے افسوس کہ حضرت خلیفہ ثالث کی ایسے بزرگوار کے ہاتھ سے یہ بے حرمتی ہوئی۔ ۱۲ منہ غنی عنہ۔

المفسدین کہ تو اب یہ کہتا ہے حالاں کہ اس سے پیشتر عصیان و نافرمانی کرتا تھا اور تھا تو جملہ مفسدین سے اس وقت ایک دستہ تیروں کا محمدؐ کے ہاتھ میں تھا عثمان کی گردن پر لگایا جس سے گردن زخمی ہو گئی اور خون رواں ہوا۔ منقول ہے کہ اس وقت کسی نے کہا اے عثمان اب بھی اپنے تئیں خلافت سے خلع کر دو کہ جان بچ جائے مگر ان کو عبد اللہ بن عمر کی نصیحت یاد تھی کہا لَسْتُ بِخَالِعٍ قَمِيصِي كَسَانِيهِ اللَّهُ حَتَّى يَكْرُمَ أَهْلَ السَّعَادَةِ وَيَهَانَ أَهْلُ الشَّقَاوَةِ یعنی جو کہ حق تعالیٰ نے مجھے پہنایا ہے اس کو بدن سے نہ اتاروں گا تاکہ اہل سعادت عزیز اور اشقیاء بد بخت و ذلیل ہوں۔ بالجملہ جب متحقق ہوا کہ عثمان جان دیں گے مگر خلافت سے دست بردار نہ ہوں گے تو مالک اشتر ہاشمی برہنہ ان کے سر پر آئے عثمان نے بہ نگاہ عجز مالک کی طرف دیکھا ان کو حیا آئی۔ لوٹ گئے مسلم ابن کثیر کندی نے کہا اشتر اس کے قتل کو آگے بڑھے دیکھا تو ڈر گئے۔ اشتر نے کہا ڈر انہیں بلکہ جب دیکھا کہ بے یار و مددگار ہے تو مجھ کو شرم آئی کہ ایسی بی کسی کی حالت میں قتل کروں پس کنانہ بن بشر آیا اور ایک گرز بے تحاشا سر عثمان پر لگایا۔ بعد ازاں سودان بن حمران مرادی نے تلوار ماری اس کے صدے سے پشت کے بل گرے اور وہ چپ و راست سے چوٹیں لگائیں تا نیکہ جان سے گزر گئے منقول ہے کہ نائلہ زوجہ عثمان زن قوی الحسبہ فر بہ اندام تھی اہل مصر سے کسی نے خلیفہ کی ناک کاٹنے کا ارادہ کیا تو نائلہ نے دوڑ کر اس کی تلوار کو ہاتھ میں پکڑ لیا مصری نے زور سے تلوار کو کھینچا تو نائلہ کا انگوٹھا کٹ گیا۔ اس نے شور مچایا کہ لوگو جانتے ہو کہ کس پار سا پاک دامن کو قتل کرتے ہو۔ انہوں نے نائلہ کے مارنے کا ارادہ کیا تو وہ بھاگ گئی علی ہذا مروان نے حمایت عثمان میں تلوار میان سے نکالی حجاج بن عریہ انصاری نے ایک تلوار اس کی گردن پر لگائی کہ زرہ کٹ کر کچھ خراش گردن میں آئی۔ مروان بھاگ کر عورتوں میں جا چھپا۔ مروی ہے کہ کسی نے حضرت امام بحق ناطق جعفر بن محمد صادق علیہما السلام سے پوچھا کہ کیا باعث تھا کہ جس قدر ابو بکر و عمر سے لوگوں کو حسن عقیدت تھا اتنا عثمان سے نہ تھا۔ فرمایا ابو بکر و عمر خاندان رسالت کے سوا سائر خلایق کے ساتھ بعدل و انصاف پیش آتے تھے لیکن عثمان کا ظلم عام تھا یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ان سے چنداں اعتقاد نہیں رکھتے الا بنا برضد شیعہ کے بعض علماء شیعہ نے شرح حدیث میں لکھا ہے کہ یہ بات کہ ابو بکر و عمر سائر خلقت سے بعدل و انصاف پیش آتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا ظلم عامہ خلایق پر عثمان کی نسبت کم تھا۔ الا اہل بیت رسالت پر کہ ان کے حق میں تینوں مساوی الاقدام تھے ورنہ اگر کلام آنحضرتؐ کا اپنے ظاہر پر محمول ہو تو لازم آتا ہے کہ ان احادیث کا کہ تعدی شیخین پر بہ نسبت عامہ خلایق کے دلالت واضح رکھتی ہیں۔ القصہ مورخین نے لکھا ہے کہ لاشہ عثمان تین روز تک مہربلہ پر پڑا رہا غسل و کفن و نماز و دفن سے منع کرتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ اس کے پاؤں میں رسی باندھ کر بازاروں میں کھینچتے پھرتے

تھے تاہم حضرت امیر المومنینؑ اس حرکت سے مانع آئے کہ اہل کتاب ہم پر عیب کریں گے کہ مسلمان اپنے امام سے کس طرح پیش آتے ہیں اور نہ جانیں گے کہ وہ امام کیسا تھا ابن اعثم کوئی کہتا ہے کہ لاش عثمان تین روز تک خراب و خستہ پڑی رہی اور کہتے اس کا پیر گھسیٹ لے گئے تھے عبداللہ بن سواد کہ بزرگان مصر سے تھا کہتا تھا کہ ہم اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیں گے وہ مسلمان نہ تھا کیوں کہ تحقیق ہوا ہے کہ ایک روز اپنے مکان سے مسجد کو جا رہا تھا اور بنی امیہ اس کے گرد تھے کہ ابوسفیان نے کہا یا بنی امیہ تلعفوها تلعف الکرة فوالذی یحلف بہ ابوسفیان مامن عذاب ولا جنۃ ولا نار ولا قیامۃ اے بنی امیہ اس سلطنت و بادشاہی کو اپنے درمیان گیند کی طرح لڑکاؤ اور قسم کھا کر کہا کہ حسب کتاب بہشت و دوزخ حشر و نشر کوئی شے نہیں۔ پس عثمان نے بجائے اس کے کہ اس پر مرتد کی حد جاری کرتا اور اس کو قتل کراتا دو لاکھ دینار بیت المال مسلمانان سے اس کو بخشے روضۃ الصفا میں ہے کہ لاش عثمان تین روز تک پڑا رہا کوئی اس کے دفن پر متوجہ نہ ہوا حتیٰ کہ جبرین مطعم و حکیم بن خرام نے امیر المومنین علیؑ کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ عبدالرحمن بن عدیس سے التماس کریں کہ دفن کی اجازت دے بارے حضرت کے کہنے سے اجازت ہوئی تو ہر چند تابوت تلاش کیا کہیں دستیاب نہ ہوا تا چار مکان کا کواڑ اتار کر اس پر لاش کو رکھا اور بخوف شور و غوغا درمیان مغرب و عشاء بقیع کو لے گئے باوجود تاریکی شب لوگ تعاقب کرتے اور اینٹ پتھر پھینکتے تھے کہتے ہیں کہ وہ کواڑ بہ نسبت قامت اس جناب کے چھوٹا تھا اس لئے پاؤں باہر نکل رہے تھے اور سر ہلتا تھا اور تختہ پر لگ کر طق طق کرتا تھا جنتہ البقیع میں پہنچے تو انصار دفن سے مانع آئے لاچار گورستان یہودی میں کہ قریب بقیع واقع ہے لے گئے اور وہاں دفن کیا جب ملک حجاز معاویہ کے قبضہ میں آیا تو اس نے دیوار بقیع کو توڑ کر قبر کو اس میں شامل کیا۔ مجلسی علیہ الرحمہ حق الیقین میں کہتے ہیں کہ اعظم مطاعن عثمان سے ایک یہ ہے کہ صحابہ کبار مہاجر و انصار نے کہ باتفاق مخالفین عادل و ثقہ تھے، اور ان کے اقوال و افعال ان کے نزدیک حجت ہیں۔ عثمان کی تکفیر و تفسیق کی۔ اور اس کے ظلم و کفر پر گواہی دیتے تھے، مثل عمارؓ کے، کہ بطرق بسیار روایت ہے، کہ وہ کہتے تھے کہ آیہ شریفہ **وَمَنْ لَّمْ یَحْکَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِکَ هُمُ الْکَافِرُونَ** ترجمہ جو لوگ حکم نہیں کرتے بموجب اس کے خدا نے نازل کیا ہے، پس وہ کافر ہیں۔ عثمان کے کفر پر گواہ ہے اس لئے کہ وہ بلاشبہ خلاف **مَا أَنْزَلَ اللَّهُ** حکم کرتا تھا اور مثل ابوذرؓ و عبداللہ مسعودؓ کے، اور حدیفہ سے منقول ہے کہ اس نے کہا **أَلْحَمْدُ لِلَّهِ** امر عثمان میں مجھ کو شبہ نہیں بجز اس کے، کہ آیا کافر کو کافر نے قتل کیا یا مسلم نے اگر قاتل عثمان مسلمان تھا تو شک نہیں کہ اس کا ایمان سب سے بڑھ کر تھا، کہ بہ نیت خالص اس امر کا مرتکب ہوا اور نیز حدیفہ نے کہا جو کوئی کہے کہ عثمان بظلم مارا گیا اس کا گناہ بروز قیامت گوسالہ

سامری کے پوجنے والوں کے گناہ سے زیادہ ہوگا۔ زید بن ارقم سے پوچھا کہ تم کس لئے عثمان کو کافر جانتے ہو کہا تین سبب سے، مال خدا کو زینت دنیا قرار دیا۔ مہاجر رسول اللہ کو محارب ٹھہرایا۔ کتاب اللہ کے برخلاف عمل کیا۔ مجلسی بعد نقل ان روایات کے فرماتے ہیں کہ تمام مہاجر و انصار کہ مدینہ میں تھے اور باقی مسلمان کہ باہر سے آئے تھے بجز چند نفر بنی امیہ کے سب کے سب قتل عثمان پر متفق ہو گئے تھے اس لئے کہ جو اشخاص اس موقع پر حاضر تھے یا خود مرتکب و مباشر قتل تھے یا اعانت کرتے تھے، شرکاء قتل کی، یا ان کے اس فعل پر رضامند تھے کیوں کہ اس کی نصرت کے تارک تھے۔ پس اہل سنت کہ خلافت ابو بکر کو باجماع ثابت کرتے ہیں، لازم ہے کہ یہاں بھی وجوب قتل عثمان کے قائل ہوں کہ کاشف اس کے گھر یا فسق و ارتکاب گناہ کبیرہ سے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں امر منافی استحقاق خلافت ہوں یا اقرار کریں بطلان خلافت ابو بکر کا اس لئے اکثر شرکاء اس اجماع کے اس اجماع میں شریک تھے اور کتب اہل سنت میں منقول ہے کہ امیر المومنین سے سوال کیا گیا کہ عثمان کو کس نے قتل کیا فرمایا قَتَلَهُ اللّٰهُ وَ اَنَا مَعَهُ یعنی خدا نے اسے قتل کیا اور میں اس کے ساتھ تھا، اس سے اور مثل اس کے دیگر اقوال و افعال سے آنحضرت کا قتل عثمان پر راضی ہونا ظاہر ہے بلکہ اکثر علماء قائل ہوئے ہیں کہ امیر المومنین نے اس قتل پر فتویٰ دیا۔ نقل ہے کہ زمان سلطنت امیر تیمور گورگان میں علماء ماوراء النہر نے متفق ہو کر ایک محضر لکھا، کہ ہر شخص پر بغض و عداوت علی ابن ابی طالب واجب ہے، اگرچہ بہت ہی تھوڑی ہو۔ اس سبب سے کہ وہ قتل عثمان پر فتویٰ دیتے تھے۔ پس اس محضر کو امیر تیمور کی خدمت میں پیش کر کے بتائی ہوئے کہ امیر اس کو اپنی قلمرو میں رواج دے، تیمور نے محضر کو ملاحظہ کیا تو حکم دیا کہ اس کو شیخ زین الدین ابو بکر تائیہ بادی کے پاس لے جائیں اور اس کی رائے اس مقدمے میں دریافت کریں۔ وہ نوشتہ شیخ کی نظر سے گزرا، تو اس کی پشت پر لکھ دیا، کہ وائے اس عثمان پر کہ علی مرتضیٰ اس کے قتل پر فتویٰ دے، تیمور کو کلام شیخ زین الدین کا بہت پسند آیا اور حکم دیا کہ اس کا غذا کو پھاڑ ڈالیں۔ لطیفہ ابن جوزی نے کہ اکابر علمائے اہل سنت سے ہے ایک روز بتقلید امیر المومنین اثناء واعظ میں کہا سَلُّوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ یعنی جس طرح امیر المومنین منبر پر فرماتے تھے کہ سوال کرو مجھ سے جو چاہو قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ، ایسا ہی اس نے بہ غرور اپنے علم و فضل کے یہ دعویٰ کیا۔ ایک عورت اہل مجلس سے اٹھی اور کہا اِیْہَا الْعَالَمِ کہتے ہیں کہ سلمان فارسیؑ نے مدائن میں انتقال کیا اور علی مرتضیٰ مدینہ سے باوجود یکہ ایک ماہ کا راستہ تھا، ایک رات میں وہاں گئے اور سلمان کی تجہیز و تکفین فرمائی، پھر مدینہ واپس چلے آئے۔ آیا یہ صحیح ہے ابن جوزی نے کہا، ہاں ایسا روایت ہوا ہے، عورت نے کہا اور عثمان مدینہ میں قتل ہوئے ان کی لاش تین روز تک مذبہ پر پڑی رہی، باوجود یکہ علی مدینہ میں تھے تو اس پر نہ نماز پڑھی نہ دفن کرایا۔ ابن جوزی نے عاجز ہو کر کہا اے عورت تو جو اس وقت اپنے

گھر سے یہاں آئی ہے تو اپنے شوہر کی اجازت سے آئی ہے یا بلا اجازت آئی ہے۔ اگر تیرے شوہر نے تجھے اس مجمع میں آنے کی اجازت دی تو اس پر لعنت خدا ہے ورنہ تو قابل نفرت و لعنت ہے، عورت نے بے تامل کہا کہ ام المومنین عائشہ کہ جنگ جمل میں امیر المومنین علیؑ سے لڑنے گئی تھیں با اجازت رسول اللہؐ گئی تھیں یا بلا اجازت، ابن جوزی یہ سن کر مبہوت و حیران ہو گیا اور کچھ جواب اس کو بن نہ آیا۔ لطیفہ دیکر ملا احمد بن نصر اللہ سند ہی بموجب حکم جلال الدین اکبر بادشاہ تاریخ الفی یعنی حالات ہزار سالہ لکھتے تھے اور جس قدر ہر روز لکھتے اسی قدر بادشاہ کو سنا دیتے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ قتل عثمان پر پہنچے تو تفصیل اسباب قتل اور اجماع صحابہ میں کلام کو طول ہو گیا۔ بادشاہ خلیفہ ثالث کی رسوائی سرعام سن کر ذرا مجبور ہوئے کہنے لگے۔ ”ملا احمد قصہ قتل عثمان راجحہ اور دراز بردی“ ملانے فی البدیہہ عرض کیا ”جہاں پناہ قصہ کشتہ شدن عثمان روضۃ الشہداء اہل سنت است یہ کمتر از س اکتفا نمی توان کرد“ بادشاہ یہ سن کر متبسم ہوئے اور ملا کو تحسین و آفرین کیا۔ ہر چند یہ امر کہ حضرت امیر خلافت خلفاء ثلاثہ پر رضامند نہ تھے اور ہمیشہ ان کی، اور ان کے مددگاروں کے ظلم و زیادتی کی شکایت فرماتے رہتے تھے ناظرین پر پہلے سے مخفی نہیں، الا اس مقام پر مزید توضیح کے لئے بعض خطبات و عبارات آنحضرتؐ کی نقل ہوتی ہیں جن سے یہ معلوم ہوگا کہ اہل سنت کا دعویٰ کہ یہ حضرات باہم شیر و شکر تھے کہاں تک خلاف واقعہ ہے۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ جب سے حق تعالیٰ نے محمدؐ مصطفیٰ کو مبعوث برسات فرمایا مجھ کو آرام نہیں ملا، بچپن میں قریش مجھ کو ڈراتے اور دھمکاتے تھے جو ان ہوا تو میرے دشمن جان بن گئے تا انیکہ آنحضرتؐ نے رحمت خداے متعال کی طرف انتقال فرمایا فکانت الطامة الکبریٰ واللہ المستعان علی ما تصفون پس اس وقت مصیبت عظیم کا سامنا تھا، اور اللہ ہے نصرت طلب کردہ شدہ اس پر جو کہ تم اس کو کہتے ہو۔ اور نوح البلاغہ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا پروردگار! میں تجھ سے طلب اعانت کرتا ہوں اوپر قریش کے جنہوں نے مجھ سے قطع رحم کیا اور میرے ظرف کو آوندھایا۔ اور میرے اس حق میں میرے ساتھ نزاع کی جس میں ان تمام کی نسبت اولیٰ وایق تھا اور وہ مجھ سے چھین لیا اور اس پر بھی بس نہ کر کے، اس ظلم میں بھی اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوئے کہا لا ان فی الحق ان ناخذہ فی الحق ان نمنے فاصبر معمولاً اومت متاسفاً کہ آگاہ رہ کہ یہ حق ہمارا ہے خواہ ہم اس کو لیں خواہ ترک کریں تو اس غم و یاس پر صبر کیا حسرت و افسوس سے مرجا۔ پس میں نے دیکھا تو بجز اپنے اہل بیت کے کسی کو اپنا معین و مددگار نہ پایا لہذا ان کو ہلاکت سے بچایا اور صبر کیا اور اپنے غصے کو ضبط کیا کہ تلخ و تند تھا اور دل کے لئے اس کا ضبط کرنا چھریوں سے ریزہ ریزہ ہونے سے زیادہ ناگوار تھا۔ اور مجالس شیخ مفیدؒ سے نقل ہوا ہے کہ حضرت امیرؑ نے خطبہ کہا اور اس میں ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے ابو بکر سے بیعت کی

حالاں کہ میں اس منصب و مقام کے لئے تمام سے زیادہ اولیٰ اور حق دار تھا پس میں اپنے غصے کو پی گیا اور منظر حکم اپنے پروردگار کا رہا اور اپنے سینے کو زمین سے لگایا۔ پھر ابابکر نے مرتے وقت عمر کو اپنا قائم مقام کیا قسم بخدا کہ وہ خوب جانتا تھا کہ میں اس کام کے لئے زیادہ حق دار تھا پس میں نے اپنے غیظ کو ضبط کیا اور اپنے پروردگار کے حکم کا انتظار کیا عمر ہلاک ہوا تو اس نے چھ اشخاص کا شورعی مقرر کیا جس میں مجھے چھٹا چھ کا بقدر حصہ جدہ (دادی) کے ٹھہرایا اور کہا فریق کمتر کو قتل کرو اس سے اس نے صرف میرا قتل کرانا چاہا تھا۔ پس میں نے بدستور اپنے غیظ کو روکا اور انتظار حکم ایزدی میں رہا اور اپنے سینے کو زمین سے لگایا۔ بعد ازاں ان لوگوں نے میرے ساتھ بیعت کر کے جو سلوک کیا سو ظاہر ہے۔ قسم بخدا کہ اب مجھے چارہ نہیں بجز اس کے کہ یا ان کے ساتھ جنگ و قتال کروں یا حق تعالیٰ سے کافر ہو جاؤں۔ نیز نبی البلاغہ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا واعجباه انکون بالخلافة بالصحابہ ولا تکون بالصحابہ والقراۃ یعنی بڑے تعجب کی بات ہے کہ خلافت صحبت پیغمبرؐ پر ملے، اور صحبت اور قرابت دونوں پر نہ ملے۔ سید رضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ مضمون آنحضرتؐ سے نظم میں بھی نقل ہوا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

فان كنت بالشورى ملكت امورهم

فكيف بهذا والمشیرون غیب

وان كنت بالقربی حجبت خصیمهم

فغیرك اولیٰ بالنبی اوقرب

یعنی اگر تو مشورے سے ان کے کاروبار کا مالک ہوا ہے تو یہ درست نہیں، کیوں کہ مشورہ دینے والے اس وقت وہاں موجود نہ تھے اور بوجہ قرابت رسول اللہؐ اس کے مدعیوں پر غلبہ حاصل کیا ہے۔ تو یہ بھی ٹھیک نہیں کیوں کہ اور لوگ آنحضرتؐ سے تیری نسبت اولیٰ اور زیادہ قریب ہیں۔ ابن ابی الحدید معتزلی اس کی شرح میں لکھتا ہے کہ کلام نثر آنحضرتؐ کا عمر کی طرف متوجہ ہے کہ انہوں نے بروز سقیفہ ابوبکر سے کہا تھا امدیدک انت صاحب رسول اللہ فی المواطن کلها شدتها ورخائها یعنی ہاتھ بڑھا کہ تیرے ساتھ بیعت کروں کیوں کہ تو صاحب رسول اللہؐ ہے اور ہر موقع پر سختی و آسانی میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہا ہے پس حضرت امیر علیہ السلام نے ان کے جواب میں فرمایا کہ اگر صحابت اور ساتھ رہنے سے استحقاق خلافت حاصل ہو سکتا ہے تو وہ شخص کیوں کر مستحق نہ ہوگا جس کو صحابت بھی ہے اور قرابت اس پر مزید ہے، لیکن نظم۔ پس وہ ابوبکر کے خطاب میں ہے، کیوں کہ انہوں نے بروز سقیفہ انصار کو کہا تھا ہم رسول اللہؐ کے عزیز و یگانے ہیں اور اس حجت سے ان کو مغلوب فرمایا تھا اور اس کے بعد کہتے

تھے کہ میری بیعت اہل حل و عقد کے اختیار و مشورے سے ہوئی ہے تو حضرت نے ان دونوں باتوں کا جواب دیا کہ اگر قرابت باعث استحقاق خلافت ہے تو میں تجھ سے زیادہ آنحضرتؐ سے قرابت رکھتا ہوں اور جو اختیار صحابہ و اجماع اہل حل و عقد پر دار و مدار ہے تو بزرگان صحابہ اس وقت حاضر نہ تھے پس یہ بیعت کیوں کر صحیح ہوئی۔ نیز ابن ابی الحدید نے اقرار کیا ہے کہ کلماتِ تعظم و شکایتِ غاصبین خلافت بکثرت و تواتر آنحضرتؐ سے ثابت ہوئے ہیں چنانچہ لکھتا ہے کہ وہ جناب مکر فرماتے تھے مَا زِلْتَ مَظْلُومًا مِّنْذُ قَبْضِ اللَّهِ نَبِيَهُ الْيَوْمَ هَذَا یعنی میں ہمیشہ ستم رسیدہ و مظلوم رہا ہوں جب سے کہ پیغمبر ﷺ نے وفات پائی ہے آج تک، اور اسی قبیل سے کلامِ بلاغت نظام آنحضرتؐ کا اللھم احسن قریشاً فانھا منعتنی حقاً و غصبتی امری یعنی بار خدا یا ختم کر تو پشت کو قریش کی۔ بہ تحقیق کہ انہوں نے میرا حق غصب کیا اور نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جزائے بد دیئے جائیں قریش بہ تحقیق کہ انہوں نے مجھ پر ظلم کیا اور میرے ابن عم کی بادشاہت کو مجھ سے چھین لیا۔ پھر ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ آنحضرتؐ کے مع شریف میں آواز نہ دہا کہ کسی کی بچنی کہ وہ اس طرح پکارتا تھا أَنَا مَظْلُومٌ فَرْدٌ یعنی میں ستم رسیدہ ہوں اور اکیلا ہوں تو اس وقت آپؐ نے فرمایا اے شخص یہاں آتا کہ میں اور تو دونوں ہمدرد ہیں باہم مل کر آہ و فریاد کریں کہ ہم پر ظلم و ستم واقع ہوا ہے۔ اور نیز فاضل معزلی لکھتا ہے کہ آپؐ شیخین کے حق میں فرماتے تھے۔ هُمَا اصْغِيَا بَانَا ثَنَا وَحَمَلَا النَّاسَ عَلَي رِقَابِنَا کہ ان دونوں نے کج کیا ہمارے برتن کو اور لوگوں کو ہماری گردنوں پر سوار کیا۔ اور نیز ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر ایک بار خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور آواز نہ دہا فریاد اس نے بلند کی، آپؐ نے اسے قریب بلایا جب پاس آیا تو کہا لَقَدْ ظَلِمْتُ عَدَدَ الْحَجَرِ وَالْمَدَرِ یعنی اے اعرابی مضطرب نہ ہو اور گھبرا نہیں کیوں کہ میں بھی مظلوم ہوں اور بقدر سنگریزوں اور ڈھیلوں کے مجھ پر ظلم ہوئے ہیں۔ اور معاویہ کہ بتفریح علماء اہل سنت امام برحق و خال المومنین و باقرار صاحب ازالۃ الخفا صاحب فضیلت، جلیل القدر ہے اور زدا بن حجر کی بغایت مدوح و مومن ہے عدم رضائے جناب امیر کا خلافتِ خلفاء ثلاثہ پر بلکہ مسرور ہونے آنحضرتؐ کا قتل عمر پر مقرر ہے اور آنحضرتؐ کو اعانتِ قتل عثمان میں شریک جانتا ہے اور آنحضرتؐ کے ساتھ بیعت کرنے میں آپؐ کو شتر نر سے جو مہار سے کھینچا جائے تشبیہ دیتا ہے چنانچہ اسی خط میں جو اس نے بنام مولائے مومنین لکھا ہے اور مورخین معتبرین اہل سنت نے مثل طبری وغیرہ کے نقل کیا ہے بتفریح ان امور کے موجود ہے چوں کہ وہ خط طولانی ہے اس لئے بقدر ضرورت اس سے یہاں لیا جاتا ہے۔ لکھتا ہے لَقَدْ حَسَدْتُ اَبَا بَكْرٍ وَالتَّوَيْتُ عَلَيْهِ وَرَمْتُ اَفْسَادَ امْرِهِ وَقَعَدْتُ فِي بَيْتِكَ عَنْهُ وَاسْتَغْرَيْتُ عَصَابَهُ مِنْ

الناس حتی تاخروا عن بیعتہ ثم کرہت خلافة عمرو حسدہ واستطلت مدتہ
وسررت بقتلہ واطہرت الشماتۃ بمصابہ حتی انک حاولت قتل ولدہ لانہ قتل
قاتل ابیہ ثم لم یکن اشد حسداً منک لا بن عمک عثمان نشرت مقابحہ و
طویت محاسنہ وطعت فی فقہ و دینہ ثم فی سیرتہ ثم فی عقلہ واغریت بہ
السفہاء من اصحابک وشیععتک حتی قتلوہ بمحضر منک لا تدفع عنہم بلسان
ولا ید وما من ہوء لاء الا بغیت علیہ وتلکات فی بیعتہ حتی حملت الیہ قہر
اتساق بحرائم الاقتار کما تساق الفحل المخشوش ترجمہ البتہ حد کیا تم نے ابو بکر پر اور
تاخیر کی اس کی بیعت میں اور چاہا کہ اس کا کام خراب کر دو اور اس سے جدا ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور ایک گروہ کو
بہکایا کہ انہوں نے اس کی بیعت میں توقف کیا بعد اس کے تم نے عمر کی خلافت سے کراہت کی اور اس پر حسد لے گئے
اور اس کا طول مدت تم کو ناگوار ہوا اور اس کے مارے جانے پر مسرور ہوئے اور اس کی مصیبت پر شامت کی حتی کہ اس
کے بیٹے کو قتل کرنا چاہا جس نے کہ اپنے باپ کے قاتل کو قتل کیا تھا بعد ازاں کسی نے عثمان پر اس قدر حسد نہیں کیا جس قدر
کہ تم نے کیا حالاں کہ وہ تمہارا چچا زاد بھائی تھا۔ تم نے اس کے عیبوں کو آشکار کیا اور اس کے محاسن اور خوبیوں کا اخفا کیا
اور طعن کیا اس کے دین اور دانائی پر اور اس کی سیرت و عقل پر اور ورغلا یا چند نادانوں کو اپنے اصحاب اور اپنے شیعوں
میں سے تائیکہ انہوں نے تمہارے سامنے اس کو قتل کر ڈالا اور تم نے ہاتھ اور زبان سے ذرا اس سے ممانعت نہ کی اور
تینوں خلیفوں سے ایسا کوئی نہیں کہ تم نے اس سے مخالفت نہ کی ہو اور اس کے ساتھ بیعت کرنے میں مسابہ اور سستی تم
سے واقع نہ ہوئی ہوتا تائیکہ اس کے لئے بحیر اس طرح کھینچے جاتے تھے جس طرح کہ شتر زکی ناک میں ٹکیل ڈال کر اسے
کھینچتے ہیں۔ پس یہاں سے بشہادتِ خال المومنین اہل سنت مثل آفتاب نیمروز ظاہر و آشکار ہے کہ حضرت امیرؓ نے
خلفاء سے جو بیعت کی بحیر و اکراہ کی ورنہ بد دل وہ ہرگز اس پر راضی نہ تھے بلکہ ہمیشہ درپے فساد ان کی خلافت کے رہتے
تھے اور اپنے شیعوں کو اس پر ایجنڈہ کرتے اور خلیفہ ثانی کے قتل ہونے پر وہ مسرور ہوئے اور شامت کی۔ اور عثمان کو انہوں
نے اپنے دوستوں اور شیعوں کو سکھلا کر قتل کر لیا اور وہ آپ کے سامنے قتل ہوئے، نہ ہاتھ سے ان کی مدد کی نہ زبان سے
پس دعوے موافقت و مخالطت جناب امیر علیہ السلام باخلفاء ثلاثہ کہ اہل سنت رجماً بالغیب اپنی طرف سے کرتے ہیں
بالکل صحیح نہیں اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اکثر مومنین و محدثین سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے بروز
سقیفہ اپنی مظلومیت کا اظہار کیا اور روضۂ رسولؐ خدا کی طرف خطاب کر کے فرمایا یا ابن ام القوم

استضعفونی و کادو یقتلو فنی یعنی اے پرماں دار تحقیق کہ اس قوم نے مجھ کو ضعیف و ناتوان کیا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں اور نیزہ حضرت کہتے تھے واجعفر اہ لا جعفر لی الیوم واحمرناہ لاحمزة لی الیوم یعنی افسوس تم پر اے جعفر آج میرے لئے کوئی جعفر نہیں اور افسوس تم پر اے حمزہ آج کوئی حمزہ میرے لئے نہیں کہ مجھ کو قیدِ غم سے چھڑا دے اس کے بعد شارح مذکور کہتا ہے کہ میں نے نقیب ابو جعفر تکی بن محمد ابی زید سے پوچھا کہ اگر جعفر و حمزہ زندہ ہوتے تو کیا حضرت امیرؑ سے بیعت کرتے اور ان کی خلافت پر راضی ہوتے کلام نقیب ابو جعفر: اس نے کہا البتہ جس طرح کہ آتش چوب خشک عرغ میں در آتی ہے اسی طرح وہ آنحضرتؐ کی بیعت میں داخل ہوتے۔ میں نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ جعفر تو ان سے بیعت کر لیتے لیکن حمزہ چوں کہ مردِ جبار، قوی النفس، درشت خو، شجاع و مفتخر تھے اور علی علیہ السلام سے سن میں بڑے اور رشتہ میں ان کے چچا ہوتے تھے اور نیز ان کے اخبار و آثار جہاد میں مشہور اور ان کی ولاوری و مردانگی غیر مستور ہے ان سے البتہ مشکل تھا کہ یہ امر واقع ہو۔ نقیب نے کہا اخلاق و عادات حمزہ البتہ ایسے ہی تھے جیسے کہ تو نے بیان کئے لیکن وہ صاحب دین قوی تھے اور بے شک و ریب تصدیق بنی انہوں نے کی تھی اگر اس وقت زندہ ہوتے۔ اور حالات امیر المومنینؑ پر اطلاع پاتے اور جو قرب و منزلت ان کو حضرت رسالت پناہ سے حاصل تھا اس کو ملاحظہ کرتے تو البتہ اپنی نخوت سے تنزل فرماتے اور ان کو واسطے رضاء خدا و رسولؐ خدا اپنے اوپر اختیار کرتے اور خلافت ان کی تسلیم کرتے اور اخلاق حمزہ کو اخلاق امیر المومنینؑ سے کوئی نسبت نہیں اس لئے کہ آنحضرتؐ کے اخلاق روحانی اور اصلی تھے کہ باعث صفائی فطرت بلا احتیاج ریاضت تعلیم آپؐ کو حاصل تھے۔ معانی باریک و دقیق کو وہ اپنی قوت رائے سے اس طرح استخراج کرتے تھے کہ حکمائے مدق ان کے فہم و ادراک سے عاجز آتے اور باوجود اس کے قوت و شجاعت حمزہ بھی ان میں موجود تھی اگر حمزہ اس وقت زندہ ہوتے اور محاسن عادات و مکارم اوصاف امیر المومنینؑ کو ملاحظہ کرتے تو ابوذرؓ و مقدادؓ سے زیادہ مطیع ہوتے اور یہ جو تو نے کہا کہ حمزہ حضرت کے چچا اور سن میں ان سے بڑے تھے تو عباسؓ بھی آپ کے چچا اور سن میں زیادہ تھے باوجود اس کے جس قدر سعی آنحضرتؐ کی خلافت میں ان کو تھی کسی کو نہ تھی۔ اور چچا ہمیشہ اپنے بھتیجیوں کی متابعت اور خدمت کرتے رہے ہیں۔ حمزہ و عباسؓ دونوں پیغمبر خدا کے چچا تھے اور پھر ان کی اطاعت کرتے تھے اور ان کے ثبوت کی تصدیق کرتے تھے اور ابوطالبؓ کہ شیخ و رئیس بنی ہاشم تھے اور تمام قریش ان کے تابع تھے کس طرح شرائط اطاعت و انقیاد حضرت رسالت پناہ بجالاتے باوجودیکہ پیغمبر خدا ان کے عیال اور ان کے پرورش کردہ اور بمنزلہ ان کی اولاد کے تھے نیز خطب و عبارات حضرت امیر المومنینؑ مندرجہ کتاب مستطاب نہج البلاغہ کہ بالیقین آنحضرتؐ کا کلام ہے شکایت قوم سے صراحتہ

وکنایۃ لبریز ہیں کسی قدر ان سے یہاں نقل ہوتے ہیں ایک مقام پر فرماتے ہیں فلما مضی تنازع المسلمون الامر من بعده یعنی جب رسول خدا نے وفات پائی تو مسلمانوں نے ان کے بعد آنحضرت کی خلافت کے بارے میں نزاع کی فواللہ ماکان یلقى فی روعی ولا یخطر علی بالی ان العرب یزعج هذا الامر من بعده عن اہلبیتہ ولا انہم منعوه عنی یعنی تم بہ خدا کہ میرے دل میں نہیں ڈالاجاتا تھا اور میری خاطر میں خطور نہ کرتا تھا کہ اہل عرب خلافت رسول خدا کو ان کے اہل بیت سے نکال لیں گے اور میں نہ جانتا تھا کہ مجھ سے اس کو مانع آئیں گے فمارا عنی الا انشیال الناس علی فلان بیا بعونہ پس باز رکھا مجھ کو اپنے حق کی طلب سے، مگر لوگوں کی بیعت ابو بکر پر ہجوم لانے نے فامسکت بیدی حتی رایت راجعۃ الناس قدر جعت عن الاسلام یدعون الی محودین محمد پس میں نے اپنے ہاتھوں کو روکا تا انیکہ دیکھا میں نے کہ لوگ دین اسلام سے پھر کر مرتد ہو گئے اور ان امور کی طرف دعوت کرتے ہیں جن سے دین محمد محو ہو جائے۔ فخشیت ان لم انصر الاسلام واهله ان اری فیہ ثلما او هدماً یکون المصیبة علی اعظم من فوت ولا یتکم پس مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اگر اسلام کی مدد نہ کروں تو اس میں کوئی رخنہ یا دیرانی پاؤں گا، کہ اس کا صدمہ مجھ پر عظیم تر ہوگا۔ تمہاری حکومت کے فوت ہونے سے۔ یعنی غصب خلافت کے بعد جو میں ان لوگوں کو راہ راست دکھاتا اور ہدایت کرتا رہا تو اس کا سبب یہ تھا کہ اگر ایسا نہ کرتا تو مسلمان گمراہ ہو جاتے اور دین محمد مٹ جاتا۔ ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں حتی اذا قبض اللہ رسولہ رجع قوم علی الا عقاب یعنی تا انیکہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کی روح کو قبض کیا پس ایک جماعت پچھلی یا تو پھر گئی یعنی اپنے پہلے کفر پر چلی گئی۔ اور ہلاک کیا۔ ان کے تئیں راہ ہائے باطل نے واتکلو اعلی الولا ئج ووصلوا غیر الرحم اعتماد کیا انہوں نے ہر امر نادرست پر اور وصل کیا اور مل گئے غیر اقرباء پیغمبر سے وھجر والسبب الذی امر وابمودقہ چھوڑ دیا اور ترک کیا ذریعہ نجات اپنے کو، جس کے ساتھ محبت رکھنے پر حکم دیئے گئے تھے یعنی اہل بیت رسول خدا کو کہ ان کی محبت اجر رسالت اور مسئول بہ امت تھی چھوڑ بیٹھے وانقلوا البناء عن رص اساسہ فبنوہ بغیر موضحہ اور عمارت کو اصل و مضبوط بنیاد سے ہٹایا اور دوسرے مقام میں، کہ اس کے مناسب نہ تھا قائم کیا مراد یہ کہ خلافت کو اہل بیت عصمت سے لے کر جائز الخطا لوگوں کے حوالے کیا معادن کل خطیئة وابواب کل اضارب فی غمرة وہ لوگ معدن ہیں ہر خطا و گناہ کے اور دروازہ ہائے آمد شد ہر گمراہ کے ہیں قد بادوا فی الحرة وذهلوا

فی السکرۃ علی سنۃ من ال فرعون بہ تحقیق کہ چلے گئے وہ وادی حیرانی و سرگردانی میں اور غافل و مست ہو گئے بے ہوشی و گمراہی میں مثل آل فرعون کے ظلم و کفر میں بسر کرتے تھے۔ اور ذرا اندیشہ روز جزا دل میں نہ لاتے تھے۔ خطبہ ششقیہ یہ خطبہ جیسا کہ حضرت امیر المومنینؑ کے غایت درجہ مظلوم و متالم ہونے پر دلالت رکھتا ہے ویسا ہی آنحضرت سے اس کا صدور بھی قطعی و یقینی ہے ہمیشہ سے علما فریقین کے درمیان مشہور و متواتر چلا آیا ہے مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں کہتے ہیں کہ خطبہ ششقیہ کو شیعہ و سنی دونوں نے روایت کیا ہے اور شرح کی ہے اس کی اور اس کے الفاظ کو ضبط فرمایا ہے شیعہ سے شیخ مفید و شیخ الطائفہ و شیخ ابو جعفر طوسی و شیخ صادقؑ نے اسے نقل کیا ہے اور سید رضی رضی اللہ عنہ نے نہج البلاغہ میں اور علامہ طبری نے احتجاج میں اور قطب راوندی نے شرح نہج البلاغہ میں بسند خود روایت کیا ہے اور اہل سنت سے ابن جوزی نے مناقب میں اور ابن عبد ربہ نے جز و چہارم عقد میں اور ابوعلی جبائی نے اپنی کتاب میں اور ابن الخشاب نے اپنی درس میں اور حسن بن عبد اللہ بن سعید العسکری نے کتاب المواعظ والزواجر میں اس کے تیس نقل کیا ہے اور ابن اثیر جزری نے نہایت میں اور فیروز آبادی نے قاموس میں اس کے بہت سے الفاظ کی توضیح و تفسیر فرمائی ہے۔ اور عبد الحمید بن ابی الحدید معتزلی نے اس کی شرح میں ان لوگوں پر رد تبلیغ فرمائی ہے جو اسے سید رضی کے کلام سے بتاتے ہیں اور کہا ہے کہ میں نے بہت سا حصہ اس خطبہ کا اپنے شیخ ابوالقاسم بلخی کی تصانیف میں دیکھا ہے جو زمانہ سلطنت مقتدر عباسی میں شیخ معتزلہ بغداد اور سید رضی کی پیدائش سے مدت دراز پہلے تھا اور نیز بہت سا اس خطبہ سے کتاب ابو جعفر بن قتبہ متکلم امامیہ میں پایا ہے کہ شیخ ابوالقاسم مذکور کے تلامذہ سے تھا اور رضی کے پیدا ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تھا۔ پھر اپنے شیخ و استاد ابوالخیر مصدق واسطی سے حکایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میں اس خطبہ کو اپنے شیخ ابو محمد عبد اللہ بن احمد معروف بہ ابن الخشاب کے پاس قرأت کرتا تھا اثنائ قرأت میں اس سے حکایت کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ کیا یہ کلام حضرت امیر پر باندھا گیا ہے تو اس نے کہا کہ قسم بخدا کہ میں اس کو اس طرح پر آنحضرتؐ کا کلام جانتا ہوں جیسا کہ تجھ کو پہچانتا ہوں کہ تو مصدق ہے میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ یہ سید رضی کا کلام ہے ابن الخشاب نے کہا رضی اور غیر رضی کو کہاں یہ طاقت تھی کہ ایسا کلام کر سکے بہ تحقیق کہ ہم رسائل رضی پر واقف ہوئے اور نثر میں اس کی طرز و اسلوب کو دیکھا اس کا کلام اس کلام سے کوئی نسبت نہیں رکھتا پھر اس نے کہا قسم بخدا کہ میں نے اس خطبہ کو ان کتابوں میں دیکھا ہے جو رضی کی پیدائش سے دو سو برس پہلے کی تصنیف کی ہوئی ہیں اور ان علماء ادب کے ہاتھ سے اس کو لکھا ہوا پایا ہے جن کی نسبت مجھ کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ یہ انہی کا خط ہے قبل اس کے کہ نقیب ابو احمد پدر رضی پیدا ہوں اور ابن مثنیٰ بحرانی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کا ایک نسخہ دیکھا جس پر ابوالحسن علی بن محمد بن الفرات مقتدر

باللہ کے وزیر کے ہاتھ کی تحریر ثبت تھی اور یہ ولادت رضی سے کچھ اوپر ساٹھ سال کا واقعہ ہے پھر کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ وہ نسخہ ابن الفرات کی پیدائش سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ روایات و حکایات کے بعد کہتے ہیں کہ یہ ایک اور دلیل، اس دعوہ و اہیہ قاسدہ کے بطلان کی، کہ یہ خطبہ سید رضی کی تصنیف سے ہے، یہ ہے، کہ قاضی عبدالجبار معتزلی کہ معصیین معتزلہ سے ہے کتاب مغنی میں اس کے بعض کلمات کی تاویل کرتا ہے کہ مطاعن خلفاء سابقین پر دلالت نہیں کرتے اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ برادر بزرگ سید رضی نے کتاب شانی میں اس کے اقوال کی تردید و تریف کی ہے اور زمانہ اس قاضی مذکور کا ان دونوں بھائیوں کے زمانوں سے مقدم تھا پس اگر اس کو اس خطبہ کے حضرت امیر کی طرف منسوب ہونے میں گنجائش کلام ہوتی تو وہ ہرگز ان رکیک تاویلات کی طرف متوجہ نہ ہوتا اور بے تکلف کہہ دیتا کہ یہ آنحضرت کا کلام نہیں ان پر لگایا گیا ہے جیسا کہ اور بہت سی روایات میں اس نے قدح کی ہے۔ پھر مجلسی کہتے ہیں کہ کافی ہے منصف کے لئے پایا جانا اس خطبہ کا تصانیف شیخ صدوق میں حالاں کہ وفات ان کی ۳۲۹ ہجری میں ہوئی اور سید رضی ۳۹۹ ھ میں پیدا ہوئے اور ملا حسین علی رضا کی اردکانی سفیۃ النجاة میں کہتے ہیں کہ قطع نظر ان سب باتوں کے جو شخص سید رضی علیہ الرحمہ کے مخصوص حالات ان کی جودت طبع و کمال فضیلت و تبحر علوم و علو ہمت و شرافت و نسب و غایت اطلاع برفنون بلغا و احاطہ اطراف کلام فصحا اور انتہائی ورع و تقویٰ سے ذرا بھی واقف ہوگا اور جو فضائل و کمالات اس جناب کے سنی علما نے مثل ابن ابی الحدید کے شرح نہج البلاغہ میں اور قاضی (۱) ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں نقل کئے

(۱) شریف رضی ابو الحسن محمد بن ابی احمد الحسین الطاہر ذی المناقب معروف موسوی صاحب دیوان اشعار میں ثعالبی کتاب تمیمہ میں ان کے حال میں لکھتا ہے کہ انہوں نے دس سال کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا اور آج وہ عجوبہ زمان و عجیب ترین سادات عراق ہیں باوجود اپنے نسب شریف و فخر منیف کے ادب ظاہر و فضیلت باہر سے آراستہ و جملہ محاسن و مکارم سے پیراستہ ہیں تمام طالبین گذشتہ موجودین سے باوجود یکہ ان میں کملا و شعر اپن وہ فن شعر میں گئے سبقت لے گئے بلکہ اگر کہا جائے کہ تمام قریش سے اس فن میں بڑھے ہوئے ہیں تو بالکل درست ہے چنانچہ ان کے اشعار عالی اس دعوے کے شاہد عادل ہیں ان کے باپ ابو احمد ذی المناقب طالبیوں کے نقیب القہواء ان کے درمیان حکم کرنا اور ان کے مظالم میں نظر کرنا اور خلقت کے ساتھ ج کرنا ان کے مناسب جلیلہ سے تھے اور ۲۸۸ ہجری میں کہ ہنوز ابو احمد زندہ تھے یہ جملہ امور سید رضی کی طرف رجوع ہوئے ابو الفتح ابن جنی نے اپنے ایک مجموعہ میں لکھا ہے کہ سید رضی موصوف لڑکپن میں ابن سیرامی نحوی سے علم کو پڑھتے تھے ایک روز حلقہ درس میں بیٹھے اعراب میں مذاکرہ کر رہے تھے کہ ابن سیرانی نے ان سے پوچھا کہ جس وقت ہم کہیں رایت عمو تو عمر میں علامت نصب کیا ہوگی سید نے بے توقف کہا کہ بغض علی ابن ابی طالب سیرانی یہ جدت ذہن اور تیزی طبع دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ ان کا دیوان چار جلدوں میں مشہور و معروف ہے چھوٹے سے سن میں قرآن پڑھا

(باقی اگلے صفحے پر)

ہیں جانتا ہوگا وہ جانے گا کہ ایسے امرنا صواب کو اس سید جلیل القدر سے نسبت دینا نہایت خطا ہے، کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ایسا بزرگوار پر ہیروز گار اپنے کلام کو آنحضرتؐ سے منسوب کرے یا اتنی تمیز اسلوب کلام کے جاننے اور اس قدر ذوق سلیم اس کے پہچاننے میں نہ رکھتا ہو کہ اوروں کے کلام کو آنحضرتؐ کے کلام سے جدا نہ کر سکے یا اوروں کے کلام کو ان کے کلام کے ساتھ مخلوط روایت کرے اب ہم اصل خطبہ کو کتاب مستطاب نہج البلاغہ سے نقل کرتے ہیں، اور ساتھ ساتھ اس کا حاصل ترجمہ لکھتے ہیں۔ اما واللہ لقد نَصَّصَهَا فُلَانٌ (۲) وانه لیعلم ان محلی منها محل القطب من الریح یَنحدر عنی السَّیْل ولا یرقی الی الطیر فسدلت دونها ثوبا وطویت عنها کشحاً وطفقت ارتای بین ان اصول بیدِ جذاء و اصبر علی ظخية عمیاء یهرم فیها السکیر ویشیب فیها الصغیر ویکدح فیها مومن حتی یلقى ربہ فرایت ان الصبر علی هاتا احجی فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجی اری ترائی نہباً۔ حتی مضی الاول لسیلہ وادلّی بها الی فلان بعده۔ ثم تمثل بقول الا عشی۔

اور یاد کر لیا تھا۔ پھر ایک کتاب معانی قرآن میں لکھی کہ اس کا شل نہیں ہو سکتا اور وہ ان کی وسیع لغت دانی اور کمال نحویت پر دلیل کافی ہے اور ایک کتاب مجازات قرآن میں لکھی جو اپنے فن میں بے نظیر ہے ابو الحسن بن مخلوط کے سامنے کہ سرآمد رساء تھا کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رضی اشعر قریش تھے کہا یہ درست ہے کیوں کہ ہر چند قریش میں اور بھی عمدہ عمدہ شعر گو ہوئے ہیں الا ان کا کلام کم ہے، زیادہ اور عمدہ کلام کرنے والا رضی کے برابر کوئی نہیں ہوا سید رضی ۳۵۹ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے اور صباح شنبہ ۶ محرم یا صفر ۴۰۶ ہجری کو انہوں نے وفات پائی اور بغداد میں اپنے گھر کے اندر دفن ہوئے۔ ان کے بھائی سید مرتضیٰ ابو القاسم علی کو ان کے مرنے سے اس قدر قلق ہوا تھا کہ ان کے دفن میں شریک نہیں ہوئے اور جنازہ نہیں دیکھ سکے مشہد موسیٰ بن جعفر (کاظمین) کو چلے گئے تھے لہذا نماز جنازہ رضی وزیر فرما ملک نے بہت سے آدمیوں کے ساتھ پڑھی۔ ۱۲۔ ابن خلکان ملخصاً۔

(۲) فلاں سے مراد ابو بکر ہے۔ لہذا جیسا کہ آئندہ فلاں سے کہ ادلی بہا الی فلاں میں ہے مراد عمر خطاب ہے چنانچہ بعض نسخ نہج البلاغہ میں بجائے فلاں اول ابن ابی قحافہ اور بجائے فلاں دوم ابن الخطاب موجود ہے حتی کہ نسخ ابن ابی الحدید میں اور نسخ قاضی عبدالجبار معتزلی میں جس پر معنی میں اپنی تاویلات رکب کی بنیاد رکھی ہے دونوں جگہ تصریح اسم موجود ہے اور عدول کرنا صریح اسم سے طرف کنایہ کے بعض نسخ میں ممکن ہے کہ بسبب خوف و تقیہ کے بعض اوقات میں یا بعض کاتبین کی طرف سے ہو۔ ۱۲۔ بحار۔

شَتان مایومی علی کورھا

ویوم الحیان (۱) اخی جابر

فیا عجیا یینا هو یستقیلھا فی حیوۃ اذ عقدھا الآخر بعد وفاته۔ لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَ
اضرعیھا۔ فصیرھا فی جوزة خشنا (۲) ۛ یَغْلُظ کلمھا ویخشن مسنھا۔ ویکثر العثار فیھا
والاعتذار منھا فصاحبھا کراکب الصعبة ان اشق لها خرم وان اسلس لها تقحم
فمنی الناس لعمر اللہ بخبط وشماسی و تلون و اعتراض۔ فصبرت علی طول
المدة وشدة المحنة حتی اذا مضی لسیلہ جعلھا فی جماعۃ زَعَمَ انی احد هم
فباللہ وللشوری۔ متی اعترض الریب فی مع الاول منهم حتی صرت اقرن الی
هذه النظائر لکنی اسففت اذا سفوا و طرت اذا طاروا۔ فصغارُ جُلُ منهم لضغنه (۳)
ومال الاخرۃ لصهره (۴) الی ان قام ثالث القوم نافجار خصنیہ بین نثیلہ

(۱) حیان ایک شخص بزرگان و رؤسائی حنفیہ سے تھا وہ یمامہ میں ایک قلعہ رکھتا تھا اور اپنی قوم میں نافذ الامر و مطاع تھا چوں کہ کسریٰ بادشاہ عجم اس کو
ہر سال جائزہ و انعام بھیجتا رہتا تھا لہذا وہ بمال عیش و آرام اپنے گھر میں بسر کرتا تھا۔ کبھی سفر کرنے اور شہادہ سفر برداشت کرنے کی اس کو
ضرورت نہیں ہوتی تھی اس کا ذکر کرتا ہے کہ میرے اور اس کے حال میں بڑا فرق ہے۔ ۱۲ ہجری۔

(۲) جوزہ خشناء سے لے کر تلون و اعتراض تک تمام صفات و حالات خلیفہ ثانی اور ان کے عہد خلافت کے ہیں چنانچہ جو مختصر کیفیت ان کے عہد
خلافت کی کتاب ہذا میں پیشتر گزری اس سے یہ تمام باتیں ظاہر ہیں۔ خلافت پناہ کی خشونت اور درشت مزاجی ضرب المثل ہے اور ان کا بار بار
قضا یا معاملات میں غلطیاں کرنا اور حضرت امیرؓ کی تنبیہ ہو کر عذر خواہ ہونا اور اپنی خطا کا اقرار کرنا بھی ان کی تاریخ کے جاننے والوں سے مخفی
نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہے کہ آنحضرتؐ کا کام اس عہد میں نہایت نازک تھا۔ اگر ٹھیک ٹھیک ان کو راہ راست پر چلا تے ہیں تو رنج و آزر دگی پیدا
ہو کر اس قدر اصلاح دین اسلام سے بھی دست بردار ہونا پڑتا ہے اور ان کو ان کے حال پر چھوڑتے ہیں تو نابینا و چاہ کی مثل صادق آتی
ہے۔ طول مدت سے اشارہ ان کے زمانہ خلافت کی طرف ہے کہ بقول سنی مورخین دس سال چھ ماہ تقریباً تھا۔ ۱۲ مہ غنی عند۔

(۳) یہ ضغن و عداوت رکھنے والا سعد و قاص تھا کہ اس نے عہد خلافت اس جناب میں بھی آپ سے بیعت نہیں کی اور سب اس عداوت کا اس کے،
بقول قطب راوندی یہ ہے کہ اس کا باپ ابو وقاص مالک بن ابویوب روز بدر امیر المومنین کے ہاتھ سے مارا گیا تھا مگر ابن ابی الحدید اس کو نہیں
مانتا اور کہتا ہے کہ نبی زہرہ سے کوئی شخص آنحضرتؐ کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوا پس سعد و قاص کی عداوت کا آنحضرتؐ سے اس کے نزدیک یہ
سبب ہے کہ اس کی ماں حمہ بنت سفیان ابن امیہ بن عبد شمس تھی پس اس کے اخوان آنحضرتؐ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ ۱۲ ہجری۔

(۴) قربت زوجہ کے سبب سے پھرنے والا عبدالرحمن عوف ہے کیوں کہ اس کی زوجہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط خواہر ماری عثمان تھی کہ ان کی ماں
اردی بنت کویر بن ربیعہ سے پیدا ہوئی تھی ۱۲ ہجری۔

ومعتلفه وقام معه بنوایہ بخضمون مال اللہ خضم الابل نبتة الربيع الى ان انتكت عليه قتله - اجهز عليه عمله وكبت به بطنته - فماراعني الا والناس يهرعون الى كعرف (۱) الضبع - ينثالون على من كل وجه حتى لقد وطى الحسان وشق عطا في - مجتمعين حولي كربيضة (۲) الغنم - فلما نهضت بالامر نكت (۳) طائفة ومركت اخرى وفسق اخرون كانهم لم يسمعوا تلك الدار الاخرة تجعلها للذين لا يريدون علوا في الارض ولا فساد والعاقبة للمتقين بلى واللہ لقد سمعوها ورعوها ولكنهم حليت الدنيا اعينهم وراقهم زبرجها (۴) اما والذي فلق الحبة وبرى السمة لا لا حضور الحاضر وقيام الحجة بوجود الناصر وما اخذ الله على العلماء الا يقاروا على كظة ظالم ولا سغب مظلوم لالقيت حبلا على غاربها - ولسقيت اخرها بكاس اولها ولا لفيتم دنياكم هذه عندي ازهد من عطفة عنتر ترجمه ہاں قسم بخدا کہ بہن لیا جامہ خلافت کو فلاں یعنی ابو بکر نے حالاں کہ وہ بخوبی جانتا تھا کہ میرا محل و مقام خلافت سے ایسا ہے جیسا کہ قطب کا چکی سے، بہہ جاتا ہے میرے پاس سے روپانی کا یعنی مقام و مرتبہ میرا بلند ہے اور بلندی اس کی اس قدر ہے کہ پرندہ مجھ تک پر نہیں مار سکتا پس ڈھانپ دیا میں نے اس پر کپڑا یعنی اغماض کیا اس سے اور پہلو تہی کی اور فکر کرنا شروع کیا میں نے اس امر میں کہ آیا میں حملہ کروں دست بردار رہوں یا بے دست و پا، بے یار و مددگار، اس سے لڑوں یا صبر کروں، اس بلائے ناگہانی پر

(۱) قولہ کعرف عرف وہ موئے موئے بال ہیں جو چار پایوں کی گردن پر کھڑے ہوتے ہیں اور عرف الضبع ضرب الشل ہے کثرت وجوم کے لئے ۱۲۔

(۲) ربيضة الغنم کلمہ گوشت جو اپنے مربض یعنی آرام گاہ و جائے پناہ میں جمع ہوتا ہے ۱۲۔

(۳) نكت طائفہ اس سے مراد نا کثین یعنی غلط ذریعہ وغیرہ اصحاب جنگ جمل میں جنہوں نے بیعت شکنی کر کے یہ فتنہ و فساد برپا کیا۔ روایت ہے کہ حضرت ان سے بیعت لیتے وقت اس آیت شریفہ کو تلاوت کرتے تھے وَمَنْ كَفَتْ فَأَمْزَ بَنْعًا عَلَى نَفْسِهِ یعنی جو توڑے گا اس عہد کو وہ توڑے گا اس کو اپنے نفس کی ضرر رسائی کے لئے اور منافقین سے مراد فرقہ خارج ہے جو دین سے اس طرح نکل گیا جیسے تیرکان سے نکلتا ہے اور ارباب فسق و فجور معاویہ و دیگر شامیان اصحاب ہیں جنہوں نے جنگ صفین قائم کی اور مفصل حالات ان تینوں لڑائیوں کے اس کتاب کی دوسری جلد زیر طبع میں مذکور ہیں ۱۲۔ منہ۔

(۴) زبرج بالکسر آرائش جو نقش و نگار و جواہرات سے کی جائے یا زبرج خالص بہ نہایت زینت ۱۲۔

جو کہ مثل ابر تیرہ وتار کے محیط ہو گئی تھی، اور وہ ایسی سخت بلا تھی کہ بوڑھے لوگ اس میں بوڑھے پھونس ہو جائیں اور کم سن بوڑھے ہو جائیں اور تادم مرگ کسی مومن کا چھٹکارا اس سے نہ ہو سکے، پس دیکھا میں نے کہ صبر ہی کرنا اس مصیبت پر بھلا ہے، پس صبر کیا، حالاں کہ میری آنکھ میں خاشاک تھا اور گلے میں گریہ اٹکا تھا، دیکھ رہا تھا کہ میری جائیداد لوٹی جا رہی ہے، یہاں تک کہ پہلا راہِ عدم کو چلا گیا اور فلاں یعنی عمر خطاب کو اپنے بعد اس پر مقرر کر گیا۔ پھر حسبِ حال خود یہ شعر آشی شاعر کا پڑھا۔ یعنی کہاں ہیں میرے یہ دن، جنہیں میں کوہانِ شتر برہنہ پشت پر شدتِ گرمی و لقب میں کاٹتا ہوں۔ اور کہاں وہ دن ناز و نعمت میں بسر ہوتے تھے۔ پھر فرمایا بڑے تعجب کا مقام ہے کہ ابو بکر اپنی حیات میں تو خلافت سے استعفا کرتا رہا اور ہمیشہ منبر پر کھتا رہا اقیلونی اقیلونی لست بخیر کم و علیٰ فیکم یعنی نکالو مجھ کو خلافت سے، اور معزول کرو اس سے، کہ تم سے بہتر نہیں ہوں در انحالیکہ علیٰ تم میں ہیں اور مرتے وقت وہ خلافت کو اور کے لئے مقرر کر گیا بہت ناگوار ہے مجھے یہ کہ انہوں نے خلافت کو آپس میں بانٹ لیا مجھے محروم رکھا اور وہ (ابو بکر) خلافت کو ایسے مقام میں رکھ گیا یعنی اس شخص (عمر) کے سپرد کر گیا جس کی جراحت بہت غلیظ یعنی گہرا زخم تھا اور ایسی خشونت و رعونت آسمیں تھی کہ چھو جانا ہی اس کا غضب تھا وہ اس میں بہت لغزشیں اور دھوکے کھاتا تھا اور بکثرت اس سے عذر خواہی کرتا۔ پس اس کا ساتھی مثل اس شخص کے ہے جو ناقہ سرکش پر سوار ہو۔ اگر اس کی مہار کھینچتا ہے تو اس کی ناک شکافہ ہوتی ہے اور جو ڈھیلی چھوڑتا ہے تو منہ کے بل گرتا ہے پس قسم بخدا مبتلا ہوئے آدمی راستے سے بھٹکنے اور بے راہ چلنے میں اور اضطراب اور رنگ بدلنے اور راہِ راست سے نفرت کرنے میں پس میں نے مدتِ مدید و عرصہ بعید تک اس مصیبتِ عظمیٰ و رنجِ شدید پر صبر کیا، یہاں تک کہ جب اس نے بھی اپنی راہ لی تو چلتے وقت اس کو ایک جماعت پر چھ آدمیوں کی ڈال گیا کہ گمان کیا کہ میں بھی ان میں سے ایک ہوں پس حکمِ خدا کو شورئی اور کمیٹی سے کیا نسبت کب اور کس وقت شکِ عارض ہوا تھا میرے اور اس کے درمیان جو ان سے اول تھا۔ یعنی میری فضیلت بہ نسبت ان سب کے سرگروہ (ابو بکر) کے تو مشتبہ تھی ہی نہیں چہ جائیکہ میں ان جیسوں کے برابر کیا جاؤں یعنی عثمان، طلحہ، زبیر، ابن عوف، و سعد و قاص کے لیکن میں پست ہو گیا۔ جب کہ وہ پست ہوئے اور بلند پروازی کی جب کہ وہ اوپر اڑے یعنی موافقت اور مماثلت کی ان کے ساتھ اور داخلِ شورئی ہو گیا۔ پس ایک ان میں سے بسبب اپنے بغض و عداوت کے مجھ سے منحرف ہوا، اور دوسرا اپنی زوجہ کے رشتہ دار کی طرف مائل ہوا، تانیکہ کھڑا ہوا، اس پر تیسرا اس قوم کا پھیلاتا ہوا اپنی دونوں بغلوں کو گوبر کرنے اور چرنے کے درمیان اور اٹھے اس کے ساتھ ہم جدی اس کے، یعنی بنی امیہ اس کے شریک حال ہو گئے کہ کھاتے تھے مالِ خدا کو بغیر دانت لگائے یعنی بڑے بڑے منہ مارتے تھے۔ جس طرح پر کہ اونٹ موسمِ بہار

کی ہری گھانس پر منہ مارتا ہے تاہم توڑا گیا اور اس کے قتل اس کا، یعنی اس کی بیعت کو توڑ کر اسے مار ڈالا اور اس کی بدکاریوں کے سبب سے اس پر چڑھائی کی، اور اس کا بیٹا بن اس کو لے بیٹھا۔ پس نہیں تعجب آیا مجھ کو مگر اس بات سے، کہ وہ لوگ اس وقت میری طرف متوجہ ہوئے اور بیعت کے لئے انہوں نے ہجوم کیا اور پروانوں کی طرح ہر طرف سے مجھ پر ٹوٹ پڑے، تاہم ان کی کثرت اور ہجوم سے حسنین پیروں میں کچلے گئے اور میری ردا کے ٹکڑے ہو گئے گلہ گو سفند کی طرح سر نہوڑاے میرے گرد جمع ہوئے پس جب میں ایستادہ و آمادہ عکرائی ہوا تو بیعت شکنی کی ایک گروہ نے اور تیر کی طرح دین سے نکل گئے، کچھ اور فسق و فجور اختیار کیا بعض دیگر نے، گویا کہ نہ سنا تھا انہوں نے یہ قول حق سبحانہ تعالیٰ کا کہ وہ خانہ آخرت ہے، کہ مقرر کرتے ہیں ہم اس کو ان لوگوں کے لئے، جو نہیں ارادہ کرتے علو اور بلندی کا زمین پر اور نہ فساد چاہتے ہیں، اور خوبیاں آخرت کی پرہیز گاروں کے لئے ہیں پھر فرماتے ہیں کیوں نہیں سنا انہوں نے، قسم خدا کی اس کو سنا ہے، اور وہ ان کو بخوبی یاد ہے لیکن آراستہ ہوئی دنیا ان کی نظروں میں اور عجیب اور زیبا معلوم ہوئی ان کو زینت اس کی۔ اور فریب میں آ گئے اس کے۔ ہاں قسم ہے اس خدا کی جس نے شگفتہ کیا دانہ کو اور پیدا کیا انسان کو اگر نہ ہوتا حاضر ہونا ان لوگوں کا جو حاضر ہوئے، اور نہ قائم ہو جاتی حجت بوجہ موجود ہو جانے مددگاروں کے۔ اور نہ ہوتی یہ بات کہ حق تعالیٰ نے لیا ہے عالموں پر، یعنی مقرر کیا ہے ان پر کہ نہ آرام لیں وہ ظالموں کے پیٹ بھرنے اور مظلوم کے بھوکا رہنے پر۔ یعنی مظلوموں پر ظالموں کا ظلم دیکھ کر خاموش نہ ہوں، اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اس کی، یعنی خلافت کی رسی کو، اس کے کندھے پر ڈال دیتا کہ جہاں چاہے چلی جائے، اور سیراب کرتا اس کے آخر کو اس کے پہلے پیالے سے اور پاتے تم اپنی اس دنیا کو میرے نزدیک کمتر اس رطوبت سے جو چھینک لینے میں بھیڑ کی ناک سے نکلتی ہے، یا مردار سے کمتر دیکھتے۔ راوی کہتا ہے کہ جب کلام اس مقام پر پہنچا تو ایک مرد دیہاتیوں میں سے اٹھا۔ اور حضرت کو ایک نوشتہ (۱) دیا

(۱) ابوالحسن کندی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے کتب قدیمہ میں دیکھا کہ وہ نوشتہ جو امیر المومنین علیہ السلام کو اثناء خطبہ میں دیا گیا چند مسائل پر مشتمل تھا جن کا جواب آنحضرتؐ نے دیا۔ پہلا مسئلہ ان میں یہ تھا کہ وہ کون حیوان ہے کہ دوسرے حیوان کے شکم سے نکلا اور رشتہ نبی ان کے مابین قرار نہ پایا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ یونس بن مئی علیہ السلام ہیں کہ شکم مامی سے برآمد ہوئے دوسرا وہ کیا شے ہے کہ تھوڑا اس کا حلال ہے اور بہت سا حرام فرمایا کہ وہ نمبر طاووت ہے کہ چلو بھریانی اس سے بوجہ قول حق سبحانہ تعالیٰ الامن اعترف غرۃً بیدہ کے حلال تھا زیادہ حرام۔ تیسرا وہ کون سی عبادت ہے کہ اگر اس کو کرے تو بھی عذاب کا مستحق ہو نہ کرے تو بھی۔ فرمایا وہ نماز سکران (مست) ہے۔ چوتھے پوچھا وہ کون سا طائر ہے جس کے نہ فرج ہے نہ فرع نہ اصل فرمایا وہ طائر عیسٰی ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذَا تَخَلَّقَ مِنَ الطَّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بَاذَنِي فَتَفْتَحُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بَاذَنِي (باقی اگلے صفحہ پر)

آپ اسے دیکھنے لگے اس کو پڑھ کر فارغ ہوئے تو عبداللہ بن عباسؓ نے کہا یا امیر المومنینؓ اگر آپ اپنے کلام کو وہیں سے شروع کرتے جہاں سے کہ چھوڑا تھا تو بہتر ہوتا فرمایا **ہیہات یا ابن عباسؓ تلک شقشقة** ہدرت ثم قرت اے ابن عباسؓ گزر گیا جو کہ تو نے دیکھا تھا وہ ایک حالت تھی مثل شقشقة (۱) شتر کے کہ اب

یعنی جب کہ بنائے تو اے عیسیٰ گارے سے بصورت پرندہ کے میرے اذن سے پس پھونکے تو اس میں پس ہو جائے وہ اڑنے والا میرے اذن و اجازت سے۔ پانچواں سوال یہ تھا کہ ایک شخص کے ذمہ ہزار درہم ہیں اور اس کے پاس تھیلی میں ہزار درہم موجود ہیں اور ایک دوسرا شخص اس سے ہزار درہم کا ضامن ہو گیا پس زکوٰۃ ان دو مال سے کس کے اوپر فرض ہوگی پس حضرت نے کہا کہ اگر ضامن اس مقروض کی اجازت سے ضامن ہوا ہے تو اس پر زکوٰۃ نہ ہوگی اور جو اس کی اجازت سے نہیں ہوا تو زکوٰۃ اس کے مال میں فرض ہوگی۔ چھٹے سوال کیا کہ کچھ لوگ حج کو گئے اور مکہ میں ایک مکان میں فروکش ہوئے ان میں سے ایک نے مکان کا دروازہ بند کیا حالانکہ اس میں کبوتر تھے۔ کہ جو ان کے واپس مکان میں آنے سے پہلے مارے پیاس کے مر گئے تو کس کو اس کا کفارہ دینا ہو گا فرمایا جس نے دروازہ بند کیا اور نہ ان کو نکالا اور نہ ان کے لئے پانی رکھا۔ ساتویں چار شخصوں نے ایک مھن (صاحب زوجہ) پر زنا کی شہادت دی اور امام نے ان کو اس کے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا لیکن ان میں سے ایک نے اس کو رجم کیا اور تین باقی ساتھ نہ ہوئے لیکن اور اجنبی لوگ رجم میں اس کے ہمراہ ہو گئے پس اس نے قبل اس کے کہ مرحوم مر جائے اپنی شہادت سے رجوع کیا پھر وہ مر گیا بعد ازاں وہ تین باقی بھی اپنی شہادت سے پلٹ گئے تو اس مقتول مرحوم کی دیت کس کے ذمہ ہوگی۔ فرمایا جس شاہد نے اسے رجم کیا اور جن اجنبی لوگوں نے اس کا ساتھ دیا ان پر واجب ہوگی۔ آٹھویں۔ دو یہودیوں نے گواہی دی ایک یہودی پر کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے آیا ان کی شہادت قبول ہوگی یا نہیں۔ فرمایا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ وہ خدا کے کلام کا بدل دینا اور جھوٹی گواہی دینا جائز جانتے ہیں۔ نوں مسئلہ یہ تھا کہ دو نصاریٰ نے گواہی دی اور نصرانی یا مجوسی یا یہودی کے کہ وہ مسلمان ہو گیا آیا ان کی بھی گواہی مقبول ہوگی یا نہیں فرمایا قبول کی جائے گی۔ بسبب اس قول جن تعالیٰ کے **ولتجدن اقربہم مودة للذين امنوا الذين قالوا انا نصارى** اور البتہ پائے گا تو قریب تر واسطے مودت ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں ان کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یعنی نصاریٰ بہ نسبت یہود وغیرہ کے زیادہ قریب الحبث ہیں مومنوں کے ساتھ۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی عبادت خدا سے تکبر نہیں کرتا وہ جھوٹی گواہی نہ دے گا۔ دسویں ایک آدمی کی چار گواہوں نے امام کے آگے گواہی دی کہ اس نے اس کا ہاتھ کاٹا ہے اور اس نے زنا کیا ہے حالانکہ مھن ہے۔ پس امام نے اس کے سنگسار کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ قبل اس کے قطع ید کے صدمہ سے مر گیا۔ آپ نے فرمایا جس نے ہاتھ قطع کیا اس پر صرف قطع ید کی دیت ہے اور اگر وہ شہادت دیتے کہ اس نے بقدر نصاب مقررہ چوری کی تو ہاتھ کی دیت اس پر نہ ہوتی ۱۲۔ شرح نج البلاغ۔

(۲) شقشقة بالکسر ایک شے ہے مثل ریمہ کہ شتر اس کو بحالت جوش و مستی اپنے منہ سے نکالتا ہے۔ چون کہ اس خطبہ میں شقشقیہ کا مذکور آیا ہے لہذا یہ خطبہ شقشقیہ کے نام سے موسوم ہوا بحار میں ہے کہ یہ کلام آنحضرتؐ کا کہ وہ ایک شقشقیہ تھا کہ نکل گیا تھا پھر ساکن ہو گیا اشارہ ہے کہ اس کی پرواہ کم ہے یا تو اس سبب سے کہ وہ سننے والوں کے دلوں میں جیسا چاہئے تاثیر بخش نہ تھا یا یہ کہ وہ حضرت بحیثیت سلطنت دنیاوی خلافت کا خیال نہیں رکھتے تھے یا اشارہ تھا اس طرف کہ اب گل و موقہ ہی اس کا گزر گیا کیوں کہ یہ خطبہ آپؐ نے قرب زمانہ شہادت میں کہا ہے یا تقیہ وغیرہ کا لحاظ ہو۔ ۱۲۔ منہ۔

اس میں سکون ہو گیا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ قسم بخدا کہ میں کسی کلام پر اس قدر متاسف نہیں ہوا جتنا کہ اس کلام پر ہوا کہ امیر المومنینؑ نے حسب مرضی اپنی کے تمام نہ کیا۔ ابن ابی الحدید ابن خثاب سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا اگر میں اس وقت ہوتا اور ابن عباسؓ سے یہ سنتا تو کہتا کہ آیا تمہارے ابن عم کے دل میں کوئی اور بات بھی رہ گئی تھی جس کو انہوں نے نہ کہا ہو کہ تم اس پر تالیف کرتے ہو قسم خدا کی انہوں نے اولین و آخرین سے کسی کو بھی تو نہیں چھوڑا پھر ابن ابی الحدید چوں کہ اس نے شرح نہج البلاغہ میں جا بجا اقرار کیا ہے کہ یہ خطبہ حضرت امیرؑ کے کلام سے ہیں اور قائل ان مضامین کے تو اتر کا ہوا ہے آنحضرتؐ سے۔ لہذا بڑی کوشش و تکلف بعید سے تاویل و دراز کاریہ کرتا ہے کہ مقصود آنحضرتؐ کا ان تمام باتوں سے بطلانِ خلافتِ خلفاء ثلاثہ نہیں۔ بلکہ مدعا یہ ہے کہ ہر چند وہ بھی خلیفہ برحق تھے مگر میں ان کی نسبت اولیٰ و احق ہوں اس لئے بہتر تھا کہ اس کو میرے لئے چھوڑ دیتے پس انہوں نے ترک اولیٰ کیا۔ مگر یہ بالکل لغو ہے۔ ہر ذی شعوران کلمات سے جان سکتا ہے کہ وہ ان کو اصلاً مستحقِ خلافت نہ جانتے تھے بلکہ ظالم اور اپنے حق کا غاصب سمجھتے تھے۔ تب تو اس قدر شکی تھے ورنہ خلفاء بحق کو کیوں کر ظلم و ضلالت و جہالت سے نسبت دیتے۔ خود ابن ابی الحدید نے سحی بن سعید بن علیٰ حبلی سے کہ معروف بہ ابن عالیہ تھا روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں ایک بار اسمعیل بن علیٰ حبلی فقیر کے پاس کہ وہ اس زمانہ میں مقدم و پیشوائے حنابلہ بغداد تھا حاضر تھا اور ہر قسم کی علمی باتیں ہمارے درمیان ہو رہی تھیں کہ اس وقت ایک شخص حبلیوں میں سے اس کے پاس آیا۔ جس کا اہل کوفہ میں سے ایک پر کچھ قرضہ تھا اور وہ اس کے وصول کرنے کو کوفہ گیا تھا۔ اور اتفاقاً غدیر کے روز کہ روضہ منورہ حضرت امیر المومنینؑ پر کثرت خاص و عام ہوتا ہے وہاں تھا۔ پس شیخ اسمعیل اس سے وہاں کے حالات پوچھنے لگا کہ تیرا قرض سب وصول ہو گیا یا کچھ باقی رہ گیا اور وہ جواب دیتا تھا تاہیکہ اس نے کہا اے سید و سر دار میرے کاش تم بروز زیارت غدیر وہاں ہوتے اور جو قبیح و شنیع باتیں فضیحت و رسوائی کی اور جس قدر مذمت صحابہ کی علی الاعلان بلا خوف و کتمان قبر علیؑ بن ابی طالب پر اس روز ہوئیں دیکھتے اور سنتے اسمعیل نے در جواب اس کے کہا کہ ان لوگوں کا جن کو تو نے یہ باتیں کرتے دیکھا کچھ قصور نہیں ان کو دلیہ نہیں کیا اور یہ راستہ ان کے لئے نہیں کھولا مگر صاحبِ قبر نے اس مرد نے کہا صاحبِ قبر کون کہا علیؑ بن ابی طالب اور کون؟ اس نے کہا اے سید میرے انہوں نے ان کو ایسا کرنے کو کہا ہے اور یہ امر ان کا سکھایا ہوا اور یہ راستہ ان کا کھولا ہوا ہے۔ کہا ہاں قسم خدا کی یہ سب انہوں ہی نے کیا ہے۔ اس حبلی نے کہا اگر وہ ان باتوں میں حق پر ہیں تو ہم کس لئے فلاں و فلاں کے ساتھ دوستی رکھیں اور جو وہ باطل پر ہیں تو کیوں ان سے کنارہ کریں تمہارے اس کلام کی بموجب دو باتوں میں ایک بات ہم کو لازم ہے یا علیؑ سے تبرا کریں۔ یا ان دونوں (شیخین) سے ابن عالیہ نے کہا یہ سن کر اسمعیل جلدی سے اٹھا اور اپنی نعلین

پہنی اور کہا لعنت ہو اسمعیل پر اگر وہ اس مسئلہ کا جواب جانتا ہو۔ یہ کہہ کر گھر میں چلا گیا ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے شیخ اسمعیل مذکور کو دیکھا تھا اور اس کی مجلس میں حاضر ہوا تھا باوجود صاحب عقل و دانش ہونے کے شیریں کلام بھی تھا۔ ۱۱۰ھ میں فوت ہوائی الواقع اگر دیگر علماء اہل سنت اس اسمعیل کی طرح ذرا انصاف کو کام میں لائیں تو سب اس مسئلہ کے حل سے عجز کا اعتراف کریں۔ مشہور ہے کہ جنید بغدادی کہتا تھا کہ اگر امیر المومنین ان لڑائیوں سے جوان کو اپنے مخالفوں کے ساتھ پیش آئیں فارغ ہوتے تو البتہ اس قدر علوم ان سے نقل ہوتے کہ قلوب ان کے سننے کی تاب نہ لاتے۔ ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان مشاغل کے بھی جس قدر اسرا و حکم اس جناب سے باقی رہے صحابہ وغیرہ صحابہ سے ان کا عشر عشر بھی نہیں سنا گیا۔ چنانچہ خطبے اس جناب کے مثل خطبہ توحید و خطبہ ملاحم و خطبہ لؤلؤ و غیر سا و قاصعہ و اشباح و درہ ستہ وغیرہ وغیرہ بلکہ تمام کتاب شیخ البلاغہ سید رضی کی اور کتاب خطب اسمعیل بن مہران سکونی کی اور دیگر کتابیں اس خصوص کی نثر و نظم میں کافی شاہد اس کے ہیں علامہ قطب الدین راوندی کہتے ہیں کہ میں نے بعض علماء حجاز کی زبانی سنا کہ کہا، ہم نے مصر میں ایک مجموعہ امیر المومنین کے کلام کا دیکھا جو چوبیس پچیس جلدوں میں تھا۔ شاہد النبوة میں ہے کہ علی بن ابی طالب سر عارفان ہیں اور آنحضرت کے لئے کلام ہے کہ اس سے پہلے کسی سے ایسا نہیں سنا گیا، نہ ان کے بعد کوئی دیا لایا ہے حتیٰ کہ ایک روز منبر پر فرماتے تھے کہ سوال کرو مجھ سے جملہ حالات زیر عرش سے بہ تحقیق کہ میرے دو پہلوؤں کے درمیان بہت ساعلم ہے اور یہ لعاب رسالت پناہ کا اثر ہے اور یہ وہ شے ہے کہ چکھایا ہے اس کو میرے تئیں رسول خدا نے قسم خدا کی کہ میری جان اس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ اگر توریت و انجیل کو اذن کلام ہو اور میں مسند پر بیٹھوں اور ان کے مضامین سے خبر دوں تو وہ البتہ تصدیق کریں اور کہیں کہ راست کہا اس نے۔

دلش بحر یست پُر از گوہر علم	کلامش غیرت عقد لالیست
زبانش مظہر اسرار ذاتست	بیانش سر بسر سحر حلال است
چنان بروے خلایق مشکشف شد	کہ دانائے جواب ہر سوال است

ایک مرد و علب یمانی نام اس مجمع میں تھا کلام صدق نظام سن کر از روئے انکار و اکراہ بولا اس مرد نے بڑا مباہور و دعویٰ کیا ہے میں اس سے ایک سوال کرتا ہوں جس کا جواب نہ دے سکے گا۔ اور فضیحت و رسوا ہو گا یہ کہہ کر اٹھا اور کہا میں ایک سوال رکھتا ہوں امیر المومنین نے فرمایا، وائے ہو تجھ پر سوال کرتا ہے توفیق و بصیرت کے لئے یا تعنت و آزمائش کے لئے کہا تمہیں نے مجھ کو اس پر آمادہ کیا ہے پھر کہا ہل رایت ربک یا علی حتیٰ عرفته یا علی تم نے اپنے رب کو دیکھا ہے کہ اس کو پہچانا۔ آپ نے فرمایا ما کنت لا عبد رباً لم ارہ میں اس خدا کی عبادت نہیں کر سکتا۔

جس کو میں نے نہ دیکھا ہو۔ اس نے کہا کیوں کر دیکھا تم نے اس کے تئیں فرمایا لم تراه العیون بمشاهدة العیان ولكن رآته القلوب بحقائق الايقان ربی واحد لا شریک له احدٌ لا ثانی له فرد الامثل له لا یحویہ مکانٌ ولا یداولہ زمانٌ لا یدرک بالحواس ولا یقاسُ بالسناس نہیں دیکھا ہے اس کو آنکھوں نے بمشاہدہ ظاہر بلکہ دیکھا ہے اس کے تئیں دلوں نے از روئے حقائق ایمان کے میرا رب واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ایک ہے اس کا دوسرا نہیں، اکیلا ہے اس کا کوئی مثل نہیں، نہ کوئی مکان اس پر حاوی ہوتا ہے، نہ زمانہ اس کو ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتا ہے، وہ حواس سے ادراک نہیں ہوتا، اور آدمیوں پر اس کا قیاس نہیں کیا جاتا، یہ قول آنحضرتؐ کا دلالت کرتا ہے اس پر کہ حق تعالیٰ آنکھوں سے نظر نہیں آتا جیسا کہ اہل سنت اس کے دیدار کے قائل ہیں۔ نہج البلاغہ میں سخاقت الایمان کے بعد یہ عبارت ہے قریبٌ من الاشیاء غیر ملامسٌ بعیدٌ منها غیر مبائن متکلم لا برویة مریدٌ بلاهمة صانع بلا جار حة لطیفٌ لا یوصف بالخفا کبیر لا یوصف بالجفاء بصیرٌ لا یوصف بالحاسنة رحیم لا یوسف بالرقۃ تعنو الوجوه لعظمة و توجل القلوب من مخافة یعنی نزدیک ہے وہ خدا اشیاء کے بغیر اس کے کہ ان سے چھو جائے اور دور ہے ان سے بلا مابینت کے کلام کرنے والا ہے بلا فکر و اندیشہ کے ارادہ کرنے والا ہے بلا ہمت کے کاریگر ہے بغیر ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا کے، لطیف و پاکیزہ ہے مگر خفا و پوشیدگی سے وصف نہیں کیا جاتا، بڑائی رکھتا ہے مگر ظلم نہیں کرتا، بیٹا ہے، مگر نہ حسن بھر (آنکھ) سے، رحم کرتا ہے مگر رقت قلبی انسانوں کی طرح اس میں نہیں، چہرے اس کی بزرگی کے آگے خاضع و ذلیل ہیں اور دل اس کی ہیبت سے ترسناک ہیں۔ شواہد النبوة میں ہے کہ وعلب نے یہ بخان معرفت نشان اس پیشوائے ارباب عرفان سے سنے تو ایک چیخ مازی اور بے ہوش ہو کر گر گیا۔ جب ہوش آیا تو کہا میں نے حق تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ کبھی تعنت و امتحان کی نظر سے سوال نہ کروں گا حضرت امیرؑ نے فرمایا اگر کام تیرے قبضہ و قدرت میں ہو تو اس وقت ایسا کرنا مروی ہے کہ حضرت نے سنا کہ ایک شخص کہتا ہے والذی احتجب بسبع طباقٍ یعنی قسم ہے اس خدا کی جو سات آسمانوں کے اندر پردہ میں ہے آپ نے تازیانہ سے اسے تادیب کیا اور فرمایا وائے ہو تجھ پر حق تعالیٰ بزرگ و برتر ہے اس سے کہ کسی شے سے مجھ ہو سکے سبحان الذی لا یحویہ مکانٌ ولا یخفی علیہ شی فی الارض ولا فی السماء پاک ہے وہ خدا کہ کوئی مکان اس کو احاطہ نہیں کرتا اور کوئی شے اس پر پوشیدہ نہیں نہ زمین میں نہ آسمان پر اس مرد نے کہا یا امیر المومنین آیا میں اپنی اس قسم کا کفارہ ادا کروں۔ فرمایا نہیں تو نے خدا کی قسم نہیں کھائی کہ حادث ہو اور کفارہ قسم تجھ پر

لازم آئے کسی اور ہی شے کی قسم کھائی ہے جو خدا نہیں۔ نیز آپ نے تزیہ شرک خدا کے مقام پر فرمایا۔ اول الدین معرفتہ و کمال معرفتہ التصدیق بہ و کمال التصدیق توحیدہ و کمال التوحید الاخلاص لہ و کمال الاخلاص نفی (۱) الصفات عنہ بشہادۃ کل صفة انہا غیر الوصوف و شہادۃ کل موصوف انہ غیر الصفة فمن وصف اللہ سبحانہ فقد قرنہ ومن قرنہ فقد ثنایہ ومن ثنایہ فقد جزاہ ومن جزاہ فقد جہلہ اول دین خدا کا پہچانا ہے اور پورا پہچانا اس کی تصدیق کرنا ہے اور کمال تصدیق یہ ہے کہ اس کو واحد و یکتا جانیں، اور کمال واحد و یکتا جاننے کا اخلاص یعنی ماسوائے اللہ سے اپنے تئیں خالی کرنا ہے اور کمال اخلاص یہ ہے کہ صفات کی اس سے نفی کریں یعنی صفات کو کوئی شے علیحدہ و جدا اس کی ذات سے نہ جانیں بشہادت اس کے کہ ہر صفت غیر موصوف ہے اور ہر موصوف غیر صفت ہے پس جس کسی نے وصف کیا حق سبحانہ کو ان معنوں سے پس اس نے قیاس کیا اس کو دوسری شے سے اور جس نے قرین کیا اس کو وہ دو چیزوں کا قائل ہو گیا اور جو دو شے کا قائل ہوا اس نے خدا کے دو جز (موصوف و صفت) قرار دیئے اور جس نے دو جز قرار دیئے اس کے نہیں جانا اس کو، اور جاہل رہا اس سے۔

قضا و قدر کے بیان میں

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ارشاد میں روایت کی ہے کہ امیر المومنین جنگ صفین سے واپس آئے تو ایک مرد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی یا امیر المومنین مجھ کو خبر دیجئے کہ آیا ہمارا ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کو جانا قضائے الہی اور اس کی تقدیر سے تھا۔ حضرت نے فرمایا ہم نے ایک قدم نہیں اٹھایا اور کسی پستی و بلندی سے نہیں گزرے الا سب قضا و قدر خدا سے تھا اس مرد نے کہا اگر ایسا ہے تو جس قدر تکلیفیں اور تعب ہم نے اس سفر میں برداشت کئے سب بے کار گئے حضرت نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ تمہارا ثواب اس آمد و رفت میں عظیم و اجر جسیم ہے، اس لئے کہ تم باغیوں سے لڑنے گئے تھے اس نے کہا کہ جب قضائے الہی ہم کو کشاں کشاں لے گئی اور جملہ کاروبار ہمارے تقدیر خدا سے

(۱) مقصود اس کلام مجر نظام سے اشاعر وغیرہ جیسوں کے توہمات کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ خدا حی ہے حیات سے اور عالم سے علم سے اور قادر ہے قدرت سے اور حیات اور علم و قدرت کو اس کی ذات سے ایک علیحدہ شے قرار دیتے ہیں اور ان کو معانی اور صفات زائدہ حالہ فی الذات اور صفات حقیقیہ کہتے ہیں اور ہر ایک کو ان میں سے مثل خدا کے قدم جاننے ہیں پس حضرت نے اس خیال کے ابطال کے لئے فرمایا کہ کمال تصدیق باری تعالیٰ کی یہ ہے کہ ایسی صفات کی اس سے نفی کی جائے۔ ۱۲۔ حدیقہ سلطانیہ۔

ہوتے ہیں تو پھر طاعت پر ثواب کیسا اور معصیت پر عذاب کے کیا معنی۔ آپ نے فرمایا او ظننت یا رجل انه قضاء حتم وقدر لازم لا تظن ذلك فان القول به مقاله عبدة الاوثان و حزب الشيطان و خصماء الرحمن و قدرية هذه الامة وبحوسها ان الله امر تخيرا ونهى تحديرا وكلف يسيرا ولم يطع مكرها ولم يعص مغلوباً ولم يرسل الرسل عبثاً ولم السموات والارض وما بينهما باطلا ذلك ظن الذين كفروا فويل للذين كفروا من النار فقال الرجل فما القضاء والقدر الذي ذكرته يا امير المؤمنين فقال الامر بالطاعة والنهي عن المعصية والتمكين من فعل الحسنة وترك السيئة والمعونة على القربة اليه والخذلان لمن عصاه والوعد والوعيد والترغيب والترهيب كل ذلك قضاء الله في افعالنا وقدره لاعمالنا فما غير ذلك فلا تظنه فان الظن له محبط الاعمال ترجمہ: آیا گمان کیا تو نے اے مرد کہ وہ قضائے حتمی اور قدر لازم ہے ایسا کبھی خیال نہ کرنا۔ کیوں کہ یہ قول بت پرستوں اور شیطان کے پیروں اور خدا کے دشمنوں کا ہے اور قائل ہیں اس قول کے قدر یہ اس امت کے اور مجوس ان کا قول سرتاپا باطل ہے بلکہ حق تعالیٰ نے حکم کیا ہے طاعت کا حالانکہ ان کو اختیار دیا ہے کرنے اور نہ کرنے کا اور منع فرمایا ہے ان کو معصیت سے، از روئے تحذیر کے اور تکلیف کی ہے کم داندک یعنی تکلیف مالا یطاق نہیں دی کوئی اس کی اطاعت اجباراً و اکراہ سے نہیں کرتا، اور کوئی نافرمانی از روئے قہر و غلبہ کے عمل میں نہیں لاتا، اس نے رسولِ عبث و بے فائدہ نہیں بھیجے، اور نہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں بے فائدہ اور باطل بنائی ہیں، یہ ان

(۱) قوله قدرية هذه الامة ومجوسها۔ قدر یہ اور مجوس اس امت کے مجرہ یعنی اشاعرہ ہیں کیوں کہ ان کو کئی طرح سے مجوس سے مشابہت ہے ایک یہ کہ مجوس کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ ایک شے کو پیدا کرتا ہے۔ پھر اس سے بے زار ہو جاتا ہے ایسا ہی اشاعرہ کہتے ہیں کہ خدا خود کفر کو بعض انسان میں خلق کرتا ہے پھر اس سے برأت چاہتا ہے۔ نیز مجوس کہتے ہیں کہ ماں بہنوں کے ساتھ جماع قضاء قدر خدا سے ہوتا ہے۔ اور مجرہ تمام نیکی بدی کو خدا کی طرف سے جانتے ہیں اور بندہ کو محض مجبور بتلاتے ہیں مولانا احمد اردوبیلی حدیقۃ الشیعہ میں کہتے ہیں کہ اکثر کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک مرد قائل ہجر اپنے گھر میں گیا دیکھا کہ ایک مرد بے گناہ اس کی دختر کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ تلوار کھینچ کر چاہتا تھا کہ مرد کو مہل اپنی لڑکی کے قتل کرے اس کی بی بی نے دوڑ کر ہاتھ پکڑ لیا کہ کیا غضب کرتا ہے کہ اپنا دین و مذہب (سب خیر و شر خدا کرتا ہے) چھوڑ کر صاحب بن عباد رافضی کا مذہب اختیار کرتا ہے اور ایک مرد مسلمان اور بے گناہ دختر کو مارے ڈالتا ہے جبری نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مسئلہ دان عورت مجھ کو عنایت کی۔ قریب تھا کہ دو بے گناہ کا خون اپنے سر پر لے کر رافضیوں کا مذہب اختیار کر لوں ۱۲۔ حدیقۃ سلطانیہ۔

لوگوں کا گمان ہے کہ جنہوں نے کفر کیا، پس عذاب ہے کافروں کے لئے آتش جہنم سے، پس اس مرد نے کہا کہ قضا و قدر کہ ہم بغیر اس کے نہیں کئے کیا ہے فرمایا وہ امر ہے طاعت کا اور نہی ہے معصیت سے، اور قدرت دینا ہے نیکی پر اور ترک کرنا اور چھوڑ دینا ہے بدی کو، اور اعانت کرنا ہے ان امور پر کہ قربۃ الی اللہ کئے جائیں اور خذلان اور ترک کرنا ہے گناہ گاروں کا اور وعدہ دینا ہے نیکی پر اور ڈرانا اور دھمکانا بدی پر، اور ترغیب ہے، یہی سب باتیں قضاء خدا میں ہمارے افعال میں اور تقدیر اس کی ہمارے اعمال میں باور کر، اسکا، اور کسی امر کا گمان نہ کر کیوں کہ ایسا گمان کرنا اعمال کو حیط وضائع کرتا ہے۔ پس وہ مرد یہ سن کر خوش ہو گیا اور بولا فرج اللہ عنک یا امیر المومنینؑ کما فرجت عنی اے امیر المومنینؑ خدائے تعالیٰ تمہارے کام کو کشادہ کرے جیسا کہ تم نے میرے کار بستہ کو کشادہ کیا ہے پھر ذوق طرب میں یہ اشعار اس نے پڑھے۔

انت الامام الذی نرجوا بطاعته
او صحبت من دیننا ما کان ملتبساً
یوم الماب من الرحمن غفرانا
جزاک ربک بالاحسان احسانا

یعنی تم وہ امام برحق ہو کہ تمہاری اطاعت کی وجہ سے ہم خدا کی درگاہ سے بروز قیامت بخشش اور مغفرت کے امیدوار ہیں تم نے ہمارے دین سے اس امر کو واضح فرمایا جو مشتبہ تھا حق تعالیٰ بعض اس احسان اور نیکی کے تمہارے ساتھ بھی احسان اور نیکی کرے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے امیر المومنینؑ کے عدل باری تعالیٰ اور نفی جبر اور ثبوت حکمت اس کے افعال میں اور نہ ہونا عبث کا اس کے کاروبار میں بخوبی ظاہر ہے۔ کلام در فضیلت اہل بیت۔ ان اللہ خص محمدؐ بالنبوة واصطفاه بالرسالة وابناه بالوحي فانال فی الناس وانال۔ وعندنا اهل البيت معاقل العلم وابواب الحكم و ضياء الامر فمن یحبنا ینفعه ایمانہ ویتقبل عملہ ومن لا یحبنا لا ینفعه ایمانہ ولا یتقبل عملہ وان داب فی اللیل والنهار۔ بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے مخصوص کیا محمد مصطفیٰؐ کو ساتھ نبوت کے اور برگزیدہ فرمایا ان کو رسالت کے لئے اور خبر دی ان کو وحی سے پس پہنچایا اس کو امت کے درمیان اور پہنچا جو کچھ کہ پہنچا تروج حق و اعلاء کلمۃ اللہ میں رنج و تعب سے آنحضرتؐ کو اور ہم اہل بیت کے پاس چشمہ ہائے علم، و دروازے حکمت کے، اور نور و ضیاء امور ہے، پس جو شخص ہم کو دوست رکھتا ہے اس کا ایمان اسے نفع بخشا ہے اور اس کے اعمال قبول ہوتے ہیں اور جو ہم کو دوست نہیں رکھتا اس کا ایمان اسے فائدہ نہیں دیتا نہ اس کے اعمال قبول ہوتے ہیں ہر چند وہ رات دن گردش کرتا رہے۔

بے حجب اللہ بیتِ عبادتِ حرام ہے

ایک اور خطبہ میں ارشاد کیا بقدرِ ضرورت اس میں سے یہ ہے۔ الحمد للہ الذی ہدانا من الضلالة وبصرنا من العمی ومن علینا بالاسلام وجعل فینا النبوة وجعلنا النجباء وجعل افراطنا افراط الانبیاء وجعلنا خیرامة اخرجت للناس نامر بالمعروف ونہی عن المنکر ونعبد اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا نتخذ من دونه ولیا فنحن شہد اللہ والرسول شہیداً علینا نشفع فنشفع فیمن شفعلنہ وندعوا فیستجاب دعائونا ویغفر لمن ندعولہ ذنوبہ تمام تعریفیں ثابت ہیں خدا کے لئے جس نے ہم کو گمراہی سے بچایا اور ہم کو اندھے پن سے بینا کیا اور اسلام سے ہم پر منت رکھی، اور گردانا ہمارے درمیان نبوت کو اور ہم کو مقرب و برگزیدہ کیا اور کیا ہمارے پیش روون کو پیش رو انبیاء کا، اور گردانا ہم کو بہترین امت کہ نکالی گئی لوگوں کے لئے ہم امر کرتے ہیں نیکی کا اور منع کرتے ہیں بدی سے اور بندگی کرتے ہیں خدا کی اور ذرا شرک اس میں نہیں لاتے اور اس کے سوا کسی کو دوست نہیں بناتے۔ پس ہم شہداء خدا ہیں اور رسول خدا ہماری شہادت دینے والے ہیں۔ شفاعت کرتے ہیں اور شفاعت ہماری جس کے حق میں شفاعت کرتے ہیں قبول ہوتی ہے اور دعا کرتے ہیں۔ اور دعا ہماری مستجاب ہوتی ہے اور جس کے لئے دعا کرتے ہیں اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔ لایقاس بال محمد من ہذہ الامۃ احدٌ ولا یستوی بہم من جرت نعمتہم علیہ ابدأ ہم اساس الدین وعماد الیقین الیہم یفی الغالی وبہم یلحق النالی ولہم خصائص حق الولاۃ وفہم الوصیۃ والوراۃ الان قدر جمع الحق الی اہلہ ونقل الی منتقلہ آل محمد پر اس امت سے کوئی قیاس نہیں کیا جاسکتا اور ہرگز وہ شخص ان کی برابری نہیں کر سکتا جس پر کہ خود انہیں کی طرف سے انعام جاری ہے یعنی جنہوں نے علم و معرفت ان سے حاصل کی ہے کبھی ان کے برابر نہ ہو سکیں گے۔ وہ بنیاد ہیں دین کے اور ستون، علم و یقین میں بڑھ جانے والا ان کی طرف رجوع کرتا ہے اور پیچھے آنے والا ان سے ملحق ہوتا ہے، اور ان کے لئے ہیں خصائص اور شروط استحقاق خلافت کے، اور ان کے درمیان ہے وصیت اور وراثت اب مراجعت کی حق نے اہل حق کی طرف اور منتقل ہوا وہ اپنی منتقل ہونے کی جگہ عالم کی صفت اور علم حاصل کرنے والے کے آداب کے بارے میں فرمایا: حارث اعور روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سنا کہ فرماتے تھے۔ من حق العالم ان لایکثر علیہ السؤال ولا یعنت فی الجواب ولا یلج

علیہ اذا کسل ولا یوخذ بثوبہ اذا نهض ولا یشار الیہ بیدفی حاجۃ ولا یغشی له سرّاً ولا یغتاب عنده احدٌ ویعظم کما حفظ امر اللہ ولا یجلس المتعلم الا امامہ والا یعرض من طول صحبتہ واذا جاء ہ طالب العلم وغیرہ فوجدہ فی جماعۃ عمہم بالسلام وخصہ بالتحیۃ ویحفظ شہاد او غائباً ولیعرف حقہ فان العالم اعظم اجرا من الصائم القائم المجاہد فی سبیل اللہ فاذا مات العالم ثلم فی الاسلام ثلثہ لا یسدھا الا خلف منہ و طالب العلم تستغفر لہ الملائکۃ وتدعو الہ مافی السموات والارض (ترجمہ) کہ عالم کا حق یہ ہے کہ اس سے کثرت سے سوال نہ کریں، اور جواب میں اس کے ساتھ تعنت و ایذا دہی سے پیش نہ آئیں، اور جب اس کو تکان و سستی ہو تو الحاح و اصرار نہ کریں، جب وہ اٹھنے لگے تو اس کا پلہ نہ پکڑیں، اور کسی کام میں اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ نہ کریں، اور اس کے راز کو آشکار نہ کریں، اور کسی کی اس کے سامنے غیبت نہ کریں، اور تعظیم کریں اس کی جیسا کہ اس نے امر حق کی حفاظت کی، اور طالب علم اس کے سامنے بیٹھے اور اس کے طول صحبت سے اعراض نہ کرے، اور جب طالب علم یا کوئی اور اس کے پاس آئے اور وہ ایک مجمع میں ہو تو اس مجمع عام پر عمومیت سے سلام کرے اور اس کو خاص دعا دے اور اس کا ادب سامنے اور پیٹھ پیچھے ملحوظ رکھے، اور اس کے حق کا عارف ہو، کیوں کہ عالم کا ثواب روزہ دار اور عابد شب زندہ دار اور راہ خدا میں جہاد کرنے والے سے بھی زیادہ ہے۔ جس وقت عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایک رخنہ پڑتا ہے اس کو بند نہیں کرتا الا اس کا جانشین، اور طالب علم کے لئے ملائکہ آسمان استغفار کرتے ہیں اور آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے اس کے واسطے دعا مانگتے ہیں۔ اور نیز آپ نے فرمایا یری العلم فی ذل وجوع وفاقة وبعد من الالباء والاهل والوطن لوکان کسب العلم اسهل حرفة لما کان ذو جہل علی الارض فی الزمن (ترجمہ) پاتا ہوں میں علم کو ذلت اور بھوک اور فاقہ کشی میں، اور دور ہونے میں اپنے ماں باپ، اور اہل و عیال اور وطن سے، اگر علم حاصل کرنا کوئی آسان کام ہوتا تو تمام زمانہ میں روئے زمین پر کوئی بھی جاہل باقی نہ رہتا۔ نیز آپ نے فرمایا انما العلماء فی الناس کالبدر فی السماء یضی نورہ علی سائر الکواکب خذوا من العلم ما بداء لکم وایاکم ان تطلبوہ لخصال اربع لتباہو بہ العلماء او تماروا بہ للسفہاء او تراثوا بہ فی المجالس او تصرفوا وجوہ الناس الیکم للتراثوس۔ (ترجمہ) کہ صاحبان علم لوگوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے کہ چودھویں رات کا چاند آسمان میں اس کا نور تمام ستاروں کے نور پر

غالب ہے علم سے جس قدر چاہا ہو حاصل کرو۔ مگر خبردار چار خصلتوں کے لئے علم طلب نہ کرنا، ایک اس لئے کہ اس سے علماء پر فخر و مباہات کرو، دوسرے اس واسطے کہ جاہلوں بیوقوفوں کے ساتھ جنگ و جدل پیش آو، تیسرے تاکہ مجالس میں اس سے ریا کرو۔ چوتھے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرو اور ان پر فوقیت و ریاست چاہو۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے امالی میں روایت کی ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا کہ طالبان علم تین نوع پر ہیں ان کے صفات و علامات سے ان کو پہچان رکھو۔ ایک جو مرء (جنگ) و جدل کے واسطے علم حاصل کرے۔ دوم استطالہ (درازی) و قتل (فریب دہی) کے لئے۔ سوم فقہ (بصیرت حاصل کرنے) اور عمل کے لئے۔ لیکن صاحب جنگ و جدل کہ وہ مجالس بحث و گفتگو میں لوگوں کو ایذا دیتا ہے گواظہار خشوع کرے، مگر پرہیزگاری سے کورا ہے حق تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے منہ اور دھڑ کو توڑے گا۔ لیکن استطالہ و قتل والا وہ اپنے برابر والوں پر اپنے تئیں کھینچتا اور ان پر فخر چاہتا ہے اور اغنیا کے سامنے تواضع و فروتنی سے پیش آتا ہے۔ پس وہ ان کے خوان احسان سے بہرہ ور ہوتا ہے الا اپنے دین کو تباہ و برباد کرتا ہے۔ پس حق تعالیٰ اس کے بصر بصیرت کو کور کرتا ہے اور آثار علماء سے اس کا نشان مٹا دیتا ہے۔ لیکن صاحب فقہ و عمل۔ پس تو جب اس کو دیکھے تزیں و دردمند نظر آئے گا وہ شب ہائے تاریک میں عبادتِ خدا بجالاتا ہے باوصف اس کے عذابِ خدا کے خوف سے ہر وقت ترساں و لرزاں رہتا ہے حق تعالیٰ اس وجہ سے اس کے ارکان مضبوط کرتا ہے اور قیامت کے روز اس کو امان ہوگی۔ صفت شیعیانِ خالص منقول ہے کہ ایک رات حضرت امیر المومنینؑ مسجد سے برآمد ہوئے اور ارادہ گورستان کا کیا چاندنی رات تھی کچھ لوگ آپ کے پیچھے ہوئے کہ ساتھ جائیں آپ نے جوان کو دیکھا تو ٹھہر گئے اور فرمایا تم کون لوگ ہو عرض کی یا امیر المومنینؑ تمہارے شیعہ ہیں حضرت ان کے چہروں کو غور سے دیکھنے لگے کہ کیا بات ہے علامات و نشان شیعہ تم میں نظر نہیں آتے انہوں نے کہا کہ علاماتِ شیعہ کیا ہیں فرمایا۔ ان کی علامت یہ ہے **صُفْرُ الْوُجُوْهِ مِنَ السَّهْرِ عَمَشَ الْعَيُونُ مِنَ الْبُكَاءِ حَذَبَ الظُّهُورُ مِنَ الْقِيَامِ خَمَصَ الْبَطْنُونَ مِنَ الصِّيَامِ ذَبَلَ الشَّفَاهُ مِنَ الدَّعَاءِ عَلَيْهِمْ غِبْرَةُ الْخَاشَعِينَ**۔ کہ ان کے چہرے کثرتِ بیداری سے زرد ہوں اور ان کی آنکھیں روتے روتے کمزور و ضعیف ہو گئی ہوں اور ان کی کمر کثرتِ قیامِ عبادت سے خمیدہ کبڑی ہو جائیں اور ان کے شکم روزوں کے سبب خالی اور ان کے ہونٹ زیادتی دعا سے خشک ہوں اور ان کے اوپر ہو غبارِ فروتنی اور تذلل کا۔ مواظظ مختلفہ فرماتے ہیں۔ ان افضل ما توسل بہ المتوسلون **اَللّٰهُ سُبْحَانَهُ تَعَرَّيْ اِيْمَانًا بِهٖ وَبِرِسُوْلِهِ وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِهِ فَانْهَ ذُرُوْعَ الْاِسْلَامِ وَكَلِمَةُ الْاِخْلَاصِ فَانْهَ الْفَطْرَةَ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَانْهَ الْمَلَّةَ اِيْتَاءَ الزَّكٰوةَ فَانْهَ الْفَرِيضَةَ**

واجبة و صوم شهر رمضان فانه جنه من العقاب وحج البيت و اعتماره فانها ينفيان
 الفقر ويرخصان الذنب و صلة الرحمه فانها مژاة في المال و منساه في الاجل
 و صدقة السرفا فانها تكفر الخطيئة و صدقة العلانية فانها تدفع منية السوء و صنائع
 المعروف فانها تقى مضارع الهوان افوضوا في ذكر الله فانه احسن الذكروا رغبوا
 فيها وعد المتقين فان وعده اصدق الوعد و اقتدروا ويهدي بينكم فانه افضل
 الهدى واستنوا بسنة فانها اهدى السنن وتعلموا القرآن فانه احسن الحديث
 وتفقهوا فيه فانه ربيع القلوب واستشفوا ابنوره فانه شفاء الصدور و احسنو تلاوته
 وان العالم العامل بغير علمه كالجاهل الحائر الذي لا يستفيق من جهله بل الحجة
 عليه اعظم والحسرة له الزم وهو عند الله الوم (ترجمہ) بہ تحقیق کہ افضل اور بہتر ان وسائل کا کہ
 وسیلہ جو ان سے قرب و وسیلہ خدا حاصل کرتے ہیں حق سبحانہ تعالیٰ اور اس کے نبی محمد مصطفیٰ پر ایمان لانا ہے اور اس کے
 راہ میں جہاد کرنا کیوں کہ جہاد مسلمان کا اعلیٰ مقصد اور اونچا مدعا ہے اور خالص توحید کا دل سے اقرار کرنا کہ یہ مقتضائے
 فطرت انسانی ہے جس پر کہ آدمی مخلوق ہوا ہے اور نماز کا برپا رکھنا کیوں کہ یہ تمامی دین و مذہب ہے اور زکوٰۃ کا ادا کرنا
 کہ وہ فرائض و واجب ہے اور ماہ رمضان میں روزہ رکھنا کہ وہ سپر اور پناہ ہے عذاب و جہنم سے اور حج خانہ کعبہ اور عمرہ
 بجالانا کیوں کہ یہ دونوں فقر و وریشی کو دفع کرتے ہیں اور آلائش عصیاں کو دھو ڈالتے ہیں اور صلہ رحم (اقربا کے ساتھ
 احسان و نیکی کرنا) کہ اس سے ثروت زیادہ اور عمر دراز ہوتی ہے اور پوشیدہ خیرات کرنا کہ کفارۂ خطیات و معاصی ہے اور
 ظاہر میں تصدق دنیا کہ بری موت سے مثل جل جانے ڈوب جانے مکان یا دیوار کے نیچے دب جانے وغیرہ سے محفوظ
 رکھتا ہے اور نیکی اور احسان کرنا ذلت و خواری میں پڑنے سے بچاتا ہے لوگو اپنے تئیں ذکر خدا میں ڈالو کیوں کہ وہ تمام
 اذکار سے بہتر ہے اور جو وعدہ ہائے ثواب اس نے پرہیزگاروں سے کئے ہیں ان میں رغبت کرو کیوں کہ اس کے
 وعدے تمام وعدوں سے سچے اور پکے ہیں اور اپنے نبی کی ہدایت پر کار بند ہو کہ وہ ہدایت سب سے بہتر ہے اور
 آنحضرتؐ کی سنت پر عمل کرو کہ سب سنتوں سے زیادہ ہدایت کرنے والی ہے علم قرآن سیکھو کیوں کہ وہ تمام باتوں
 سے بہتر ہے اور اس میں فقہ و بصیرت حاصل کرو اس لئے کہ وہ دلوں کی بہار ہے اور اس کے نور سے شفا چاہو کہ سینوں کی
 شفا اس میں ہے اور اچھی طرح سے اس کی تلاوت کرو کہ سب قصوں سے زیادہ نافع ہے اور جو عالم کہ اپنے علم کے موافق
 عمل نہیں کرتا وہ اس حیران کی مانند ہے جو کہ اپنی جہالت سے افاقہ نہیں پاتا بلکہ اس پر حجت زیادہ تمام ہے اور حسرت اس

کو زیادہ لازم ہے اور وہ خدا کے نزدیک بہت ملامت کیا گیا ہے اور حارث ہمدانی (۱) کو خط میں لکھا۔ قرآن کو لازم پکڑ اور اس سے نصیحت لے اور جس چیز کو قرآن حلال کرے حلال جان، جسے حرام کہے حرام سمجھ، دنیا کے گزشتہ حالات سے اس کے آئندہ کے لئے عبرت حاصل کر، کیوں کہ وہ با یک دیگر مشابہ ہیں اور مابعد ماقبل سے مل جانے والا ہے خدا کے نام کو حق الامر کے سوا کسی کام میں زبان پر نہ لا، موت اور اس کے بعد کی حالت کو یاد رکھ۔ موت کی آرزو نہ کر مگر جب کہ اپنے اعمال خیر پر بھروسہ کر لے کہ وہ باعثِ نجات ہوں گے، کوئی کام نہ کر جس سے کہ تیرا نفس راضی ہو، اور عام مسلمان ناراض، اور اس کام سے پرہیز کر کہ چھپ کر اسے کرے ظاہر ہو تو خفت و ندامت اٹھائے۔ اور اس سے سوال کریں تو یا انکار و یا عذر کرنا پڑے اپنی آبرو کو تیرے ہائے ملامت مردم کا نشانہ نہ بنا۔ ہر ایک بات جو سنے اس کے نقل کرنے پر مبادرت نہ کر کہ جھوٹا ٹھہرے گا اور ہر امر جو تجھ سے کہیں اس کی تکذیب نہ کر کہ یہ جہالت ہے۔ غصہ اور غیظ کے وقت حلم اختیار کر اور قدرت پانے پر درگزر فرما۔ اور شکر نعمت سے نعمات کی اصلاح کر کہ پائدار ہوں اور ضائع نہ ہونے پائیں پس نعمات کا اثر تجھ پر ظاہر ہونا چاہئے۔ جان کہ مومن کامل وہ ہے کہ اپنے نفس اور اہل و عیال سے توشہ آگے بھیجے یعنی نفس کو جہاں راہ خدا میں کام میں لائے اور اہل و عیال کو خیرات و مبرات کی تاکید کرے اور مال سے زکوٰۃ وغیرہ حقوق واجب و مستحب نکالے اس شخص کی مصاحبت سے پرہیز کر جس کی رائے مقبول ہو اور عمل مردود کیوں کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے اور آدمی اپنے ہم صحبت سے اس کی خصائل اخذ کرتا ہے بڑے شہروں میں سکونت اختیار کر کہ مجمعِ مسلمین ہیں اور دیہات خورد سے کنارہ کش ہو کہ غفلت و گمنامی میں بسر ہوگی اور طاعتِ خدا میں مددگار کمتر ملیں گے۔ کار آمد باتوں پر دل کو لگا اور رائے کو مقصود رکھ بازاروں کو نشست گاہ نہ بنا کہ محلِ شیاطین اور مقامِ فتن ہیں اپنے سے کمتر پر نظر

(۱) حارث بن عبد اللہ کبار تابعین و خواص اصحاب امیر المومنین سے ہے اور وہ ہے مخاطب اشعار مشہورہ آنحضرت کا کہ ایک شعر ان سے یہ ہے۔ یا حارث ہمدان من یمیت ہونی من مومن او منافق قبلانا آخر ایات یعنی اے حارث ہمدانی جو کوئی مرتا ہے مجھ کو قبل موت دیکھتا ہے خواہ مومن ہو یا منافق نقل ہے کہ وہ ایک مرتبہ رات کو بے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کون چیز تجھ کو اس وقت یہاں لائی اسے حارث عرض کی قسم خدا کی سوائے تمہاری محبت کے کوئی شے مجھ کو نہیں لائی حضرت نے فرمایا تو جان اسے حارث کہ کوئی مجھ کو دوست نہیں رکھتا الا یہ کہ مرنے کے وقت مجھ کو دیکھتا اور امیدوار رحمت الہی ہوتا ہے اور کوئی مجھ کو دشمن نہیں رکھتا مگر یہ کہ مرنے کے وقت مجھے دیکھتا اور قتل اور مایوس ہوتا ہے اور امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ حرام ہے روح پر کہ بدن سے مفارقت کرے جب تک کہ خدہ آلِ عا محمد مصطفیٰؐ علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام کو نہ دیکھ لے اس وقت اگر مومن ہے تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں ثواب آخرت سے۔ برعکس اس کے منافق کافر عقوباتِ اخروی معلوم کر کہ محذون و مغموم ہوتا ہے۔ ۱۲ اجلاس۔

رکھ اور خدا کا شکر بجالا جمعہ کے روز سفر نہ کر جب تک کہ نماز جمعہ نہ پڑھ لے الا جب کہ جہاد پر جائے یا کوئی اور ایسا عذر معقول رکھتا ہو۔ ہر قول و فعل میں اطاعتِ حکمِ خدا لازم جان کیوں کہ وہ جملہ امور سے زیادہ ضروری ہے اپنے تئیں پھسلا کر عبادت پر رکھ کہ ذوق و نشاط سے اس کو بجالائے اور جبر نہ کر الا واجبات میں کہ ان کا ادا کرنا بہر کیف لازم ہے۔ خوف کر کہ موت تجھ پر وارد ہو در انحالیکہ تو طلبِ دنیا میں مصروف ہو فساق و فجار کے سایہ سے بچ کہ ان کی شرارت تجھ میں سرایت نہ کرے۔ حق سبحانہ کی عظمت کو ملحوظ رکھ اور اس کے دوستوں کا دوست ہو اور غضب سے باز رہ کیوں کہ وہ شیطان کے لشکروں میں سے ایک عظیم لشکر ہے۔

در مسامحت بطلب رزق یا ابن ادم الرزق رزقان رزق تطلبه ورزق یطلبک فان لم تاتہ اناک فلا تحمل ہم نسنتک علی ہم سنتک علی ہم یومک کفاک کل یوم مافیہ فان تکن السنۃ من عمرک فان اللہ سیاتک فی کل یوم جدید بما قسم لک وان لم تکن السنۃ من عمرک فما تصنع بالہم مالیس لن یسبک الی رزقک طالب ولن یغلبک علیہ غالب" ولن بیطی عنک ما قدر لک اے پسر آدم رزق دو طرح پر ہے ایک وہ رزق ہے جس کو تو طلب کرتا ہے دوسرا وہ جو تجھے ڈھونڈتا ہے اگر تو اس تک نہ پہنچے گا تو وہ تیرے پاس پہنچ جائے گا ایک روز کے رزق کی فکر کے بجائے تو سال بھر کے رزق کی فکر اپنے اوپر نہ ڈال ہر روز کا رزق جو اس روز تجھے ملے کافی ہے۔ اگر برس بھر زندہ رہا تو حق تعالیٰ ہر روز نیا رزق جو اس روز کا تیرے لئے مقرر ہے تجھے پہنچائے گا اور جو وہ سال تیری زندگی کا نہیں تو ناحق ایسی شے کے لئے جو تیری واسطے نہیں اپنے تئیں رنج و تعب میں ڈالتا ہے تو جان لے کہ جو تیرا رزق ہے کوئی اس کی طرف سبقت نہیں لے جاسکتا اور کوئی غالب اسے دبا نہیں سکتا جو تیرے لئے مقدر ہو چکا ہے ہرگز اس کے پہنچنے میں دیر نہ ہوگی۔ ایامِ ہفتہ از دیوانِ منسوب بہ آں حضرت صلوات اللہ علیہ۔ مع ترجمہ نظم اردو از مولف۔

لصیدان اردت بلا امتراء
بے شبہ خوف از پئے صید و شکار ہے
تبدی اللہ فی خلق السماء
حق نے فلک کو اس میں کیا آشکار ہے
ستظفر بالنجاح وبالنراء

لنعم اليوم يوم السبت حقاً
ہفتہ کا پہلا روز کہ ہفتہ کا روز ہے
وفی الاحد البناء لان فیہ
یک شنبہ ہے بناء عمارت کے واسطے
وفی الاثنين ان سافرت فیہ

دو شنبہ کے سفر میں ملے مال و مدعا
وان یرد الجامة فالثلاثا
سہ شنبہ ہے جو فصد و حجامت کا قصد ہو
وان شرب امرء یوماً دواء
جام دوا کو نوش کرے چار شنبہ کو
وفی یوم الخمیس قضاء حاج
ہوتی ہیں پنج شنبہ کو پوری جو حاجتیں
وفی الجمعات تزویج و عرس
جمعہ ہے بس جماع عروسی کے واسطے
وهذا العلم لم یعلمہ الا
یہ علم ان علوم سے ہے جن کا جانا

انب مسافرت کے لئے سوموار ہے
فقی ساعا تھا هرق الدماء
گھڑیوں میں اس کی خون گرانے کا کار ہے
فنعم الیوم یوم الاربعاء
اپنی شفا کا جبکہ کوئی خواستگار ہے
فضیہ اللہ یاذن بالدعاء
کرتا عنایت اذن دعا کردگار ہے
ولذات الرجال مع النساء
لذات مرد و زن کی یہ لیل و نہار ہے
نبیؐ اووصیؑ الانبیاء
پیغمبر اور ان کے وصی کا شعار ہے

ان وصیتوں میں سے کچھ جو امیر المومنینؑ نے اپنے فرزند سعید کے لئے تحریر فرمائیں: یہ وصیت کہ ہنگامِ مراجعت از جنگ صفین مقامِ حاضرین پر کہ نواحِ شام میں ایک موضع ہے لکھی۔ بقول جناب سید رضی رضی اللہ عنہ نہج البلاغہ میں حضرت امام حسنؑ کے لئے تحریر فرمائی تھی پس تمام خطابات اس کے آنحضرتؐ کی طرف راجع ہوں گے لیکن شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ محمد بن حنفیہؑ کو کی ہے، بہر کیف وہ بہت مبسوط و مشرح ہے اوپر مضامینِ عالیہ و نصائحِ ارجمند دنیا و عقبیٰ و فوائدِ بسیار کے یہاں بہت جزوی، بطور انتخاب نقل و ترجمہ ہوتی ہے۔ در تحریریں صدقہ برائے فائدہ اخرویہ فرماتے ہیں واعلم ان امامک وطریقاً ذا مسافۃ بعیدۃ ومشقة شدیدۃ وانه لا غنا بک فیہ عن حسن الارتیاد و قدر بلا غک من الزاد مع خفة الظهر فلا تحملن علیٰ ظہرک فوق طاقتک فیکون ثقل ذلک وبالاک علیک و اذا وجدت من اهل الفاقة من یحمل الک وادک الیٰ یوم القیامۃ فوافیک بہ غدا حیث تحتاج الیہ فاغتنمہ وحملہ ایاہ اکثر من تزوید و انت قادر علیہ فلعلک تطلبہ فلا تجده واغتنم من استقرضک فی حال غناک لیجعل قضائہ لک فی یوم

عسرتک ترجمہ جان تو اسے فرزند کہ تجھ کو ایک راہ درپیش ہے جس کی مسافت دراز اور تکلیف شدید ہے اور تجھ کو چارہ نہیں بجز اس کے کہ اچھی طرح فکر کرے۔ اور بقدر اس راہ کے طے ہونے کے تو شہ اپنے ساتھ لے۔ اور ساتھ ہی سبک رہنے کا بھی خیال رکھے پس اپنی پشت پر اپنی طاقت سے زیادہ بار نہ کر کیوں کہ اس کا بوجھ تیرے اوپر وبال ہوگا اور اگر تجھ کو اہل فقر و فاقہ سے کوئی شخص ایسا مل جائے جو قیامت تک کے لئے تیرا بوجھ اٹھالے اور پھر فراق قیامت اس وقت جب کہ تو اس کا محتاج ہو تجھے دے دے تو چاہئے کہ تو اس کو بہت غنیمت جان اور اپنا بوجھ اس پر بار کر دے اور جس قدر تجھ سے لا دیا جاسکے لا دے کہ مبادا پھر لا دنا چاہے اور تجھے نہ ملے۔ یعنی دنیا میں محتاج کو خیرات دینا ایسا ہے جیسا کہ توشہ سفر آخرت کو دوسرے پر بار کر دے، اور آپ ہلکا پھلکا ہو جائے، پھر منزل پر پہنچ کر اس سے واپس لے لے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ بوقت تو انگری کوئی تجھ سے قرض لے اس وعدے پر کہ تیرے افلاس اور احتیاج میں واپس دے دے تجھے تو ایسے قرض خواہ کو بہت ہی غنیمت جانا چاہئے اور فوراً اس کو قرض دے دینا چاہئے۔ ترغیب دعا اور قبولیت دعا میں تاخیر کی وجوہات: واعلم ان الذی بیدہ خزائن السموات والارض قد اذن لك فى الدعاء وتكفل بالاجابة وامرك ان تسئله ليعطيك و تسترحمه ليرحمك ولم يجعل بينك وبينه من يجبك عنه ولم يلجبك الى من يشفع لك اليه ولم يمنعك ان اسات من التوبة ولم يعاجلك بالنقمة ولم تفضحك حيث تعرضت الفضيحة ولم يشدد عليك فى قبول الا نابة ولم يناقشك بالجريمة ولم يوثك من الرحمة بل جعل نزوعك عن الذنب حسنة وحسب سيئتك واحدة وفتح لك باب المتاب وباب الاستعتاب فاذا نادى سمع ندائك واذا نادى جيتك اعلم نجواك فافضيت اليه بحاجتك وانبتته ذات نفسك وشكوت اليه همومك واستكشفتك كروبك واستعنت على امورك وسئله من خزائن رحمته ما لا يقدر على اعطائه غيره من زيادة الاعمار وصحة الابدان وسعته الارزاق ثم جعل فى يدك مفاتيح خزائنه بما اذن لك فيه من مسئلته فمتى شئت استفتحت بالدعاء ابواب نعمته واستمطرت شتاييب (۱) رحمة فلا يقنطك ابطاء اجابته العطية على قدر النية

(۱) شہاب و ما زان عصمتیوز، ایک مرتبہ کی بارش اور پارہ ابر بڑے قطرہ والیکا اور چدر ایک چیز کی اور شہاب سے دفع ہونا کسی شے کا، اور جو خوبی کسی چیز کے اول ظاہر ہوا اور ختمی اور گرمی آفتاب کی اور شہاب اس کی جمع ہے۔

وَرَبَّمَا أُخِزْتُ عَنْكَ الْإِجَابَةُ لِيَكُونَ ذَلِكَ اعْظَمَ أَجْرِ السَّائِلِ وَاجْزَكَ لِعَطَاءِ الْاَمَلِ
وَرَبَّمَا شَتَّتَ الشَّيْءُ فَلَا تَوَاتَاهُ وَאוْتِيَتْ خَيْرًا مِنْهُ عَاجِلًا وَاجِلًا وَصَرَفَ عَنْكَ لِمَا هُوَ
خَيْرٌ لَكَ وَدَلَّكَ اَمْرٌ قَدْ طَلَبْتَهُ فِيهِ هَلَاكُ دِينِكَ لَوْ اَوْتِيَتْهُ فَلَتَكُنْ مَسْئَلَتُكَ فِيمَا
يَبْقَى لَكَ جَمَالَهُ وَيَنْفَى عَنْكَ وَبَالَهُ وَالْمَالُ لَا تَبْقَى وَلَا تَبْقَى لَهُ (ترجمہ) جان تو اے فرزند
کہ جس خدائے عزوجل کے قبضہ میں زمین و آسمان کے خزانے ہیں اس نے تجھ کو دعا مانگنے کی اجازت دی ہے اور اس
کے قبول کرنے کا فیصلہ ہوا ہے بقول خود (دعونی استجب لکم دعا کرو مجھ سے اجابت کروں گا تمہارے
لئے) اور امر کیا ہے مجھ کو کہ اس سے سوال کرے کہ وہ عطا کرے، اور رحم چاہے اس سے کہ وہ رحم کرے، اور تیرے اور
اپنے درمیان کوئی حاجب اور پردہ دار قرار نہیں دیا اور کسی کا محتاج نہیں کیا کہ وہ اس کے آگے تیرا شفاعت خواہ ہوا اگر
بدکاری کے بعد تو تائب ہو تو تجھ کو اس سے روکتا نہیں۔ نیز تیرے عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اور نہ تجھ کو فضیحت و
رسوا کرتا ہے، جب کہ تو خود ان امور کا معرض ہوتا ہے بلکہ اس پر پردہ ڈھانپ دیتا ہے، اور قبولِ توبہ و انابت میں تجھ پر
سختی روا نہیں رکھتا، اور مواخذہ جرم میں تیرے ساتھ مضا کفہ نہیں کرتا، اور اپنی رحمت سے تجھ کو مایوس نہیں ہونے دیتا بلکہ
ترکِ محصیت کو تجھ سے ایک حسنه شمار کرتا ہے، اور ایک گناہ کو ایک اور ایک نیکی کو دس حساب کرتا ہے۔ بمفاد قولہ
تعالیٰ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرًا مِثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى بِهَا إِلَّا مِثْلُهَا
اور دروازہ توبہ کرنے کا تیرے لئے کھولا اور گناہ سے عذر خواہی کا تجھے موقع دیا جب تو اسے پکارتا ہے تو وہ تیری آواز
سنتا ہے اور جب مناجات کرتا ہے تو وہ اس سے واقف ہوتا ہے تاکہ تو اپنی حاجت کو اس تک پہنچائے اور جو کار تجھے پیش
آئے اسکے آگے اسے ظاہر کرے اور اپنے غموں کی اس سے شکایت کرے اور اپنی سختیوں کے کھولنے کی اس سے
درخواست کرے اور اپنے کاروبار میں اس سے اعانت و امداد مانگے اور اس کے خزانہ رحمت کا کہ کوئی دوسرا اس کے سوا
عطا نہیں کر سکتا اس سے سوال کرے اور زیادتی عمر اور صحت بدن اور وسعت رزق کا اس سے طلب گار ہو۔ پھر اپنے
خزانوں کی کنجیاں تجھ کو دیں تاکہ تو ابوابِ رحمت کو بوسیلہ جیلہ دعا مانگنے کے کہ اس کا تجھے اذن دیا ہے کھولے پس تو جب
چاہے دعا کے ذریعہ سے اس کے نعمت کے ابواب کو کھول سکتا ہے اور بارانِ رحمت اس کی، کا سوال کر سکتا ہے پس ہرگز تجھ کو
دعا کا دیر میں قبول ہونا مایوس نہ کرے۔ کیوں کہ عطاء الہی بقدرِ رعیت سائل ہوتی ہے اور اکثر اوقات قبول دعا میں اس لئے
تاخیر ہوتی ہے تاکہ سائل کا اجر اس سے بزرگ ہو اور امیدوار کی عطا و بخشش جزیل ہو۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے

کہ تو نے ایک شے کی دعا مانگی اور وہ تجھ کو نہ دی گئی لیکن دوسری شے اس کی عوض دنیا یا آخرت میں اس سے بہتر مرحمت ہوگی۔ پس اس سے تیرا باز رکھنا تیری بہتری کے واسطے تھا۔ اور اکثر اوقات یہ صورت ہوتی ہے کہ تو نے نادانستگی سے وہ شے طلب کی ہے کہ اگر دے دی جائے تو تیرا دین تباہ ہو جائے۔ پس تجھ کو چاہئے کہ حق تعالیٰ سے ایسی شے طلب کرے جس کی خوبی تیرے لئے باقی رہے اور اس کا وبال تجھ سے دور ہو اور مال وہ شے ہے کہ تیرے لئے باقی نہ رہے گا اور نہ تو اس کے لئے باقی رہے گا۔ سلوک بایاران با صفا و دشمنان پر جفا۔ **احمل نفاک من اخیک عند صرمہ علی الصلۃ وعند صدودہ علی اللطف والمقاریۃ وعند جمودہ علی البذل وعند تباعدہ علی الذنوو عند شدتہ علی اللین وعند جرمہ علی العذر حتی کانک لہ عبدو کانہ ذونعمۃ علیک وایاک ان تصنع ذلک فی غیر موضعہ وان تفعلہ بغیر اہلہ ولا تتخذنَّ عَدُوَّ صَدِیقک صدیقاً فتعادی صَدِیقک وامحض اخاک النصیحة حسنة كانت ام قبیحة وتجرع الغیظ فانی لم اجرعة احلی منها عاقبة ولا الذ مغبة (۱) ولن لمن غاظک فانه یوشک ان یلین لک وجد علی وک بالفضل فانه احدا لظفہین وان اردت قطیعة اخیک فاستبق لہ من نفسک بقیة یرجع الیہا ان بداء ذلک لہ یوماً ما ومن ظن بک خیراً فصدق ظنہ ولا تضيع حق اخیک انکالا علی ما بینک وبینہ فانه لیس باخ من اضعحت حقہ ترجمہ برداشت کر اور اٹھا اپنے دوست سے اپنے اوپر یہ باتیں کہ اگر وہ تجھ سے قطع و جدائی ڈھونڈے تو تو اس سے ملاپ کر اور جو اعراض و روگردانی کرے تو تو لطف اور نزدیکی چاہ اور جو دہ بخل اختیار کرے تو تو جو دو احسان سے پیش آ اور جو وہ دوری چاہے تو تو قریب ہو جب تجھ سے سختی کرے تو تو ملامت اور نرمی کر اور جس وقت تیرے اوپر ظلم یا تیرا کوئی جرم کرے تو اسے معاف کر بلکہ جو عذر خواہی اسے کرنی چاہئے تھی تو بجالا اور اس کو شرمندہ نہ ہونے دے اور اس طرح اپنے دوست سے پیش آ گویا تو اس کا بندہ احسان ہے اور وہ تیرا ولی نعمت اور صاحب امتنان۔ اور خبردار کہ یہ امور اس شخص کے ساتھ کرے کہ ان کا اہل و مستحق نہ ہو کیوں کہ ایسا کرے گا تو وہ حماقت سے تیری تواضع و فروتنی کو عجز و زبونی پر حمل کرے گا۔ ہرگز اپنے دوست کے دشمن کے ساتھ دوستی نہ کرنا کہ وہ درحقیقت اس دوست کو دشمن بناتا ہے دوست سے نصیحت کو باز رکھنا نہیں چاہئے خواہ شیریں ہو یا تلخ صاف اس کے رو برو بیان کرنا چاہئے۔ غصہ کو پی جا کیوں کہ میرے نزدیک کوئی گھونٹ نہیں کہ آخر کار ایسا شیریں اور لذیذ ہو جیسا کہ غصہ کا ضبط کرنا ہے اور جو تیرے ساتھ غلظت اور سختی کرے اس سے نرمی کر کہ وہ بھی آخر نرمی کی**

طرف مائل ہوگا اور اپنے دشمن پر جب کہ وہ تیرے قابو میں آئے فضل و احسان کر کہ وہ عظیم فتح ہے۔ اگر اپنے دوست سے محبت قطع کرنا چاہتا ہے تو بالکل قطع نہ کر بلکہ کسی قدر اس سے باقی رہنے دے کہ اگر وہ دوست صلح کرنا چاہے تو اس بقیہ سے تمسک کرے اگر کوئی دوست تجھ میں کسی خوبی کا گمان کرے کہ وہ خوبی تو نہ رکھتا ہو تو اس کے گمان کی تصدیق کر اور اس خوبی کو اپنے لئے حاصل کر۔ کسی دوست کے حق کو اس بھروسہ پر کہ وہ میرا دوست ہے ہرگز ضائع نہ کر کیوں کہ جس کا حق ضائع کیا وہ دوست دوست نہیں رہتا۔ اندرون خانہ پردہ دار مستورات اور خادموں کے ساتھ طرز معاشرت

ایاک ومشاورۃ النساء فان رائھن الی فن وعزمھن الی وھن واكفف علیھن
من ابصارھن بجبابك ایاھن فان شدة الحجاب ابقى علیھن ولیس
خروجھن باشد من ادخالك من لا یوثق به علیھن وان استطعت ان لا یعرفن
غیرك فافعل ولا تملك المراءۃ من امرھا ما جاوز نفسها فان المراءۃ ریحانۃ
ولیست بقھر ما نہ ولا تعد بكر امتھا ما جاز نفسها ولا تطمعھا فی ان تشفع لغير
ھا وایاك والتغائر فی غیر موضع غیرۃ فان ذلك یدعو الصحیحة الی السقم
والبریۃ الی الریب۔ واجعل لكل انسان من خدمك عملا تاخذہ فانه احرى
ان لا یتواكلوا فی خدمتك واكرم عشیرتك فانھم جناحك الذی به تطیر و
اصلك الذی الیہ تصیر ویدك الذی بها تصول ترجمہ خبردار عورتوں سے مشورہ نہ کرنا کیوں کہ
ان کی رائے فن و فریب کے قریب ہے اور ان کا عزم و ارادہ سستی و ضعف سے خالی نہیں۔ اپنی عورتوں کو بے گانہ کی نظر
سے بچا اور ان کو پردہ سے باہر نکلنے نہ دے، کیوں کہ پردہ داری کو مضبوط کرنا ان کی حفاظت کا عمدہ ذریعہ ہے اور ان کو
تہمت سے چھوڑانے کا اچھا وسیلہ، اس شخص کو ان کے پاس نہ آنے دے جس کی صلاحیت پر وثوق و اعتماد نہ رکھتا ہو کیوں
کہ بے گانے کا اندر آنا عورتوں کے باہر نکلنے سے کم نہیں، بلکہ اس کی خرابی اس سے بھی زیادہ ہے۔ اگر تجھ سے ہو سکے کہ
تیری عورتیں تیرے سوا کسی دوسرے کو نہ جانیں، تو ایسا کر، عورت کو کسی کام میں جو اس کے اپنے نفس کے سوا ہیں دخل نہ
دینے دے کیوں کہ عورت بمنزلہ گل خوشبو کے ہے کہ اس سے متشبع ہونا چاہئے، نہ کہ حاکم جاہر کہ اس کے زیر فرمان رہیں
اور اس کو ایسی عزت کی عادت مت ڈال جو اس کے نفس سے زائد ہو، تاکہ اس کو طمع اوروں کے لئے سفارش کرنے کی
پیدا ہو۔ زہار کہ عورت کے مقدمے میں جو موقعہ غیرت کا نہیں وہاں غیرت کرے۔ اور بلاوجہ کافی اس کو متہم جانے،
تحقیق کہ اس سے تندرست بیمار اور پاک دامن ناپربیز گار ہو جائے گی، اپنے خدمت گاروں میں سے ہر ایک کا کام جدا

جدامعین کر اور اس کی بھلائی برائی کا اس سے مواخذہ فرما۔ اس صورت میں وہ خیانت سے باز رہیں گے اور کام کو ایک دوسرے پر نہ ٹالیں گے اور اپنے کنبے اور خاندان کے لوگوں کی عزت کر کیوں کہ وہ تیرے بازو ہیں جن سے تو پرواز کرے اور تیری بیخ و بنیاد ہیں جن کی طرف رجوع لائے اور تیرے ہاتھ ہیں جن سے اوڑوں پر حملہ آور ہو۔ استغفار کے معنی: مروی ہے کہ کسی نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا یا امیر المؤمنین میں استغفار کرنا چاہتا ہوں فرمایا تکلثک امک تیری ماں تیرے ماتم میں مبتلا ہو تجھ کو معلوم بھی ہے کہ استغفار کے کیا معنی ہیں بہ تحقیق کہ استغفار ایک رتبہ اعلیٰ و درجہ رفیع ہے اور وہ چھ معنوں پر بولا جاتا ہے اولہا الندم علی ما مضی الثانی العزم علی ترک العود الیہ ابدال ثالث ان تودی الی المخلوقین حقوقہم حتی تلقی اللہ عزوجل امسئیس علیک تبعۃ الرابع ان تعتمد الی کل فریضۃ علیک ضیعتہا فتودی حقوقہا الخامس ان تعتمد الی اللحم الذی نبت علی السحت فتذیبہ بالاحزان حتی یلصق الجلد بالعظم وینشأ بینہما لحم جدید السادس ان تذیق الجسم الم الطاعة کما اذقته حلاوة المعصیۃ فعند ذلك تقول استغفرا للہ (ترجمہ) اول یہ کہ جو گناہ تجھ سے سرزد ہوئے ہوں ان پر نادم و پشیمان ہو دوسرے ارادہ کرے کہ پھر کبھی اس کی طرف عود نہ کروں گا۔ تیسرے حقوق خلائق کو جو تجھ پر ہوں ان کی طرف ادا کرے تاکہ حق تعالیٰ سے ملاقات ہو ورنہ آنحالیہ تو پاک و صاف ہو اور کوئی زرد مال تجھ پر نہ ہو۔ چہارم ہر ایک فریضہ کہ تجھ پر فرض تھا اور تو نے اس کو ضائع کیا پس اس کے حقوق کو ادا کرے پانچویں جو گوشت تیرے بدن پر حرام سے پیدا ہوا ہے اس کو غم و اندوہ میں گھلا دے تاکہ صرف پوست و استخوان تیرے جسم پر باقی رہ جائے پھر از سر نو اور گوشت پیدا ہو، چھٹے یہ کہ تو اپنے بدن کو طاعت خدا کا الم اسی طرح چکھا دے جیسا کہ اس کو معصیت کا ذائقہ چکھایا ہے پس اس وقت تو استغفار کرنا اور استغفر اللہ کہنا۔ دُنیا کی ناپائیداری کا ذکر اور سفر آخرت کی تیاری کی ترغیب: چون کہ وہ حضرت زاہد ترین خلائق تھے۔ آپ کا کلام بیشتر مذمت دُنیا اور اس کی دلہنگی سے باز رکھنے، موت اور عذاب آخرت سے ڈرانے، اور اس کے ثواب کی رغبت و حرص دلانے پر مبنی ہوتا تھا۔ سید رضی علیہ الرحمہ شرح نہج البلاغہ میں کہتے ہیں کہ عجائبات حضرت امیر المؤمنین سے جس میں آپ اپنا شریک و سہم و عدیل و نظیر نہ رکھتے تھے ایک یہ ہے، کہ آپ کا کلام کہ تذکیر و وعظ و زہد و تقویٰ میں وارد ہوا ہے، اگر کوئی تامل کرنے والا اس میں تامل کرے، اور سوچے تو اس کو ظاہر ہو کہ یہ ایک درویش تارک الدنیا کا کلام ہے، جو سوائے زہد و عبادت و فقر و قناعت کے دنیا سے سروکار نہیں رکھتا اور بالکل جہان سے

قطع تعلق کر کے زاویہ خانہ یا شگاف کوہ میں عزلت گزریں ہے اور ہرگز اس کے خیال میں نہ آئے گا کہ یہ اس شخص کا کلام ہے جو پائے گاہ عالی اور منصبِ عظیم رکھتا ہے اور اس کے احکام اقتدارِ عالم میں نافذ اور ایک دنیا اس کے زیرِ فرمان ہے، یا اس کا، جو ہمہ تن جنگ و جہاد میں ڈوبا، تیغِ آبدار ہاتھ میں لئے کھڑا ہے اور بہادریوں اور سرکشوں کے سر قلم کرتا اور دیروں اور دلاوروں کو خاکِ ہلاک پر ڈالتا ہے اور وہ باوجود اس کے زاہدوں کا زاہد اور بدل الابدال ہے پھر کہتے ہیں کہ یہ آپ کے فضائلِ عجیب و خصائصِ لطیف سے ہے جس نے اضداد کو جمع اور اشتات کو متوالف کیا ہے۔ میں اکثر اپنے دوستوں آشنائوں سے اس کا تذکرہ کرتا، اور ان کے تعجب کو بڑھاتا ہوں۔ اور واقعی یہ مقامِ تفکر و غور و عبرت ہے اتنی۔ ما اصف من دار اولہا عناء واخرها فناء فی حلالها حساب وحرماھا عقاب من استغنی فیھا فتن ومن افتقر فیھا حزن ومن ساعھا فاقته ومن قعد عنھا وائتھ ومن انبصر بھا بصرته ومن ابصر الیھا غمته صفتِ دنیا میں ارشاد کرتے ہیں کیا بیان کروں اس گھر کا جس کا آغاز رنج و عناء سے ہے، اور انجام نیست اور فنا پر، اور جس کے حلال میں حسابِ دنیا اور حرام میں عذاب بھگتنا ہے کیفیت اس کی یہ ہے کہ جو اس میں غنی اور مال دار ہوتا ہے وہ مفتوں ہو جاتا ہے اور جو فقیر و محتاج ہوتا ہے دردمند و محزون رہتا ہے اور جو سعی کرتا اور اس کے لئے دوڑتا ہے اس سے فوت ہو جاتی ہے اور جو اسے چھوڑ بیٹھتا ہے اس کے پاس آتی ہے اور جو اس سے پینائی حاصل کرنا چاہتا ہے اسے پینا کر دیتی ہے اور جو اس کی طرف بگاؤ و رغبت دیکھتا ہے اس کو اندھا بناتی ہے نیز بے ثباتی دنیا میں فرماتے ہیں ایہا الناس انما الدینا دار مجاز و الاخرة دار قرار فخذوا من ممرکم لممرکم ولا تھتکوا استارکم عند من یعلم اسرارکم و اخرجوا من الدنیا قلوبکم من قبل ان تخرج منها ابدانکم ففیھا اختبرتم و لغيرھا خلقتن ان المرأ اذا هلك قال الناس ماترك وقالت الملائكة ما قدم لله ابائوکم (۱) فقدمو بعضاً یکن لکم ولا تخلفوا فیکون علیکم (ترجمہ) لوگو دنیا خانہ مجاز و فانی ہے اور آخرت دار باقی پس اس اپنی گزرگاہ سے آخرت کے لئے، کہ جائے ثبات و قرار ہے، توشہ حاصل کرو اور اپنے تئیں اس حق جل و علا کے آگے فضیحت و رسوائی نہ کرو، جو تمہارے خیات و اسرار سے واقف ہے۔ اپنے دلوں کو دنیا سے جدا کرو قبل اس کے کہ تمہارے بدن اس سے جدا ہوں، کیوں کہ اس میں صرف

(۱) قولہ اللہ ابوک یا اللہ ابائوکم ایک کلمہ ہے کہ اہل عرب مخاطب کی عزت و تعظیم کے موقع پر اس کا استعمال کرتے ہیں۔ ۱۲۔

آزمائش کے لئے آئے ہو، اس کے غیر کے یعنی آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ بہ تحقیق کہ جب آدمی مرتا ہے تو آدمی کہتے ہیں کہ کس قدر مال ہمارے لئے چھوڑ گیا اور فرشتے پوچھتے ہیں کہ کتنے اعمال خیر لے کر آیا۔ میرے پیاروں اپنے اموال سے کسی قدر اپنے ساتھ لے جاؤ، کہ تمہارے کام آئے اور سب یہیں مت چھوڑ جاؤ کہ تم پر وبال ہو یعنی اموال سے تھوڑا سا خیرات و مبرات زکوٰۃ و خمس وغیرہ میں بھی خرچ کرنا چاہئے ورنہ کل مال موجب وبال ہوگا۔ اور راویان اخبار و ناقلان آثار نے حکایت کی ہے کہ بیشتر اوقات رات کو جب کہ نماز عشاء سے فراغت پاتے تو بہ ندائے بلند کہ جملہ اہل مسجد اور اس کے قرب و جوار کے لوگ سننے ارشاد فرماتے۔ تَجَهَّزُوا رَحِمَکُمُ اللّٰہُ فَقَدْ نُوْدِی فِیْکُمْ بِالرَّحِیْلِ وَاَفْلَمُوا الْعُرْجَةَ عَلٰی الدُّنْیَا وَاَنْقَلَبُوا بِصَالِحٍ مَا بَحْضَرْتُمْ مِنْ الزَّادِ فَاِنْ اِمَامُکُمْ عَقِبَہُ کُوْدًا وَّمَنَازِلٌ مَّخُوْفَةٌ لَا بَدَّ مِنْ الْوُرُودِ عَلَیْہَا وَالْوُقُوفُ عِنْدَہَا وَاَعْلَمُوا اَنْ مَلَاحِظَ الْمُنِیَةِ نَحْوُکُمْ دَانِیَةٌ وَکَانَکُمْ بِمُخَالَہِیَا وَقَدْ نَشَبَتْ فِیْکُمْ وَقَدْ دَہَمَتْکُمْ مِنْہَا مَفْطَعَاتُ الْاُمُورِ وَمَعْضَلَاتُ الْمَحْذُورِ فَقَطَّعُوا عِلَاقَ الدُّنْیَا وَاسْتَظْهَرُوا اِبْزَادَ التَّقْوٰی ترجمہ بندگان خدا خداتم کو رحمت کرے کوچ کی تیاری کرو اور آمادہ سفر آخرت ہو بہ تحقیق کہ تمہارے درمیان ندائے رحیل دی گئی ہے۔ پس اس دنیائے دنی پر دل نہ لگاؤ اور توشہ راہ عقبی کہ اعمال صالحہ ہیں اپنے ساتھ لو۔ کیوں کہ عقبات دشوار گزار و منزلہائے خطرناک تم کو درپیش ہیں کہ جن سے گزرنا اور ان پر قیام کرنا تم کو ناگزیر ہے۔ یقین جانو کہ نگاہیں موت کی ہمیشہ تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں اور اس کے بچے تمہارے اوپر کشادہ، پس اپنے تئیں شہباز اجل کے چٹگل میں جانو، اور اس کے ناخنوں کو اپنے اندر گڑے ہوئے خیال کرو اور سکرانہ موت اور اس کی سختیاں ہمیشہ مد نظر رکھو اور ایک لحظہ اس کی یاد سے غافل نہ رہو۔ دنیا اور علاقہ دنیا سے قطع تعلق کرو اور زادِ تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنے ساتھ لو۔ نیز آپ نے فرمایا اَیْہَا النَّاسُ اَنْظُرُوا اِلَی الدُّنْیَا نَظْرَ الزَّاهِدِیْنَ فِیْہَا الصَّادِقِیْنَ مِنْہَا فَانْهَآ وَاللّٰہُ عَمَّا قَلِیْلٍ تَزِیْلُ الْاَوَی السَّاکِنُ وَتَفْجَعُ الْمَتْرَفُ الْاَمِنْ لَا یَرْجِعُ مَا تَوَلٰی مِنْہَا فَادْبُرُوْا لَا یَدْرِی مَا هُوَات فِیْنَظُرُ سُرُورْہَا مَشُوْبٌ بِالْحَزْنِ وَجِلْدُ الرَّجَالِ فِیْہَا مَنَسُوْبٌ اِلَی الضَّعْفِ وَالْوَهْنِ فَلَا تَغْرَنَکُمْ کَثْرَةُ مَا یَعْحَبُکُمْ فِیْہَا لِقَلَّةِ مَا یَصْحَبُکُمْ مِنْہَا رَحِمَ اللّٰہِ اَمْرًا اَتَفْکَرُ اَفَاعْتَبِرُ وَاَعْتَبِرْ فَاَبْصُرْ۔ فَکَانَ مَا هُوَ کَاثِنٌ مِنَ الدُّنْیَا عَنْ قَلِیْلِ لَمْ یَکُنْ وَکَانَ مَا هُوَ کَاثِنٌ مِنَ الْاٰخِرَةِ عَمَّا قَلِیْلِ لَمْ یَزَلْ کُلٌّ مَّعْدُوْدٌ مَّنْقُضٌ وَکُلٌّ مَّتَوَقَّعٌ اَنْ وَکُلٌّ اَنْ قَرِیْبٌ دَانَ تَرْجَمَہُ لَوْ کُوْدِیَا کِیْ طَرَفِ اس نَظَرِ سَے دیکھو جس سے کہ زائد لوگ شکر اور اعراض کی رو سے اس کو دیکھتے

ہیں کیوں کہ قسم بخدا کہ وہ جلدی ہی اپنے مہمانوں اور سکونت پذیر کو نکال دیتی ہے اور اپنے پناہ گزین، کو جسے ناز و نعمت سے پالتی ہے درد مند کرتی ہے، اس کی نعمات عمر و شباب وغیرہ سے جو گزر جاتے ہیں ہرگز واپس آنے والے نہیں اور آئندہ حالتوں کا کچھ ٹھیک ٹھکانا معلوم نہیں تاکہ ان کا انتظار کیا جائے، اس کی خوشیاں غموں اور کدورتوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں اور اس کے جواں مردوں کی طاقت ضعف و سستی سے منسوب ہے۔ اس کی بہت سی دلپسند چیزیں دیکھ کر تم ہرگز دھوکا نہ کھاؤ کیوں کہ ان میں سے جو تمہارے ساتھ جائیں گی بہت ہی قلیل ہیں۔ خدا اس آدمی پر رحم کرے جو اس کی ناپائیداری میں غور کرے اور نصیحت پکڑے اور نصیحت لے کر بینائی حاصل کرے، دنیا کی موجودات عنقریب نیست و نابود ہو جائیں گی گویا تھی ہی نہیں اور آخرت کے حالات اس طرح آگے آجائیں گے گویا وہ زائل ہونے والے نہیں۔ ایام زندگی کہ معدود ہیں گزر جائیں گے اور موت کہ آنے والی ہے آجائے گی اور جلد اور نزدیک آئے گی۔ نیز مذمت دنیا میں ارشاد فرمایا بندگانِ خدا تم کو ذم و نکوہش دنیا اور اس کے مساوی و معائب کے جاننے میں رسول خدا کی تاسی کفایت کرتی ہے، کہ اس کے اطراف آنحضرتؐ سے منقبض سٹے رہے حالاں کہ اس کے پہلو اوروں پر کشادہ اور اس کے دروازے عیش و عشرت کے اغیار پر باز تھے۔ یعنی کسریٰ و قیصر و دیگر سلاطین کفر و شرک۔ آرام و فراغت میں بسر کرتے تھے اور حضرت رسول خداؐ کی معیشت میں مبتلا تھے، پستان دنیا سے انہوں نے دودھ نہیں پیا اور اس کے زخارف سے اصلاً منتفع نہیں ہوئے اور چاہو تو نظر کرو طرف حال موسیٰ کلیم اللہ کے جب کہ وہ کہتے تھے۔ رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر پروردگار میں اس احسان کا جو تو مجھ پر کرے گدائے حاجت مند ہوں قسم بخدا کہ اس سے انہوں نے سوائے کھانے کی روٹی کے خدا سے اور کچھ نہیں مانگا تھا کیوں کہ آنحضرتؐ کو سوائے نباتات زمین کے اور کوئی چیز کھانے کو میسر نہ آتی تھی اور شدت فقر و فاقہ سے اس قدر لاغر ہو گئے تھے کہ جو کچھ بقولات سے تناول کرتے تھے اس کی سبزی پیٹ کے اندر سے دکھائی دیتی تھی۔ اور چاہو تو خیال میں لاؤ خوش آواز شیریں نوا حضرت داؤد قاری اہل جنت کا کہ وہ اپنے دست حق پرست سے بوریا برگ ہائے خرمایا کا بنتے تھے اور اپنے مصاحبوں سے کہتے تھے کہ کون تم میں سے اس کو بیچ آوے پس اس کی قیمت سے نان جو خرید کر نوش کرتے اور غور کرو طرف حال جناب عیسیٰؑ پسر مریم کے کہ پتھر کا تکیہ لگاتے اور لباس درشت و خشن پہنتے اور روٹی کھاتے نان خورش ان کی جو ع و فاقہ تھی، اور چراغ ان کا ماہ جہاں آرا اور سائبان موسم زمستان میں مشارق و مغارب عالم، میوہ اور گل خوشبو ان کا زمین کی روئید گئیں تھیں کہ چار پائیوں کے لئے آگتی ہیں نہ زوجہ رکھتے تھے کہ اس پر مفتوں ہوں نہ اولاد، کہ اس کے لئے متشکر و محزون، نہ مال رکھتے تھے کہ ان کو یا خدا سے باز رکھے نہ حرص و طمع، کہ ان کو فریب دے، ان کی سواری ان کے دو قدم تھے اور ان کا خدمت گاران کے دو ہاتھ۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ یہ چند کلمات ہیں کہ آنحضرتؐ سے ذم و نکوہش دنیا میں بکمال

اختصار ہم نے نقل کئے۔ تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے اور وہ حضرت زاہد زہاد تھے کہ اصلاً دنیا و لذات دنیا کی طرف کبھی مائل نہیں ہوئے اور انہوں نے دنیا کو تین طلاق دیئے تھے جس کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا۔ پس یہاں سے باحسن وجوہ ظاہر ہے کہ آپ جو طالبِ خلافت تھے اور ہمیشہ غاصبوں کی شکایت کرتے رہتے تھے تو فقط اس لئے تھا کہ اجراءِ حق و اشاعتِ دین پر متمکن ہوں اور ہدایتِ خلق کہ فرائضِ الہی سے تھی باطمینان بجالائیں نہیں تو جو دلی نفرت اس جیفہ دنیا سے آپ کو تھی ان کے ہر ایک قول و فعل سے ظاہر ہے۔ سفرِ بصرہ میں ربذہ کے مقام پر فروکش تھے کہ کچھ لوگ حجاج سے حضرت کے کلامِ ہمایوں کے شوق میں جمع ہو گئے۔ عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں امیر المومنین کی خدمت میں داخل ہوا دیکھا کہ آپ خیمہ میں بیٹھے اپنی جوتی کی اصلاح فرما رہے ہیں میں نے کہا ہم اپنے کاروبار کی درستی میں اس سے زیادہ محتاج ہیں۔ جس میں کہ آپ مصروف ہیں کچھ جواب نہ دیا اور مصروفِ اصلاحِ نعل مبارک رہے جب اسے سی کر درست کر لیا تو دوسری پوائی لے کر اس کے ساتھ ملائی اور فرمایا اے ابن عباسؓ تمہارے نزدیک اس جھٹ نعلین کی کیا قیمت ہوگی، کہا کچھ بھی نہیں، فرمایا پھر بھی، تو عرض کی کوئی حصہ درہم کا۔ فرمایا واللہ انھما احب الی من امرکم هذا الا ان اقیم حقا واذفع باطلا یعنی قسم بخدا کہ یہ پرانا جوڑا جوتے کا میرے نزدیک تمہاری اس حکومت و امارت سے محبوب تر ہے الا یہ کہ اس میں کسی امرِ حق کو قائم کروں یا باطل کو دفع فرماؤں یہ کہہ کر باہر تشریف لائے اور تشنگانِ کلام کو بآبِ فصاحت و زلالِ پند و نصیحت سیراب فرمایا۔ افسوس کہ دشمن ایسے با خدا تارک الدنیا کو بھی عیب لگانے سے باز نہ رہے، اور ان کی نسبت بھی یہ کہہ دیا کہ (نعوذ باللہ) ان کو حرص دنیا ہے اس لئے خلافت چاہتے ہیں۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں بھی ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں ایک روز عمر خطاب کے پاس داخل ہوا انہوں نے کہا اے ابن عباسؓ اس شخص نے بروئے ریا بہت تکلیف اٹھائی اور عبادت کر کر اپنے تئیں سخت زحمت میں ڈالا، ابن عباسؓ نے کہا کون مرد، کس کا تم ذکر کرتے ہو، کہا علی بن ابی طالب کا، کہا کیوں وہ ریا کی عبادت کس لئے کرتے، ان کا اس سے کیا مدعا تھا۔ عمر نے کہا اس لئے تاکہ اپنے تئیں آراستہ کریں اور مستحقِ خلافت بنائیں ابن عباسؓ نے کہا کیا ان کو رسول اللہؐ نے نہیں سنوارا اور مستحقِ خلافت نہیں قرار دیا تھا۔ مگر کیا ہوا آخر ان تک نہ پہنچنے دی۔ کہا اس وقت وہ جوان نو عمر تھے عرب نے ان کو کم سن خیال کیا، اب کامل ہیں۔ مگر تجھ کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ نے چالیس سال سے پہلے کسی نبیؐ کو نبوت پر مبعوث نہیں کیا۔ ابن عباسؓ نے کہا لیکن اہل عقل و معرفت کے نزدیک وہ اسی وقت سے کامل تھے جب سے کہ حق تعالیٰ نے منارِ اسلام بلند کئے مگر محروم رہے اور ان کا حق ان کو نہ پہنچا، عمر نے کہا وہ آخر کار ایک نہ ایک روز خلافت پائیں گے مگر ان کے قدم اس میں قائم نہ رہیں گے اور لغزش کر جائیں گے۔ لہذا کامیاب مراد نہ ہوں گے اس وقت تو دیکھے گا اور عرب پر صحتِ رائے مہاجرین اولین کی جنہوں نے ابتدا میں ان کو

خلافت نہ دی منکشف ہو جائیں گے۔ اے عبد اللہ حرص موجب حرمان ہے اور دنیا تیرے سایہ کی مانند ہے کہ جس قدر تو اس سے نزدیک ہونا چاہے وہ اتنا ہی دور ہوتا جائے گا۔ اتنی یہ روایت ابن ابی الحدید نے امالی محمد بن حبیب سے نقل کی ہے پس اس کے موافق دیکھنا چاہئے کہ کیسی خباثتیں حضرت امیر المومنین نفس رسول رب العالمین کی طرف سے جس کی طہارت و پاکی پر کتاب و سنت متفق اللفظ ہیں ان حضرات کے دلوں میں بھری ہوئی تھیں کہ العیاذ باللہ آنحضرت کو حریص طالب دنیا، دنیا کے لئے ریا سے عبادت کرنے والا بتاتے تھے۔ یہاں ہم صرف اس قدر کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد ان کا تصدیق قرآن و احادیث سید الانس و الجن کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہو سکتا۔ پس اور کچھ نہیں کہنا چاہتے بلکہ بمفاد مثل مشہور ان المرء یقیس علی نفسه کہ آدمی اوروں کو بھی اپنے نفس پر قیاس کیا کرتا ہے، کسی قدر خلیفہ صاحب کو معذور گنتے ہیں البتہ امیر المومنین کو جو اپنے عہد خلافت میں جنگ و جدل پیش آئے اور جتنے فتنے و فساد اس وقت برپا ہوئے ان کی نسبت پہلے بھی عرض کیا گیا، اب مکرر کہا جاتا ہے کہ زیادہ تر وہ حضرت خلیفہ صاحب ہی کی پیش بندیوں کے نتیجے تھے اے بادشاہیں ہمہ آ و ردہ تست موت کو یاد کر کے فرمایا فلدوا ان احداً یجد الی البقاء سلماً ولدفع الموت سیلاً لکان ذلک لسلیمان بن داؤد الذی سخر له ملک الجن والانس مع النبوه و عظیم الزلفۃ فلما استوفی طعمۃ واستکمل مدّته رمّته قیسۃ الفناء بنال الموت واصحبت الدیار منه خالیۃ والمساکن معطلۃ وورثها قوم اخرون ۔

غلب الرجال فلم ینفعهم القلل
الی مقابرهم یا بئس ما نزلوا
این الا سرۃ والتیجان والحلل
من دونها یضرب الاستار والکلل
تلک الوجوه علیها الدود تنقل
فاصبحوا بعد طول الاکل قد اکلوا

باتوا علی قلل الجبال تحرسهم
واستنزلو بعد عز عن معاقلهم
نادهم صارخ من بعد ما دُفنوا
این الوجوه التی کانت مُحَبَّۃً
فافصح القبر عنهم حین سائلهم
قد طال ما اکلوا فیها وما شربوا

ترجمہ کسی کو ہمیشہ دنیا میں رہنے کی طرف راستہ ملتا، یا کوئی موت کے دفعیہ کی جانب راہ پاتا، تو البتہ وہ سلیمان بن داؤد علیہم السلام پیغمبر تھے جس کے واسطے جنات و انسان کی بادشاہی مسخر کی گئی تھی باوجود ان کی نبوت اور اس عظیم قرب و منزلت کے جو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک رکھتے تھے پس جب کہ انہوں نے اپنا آذوقہ پورا کر لیا اور ان کی عمر تمام ہو گئی تو کمان ہائے فنا سے موت کے تیران کے لگے اور جہان ان سے خالی ہو گیا اور ان کے محل و مکانات تہی رہ گئے اور، اور قوم ان

کی وارث ہوگئی۔ اسی مضمون کو نظم میں یوں ارشاد کیا۔ شب باش ہوتے تھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر یعنی قصر ہائے رفیع و مستحکم میں رہتے تھے اور نگہبانی کرتے تھے ان کی طاقتور آدمی پس ان بلند اور استوار مکانوں نے ان کو کچھ نفع نہ بخشا۔ پس اتارے گئے وہ اپنی پناہ گاہوں سے بعد اس کے کہ عزت و حرمت سے زندگی بسر کرتے تھے اور قبروں کے اندر ساکن کئے گئے۔ کیسی بری طرح سے اتارے گئے دفن ہو جانے کے بعد ایک پکار کر آواز دینے والے نے ان کو آواز دی کہاں ہیں وہ تمہارے تخت و تاج و حلقہ ہائے بادشاہی کہاں ہیں تمہاری وہ صورتیں جن پر نقاب پڑے رہتے تھے اور ان کے آگے ستر اور پردے لگائے جاتے تھے۔ جب اس سوال کرنے والے نے ان کی بابت سوال کیا تو قبر نے ان کی طرف سے بزبان فصیح جواب دیا کہ وہ صورتیں جن کا حال تم پوچھتے ہو ان پر کرم ہائے قبر پھر رہے ہیں۔ بعد اس کے کہ وہ عرصہ دراز تک دنیا میں کھاتے پیتے رہے پس بہت کھاتے کھاتے اب ان کی یہ حالت ہوگئی کہ خود کھائے گئے۔ منقول ہے کہ یہ اشعار حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے متوکل عباسی کے سامنے پڑھے تو متوکل باوجود کمال قسوت و سنگدلی کے ان کو سن کر رونے لگا تا نیکہ ڈاڑھی اس کے آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ نیز آنحضرتؐ سے پوچھا گیا کہ موت کے لئے مستعد و تیار ہوں تو کیوں کر ہوں فرمایا۔ اداء الفرائض و اجتناب المحارم والاشتغال علی المکارم ثم لایالی اوقع علی الموت ام وقع الموت علیہ کم من غافل ینسج ثوباً لیلبسه وانما ہو کفنه وینی بیتاً لیسکنه وانما ہو موضع قبره ان العباد اکان فی اخر یوم من الدنیا و اول یوم من الاخرۃ مثل مالہ وولده و عملہ فلیلتفت الی مالہ فیقول واللہ انی کنت علیک لحریصاً شیخاً فماذا عندک فیقول خدمنی کفنتک فیلتفت الی ولده ویقول واللہ انی کنت لکم محباً وانی کنت علیکم محامیاً فماذا عندکم فیقولون نؤدیک الی حفرتک ونواریک فیہا فیلتفت الی عملہ ویقول واللہ انک کنت علی لثقیلاً وانی کنت فیک لزاہدا فماذا عندک فیقول انا قریبک فی قبرک ویوم حشرک حتی اعرض انا وانت علی ربک (ترجمہ) واجبات کو ادا کرو اور حرام کاموں سے پرہیز کرو اور مکارم اخلاق و محاسن آداب سے متعلق ہو پھر پروا نہیں کہ موت پر تم وارد ہو یا موت تم پر وارد ہو اور نیز آنحضرتؐ نے فرمایا بہت سے غافل ایسے ہیں کہ اپنے پینے کے لئے کپڑا بناتے ہیں مگر وہ ان کا کفن ہوتا ہے۔ اور اپنے گھر کو بناتے ہیں مگر وہاں ان کی قبر بنتی ہے نیز آنحضرتؐ نے فرمایا جب کہ بندہ کا، دنیا کا، آخری اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے تو اس کا مال اور اولاد اور عمل متشکل ہو کر آگے آتا ہے تو وہ پہلے اپنے مال کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس سے کہتا ہے خدا کی قسم میں تجھ پر بہت حریص اور نجیل تھا۔ پس اب تو میری کیا مدد

کرتا ہے۔ مال کہتا ہے کہ اپنا کفن مجھ سے لے لے اور میں کیا کر سکتا ہوں اس وقت وہ اپنی اولاد کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ان سے کہتا ہے قسم بخدا کہ میں تم کو دوست رکھتا تھا اور تمہاری حمایت کرتا تھا اب تم میری کیا مدد کرو گے وہ کہتے ہیں کہ ہم تجھ کو گور تک پہنچا دیں گے اور اس میں تجھ کو مدفون کر دیں گے اس سے زیادہ ہم اور کچھ نہیں کر سکتے پس اپنے اعمال کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے قسم خدا کی تو مجھ پر گراں و دشوار تھا اور میں ذرا تیری طرف رغبت نہ کرتا تھا۔ اب تو بھی میرے لئے کچھ کر سکتا ہے نامہ عمل کہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں تیری قبر میں اور روز قیامت کو حتیٰ کہ تیرے ہمراہ حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں۔ مولف کہتا ہے کہ مناسب ہے کہ اس مقام پر چند فقرے زندوں کے سوال اور مردوں کے جواب کے۔ رسالہ تنبیہ الراقدین تصنیف جناب محمد طاہر بن محمد حسینؒ سے نقل ہوں جو ہر چند بعینہ تو کلام حضرت امیرؑ نہیں الا اس میں بھی شک نہیں کہ اکثر ان کا کلام انہی حضرت کے کلام سے ماخوذ و مستنبط ہے خطاب احیاء بموات السلام علیکم یا اصحاب القبور من الشیوخ والشباب السلام علیکم ایہا المفارقون للآقارب والاحباب السلام علیکم ایہا المحرومون عن الاموال و الاسباب کنتم رحمکم اللہ مغرورین بالقوة والشباب مشغولین باللہو والصحاب طالبین للعیش والبقاء غافلین عن الموت والفناء منعمین فی الدور والقصور مستانسیں بالنساء ذوات الخدور مشغولین باللذة والراحة والسرور فترکتہم مجبورین سعة الدور وسکنتم مقہورین فی مضائق القبور و اودعتم بطون الثری و حجبتم عن عیون الوری لیت شعری ماذا تعوضتم عن الاولاد والاحباب ومن یونسکم تحت هذا التراب و کیف انتم فی وحدتکم وانفرادکم و کیف بلیت فی التراب اجسادکم و کیف خلق من ابدانکم الدود و کیف اکل اللحم والجلود و کیف سالت الاحداق علی الخدود و کیف تفرقت الاعضاء والاورصال وانقطعت الیمین والشمال فان سالتہم ایہا النار کون لہل و العیال والقاطعون للامانی والامال عما سخ بعدکم من الاحوال فاقبلو علی و اسمعوا هذا المقال اسكنت الدور و زوجت الازواج و قسمت الاموال و تفرق اهل البیت من اولاد و الاطفال الذین اتیتموہم بالنعمة والدلال ونسیکم الصواحب والرفقا و غفل عنکم القارب والجلساء ولا یذکر السماؤکم قط فی الاسماء ولا تخطر لقلب الاجنة والخلطاء ترجمہ سلام

ہو ہمارا تم پر اے صاحبانِ قبور، بوڑھے اور جوانوں، اور سلام ہو ہمارا تم پر اے جدا ہونے والوں رشتہ داروں اور دوستوں کے، سلام ہو ہمارا تم پر کہ محروم رہے ہو تم اموال و اسباب سے حالاں کہ خدا رحمت کرے تم پر کہ مغرور تھے قوت و جوانی پر۔ اور مشغول تھے تم کھیل کود اور مصاحبت و دوستی میں۔ طلب گار تھے تم زندہ رہنے کے ہمیشہ کے لئے اور غافل تھے مرنے اور فنا ہو جانے سے عیش و عشرت کرتے تھے تم مکانوں اور محلوں میں اور انس پذیر تھے پردہ دار عورتوں کے ساتھ اور مشغول تھے لذت و آرام و خوشحالی میں پس تم کو مجبوراً وہ فراخ مکانات چھوڑنے پڑے اور بے اختیار رنگ قبروں میں ساکن ہوئے اور زمین کے شکموں میں سپرد کئے گئے اور خلأ کی نظروں سے پردے میں ہو گئے کاش مجھ کو معلوم ہوتا کہ تم کو اولاد اور دوستوں کی عوض وہاں کیا ملا اور اس زمین کے اندر کون تمہارا انیس و غم گسار ہوا اور معلوم ہوتا کہ اس وحشتِ تنہائی میں تمہاری کیا کیفیت ہے اور کیوں کر مٹی کے نیچے تمہارے جسم بوسیدہ ہوئے کیوں کر تمہارے جسموں سے کیڑے پیدا ہوئے اور کس طرح وہ گوشت و پوست کو کھا گئے اور کس طرح حدِ قہائے چشم رخساروں پر بہے اور رواں ہوئے اور کیوں کر جوڑ بند تمہارے کھل گئے اور دہنے بائیں جدا ہوئے اے تارکانِ اہل و عیال و اے قاطعانِ امانی و امال اگر تم ان حالات کی بابت جو تمہارے بعد یہاں واقع ہوئے ہم سے سوال کرنا چاہو تو ذرا میری طرف متوجہ ہواور میرا کلام سنو تمہارے مکانوں میں لوگ رہنے لگے۔ اور تمہاری بیویوں سے اوروں نے نکاح کر لئے اور تمہارے مال لوگوں نے بانٹ کھائے تمہاری اولاد و اطفال جن کو تم نے کمال ناز و نعمت پرورش کیا تھا متفرق و پریشان ہو گئے تمہارے مصاحب اور رفیقوں نے تم کو بھلا دیا اور تمہارے اقربا اور ہم نشین تم سے غافل ہوئے کبھی تمہارا نام بھی ناموں کے درمیان نہیں آیا اور کبھی دوستوں اور یاروں کے دل میں تمہارا خیال بھی نہیں آتا۔ زبانِ حال سے مرنے والوں کا جواب اے بندہ خدا ہم نے تیرا کلام سنا اور تیری گفتگو پر دھیان کیا اب تو ہمارا جواب سن اور عبرت پکڑ۔

قَد لَبِسْنَا اثْوَابَ النَّدَامَةِ وَ دَخَلْنَا فِي ابْوَابِ الْقِيَامَةِ صَرَعْنَا الْمَنِيَا فِي اعْجَبِ الْمَضَارِعِ وَ اضْبَحْنَا اَهْلُوْنَا فِي اصْبِقِ الْمَضَاجِعِ وَ اَوْدَعُوْنَا فِي بَطُونِ قُبُورِنَا وَ اضْحَبِعُوْنَا عَلَى الْاِيْمَانِ فِي لِحُودِنَا وَ وَضَعُوْنَا عَلَى تَرْبِ الْقُبُورِ خَدُودِنَا وَ بَنُوْنَا لِلْبَنِ سَقُوفَ بِيُوتِنَا وَ دَعَا اَخُوْتَنَا وَ اَهْلُوْنَا ثَمِ الْمَلَائِكَةُ لِلْسَّوَالِ حَضَرُوْنَا وَ عَمَّا شَاءَ رَبِّنَا سَلُّوْنَا ثَمِ اجْتَمَعَ عَلَيْنَا فَكَلُّوْنَا عَنْ صُورَتِنَا وَ هَيْثُنَا غَيَّرُوْنَا وَ نَصَبَحَ وَ نَمَسَى بَغِيْر اَهْلِ و عِيَالٍ فِي بِيُوتٍ خَالِيَةٍ مِنَ الْاَسْبَابِ وَ الْاَمْوَالِ وَ قَدْ وَ قَعْنَا فِي اَمْرِ هَائِلٍ وَ خَطِرٍ شَامِلٍ نَسْمَعُ مِنَ الْقُبُورِ تَخْوِيْفًا وَ تَهْدِيْدًا وَ تَعْنِيْفًا شَدِيْدًا اِيْنَادِي بَعْضُهَا وَيَقُوْلُ اَنَا بِيْتِ الظُّلْمَةِ اِنْ الْفِتْنَةُ اَنَا بِيْتِ الْغُرْبَةِ وَ الْكُرْبَةِ

اَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ وَالْوَحْشَةِ اَنَا بَيْتُ الْحَيَةِ وَالْعَرْبِ وَالِدُّودِ اَنَا سَبْحُنْ لِمَنْ
عَصَى الْمَعْبُودِ اَنَا حَفْرَةٌ مِنْ جَفْرِ النَّارِ اِنْ اَسْبَحْنُ لِمَنْ عَصَى الْجَبَّارِ وَيَقُولُ
بَعْضُهَا مَبْشَرٌ اِلَّا اَهْلُهَا اَنَا بَيْتُ الرَّاحَةِ وَالنَّعِيمِ لِمَنْ عَبْدُ الْغُفُورِ الرَّحِيمِ اَنَا بَيْتُ
النَّعْمَةِ وَالسَّرُورِ لِمَنْ اتَّقَى وَاجْتَنَبَ الشَّرَّ وَتَنَاوَى بَقَاءَ الْاَرْضِ وَيَقُولُ اِيهَا
الْمَغْتَرِبُ ظَاهِرُ الدُّنْيَا هَلَا اَعْتَبَرْتَ بِمَنْ دَفِنَ فِينَا مِنْ اَهْلِكَ وَحَشَمِكَ وَاخَوَاتِكَ
وَجِيرَانِكَ مَا رَأَيْتَ كَيْفَ حَيَّ صَوَاعِلُ الدُّنْيَا وَاجْمَعُوا الْاَمْوَالَ وَاطْلُو الْاَمْالَ
فَتَرَكُوا مَا جَمَعُوا وَقَطَعُوا مَا اَمَلُوا مُجْبُورِينَ وَدَفَنُوا فِينَا صَاغِرِينَ

تفکر کیف افنی الموت قوماً ثمود و قوم فرعون و عادا
وسئل دار البلاء کم قد ابادت ملوکاً طال مارکبوا الجباد
وسئل بیت الفناء کم من ملوک عظیم شانهم صاروا رمادا

ترجمہ بہ تحقیق کہ ہم نے لباسِ ندامت پہنے اور دروازہ ہائے قیامت میں داخل ہوئے موت نے ہم کو بہت بڑی طرح گرایا اور ہمارے لواحقوں نے نہایت تنگ خواب گاہوں میں ہم کو سلایا اور شکم ہائے قبور کے سپرد کیا اور لحد کے اندر دفنی کروٹ سے لٹایا اور خاکِ قبر پر ہمارے رخساروں کو رکھ دیا اور خشتِ خام بجائے چھت کے ہم پر پاٹ دی اور دوستوں اور بھائیوں نے ہم کو وداع کیا اور یہاں چھوڑ کر گھروں کا رستہ لیا بعد ازاں نکلیں ہمارے پاس آئے جو کچھ خدا نے چاہا ہم سے سوال کیا پس کر مہائے قبر ہم پر جمع ہو گئے اور ہم کو کھا کھا کر ہماری شکل و صورت کو بگاڑ ڈالا اب ہم کو انہی خالی گھروں میں جن میں مال و اسباب کا نشان تک نہیں بغیر اہل و عیال کے شام سے صبح ہو جاتی ہے اور صبح سے شام اور مارے خطروں اور ہولوں کے جانِ غلجان میں ہے قبروں سے صدائے سخت و ہیبت ناک ڈرانے اور دھمکانے کی آتی رہتی ہے کوئی پکارتی ہے کہ میں خانہ تنگ و تاریک بلا و فتنہ کا گھر غربت و کربت کا ٹھکانا وحشت و تنہائی کا مسکن ہوں۔ میں ساپوں پچھوؤں اور کیڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں۔ میں خدائے معبود کے نافرمانوں کا زندان ہوں میں ایک غار ہوں غار ہائے جہنم سے اور قید خانہ ہوں خدائے جبار کے گناہ گاروں کا اور کوئی اپنے صاحب کو بشارت دیتی ہے کہ میں خانہ راحت و نعمات ان کے لئے ہوں جنہوں نے غفور رحیم کی عبادت کی ہے اور خانہ نعمت و خوشحالی ہوں واسطے پرہیز گاروں اور گناہ و شرور سے بچنے والوں کے اور آواز دیتے ہیں قطعاتِ زمین اور کہتے ہیں اے وہ کہ ظاہر دنیا کو دیکھ کر اس کے فریب میں آ گیا ہے۔ کبھی تو نے اپنے اہل و عیال و خدم و حتم اور بھائیوں اور ہمسایوں کے حال سے بھی کہ ہمارے درمیان مدفون ہیں عبرت حاصل کی ہے کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ دنیا پر حرص کرتے تھے مال جمع کرتے اور

امیدوں کو دراز کرتے پس جو جمع کیا تھا اس کو چھوڑ گئے اور جس کے متوقع تھے اس سے مجبوراً قطع امید کی اور خواری سے ہمارے اندر دفن کئے گئے، سوچ اور فکر و اندیشہ کر کہ کیوں کر موت نے قوموں کی قوموں کو فنا کر دیا یعنی قوم شمود اور فرعون اور عاد کو۔ اور خانہ کھنگی یعنی ہر چیز کے کہنہ کرنے والے گھر سے دریافت کر کہ کتنے بادشاہوں کو جو سالہا سال اسپان تازی پر سوار ہوتے تھے۔ ہلاک کر ڈالا اور اس فنا ہو جانے والے گھر سے پوچھ کہ کتنے عظیم الشان سلاطین کو اس نے جلا کر خاکستر کر دیا۔ صفت جنت فلور میت ببصر قلبك نحوماً یوصف لك منها لغرفت نفسك عن بدائع ما اخرج الی الدنیا من شهواتها ولذاتها وزخارف مناظرها ولذهلت بالفكر فی اصطفاق اشجار غیبت عروقہانی کتبان المسك علی سواحل النهارها فی تعلیق کنائس اللؤلؤ الرطب عسالیجها و افناها و طلوع تلك الثمار مختلفة فی غلاف اكمامها تحنی من غیر تكلف قتانی علی منیة ویطاف علی نزالها فی افنیة قصورها بالا غسال المصفقتو الخمر المروقة قوم لم ترنل الكرامة تتمادی بهم حتی حلوا ادا القرار و امنوا نقلت الاسفار فلو شغلت قلبك ایها المستمع بالوصول الی ما یهجم علیك من تلك المناظر الموانقة لذهقت نفسك شوقاً الیها ولتحملت من مجلسی هذا الی مجاورة اهل القبور استعجلاً جعلنا الله وایاکم ممن بسیعی بقلبه الی منازل الابرار رحمته ترجمہ اگر تو اپنی دل کی آنکھ کو بعض ان اشیاء کی طرف لگائے جو نعمات بہشت سے تیرے لئے بیان ہوتی ہیں تو البتہ تیرا نفس دنیا کی عجیب خواہشوں اور نادر لذتوں اور آبدار منظروں سے نفرت کرنے لگے اور مدہوش ہو جائے، جب کہ اس کے درختوں کے مشک کے انباروں پر اگے اور انہار جنت کے کناروں پر کھڑے جھومنے کا خیال دل میں لائے کہ ان کی شاخوں میں خوشے مرید تر کے لٹک رہے ہیں اور طرح طرح کے پھل اپنے غلافوں سے نکلے ہوئے ہیں، اور تو بے رنج و کلفت ان کو چنتا ہے اور وہ حسب خواہش اس کے چنے والے کے پاس آ جاتے ہیں اور اہل بہشت پر ان کے قسروں کے صحنوں میں گردش کرتے رہتے ہیں حالانکہ شہید صافی اور شراب مروق ان کے ساتھ ہے۔ اہل بہشت وہ لوگ ہیں کہ ہمیشہ ان کی تواضع و بزرگداشت ہوتی رہتی ہے جب تک کہ وہ دار القراء میں وارد ہوتے اور نقل و سفر کی زحمت سے امن میں ہو جاتے ہیں۔ پس اے سنے والے ان باتوں کے، اگر تو اپنے دل کو اس کیفیت کی طرف جو ان سیرگاہوں سبزہ زاروں کے دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے، مشغول کرے تو تیری جان ان کے شوق میں بدن سے نکل جائے اور تو مارے جلدی کے ہماری اس مجلس سے اہل قبور کی ہمسائیگی میں لے جایا جائے، خدا ہم کو

اور تم کو اپنی رحمت سے ان لوگوں میں شامل کرے جو بہ دل مدارجِ ابرار کی طرف سعی کرنے والے ہیں۔ عذابِ دوزخ کے بارے میں ذرا سبایان: واعلموا انه ليس لهذا الجلد الرقيق صبر على النار فارحموا نفوسكم فانكم قد جربتموها في مصائب الدنيا افرأيتم جزع احدكم من الشوكة تصيبه والعثرة تدميه والرمضاء تحرقه فيكف اذا كان صابقتين من نار ضيع حجر وقرين شيطان۔ اعلمتم ان مالكا اذا غضيت على النار حطم بعضها بعضاً لغضبه واذا زجرها فوثبت من ابوابها جزعاً من زجرته ايها اليفن الكبير الذي قد لهذه القير كيف اذت ذالنحمت اطواق النار بعظام الاعناق ونشيت الجوامع حتى اكلت لحوم السواعد ترجمه جانو تم کہ تمہاری یہ پتلی اور رقیق جلد آتشِ دوزخ پر صبر نہیں کر سکتی پس اپنے نفوس پر رحم کرو کیوں کہ تم ان کو مصائبِ دنیا میں آزمائے ہو یا تم نے اپنے درمیان سے کسی ایک کی بے قراری نہیں دیکھی، جب کہ کوئی کاٹا اس کے چھ جاتا ہے، یا ٹھوکر سے خون نکل آتا ہے، یا ریگ گرم پر پاؤں جا پڑتا ہے۔ پس کیا حال ہوگا اس وقت جب کہ جہنم کے دو طبقوں کے بیچ میں مقام ہوگا، اور سنگھائے آتشین ہم بستر اور شیطین قرین وہم نشین ہوں گے، آیا تم جانتے ہو کہ جب مالک آتشِ جہنم پر غضب ناک ہوتا ہے تو وہ ایک دوسرے کو ریزہ ریزہ کر ڈالتی ہے اور جب اس کو زجر کرتا ہے تو وہ اس کے زجر سے مضطرب ہو کر ابوابِ جہنم سے نکلنے لگتی ہے اے پیرِ سرن رسیدہ کہ بوڑھا پاتیرے گوشت و پوست میں سرایت کر گیا ہے کیا حالت ہوگی تیری، جب کہ طو قہائے آتشین گردن کی ہڈیوں میں پڑیں گے اور تجھ کو غل و زنجیر کریں گے تاہیکہ آگ تیرے پہنچوں کے گوشت کھا لے گی۔

امیر المومنینؑ کے بعض فضائل، خصائل، لطافت و محاسن: صواعقِ محرقہ میں ہے کہ فضائلِ علیؑ زیادہ اور مناقب ان کے عظیم و مشہور ہیں حتیٰ کہ احمد بن حنبل نے کہا ہے **ما جاء لاحد من الفضائل ما جاء لعلیؑ** کہ کسی کے لئے اس قدر فضائل نہیں آئے جتنے کہ علیؑ کے لئے آئے ہیں۔ اور اسمعیل قاضی اور نسائی اور ابوعلیٰ نیشاپوری کا قول ہے کہ صحابہ سے کسی کے حق میں اس قدر فضائل بسند حسن وارد نہیں ہوئے جتنے علیؑ کے حق میں وارد ہوئے ہیں۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ ایک ہزار بردے آپ نے اپنے کذبید (ہاتھ کی محنت) سے راہِ خدا میں آزاد کئے۔ ایک بار ایک وقت (بارشتر) گٹھلیاں آپ کے پاس دیکھی گئیں۔ دریافت کیا گیا کہ کس لئے یہ جمع کی ہیں فرمایا یہ ایک لاکھ درخت ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ پس آپ نے وہ گٹھلیاں بودیں تمام اُگ آئیں اور درخت ہو گئے چنانچہ وہ باغ آپ کے اوقاف سے ہے اور نیز خیر و وادیِ القرے وغیرہ میں حضرت کے وقفیات ہیں اور ایک سو چشتے پانی کے منبع میں نکالے اور حایوں پر وقف فرمائے کہ آج تک موجود ہیں اور مکہ اور کوفہ کے راستوں میں اور مسجدِ فتح میں اور کوہِ احد میں مقابلِ قبرِ حمزہ کے

اور میقات میں اور کوفہ اور جامع بصرہ میں اور دیگر مقامات میں آپ نے کنوئیں کھدوائے اور وہ حضرت کہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو ہزار رکعت نماز بجالاتے سات سال اکیلے رسول اللہ کے ساتھ اور تیس برس نبی کریم کے بعد عبادت کی۔ دس حج ان کے ساتھ کئے۔ نبی کریم کی زندگی میں کفار پر اور وفات کے بعد باغیان سرکش پر جہاد کئے۔ ان کے فتوے جہان میں رائج اور ان کے علوم دنیا میں شائع ہیں اور وہ ہیں جنہوں نے احیاء سنت کیا اور بدعت کو مخوف فرمایا۔ ام سعید کثیر امیر المومنینؑ سے پوچھا آپ ماہ رمضان میں رات کو کس قدر نماز پڑھتے تھے۔ کہا رمضان و شوال سب ان کے نزدیک یکساں تھے۔ ہمیشہ رات بھر مشغول عبادت رہتے تھے۔ مروی ہے کہ بعض اوقات یہ صورت ہوتی کہ نماز مغربین پڑھ کر مشغول قرآن و نماز ہوتے تا اینکه بوقت طلوع فجر تجدید وضو کر کے باہر آتے اور نماز صبح بجماعت ادا کرتے پھر طلوع آفتاب تک مشغول تعقیبات رہتے پس اہل معاملہ جمع ہو جاتے تا زوال آفتاب لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ فرماتے پھر تجدید وضو نماز ظہر پڑھتے اور تعقیب پڑھتے رہتے تا اینکه نماز عصر بجالاتے پھر حکم کرنے اور فتوے دینے میں شام ہو جاتی۔ منقول ہے کہ نماز کا وقت آتا تو رنگ روئے مبارک متغیر ہو جاتا اور بدن کا پنے لگتا۔ اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اس امانت کا وقت آیا ہے جس کو حق تعالیٰ نے آسمان و زمین و پہاڑوں پر عرض کیا انہوں نے اس کے تحمل سے انکار کیا مگر انسان نے باوجود اپنے ضعفِ قوت کے اسے اٹھایا پس میں نہیں جانتا کہ اس کو اچھی طرح اٹھا سکوں یا نہ

س حیدرؑ وہ تھے کہ کرتے تھے جب طاعتِ خدا

ہیبت سے کانپتا تھا بدن سر سے تا بہ پا

اور نماز میں آپ کے استغراق و محویت کی یہ نوبت تھی کہ ایک مرتبہ جنگِ احد میں تیر لگا تھا کہ اس کی بھال بدنِ اطہر میں اتر گئی تھی اور بلا زحمت شدید نکل نہیں سکتی تھی۔ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا جس وقت علیؑ نماز کو کھڑے ہوں اس وقت اس کو نکالو کہ ہمہ تن محوِ الہی ہوتے ہیں اور دنیا و مافیہا سے اصلاً خبر نہیں رکھتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مصلّا تمام خون میں تر ہو گیا تھا مگر امامِ تقیؑ کو ذرا احساس نہ ہوا حتیٰ کہ بعد فراغت نماز پوچھا کہ یہ خون کہاں سے آیا۔ فرید عطار کہتا ہے

س چناں شد در نماز او محو سجاں

کہ از پائش بروں کردند پیکاں

اور ملا عبد الرحمنؒ جانی نے بھی اس قصہ کو تحفۃ الاحرار میں نظم کیا ہے۔

روایت ہے کہ ابو بکر خلیفہ ہوئے تو منیر رسول اللہ پر آنحضرتؐ کی نشست گاہ سے ایک درجہ نیچے بیٹھے۔ عمر نے اپنے عہدِ خلافت میں وہ درجہ بھی چھوڑ دیا۔ عثمان اُن سے بھی ایک درجہ نیچے بیٹھے تھے۔ امیر المومنینؑ سے بیعت ہوئی تو

آپ نے رسول اللہ کے مقام پر جلوس فرمایا۔ حاضرین اس بارے میں کچھ سرگوشی کرنے لگے، آپ نے فرمایا یہ کیا گفتگو ہے، کہا لوگ آپ کے رسول اللہ کے مقام پر بیٹھنے میں معترض ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ جو میری جگہ بیٹھے اور میرے عمل کے موافق عمل نہ کرے حق تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔ پس قسم بخدا کہ میں آنحضرتؐ کے عمل کے موافق عمل کرتا ہوں اور ان کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں اور اوروں کو اس کا حکم دیتا ہوں مجھ کو آنحضرتؐ کی جگہ میں بیٹھنا جائز ہے بروایت فرمایا انا الذی وَضَعْتُ قَدَمِي عَلَى خَاتَمِ النَّبُوَّةِ فَمَا هَذِهِ الْاَعْوَادُ میں وہ ہوں کہ اپنے قدموں کو دوش نبی پر مہر نبوت کے اوپر رکھا تھا یہ تختے تو کیا چیز ہیں انا مُحَمَّدٌ و مُحَمَّدٌ مَنِي میں محمدؐ سے ہوں اور محمدؐ مجھ سے ہیں۔ نیز منقول ہے کہ ابو بکر مرے تو کچھ اوپر چالیس ہزار درہم کا قرضہ بیت المال کا ان کے ذمے تھا علیؑ ہذا عمر چھپا سی ہزار اپنے سر لے گئے۔ عثمان کے ذمہ بیت المال کا تو کوئی حدود حساب ہی نہیں مگر امیر المومنینؑ نے شہادت پائی تو آپ کے عطایا سے سات سو درہم فاضل آپ کے پاس تھے جس سے ایک خادم مول لینے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اصبح بن نباتہ کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ فرماتے تھے اے اہل کوفہ میں تمہارے شہر میں اپنے پہننے کے کپڑے اور پالان شتر اور شتر لے کر آیا ہوں۔ اگر ان کے سوا کوئی اور شے لے کر جاؤں تو جاننا کہ یہ خانہ ہے اور اہل بصرہ سے آپ نے فرمایا کہ تم میرے اوپر کیا اعتراض کرو گے یہ (پیرا ہن مبارک کی طرف اشارہ کیا) میرے گھر کے کتے ہوئے سوت کا ہے۔ مناقب مرتضوی میں ہے کہ زمانہ خلافت امیر المومنینؑ میں بصرہ سے سمرقند تک حضرت کے قبضہ قدرت میں تھا باوجود اس کے اس قدر متواضع تھے کہ بازار کوفہ میں پیادہ پا جاتے لوگ اپنے کا و بار میں مشغول ہوتے اور آپ سے واقف نہ ہوتے جب زیادہ ہجوم آگے جمع ہو جاتا تو بکمال شفقت فرماتے مومنوں علیؑ کو راستہ دو یہ آواز دینا حضرت کی سن کر خلقت ایک طرف ہو جاتی اور آپ وہاں سے گزر جاتے۔ نیز مناقب میں ہے کہ معمول تھا کہ ہر ہفتہ ایک صاع جو پووا کر ایک کدوئے خشک میں بھر لیتے اور اس کے منہ کو بند کر کے مہر لگا دیتے۔ کبھی ایک قرض نان اس سے تیار کراتے اور کبھی ایک مٹھی آٹے پر قناعت فرماتے اور پھر سبز کدو کو مہر کر دیتے۔ عرض کیا گیا یا امیر المومنینؑ مہر کس لئے لگاتے ہیں فرمایا مبادا حسنینؑ آرد گندم اس میں شامل کر دیں۔ ایک روز ایک شخص ملوک عرب سے جناب حسن مجتبیٰ کی

بیشتر حالات خلافت عثمانؓ میں گزرا کہ وہ بروز بیعت منبر رسول اللہؐ پر آنحضرتؐ کے درجہ پر بیٹھے اور اس روایت سے ان کا عمر کے درجہ سے بھی نیچے بیٹھنا پایا جاتا ہے۔ صورت جمع ان کی قطع نظر اس کے کہ وہ روایت اہل سنت کی روضۃ الاحباب وغیرہ سے منقول ہے اور یہ مناقب بن شہر آشوب کی ہے۔ یہ ہے کہ اول بار خلیفہ ثالث درجہ اعلیٰ پر بجائے رسول اللہؐ بیٹھے بعد ازاں درجہ عمر سے نیچے بیٹھتے رہے ہوں خصوصاً جبکہ اس جگہ بیٹھ کر خفت اٹھا چکے تھے۔ ۱۲۔ منہ عفی عنہ۔

ملاقات کو آیا جس وقت نمازی نمازِ مغرب پڑھ کر مسجد سے متفرق ہوئے تو دیکھا کہ ان حضرت نے کدو نکالا اور آرد جو اس میں سے نکال کر افطار کرتے تھے کہ وہ شخص بھی نماز سے فارغ ہوا آپ نے ایک مشتبہ آرد اسے عطا کیا اس نے گوشہ عمامہ میں باندھ لیا اور حضرت امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب دسترخوان بچھا اور انواع و اقسام کے کھانے اس کے آگے چنے گئے تو اس مرد نے تھوڑا سا کھانا اس میں سے اٹھا لیا اور کہا مسجد میں ایک مرد درویش عذتِ گرنگی سے آنا کھا رہا ہے اگر اجازت ہو تو یہ کھانا اس کو پہنچاؤں۔ امام حسنؑ نے یہ سنا تو رونے لگے اور فرمایا وہ درویش جن کو تو نے دیکھا بادشاہ دین و دنیا خلیفہ وقت ہیں انہوں نے یہ حالت بقصدِ اختیار کی ہے۔ ایک روز ایک باپ بیٹا آنحضرت کے یہاں مہمان ہوئے کھانا آیا تو قمبر طشت و آفتابہ لائے کہ ہاتھ دھلائیں حضرت خود اٹھے اور آفتابہ ان سے لے لیا کہ آپ اپنے مہمان کے ہاتھ دھلائیں۔ وہ شخص قدم مبارک پر گر پڑا اور عرض کی یا امیر المومنینؑ میں کیونکر راضی ہوں کہ خداوند عالم دیکھے کہ آپ میرے ہاتھ دھلائیں فرمایا بیٹھ جا میں دوست رکھتا ہوں اس امر کو کہ خدا دیکھے کہ ایک مومن اپنے برادر مومن کی خدمت کرتا ہے تاکہ اس کو بہشت میں دس گونہ خدمت گار اور غلام عنایت کرے پس وہ شخص بیٹھ گیا اور حضرت نے اس کو اپنے حقِ امامت کی قسم دے کر کہا کہ باطمینان خاطر ہاتھ دھوئے گویا کہ قمبر تیرے ہاتھ دھلا رہا ہے۔ پس فارغ ہو کر محمد بن حنفیہ سے فرمایا کہ تم اس کے بیٹے کے ہاتھ دھلاؤ اگر یہ لڑکا اپنے باپ کے ساتھ نہ ہوتا تو میں ہی اس کے ہاتھ بھی دھلاتا مگر حق تعالیٰ راضی نہیں کہ باپ بیٹے کی حرمت برابر کی جائے جبکہ دونوں ساتھ ہوں۔ باپ نے باپ کے ہاتھ دھلائے ہیں تو چاہئے کہ بیٹا بیٹے کے ہاتھ دھلائے۔ قمبر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولائے مومنین غسل کے لئے دریائے فرات پر تشریف لے گئے کرتہ اتار کر کنارے رکھ دیا اور دریا کے اندر داخل ہوئے۔ ناگہاں ایک موج آئی اور کرتہ بہا لے گئی۔ حضرت غسل کر کے نکلے تو کرتہ نہ پا کر سخت مترودد ہوئے اس وقت ایک آواز ہاتھ کی آئی کہ ابوالحسنؑ اپنے داہنے ہاتھ کی طرف نگاہ کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پارچہ ایک کپڑے میں لپٹا ہوا رکھا ہے کھولا تو معلوم ہوا کہ کرتہ ہے اس کو اٹھایا اس کی جیب میں سے ایک رقعہ گر اس میں لکھا تھا ہدایۃ من اللہ العزیز الحکیم الی علی بن ابی طالب و هذا قميص ہارون بن عمران و اور ثنا ہا قوماً اخرین کہ یہ تحفہ ہے خدائے عزیز حکیم کی طرف سے علی بن ابی طالب کے لئے اور یہ کرتا ہارون پسر عمران برادر موسیٰؑ کا ہے اور وارث کیا ہے ہم نے اس کا اوروں کے تئیں۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ دو نائقے بلند قامت فر بہ اندام حضرت خیر الانام کے پاس ہدیہ میں آئے آپ نے اصحابِ کرام سے فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے کہ دو رکعت نماز و بہ قیام و قعود و رکوع و سجود و خضوع و خشوع بجائے لائے اور اس کے درمیان امور دنیا سے کسی امر کا خیال دل میں نہ آنے دے تاکہ میں ایک ناقہ ان دونوں سے اس کے

تین عطا کروں۔ حضرت نے تین مرتبہ اس کلام کا تکرار کیا مگر کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ تب امیر المومنین نے فرمایا یا رسول اللہ میں ایسی نماز پڑھوں گا فرمایا یا علی پڑھ رحمت خدا ہو تجھ پر پس آپ کھڑے ہو گئے اور تکبیرۃ الاحرام کہہ کر نماز پڑھی، سلام پھیرا تو جبریل امین نازل ہوئے اور کہا اے محمد حق تعالیٰ بعد تجھ درود و سلام کے ارشاد کرتا ہے کہ علی کو ایک ناقہ حسب اقرار اپنے عطا کرو۔ رسول خدا نے فرمایا برادر جبریل میں نے شرط کی تھی کہ نماز کے درمیان کسی امور دنیوی کا خیال دل میں نہ لائے علی جو شہد کے لئے بیٹھے تو سوچتے تھے کہ کون سا ناقہ ان دو سے لوں۔ جبریل نے کہا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کا یہ خیال کرنا کہ کون سا ناقہ ان سے لوں خدا کے واسطے تھا اپنے نفس اور دنیا کے واسطے نہ تھا وہ چاہتے تھے کہ ان دو ناقوں میں سے جو بزرگ تر و فربہ زیادہ ہو وہ لوں اور اس کے نحر کر کے اس کا گوشت راہ خدا میں خیرات کر دوں۔ رسول خدا یہ سن کر گریاں ہوئے اور دونوں ناقے حضرت امیر المومنین کو بخش دیئے۔ پس آیہ شریفہ فی ذلک لذكریٰ و موعظۃ الخ اس مقدمے میں نازل ہوئی اور ابو ہریرہ سے نقل ہوا ہے کہ ایک مرد رسول اللہ کے پاس آیا اور گرنگی کی شکایت کی آپ نے ازواج کے پاس کسی کو بھیج کر کھانا طلب کیا۔ معلوم ہوا کہ کسی کے پاس پینے کے پانی کے سوا دوسری شے نہیں پس فرمایا کہ کون ہے جو آج رات کو اس کے تین مہمان کرے اور کھانا دے۔ حضرت امیر نے اسے قبول کیا اور اس شخص کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور جناب فاطمہ سے کہا اے دختر رسول خدا تمہارے پاس کچھ کھانا حاضر ہے کہا صرف قوت شبنہ بچوں کو رکھا ہے مگر ہم مہمان کو ان پر ایثار و اختیار کریں گے۔ حضرت امیر نے فرمایا بچوں کو بھوکا سلا دو اور چراغ گل کر دو پھر مہمان کو بلایا اور اس کے ساتھ کھانے بیٹھے اور منہ چلاتے تھے گویا کھاتے ہیں مگر کھاتے کچھ نہ تھے بعد فراغت طعام چراغ روشن کیا تو دیکھا کہ خوان کھانے سے پُر ہے۔ صبح کو رسول اللہ نے بعد نماز حضرت کی طرف منہ کیا اور کہا یا علی تمہاری یہ مہمان نوازی حق تعالیٰ کو کمال پسند آئی۔ پس تلاوت فرمایا آیہ شریفہ و بوا ثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ، کو یعنی اختیار کرتے ہیں وہ اوروں کو اپنے نفسوں پر ہر چند کہ ان کے تین خصاصہ یعنی بھوک لگی ہوئی ہو۔ ایک مرتبہ رسول خدا کے پاس تین سودینار ہدیے میں آئے آپ نے وہ تمام امیر المومنین کو بخشے۔ خیرات عجیب حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے وہ دینار لئے اور ارادہ کیا کہ شب کو ان میں سے کچھ دینار خیرات کروں کہ حق تعالیٰ اسے قبول کرے۔ پس نماز عشاء مسجد رسول میں آنحضرت کے ساتھ پڑھ کر اور سودینار ساتھ لے کر مسجد سے نکلا۔ ایک عورت آگے آئی اس کو دے دیئے صبح ہوئی تو سنا کہ لوگ کہتے ہیں کہ علی نے رات کو ایک زن بدکار کو سودینار عطا کئے۔ سخت افسوس اس بات کے سننے سے عارض ہوا۔ دوسری رات اندھیرے میں پھر سودینار لے کر مسجد سے چلا اس رات کو ایک مرد سامنے آیا وہ اس کے حوالے کئے صبح کو لوگوں کو چرچا کرتے سنا کہ علی نے شب کو ایک سارق (چور) کو سودینار

دے دیئے۔ یہ سن کر نہایت غمگین ہوا۔ تیسری رات باقی سودینار لئے اور تاریکی شب میں مسجد سے چلا پھر ایک مرد ملا بغیر صورت دیکھے کے وہ سواں کو دیئے۔ صبح ہوئی تو لوگ کہتے تھے کہ علیؑ نے سودینار ایک مرد غنی و مالدار کو دیئے۔ میں یہ سن کر بے تاب ہو گیا اور جا کر رسول خدا کی خدمت میں تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا یا علیؑ یہ جبرئیل موجود ہیں کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے تمہارے صدقات قبول کئے اور تمہارے عمل کو مزے اور پاکیزہ گردانا۔ سودینار کہ تم نے پہلی رات خیرات کئے ایک بدکار عورت کے ہاتھ لگے وہ اپنے گھر گئی اور بدکاری سے بصدق دل خدا کے آگے توبہ کی اور ان سودیناروں کو اصل مال اپنا قرار دیا اب شوہر کی تلاش کر رہی ہے کہ اس کے ساتھ نکاح پڑھائے اور صدقہ ثانیہ ایک چور کو ملا اس نے چوری چھوڑ دی اور اس سودینار کو اس المال بنا کر تجارت شروع کی۔ تیسرے دن کا صدقہ ایک مالدار نے پایا جس نے سالہا سال سے زکوٰۃ اپنے مال کی ادا نہیں کی تھی۔ یہ روپیہ پا کر اپنے تئیں ملامت کیا کہ برا ہو تیرا اے نفس شوم یہ علیؑ ابن ابی طالب ہے کہ بایں ناداری سوا شرفی راہ خدا میں خیرات کرتا ہے اور تیرے پاس اتنا کچھ مال ہے اور اس کی زکوٰۃ واجب بھی نہیں دیتا۔ تف ہے تجھ پر یہ کہہ کر تمام مال کا حساب لگایا اور زکوٰۃ نکالی کہ اتنا اور اتنا روپیہ ہوا پھر حضرت رسول خدا نے فرمایا یا علیؑ حق تعالیٰ نے تمہارے بارہ میں یہ آیہ نازل فرمائی **رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ** الخ بالجملة نوبت سیرچشمی و سخا اس کا نوال و عطا کی یہاں تک پہنچی تھی کہ سیم و زور و حجر نظر مبارک میں سب یکساں تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے سوال کیا تو آپ نے اس کے لئے ایک ہزار کا حکم دیا وکیل نے عرض کی کہ ہزار چاندی کے (درہم) دوں یا سونے کے (دینار) فرمایا **كُلَاهُمَا عِنْدِي حِجْرَانِ فَاعْطِ الْاَعْرَابِيَّ اَنْفَعَهُمَا** میرے نزدیک دونوں یکساں پتھر ہیں تو اعرابی کو دونوں میں سے وہ دے جو اس کو زیادہ فائدہ بخشنے۔ ابو الطفیل عامر بن وائلہ کہتا ہے کہ میں نے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کو دیکھا کہ یتیم بچوں کو بلاتے اور اس لطف و شفقت سے ان کو شہد کھلاتے ہیں کہ بعض اصحاب آنحضرت نے آرزو کی کہ کاش میں یتیم ہوتا کہ اس طرح سے ان کے دست مبارک سے شہد کھاتا۔ ابن مردویہ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا ہم لوگوں کے خبث و لادت کو علیؑ ابن ابی طالب کے بغض و عداوت سے دریافت کیا کرتے تھے۔ نیز انس نے ایک حدیث طویل میں کہا کہ جنگ خیبر کے بعد تو یہ صورت تھی کہ ایک مرد اپنے بچے کو کندھے پر سوار کر کے آنحضرت کے رہنڈر پر کھڑا ہوتا جب وہاں سے گزرتے تو ان کی طرف انگشت سے اشارہ کرتا اور لڑکے سے پوچھتا اے فرزند تو ان سے محبت رکھتا ہے اگر اقرار کرتا تو اپنی فرزندگی میں قبول کرتا ورنہ زمین پر پٹک دیتا کہ جا اور اپنی ماں سے ملحق ہو مجھ کو تجھ سے کچھ علاقہ نہیں۔ اصح بن نباتہ نے امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا تین شخص مجھ کو کبھی دوست نہ رکھیں گے، والد الزنا، منافق اور وہ جس کا نطفہ حیض مادر میں منعقد ہوا ہو۔ مسعودی مروج

الذہب میں کہتا ہے قصہ ابودلف علی کہ عیسیٰ بن ابودلف نے کہا میرا بھائی دلف جس کے نام پر میرے باپ کی کنیت ابودلف تھی امیر المومنین کی مذمت کرتا اور ان کو اور ان کے شیعوں کو برا کہتا اور جہل سے نسبت دیتا تاہم ایک روز ابودلف حاضر نہ تھا دلف اس کی مسند پر بیٹھا اہل مجلس سے کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی علی کی عیب جوئی نہیں کرتا الاحرام زادہ تم لوگوں کو امیر ابودلف کی غیرت کا حال معلوم ہے کہ کوئی اس کی ازواج کو کسی فحش آلودگی سے متہم نہیں کر سکتا میں اس کا بیٹا ہوں اور علی کی بدگوئی کرتا ہوں راوی کہتا ہے کہ ہنوز جملہ تمام نہ ہوا تھا کہ ابودلف بھی وہاں آن پہنچا لوگ اسے دیکھ کر اس کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے مگر اس نے بیٹھتے ہی کہا جو کچھ دلف نے اس وقت کہا میں نے سنا وہ حدیث جھوٹی

امیر ابودلف قاسم بن عیسیٰ العلجی مامون و معتصم کے زمانہ میں ایک امیر کبیر گزر رہے ملک و خلفا اس کی رائے جہاں آرا سے حل مشکلات چاہتے اور آئین حکومت و بادشاہت اخذ فرماتے تھے۔ اس کی جود و سخاوت و جوانمردی و شجاعت و ادب و بلاغت مشہور و معروف ہے۔ ابوبکر بن بطاح و علی بن جبلة دو شاعر اس کی مدح گسٹری کرتے اور محامد اوصاف کو پھیلاتے تھے۔ چنانچہ ابوبکر اس کی فیاضی کو اس طرح سراہتا ہے۔

یا طالب الکیماء و علمہ مدح بن عیسیٰ الکیماء الاعظم

لولم یکن فی الارض الا درہم و مدحتہ لا تانک ذالک الدرہم

یعنی اے کیما اور علم کیما کے خواہش کرنے والے۔ ابن عیسیٰ (ابودلف) کی مدح سرائی بڑی کیما ہے اس کو اختیار کر کیونکہ اگر روئے زمین پر صرف ایک ہی درہم ہو اور تو اس کی مدح کرے تو وہ تجھ کو وہی درہم دے دے گا۔ ابن خلکان مورخ کہتا ہے کہ ابودلف نے ابوبکر مذکور کو ان دو شعروں کے صلہ میں دس ہزار درہم عنایت کئے جس سے اس نے نہراہلہ کے کنارے ایک گاؤں خرید کیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد پھر ابودلف کے پاس آیا اور یہ دو اور شعر اس کو گزرانے۔

بک اتبع فی نہر الابلہ قریۃ علیہا قصر بالرخام مشید

الی جنبہا اخت لہا یعرونہا وعندک مال "للہبات عتید"

یعنی تمہاری بدولت میں نے نہراہلہ پر ایک گاؤں خریدا ہے جس میں ایک محل سنگ رخام سے مضبوط بنا ہوا ہے۔ اس موضع کے پہلو میں اس کی بہن ایک اور گاؤں معرض بیچ میں ہے اور تمہارا مال بخششوں کے لئے کھلا ہوا ہے۔ ابودلف نے کہا وہ گاؤں کہاں تک بل جائے گا کہا دس ہزار تک ابودلف نے دس ہزار درہم اس کو دلوادے اور کہا اے ابوبکر نہراہلہ بہت لمبی نہر ہے اس کے کنارے بہت سے دیہات بستے ہیں اور ہر گاؤں دوسرے گاؤں کے پہلو میں اور اس کی بہن ہے نہراہلہ کہ تو یہ دروازہ نہ کھولیو کہ اس کی کوئی حد نہیں۔ ابوبکر ہنسا اور روپیہ لے کر چلتا ہوا۔ اس کے آثار شجاعت سے ہے کہ بہادران کر دے کہ اکثر اس کے ملک میں رہزنی و فزاتی کرتے رہتے تھے۔ تباہکار میں ملا اور ان پر حملہ کیا وہ بھاگے ابودلف نے پیچھے سے پہنچ کر ایک کی پشت میں برچی لگائی کہ اس کے سینہ سے پار ہو کر دوسرے کی کہ اس کے آگے جا رہا تھا پشت میں لگی اور دونوں گھوڑوں سے گر کر ٹھنڈے ہو گئے۔ ابودلف نے ۲۲۶ ہجری میں بغداد میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۔ مجالس المومنین۔

نہیں قسم بخدا کہ دلف ولد زنا ولد حیض ہے۔ کیفیت اس کی یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار تھا میری بہن نے اپنی کنیز میری خدمت میں بھیج دی مجھ کو وہ اچھی معلوم ہوئی اور اپنے تئیں ضبط نہ کر سکا اس کے ساتھ مباشرت کی حالانکہ وہ حائض تھی جب آثار حمل ظاہر ہوئے تو ہمیشہ نے وہ لونڈی مجھ کو بہہ کر دی پس دلف اس سے پیدا ہوا۔ ابن مردویہ نے باسناد خود روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی اگر کوئی ہزار سال خدا کی عبادت کرے اور اس کے پاس بقدر کوہ احد سونا ہو اور تمام کو راہ خدا میں تصدق کرے اور اس کی عمر اس قدر ہو کہ ایک ہزار حج پیادہ پا بجالائے پھر صفا و مروہ کے درمیان مظلوم مقتول ہو اور تیرے ساتھ محبت نہ رکھتا ہو تو وہ کبھی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا بلکہ اس کی بوجھی نہ سونگھے گا۔ منقول ہے کہ ایک روز تمازت آفتاب میں حضرت امیر کہیں سے تشریف لائے تھے دروازے پر ایک عورت کو دیکھا کہ کھڑی کہہ رہی ہے کہ میرا شوہر مجھ پر تعدی کرتا اور مجھ کو دھکا دیتا ہے اور قسم کھائی ہے کہ تجھے ماروں گا فرمایا اے عورت اتنا صبر کر کہ حدت دھوپ کی کم ہو اس وقت تیرے ساتھ چل کر اس کو فہمائش کروں کہا اتنی دیر میں اس کی آتش غضب اور تیز ہو جائے گی حضرت نے سر جھکالیا پھر فرمایا نہیں قسم خدا کی ستم رسیدہ کی دادی میں تاخیر نہیں چاہئے۔ اے نیک بخت تیرا مکان کدھر ہے غرض عورت حضرت کو گھر لے گئی آپ نے دروازہ پر پہنچ کر آواز دی السلام علیکم ایک جوان باہر آیا فرمایا اے بندہ خدا، خدا سے ڈر اور اپنی عورت کو ناحق ایذا نہ دے۔ جوان نے کہا تم کون ہو اور تمہیں اس میں کیا مداخلت، میں تمہاری سفارش چراس کو اور زیادہ ستاؤں گا، حضرت نے فرمایا میں تجھ کو امر بالمعروف کرتا ہوں اور تو النابر خلاف جواب دیتا ہے۔ اتنے میں راہ گیر حضرت کو دیکھ کر جمع ہو گئے اور سلام علیکم یا امیر المومنین کہتے تھے۔ وہ جوان یہ دیکھ کر حضرت کے پاؤں میں گر پڑا کہ للہ میرا قصور معاف فرمائیے قسم خدا کی اگر اب یہ عورت میری گردن کو بھی پاؤں رکھ کر کچلے گی تب بھی اسے کچھ نہ کہوں گا۔ حضرت نے تلوار میان کر لی اور کہا اے عورت اپنے گھر میں جا اور اپنے شوہر کی اطاعت کر ابو مضر بصری کہتا ہے کہ امیر المومنین خرمافروشن کے بازار سے جارہے تھے دیکھا کہ ایک کنیز ایک دکان پر کھڑی زار زار رو رہی ہے فرمایا اے لونڈی کس لئے روتی ہے عرض کی میرے آقا نے ایک درہم کے خرے منگائے تھے۔ اس دکان سے لے گئی تھی وہ اس کو پسند نہ آئے واپس کئے اب دکاندار کو پھیرتی ہوں تو نہیں لیتا۔ آپ نے خرمافروش سے کہا اے شخص یہ خادمہ ہے اس کا قصور نہیں کھجوریں لے لے اور درہم اس کو دے دے وہ بد بخت حضرت کو نہ پہچانتا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر بے دھڑک ایک دھول سینہ مبارک میں ماری لوگ یہ دیکھ کر دوڑے کہ کیا غضب کیا تو نے کہ امیر المومنین کے ساتھ ایسی گستاخی کی دکاندار کا یہ سن کر رنگ فق ہو گیا اور تھر تھر کانپنے لگا اور جلد کھجوریں عورت سے لے کر درہم اس کو دے دیا اور کہا یا امیر المومنین میرا قصور معاف فرمائیے کہ نادانستہ مجھ سے یہ خطا سرزد ہوئی ہے فرمایا تو نے جو عورت کے ساتھ اپنا معاملہ درست کر لیا تو میں

اس لئے تجھ سے رضامند ہوں۔ دیگر مشہور ہے کہ ایک عورت کہ پانی سے بھری ہوئی مشک لئے جا رہی تھی راہ میں آپ سے ملی آپ نے وہ مشک اس سے لے لی اور جہاں اس نے کہا وہاں پہنچا دی اور اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا علی ابن ابی طالب نے میرے شوہر کو کسی سرحد پر بھیجا تھا وہ وہاں مارا گیا میرے پاس یتیم بچے رہ گئے ان کی خاطر لوگوں کی محنت مزدوری کرتی پھرتی ہوں۔ حضرت دولت سرا کو تشریف لائے اور عورت کے خیال میں رات بھر بے چین رہے۔ صبح ہوئی تو ایک زنبیل اشیاء خوردنی سے پُر کی اور اس کے گھر کی طرف روانہ ہوئے راہ میں کسی نے کہا یہ زنبیل ہم کو دیجئے کہ ہم اس کو پہنچائیں قبول نہ کیا اور فرمایا قیامت کو میرا بوجھ کون اٹھائے گا۔ پس اس کے گھر پر جا کر دستک دی عورت نے اندر سے کہا کون ہے فرمایا وہی بندہ خدا جس نے کل مشک آب اٹھوانے میں تمہاری امداد کی تھی۔ دروازہ کھولا کہ بچوں کے لئے کچھ کھانا لے کر آیا ہوں۔ عورت نے کہا خدا تجھ سے راضی ہو اور میرے اور علی کے درمیان حق حکم کرے۔ غرض حضرت اندر داخل ہوئے اور فرمایا میں بنظر ثواب تیری خدمت کرنا چاہتا ہوں یا تو تو آنا گندھ کر روٹی پکایا بچوں کو بھلا کہ میں روٹی پکاؤں۔ عورت نے کہا روٹی میں اچھی پکاؤں گی تو بچوں کو کھلاتا رہ پس اس نے آرد خمیر کیا اور حضرت نے بچوں کو لیا اور گوشت پکایا جب پک گیا تو بوئیاں اور کھجوریں ان کو کھلاتے اور کہتے جاتے تھے کہ بچو میرے علی ابن ابی طالب کا گناہ محل کرد۔ آرد خمیر ہو چکا تو عورت نے کہا اے بندہ خدا تنور میں آگ روشن کر آپ آگ سلگانے لگے۔ پھونکیں مارتے تھے حتیٰ کہ آگ کی گرمی سے چہرہ مبارک متمتا گیا۔ فرمایا چکھ اے علی اس کے تین جو بیواؤں اور یتیموں کی خبر نہ لے اس کی یہی سزا ہے۔ پس ایک عورت نے ہمسایہ سے جو آپ کو پہچانتی تھی دیکھا اور چلائی وائے ہو تجھ پر امیر المومنین سے خدمت لے رہی ہے عورت نے اپنا منہ پیٹ لیا کہ وائے بے حیائی کہ میں آنحضرت سے اس طرح پیش آئی آپ نے فرمایا اے عورت میں تجھ سے شرمندہ ہوں کہ تیری خبر گیری میں کوتاہی کی۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ عاشقانِ خلفا نے جہاں ان کی اصلاح حال میں اور طرح بے حد سعی فرمائی ہے وہاں اس قسم کے فضائل بھی کہ مذکور ہوئے ان کے سر تھوپنے میں کمی نہیں کی چنانچہ روایت مذکورہ مشہور ہے۔ بہت ہی ملتا جلتا ایک قصہ حضرت عمر کے حال میں یہ تراشا گیا ہے کہ وہ ایک رات گشت میں تھے کہ دور سے ایک روشنی آگ کی دکھلائی دی قریب گئے تو دیکھا ایک عورت ہے اور اس کے گرد چند بچے ایک ہنڈیا چولھے پر چڑھائے ان کی دلدادہی کر رہی ہے۔ نزدیک جا کر حال پوچھا تو اس نے بھوک اور سردی کی شکایت کی اور کہا یہ ہنڈیا خالی پانی سے بھر کر بچوں کی تسلی کے لئے چولھے پر رکھ چھوڑی ہے اور یہ بھی کہا کہ خدا ہمارا انصاف عمر سے لے کہ اس کے عہد حکومت میں یہ مصیبت ہم پر پڑی۔ روضۃ الاحباب میں ہے یہ سن کر حضرت عمر کو بہت قلق و اضطراب ہوا اور دوڑ کر بیت المال میں گئے اور ایک بوری آٹے اور روغن وغیرہ کی بھر کر اپنے کندھے پر اٹھالی۔ اسلم مولانا عمر کہتا ہے کہ یہ تمام

اشیاء لے جا کر عورت کو دیں تاکہ بچوں کے لئے کھانا پکائے۔ دیکھئے کیا صاف خاکہ اتارا اور کیسی اچھی صورت کی مورت کر دکھائی ہے۔ حضرت امیرؑ تو حضرت امیرؑ، حضرت رسول خدا کے خصائص و معجزات تک تو ان بزرگواروں کے دست برد سے نہیں بچے یعنی جو امور کہ وہ حضرت بہ وحی آسمانی و تائید یزدانی ظاہر کرتے تھے ان کے قول کے بموجب حضرت عمرؓ بھی ویسے ہی بلکہ ان سے بڑھ کر دکھا دیتے تھے۔ جنگ موتہ میں زید بن حارثہ و جعفر بن ابی طالب و عبد اللہ بن رواحہ یکے بعد دیگرے لڑ لڑ کر شہید ہو رہے تھے تو حضرت رسول خدا حسب وحی سماوی مدینہ میں اپنے اصحاب کو اس کی خبر دیتے جاتے تھے یہ تو حضرت رسالت پناہ کا معجزہ تھا اب جو اس کا جواب حضرت خلیفہ ثانی نے اپنے عہد خلافت میں دکھایا وہ بھی سنئے جنگ نہادند کے دنوں میں جبکہ لشکر اسلام مصروف جہاد کفار تھا۔ ایک روز آپ نے مسجد مدینہ میں اثناء خطبہ جمعہ میں دو مرتبہ فرمایا **یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل** اے ساریہ (نام سردار) پہاڑ کی طرف مائل ہو یہ آواز حضرت کی معرکہ جنگ میں جو بمنازل و مراحل وہاں سے دور تھا، پہنچی اور مخاطب نے اس پر عمل کیا اور فتح پائی دیکھئے حضرت رسول خدا نے تو صرف خبر ہی دی تھی حضرت عمرؓ نے اتنی دور سے ان کو تدبیر جنگ تلقین کر کے فتح دلوائی تو وہ رسول اللہ سے بڑھ کر ہوئے یا نہیں۔ بالجملہ یہاں حضرت امیرؑ کے سچے کمالات اور واقعی فضائل کا مذکور ہے ان میں کسی قدر اور سنئے اصح بن نباتہ کہتے ہیں کہ ایک مرد امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور کہا **اُحْبَبْتُكَ فِي السَّرْكَمَا اُحْبَبْتُكَ فِي الْعَلَانِيَةِ** کہ میں آپ کو دل میں بھی ایسا ہی دوست رکھتا ہوں جیسا کہ ظاہر میں حضرت ایک لکڑی سے زمین کو کریدنے لگے پھر سر مبارک بلند کر کے فرمایا واللہ کہ تو جھوٹا ہے پھر ایک اور مرد آیا اور کہا **اُحْبَبْتُكَ فِي السَّرْكَمَا اُحْبَبْتُكَ فِي الْعَلَانِيَةِ** کہ میں آپ کا دوست ہوں حضرت دیر تک لکڑی سے زمین کو کریدنے لگے بعد ازاں فرمایا تو راست کہتا ہے۔ بہ تحقیق کہ ہماری طین (گل) یعنی مٹی طین مرحومہ ہے۔ حق تعالیٰ نے بروز یشاق اس پر عہد لیا ہے پس ہمارے دوستوں کی جماعت معین ہے نہ ان میں کوئی زیادہ ہو سکتا ہے نہ کم۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ہم کسی مرد کو دیکھتے ہیں تو پہچان لیتے ہیں اور ہم حقیقت ایمان و حقیقت کفر و نفاق سے واقف ہیں۔ **معجزہ تجمیز و تکفین سلمان فارسی** جابر انصاری ناقل ہیں کہ سلمان فارسیؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو زادان نے ان سے پوچھا کہ اے صحابی رسول اللہ تم کو غسل کون دے گا جس نے رسول اللہ کو غسل دیا تھا کہا علیؓ بن ابی طالبؓ مدینہ میں ہیں اور تم مدائن میں وہ تم کو کیونکر غسل دے سکتے ہیں۔ کہا اے زادان وہ حکم خالق الانس والجان یہاں آ جائیں گے۔ زادان نے کہا جو نبی سلمان کی روح قبض ہوئی دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت دروازے سے آ رہے ہیں آتے ہی مجھ سے پوچھا ابو عبد اللہ نے رحلت کی میں نے کہا نعم یا سپیدی آگے بڑھ کر چار روئے سلمانؓ سے سرکائی۔ سلمان حضرت پر متمسم ہوئے فرمایا مرحبا ہو تم پر اے ابو عبد اللہ رسول اللہ سے ملاقات ہو تو جو کچھ تمہارے بھائی کو اس قوم سے پیش آیا آنحضرت سے

بیان کرنا۔ پس متوجہ ان کی تجہیز کے ہوئے نماز پڑھی تو تکبیر بہت بلند کہی دوسرے آپ کے ساتھ اور تھے فراغت ہوئی تو میں نے پوچھا کہ وہ دوسرے کون تھے فرمایا ایک میرا بھائی جعفر طیار دوسرا خضر بنیغیر اور ہر ایک کے ساتھ ان سے ستر ستر صفیں ملائکہ کی تھیں کہ ہر صف میں ہزاراں ہزار فرشتے تھے۔ قاضی نور اللہ رحمہ اللہ مجالس المومنین میں کہتے ہیں کہ ایک روز مستنصر خلیفہ زیارت قبر سلمانؓ کو آیا۔ سید عزیز الدین اقسائی کو فی اس کے ساتھ تھے ان سے کہنے لگا کہ کتنا جھوٹ شیعہ بولتے ہیں کہ علی بن ابی طالب ایک رات میں یثرب سے مدائن آئے اور سلمانؓ کو غسل دے کر اسی رات کو لوٹ گئے۔ سید نے فی البدیہہ چند اشعار پڑھے جس کا حاصل مضمون یہ ہے کہ امیر المومنینؓ کے لئے اس امر کو جھوٹ جانتے ہو اور آصف بن برخیا وزیر سلیمان نے ایک آن کے آن میں تخت بلقیس شہر سہا سے منگوا لیا اس کا انکار نہیں کرتے اگر محمد مصطفیٰؐ تمام انبیاء سے بہتر تھے تو ان کے وحی خیر اوصیا ہوں گے اور سب سے زیادہ قدرت ایسے امور کے اظہار کی رکھتے ہوں گے ورنہ جملہ امور کا انکار کرنا پڑے گا۔ کیا خوب کہا ہے صاحب بن عباد وزیر نے مدح جناب امیر میں صنوہ الذی واخاہ واجابہ حین دعاء وصدقہ قبل الناس ولباہ وساعدہ وواساہ وشید الدین ونباہ وهزم الشریک واخذاہ وبنفسہ علی الفراش فداء ومانع عنہ وحماہ وارغم من عاندہ وقلاہ وغسلہ ووارادہ وادی دینہ وقضاه وقام بجمیع ما اوصالا ذلک

امیر المومنین لا سواہ ہمسر رسول خدا کے جن کے ساتھ انہوں نے عقد مواخات (بھائی چارہ) باندھا، اور اجابت کرنے والے ان کے جبکہ دعوت کیا ان کے تئیں اور تصدیق کی تمام آدمیوں سے پہلے ان کی، اور لبیک کہا ان کے تئیں اور یاری کی ان کی اور غم خواری فرمائی اور مضبوط و مستحکم گردانا دین کو، اور اس کی جڑ بنیاد کو اور منہزم فرمایا شرک کو اور خوار کیا اس کے تئیں اور ان کے بچھونے پر لیٹ کر اپنے تئیں آنحضرت پر فدا کیا، اور حفاظت کی آنحضرت کی، اور حمایت فرمائی، اور ان کے معاندوں کی ناک زمین پر رگڑی، اور دشمنی کی ان سے اور غسل میت دیا آنحضرت کے تئیں اور دفن کیا اور ادا کیا ان کے قرض کو اور سبکدوش کیا ان کو اور جو انہوں نے وصیتیں کی تھیں تمام کو بجالائے ان سب کاموں کے کرنے والے اور جملہ امور کے بجالانے والے امیر المومنینؓ ہیں ان کے سوا کوئی نہیں۔ ابو بکر ہر وہی شطرنج کھیلا کرتا تھا ایک مرد جبلی نے اس سے سوال کیا کہ رسول اللہ کے بعد امام خلق کون ہے ابو بکر نے ایک شاہ اور چار پیادے اس کے آگے رکھ دیئے کہ یہ نبی اور یہ چاروں اس کے خلیفہ۔ کوہستانی نے پوچھا کہ یہ جو ان کے پہلو میں ہے کون ہے آیا ان کا بیٹا ہے کہا نہیں ان سے کوئی بیٹا نہیں رہا صرف ایک بیٹی انکے بعد باقی رہی کہا تو یہ ان کا داماد ہے کہا نہیں داماد ان سب سے اخیر کا ہے کہا تو وہ ان سب کی نسبت ان سے نسب میں اقرب ہے یا علم و شجاعت و زہد و تقویٰ میں سب سے زیادہ ہے کہا یہ

باتیں بھی اسی اخیر میں ہیں۔ کہا تو یہ ان کے پہلو میں (سب سے اول) کس لئے کھڑا ہوا ہے۔ مجد الدین سنائی کہتا ہے۔

میراثِ خلافت بغلاں دادو بہ بہماں
رودنِ شاہانِ جہاں جملہ تو برخواں
میراث بہ بیگانہ دہد ہیچ مسلمان

گویند چو پیغمبر مارفت ز عالم
ہرگز ملکہ ملک بہ بیگانہ ندا دست
بادسرے و داماد و بنی عم و نینسرہ

نیز سنائی نے مدح جناب مرتضوی میں لکھا ہے۔

چشم پیغمبر از جمالش شاد
کردہ در شرع خود مرا در امیر
ہم در علم دہم علمدارش
خسر و سنت و تہمتن دین
وانکہ یلین امارتش دادہ
راز دار پیمبرش حیدر
سہو در گرد و پیش ناگشتہ
کائے خداوند آل من والاہ
خواجہ روزگار قنبر او
وانکہ الراحون فی العلم اوست
ہمروہ جان مصطفیٰ جان
ہر دو یک روح و کالبد شان دو
دو برادر چو موک و ہارون
ہر دو پیرایہ شرف بودند
سورہ بل اتی ورا تشریف
پیش جان عزیز او روشن
چرخ را داشتہ ز گشتن باز
نہ دہد سنت پیمبر بر

ہم نبی را وصی و ہم داماد
نامپ مصطفیٰ بروز غدیر
خواندہ در دین و ملک مختار
جان آزاد مردی و تن دین
وانکہ طاہا طہارتش دادہ
راز دارِ خدائے پیمبر
عقل در آب ردیش آشتہ
بہر او گفتہ مصطفیٰ بالہ
کد خدائے زمانہ چاکر او
ہر کہ تن دشمن ست و یزداں دوست
مرتضائے کہ کرد یزدانش
ہر دو یک قبلہ و خروشان دو
دوروندہ چو افسر و گردوں
ہر دو یک در زیک صدف بودند
از پے سالکے بیک دو غیف
سر توحید اندر این گلشن
قوت حرش ز فوت نماز
تابہ نکشادہ علم حیدر در

چرخ را رہنمائے علم او بود	دہر را کد خدائے علم او بود
تاجِ علمش گزشتہ از پردیں	تختِ حلمش نہا وہ بردِ دین
حلم را کار بست روزِ جمل	عفو کرد از عدوِ خلافِ جمل
باز با خصم خویش در صفین	با عدو کار بست رائی زریں زین
در قیام و قعود جود او کرد	در میانِ سجود جود او کرد
خاتمِ اینجا بداد بردر از	ملکِ آنجا جزا ونہ بستد باز
نائبِ کردگار حیدرؑ بود	صاحبِ ذوالفقار حیدرؑ بود
مہر کیشِ دلیلِ منبر و دار	حلم و شمشِ نشانِ جنت و نار
دل او عالمِ معانی بود	لطفِ او آبِ زندگانی بود

حضرت امیر المومنینؑ کی شجاعت کے بارے میں:

عجائبِ امیر المومنینؑ سے ایک یہ تھا کہ باوجود کثرتِ جنگ و پیکار کبھی کسی سے روگرداں نہیں ہوئے، کوئی ضرب شدید نہیں اٹھائی الا دو بار ایک جنگِ خندق میں سر مبارک پر دوسرے ابنِ ملجم کے ہاتھ سے اسی مقام پر کہ باعثِ آپ کی شہادت کی ہوئی۔ حالانکہ معرکوں میں درآ نہ درآتے اور مہلکوں میں دلیرانہ گھس جاتے اور سرکشوں سرداروں کو خاک میں ملا تے اور آپ کا قول تھا واللہ لابنِ ایطال انس بالموت من الطفل بئدی اُمہ قسم بخدا کہ پسر ابوطالب یعنی خود بدولت اس سے زیادہ موت سے مانوس ہیں جتنا کہ بچہ پستانِ مادر سے اور نیز آپ فرماتے تھے۔

ایہا الناس انکم لم تقتلوا تموتوا والذی نفس ابنِ ابی طالب بیدہ الف ضربة السیف علی الراس اھون الی من مونة علی الفرائش لو قتل نہ ہو گے تو ویسے مرو گے قسم اس خدائے عزوجل کی علیؑ کی جان جس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ مجھ کو سو چوٹیں تلوار کی سر پر کھانا، ایک بار بستر پر پڑ کر مرنے سے زیادہ سہل و آسان ہے۔ کبھی کوئی مقابل نہیں ہوا کہ پنجہ شہبازِ اجل سے چھوٹا ہو، اور ہرگز کوئی ایسی ضربت نہیں لگائی کہ دوسری کی ضرورت رہی ہو اور عادت تھی حضرت شیر خدا کی کہ حریف دراز قد کو طول سے دو ٹکڑے کرتے اور قصیر القامت کو عرضاً چیر ڈالتے اور بہر حال دونوں ٹکڑے ایسے پنے تلے برابر ہوتے کہ کانٹے میں رکھو تو ذرا فرق نہ نکلے۔ ایک نصلتِ پسندیدہ جہاد و غزا میں آپ کی یہ تھی کہ جس کو قتل فرماتے اس کے ساز و سلب سے معترض نہ ہوتے حالانکہ

شارع کی عام اجازت تھی من قتیلافلہ سلبہ کہ جو جس کو قتل کرے اس کا اسباب و سامان تمام قتل کرنے والے کا ہے۔ حضرت کا حکم تھا یا قبر لا تعرفرائسی اے قبر میرے کشتوں کو ننگ نہ کرو الاسود اسود الغاب ہعتھا یوم الکریہۃ فی المسلوب لا السلب تحقیق کہ شیران دشت و غا کا مقصود و مدعا میدانِ جنگ میں مسلوب و مقتول ہوتا ہے اس کے ساز و سلب پر نگاہ نہیں کرتے۔ لکھا ہے کہ ایک بارعین گیر دار میں ایک کافر نے آپ سے تلوار کا سوال کیا فوراً تلوار اس کی طرف پھینک دی۔ سائل حیران رہ گیا اور بولا اے پسر ابی طالب ایسے نازک وقت میں یہ فیاضی فرمایا اے شخص تو نے سوال کیا میں تیرے سوال کو کیوں کر رد کرتا اپنا شیوہ نہیں کہ سوال سائل کا رد کریں کافر نے اپنے تئیں زمین پر گر دیا کہ یہ کارِ کامل و دیندار کا ہے جس کا محض پروردگار پر بھروسہ ہو۔ پائے مبارک کو چومتا تھا اور کلمہ شہادتین پڑھتا تھا عمرو بن معدی کرب: شجاعانِ عرب سے سخت شورہ پشت و جری تھا قافلوں کو غارت کرتا اور بستیوں کو لوٹ کر خاک سیاہ کر دیتا تھا۔ امیر المومنین سے مقابلہ ہوا تو بلا کلمہ پڑھے جان نہ بچی عمر خطاب اکثر کہا کرتے تھے الحمد للہ الذی خلقنا و خلق عمروا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو پیدا کیا ہے ایک عمر کو اور اکثر اس سے اس کی جاہلیت کی لوٹ مار کا حال دریافت کیا کرتے وہ کہتا قدمحیٰ سَیْفِ عَلَی الصنائع کہ تیغِ شرِ بار حیدر کرار نے ہمارے تمام کار و بار خاک میں ملا دیے۔ اکثر فتوحاتِ عجم کے زمانہ میں ہونیں اسی شخص کے ہاتھ سے ہوئیں۔

علاماتِ ظاہرہ و آثارِ قاہرہ حضرت امیر المومنین سے جن میں کہ وہ حضرت سائر خلق سے متفرد و ممتاز تھے ایک یہ ہے کہ آپ کے مناقب و مآثر دحاجان و مفاخر دوست و دشمن نے یکساں و برابر روایت کئے اور اپنی اپنی کتابوں میں درج فرمائے ہیں اور مطلقاً ان کو چھپا نہیں سکے اور ہر چند بہت سے اسبابِ ذوائی ایسے پیدا ہوئے کہ وہ آثارِ صفحہ دہر سے مٹ جائیں مگر وہ برعکس اس کے آفتاب کی طرح دنیا پر چمکتے اور حاسدوں و معاندوں کی آنکھوں کو خیرہ و اندھا بناتے رہے اور قیامت تک بناتے رہیں گے بنی امیہ کہ مشرق و مغرب عالم پر سالہائے دراز تک فرمانروا رہے۔ بہت بڑے دشمن آنحضرت کے تھے منبروں پر چڑھ کر مذمت و بدگوئی کرتے اور لعن و تہرے تک سے نہیں چوکتے تھے کوئی سیدی طرح آپ کا نام لیتا تو اس کو پواتے قید کرتے مروا ڈالتے تھے۔ ذکرِ فضائل تو کیا ذکرِ تہمتی کہ ان ملاعین کے خوف سے لوگوں نے نقلِ حدیث و روایت تک میں آپ کا نام لینا چھوڑ دیا تھا۔ جب ضرورت ہوتی تو کہتے حَدَّثَنِی رَجُلٌ مِّنْ قَرِیشٍ یا حَدَّثَنِی رَجُلٌ مِّنْ اصحابِ رسولِ اللہ کہ روایت کی ہے مجھ سے ایک مرد نے قریش سے یا اصحابِ رسولِ اللہ سے اور علیٰ کا نام زبان سے نہ نکالتے تھے۔ حسن بصری آنحضرت سے روایت بیان کرتا تو کہا

حدثنی ابو زینب کہ حدیث کی ہے مجھ سے پدر زینب نے لیکن نتیجہ اس تمام کا یہ ہوا کہ یہ دشمنانِ دین و اصلِ جہنم ہوئے تو ان کے نام و نشان بھی ان کے ساتھ ہی نیست و نابود ہو گئے۔ آج یزید و مروان و آل ابوسفیان کا کوئی نام لیوا و پانی دیوا جہان میں نظر نہیں آتا ہاں پانی پی کر لعن تو ان پر ضرور کرتے ہیں اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے اسماء گرامی ہر کس کے ورد زبان ہیں عالمِ فاضل عاتقِ جاہل پیر و برنا عتقی و گدا سب ان سے آشنا ہیں علماء ان کے فضائل بیان کر کے فوائدِ دارین حاصل کرتے ہیں امرا ان کے نام پر ہزاروں لاکھوں کی نذر و نیاز کرتے اور دنیا و عقبیٰ میں سرخ رو ہوتے ہیں۔ فقرا جو سوال کرتے ہیں ان کے واسطے سے اور ان کا نام لے کر کبھی کسی بھکاری جوگی سے عمر ابو بکر تک کا نام بھی نہ سنا جب سنا حضرت علیؑ ہی کا نام لیتے سنا اور یہ کہ وہ ایسے تھے ویسے تھے بیٹے کو خیرات کر دیا خود راہِ خدا میں بک گئے

سقاوت ختم ہے مولا علیؑ پر شجاعت ختم ہے حق کے ولی پر وغیرہ وغیرہ۔ شعی سے کہ یکے ازاں ساطین دین سنیہ سے باسناد معتبرہ منقول ہے کہ وہ کہتا تھا میں خطباء بنی امیہ کو سنتا تھا جب علیؑ علیہ السلام کی مذت کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا وہ آنحضرت کا بازو پکڑ کر ان کو آسمان پر چڑھا رہے ہیں اور جب اپنے اسلاف کی مدح کرتے تو گویا مردار و جیفہ سے پردہ اٹھاتے اور ان کی گندگی جہان میں بکھیرتے ہیں۔ ابن آشوب نے نقل کیا ہے کہ ایک بدوی عورت مسجد کوفہ میں کہہ رہی تھی کہ اے مشہور آسمان و زمین کے اور اے معروف دنیا و آخرت کے بادشاہوں ظالموں نے بہتیرا چاہا کہ تیرا نور ٹھنڈا ہو جائے اور تیری یاد موقوف ہو مگر حق تعالیٰ اس کو بلند کرتا اور چمکاتا اور بڑھاتا ہی رہا ہر چند مشرک اس سے کراہت کرتے رہے کسی نے پوچھا تو یہ کس کا حال بیان کر رہی ہے کہا امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کا اور کس کا پھر جو دیکھا تو وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ مثنوی نان و نمک

لکھ گئے ہیں یوں رواتِ باکمال	جب کیا راوی نے حیدر سے سوال
آپ کا رتبہ بڑا ہے یا امام	یا ہے آدم کے لئے برتر مقام
تب یہ فرمایا جواب باصواب	اولِ خلقت ہیں وہ عالی جناب
حضرتِ آدم صفی اللہ ہیں	آسمانِ برتری کے ماہ ہیں
بوالبشر ہیں صاحبِ قدر و شرف	ہیں صفی اللہ سابق سب خلف
پر کیا تو نے جو یہ مجھ سے سوال	فرق یہ ہے مجھ میں ان میں کر خیال
ان کو تھا حکم جنابِ ایزدی	کھائیو مت غلہ میں گندم کبھی

پر صفی نے جا کے گندم کھا لیا ترکِ اولیٰ جدِ امجد نے کیا
میں نے گندم آج تک کھایا نہیں گو خدا نے منع فرمایا نہیں

یہ حدیث طولانی ہے اور صعصعہ بن صوعان عبدی اس کے ناقل ہیں۔ انہوں نے ضربتِ ابنِ ملجم کے بعد ہر ایک پیغمبر کی نسبت آپ کے وجہ فضیلت آپ سے استفسار کئے اور جواب دیا یا صواب پائے اور مسئلہ تفضیل ائمہ پر پیغمبر اس سوائے پیغمبرِ آخر الزماں شیعوں کے درمیان مسائل مشہورہ سے ہے پیشتر آ یہ مباہلہ کے بیان میں گذرا کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں حضرت امیر المومنین کو نفسِ پیغمبر کہا ہے پس نفسِ اشرف الانبیاء یقیناً دیگر انبیاء سے افضل ہوگا اور بموجب حدیث لثبہ جس کو صاحب مودۃ القربی وغیرہ نے نقل کیا ہے جمیع کمالات انبیاء آنحضرت میں موجود تھے آخر حدیث مذکور میں ہے فان فیہ تسعین خصلۃ من خصال الانبیاء جمعہا اللہ فیہ ولم یجمع فی أحد غیرہ یعنی تحقیق کہ آنحضرت میں نوے خصلتیں خصلت ہائے انبیاء سے ہیں جمع کیا ہے ان کو حق تعالیٰ نے ان کے درمیان، اور نہیں جمع کیا کسی کے درمیان ان کے سوا چنانچہ اس لئے کہا گیا ہے

يُدِلُّ لِمَعْنَى وَاحِدٍ كُلِّ فَاحِرٍ وَقَدْ جَمَعَ الرَّحْمَنُ فِيكَ الْمَعَالِيَاتِ
حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری نچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

۱۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ میں اس مسئلہ کو شیعوں سے نقل کر کے اس کی تردید میں لکھتے ہیں کہ اس عقیدے کا مخالف قرآن ہونا اظہر من الشمس ہے کیونکہ تمام قرآن انبیاء کے اصطفا و اختیار کرنے اور سائر خلق سے ان کے چنے اور انتخاب کرنے پر دلالت رکھتا ہے اور عقل بھی چاہتی ہے کہ ان کا واجب الاطاعت بنانا اور وہی ان کو بھیجنا اور امام و غیر امام سب کو ان کا تابع کرنا بغیر اس کے کہ امام ان سے مفضل ہوں اور وہ امام کے نسبت افضل قیاس میں نہیں آتا چونکہ یہ باتیں ہر ایک نبی میں موجود اور ہر امام سے مفقود ہیں لہذا کوئی امام کسی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا۔ صاحب حدیقہ سلطانیہ طاب ثراہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ مفصل جواب ان مزخرفات کا تو ہمارے والد علامہ نے حسام الاسلام میں دیا ہے مگر یہاں حسب موقعہ و مقام مختصر طور سے یہ ہے کہ فضیلت ہر فرد منسوب عنہ کی اپنے نائب کی نسبت مقبول و مسلم ہے تاکہ مزیت فرع پر اصل لازم نہ آئے مگر یہ مستلزم نہیں کہ ہر فرد نائب کی ہر ایک منسوب عنہ سے مفضل و مرجوع ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعض افراد منسوب عنہ کا ایسا رتبہ عالی اور پایہ بلند ہو کہ اس کا نائب بھی سائر افراد منسوب عنہ سے برتر ہو جیسا کہ حضرت رسالت پناہ کے باقی فریقین جلد انبیاء سے افضل ہیں پس اگر ان کے نائب و وصی بھی دیگر انبیاء سے افضل ہوں تو کیا بعید بات ہے اور جب اس میں کوئی استحالہ عقلی نہ رہا تو جو احادیث اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں واجب العمل ہوں گی اس کے بعد احادیث متفق علیہ فریقین کہ امیر المومنین کی افضلیت پر دلالت کرتی ہیں نقل کی ہیں۔ ۱۲ مئی غفی عنہ۔

مناقب میں ہے کہ سفینہ نوح ذات الواح آب طوفان سے نجات دینے والی تھی۔ مگر کشتی امیر المومنین کہ سفینہ نجات ہے۔ آتش جہنم سے بجائے گی چنانچہ حدیث مثل اہل بیتی کمثل سفینتہ النوح الخ مشہور و معروف ہے اور نوح کا حق تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں بیالیس مقام پر ذکر کیا ہے اور امیر المومنین کو ۸۹ مقام پر یاد فرمایا ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے جو بت توڑے تو چھپ کر توڑے اور کہا تھا بل فعلہ کبیر ہم هذا فاسئلوہم ان کانوا یسطقون کہ تمہارے اس بڑے بت نے توڑے ہوں گے پوچھ لو ان سے اگر یہ بولیں اور امیر المومنین نے رسول اللہ کے ساتھ ظاہر و علانیہ کفار و مشرکین کے سامنے بت توڑے پس یہ فعل ان کا افضل ہے حضرت ابراہیم کے فعل سے اور حق تعالیٰ نے ابراہیم کا ذکر قرآن میں پینٹھ مقام پر کیا ہے اور علی کے ذکر سے ربع قرآن پڑ ہے لیکن موسیٰ پس انہوں نے فرعون جیسے نخس و ناپاک کے گھر میں پرورش پائی امیر المومنین حضرت رسول خدا کے دامن تربیت میں پلے اگر موسیٰ کو عصا عنایت ہوا تھا تو حضرت کو ذوالفقار مرحمت ہوئی۔ عصائے موسیٰ اگر اڑدہا تھا تو حضرت کی کمان اڑدہا بن گئی۔

پھر کہا اس شخص نے یا بوتراب	عیسیٰ مریم ہیں افضل یا جناب
یوں ہوا ارشاد عیسیٰ ہیں رسول	وحی کا ہوتا تھا حضرت پر نزول
ہیں رسول اللہ وہ عالی مقام	ہیں وہ روح اللہ سرخیل کرام
ترک اولیٰ سے ہمیشہ تھے بری	دی تھی حق نے ان کو عزو برتری
چرخ چارم پر ہیں وہ خورشید وار	حشر تک زندہ ہیں وہ عالی وقار
مجھ میں ان میں فرق ہے پر اس قدر	تو نے جب پوچھا تو دیتا ہوں خبر
بیت مقدس میں تھی مریم اے حبیب	وقت وضع حمل جب پہنچا قریب
یوں ہوا حکم جناب کبریا	باہر اس گھر سے نکل اے پارسا
درد زہ ماں کو میری جس دم ہوا	حکم یہ پہنچا کہ تو کعبہ میں جا
شق ہوئی دیوار اے اہل خرد	داخل کعبہ ہوئی بنت اسد
اللہ اللہ کیا شرف کیا شان ہے	عقل یاں انسان کی حیران ہے
ابتدا میں رتبہ یہ حق نے دیا	انتہا میں کیا شرف حاصل ہوا
مولد اقدس تو بیت اللہ ہے	مسجد کوفہ شہادت گاہ ہے

لطیفہ چار چیزیں ہیں کہ تمام آدمی حتیٰ کہ انبیاء کرام بھی ان سے ڈرتے ہیں شیطان، سانپ، قتل ہونا اور بھوکا رہنا بیان اس

کا اس طرح پر ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا قل انی اعوذ بک من ہمزات الشیاطین کہہ اے پیغمبر کہ پناہ لے جاتا ہوں میں تیری طرف ہمزات (اغوا کرنے اور دل میں بدی ڈالنے) شیاطین سے۔ نیز حق تعالیٰ حضرت موسیٰ کے حال سے خبر دیتا ہے فاوحسب فی نفسہ خیفۃ موسیٰ یعنی موسیٰ نے جادو گروں کی رسیوں اور لاشیوں کو سانپ کی طرح زمین پر چلتے دیکھا تو دل میں ڈرے۔ نیز آنحضرت نے فرعونوں میں سے ایک مرد کو مار ڈالا تھا لہذا ڈرتے تھے کہ ان کے پاس جائیں تو وہ اس کے عوض کہیں ان کو نہ ماریں لہذا کہتے تھے رب انی قتل منہم نفسا اے میرے پروردگار میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے اور نیز ان سے بھوک کی سہار نہ ہو سکی قال لغتہ اقنا غذا انا اپنے بھائی ہارون سے کہالے آہمارے پاس ہمارے کھانے کو لقد لقینا من سفرنا هذا نصبا ہم نے اپنے اس سفر میں بہت تکلیف اٹھائی لیکن امیر المومنین نے شیطان کے ساتھ جنگ کی۔ ثبانی (اثر ہے) سے ہم کلام ہوئے۔ کفار اشرار سے مقابلہ کر کے ان کو قتل فرمایا اور اپنا تین دن کا کھانا یتیم، مسکین و اسیر کو کھلادیا۔ دیگر رسول خدا نے فرمایا حق تعالیٰ نے پانچ چیزیں مجھے عطا کی ہیں اور پانچ ہی علی کو بخشیں۔ مجھ کو جوامع الکلم دیئے تو علی کو جوامع الکلام عنایت کئے۔ مجھ کو نبی کیا تو علی کو وصی مقرر کیا مجھ کو کوشر بخشا تو علی کو سلسبیل لطف فرمایا۔ میرے پاس وحی آتی ہے تو علی کو الہام ہوتا ہے مجھ کو شب معراج آسمان پر لے گئے تو ان کیلئے ابواب سموات و پردہ ہائے آسمان کھول دیئے کہ جو کچھ میں کرتا اور بولتا تھا وہ دیکھتے اور سنتے تھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَوةً کَثِیْرًا طَیْبًا دَائِمًا اَبَدًا۔

مناقب اہلبیت اطہار و تعظیم سادات رفیع الدرجات کی تاکید:

واضح رہے کہ مراد اہلبیت رسول سے قرآن و حدیث میں ذات قدسی صفات امیر المومنین اور ان کی زوجہ مطہرہ جناب فاطمہ اور اولاد طاہرین ہیں۔ ازواج پیغمبر خدا ان میں داخل نہیں چنانچہ صحیح مسلم و جامع الاصول سے نقل ہوا ہے کہ حسین بن سیر نے زید بن ارقم سے پوچھا کہ آیا ازواج پیغمبر بھی داخل اہلبیت ہیں تو اس نے کہا نہیں قسم بخدا کہ عورت کچھ عرصہ تک اپنے شوہر کے گھر میں رہتی ہے پھر وہ طلاق دے دیتا ہے تو اپنے باپ کے گھر چلی جاتی ہے اہلبیت رسول اللہ ان کے اقربا ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور نور الابصار فی مناقب اہلبیت النبی المختار تصنیف سید مومن شبلنجی شافعی مصری کہ ۱۲۹۰ ہجری میں تصنیف ہوئی اور ۱۳۱۲ ہجری میں مطبع مصلیہ مصر میں طبع ہوئی درمیان بحث آیہ تطہیر مذکور ہے کہ مراد اہلبیت سے یہاں علی و فاطمہ و حسنین ہیں قائل ہوئے ہیں اس قول کے ابو سعید خدری اور ایک جماعت تابعین کی مثل مجاہد و ابوقادہ کے

پھر لکھا ہے کہ شاہد اس کا یہ ہے کہ جس وقت آنحضرت نے نصارائے نجران کے ساتھ ارادہ مباہلہ کیا اور آیہ شریفہ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا وَنُسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَكُمْ اَلْحِ نَازِل ہوئی تو آپ پر آمدم ہوئے۔ اس طرح کہ امام حسینؑ آپ کی گود میں تھے اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور جناب فاطمہؑ آپ کے پیچھے اور امیر المومنینؑ فاطمہؑ کے پیچھے تھے اور حضرت رسول خدا ان سے کہتے جاتے تھے کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ نجرانیوں کے اُسقف (پادری) نے ان کو بایں بیت دیکھا تو پکارا اے قوم نصاریٰ میں ایسی صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر حق تعالیٰ سے درخواست کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائے تو البتہ حق تعالیٰ ان کی خاطر سے پہاڑ کو اس کی جگہ سے دور کر دے گا زہر اتم ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرنا نہیں تو ہلاک ہو جاؤ گے اور ایک نصرانی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ پس اس بیان کے موافق ابتداء سے حسین علیہا السلام اور نساء سے حضرت فاطمہؑ اور انفسا سے نفس رسول اللہ علی بن ابی طالبؑ مراد ہیں۔ پھر ذرا آگے بڑھ کر صاحب نور الابصار کہتے ہیں کہ ہمارا یہ قول کہ اہلبیت سے یہی چاروں حضرات مراد ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں وہ ہے کہ میلان کیا ہے اس کی طرف فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اور زختری نے کشاف میں لکھا ہے کہ جب آیہ شریفہ قُلْ لَا اسْتَلْكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰی یعنی کہہ اے محمدؐ کہ میں تم سے اپنی رسالت پر کوئی اجرت و مزدوری نہیں مانگتا الا محبت اپنے اقربا کی چاہتا ہوں نازل ہوئی۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے اقرباء جن کی محبت آپ چاہتے ہیں کون ہیں فرمایا علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے دو بیٹے اور نیز دلالت کرتا ہے اس پر جو کچھ کہ امیر المومنین علیؑ سے روایت ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ سے شکایت کی کہ لوگ ہم پر حسد کرتے ہیں فرمایا یا علیؑ تو راضی نہیں کہ چوتھا ہوان چار کا کہ سب سے پہلے داخل جنت ہوں گے یعنی میں اور تو اور حسین اول جنت میں داخل ہوں گے اور ہماری ازواج ہمارے داہنے بائیں اور ہماری ذریت ہمارے پیچھے ہوگی اور نیز آیہ تطہیر انہیں حضرات کے شان میں نازل ہوئی ہے وھو قولہ تعالیٰ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً ترجمہ: ارادہ نہیں کرتا حق تعالیٰ مگر یہ کہ اے اہلبیت تم سے ہر ایک رجس و پلیدی کو دور کرے اور پاک کرے تم کو پاک کرنا اور شہرت اس کی مخصوص بآل عبا ہونے کی اس قدر ہے کہ ابن حجر جیسے متعصب نے بھی اس کا اقرار کیا ہے چنانچہ صواعق محرقہ میں کہتا ہے اکثر المفسرین علی انھا نزلت فی علی و فاطمہ والحسن والحسين لتذكیر ضمیر عنکم وما بعد یعنی اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ یہ آیہ علیؑ و فاطمہؑ و حسینؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے بوجہ مذکر ہونے ضمیر عنکم اور اس کے مابعد یطہر کم یعنی اگر ازواج پیغمبران میں شامل ہوتیں تو بوجہ کثرت ان کی ضمیر بن مونث ہوتیں

نہ کہ مذکر۔ پھر ابن حجر کہتا ہے کہ احمد بن حنبل نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ شریفہ پانچ اشخاص پیغمبر خدا و علی مرتضیٰ و فاطمہ و حسن حسین علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اخراج کیا ہے طبرانی نے کہ رسول اللہ نے آنحضرت کو عبا میں داخل کیا اور اس آیہ شریفہ کو تلاوت فرمایا اور نور الابصار میں ہے کہ خطیب نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ تشریف لائے اور وہ حضرت ایک گیم سیاہ منقش اوڑھے ہوئے تھے پس حسن آئے آپ نے ان کو اس میں لے لیا بعد ازاں حسین آئے ان کو بھی اس میں داخل کیا پھر علی و فاطمہ آئے ان پر بھی اسی کو اوڑھادیا پھر تلاوت فرمایا آیہ شریفہ **انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت صاحب کتاب کہتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے** اور پر نبوت آنحضرت کے اور اوپر فضیلت آل عبا کے جملہ اصحاب پر اور نیز بطرق متعددہ صحیحہ روایت ہوا ہے کہ رسول اللہ آئے اور ان کے ساتھ علی و فاطمہ و حسن و حسین تھے حضرت نے ان دونوں کو اپنے دونوں زانوؤں پر بٹھالیا اور سب پر اپنی عبا کو اوڑھایا اور اس آیہ شریفہ کو تلاوت فرمایا۔ پھر کہا پروردگار یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے ہر ایک رجس و پلیدی کو دور کر اور پاک کر ان کو پاک کرنا۔ بروایت فرمایا خداوند ایہ آل محمد ہیں تو ان پر برکات و صلوات بھیج۔ جس طرح کہ ابراہیم پر برکات و صلوات بھیجی کہ تو حمید مجید ہے بروایت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے سراچا در کا اٹھایا تاکہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں مگر حضرت نے اس کو میرے ہاتھ سے کھینچ لیا میں نے کہا یا رسول اللہ میں بھی تو تمہارے ساتھ ہوں فرمایا تو ازواج پیغمبر سے ہے اور عاقبت تیری بخیر ہے یعنی ہر چند تیری عاقبت بخیر ہے مگر اس میں شامل نہیں ہو سکتی۔ نیز ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ فاطمہ زہرا ایک پیالہ حریرہ کالائیں اور حضرت کے آگے رکھ دیا آپ نے فرمایا تمہارے شوہر اور بیٹے کہاں ہیں عرض کی گھر میں ہیں فرمایا ان کو بلا لاؤ فاطمہ گئیں اور حضرت امیر و حسنین کو بلا لائیں پس سب بیٹھ کر وہ طعام کھانے لگے حضرت رسول خدا نے اپنی عبا ان پر اوڑھادی تھی کہ اس وقت آیہ تطہیر نازل ہوئی۔ بروایت حضرت نے جبریل و میکائیل کو بھی اس وقت اپنے شریک کر لیا تھا۔ بموجب ایک روایت کے یہ فعل فاطمہ کے گھر میں واقع ہوا تھا اور شیخ محبت الدین طبری نے کہا ہے کہ یہ فعل آنحضرت سے کئی دفعہ واقع ہوا۔ پھر صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ و احمد و ترمذی نے بسند حسن اور ابن جریر و ابن منذر و طبرانی و حاکم نے بسند صحیح انس سے روایت کی ہے کہ بعد نزل آیہ تطہیر کے حضرت رسول خدا کا معمول ہو گیا کہ جب نماز فجر کو گھر سے نکلتے اور خانہ فاطمہ کے پاس سے گزرتے تو فرماتے **الصَّلوة اهل البیت انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت** و **یطہرکم تطہیرا** یعنی اے اہلبیت عصمت و طہارت و مورد آیہ تطہیر نماز کا وقت ہے اٹھو اور نماز میں حاضر ہو۔ ابن مردویہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ آپ چالیس صبح اس طرح کہا کئے اور اس روایت میں عبارت مذکورہ بالا

سے اس قدر اور زیادہ کیا ہے۔ السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الصلوۃ
 رحمکم اللہ انما الخ لیکن بموجب روایت ابن عباس چھ مہینے تک آپ کا یہ معمول رہا و بروایت ابن منذر و ابن
 جریر و طبرانی آٹھ مہینے اور بعض روایت نو مہینے بھی وارد ہوئی ہیں۔ بہر کیف ابن حجر صواعق میں کہتا ہے کہ یہ آیت منیع فضائل
 اہلبیت ہے اور ان کے عز و مناقب پر شامل کہ اس میں اعتنا و التفات کامل ان کے حال پر ہوئی ہے کہ بلفظ انما کہ مفید حصر
 ہے تائید کی گئی ہے یعنی حق تعالیٰ ان کے بارے میں یہ ارادہ کرتا ہے اور بجز اس کے کچھ نہیں چاہتا کہ ان کے تئیں ہر رجس و
 گناہ سے اور ان امور سے جن سے ان کے کمال ایمان میں نقص کا اندیشہ ہو پاک رکھے اور تمام احوال و اخلاق مذمومہ
 سے ان کو مطہر و معصوم گردانے اور بعض طرق احادیث میں آیا ہے کہ اس سے ان پر آتش دوزخ کا حرام کرنا مقصود ہے کہ
 غرض و غایت تطہیر کی وہی ہے پس اس سے توبہ و انابت کا ان پر الہام کرنا اور اعمال صالحہ پر ان کو قائم و دائم رکھنا مقصود ہے
 چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب خلافت، خلافت نہ رہی اور ملک و بادشاہی ہو گئی تو ان سے لے لی یعنی امام حسن پر کار خلافت
 تمام نہ ہوا تو اس کی عوض ان کو خلافت باطنی دی گئی حتیٰ کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ قطب الاولیا ہر ایک زمانہ میں انہی سے
 ہوتا ہے نیز ابن حجر نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میرے دو فرزند حسن و حسین سید و
 سردار جو انان بہشت ہیں اور ان کے باپ ان سے بہتر ہیں نیز صواعق میں ہے کہ آپ نے فرمایا یا علیٰ فاطمہ مجھ کو تم سے
 محبوب تر ہے اور تم فاطمہ سے عزیز تر۔ نیز اس میں ہے کہ آپ نے حذیفہ سے فرمایا کہ آج کی رات ایک فرشتہ میرے
 پاس آیا جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے باجارت حق تعالیٰ مجھے سلام کیا اور بشارت دی کہ فاطمہ سیدۃ النساء
 اہل الجہنہ ہیں اور حسن و حسین سردار جو انان بہشت۔ نیز نقل کیا ہے کہ ابو بکر امیر المومنین کی طرف بہت دیکھا کرتے تھے
 عائشہ نے جو اس کا سبب ان سے دریافت کیا تو فرمایا رسول اللہ نے ارشاد کیا ہے کہ نظر کرنا طرف روئے علیٰ کے عبادت
 ہے۔ نیز صواعق میں ہے کہ رسول اللہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور گردہ صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ علی علیہ
 السلام وہاں تشریف لائے اور کھڑے ہو کر مقام نشست کو دیکھنے لگے اور رسول خدا دیکھتے تھے کہ کون ان کے لئے جگہ
 چھوڑتا ہے۔ ابو بکر نے کہ حضرت کے داسنے ہاتھ پر بیٹھے تھے کہا اے ابوالحسن یہاں آؤ اور خود اپنے مقام سے سرک گئے
 تا انیکہ امیر المومنین آ کر رسول خدا اور ابو بکر کے درمیان بیٹھ گئے اس وقت رسول خدا اس قدر خوش ہوئے کہ آثار خوشحالی و
 سرور چہرہ مبارک پر نمایاں ہوئے اور فرمایا اے ابو بکر اہل فضل کی فضیلت کو نہیں جانتا مگر صاحب فضل ہی۔ افسوس کہ
 حضرت ابو بکر نے رسول خدا کے بعد اس جناب کی فضیلت کو نہ جانا اور اس وقت ان کے لئے جگہ نہ چھوڑی پس بموجب
 اس حدیث کے خود اپنی فضیلت کو کھو بیٹھے۔ طلب باران بوسیلہ اہلبیت: نیز ابن حجر نے تاریخ دمشق سے نقل کیا ہے کہ

سالِ رمادہ (۷۱ ہجری) میں چند بار مسلمانوں نے بارش کی دعا مانگی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ایک بار عمر، عباس بن عبدالمطلب کے پاس گئے اور کہا اے عم رسول اس مرتبہ تم ہمارے ساتھ چلو۔ عباس نے جملہ بنی ہاشم کو جمع کیا اور امر کیا کہ غسل کریں اور لباسِ پاکیزہ پہنیں اور خود خوشبو لائے اور ان کو معطر کیا پھر امیر المومنین کو آگے کیا اور امام حسن کو ان کے دہنے اور امام حسین کو بائیں طرف اور آپ معہ جملہ بنی ہاشم آنحضرتؐ کے پیچھے ہوئے اور عمر سے کہا کہ اور کسی کو ہمارے ساتھ نہ ہونے دو پس اس صورت سے مصلے پر گئے اور دعا کی۔ جابر کہتے ہیں کہ ہنوز ہم دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ آسمان سے پانی پڑنا شروع ہوا اور اس قدر برساکہ ہم پانی ہی پانی میں واپس آئے۔ اور نیز صواعق میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا جو کوئی دوست رکھے مجھ کو اور حسینؑ کو اور ان کے ماں باپ کو وہ میرے ساتھ میرے درجہ میں بہشت میں ہوگا نیز صواعق میں نقل کیا ہے کہ ابوبکرؓ تم کھا کر کہتے تھے کہ اقرباء مجھ کو اپنے اقرباء سے زیادہ تر محبوب ہیں۔ اگر یہ ارشاد حضرت عتیقؓ کا صحیح ہوتا تو امیر المومنینؑ سے خلافت اور فاطمہ زہراؑ سے فدک نہ چھینتے۔ نورالابصار میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ایک روز کی دوستی آل محمدؑ کی ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے جو اس پر مرے داخل جنت ہو اور کشف سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ جو آل محمدؑ کی محبت پر مرے گاشہید مرے گا اس کے گناہ بخشے جائیں گے اور وہ نائبِ شہداء ہوگا اور آگاہ رہو کہ جو محبت آل محمدؑ پر مرے گا مومن کامل الایمان مرے گا۔ ملک الموت اور منکر و نکیر اس کو جنت کی بشارت دیں گے اور آگاہ رہو کہ جو محبت آل محمدؑ پر مرے گا وہ جنت میں اس طرح خوشی خوشی جائے گا جیسے عروس اپنے شوہر کے گھر خوشی خوشی جاتی ہے اور اس کی قبر میں دو دروازے جنت کی طرف کھل جائیں گے اور حق تعالیٰ اس کی قبر کو زیارت گاہ ملائکہ قرار دے گا اور وہی قول ہے اہلسنت و جماعت کا اور آگاہ رہو کہ جو بغض آل محمدؑ پر مرے گا قیامت کے روز عرصہ محشر میں آئے گا تو اس کی دوا نکھوں کے درمیان لکھا ہوگا۔ **السَّيِّئُ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ** کہ رحمتِ خدا سے ناامید ہے اور آگاہ رہو کہ جو آل محمدؑ کی عداوت پر مرے گا وہ کافر اور بوئے جنت نہ سونگھے گا اور صواعقِ محرقتہ میں ٹخم بن قہد مقرر یزی سے نقل کیا ہے کہ قاریانِ قرآن سے ایک شخص جب امیر تیمور کی قبر پر گزرتا تو اس آیت کو پڑھتا **خُذُوهُ فَعَلُوهُ ثُمَّ الْحَجِيمَ صَلُّوْهُ** کہ پکڑو اس کو اور غل و زنجیر کرو پھر جہنم میں ڈالو اور اس کو بار بار کہتا حتیٰ کہ وہی نقل کرتا ہے کہ ایک روز میں سوتا تھا خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ تشریف رکھتے ہیں اور تیمور لنگ آنحضرتؐ کے برابر بیٹھا ہے میں نے اسے جھڑکا کہ اے دشمنِ خدا تو اور یہ جگہ اور چاہتا تھا کہ ہاتھ پکڑ کر وہاں سے اٹھا دوں کہ رسول اللہ مانع آئے اور فرمایا اس کو نہیں بیٹھا رہنے دے کیونکہ یہ میری ذریت کو دوست رکھتا تھا اور جمالِ مرشدی اور شہابِ نورانی نے کہا کہ امیر تیمور کا ایک بیٹا کہتا تھا کہ میرا باپ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو ایک روز اس کو کمالِ اضطراب عارض ہوا اور اس کا چہرہ سیاہ اور

رنگ متغیر ہو گیا پھر اس کیفیت میں افاقہ ہوا تو سب اس انقلاب کا پوچھا اس نے بیان کیا کہ ملائکہ عذاب میرے پاس آئے تھے مگر اسی وقت رسول اللہ بھی تشریف لائے اور فرمایا کہ اس سے ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ یہ میرے اہلبیت کو دوست رکھتا اور ان پر احسان کرتا تھا پس وہ چلے گئے۔ ابن حجر اس کے بعد کہتا ہے کہ جب ان حضرات کی محبت نے اس ظالم کو کہ اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں نفع بخشا تو اوروں کو کیونکر مفید نہ ہوگا۔ لیکن تعظیم سادات پس صاحب نور الابصار کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آقا علی خواص سے سنا کہ کہتا تھا کہ سید کا حق ہم پر یہ ہے کہ اپنی جان کو اس پر قربان کریں کیونکہ رسول اللہ کا کریم خون اور گوشت اس میں سرایت کئے ہوئے ہے پس وہ ایک پارہ تن رسول اللہ ہے اور جزو کا تو قیر و اجلال میں وہی رتبہ ہے جو گل کا اور آنحضرت کے جزو کی ان کی وفات کے بعد وہی حرمت کرنی چاہئے جو ان کی زندگی میں۔ عبد اللہ بن حسن ایک روز عمر بن عبد العزیز کے پاس کسی حاجت کو گئے عمر نے کہا جب تمہیں کوئی ضرورت ہو کرے کسی کو بھیج کر مجھ کو وہیں بلو الیا کرو یا رقبہ لکھ دیا کرو کیونکہ مجھ کو شرم آتی ہے کہ حق تعالیٰ تم کو میرے دروازہ پر دیکھے اور بعض عالموں نے کہا ہے کہ حقوق سادات سے گودہ نسب میں بعید ہوں ہم پر یہ ہے کہ ان کی رضا کو اپنی خواہشوں پر مقدم کریں اور شرائط تعظیم و توقیر بجالائیں اور کسی تخت وغیرہ بلند چیز پر نہ بیٹھیں جبکہ وہ زمین پر بیٹھے ہوں۔ نیز نور الابصار میں کتاب مبین سے نقل کیا ہے کہ مقتضاء ادب یہ ہے کہ کوئی غیر سید عورت کے ساتھ نکاح نہ کرے۔ الا اس وقت جبکہ اپنے اوپر اعتماد رکھتا ہو کہ اس کے حکم و اشارے پر چلے گا اور اس کی جوتیاں اس کے آگے رکھے گا اور جب وہ اس کے پاس آئے گی تو سر و قد اس کی تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوگا اور باوجود اس کے دوسری شادی نہیں کرے گا اور معاش میں اس پر تنگی نہ ہونے دے گا مگر جبکہ وہ خود تنگ عیشی میں رہنا پسند کرے۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ ہمارے ان اطراف میں یہی قدیم دستور چلا آتا ہے کہ سیدوں کی بیٹیاں غیر سید نہیں لیتے اور ادب کرتے تھے مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ رسم قائم نہ رہے ابھی حال میں ایک دو نکاح سید زادیوں کے غیر سیدوں سے ہوئے ہیں ہر چند وہ کرنے والوں پر سزاوار تو نہیں ہوئے ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ مناقب میں لکھتے ہیں کہ اور لوگ اپنی بیٹیاں فخر یہ سادات کو دیتے ہیں مگر شریف غیر شریف کو بیٹی نہیں دیتا۔ الا باکراہ واجبار عمر خطاب نے ام کلثوم کی خواہش میں کیا کچھ جدو کد نہیں کی اور کس قدر اخبار و آثار اس مقدمے میں نہیں لائے۔ حجاج نے دختر عبد اللہ جعفر سے نکاح کی درخواست کی تو انہوں نے ایک سال کی مہلت لے کر اپنے تئیں اس کی اذیت سے چھوڑا۔ مامون نے اپنی بیٹی کی امام محمد تقی سے شادی کی اور امرا و بزرگ ان کو بہت رغبت سے بیٹیاں دیتے تھے۔ عبد الملک بن مروان نے امام زین العابدین کو اپنی دختر دینے کا ارادہ کیا مگر آنحضرت نے انکار کیا مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کی امام محمد تقی کے ساتھ شادی کی صاحب بن عباد وزیر نے ایک مفلس شکستہ حال سید کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کیا تو اس پر

اعتراض کیا گیا تو اس نے یہ شعر جواب میں کہا۔

الحمد لله حمدا دائما ابداً اذ صار سيدك رسول الله لي ولدا

خدا کا شکر ہے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کہ نواسہ رسول اللہ کا میری فرزندگی میں داخل ہوا۔ نیز نور الابصار میں ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ سید کی تعظیم نہیں چاہئے جبکہ وہ محرمات کا مرتکب ہو مگر معظم علماء اس کے برخلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ تعظیم سادات جن امور میں کہ معصیت لازم نہ آئے مطلوب ہے ہر چند وہ زنا و لواط کا ارتکاب کریں اور شرب خمر و سرقہ و سحر و سود خواری اور کذب کے عامل ہوں اور یتیموں کے مال کا کھانا اور زنانہ شوہر دار کو متم کرنا اور مومنین و مومنات کو ایذا دینا ان کا شیوہ ہو خصوصاً جبکہ یہ امور کسی حاکم شرعی کے سامنے پایہ ثبوت کو نہ پہنچے ہوں ان کے حاسدوں کے اوڑائے ہوئے ہوں جیسا کہ اکثر مشاہدہ ہوا ہے کہ جب تحقیقات ہوئی تو ثبوت نہیں ہوسکا کہ حد شرعی اس پر جاری کی جائے۔ سعدی۔

سادات نور دیدہ و اشراف عالمند از عزت محمد و از حرمت علی

فردا طعام معدہ دوزخ شود و لے امروز از محبت شاں نیست ممتلی

گر خوردہ از ایشاں صادر شود مرنج نتواں شکست قیمت گوہر ز جاہلی

از بہر آنکہ سید کونین گفتہ است الصالحون لله والطالحون لی

نیز صاحب نور الابصار نے مشارق الانوار شیخ عبدالرحمن الاجورسی المالکی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص اہل مغرب سے عازم بیت اللہ ہوا ایک نے اس کو دینار دیئے کہ مدینہ پہنچ کر کسی سید صحیح السب کو دے دینا وہ مدینہ پہنچا تو سادات کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ تمام شیعہ بدگوئے شیخین ہیں۔ اس نے ان کو روپیہ دینے سے استکراہ کیا۔ اتفاقاً ایک روز ایک شخص اس سے ملا پوچھا کہ تو سید ہے کہا ہاں پوچھا تیرا عقیدہ کیا ہے؟ شیعہ یہ سن کر خاموش ہو گیا اور مال نہ دیارات کو سوا یا تو خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور غلائق پل صراط سے گزر رہی ہے۔ اس نے بھی گزرنے کا ارادہ کیا جناب فاطمہ اسے مانع آئیں وہیں جناب رسول خدا کو دیکھا آنحضرت سے شکایت کی آپ نے جناب فاطمہ سے پوچھا کہ کیوں تم اس کو نہیں جانے دیتیں فرمایا اس نے میرے فرزند کا رزق بند کر رکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا اس نے اس لئے اس کو روپیہ نہیں دیا کہ وہ شیخین کی مذمت کرتا ہے اس وقت آپ ابو بکر و عمر کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا کیا تم میرے فرزند سے اس کا مواخذہ کرو گے انہوں نے کہا نہیں بلکہ درگزر اور چشم پوشی کو کام میں لائیں گے پس وہ جناب اس حاجی کی طرف ملتفت ہوئیں اور فرمایا تجھ کو میرے فرزند اور شیخین کے معاملے میں کیا مداخلت پس وہ شخص ترساں و لرزاں خواب سے بیدار ہوا اور دینار لے کر اسی وقت اس سید کی خدمت میں دوڑا گیا اور جملہ دینار اس کے حوالے کئے وہ متعجب ہوا اس نے تمام

ماجرائے خواب بیان کیا۔ سید نے کہا میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں کہ اب میں ان دونوں کی بدگوئی نہ کروں گا۔ مؤلف کہتا ہے کہ ان روایات سے کہ جوان کی معتبر کتابوں کی ہیں ہمارے اس نواح کے سنی بھائی سبق لیں اور بہر کیف سادات کی تعظیم و توقیر کو ملحوظ رکھیں یہ نہ ہو سکے تو اتنا تو کریں کہ ان کی توہین و تحقیر سے باز رہیں یہود و نصاریٰ و کفار مشرکین سے تو انہیں بدتر نہ جانیں دیکھو شیخین نے تمہارے ہی قول کے بموجب کیسے اس سید کی بدگوئی کو حضرت فاطمہؑ کی خاطر معاف کر دیا اگر بروز قیامت بھی وہ اسی طرح جملہ سادات و منین کو عفو کر دیں تو پھر تم کہ ان کو ستاتے اور کمال حقارت کرتے ہو نہ ادھر کے رہو گے نہ ادھر کے اور اپنے برادران سید زادگان کو کہتے ہیں کہ تم اپنے آباء طاہرین کی کہ جن کے ذریعہ تم کو یہ فخر و شرف حاصل ہے ٹھیک پیروی کرو اور اخلاق کریمہ و آداب حسنہ سے آراستہ ہو اور اعمال صالحہ کی بجا آوری میں ساعی و سرگرم رہو اور ایسا کرو کہ ہمہ تن نیکی بن کر اوروں کے لئے نمونہ صلاح و تقویٰ ہو جاؤ تب تو تم ان مناقب و مغاخر کے کہ تمہارے لئے خدا و رسول کی طرف سے مقرر ہیں مستحق ہو گے ورنہ یاد رہے کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ کے نزدیک اسی کی زیادہ عزت و توقیر ہے جو تقویٰ و پرہیزگاری میں بڑھا ہوا ہے **إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَىٰ** اس پر نص قاطع ہے اور رسول اللہ نے تمہارے ہی سنا نے کو حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ اگر اچھے کام نہ کرو گی تو حق تعالیٰ تم کو جہنم میں ڈال دے گا۔ اگر تمہارے اطوار درست نہ ہوں گے تو ہم کو اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ امتی تو تمہاری تعظیم و بزرگداشت سے ثواب پاکر جنت میں چلے جائیں اور تم اپنے کردار زشت سے داخل جہنم ہو اس وقت جس قدر حسرت و افسوس ہوگا اس کا اندازہ تم اچھی طرح لگا سکتے ہو۔ **شمشیر و زره و عمامہ و سواری حضرت امیر المومنینؑ**۔ ہر چند ذوالفقار حیدر کرار کا ذکر پہلے اس کتاب میں ہو چکا ہے الا یہاں اور احادیث اس مقدمہ میں مناقب ابن شہر آشوب سے نقل کی جاتی ہیں۔ **قوله تعالیٰ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ اَوْرَاتَارًا وَاَوْرَئِزًا لِّمَا هُمْ فِيْ اٰيَاتِنَا** ابن عباس اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو جنت سے دنیا میں بھیجا تو ذوالفقار ان کے ساتھ تھی کہ برگِ مورد بہشت سے خلق ہوئی تھی۔ پھر فرمایا **فِيْهِ بَاسٌ شَدِيْدٌ** اس لوہے میں ہے خوف اور ہیبت سخت۔ پس آدمؑ اس سے اپنے اعدائے و شیاطین کے ساتھ جنگ کیا کرتے تھے اور اس تلوار پر لکھا ہوا تھا کہ میرے بعد انبیاء و صدیقین یکے بعد دیگرے اس تیغ سے جنگ کریں گے حتیٰ کہ امیر المومنین علیؑ کو پہنچے گی وہ نبیؐ کی اس سے حمایت کریں گے **وَمَنْ اَنْفَعُ لِلنَّاسِ** اور اس میں فائدے ہیں آدمیوں کے لئے یعنی محمدؐ و علیؑ اس سے متفع ہوں گے۔ **اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ** اور بیشک اللہ توانا اور عزت والا ہے کہ قیمت کفار کو ساتھ علیؑ کے روکتا ہے۔ صاحب مناقب کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب امامیہ متفق ہیں اس امر پر کہ اس آیت میں مراد حدید سے ذوالفقار ہے کہ آسمان سے اتری اور حضرت رسول خدا نے علیؑ کو عنایت کی۔ حضرت

صادق سے پوچھا گیا کہ اس کا نام ذوالفقار کیوں رکھا گیا فرمایا اس لئے کہ جس پر امیر المومنینؑ اسے چلاتے تھے وہ دنیا میں زندگی سے فقیر و محتاج ہو جاتا تھا اور آخرت میں بہشت سے۔ باسناد کثیرہ خالد ولید سے نقل ہوا کہ اس نے دیکھا کہ امیر المومنینؑ اپنے دستِ مبارک سے زرہ کی درزین بند کرتے اور اس کی اصلاح فرماتے ہیں کہا آپ یہ عمل داؤد پیمبر کا کرتے ہیں فرمایا خالد حق تعالیٰ نے داؤد پر آہن نرم کیا کیا ہم پر نہ کرتا۔ کتاب شرف المصطفیٰ سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول خدا کے پاس ایک عمامہ تھا جس کو صحاب کہتے تھے وہ حضرت اکثر اس کے تئیں سر پر باندھا کرتے آپ کے بعد وہ علیؑ کو پہنچا وہ اس کو باندھتے۔ بعض اوقات آپ اس کو باندھ کر یک بیک نکل آتے اور فرماتے **اِنَّا كَمِ عَلٰی فِی السَّحَابِ** کہ علیؑ صحاب باندھے تمہارے پاس آ گیا **وَجِہ تَسْمِیۃٌ ذُلُل** اور مرکب آپ کا استر سبزہ رنگ تھا جس کو دلدل کہتے تھے رسول اللہ نے آپ کو بخشا تھا اور اس کا نام دلدل اس لئے تھا کہ بروہ حنین جبکہ مسلمین منہزم ہوئے تو حضرت رسول خدا اس فخر پر سوار تھے حضرت نے اسے فرمایا **ذُلُل** یعنی نیچے لٹک جا اور فروہ شہد ہو جا پس وہ اس قدر پست ہوا کہ اپنا شکم زمین سے لگا دیا اور حضرت رسول خدا نے ایک مشت خاک زمین سے اٹھا کر ان کے منہ پر ماری۔ بعد ازاں وہ استر حضرت امیر المومنینؑ کو دے دیا تھا وہ گھوڑے سے قدمیں پست تھا۔ نقل ہے کہ کسی نے حضرت امیرؑ سے پوچھا کہ آپ گھوڑے پر کس لئے سوار نہیں ہوتے فرمایا گھوڑا بھاگنے اور دوڑنے کے لئے ہے سو میں کبھی دشمن کے آگے سے فرار نہیں کرتا اور نہ کسی بھاگے ہوئے کا تعاقب کرتا ہوں بروایت فرمایا **اَقْبِلْ عَلٰی مَنْ فَرَّوْا فِرْمَنْ كَرَّوْا الْبَغْلَةَ تَكْفِیْنِی** کہ جو میرے سامنے سے بھاگ جائے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہوں اور جو مجھ پر حملہ آور ہو اس سے بھاگتا نہیں اور استر مجھ کو کفایت کرتا ہے۔ سعید بن قیس ہمدانی نے عین موقعہ جنگ میں آپ کو دیکھا کہ صرف دو پارچہ زیب تن ہیں عرض کی یا امیر المومنینؑ اس موقعہ پر اور یہ لباس یعنی یہاں زرہ پہن کر اور ہتھیار لگا کر آنا چاہئے تھا فرمایا اے سعید کوئی بندہ خدا کا ایسا نہیں کہ اس پر دو فرشتے نگہبان موکل نہ ہوں کہ پہاڑ کی چوٹی سے گرنے اور کنوئیں میں جا پڑنے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں مگر جب قضاء آتی ہے تو وہ اسے چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں اور حضرت کی زرہ پر لکھا ہوا تھا۔

اٰیْ یَوْمَ مِّنَ الْمَوْتِ اَفْتَرِ یَوْمَ لَا یَقْدِرُ اَمْ یَوْمَ قَدَرِ

کہ کس روز میں موت سے گریز کروں آیا اس روز جو مقدر نہیں ہوا یا جو موت کیلئے مقدر ہو چکا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت کی زرہ میں قب یعنی پشت نہ تھی۔ اس طرف صرف ایک سطر مثل ذرا ہم معلوم ہوتی تھی اس کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا میں کبھی جنگ میں پشت نہیں موڑتا کہ اس سمت کی حفاظت ضروری ہو۔ عباسؓ بن عبد المطلب نے میراثِ رسولؐ طلب کی: جابر بن عبد اللہ انصاری سے منقول ہے کہ عباس ابن عبد المطلب امیر المومنین کے پاس آئے اور رسول اللہ کی میراث ان

سے طلب کی حضرت نے فرمایا کہ دلدل ذوالفقار وزرہ عمامہ آنحضرت کا کہ مجھ کو پہنچا ہے میرا حق ہے تم ناحق اس کے درپے نہ ہو کہا ضرورت میں کویہ اشیا مجھے دینی پڑیں گی کیونکہ میں تم سے زیادہ ان کا حقدار ہوں میں چچا آنحضرت کا ہوں اور تم چچا زاد بھائی۔ پس حضرت امیرؑ ان کو ہمراہ لئے مسجد رسول اللہ میں آئے، اور لوگ بھی حضرت کے ہمراہ تھے وہاں پہنچ کر حکم کیا کہ زرہ عمامہ ذوالفقار وستر کو حاضر کریں حاضر ہوئیں تو فرمایا اے چچا اگر تم ان سب کو یا ان میں سے ایک کو بھی لے جا سکو تو لے جاؤ تمہارا مال ہے میں نے تم کو دے دیں۔ اور جو تم نہ لے جا سکو تو تمہارا ان میں کوئی حق نہیں تحقیق میراث انبیاء ان کے اوصیا کو پہنچتی ہے۔ عباس نے کہا اچھا امیر المومنین نے زرہ رسول خدا اپنے ہاتھ سے عباس کو پہنائی اور عمامہ سر پر باندھا اور تلوار کمر میں لگائی اور کہا اے عمو یہ چیزیں لے کر جاؤ ہر چند انہوں نے چاہا مگر حرکت نہ کر سکے اور حیران تھے کہ کیا کریں حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا یہ ستر بھی صرف میرے اور میری اولاد کیلئے ہے۔ اگر تم اس پر سوار ہو سکو تو اس کو لے جاؤ۔ پس مسجد سے نکلے ان کے ساتھ ایک مرد بنی عدی سے تھا۔ اس نے کہا اے عم رسول اللہ تم کو علیؑ نے ان چیزوں میں تو فریب دیا اب نجر کے بارے میں تو ان کا فریب نہ کھاؤ جب پاؤں رکاب میں رکھو تو اللہ کا نام لو اور بسم اللہ کہو اور یہ آیہ پڑھو اِنَّ اللّٰهَ يُمِیْسُکَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنْ تَرَوْہَا۔ راوی کہتا ہے کہ ستر نے جو نبی عباس کو اپنی طرف آتے دیکھا ایک ایسی چیخ ماری کہ عباس غش کھا کر گر پڑے۔ لوگ جمع ہو گئے ان کو کہا کہ اس کو کچڑے رہو مگر اس نے سوار نہ ہونے دیا پھر امیر المومنینؑ نے ایک اسم پڑھا کہ ہم نے کبھی پہلے نہ سنا تھا اس کو سن کر ستر خاضع اور رام ہو گیا۔ حضرت نے پاؤں رکاب میں رکھا اور اس پر سوار ہو گئے پھر حسنین علیہما السلام کو امر کیا وہ سوار ہوئے اس نے ذرا سرتک نہ ہلایا پھر آپ نے عمامہ باندھا اور زرہ پہنی اور تلوار کمر میں لگائی اور اُس پر سوار ہو کر اپنے گھر کو روانہ ہوئے اور کہتے جاتے تھے یہ احسان الہی ہے لیبِلُونِی اَشْکُرْ اِنَا اَمَّا کُفْرًا تَا کَ اَزْمَا ؕ وہ کہ میں اس کا شکر کرتا ہوں یا نہیں۔ لواء و خاتم آنحضرت علیہ السلام حدیث میں کہ سب سے پہلے جس نے نشان بنایا ابراہیم خلیل تھے۔ قریش میں رایت و لواء دونوں قصی بن کلاب کے ہاتھ میں تھے پھر رایت عبدالمطلب کے ہاتھ میں آیا چنانچہ رسول خدا مبعوث برسالت ہوئے تو انہوں نے بنی ہاشم میں اسے برقرار رکھا اور علیؑ کے حوالے کیا اور لواء اس وقت بنی عبدالدار میں تھا۔ حضرت نے مصعب بن عمیر کو عنایت کیا۔ پھر جنگ احد میں مصعب شہید ہوئے تو وہ بھی علیؑ کو بخشا اس وقت سے حضرت علیؑ جامع رایت و لواء دونوں تھے اور دونوں کا رنگ سفید ہوتا تھا۔ زید بن علیؑ سے منقول ہے کہ جنگ احد میں امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں چوٹ لگی تو لواء ان کے ہاتھ سے گر گیا مسلمان اس کے لینے کی حرص کرتے تھے مگر حضرت رسول خدا نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ میں دے دو چنانچہ مقداد بن اسود نے اٹھا کر ان کو دے دیا اور حضرت نے فرمایا یا علیؑ تو دنیا و آخرت میں میرا علمبردار ہے۔

اعتقاد اہلسنت سے نقل ہوا ہے کہ جابر بن سرہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ بروز قیامت آپ کا علم کون اٹھائے گا فرمایا اور کون اٹھا سکتا ہے جو دنیا میں اٹھاتا ہے وہی آخرت میں بھی اٹھائے گا یعنی علیؑ ابن ابی طالب اٹھائیں گے اور نیز رسول اللہؐ سے منقول ہے کہ بروز قیامت آدمؑ اور ان کی اولاد میرے علم کے سایہ میں ہوں گے اور علیؑ ایک ناقہ پر ناقہ ہائے بہشت سے سوار اسے لئے ہوں گے اور منادی آواز دے گا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تاکہ اس نشان کے ساتھ ساتھ خلقت داخل جنت ہوگی اور فرمایا حضرت رسالت پناہ نے کہ جبرئیل قیامت کو ایک لواء لائیں گے کہ اس میں ستر ستر ایسے ہوں گے کہ ہر ایک شفق چاند سورج سے زیادہ وسیع ہوگا میں اس وقت نور کی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر جو ایک منبر پر منبر ہائے قدس سے رکھی ہوگی بیٹھوں گا میں اس لواء کو لے کر علیؑ ابن ابی طالب کو دوں گا۔ عمر خطاب نے کہا یا رسول اللہؐ علیؑ اس لواء کو کیونکر اٹھا سکیں گے کہا اس روز حق تعالیٰ ان کو جبرئیل کی قوت آدمؑ کا نور رضوان کا حلم اور یوسف کا جمال عطا کرے گا۔ جابر بن عبد اللہ انصاری نے نقل کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو انبیاء و صدیقین سے پہلے جنت میں داخل ہوگا علی بن ابی طالب ہے ابود جانہ نے کہا یا رسول اللہؐ کیا آپ نے نہیں کہا کہ جنت انبیاء پر حرام ہے جب تک میں داخل نہ ہوں اور امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت نہ جائے۔ فرمایا ہاں یہ درست ہے لیکن علی بن ابی طالب لواء الحمد لئے ہمارے آگے ہوں گے۔ پس وہ لامحالہ ہم سے پہلے داخل جنت ہوں گے۔ سلمان فارسیؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا علیؑ عقیق کی انگوٹھی پہن تا کہ مقربین سے ہو، عرض کی مقربین کون ہیں فرمایا جبرئیل و میکائیل کہا کس عقیق کی انگوٹھی پہنوں میں یا رسول اللہؐ فرمایا عقیق سرخ کی اور صصہ اور عاتشہ سے منقول ہے کہ جبرئیل رسول اللہؐ پر نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ حق تعالیٰ تم کو سلام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ انگشتر کہ اس کا نگین عقیق کا ہوا ہے ہاتھ میں پہننا اور اپنے پسر عم کو کہو کہ وہ بھی عقیق کے نگین کی انگوٹھی دے دے ہاتھ میں پہنیں۔ حضرت علیؑ نے پوچھا وہ کون سا عقیق ہے جس کی انگوٹھی کا حکم ہوتا ہے فرمایا عقیق یمنی۔ نیز منقول ہے کہ حضرت امیر المؤمنینؑ کے پاس چار انگوٹھیاں تھیں یا قوت کی بوجہ اس کی بزرگی و شرافت کے فیروزہ کی برائے فتح و نصرت حدید چینی کی ہے قوت و طاقت اور عقیق کی حرز و حفاظت کے واسطے اور صحیح بخاری و شمائل ترمذی وغیرہ میں ہے کہ رسولؐ خدا داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور ایک روایت میں اس قدر اور زیادہ کیا ہے کہ آپ نے رحلت کی حالانکہ انگشتری دست یمن میں تھی اور مراغب اصفہانی نے اپنے محاضرات میں روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا اور ان کے اصحاب تمام داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے جس نے سب سے پہلے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی وہ معاویہ ہے اور وجہ معاویہ کی اس سنت رسول خدا و سنت خلفاء اربعہ کو ترک کرنے کی یہ ہے کہ عمر و عاص نے جو بروز تحکیم داہنے ہاتھ سے انگوٹھی نکالی اور کہا میں نے علیؑ کو خلافت سے اس طرح خلع کیا، جس طرح اس انگوٹھی کو انگلی سے نکالا اور پھر بائیں

ہاتھ میں پھن کر کہا کہ معاویہ کو یوں اس پر نصب کیا جیسے اس انگوٹھی کو انگشت میں پہنا پس معاویہ نے اس واقعہ کی یاد میں ہمیشہ انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہننی شروع کر دی چنانچہ جملہ خلفاء بنی امیہ اس کا تتبع کرتے اور دست یار میں انگشتی پہننے رہے مگر ابوالعباس سفاح نے اس کو ترک کیا اور دہنے میں پہننی شروع کر دی مگر ہارون رشید نے پھر بائیں ہی میں پہننی اور یہ سنت سنتوں کے یہاں باقی رہی۔ مجلسی علیہ الرحمہ بعض رسائل میں لکھتے ہیں کہ سنی اقرار کرتے ہیں کہ چند چیزیں سنت رسول اللہ سے ہیں مگر چونکہ رافضیوں کا شعار ہو گیا ہے لہذا ہم ان کو ترک کرتے ہیں ایک انگوٹھی کو داہنے ہاتھ میں پہننا دوسرے جریڈ تین مردے کے ساتھ رکھنا تیسرے قبر کو مسطح کرنا۔ پھر کہتے ہیں اے عاقلو دیکھو اور نظر کرو ان کی دینداری پر کہ کیسے کیسے بہانوں سے سنت پائے رسول اللہ کو ترک کرتے ہیں اور طرفہ یہ کہ پھر اپنا نام اہلسنت رکھا ہے بائیں معنی کہ ہم سنت رسول پر عمل کرتے ہیں۔ بالجلہ جاخط نے کتاب نقوش الخواتیم میں لکھا ہے کہ آدمؑ، اور لیسؑ، ابراہیمؑ، اسمعیلؑ، ایلخؑ، الیاسؑ، یعقوبؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، یوسفؑ، دانیالؑ، یوشعؑ، ذوالقرنینؑ، یونسؑ، لوطؑ، ہودؑ، شعیبؑ، ذکریاؑ، یحییٰؑ، صالحؑ، غریؑ، ایوبؑ، یسٰؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ سب کے سب داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور حضرت صادق علیہ السلام نے ایک سائل معترض کے جواب میں فرمایا کہ امیر المومنین اس لئے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے کہ وہ امام و پیشوا تھے۔ اصحاب یحییٰ کے اور حق تعالیٰ نے اصحاب یحییٰ کی مدح فرمائی ہے اور اصحاب الشمال کی مذمت کی ہے اور نقش نگین حضرت امیر المومنین بنابر مشہور الملک للہ الواحد القہار تھا اور بروایت حسبی اللہ اور بموجب ایک روایت کے اُسْنَدُ ظہری الی اللہ اقرباء وازواج وخدام امیر المومنین علیہ السلام والدین آنحضرت کا حال اس سے پہلے اس کتاب میں مفصل گزرا اور اسماء ازواج واولاد جلد تہذیب مطبوعہ سابقہ میں مذکور ہوئے جن کا اعادہ یہاں ضرور نہیں۔ مشہور ہے کہ وہ حضرت جب تک فاطمہؑ زہراؑ زندہ رہیں کسی دوسری عورت سے متمتع نہیں ہوئے جیسے کہ جناب رسالت مآبؐ تادم حیات خدیجہؑ کسی اور سے متمتع نہیں ہوئے۔ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے کل دس بیویوں کے ساتھ نکاح کیا چنانچہ چار ان سے بوقت رحلت زندہ تھیں۔ امامہ بنت زینبؑ اسماء بنت عمیسؑ لیلیٰ تمیمہؑ ام البنینؑ اور اٹھارہ کنیز صاحبہ اولاد بوقت وفات موجود تھیں اور قوت القلوب سے نقل کیا ہے کہ مغیرہ بن نوفلؑ بن حارث بن عبدالمطلب نے بعد ازاں ابوالہیاج عبد اللہ بن ابوسفیان بن حارث مذکور نے امامہ بنت زینبؑ زوجہ آنحضرتؐ سے آپ کی وفات کے بعد درخواست نکاح کی تو انہوں نے انکار کیا اور آنحضرتؐ سے روایت کی کہ ازواج نبیؐ ووصی کو جائز نہیں کہ ان کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کریں بموجب اس روایت کے ازواج وکنیزان امیر المومنینؑ اوروں پر حرام تھیں اور کسی نے ان میں سے اوروں کے ساتھ نکاح نہیں کیا اور اولاد امجاد کے بارے میں ۲۵ سے لے کر ۳۵ تک کی روایت ہے مگر کشف الغمہ میں ہے کہ کل ۱۵ پسر و ۱۲ دختر تھیں اور افضل ان میں بعد اولاد جناب فاطمہؑ محمد بن حنفیہؑ ہیں اور

عباس بن امیر المومنینؑ کو بوجہ ان کے حسن و جمال کے ماہ بنی ہاشم کہتے تھے اور وہ تھے علمدار لشکر سید الشہداءؑ معرکہ کربلا میں اور سقاء اہلبیت تھے اور معہ اپنے برادران اعیانی جان نثار ہوئے نور الابصار میں ہے کہ محمدؐ کو حضرت امام حسینؑ کے کربلا چلے جانے کی خبر پہنچی تو طاس ان کے سامنے رکھا تھا اور وضو کر رہے تھے یہ خبر سن کر اس قدر روئے کہ تمام طاس آنسوؤں سے بھر گیا۔ نیز صاحب کشف غمہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت کے ایک لڑکی دختر امراء القیس کلبی کے بطن سے سہ سالہ تھی جس کو آپ بہت دوست رکھتے تھے۔ اس کی زبان سے حرف لام نہیں نکلتا تھا بجائے لام کے دال کہتی تھی۔ چنانچہ جب اسے پوچھتے کہ تیری ماں کس قبیلہ سے ہے تو وہ کلب نہ کہہ سکتی کذب کہتی اور پھر بھی سی جان اپنی خطا کو معلوم کرتی اور شرمندہ ہوتی اور برادران امیر المومنینؑ جیسا کہ گزرا کل تین تھے طالب، عقیل و جعفر۔ طالب سے اولاد نہیں رہی۔ مسلم بن عقیل نے جس دلیری سے حضرت امام حسینؑ کی حمایت میں جان قربان کی سب کو معلوم ہے اولاد جعفر سے عبد اللہ بن جعفر بہت مشہور و معروف گزرے ہیں داد و دہش و عطاء و بخشش میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ ام کلثوم و دختر ام المومنینؑ بنت فاطمہ زہراؑ آپ سے منسوب تھیں۔ خواہر آپ کی ام ہانی جمانہ یا فاختہ نام تھیں جن کے گھر سے حضرت رسولؐ خدا کو معراج ہوئی ان کے ایک بیٹا جعدہ بن ہنیرہ مخزومی تھا یہ بھانجا حضرت کو بہت عزیز تھا یہ وہی جعدہ ہے کہ شب ضربت جبکہ ابتدائی شب سے حضرت ام کلثوم نے آپ کا ہول و اضطراب دیکھا تو عرض کی آج آپ نماز صبح کو مسجد میں تشریف نہ لے جائیں جعدہ کو حکم دیں کہ وہ نماز پڑھائے پہلے تو فرمایا ہاں جعدہ کو کہلا بھیجو پھر فرمایا لا مَفْوَ مِنْ الْقَضَاءِ موت سے کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ چچا آپ کے کل نو ہیں بدیں تفصیل (۱) حارث (۲) زبیر (۳) حمزہ (۴) عبد اقص (۵) ضرار (۶) مقوم (۷) ابولہب (۸) عباس (۹) عبد اللہ۔ عبد اللہ پدر رسول خدا و ابوطالب پدر امیر المومنینؑ ایک ماں سے تھے باقی مختلف البطن اور عمات امیر المومنینؑ بعینہ عمات خاتم المرسلینؑ چھ تھیں۔ (۱) امیمہ (۲) ام کلثیمہ (۳) برہ (۴) عاتکہ (۵) صفیہ (۶) اروی۔ یہ سب جدا جدا ماؤں سے تھیں۔ خال (ماموں) نھین بن اسد بن ہاشم خال خالدہ بنت اسد بن ہاشم۔ ربیب آپ کا محمد بن ابی بکر کہ بروایت مروج الذهب عابدترین قریش تھا۔ کاتبان انجناب عبد اللہ بن ابی رافع و سعید بن نمران ہمدانی و عبد اللہ بن جعفر و عبید اللہ بن عبد اللہ مسعود دربان سلمان فارسی مؤذن جویریہ بن مسہر عبدی و ابن بناح ہمدانی جس کو حجاج نے قتل کیا اور خادم ابو بنیر زکۃ اولاد بادشاہانِ عجم سے تھا۔ لڑکپن میں اسلام کی طرف رغبت کی اور حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہیں رہتا رہا بعد وفات رسولؐ خدا حضرت فاطمہؑ و حسینؑ کے ساتھ رہا اور ایک ہزار غلام آپ کے تھے کہ ان میں سے ہیں قنبر و میثم جن کو حجاج ملعون نے قتل کیا اور سعد و نصر امام حسینؑ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے اور احمر جنگ صفین میں کام آیا اور ان میں سے ہیں غزو ان و ثبیت و میوں اور خادمہ فضہ زبرا و سلافہ۔

ہر دو حصہ جلد اول ختم شد